

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ  
بلاشبہ قرآن نہایت سیدھی راہ دکھاتا ہے

تَفْسِيرًا

# هَذَا الْقُرْآنُ

ان شاء اللہ یہ تفسیر آپ کو قرآن کریم سے بہت قریب کرے گی

جلد ہشتم

تالیف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پورن پوری

شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## اب آپ کیا کریں گے؟

یہ سوال ان دوستوں کے ذہن میں ضرور کھلبلی مچائے گا جو میری کتابیں پڑھتے تو کم ہیں، مگر جب کوئی کتاب چھتی ہے تو بے تاب ہو کر پوچھتے ہیں: اگلی کتاب / جلد کب آئے گی؟ ان سے عرض ہے کہ اب میں شروع سے تفسیر لکھو گا، اور اگر وہ کہیں کہ شروع کا حصہ حضرت مولانا محمد عثمان کاشف الہاشمی رحمہ اللہ لکھ چکے ہیں تو جواب یہ ہے کہ انھوں نے تیسویں پارے کی تفسیر بھی لکھی ہے، تاہم میں نے اس کو دوبارہ لکھا ہے، کیونکہ ہر گلے رارنگ و بوئے دیگر است! آپ دونوں کو ملا کر پڑھیں تو فرق ظاہر ہوگا۔

ماضی میں عربی، اردو اور فارسی میں بے شمار تفسیریں لکھی گئی ہیں، اور حال میں دارالعلوم دیوبند کے دو اساتذہ نے آخری منزل کی تفسیریں لکھی ہیں، مولانا حسین احمد صاحب ہردواری نے تدریس قرآن کے نام سے اور مولانا منزل حسین مظفر گھری نے دروس قرآن کے نام سے بہترین کام کیا ہے۔

علاوہ ازیں: حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب زید مجدہم نے آسان تفسیر کے نام سے، اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے آسان ترجمہ قرآن (توضیح القرآن) کے نام سے، اور حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی زید مجدہم نے آخری وحی کے نام سے، اور حضرت مولانا بلال عبدالحی حسینی ندوی زید مجدہم نے آسان معانی قرآن کے نام سے کام کیا ہے، اور سب نے بہترین کام کیا ہے، امت کو ان سے خوب فائدہ پہنچ رہا ہے، ایسی صورت میں اگر ایک لنگڑا تیل بھی اس راہ پر گامزن ہو جائے تو کیا حرج ہے؟ وہ بھی قافلہ کے ساتھ منزل تک پہنچ جائے گا۔

میں نے تفسیر ہدایت القرآن دسویں پارے سے لکھنی شروع کی ہے، اس وقت میری استعداد بہت ناقص تھی، زبان بھی اچھی نہیں تھی، لب بھی فاقن نہیں، مگر چالیس قبل کی بہ نسبت غنیمت ہے، اس لئے ارادہ ہے کہ تاحیات اسی خدمت میں لگا رہوں، شروع کے نو پارے ہی نہیں، پارہ چودہ تک دوبارہ لکھوں، حضرت مولانا کاشف الہاشمی رحمہ اللہ کا لکھا ہوا حصہ بھی چھپتا رہے گا، وہ بھی عام لوگوں کے لئے بہت مفید ہے، اور میں جو کچھ لکھو گا وہ بھی شاید کسی کو پسند آجائے تو بیڑا کنارے لگ جائے، وما ذلک علی اللہ بغیر! ایسا اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں!

تعمیہ (۱): میری لکھی ہوئی تفسیر میں سورتوں، آیتوں اور آیتوں کے اجزاء میں ارتباط کا خاص طور پر اہتمام کیا ہے، قارئین کرام اس کی طرف خاص طور پر توجہ فرمائیں۔

تعمیہ (۲): نص فقہی کے فقہی طریقے چار ہیں: عبارت الھص، دلالت الھص، اشارت الھص اور اقتضاء الھص سے استدلال کرنا، میں نے عبارت الھص پیش نظر رکھی ہے۔

## فہرست مضامین

### سورہ ق

مکی ومدنی سورتوں کے امتیازات:..... سورتوں کی تقسیم..... قرآن کریم کتنے دنوں میں ختم کیا جائے؟  
چھوٹی سات منزلیں اور بڑی تین منزلیں:..... کن نمازوں میں کونسی سورتیں مسنون ہیں:..... سورت کا نام

- اور موضوع:..... ۲۶-۲۳
- ۲۸ ..... منکروں کی سمجھ میں نہ بشر کی نبوت آئی نہ موت کے بعد کی زندگی
- ۳۰ ..... مظاہر قدرت سے بعثت بعد الموت پر استدلال
- ۳۳ ..... جن اقوام نے رسولوں کو جھٹلایا وہ ہلاک ہوئیں
- ۳۶ ..... اللہ کے علم میں سب کچھ ہے، پھر بھی مصلحت سے ریکارڈ کیا جا رہا ہے
- فرشتے جو اعمال نامے لکھتے ہیں وہ قیامت کے دن کام آئیں گے مجرموں کی محشر میں حاضری اور انصاف سے فیصلہ
- ۳۷ ..... کافر کے ساتھ اس کا ہم زاد شیطان بھی دوزخ میں ڈالا جائے گا اور اس کی حجت بازی نہیں چلے گی، نہ بندوں پر ظلم ہوگا
- ۳۸ ..... کفار کی تعذیب اخروی کے مقابلہ میں اہل جنت کے عیش کا ذکر
- ۴۰ ..... منکرین مکہ کو دنیا میں بھی سزا مل سکتی ہے
- ۴۲ ..... جو پہلی مرتبہ کائنات پیدا کر کے تھکائیں وہ دوسری مرتبہ کیوں تھکے گا!
- ۴۳ ..... مسلمان ابھی تعمیر خودی میں مشغول رہیں
- ۴۵ ..... آخری دو باتیں: ایک: منکرین بعثت سے، دوسری: پیغمبر ﷺ سے

### سورۃ الذاریات

- سورت کا نام اور موضوع:..... ۴۸
- ۴۸ ..... جزاء کا وعدہ سچا ہے، اختلاف فضول ہے، اختلاف کرنے والے سزا پائیں گے
- ۵۱ ..... پرہیزگار آخرت میں مزے میں رہیں گے
- ۵۳ ..... فرشتوں نے قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لئے جاتے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کو ذی علم بیٹے کی خوش خبر دی

- ۵۵ ..... فرشتے دراصل قوم لوط علیہ السلام کی سزا دہی کے لئے اترے تھے
- ۵۷ ..... فرعون، عاد، ثمود اور قوم نوح کی تباہی میں بھی عبرت کا سامان ہے
- ۵۸ ..... قانون ازدواج (جوڑی کے قانون) سے آخرت پر استدلال
- ۶۱ ..... آخرت کے عقیدہ کے ساتھ توحید و رسالت کا اعتقاد بھی ضروری ہے
- ۶۲ ..... دین بندوں کی مصلحت کے لئے نازل کیا گیا ہے
- ۶۴ ..... اللہ کا دین قبول نہ کرنے والوں کو الٹی میٹم

### سورۃ الطور

- ۶۶ ..... چار وعدوں کی طرح قیامت کا وعدہ بھی ضرور پورا ہوگا
- ۶۸ ..... آخرت کی تکذیب کرنے والوں کی سزا
- ۷۰ ..... آخرت میں نیک مومنین کا انجام
- ۷۳ ..... رسالت کا بیان رسول پر چار تبصرے
- ۷۵ ..... سات باتیں جو غیر پر ایمان لانے سے مانع ہیں
- ۷۸ ..... منکرین نہیں مانتے تو ان کو مطلوبہ معجزہ دکھا کر قائل کیا جائے
- ۷۸ ..... مکذبین کا اعلان تو بس قیامت کے دن ہوگا
- ۷۹ ..... کفار قیامت سے پہلے بھی سزا پائیں گے
- ۷۹ ..... مسلمان اور اد میں مشغول رہیں

### سورۃ النجم

- ۸۳ ..... رسالت کا بیان وحی مکتوبہ (قرآن کی وحی) کی درمیانی کڑیوں کی توثیق
- ۸۸ ..... توحید کا بیان صنم پرستی کی تردید
- ۸۹ ..... مشرکین کی اس صنم پرستی کی چار طرح سے تردید کی ہے:
- ۹۰ ..... اصنام پرستی کی بنیاد ہی غلط ہے
- ۹۰ ..... جو آخرت کو نہیں مانتے وہ فرشتوں کو زانی مخلوق سمجھتے ہیں
- ۹۱ ..... معاندین کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں
- ۹۲ ..... آخرت کا بیان نیک و بد کا بدلہ دینے کے لئے دوسری دنیا ضروری ہے

- ۹۲ ..... نیکو کار کون لوگ ہیں؟ اور لَمَم کی تفسیر
- ۹۳ ..... کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی حد بندی نہیں کی گئی
- ۹۴ ..... کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف ہوتا ہے یا نہیں؟
- ۹۴ ..... خود ستائی مت کرو اور خوش فہمی میں مت رہو
- ۹۵ ..... سودا بازیِ آخرت میں کام نہیں دے گی، کھرے ایمان ہی سے نجات ہوگی
- ۹۷ ..... گذشتہ صحیفوں میں مقابلات سے آخرت پر استدلال
- ۹۸ ..... گذشتہ صحیفوں میں آخرت کی تکذیب کرنے والی قوموں کی ہلاکت کا ذکر
- ۹۹ ..... آخری وعظمتیں

### سورة القمر

- ۱۰۱ ..... معجزہ شق القمر:
- ۱۰۳ ..... قیامت قریب آگئی، ہوش میں آ جاؤ!
- ۱۰۵ ..... ام ماضیہ کے واقعات جن میں عبرت کا سامان ہے پہلا واقعہ: نوح علیہ السلام کی قوم کی غرقابی کا
- ۱۰۶ ..... قرآن کریم کا پڑھنا اور سمجھنا آسان ہے
- ۱۰۷ ..... دوسرا واقعہ: عاد کی ہلاکت کا
- ۱۰۹ ..... تیسرا واقعہ: ثمود کی تباہی کا
- ۱۱۱ ..... چوتھا واقعہ: لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کا
- ۱۱۲ ..... پانچواں واقعہ: فرعونوں کی تباہی کا
- ۱۱۳ ..... ام ماضیہ کے واقعات سنا کر مشرکین مکہ سے تین سوالات
- ۱۱۵ ..... سزا کا اصل وقت قیامت کا دن ہے
- ۱۱۵ ..... ہر چیز ایک اندازے سے پیدا کی گئی ہے
- ۱۱۵ ..... دنیا کی سزا عبرت کے لئے ہے، اور آخرت کی سزا کے لئے ریکارڈ تیار ہے
- ۱۱۶ ..... مجرمین کے بعد متقین کا انجام

### سورة الرحمن

زمین پر دو مکلف مخلوقات (جن و انس) ایک ساتھ ہی ہوئی ہیں اور دونوں کی روحانی اور مادی ضرورتوں کا

- ۱۲۱ ..... اللہ نے انتظام کیا ہے
- ۱۲۲ ..... اللہ تعالیٰ نے مکلف مخلوقات کی روحانی ضرورتوں کا سامان کیا
- ۱۲۳ ..... اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی مادی ضرورتوں کا بھی انتظام کیا
- ۱۲۵ ..... جن و انس کی تخلیق کا مادہ ذرا مختلف ہے، مگر دونوں زمین میں ایک ساتھ آباد ہیں
- ۱۳۰ ..... یہ دنیا ختم ہوگی، دوسری دنیا آباد ہوگی، مجرموں کو سزا ملے گی اور کوئی بدکردار بچ نہیں سکے گا
- ۱۳۶ ..... ایماندار جن و انس کا اخروی انجام

### سورة الواقعة

- ۱۴۳ ..... قیامت کے دن انسانوں کی تین قسمیں
- ۱۴۵ ..... سابقین پر آخرت میں انعامات
- ۱۴۸ ..... اصحاب النہمین پر آخرت میں نوازشات
- ۱۵۱ ..... اصحاب الشمال کی آخرت میں بد حالی
- ۱۵۳ ..... توحید کا بیان چار کارناموں سے توحید پر استدلال
- ۱۵۷ ..... علویات کے سفلیات پر اثرات
- ۱۵۹ ..... کواکب کی تاثیر کی دو صورتیں
- ۱۶۰ ..... حکومتوں اور شریعتوں کی تبدیلی میں قِوَانات کی تاثیر
- ۱۶۱ ..... دلیل رسالت (قرآن کریم) کی عظمت شان کا بیان
- ۱۶۱ ..... قرآن کریم کو بے وضوء ہاتھ لگانا جائز نہیں
- ۱۶۳ ..... جو بویا ہے وہی کاٹے گا

### سورة الحديد

- ۱۶۷ ..... اللہ تعالیٰ کے بھون و صفات
- ..... آسمانوں اور زمین پر مشتمل کائنات اللہ ہی نے پیدا کی ہے اور اس پر کنٹرول بھی انہی کا ہے، دوسرا کوئی تدبیر
- ۱۶۹ ..... عالم میں شریک نہیں
- ۱۷۰ ..... کائنات کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے
- ۱۷۲ ..... آیات پاک تلاوت کرنے سے پہلے چار باتیں سمجھ لیں:

- ۱۷۳ ..... اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ، اور جہاد میں مال خرچ کرو
- ۱۷۵ ..... جہاد میں خرچ کرو، غنیمت اور آخرت میں بڑے مرتبے پاؤ گے
- ۱۷۶ ..... قرضِ حسند دینے والوں کے لئے آخرت میں نور ہوگا
- ۱۸۰ ..... عمل میں کوتاہ مسلمانوں کو جھوڑتے ہیں
- ۱۸۱ ..... سخت دل نرم پڑ سکتے ہیں جیسے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے
- ۱۸۱ ..... اللہ تعالیٰ ہر نیکی کو بڑھاتے ہیں
- ۱۸۲ ..... دینی کمالات کے دو مراتب: صدیقیت اور شہادت، ہر نیک مسلمان حاصل کر سکتا ہے
- ۱۸۴ ..... کمالات حاصل کرنے کی راہ کاروڑا: دنیا کی مشغولیت
- ۱۸۶ ..... دینی کمالات حاصل کرنے کا ذریعہ: شوقِ وطن
- ۱۸۸ ..... شریعت میں اعذار کا اعتبار ہے
- ۱۸۸ ..... مقدرات بندوں کی مصلحت سے ہیں
- ۱۸۹ ..... اعمال سے روگردانی کرنے والے اللہ کو پسند نہیں
- ۱۹۰ ..... شریعت پر عمل کے لئے ترغیب کے ساتھ ترہیب بھی ضروری ہے
- ۱۹۱ ..... شریعت پر عمل کے تعلق سے بنی اسرائیل کی حالت زار
- ۱۹۳ ..... اہل کتاب کو آخری پیغمبر پر ایمان لانے کی دعوت

### سورۃ الحجّ

- ۱۹۷ ..... ظہار اور اس کا کفارہ
- ۲۰۰ ..... حدود اللہ کی پاسداری
- ۲۰۱ ..... ہر چیز اللہ کے سامنے ہے، وہ ہر سرگوشی سے واقف ہیں
- ۲۰۲ ..... منافقین کو یقین ہی نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ ہر سرگوشی سنتے ہیں
- ۲۰۴ ..... مسلمانوں کی سرگوشی کا موضوع: برّ و تقویٰ
- ۲۰۴ ..... شیطان: مسلمانوں کو دل گیر کرنا چاہتا ہے، مگر وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا
- ۲۰۶ ..... مشورہ میں کوئی بزرگ یا عالم دیر سے پہنچیں تو صدر ان کو بٹھانے کا اہتمام کرے
- ۲۰۷ ..... جو لوگ سرگوشی کے نام پر وقت ضائع کریں ان کے لئے قانون
- ۲۰۷ ..... سرگوشی سے پہلے خیرات کا وجوب ختم، مقصود اطاعت کا پتہ چلانا تھا

- ۲۰۹ ..... منافقین کے احوال
- ۲۱۲ ..... صحابہ رضی اللہ عنہم کے احوال حزب اللہ (اللہ کا لشکر) کامیاب ہونے والا ہے

### سورۃ الحشر

- ۲۱۶ ..... غزوہ بنو نضیر میں حزب اللہ کی کامیابی
- ۲۱۹ ..... حکمت الہی سے دنیا میں قتل کے بجائے جلاوطنی
- ۲۱۹ ..... جنگی مصلحت سے اہل حرب کے اموال جلا نا افساد فی الارض نہیں
- ۲۲۰ ..... مال فی کونسا مال ہے؟
- ۲۲۳ ..... مال فی کے مصارف
- ۲۲۸ ..... آنے والی نسلوں کی گذرے ہوئے لوگوں سے عقیدت
- ۲۲۹ ..... منافقین نے بنو نضیر سے مدد کا وعدہ کیا تھا مگر وفا نہیں کیا
- ۲۳۱ ..... بنو نضیر کے احوال
- ..... منافقین نے ہمت دلا کر بنو نضیر کو سولی پر چڑھایا پھر پیچھے ہٹ گئے، جیسے شیطان انسان سے کفر کرا کر پیچھے ہٹ جاتا ہے
- ۲۳۲ ..... حزب اللہ (مؤمنین) سے خطاب
- ۲۳۶ ..... قرآن کریم عظیم الشان اللہ کا کلام ہے اس لئے وہ با عظمت و تاثیر ہے

### سورۃ الممتحنۃ

- ۲۴۱ ..... مکہ مکرمہ فتح کرنا کیوں ضروری تھا؟
- ۲۴۱ ..... اللہ نے خبر کو لیکر ہونے سے بچالیا:
- ۲۴۶ ..... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی، پھر اپنی قوم کی طرف منہ نہیں کیا، تم بھی وہی کرو
- ۲۴۷ ..... ابراہیم علیہ السلام نے باپ سے جو استغفار کا وعدہ کیا تھا وہ سب قطع تعلق کے منافی نہیں
- ۲۴۷ ..... ابراہیم علیہ السلام اور مؤمنین کی دودعا میں، انبیاء کی دعاؤں میں بھی تعلیم ہوتی ہے
- ۲۴۸ ..... ترغیب کے ساتھ ترہیب بھی
- ۲۴۹ ..... مکہ والوں سے ترک موالات چند دن کے لئے ہے
- ۲۵۰ ..... جو کافر مسلمانوں کے ساتھ برسر پیکار نہیں ان کے ساتھ رواداری جائز ہے



- ترک موالات اس حد تک ضروری تھا کہ جن مسلمانوں کے نکاح میں کافر عورتیں تھیں ان کو حکم دیا گیا کہ وہ ان کو چھوڑ دیں ..... ۲۵۲
- صلح حدیبیہ کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہوا ..... ۲۵۲
- مسلمان عورتوں کو جو ہجرت کر کے آئیں: جانچنے کا طریقہ ..... ۲۵۴
- بیعت سلوک کے تعلق سے مختلف نظریے: ..... ۲۵۵
- بیعت سلوک کی دفعات: ..... ۲۵۵
- یہود سے بھی موالات کی ممانعت ..... ۲۵۷

### سورة الصف

- سورت کے مضامین: ..... سورت کا شان نزول: ..... ۲۵۸
- اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے ..... ۲۵۹
- عموم بعثت اور یہود و نصاریٰ کا موقف اسلام ہی آفاقی اور ابدی مذہب ہے، موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی نبوتیں بنی اسرائیل کے لئے خاص تھیں ..... ۲۶۲
- موسیٰ علیہ السلام کو اپنوں نے ستایا: ..... ۲۶۲
- برائیاں کرتے کرتے دل سخت ہو جاتا ہے: ..... ۲۶۳
- عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت: موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا تتمہ تھی: ..... ۲۶۳
- عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو عظیم الشان رسول کی خوش خبری سنائی: ..... ۲۶۳
- جہاد کی ترغیب اور فتح کی بشارت: ..... ۲۶۶
- ہمت مردان مدد خدا ..... ۲۶۸

### سورة الجمعة

- نبی ﷺ کی بعثت عرب و عجم سب کے لئے ہے، مگر کام کی ذمہ داری منقسم ہے ..... ۲۷۱
- آخری نبی امیوں (عربوں) میں کیوں مبعوث کئے گئے؟ ..... ۲۷۲
- نبی ﷺ کے چار کام: ..... ۲۷۲
- عربوں سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا: ..... ۲۷۳
- آخرین کا مصداق بطور مثال: ..... ۲۷۴

- قرآن کریم کا ایک اسلوب ..... ۲۷۶
- آگے چل کر امت مسلمہ کی زبوں حالی یہودی مثال سے واضح کی ہے ..... ۲۷۶
- یہود کا دعویٰ ہے کہ ہم ہی اللہ کے دوست اور چہیتے ہیں ..... ۲۷۷
- نبوت کے سلسلوں کو ایک شخصیت میں جمع کرنے کی مثال ..... ۲۷۹
- احکام جمعہ ..... ۲۷۹

### سورة المنافقون

- سورة المنافقون کا شان نزول: ..... ۲۸۳
- اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ منافقین دعوائے ایمان میں جھوٹے ہیں ..... ۲۸۵
- منافقین نے قسموں کو ڈھال بنایا ہے ..... ۲۸۵
- منافقوں کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے، اس لئے وہ حق بات سمجھتے نہیں! ..... ۲۸۵
- منافقین میں چھ باتیں: اچھی، بری اور بہت بری ..... ۲۸۶
- جب منافقین کا پردہ فاش ہو جاتا ہے تب بھی وہ گناہ معاف کرائے نہیں آتے ..... ۲۸۷
- منافقین کے لئے خواہ معافی چاہیں یا نہ چاہیں، اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہیں کریں گے ..... ۲۸۸
- انصار کا مہاجرین پر خرچ کرنا منافقین کو گھلاتا تھا ..... ۲۸۸
- عزت (غلبہ) اللہ کے لئے، اس کے رسول کے لئے، اور مومنین کے لئے ہے، کفار و منافقین کا اس میں کوئی حصہ نہیں ..... ۲۸۸
- نفاقِ عملی کا بیانیہ عمل میں کوتاہ مسلمان قیامت کے دن آرزو کریں گے: کاش انہیں تھوڑی مہلت مل جاتی! ..... ۲۹۰

### سورة التغابن

- تقدیس و تجید ..... ۲۹۵
- خالق سے برگشتہ لوگوں کے احوال سے اللہ تعالیٰ واقف ہیں ..... ۲۹۵
- کائنات اشرف المخلوقات انسان کے لئے پیدا کی ہے، اور اس کو اطاعت و بندگی کے لئے ..... ۲۹۵
- اللہ تعالیٰ انسانوں کے سر بستہ رازوں سے واقف ہیں، اس لئے جزا و سزا آسان ہے ..... ۲۹۶
- پہلے بہت قومیں ہلاک کی گئیں، اور آخرت کا عذاب الگ رہا ..... ۲۹۷
- اعتقادی منافقین سے خطاب اور مومنین و منکرین کا انجام ..... ۲۹۹
- کوئی مصیبت اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں پہنچتی، پس مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ! ..... ۳۰۰

- ۳۰۱ ..... اعمال میں کوتاہی کا ایک خاص سبب: نانہجاری بیوی/شوہر اور نالائق اولاد کی موافقت
- ۳۰۲ ..... دین کی دشمنی بیوی/شوہر اور اولاد کی نرمی سے اصلاح
- ۳۰۲ ..... مال اور اولاد آزمائش ہیں، اس امتحان میں پورا اترنا چاہئے
- ۳۰۳ ..... مامورات میں امکان بھر عمل مطلوب ہوتا ہے، اور منہیات میں کلی اجتناب ضروری ہے
- ۳۰۳ ..... تقویٰ کے مفہوم میں مامورات و منہیات دونوں شامل ہیں، اور حسب موقع معنی مراد لئے جاتے ہیں
- ۳۰۴ ..... عام خرچ کرنے میں بھی مؤمن کی بہتری ہے
- ۳۰۵ ..... بخل فطری صفت ہے، مگر اس میں افراط و تفریط بری چیز ہے
- ۳۰۵ ..... جہاد کے کاز کے لئے خرچ کرنے کا صلہ دنیا میں ملتا ہے

### سورة الطلاق

- ۳۰۷ ..... قرآن کریم مسئلہ کی احسن اور حسن صورتیں بیان کرتا ہے، اور انہی کو پیش نظر رکھتا ہے
- ۳۰۸ ..... طلاق اور اس کے متعلقات کے بیان میں تقویٰ کا بار بار تذکرہ
- ۳۰۹ ..... طلاق طہر میں دی جائے اور عدت یاد رکھی جائے
- ۳۱۰ ..... عورت عدت میں اسی گھر میں رہے جس میں شوہر کے ساتھ رہتی تھی
- ۳۱۲ ..... جب عدت پوری ہونے کو آئے تو شوہر کو دو اختیار ہیں
- ۳۱۲ ..... مراجعت یا مفارقت پر گواہ بنانا مستحب ہے، اور گواہ گواہی بغیر رو رعایت کے دیں
- ۳۱۲ ..... مذکورہ احکام بندوں کی خیر خواہی کے لئے ہیں
- ۳۱۳ ..... مشکلات میں بھی اللہ کے احکام پر عمل کرے، اللہ تعالیٰ گلو خلاصی کی راہ نکالیں گے
- ۳۱۳ ..... عدت کے بعد عورت کا کیا ہوگا؟ مطلقہ اس الجھن میں نہ پڑے، اللہ تعالیٰ اس کا انتظام کریں گے
- ۳۱۵ ..... آئیہ اور نابالغہ مطلقہ کی عدت تین ماہ ہے
- ۳۱۵ ..... حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، اور حمل کی مدت لمبی ہو جائے تو گھبرائے نہیں
- ۳۱۵ ..... تقویٰ (اللہ سے ڈرنے) کے دو اخروی فائدے
- ۳۱۷ ..... معتدہ رجعیہ کا سکنی اور حاملہ کا نفقہ
- ۳۲۰ ..... احکام الہی کی نافرمانی کا وبال اور اطاعت کا صلہ

### سورة التحریم

- ۳۲۲ ..... بیوی کی ولداری ایک حد تک ہونی چاہئے

- ۳۲۵ ..... تحلیل و تحریم سے قسم ہو جاتی ہے
- ۳۲۶ ..... شوہر کار از فاش کرنا غضب ڈھا سکتا ہے
- ۳۲۸ ..... ازواج میں مطلوبہ اوصاف
- ۳۳۰ ..... خود کو اور گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ
- ۳۳۱ ..... قیامت کے دن کوئی بہانہ بازی نہیں چلے گی، اس میں گنہگار مسلمانوں کے لئے اشارہ ہے
- ۳۳۱ ..... ابھی زندگی سنوارنے کا موقع ہے، اس سے فائدہ اٹھا لو
- ۳۳۲ ..... اصلاح و تربیت سختی چاہتی ہے
- ۳۳۳ ..... اصلاح اور عدم اصلاح کے عواقب
- ۳۳۳ ..... دو عورتوں نے اپنی اصلاح نہیں کی، وہ تباہ ہوئیں، اور دو نے اصلاح کی وہ اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوئیں

### سورۃ الملک

- ۳۳۷ ..... توحید کا بیان
- ۳۳۸ ..... اللہ تعالیٰ نے انسان کی دنیوی زندگی اپنی بندگی کے لئے بنائی ہے
- ۳۳۲ ..... بندوں کی چارہ سازی کے لئے اللہ نے مضبوط بارونق آسمان بنایا
- ۳۳۳ ..... ستاروں کے دو مقصد: آسمان کی زینت اور شیاطین کی مار
- ۳۳۳ ..... کافر انسانوں کے لئے بھی دوزخ تیار ہے
- ۳۳۳ ..... جب کفار دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو دوزخ دانت پیسے گی!
- ۳۳۳ ..... دل کی بات زبان پر آگئی
- ۳۳۵ ..... اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہیں
- ۳۳۶ ..... اللہ تعالیٰ نے بندوں کی چارہ سازی کے لئے زمین کو رام کیا، اور اس میں ان کی معیشت کا انتظام کیا
- ۳۳۷ ..... انسان زمین میں کہیں بھی جائے اللہ کی پکڑ سے باہر نہیں
- ۳۳۸ ..... شرک کا ابطال
- ۳۳۹ ..... مشرک اور موحد کی چال میں فرق
- تین احسانات سے توحید پر استدلال اور ایمان کی ترغیب اور درمیان میں قیامت کے بارے میں جلدی
- ۳۵۱ ..... مچانے کا جواب

## سورة القلم

- ۳۵۵ ..... قلم سے کونسا قلم مراد ہے؟
- ۳۵۵ ..... چار طرح سے نبی ﷺ کے دیوانہ ہونے کی تردید
- ۳۵۸ ..... مشرکین نبی ﷺ کو دیوانہ کیوں کہتے تھے؟
- ۳۵۸ ..... نبی ﷺ کو دیوانہ کون کہتا ہے؟ چھلنی کہتی ہے جس میں ستر سوراخ ہوتے ہیں!
- ۳۶۱ ..... اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو خوش حالی سے آزمایا
- ۳۶۴ ..... متقیوں کا انجام اور مشرکوں کی خام خیالی
- ۳۶۶ ..... میدان قیامت میں حق تعالیٰ ساق کی تجلی ظاہر فرمائیں گے
- ۳۶۷ ..... اللہ کی لائھی میں آواز نہیں
- ۳۶۸ ..... رسول کی بات نہ ماننے کی وجہ
- ۳۶۸ ..... ابھی وطن چھوڑنے کا وقت نہیں آیا، آپؐ یونس علیہ السلام کی طرح جلدی نہ کریں
- ۳۶۹ ..... مشرکین آپؐ کو گھبرا کر مقام صبر سے ڈگمگانا چاہتے ہیں، آپؐ اپنی جگہ جمے رہیں

## سورة الحاقة

- ۳۷۲ ..... قیامت کا واقعہ ایسا قطعی ہے کہ جس نے اس کا انکار کیا ہلاک ہوا
- ۳۷۴ ..... جب قیامت کا حادثہ رونما ہوگا تو آسمان، زمین اور پہاڑوں وغیرہ کا کیا حال ہوگا؟
- ۳۷۶ ..... قیامت کے دن لوگوں کی دو قسمیں ہوں گی: اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال، اور دونوں کے احوال
- ۳۷۸ ..... نزول قرآن سے وقوع قیامت پر استدلال
- ۳۷۸ ..... قرآن کریم بواسطہ جبرئیل علیہ السلام نازل کیا ہوا اللہ کا کلام ہے اور فرضی تین احتمالات باطل ہیں

## سورة المعارج

- ۳۸۳ ..... کافروں کو دائمی عذاب قیامت کے دن ہوگا، اور قیامت کا دن بچاؤ ہزار سال کا ہے
- ۳۸۵ ..... قیامت کے دن کے احوال
- ۳۸۷ ..... اللہ نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا ہے پھر اس کو اختیار ہے کہ خود کو نیچے گرائے یا اوپر اٹھائے
- ۳۸۹ ..... پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھیے!
- ۳۹۰ ..... یہ منہ اور مسور کی دال!

- ۳۹۰ ..... پیشین گوئی کہ قریش آگے نہ بڑھے تو کوئی بہتر قوم ان کی جگہ لے گی
- ۳۹۱ ..... قریش کو ان کے مشغلہ میں چھوڑیے، ان کو سزا قیامت کے دن ملے گی

### سورة النوح

- ۳۹۳ ..... نوح علیہ السلام قوم کو توحید کی دعوت دینے کے لئے سمجھوتہ کئے گئے
- ۳۹۵ ..... نوح علیہ السلام کی دعوت صدابہ صحرا ثابت ہوئی
- ۳۹۶ ..... نوح علیہ السلام نے قوم کو انفس و آفاق کے دلائل سے توحید اور اللہ کی عظمت سمجھائی
- ۳۹۷ ..... قوم نے نوح علیہ السلام کی بات نہیں مانی، اپنے سرداروں کی بات مانی
- ۳۹۹ ..... نوح علیہ السلام کی قوم اپنی غلطیوں کی وجہ سے غرقاب ہوئی، بددعا مرزا تھا

### سورة الحن

- ۴۰۵ ..... جنات کی سولہ دفعات پر مشتمل تحقیقاتی رپورٹ
- ۴۱۰ ..... نبی ﷺ کی زبان مبارک سے شرک کی تردید
- ۴۱۰ ..... نبی ﷺ کا خدائی میں کوئی حصہ نہیں!
- ۴۱۰ ..... آپ ﷺ کے سوا اور بھی کوئی خدائی اختیار نہیں رکھتا
- ۴۱۱ ..... نبی ﷺ کا منصب و مقام
- ۴۱۱ ..... توحید کی دعوت کب کامیاب ہوگی؟
- ۴۱۱ ..... ابھی یہ بعید ہے کہ توحید کی دعوت کب کامیاب ہوگی؟ اور مجیدوں کو صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں
- ۴۱۲ ..... قرآن کریم کی وحی فرشتوں کے پہرے میں آتی ہے

### سورة المرآة

- ۴۱۳ ..... حکم کبھی عمل سے پہلے تخفیفاً منسوخ کیا جاتا ہے
- ۴۱۴ ..... کیا شروع میں تہجد واجب تھا؟
- ۴۱۵ ..... ابتدائے اسلام میں پانچ مقاصد سے آدھی رات یا کم و بیش تہجد پڑھنے کا حکم
- ۴۱۹ ..... رسول اللہ ﷺ کے مخالفین سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن غمٹیں گے
- ۴۲۱ ..... تہجد کا تاکید حکم ایک وقت کے بعد ہلکا کر دیا

## سورة المدثر

- ۴۲۴ ..... دعوت کا آغاز (چھ احکام جو ایک سلسلہ کی کڑیاں ہیں)
- ۴۲۶ ..... انذار کے لئے قیامت کا موضوع
- ۴۲۷ ..... داعی کو کٹر مخالفوں سے بھی سابقہ پڑتا ہے
- ۴۲۹ ..... دعوتِ اسلام کے کٹر مخالف کا بھیانک انجام
- ۴۲۹ ..... جہنم پر جو انیس مقرر ہیں وہ فرشتے ہیں
- ۴۳۱ ..... آخرت میں دوزخ بڑی بھاری مصیبت ہے، اور آخرت پر جوڑی کے قانون سے استدلال
- ۴۳۳ ..... دوزخوں کے بالمقابل جنتیوں کا تذکرہ
- ۴۳۵ ..... دوزخوں کا باقی تذکرہ: کوئی سفارش دوزخ سے نہیں بچا سکے گی
- ۴۳۵ ..... کفار قرآن کی نصیحت سے سر پر پیر رکھ کر بھاگتے ہیں!
- ۴۳۶ ..... بندوں کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے، پس اللہ سے توفیق مانگیں!
- ۴۳۶ ..... اللہ تعالیٰ اس کے حقدار ہیں کہ ان سے ڈرا جائے اور وہی اس کے حقدار ہیں کہ گناہ بخشیں!

## سورة القیامہ

- ۴۳۸ ..... آخرت اور اس میں سزا کے برحق ہونے کے دلائل
- ۴۳۹ ..... قیامت کے احوال اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن مخلوقات کو دوبارہ پیدا کرنے پر پوری قدرت ہے
- ۴۳۹ ..... انسان قیامت کا انکار کیوں کرتا ہے؟
- قیامت کے دن جب انسان کو اس کے اعمال جتلائے جائیں گے تو وہ غیر واقعی اعذار پیش کرے گا اور اس
- ۴۴۱ ..... کی مثال اور مثال در مثال
- ۴۴۳ ..... آخرت: دنیا سے بہتر کیوں ہے؟
- ۴۴۳ ..... سفرِ آخرت کی ابتداء
- ۴۴۴ ..... دیکھو دنیا میں کیا کر کے آیا ہے؟
- ۴۴۴ ..... انسان اپنی پہلی پیدائش میں غور کرے تو دوبارہ پیدا ہونا اس کی سمجھ میں آجائے گا:

## سورة المدہر

- ۴۴۶ ..... انسان کی تاریخ انسان کو غیر معمولی صلاحیتیں دے کر مکلف بنایا

- ۴۴۸ ..... نیک لوگوں کے کام اور ان کا انعام  
 ۴۵۰ ..... ابرار (نیک لوگوں) کی جنت کے احوال  
 ۴۵۳ ..... سیدالابرار ﷺ کو تسلی

### سورة المرسلات

- اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوتا ہے، جیسے بارش کا وعدہ اور اس کے لئے اسباب بنتے ہیں اسی طرح قیامت کا وعدہ ضرور پورا ہوگا، اور اس کے لئے بھی اسباب بنیں گے  
 ۴۵۶ ..... جس قوم نے بھی قیامت کا انکار کیا وہ ہلاک ہوئی، اس میں قریش کے لئے اشارہ ہے  
 ۴۵۸ ..... انسان اپنی پہلی پیدائش میں غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ وہ دوسری مرتبہ پیدا کیا جاسکتا ہے  
 ۴۵۸ ..... زمین میں اللہ نے بے پناہ صلاحیتیں رکھی ہیں  
 ۴۵۸ ..... قیامت کے تین ہولناک مناظر  
 ۴۵۹ ..... ۱- کافر و وزخ کے سیاہ دھوئیں میں ہونگے، اور اس میں سے بڑے محل جیسے شرارے اڑیں گے  
 ۴۶۰ ..... ۲- قیامت کے دن نہ کوئی بول سکے گا نہ کوئی معافی مانگ سکے گا  
 ۴۶۰ ..... ۳- قیامت کے دن کوئی چال اللہ کی گرفت سے نہ بچا سکے گی  
 ۴۶۱ ..... آخرت میں پرہیزگاروں کی خوش انجامی  
 ۴۶۱ ..... اب پھر جھٹلانے والوں کو آڑے ہاتھوں لیتے ہیں

### سورة النبأ

- ۴۶۳ ..... قیامت کا برپا کرنا ہر طرح اللہ کی قدرت میں ہے  
 ۴۶۶ ..... منکرین قیامت کو سزا کب ملے گی؟ اور کیا ملے گی؟  
 ۴۶۸ ..... پرہیزگاروں کا بہترین انجام

### سورة النازعات

- ۴۷۰ ..... روحوں کی وصولی کا نظام دلیل ہے کہ مردے زندہ ہونگے اور قیامت آئے گی  
 ۴۷۲ ..... مردے کب زندہ ہونگے؟ اور قیامت کب آئے گی؟  
 ۴۷۳ ..... قریش کی عبرت کے لئے فرعون کی تباہی کا واقعہ  
 ۴۷۵ ..... اللہ نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں پیدا کیں، پس کیا وہ انسانوں کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟



- قیامت کے دن دوزخ کا فیصلہ ہوگا یا جنت کا ..... ۴۷۶
- سوال کہ قیامت کب آئے گی؟ ..... ۴۷۸

## سورة یحیٰس

- احتمالی نفع اگرچہ بڑا ہو اس کی وجہ سے یقینی نفع کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اگرچہ وہ تھوڑا ہو ..... ۴۸۰
- قرآن کریم کا احترام اور کاتبین وحی کے فضائل ..... ۴۸۱
- انسان اپنی پیدائش میں غور کرے تو دوسری زندگی سمجھ سکتا ہے ..... ۴۸۲
- انسان زمین کی پیداوار میں غور کرے تو بھی دوسری زندگی کو سمجھ سکتا ہے ..... ۴۸۳
- قیامت کے دن کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا ..... ۴۸۴

## سورة التکویر

- جو شخص قیامت کا منظر گویا آنکھوں سے دیکھنا چاہے وہ تکویر، انفطار اور انشقاق پڑھے ..... ۴۸۶
- وہ چھ واقعات جو مخمخہ اولیٰ کے بعد پیش آئیں گے ..... ۴۸۶
- وہ چھ واقعات جو مخمخہ ثانیہ کے بعد پیش آئیں گے ..... ۴۸۷
- قیامت کے یہ احوال قرآن بیان کر رہا ہے، اور قرآن جبرئیل علیہ السلام پہنچا کر لوٹ جاتے ہیں، کیونکہ ..... ۴۸۹
- جہالت کی شب تار کے بعد صبح ہدایت کا نمودار ہونا ضروری ہے ..... ۴۸۹
- قرآن کریم جن دو واسطوں سے لوگوں تک پہنچا ہے ان کی اعتباریت کا بیان ..... ۴۹۰

## سورة الانفطار

- قیامت کی ہولناکی ..... ۴۹۳
- انسان کا گلہ شکوہ کہ وہ اپنے رب کریم کے معاملہ میں دھوکے میں کیوں پڑا ہوا ہے؟ ..... ۴۹۳
- بعث بعد الموت کے انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ انسان جزائے اعمال سے دوچار ہونا نہیں چاہتا ..... ۴۹۴
- انصاف کے دن کیا فیصلہ ہوگا؟ ..... ۴۹۴
- انصاف کے دن سارا اختیار اللہ کا ہوگا ..... ۴۹۴

## سورة التطفیف

- ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن بڑی کم بختی ہوگی ..... ۴۹۶

- ۴۹۸ ..... کفار جو جزاء کے دن کو جھٹلاتے ہیں ان کے ناموں کا رجسٹر جیل (دوزخ) میں ہے
- ۴۹۹ ..... جزاء کے دن کا انکار سرکش گنہگار ہی کرتا ہے
- ۵۰۰ ..... تکذیب کی اصل وجہ یہ ہے کہ تکذیب کرنے والوں کے دلوں پر ان کے کرتوں کا رنگ بیٹھ گیا ہے
- ۵۰۰ ..... مکذبین آخرت میں دیدارِ خداوندی سے محروم ہونگے اور وہ ان کے لئے بڑی سزا ہوگی
- ۵۰۱ ..... بالآخر مکذبین دوزخ میں داخل کئے جائیں گے
- ۵۰۲ ..... نیک لوگوں کے ناموں اور کاموں کا رجسٹر جنت میں ہے، اور وہاں ان پر پانچ نوازشات
- ۵۰۳ ..... دنیا میں کفار مسلمانوں کی ہنسی اڑاتے ہیں مگر آخرت میں پانسہ پلٹ جائے گا

### سورة الانشقاق

- ۵۰۶ ..... انسان کا سب کر لیا اچھا برا قیامت کے دن اس کے سامنے آئے گا
- ۵۰۷ ..... انسان مشقت بھری زندگی گزارتا ہے اور شرہ سامنے نہیں آتا، وہ اگلی زندگی میں سامنے آئے گا
- ۵۰۸ ..... جس کے ساتھ حساب میں ردو کدی گئی اس کی لٹیا ڈوبی!
- ۵۰۹ ..... انسان کی موجودہ حالت آخری حالت نہیں، آگے قبر اور قیامت کی زندگیاں آرہی ہیں
- ۵۱۰ ..... قرآن کریم کی تکذیب کرنے والوں کو لتاڑ

### سورة البروج

- ۵۱۱ ..... اصحابِ اخدود کا واقعہ
- ۵۱۳ ..... قیامت کی کورٹ سے کھائیوں والوں کے لئے قتل کا فیصلہ
- ۵۱۵ ..... مکذبین کو وارننگ اور مسلمانوں کو تسلی
- ۵۱۶ ..... قرآن کی تکذیب کرنے والوں کو اللہ کی پکڑ سے ڈرنا چاہئے
- ۵۱۷ ..... عظمتِ قرآن کا بیان

### سورة الطارق

- ۵۲۰ ..... ہر تنفس پر نگرانی ہے
- ۵۲۰ ..... انسان کی تخلیق ابتدائی مرحلہ سے نہائی مرحلہ تک اللہ کی نگرانی میں ہوتی ہے
- ۵۲۲ ..... انسان دوبارہ کب پیدا کیا جائے گا؟ اور بعث بعد الموت کی نظیر
- ۵۲۳ ..... قرآن کی باتیں برحق ہیں اور اس کی دعوت پھیل کر رہے گی

## سورة الاعلیٰ

- ۵۲۳ ..... انسان پیدائش سے موت تک  
 ۵۲۵ ..... قرآن ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے، اور اس میں حسب مصلحت تبدیلی کی جاتی تھی  
 ۵۲۶ ..... اللہ آپ کو آسان منزل تک بتدریج پہنچائیں گے، آپ لوگوں کو سمجھائیں  
 ۵۲۶ ..... آخرت کی کامیابی اور ناکامی

## سورة الغاشیہ

- ۵۲۹ ..... آخرت میں ناکام لوگوں کا تذکرہ  
 ۵۳۰ ..... آخرت میں کامیاب لوگوں کا تذکرہ  
 ۵۳۱ ..... قدرت خداوندی میں غور کرنے کے لئے چار چیزیں  
 ۵۳۲ ..... نبی ﷺ کو تسلی

## سورة الفجر

- ۵۳۳ ..... جو نفل عبادتیں جو بجالائے گا وہ پوزیشن لائے گا  
 ۵۳۵ ..... جو قوم اس درجہ دنیا کے پیچھے پڑتی ہے کہ آپ سے باہر ہو جاتی ہے تو وہ دنیا میں بھی سزا پاتی ہے  
 ۵۳۷ ..... انسان نہ خوش حالی میں شکر گزار نہ بد حالی میں صبر شعار  
 ۵۳۸ ..... رسوائی اور عزت افزائی قیامت کے دن ہوگی

## سورة البلد

- ۵۴۱ ..... انسان کی زندگی مشقت بھری ہے  
 ۵۴۲ ..... انسان زیر اختیار ہے، اور اس کو دو چڑھائیاں دکھائی ہیں  
 ۵۴۳ ..... دو مشکل کام جو خوش حال لوگوں کو کرنے چاہئیں  
 ۵۴۵ ..... اعمال کی اعتباریت کے لئے ایمان شرط ہے اور دو ترغیبی باتیں اور اچھوں بروں کا انجام

## سورة الشمس

- ۵۴۷ ..... نفس میں دو متضاد کیفیات: ملکیت اور بہیمیت جمع ہیں: اس پر تین متقابلات سے استدلال  
 ۵۴۸ ..... جو نفس کو سنوارے گا وہ کامیاب ہوگا، اور جو اس کو خاک آلود کرے گا وہ ناکام ہوگا

## سورة الليل

- ۵۵۰ ..... انسان کے اختلافِ اعمال کی نظیریں
- ۵۵۲ ..... اللہ کی راہ نمائی

## سورة الضحیٰ

- ۵۵۳ ..... اللہ نے آپ کو نہ چھوڑا نہ بیزار ہوا
- ۵۵۵ ..... بعد کے احوال آپ کے لئے سابقہ احوال سے بہتر ہیں، اور اس کی تین مثالیں
- ۵۵۶ ..... تین نعمتوں کی شکر گزاری کے لئے تین کام

## سورة الانشراح

- ۵۵۷ ..... نبی ﷺ پر اللہ کی تین نوازشات
- ۵۵۸ ..... اللہ کی طرف سے نبی ﷺ کو تین ہدایات

## سورة التین

- ۵۵۹ ..... انسان بہترین مستوی پر پیدا کیا گیا ہے، اب وہ خود کو گرا بھی سکتا ہے اور اٹھا بھی سکتا ہے

## سورة العلق

- ۵۶۰ ..... آیتوں اور سورتوں میں ربط جاننے کا طریقہ
- ۵۶۱ ..... سورت کی شروع کی پانچ آیتیں پہلی وحی ہیں
- ۵۶۱ ..... آخرت کی کامیابی کے لئے ترتیب وار تین صورتیں
- ۵۶۲ ..... کمال علمی کے لئے دو اقر ضروری ہیں: ناخواندہ کا اقر اور خواندہ کا اقر
- ۵۶۵ ..... باکمال عالم غرور میں مبتلا نہ ہو، جیسے مکہ کا ایک مالدار سردار غرور میں مبتلا تھا

## سورة القدر

- ۵۶۷ ..... شب قدر کی منزلت قرآن کریم کی وجہ سے ہے

## سورة البینة

- ۵۷۰ ..... جب تاریکی گہری ہوگی تو آفتاب نبوت طلوع ہوا

- ۵۷۱ ..... یہود و نصاریٰ محض ضد سے قرآن کا انکار کرتے ہیں
- ۵۷۲ ..... اپنے مستوی سے نیچے گرنے والوں کی اور بلند ہونے والوں کی قیامت کے دن جزا و سزا

### سورة الزلزال

- ۵۷۳ ..... قیامت کے دن سب کرا کر آیا اچھا برا سامنے آجائے گا

### سورة العاديات

- انسان اگر گھوڑوں کے احوال سے اپنے احوال کا موازنہ کرے تو اس کی سمجھ میں آجائے گا کہ وہ اللہ کا ناشکرا بندہ ہے

### سورة القارعة

- قیامت کے دن جس کا نیک عمل وزنی ہوگا وہ من پسند عیش میں ہوگا اور جس کا نیک عمل ہلکا ہوگا وہ دکھتی آگ میں ہوگا

### سورة الحاکمات

- ۵۸۱ ..... غلط طریقوں سے مال و دولت جمع کرنے کی مذمت
- ۵۸۲ ..... وہ نعمتیں جن کا حساب دینا ہوگا

### سورة العصر

- ۵۸۳ ..... انسان کے احوال و میل ہیں کہ سب لوگ خسارے میں ہیں، علاوہ ان کے جن میں چار باتیں ہیں

### سورة الہمزة

- ۵۸۵ ..... دولت کا پجاری گھائے میں رہے گا اور اس کو سخت سزا ملے گی

### سورة الفیل

- ۵۸۷ ..... جو لوگ اقتدار کے نشہ میں تخریب کاری کرتے ہیں وہ بھی گھائے میں رہیں گے

### سورة قریش

- ۵۸۸ ..... قریش کے اسفار ان کی خوش حالی کا ظاہری سبب ہیں، وہ اس پر نہ اترا ئیں

## سورة الماعون

۵۹۰ ..... جن مسلمانوں کو قیامت کا پورا یقین نہیں ان کے چار کام

## سورة الكوثر

۵۹۲ ..... اس امت کے لئے خیر ہی خیر ہے، بشرطیکہ نماز پڑھے اور قربانی دے

## سورة الكافرون

۵۹۳ ..... نیا سلسلہ بیان

۵۹۵ ..... کفر کفر ہے، اسلام اسلام: دونوں ایک کبھی نہیں ہونگے

## سورة النصر

۵۹۷ ..... عربوں کی نظر کعبہ پر لگی ہوئی تھی

## سورة المہب

۵۹۸ ..... اگر تم حق پر ہو، اور کوئی تم کو ناحق ستاتا ہے تو صبر کرو، جلد اس کا انجام تمہارے سامنے آجائے گا

## سورة الاخلاص

۶۰۱ ..... اللہ رب العالمین کی پانچ صفات

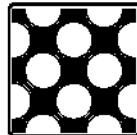
## سورة الفلق

۶۰۲ ..... چار مخالف جن کے شر سے اس سورت میں پناہ چاہنے کا حکم ہے

## سورة الناس

۶۰۶ ..... معوذتین بالا جماع قرآن کا جزء ہیں:

۶۰۷ ..... دینی حضرت سے پچنا دنیوی حضرت کی بہ نسبت اہم ہے



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورہ ق

اس سورت سے ساتویں منزل اور مفصلات شروع ہو رہے ہیں، اس سورت کا نمبر شمارہ ۵۰ ہے، قرآن کی کل ۱۱۴ سورتیں ہیں، ۴۹ کی تفسیر سے فراغت ہو چکی، اب ۶۵ سورتوں کی تفسیر باقی ہے، ان میں سے ۱۴ مدنی اور ۵۱ مکی ہیں۔ مکی ومدنی سورتیں اور آیتیں: مکی ومدنی کی تقسیم مقام نزول کے اعتبار سے نہیں، بلکہ زمانہ نزول کے اعتبار سے ہے، ہجرت مکمل ہونے سے پہلے جو سورتیں اور آیتیں نازل ہوئی ہیں وہ مکی ہیں، اگرچہ وہ مکہ مکرمہ سے باہر نازل ہوئی ہوں، اور آپ کے مدینہ پہنچنے کے بعد جو نازل ہوئی ہیں وہ مدنی ہیں، اگرچہ وہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہوں۔

مکی ومدنی سورتوں کے امتیازات:

مکی سورتیں / آیتیں عموماً چھوٹی اور جملے مختصر ہوتے ہیں، اور مدنی آیات / سورتیں اور مفصل ہوتی ہیں۔ اور مکی سورتیں زیادہ تر توحید، رسالت، آخرت، حشر و نشر، صبر و تسلی اور گذشتہ امتوں کے واقعات پر مشتمل ہوتی ہیں، ان میں احکام و قوانین کا بیان کم ہے، اور مدنی سورتوں میں احکام و فرائض کا بیان ہے۔ اور مکی سورتوں کا اسلوب بیان پُر شکوہ ہے، ان میں استعارات، تشبیہات اور تمثیلات زیادہ ہیں، اور مدنی سورتوں کا انداز بیان نسبتاً سادہ ہے، اور یہ اختلاف دراصل حالات اور مخاطبین کے اختلاف کی وجہ سے ہے، مکی زندگی میں واسطہ عرب کے بُت پرستوں سے تھا، اس لئے زیادہ زور عقائد کی درستی، اخلاقیات کی تعلیم، شرک کی تردید اور قرآن کریم کے اعجاز کے بیان پر تھا، اور مدینہ طیبہ میں اسلامی ریاست وجود میں آچکی تھی، لوگ شوق سے اسلام کے سایے تلے آرہے تھے، علمی سطح پر بُت پرستی کا ابطال ہو چکا تھا، اور اب مقابلہ یہود سے تھا، اس لئے مدنی سورتوں میں احکام و قوانین اور حدود و فرائض کی تعلیم اور اہل کتاب کی تردید پر زیادہ توجہ دی گئی ہے، اور اسی کے مناسب اسلوب بیان اختیار کیا گیا ہے (ماخوذ از علوم القرآن: مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ)

سورتوں کی تقسیم

آیتوں کے کم و بیش اور چھوٹی بڑی ہونے کے اعتبار سے سورتیں چار قسموں میں منقسم ہیں:

۱- طویل: لمبی سورتیں، یہ سات سورتیں ہیں، بقرہ سے توبہ تک، اس میں فاتحہ شامل نہیں، کیونکہ وہ پورے قرآن کا

دیباچہ (پیش لفظ) ہے، اسی لئے اس کو پہلے پارے میں بھی شمار نہیں کیا، اور انفال و توبہ کو ایک شمار کیا ہے، کیونکہ دونوں میں غزوات کا بیان ہے۔

۲- معین: جن میں سویا زیادہ یا کچھ کم آیتیں ہیں، جیسے مریم میں ۹۸ آیتیں ہیں۔

۳- مثانی: جن میں سو سے بہت کم آیتیں ہیں، ان سورتوں کی تلاوت زیادہ کی جاتی ہے اس لئے ان کو مثانی کہتے ہیں۔

۴- مفصلات: جن میں عموماً چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں، مشہور قول کے مطابق ان کی ابتداء سورۃ الحجرات سے اور راجح قول کے مطابق سورۃ قاف سے ہوتی ہے۔ پھر مفصلات کی تین قسمیں ہیں: طوال، اوساط اور قصار:

(الف) طوال مفصل: سورۃ قاف سے سورۃ البروج تک ہیں۔

(ب) اوساط مفصل: سورۃ الطارق سے سورۃ البینہ تک ہیں۔

(ج) قصار مفصل: سورۃ الزلزال سے آخر تک ہیں۔

فائدہ: سورتوں کی مذکورہ چہار گانہ تقسیم محض ذہنی ہے، سورتیں اس طرح مرتب نہیں، بلکہ مضمون کی مناسبت ملحوظ ہے۔ قرآن کریم کتنے دنوں میں ختم کیا جائے؟ چھوٹی سات منزلیں اور بڑی تین منزلیں:

قرآن کریم ختم کرنے کے لئے کوئی حد متعین نہیں، کم و بیش وقت میں ختم کر سکتے ہیں، بہت سے باہمت لوگ روزانہ

ایک قرآن ختم کرتے ہیں، بلکہ بعض حضرات سے تو ایک رکعت میں ختم کرنا مروی ہے، جو از قبیل کرامت ہے، اور ایسے

لوگ تو کچھ کم نہیں جو منزل فیل کا ورد رکھتے ہیں، یعنی تین دن میں قرآن کریم ختم کرتے ہیں، فیل کے معنی ہیں: ہاتھی، یہ

بڑی منزلیں کہلاتی ہیں، پہلی منزل: سورۃ فاتحہ سے، دوسری سورۃ یونس سے اور تیسری سورۃ لقمان سے شروع ہوتی ہے، ف،

ی، ل سے فیل بنا، اور ایسے لوگوں کی تعداد تو بے حساب ہے جو سات دن میں قرآن کریم ختم کرتے ہیں، یہ لوگ فِیْمِ

بِشَوَقِ کا ورد کرتے ہیں، یہ منزلیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں، پہلی منزل سورۃ فاتحہ سے، دوسری المائدۃ سے،

تیسری یونس سے، چوتھی بنی اسرائیل سے، پانچویں اشعراء سے، چھٹی والصفات سے اور ساتویں سورۃ ق سے آخر تک

ہے، ہر سورت کا پہلا حرف لیا تو فِیْمِ بِشَوَقِ بنا، قرآن کریم میں یہی منزلیں لکھی ہوئی ہیں، پس قرآن ختم کرنے کا سب

سے افضل طریقہ یہی ہے، صحابہ کرام اسی طرح ورد کرتے تھے، ابوداؤد میں حدیث (نمبر ۱۳۹۳) ہے، اوس بن ابی اوس رضی

اللہ عنہ نے صحابہ سے پوچھا: کیف تُحَزُّون القرآن؟ آپ حضرات قرآن کا ورد کس طرح کرتے ہیں؟ انھوں نے بتایا:

تین سورتیں (بقرہ، آل عمران اور نساء ایک دن میں) پانچ سورتیں (مائدۃ سے توبہ تک دوسرے دن میں) سات سورتیں

(یونس سے نحل تک تیسرے دن میں) نو سورتیں (بنی اسرائیل سے فرقان تک چوتھے دن میں) گیارہ سورتیں (اشعراء سے

پس تک پانچویں دن میں) تیرہ سورتیں (والصفات سے حجرات تک چھٹے دن میں) اور تمام مفصلات (ق سے آخر تک



ساتویں دن میں)

اس روایت سے دو باتیں معلوم ہونیں:

- ۱- سورتوں اور آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے، لوح محفوظ میں جو ترتیب ہے وہی مصاحف میں ہے، نبی ﷺ کے عہد میمون میں بھی اذہان میں یہی ترتیب تھی، البتہ مصحف میں جمع نہیں تھیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسی ترتیب سے مصاحف تیار کئے گئے، اس کے خلاف جو روایات ہیں کہ صحابہ نے اپنے اجتہاد سے سورتوں کو مرتب کیا: وہ صحیح نہیں، البتہ انفال و توبہ کے درمیان بسم اللہ لکھ کر فصل کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔
- ۲- مفصلات: سورۃ قاف سے شروع ہوتے ہیں، اس کے علاوہ جو اقوال ہیں وہ مرجوح ہیں۔

کن نمازوں میں کونسی سورتیں مسنون ہیں:

چاروں ائمہ متفق ہیں کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل، عصر اور عشاء میں اوساط مفصل، اور مغرب میں قصار مفصل پڑھنا مسنون ہے، اور ظہر میں اوساط مفصل اور عصر میں قصار مفصل کے مسنون ہونے کا بھی ایک قول ہے۔ اور طوال، اوساط اور قصار میں سے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنی مقدار پڑھے، یعنی پورے قرآن میں سے فجر اور ظہر میں طوال مفصل کے بقدر، اور عصر و عشاء میں اوساط مفصل کے بقدر اور مغرب میں قصار مفصل کے بقدر پڑھے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ نمازوں میں تلاوت صرف مفصلات کی کی جائے، باقی قرآن مجبور کر دیا جائے، سارا قرآن نمازوں میں پڑھنے کے لئے ہے، نبی ﷺ اور خلفائے راشدین ہر جگہ سے پڑھتے تھے۔

سورت کا نام اور موضوع:

قاف: اکیسواں حرف، جاء ہے، اور اسی سے سورت موسوم ہے، قرآن کریم میں ۲۹ سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات آئے ہیں، اور ان کے بعد عموماً قرآن کریم کا تذکرہ ہے، تاہم ان کی مراد مخفی ہے، پس یہ رموز و اشارات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ اور یہ سورت مکی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۳۴ ہے یعنی یہ مکی دور کے ابتداء کی سورت ہے، شروع میں چھوٹی سورتیں نازل کی گئی ہیں، تا کہ حفظ آسان ہو، اب بھی عَمَّ کے پارے سے بچوں کو حفظ شروع کراتے ہیں۔

اس سورت کا موضوع: آخرت (قیامت، بعث بعد الموت اور حساب و کتاب) ہے، اور گذشتہ سورت کے آخر میں بیان کیا ہے کہ اب بات حتم والی سورتوں میں زیر بحث مسائل کی طرف لوٹ جائے گی، اسلام کے بنیادی عقائد: توحید، رسالت اور آخرت ہیں، اس سورت میں آخرت کا مضمون ہے، مگر توحید تو خالص عقلی مسئلہ ہے اور نبوت و آخرت سمعی (نقلی) مسائل ہیں، نبی آئیں گے تو یہی آخرت کی خبر دیں گے، پس مسئلہ آخرت: مسئلہ نبوت سے سچ (لگا ہوا) ہے، اس

لئے ضمناً نبوت کا تذکرہ آئے گا۔

سورت کی اہمیت: مسلم شریف میں روایت ہے کہ نبی ﷺ فجر کی نماز میں بکثرت یہ سورت پڑھتے تھے، اور حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ عید کی نماز میں سورۃ ق اور سورۃ القمر پڑھتے تھے، اور ام ہشام سے مروی ہے کہ آپ جمعہ کے خطبہ میں یہ سورت بکثرت پڑھتے تھے، اور انھوں نے خطبہ میں سن کر یہ سورت یاد کی ہے، لیکن اگر مقتدی عربی نہ جانتے ہوں یا امام بھٹی آواز کا ہو تو ایک رکعت میں ایک ہی رکوع پڑھے۔

پارے اور رکوع: قرآن کریم کو تلاوت اور تعلیم کی سہولت کے لئے تیس برابر حصوں میں تقسیم کیا ہے، یعنی اس کے تیس پارے بنائے ہیں، پارہ: فارسی لفظ ہے، اس کے معنی ہیں، بکٹڑا، حصہ، پھر عجیبوں کی سہولت کے لئے مشائخ بخاری نے رکوع بنائے، پورے قرآن میں پانچ سو چالیس رکوع ہیں، اور حاشیہ پر رکوع کی علامت 'ع' بتائی ہے، یہ تقسیم معنی کے لحاظ سے کی گئی ہے، تاکہ بے پڑھے لوگ جان سکیں کہ کہاں مضمون پورا ہوتا ہے، اور کہاں سے نیا مضمون شروع ہوتا ہے (فتاویٰ تاتاریخانیہ: ۱: ۲۷۹) اور فتاویٰ عالمگیری (۱: ۹۴ فصل التراویح) میں قرآن کو ۵۴۰ رکوع پر منقسم کرنے کی حکمت بیان کی ہے کہ مشائخ نے قرآن کو ۵۴۰ رکوع پر تقسیم اس لئے کیا ہے کہ تراویح میں قرآن کا ختم ستائیسویں رمضان میں ہو سکے، یعنی اگر ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھا جائے تو ستائیسویں رمضان کو قرآن پورا ہو جائے گا۔

فائدہ: دو مسئلے الگ الگ ہیں:

پہلا مسئلہ: رکوع مضمون کا لحاظ کر کے لگائے گئے ہیں، پس ہر رکعت میں مکمل رکوع پڑھنا چاہئے، اگرچہ دوسری رکعت لمبی ہو جائے۔

دوسرا مسئلہ: دوسری رکعت: پہلی رکعت سے بڑی نہ ہو۔

زیادہ اہمیت پہلی بات کی ہے، سورۃ بقرہ کا پہلا رکوع چھوٹا ہے، دوسرا بڑا، ایسا مضمون کا لحاظ کر کے کیا گیا ہے، پہلے رکوع میں مؤمنین اور کفار کا ذکر ہے، اور دوسرے رکوع میں منافقین کا، مگر تراویح میں حفاظ کے ذہن پر دوسرا مسئلہ سوار رہتا ہے، وہ دوسرے رکوع کا کچھ حصہ پہلی رکعت میں پڑھتے ہیں، تاکہ دوسری رکعت لمبی نہ ہو جائے، اس سے مضمون بے جوڑ ہو جاتا ہے، یہ ٹھیک نہیں، پہلی بات کی اہمیت زیادہ ہے، اور نوافل میں تو دوسری رکعت بڑی ہو جائے تو کچھ حرج نہیں، پس رکوع کی پابندی کرنی چاہئے، ہاں جو مضمون سمجھتا ہے اور صحیح جگہ قراعت روکے تو کچھ حرج نہیں۔

رابط خاص: گذشتہ سورت کے آخر میں کئے ایمان والے بدوئل کا تذکرہ تھا، اب پلے بے ایمانوں کا ذکر ہے، جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور تقابل تضاد بھی ایک تعلق ہے۔



رُكُوعَاتُهَا ۲

(۵۰) سُورَةُ ق مَكِّيَّةٌ (۳۴)

آيَاتُهَا ۲۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ ۝ بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُونَ  
هٰذَا شَيْءٌ عَجِیْبٌ ۝ اِذَا مَتٰنَا وَكُنَّا تُرٰبًا ۙ ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِیْدٌ ۝ قَدْ عَلِمْنَا  
مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۙ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِیْظٌ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ  
لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِيْ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ ۝

بِسْمِ	نام سے	مُنْذِرٌ	ایک ڈرانے والا	رَجْعٌ	لوٹنا ہے
اللّٰهُ	اللہ کے	مِنْهُمْ	ان میں سے	بَعِیْدٌ	بعید
الرّٰحْمٰنِ	نہایت مہربان	فَقَالَ	پس کہا	قَدْ	بالتحقیق
الرّٰحِیْمِ	بڑے رحم والے	الْکٰفِرُوْنَ	منکروں نے	عَلِمْنَا	جانتے ہیں ہم
ق	تاف	هٰذَا شَيْءٌ عَجِیْبٌ	یہ چیز ہے	مَا تَنْقُصُ	جو گھٹاتی ہے
وَالْقُرْآنِ	قسم قرآن	وَ اِذَا	عجیب!	الْاَرْضُ	زمین
الْمَجِیْدِ	باعظمت کی	وَمَتٰنَا	کیا جب	مِنْهُمْ	ان سے
بَلْ	بلکہ	وَكُنَّا	مر جائیں گے ہم	وَ عِنْدَنَا	اور ہمارے پاس
عَجِبُوْا	تعب کیا انھوں نے	وَكُنَّا	اور ہو جائیں گے ہم	كِتٰبٌ	نوشہ ہے
اَنْ	(اس بات سے) کہ	تُرٰبًا	مٹی؟	حَفِیْظٌ	یاد رکھنے والا
جَاءَهُمْ	آیا ان کے پاس	ذٰلِكَ	وہ (بعث بعد الموت)	بَلْ	بلکہ

(۱) مجید (فعل): باعظمت، بزرگ، معجز (ک) مَجِیدًا: باعظمت ہونا، فہو مجید (۲) بل: برائے ترقی، اس سے پہلے: ”ہم نے نبی ﷺ کو عذاب آخرت سے ڈرانے کے لئے بھیجا ہے، مگر لوگوں نے نہیں مانا“ پوشیدہ ہے (۳) اَنْ سے پہلے مِنْ پوشیدہ ہے (۴) ہذا کا اشاریہ ”بشر کا رسول ہونا“ ہے (۵) اِذَا: فعل ماضی پر داخل ہو کر اس کو مضارع کے معنی میں کر دیتا ہے۔ (۶) حفیظ (فعل) بمعنی حافظ ہے (۷) یہ بل بھی ترقی کے لئے ہے، اور اس سے پہلے ”بعث بعد الموت کی بات تعجب خیر نہیں“ محذوف ہے۔

معاملہ میں مذبذب ہیں	فِي آخِرِ قِيَامٍ (۲)	جب پہنچی وہ ان کو پس وہ	لَتَنَابِجًا هُمْ فَهُمْ	جھٹلایا انھوں نے سچی بات کو	كَذَّبُوا بِالْحَقِّ (۱)
-------------------------	--------------------------	----------------------------	-----------------------------	--------------------------------	-----------------------------

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

منکروں کی سمجھ میں نہ بشر کی نبوت آئی نہ موت کے بعد کی زندگی

بشر کا نبی ہونا مشرکین مکہ کے گلے نہیں اترتا تھا، ان کے خیال میں اس کام کے لئے مقرب فرشتے موزوں تھے، پس جب نبی ﷺ مبعوث ہوئے، اور آپ نے لوگوں کو بتایا کہ زندگی بس یہی زندگی نہیں، موت کے بعد دوسری زندگی بھی ہے، جس میں سزا و سزا ہوگی تو منکروں کو اور بھی حیرت ہوئی، اس لئے قرآن کریم نے بات یہاں سے شروع کی ہے کہ باعظمت قرآن کے دلائل و شواہد ثابت کرتے ہیں کہ موت کے بعد زندگی برحق ہے، مرنے کے بعد بدن اگر چہ مٹی ہو جاتا ہے مگر روح باقی رہتی ہے، اور انسان دراصل روح کا نام ہے، بدن تو اس کی سواری ہے، پھر بدن کے جو اجزاء تحلیل ہو کر زمین میں جہاں بھی منتشر ہو جاتے ہیں وہ سب اللہ کے علم میں ہیں، اور نہ صرف علم میں ہیں، بلکہ لوح محفوظ میں ریکارڈ بھی ہیں، پس جب وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ ان اجزاء کو جمع کریں گے، اور بدن دوبارہ بنے گا، پھر ارواح ابدان کی طرف لوٹ آئیں گی، اور نئی زندگی شروع ہو جائے گی۔ مگر منکرین اس سچی حقیقت کو ٹھکراتے ہیں، اور وہ اس معاملہ میں تذبذب کا شکار ہیں — اور بشر کی نبوت پر جو انھیں حیرت ہو رہی ہے اس کا جواب یہاں نہیں دیا، کیونکہ یہاں یہ ضمنی مسئلہ ہے، قرآن نے بہت جگہ اس کا جواب دیا ہے، مثلاً: سورۃ بنی اسرائیل (آیت ۹۵) میں۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: — قاف — یہ عربی کا اکیسواں حرف ہے، اس کے معنی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔  
— باعظمت قرآن کی قسم! — قرآنی قسمیں مدعی (مقسم علیہ) کی دلیل ہیں ہوتی ہیں، مدعی یہاں بعثت بعد الموت ہے، جو محذوف ہے، مگر وہ بشر کی نبوت کے ساتھ ٹنچ (ملا ہوا) ہے، پھر بل ترقی کے لئے ہے، ارشاد فرماتے ہیں: ہم نے نبی ﷺ کو عذاب قیامت سے ڈرانے کے لئے بھیجا، مگر لوگوں نے نہیں مانا — بلکہ ان کو تعجب ہوا کہ ان کے پاس انھیں میں سے ایک ڈرانے والا آیا — انھیں میں سے: نبی مخاطبین کا ہم جنس ہوتا ہے — پس منکروں نے کہا: یہ عجیب بات ہے — یعنی بشر کا نبی ہونا حیرت انگیز بات ہے، کیا اللہ کے یہاں فرشتوں کی کمی تھی جو انسان کو نبی بنایا (۱) الحق: سچی بات: یعنی بعثت بعد الموت (۲) مَرَّيْج: فعیل بمعنی مفعول: گڈڈ، ٹھٹھ، مذذب، متزلزل، غُصْنٌ مَرَّيْجٌ: گتھی ہوئی شاخ، مَرَّج (س) الناس مَرَّجًا: لوگوں کا ملا جلا مخلوط ہونا، ﴿مَرَّجَ الْبَحْرَيْنِ﴾: دو سمندر ملتے ہیں۔

— یہ پہلی بات ہے جو ضمناً آئی ہے، اور اس کا یہاں جواب نہیں دیا۔

کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے — تو پھر دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ — یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت دور کی کوڑی ہے! — یعنی محال اور ناممکن ہے!

جواب: — بالیقین ہم جانتے ہیں جو زمین ان میں سے گھٹاتی ہے — زمین آہستہ آہستہ جسم کو کھاتی ہے، مٹی کے ان اجزاء کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں — اور ہمارے پاس یاد رکھنے والا نوشتہ ہے — یعنی جسم کے وہ اجزاء نہ صرف اللہ کے علم میں ہیں، بلکہ لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں، پھر اللہ کے لئے ان کو جمع کرنا کیا مشکل ہے! — بلکہ انھوں نے سچی بات کو جھٹلایا جب وہ ان کو پہنچی — یعنی وہ بات محال نہیں، ہو کر رہنے والی سچی بات ہے — پس وہ مذہب ذمہ داروں کی حالت میں ہیں — گو لوگوں کی حالت میں ہیں کہ مانیں یا نہ مانیں!

فائدہ: پیغمبر صرف مُنذِر (ڈرانے والا) نہیں ہوتا، وہ مُبَشِّر بھی ہوتا ہے، منکروں کو قیامت کی بلا خیزی سے ڈراتا ہے، اور مومنوں کو جنت کی بشارت سناتا ہے، مگر کبھی آدھا مضمون بیان کرتے ہیں، اور آدھا مضمون فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیتے ہیں، جیسے: عذاب القبر حق: آدھا مضمون ہے، نافرمانوں کو قبر میں عذاب ہوگا، اور فرمان برداروں کے لئے قبر میں راحتیں ہیں۔

أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ۝ وَالْأَرْضِ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَشْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۝ تَبَصَّرَةٌ وَذُكِرَ لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ۝ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَبْتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝ وَالنَّخْلَ لَبَسَتْ لَهَا تَلْعُ تَضِيدٌ ۝ رَزَقًا لِلْعِبَادِ ۝ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا كَذَلِكَ الْخُرُوجُ ۝

آفَلَمْ	کیا پس نہیں	فَوْقَهُمْ	اپنے اوپر	وَزَيَّنَّاهَا	اور مزین کیا ہم نے اس کو
يَنْظُرُوا	دیکھا انھوں نے	كَيْفَ	کیسا	وَمَا لَهَا	اور نہیں ہے اس میں
إِلَى السَّمَاءِ	آسمان کو	بَنَيْنَاهَا	بنایا ہم نے اس کو	مِنْ فُرُوجٍ (۱)	کوئی شکاف

(۱) خروج: فُوج کی جمع: شکاف، دراڑ، پھٹن۔

ان کے لئے	تَهَا	رجوع کرنے والے	مُنِيْبٍ <sup>(۵)</sup>	اور زمین کو	وَ الْأَرْضِ <sup>(۱)</sup>
خوشے ہیں	طَلَعُ <sup>(۸)</sup>	اور اتارا ہم نے	وَ نَزَّلْنَا	پھیلا یا ہم نے اس کو	مَدَدْنَهَا
تہ بہ تہ	نَضِيْدٌ <sup>(۹)</sup>	بادل سے	مِنَ السَّمَاءِ	اور ڈالے ہم نے اس میں	وَ أَلْقَيْنَا فِيهَا
روزمی کے لئے	رِزْقًا <sup>(۱۰)</sup>	بارکت پانی	مَاءٍ مُّبْرَكًا	بوچھ (پھاڑ)	رَوَابِي <sup>(۲)</sup>
بندوں کی	لِلْعِبَادِ	پس آگائے ہم نے	فَأَنْزَلْنَاهَا	اور آگائی ہم نے	وَ أَنْزَلْنَاهَا
اور زندہ کیا ہم نے	وَ أَحْيَيْنَاهَا	اس کے ذریعہ	بِهِ	اس میں	فِيهَا
اس (پانی) کے ذریعہ	بِهِ	باغات	جَنَّاتٍ	ہر قسم سے	مِنَ كُلِّ نَوْعٍ
دیس (زمین)	بِلَدَاةٍ <sup>(۱۱)</sup>	اور غلہ	وَ حَبِّ	بارونق	بِهَيْجٍ <sup>(۳)</sup>
ویران	مَمِيْنًا	کٹی ہوئی کھیتی کا	الْحَصِيْدِ <sup>(۶)</sup>	سجھانے کے لئے	تَبْصِرَةٍ <sup>(۴)</sup>
اسی طرح	كَذَلِكَ	اور کھجور کے درخت	وَالنَّخْلِ	اور یاد دہانی کے لئے	وَ ذِكْرٍ لِّ
دوبارہ پیدا ہونا ہے	الْخُرُوجِ	لبے لبے	بِسُقْيَاهِ <sup>(۷)</sup>	ہر بندے کے لئے	رِجْلِ عَيْنٍ

### مظاہر قدرت سے بعث بعد الموت پر استدلال

مظاہر: ظاہر ہونے کی جگہیں، مظاہر قدرت: اللہ کی قدرت کی نشانیاں، اب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی تین نشانیاں ذکر فرماتے ہیں، اور ان سے بعث بعد الموت پر استدلال کرتے ہیں:

پہلی نشانی: — آسمان ہے، اس کو دیکھو، کتنا بڑا عظیم الشان گنبد کیسا مضبوط و مستحکم تا ہوا ہے، رات میں جب اس پر ستاروں کے جھاڑ فانوس روشن ہوتے ہیں تو کتنا خوبصورت اور پُر رونق نظر آتا ہے، پھر لطف یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں

(۱) الْأَرْضُ: منصوب علی شریطة التفسیر ہے۔ (۲) رَوَابِي: رَاسِيَّة کی جمع: مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے پہاڑ، رَسَا

الْمَشِيِّ (ن) رَسَوًا: جم جانا، مضبوطی سے قائم رہنا۔ (۳) بَهِيْجٌ: زوج کی صفت ہے، زوج: صنف، قسم، بھیج: صفت مشبہ:

ترو تازہ، بَهِيْجٌ (س) بَهِيْجًا: ترو تازہ ہونا (۴) تَبْصِرَةٌ اور ذکری: فعل محذوف فَعَلْنَا ذَلِكَ کے مفعول لہ ہیں، تَبْصِرَةٌ: باب

تفعیل کا مصدر: سجھانا، سجھانا..... ذکری: باب نصر کا مصدر، یاد دلانا، نصیحت کرنا، ذکری: ذکر سے ابلغ ہے (۵) منیب:

إنابة سے اسم فاعل: اللہ کی طرف رجوع کرنا، خلوص سے توبہ کرنا، اللہ سے کو لگانا۔ (۶) حَصِيْدٌ: فعیل: صفت مشبہ: بمعنی

محصول: کٹی ہوئی کھیتی، حَبِّ الْحَصِيْدِ: پکا ہوا غلہ (۷) بِسُقْيَاهِ: باسقات: جمع: باسقة کی جمع: بِسْقٍ (ن) بُسُوْقًا: لسبب دراز ہونا (۸) طَلَعُ:

کھجور کا شگوفہ، خوشہ، طَلَعُ (ن) النَّخْلِ: درخت خرم پُر شگوفے کھلنا، نکلتا (۹) نَضِيْدٌ: بمعنی منصود، نَضَدَ الشَّيْءُ (ض)

نَضَدًا: تہ بہ تہ رکھنا، ترتیب سے لگانا (۱۰) رِزْقًا: أَنْبَتْنَا كَمَا مَفْعُول لِه (۱۱) بِلَدَاةٍ بمعنی مکان، اس لئے مِثْلًا نہ صرف آئی ہے۔

سال گذر گئے: نہ اس چھت میں دراڑ پڑی، نہ پلاستر جھڑا، نہ رنگ پھیکا پڑا، کیا جس دست قدرت نے یہ پہنا آسمان بنایا وہ انسانوں کو دوبارہ بنانے پر قادر نہیں؟ تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا؟ تم کیسے فیصلے کرتے ہو!

دوسری نشانی: زمین ہے، زمین کو اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا بنایا ہے کہ یہ گول کرہ ایک بستر بن گیا ہے، جس پر مخلوقات چین سے زندگی بسر کرتی ہیں، پھر غور کرو! اس پر بھاری پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ دیئے، تاکہ وہ مخلوقات کے ساتھ ڈانوا ڈول نہ ہو، اگر یہ میخیں نہ ہوتیں اور زمین لرزتی رہتی تو حیات کیسے وجود میں آتی، پھر زمین کے ذرہ ذرہ میں حیات کی قابلیت رکھ دی، اور اس میں انواع و اقسام کی تروتازہ نباتات اگائیں، تاکہ وہ حیوانات کی زندگی کا قوام (بنیاد) بنے، اسی زمین سے اللہ نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے، پس کیا وہ دوبارہ اس سے پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ پھر اللہ جانے لوگ حق کو جھٹلانے کی جرأت کیوں کرتے ہیں!

فائدہ: اور اللہ کی طرف رجوع ہونے والے بندے اللہ کی ربوبیت سے الوہیت پر استدلال کر سکتے ہیں، وہ سمجھ سکتے ہیں کہ جس اللہ نے زمین کو ایسا بنایا ہے وہی معبود برحق ہے، پالتے تو اللہ ہیں اور پوجی جائیں مورتیاں یہ کیسی بے تکلی بات ہے! تو حید ربوبیت اور توحید الوہیت میں چولی دامن کا ساتھ ہے (یہ فائدہ دوسری نشانی کے ضمن میں بیان کیا ہے) تیسری نشانی: — بارش ہے، اللہ تعالیٰ بادلوں سے نفع بخش مینہ برساتے ہیں، یہ پانی سمندروں سے آتا ہے، مگر اس میں حموضت (کھاراپن) بالکل نہیں ہوتا، اگر اس میں کڑواہٹ ہوتی تو زمین سے روئیدگی ناممکن ہو جاتی، نہایت صاف شفاف شیریں پانی برساتے ہیں، اس سے ہر طرح کے باغات اور پکانلہ پیدا ہوتا ہے، خاص طور پر خلستان: ان کے درخت آسمان سے باتیں کرتے ہیں، وہ بھی انرجی زمین سے اٹھاتے ہیں، اور آخری بلندی پر لے جاتے ہیں، وہاں تہ بہ تہ رونق کچھے لگتے ہیں، جن سے بندوں کو روزی ملتی ہے۔

علاوہ ازیں: بارش کی بوندیں پڑتے ہی دیران زمین اہلہانے لگتی ہے، کل جہاں خاک اڑ رہی تھی آج وہاں سبزہ زار ہے، اور بے شمار حیوانات بھی پیدا ہو جاتے ہیں، اسی طرح قیامت کے دن مردے زندہ کئے جائیں گے، پس یہ کوئی ناممکن بات نہیں، سچی حقیقت ہے، اس کو مان لو ورنہ حشر برا ہوگا، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

﴿أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ ۝﴾

قدرت کی پہلی نشانی: — کیا ان لوگوں نے — منکرین بعث بعد الموت نے — اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا — اور جونیل گوں چھت نظر آ رہی ہے وہی پہلا آسمان ہے، زمین سے اس کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت ہے، اور پانچ سو سے مراد بے حد مسافت ہے تجدید مراد نہیں، مگر وہ نہایت قریب نظر آتا ہے، بلکہ اس کے کنارے

زمین کو چھوتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، اور پہلے آسمان سے نیچے نظام شمسی ہے، تمام ستارے اور سیارے اس نظام میں گردش کر رہے ہیں۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو نظر کی انتہاء ہے، ان کا قول: ﴿فَوَقَّعْنَاهُمْ﴾ سے پادر ہوا ہو جاتا ہے۔ ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے؟ یعنی نہایت بلند، وسیع، مضبوط و مستحکم بے ستون قائم ہے۔ اور اس کو (ستاروں سے) مزین کیا ہے، اور اس میں کوئی شکاف نہیں۔ حالانکہ چھت پرانی ہو جاتی ہے تو اس میں دراڑ پڑ جاتی ہے۔

﴿وَالْأَرْضُ مَدَدُوهَا وَالْقَيْدَا فِيهَا دَوَابُّهَا وَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾

قدرتِ خداوندی کی دوسری نشانی: اور زمین کو ہم نے پھیلایا۔ یعنی نہایت وسیع بنایا، جس سے وہ بچھا ہوا فرش محسوس ہوتی ہے۔ اور اس میں پہاڑوں کو جمایا۔ ان کی میخیں گاڑ دیں، تاکہ وہ متزلزل نہ ہو۔ اور ہم نے اس میں ہر خوش نما قسم اگائی۔ اور اس طرح انسانوں کی معیشت کا انتظام کیا۔

﴿تَبَصَّرُوهُ وَذُكِّرْ لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ﴾

فائدہ: زمین کو ہم نے ایسا بنایا۔ ہر رجوع ہونے والے بندے کی بینائی اور دانائی کے لئے! تاکہ وہ ربوبیت سے الوہیت پر استدلال کریں اور ایک اللہ سے کو لگائیں۔

﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَبْتًا وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝ وَالنَّخْلَ بَسَقَتِ لَهَا طَلْعًا نَضِيدًا ۝ رِزْقًا لِلْعِبَادِ ۝ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا كَذَلِكَ الْخُرُوجُ﴾

قدرتِ خداوندی کی تیسری نشانی: اور ہم نے بادل سے نفع بخش پانی برسایا۔ بارش کا پانی بعض علاقوں میں بھی کام آتا ہے، دواؤں اور تعویذوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ پھر ہم نے اس کے ذریعہ باغات اگائے اور کھیتی کا غلہ پیدا کیا۔ یہ عام باغات کا ذکر ہے، اور کھیت اس وقت کٹتا ہے جب اناج پک جاتا ہے۔ پھر خاص باغ یعنی نخلستان کا ذکر ہے: اور لمبے لمبے کھجور کے درخت (اگائے) جن پر تہ بہ تہ جھے ہوئے خوشے لگتے ہیں۔ قرآن کریم ان نعمتوں کا تفصیل سے ذکر کرتا ہے جن سے قرآن کے پہلے مخاطب واقف تھے، دوسری نعمتوں کا ذکر اجمالاً کرنا ہے، جیسے باغات میں آم کے، امرود کے، پلجی کے، آڑو کے ہر قسم کے باغات آگئے، اور عرب میں لمبے درخت کھجور ہی کے ہوتے ہیں، اس لئے صرف ان کا ذکر کیا، ناریل اور تاڑ کے درخت وہاں نہیں ہوتے، یہ درخت کھجور سے بھی اونچے جاتے ہیں، اور وہ بھی زمین سے انرجی لیتے ہیں اور چوٹی پر پہنچاتے ہیں، اور ناریل کے ہر دانہ میں پانچ سو گرام پانی ہوتا ہے، جس سے مغز بنتا ہے، اور تاڑ پھل بھی اوپر ہی لگتا ہے، غور کرو! قدرتِ خداوندی کہاں تک انرجی پہنچا کر پھل پیدا کرتی ہے، یہ سب:۔۔۔ بندوں کی روزی کے لئے ہے!



علاوہ ازیں: — اور ہم نے اس (بارش) کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح (زمین) سے نکلتا ہوگا!

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمَ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّيْسِ وَشَمُودٌ ۖ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ۖ  
وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدُ ۚ أَفَعَيَّنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ  
بَلْ هُمْ فِي لُبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ

گذبت	جھٹلایا	وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ	اور بن والوں نے	أَفَعَيَّنَا <sup>(۲)</sup>	کیا پس تھک گئے ہم
قَبْلَهُمْ	ان سے پہلے	وَقَوْمُ تَبَّعٍ	اور تبع کی قوم نے	بِالْخَلْقِ	پیدا کر کے
قَوْمَ نُوحٍ	نوح کی قوم نے	كُلٌّ	سب نے	الْأَوَّلِ	پہلی بار
وَأَصْحَابُ الرَّيْسِ <sup>(۱)</sup>	اور کنویں والوں نے	كَذَّبَ	جھٹلایا	بَلْ هُمْ	بلکہ وہ
وَشَمُودٌ	اور شمود نے	الرُّسُلَ	رسولوں کو	فِي لُبْسٍ <sup>(۳)</sup>	اشتبہ میں ہیں
وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ	اور عاد اور فرعون نے	فَحَقَّ	پس ثابت ہوئی	مِّنْ خَلْقٍ	پیدا کرنے سے
وَإِخْوَانُ لُوطٍ	اور برادران لوط نے	وَعِيدًا	میری دھمکی	جَدِيدًا	نئے

جن اقوام نے رسولوں کو جھٹلایا وہ ہلاک ہوئیں

کسی ایک رسول کی تکذیب سارے رسولوں کی تکذیب ہے، کیونکہ سب کی دعوت ایک ہے، اور رسالت کی تکذیب رسول کی خبر کی تکذیب کو اپنے جلو میں لئے ہوئے ہے، اور انبیاء توحید اور بعثت بعد الموت کی خبر دیتے ہیں، اور ماضی میں جن قوموں نے رسالت کا انکار کیا وہ سب ہلاک ہوئی ہیں، مکہ کے مشرکین بھی یہی راہ اپنائے ہوئے ہیں، پس وہ بھی اپنا انجام سوچ لیں، ارشاد فرماتے ہیں: — ان (مکہ والوں) سے پہلے جھٹلایا قوم نوح نے، اصحاب الرس نے، شمود نے، عاد نے، فرعون نے، لوط کے برادروں نے، اصحاب الایکہ نے اور تبع کی قوم نے، سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا — اس میں بعثت بعد الموت کا انکار بھی آگیا — پس میری دھمکی ثابت ہو کر رہی! — یعنی عذاب آیا اور سب قومیں ہلاک

(۱) الریس: مطلق کنواں یا بے من کا کنواں، امام بخاری نے کھان ترجمہ کیا ہے (تحفۃ القاری ۹: ۴۱۰) قرآن میں ان کا دو جگہ صرف نام آیا ہے، یہاں اور سورۃ الفرقان کے دوسرے رکوع میں (۲) أفعینا: ہمزہ استفہام انکاری، فاء عاطفہ (محذوف پر عطف) عیننا: ماضی جمع متکلم، عینی (س) عینا: تھکنا، عاجز ہونا (۳) لبس: باب ضرب کا مصدر، لبس علیہ الأمر: کوئی چیز مشتبہ اور پیچیدہ ہونا، اور باب سجع کا مصدر لبس (لام کے پیش کے ساتھ) ہے، اس کے معنی ہیں: پہننا۔

ہوئیں، پس ثابت ہوا کہ بعثت کا انکار غلط تھا۔ اصحاب الرس، اصحاب الایکہ اور قوم توح کی تفصیلات معلوم نہیں، پس اتنا معلوم ہے کہ یہ اقوام تکذیبِ رسل کی پاداش میں ہلاک ہوئیں۔

اب یہ گفتگو ایک سوال پر ختم کرتے ہیں: — کیا پس ہم تھک گئے پہلی بار پیدا کر کے؟ — یعنی یہ کائنات اللہ نے پیدا کی ہے، اس کو مشرکین بھی مانتے ہیں، اب وہ بتائیں کہ اللہ اس کائنات کو ختم کر کے دوسری مرتبہ پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ اگر جواب مثبت ہے کہ ہاں اللہ پاک پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں، تو جان لیں کہ تمھیں تو ان کو چھو کر بھی نہیں گئی، وہ تو عیب ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے، اور اگر جواب منفی ہے کہ نہیں تھکے، تو بعثت بعد الموت کو ماننے میں کیا پریشانی ہے؟ — بلکہ وہ نئی آفرینش کے بارے میں شبہ میں پڑے ہوئے ہیں — یعنی تذبذب کا شکار ہیں کہ مانیں یا نہ مانیں! ﴿فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَرِيضٍ﴾ پس وہ گنڈم معاملہ میں ہیں!

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعَلْمُ مَا تُوسُّوسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝ اذْ يَتَلَفَّى التَّتَلَّقِينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشَّمَالِ قَعِيدٌ ۝ مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۖ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ۝ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَابِقٌ وَشَهِيدٌ ۝ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ ۖ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۝ وَقَالَ قَرِينُهُ هَٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ ۖ أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۖ مَّمَّنَّاءٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيبٌ ۖ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۖ قَالَ قَرِينُهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ۖ قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْعَمْتَهُ وَ لَكِن كَان فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۖ قَالَ لَا تَحْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ ۖ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ۖ يَوْمَ نَقُولُ لِحَبَّاتِهِمْ هَلْ أَمْتَلَأْتِ وَ نَقُولُ ۖ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ ۖ

وَنَعْلَمُ مَا تُؤْمِنُونَ بِهِ (۱) نَفْسُهُ وَمَنْ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مَنْ حَبَلٍ الْوَرِيدِ (۲) إِذْ يَتَلَقَى الْمُتَلَقِينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ (۳) مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ	اور جانتے ہیں ہم جو خیال ڈالتا ہے اس کو اس کا نفس اور ہم زیادہ نزدیک ہیں اس سے رگ سے دھڑکتی (یاد کرو) جب لے رہے ہیں دولینے والے دائیں سے اور بائیں سے بیٹھے ہوئے نہیں بولتا وہ کوئی بات	إِلَّا لِكَلْبِهِ رَقِيدٌ عَتِيدٌ وَجَاءَتْ سَكْرَةٌ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذَلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَجْنِدُ (۴) وَأَنْفَخَ فِي الصُّورِ ذَلِكَ يَوْمَ الْوَعِيدِ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ	مگر اُس کے پاس راہ دیکھنے والا تیار ہے اور آئی بے ہوشی موت کی سچی یہ (موت) جو تھا تو اس سے کنارہ کرتا اور پھونکا گیا صورت میں یہ دھمکی کا دن ہے اور آیا ہر شخص اس کے ساتھ ہانکنے والا اور احوال بتانے والا ہے	لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَّكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ وَقَالَ قَرِينُهُ (۵) هَذَا مَا لَدَائِي عَتِيدٌ أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَتِيدٍ مُنْتَعِرٍ	البتہ تحقیق تھا تو بے خبری میں اس سے پس کھول دیا ہم نے تجھ سے تیرا ڈھکنا (پردہ) پس تیری آنکھ آج لوہا (نہایت تیز) ہے اور کہا اس کے ساتھی نے یہ جو میرے پاس ہے تیار ہے ڈالو دونوں دوزخ میں ہر بڑے منکر سخت مخالف بہت زیادہ روکنے والے
---	---	---	---	---	---

(۱) بہ: ضمیر ما موصول کی طرف عائد ہے (۲) حبل الوريد: رگ جہاں، شہ رگ، وہ رگ جو دل سے دماغ تک ہے، اور جس کے کٹنے سے موت واقع ہو جاتی ہے (۳) قعید: متعلقان کی صفت ہے، اور فعیل میں مفرد، تثنیہ جمع یکساں ہوتے ہیں، اس لئے قعیدان نہیں کہا (۴) حاد یحید (ض) حیداً: ہٹنا، کنارہ کش ہونا۔ (۵) یہ قرین فرشتہ ہے، جو نامہ اعمال ریکارڈ کرنے کے لئے ساتھ رہتا ہے۔

بہلائی سے	اَطْعَيْتُهُ	کس نے بنا یا میں نے اس کو	الْقَوْلُ	بات
حد سے تجاوز کرنے والے	وَ لَكِنَّ كَان	لیکن تھا وہ	لَدَائِي	میرے یہاں
شک میں ڈالنے والے کو	فِي ضَلَالٍ	گمراہی میں	وَمَا اَنَا	اور نہ میں
جس نے بنایا	بَعِيدٍ	دور کی	بِظُلْمٍ (۲)	ظلم کرنے والا ہوں
اللہ کے ساتھ	قَالَ	فرمایا	لِلْعَبِيدِ	بندوں پر
دوسرا معبود	لَا تَخْتَصِمُوا	مت جھگڑو	يَوْمَ (۳)	جس دن
پس ڈالو دونوں اس کو	لَدَائِي	میرے پاس	نَقُولُ	پوچھیں گے ہم
عذاب میں	وَقَدْ	اور تحقیق	رَبِّهِنَّ	جہنم سے
سخت	قَلَامٌ	آگے بھیج چکا میں	هَلْ	کیا
کہا	رَالَيْكُمْ	تمہاری طرف	اُمْتَلَاتِ	بھر گئی تو؟
اس کے ساتھی نے	بِالْوَعِيدِ	دھمکی	وَنَقُولُ	اور کہے گی وہ
اے ہمارے رب!	مَا	نہیں	هَلْ	کیا
نہیں	يُبَدِّلُ	بدلی جاتی	مِنْ مَّزِيدٍ	اور بھی ہیں؟

اللہ کے علم میں سب کچھ ہے، پھر بھی مصلحت سے ریکارڈ کیا جا رہا ہے

آیت چار میں ہے کہ باڈی جو دفن کی جاتی ہے، اس کو آہستہ آہستہ زمین کھا کر مٹی کر دیتی ہے، مٹی کے وہ اجزاء اللہ کے علم میں ہیں، تاہم لوح محفوظ میں وہ اجزاء ریکارڈ بھی ہیں، یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ اجزاء اللہ کے علم میں ہیں تو ان کو لوح محفوظ میں لکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ تین آیتوں میں اس کا جواب ہے کہ ایسا کسی مصلحت سے کیا گیا ہے، اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے، وہ اس کے سارے احوال سے واقف ہیں، وہ اپنے علم سے بندوں کی شہ رگ سے بھی قریب ہیں، انسان خود اپنے احوال نہیں جانتا وہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، پھر بھی ہر انسان کے ساتھ کراما کاتین (ریکارڈ تیار کرنے والے دو معزز فرشتے) لگائے ہیں، جو اس کا ہر لفظ لکھتے ہیں، اور اس میں مصلحت ہے، جس کا بیان آگے ہے کہ وہ مسل قیامت کے دن بندے پر حجت ہوگی، اسی طرح لوح محفوظ کا معاملہ سمجھنا چاہئے، مگر اس کی (۱) یہ دوسرا قرین شیطان (روایتی ہمزاد) ہے، جو گمراہ کرنے کے لئے ساتھ لگا رہتا ہے۔ (۲) ظلام: فنی میں مبالغہ ہے یعنی ذرا بھی ظلم کرنے والے نہیں (۳) یوم: ظلام کا ظرف ہے۔

مصلحت نہیں کھولی، جیسے رزق کی کشادگی اور تنگی کا معیار نہیں کھولا، مگر مصلحت بہر حال ہے، جیسے نامہ اعمال لکھنے کی مصلحت کھولی ہے۔

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعَلَهُ مَا تَوَسَّوْا بِهِ نَفْسُهُ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝ اذْ يَتَلَقَّى الْمُتَنَقِّلِينَ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدًا ۝ مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝﴾

ترجمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا، اور ہم جانتے ہیں ان خیالات کو جو اس کے جی میں آتے ہیں، اور ہم اس سے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں!

(یاد کرو) جب دو اخذ کرنے والے فرشتے اخذ کرتے رہتے ہیں، دائیں بائیں، بیٹھے ہوئے ۱۰ انسان کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک تاک لگانے والا تیار ہے! — جو اس بات کو ریکارڈ کر لیتا ہے۔

حوالہ: اللہ کا انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہونا علم کے اعتبار سے ہے، مکانیت کے اعتبار سے نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ زمان و مکان سے منزہ ہیں، زمان و مکان مخلوق ہیں، اور خالق مخلوق میں نہیں ہو سکتا، یہ مسئلہ تفصیل سے جلد ہفتم ص: ۳۶۲ میں گذر چکا ہے۔

علت کو معلول کے ساتھ وہ قرب حاصل ہوتا ہے جو معلول کو خود اپنے نفس سے بھی نہیں ہوتا

فرشتے جو اعمال نامے لکھتے ہیں وہ قیامت کے دن کام آئیں گے

مجرموں کی محشر میں حاضری اور انصاف سے فیصلہ

قیامتیں دو ہیں: چھوٹی اور بڑی۔ قیامت صغریٰ: آدمی کی اپنی موت ہے، من مات فقد قامت قیامتہ: جس کی موت آگئی اس کی قیامت شروع ہوگئی، کیونکہ وہ دوسری دنیا میں پہنچ گیا۔ یہی وہ قیامت ہے جس کو آدمی ٹلانا چاہتا ہے، موت سے آدمی بھاگتا ہے، مگر وہ گھڑی ٹلنے والی نہیں، جب وہ سر پر آجائے گی تو کوئی تدبیر کارگرنہ ہوگی۔

اور قیامت کبریٰ: اس وقت شروع ہوگی جب صور پھونکا جائے گا، اس وقت وہ ہولناک دن شروع ہوگا جس سے انبیاء و رسل ڈراتے رہے ہیں، اس دن کفار محشر میں اس طرح حاضر کئے جائیں گے کہ ایک فرشتہ ان کو ہانک رہا ہوگا، اور دوسرا ان کے اعمال نامے لئے ہوئے ہوگا، جن میں ان کے کثرت درج ہونگے، اس دن ان سے کہا جائے گا: تم اس دن سے غفلت میں تھے، تمہاری آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے تھے، آج وہ پردے ہٹا دیئے گئے ہیں، اور تمہاری نگاہیں خوب تیز کر دی گئی ہیں، اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو! انبیاء نے جو خبر دی تھی وہ صحیح تھی یا غلط؟ اس وقت فرشتہ اعمال نامہ پیش کرے گا

اور کہے گا: یہ مسل تیار ہے! پھر اس کے مطابق فیصلہ صادر ہوگا، دونوں فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو جہنم میں جھونک دو، یہ کٹر کافر، نہایت ضدی، خیر کے کاموں سے بہت روکنے والا، حد سے گذرنے والا، لوگوں کے ذہنوں کو بگاڑنے والا تھا، اور غیر اللہ کی پرستش کرتا تھا، اس لئے اس کی سزا دائمی جہنم ہے، پس اس کو دوزخ میں جھونک دو!

﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۗ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۗ وَنُفِعَ فِي الصُّورِ ذَٰلِكَ يَوْمَ الْوَعِيدِ ۗ  
وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ۗ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ  
حَدِيدٌ ۗ وَقَالَ قَرِينُهُ هَٰذَا مَا لَدَائِعَ عَتِيدٌ ۗ أَلْقَيْنَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ ۗ مِّتَّاعٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ  
مَّرِيئٍ ۗ الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَأَلْقَيْنَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ۗ﴾

ترجمہ: اور موت کی برحق بے ہوشی آپہنچی — یعنی نزع (جان گئی) شروع ہوگئی — یہ وہ چیز ہے جس سے تو کتراتا تھا — مگر اس سے مفر (بھاگنے کی جگہ) کہاں ہے؟ یہی قیامت صغریٰ ہے!

اور صور پھوڑکا گیا — اور قیامت کبریٰ شروع ہوئی — یہ وعید کا دن ہے — یعنی یہ وہ دن ہے جس سے انبیاء ڈرایا کرتے تھے — اور آیا ہر شخص: اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک احوال بتانے والا ہے، بخدا! واقعہ یہ ہے کہ تو اس دن سے غفلت میں تھا — تجھے اس دن کا یقین ہی نہیں تھا — پس ہم نے تجھ سے پردہ ہٹا دیا — دنیا اور آخرت کے درمیان دبیز پردہ ہے، آخرت فی الحال موجود ہے مگر نظر نہیں آ رہی، موت کے بعد جب عالم برزخ میں پہنچیں گے تو یہ پردہ نہیں (پتلا) ہو جائے گا، اور کچھ کچھ آخرت نظر آنے لگے گی، اور قیامت کے دن یہ پردہ بالکل ہٹ جائے گا — سو آج تیری آنکھ بہت تیز ہے — اب تجھے سب کچھ نظر آرہا ہے!

اور اس کے ساتھی فرشتہ نے کہا: یہ میرے پاس مسل تیار ہے — اس کے مطابق فیصلہ صادر فرمایا جائے — پس بارگاہِ عالی سے حکم صادر ہوگا: — دونوں دوزخ میں ڈالو ہر کٹر کافر، نہایت ضدی، نیکیوں سے بہت زیادہ روکنے والے، حد سے بڑھنے والے، شبہات میں ڈالنے والے کو، جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا تھا — یہ جہنم میں جھونکے جانے کی بنیادیں ہیں — پس تم دونوں اس کو سخت عذاب میں ڈالو! — اب وہ وہاں ہمیشہ سڑے گا!

کافر کے ساتھ اس کا ہم زاد شیطان بھی دوزخ میں ڈالا جائے گا

اور اس کی حجت بازی نہیں چلے گی، نہ بندوں پر ظلم ہوگا

جب کفار کو جہنم میں جھونکا جائے گا تو ان کے ساتھ ان کے ہم زادوں (روایتی شیطانوں) کو بھی دوزخ میں ڈالا جائے گا

اس وقت وہ شیطان ساتھی کہے گا: پروردگار! میرا کیا قصور ہے! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا، وہ خود آخری درجہ کی گمراہی (کفر و شرک) میں مبتلا تھا، مجھے اس کے ساتھ جیل میں کیوں بھیجا جا رہا ہے؟ — ارشادِ عالی ہوگا: میرے سامنے جھک جھک مت کرو، حجت بازی سے کام نہیں چلے گا، میں تمہیں دنیا میں نیک و بد سے آگاہ کر چکا تھا، اب میرے یہاں بات نہیں بدلتی، کفر و شرک کی دائمی سزا جہنم ہے، اب معافی اور درگزر کا کوئی سوال نہیں، تمہارے جرم کی یہی سزا ہے، اور اللہ کا یہ فیصلہ مبنی برانصاف ہے، قیامت کے دن بندوں پر اللہ تعالیٰ ذرہ بھر ظلم نہیں کریں گے، اللہ نے جہنم سے بھرنے کا وعدہ کیا ہے: ﴿لَا مَلَأَتْ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ﴾ بخدا! ضرور بھروں گا میں جہنم کو جنات اور انسانوں سے سبھی سے [ہور ۱۱۹] اور جہنم اتنی بڑی ہے کہ بھرنے کا نام ہی نہیں لے گی، جب بھی اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے: اری! تو بھری؟ تو وہ کہے گی: اور لاؤ! ابھی میں نہیں بھری، اس وقت بھی اللہ تعالیٰ بے گناہوں کو جہنم میں ٹھونس کر اس کو نہیں بھریں گے، بلکہ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ اس پر قدم رکھیں گے، جس سے وہ سکر جائے گی، اور کہے گی: بس بس! بھر گئی! بھر گئی! اس طرح بھریں گے، بے گناہوں سے نہیں بھریں گے، کیونکہ ان کی بارگاہِ ظلم سے پاک ہے۔

﴿قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطَعَيْتُهُ وَ لَكِن كَان فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدُنِي وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعْدِ ۝ مَا يُبَدِّلُ الْقَوْلَ لَدُنِّي وَمَا أَنَا بِظَالِمٍ لِّلْعَالَمِينَ ۝ يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَ تَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ۝﴾

ترجمہ: اور اس کے (شیطان) ساتھی نے کہا: اے ہمارے پروردگار! میں نے اس کو سرکش نہیں بنایا، بلکہ وہ خود دور کی گمراہی میں تھا! — ارشاد ہوگا: میرے سامنے حجت بازی مت کرو، میں پہلے ہی تمہارے پاس وعینہج چکا ہوں — کہ شرک و کفر کی ابدی سزا جہنم ہے — میرے یہاں بات بدلتی نہیں — جو فیصلہ ہو چکا: ہو چکا، اب معافی کا کوئی سوال نہیں۔ اور میں بندوں پر ذرہ بھر ظلم کرنے والا نہیں، جس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کہ تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے؟ — یعنی میں ابھی نہیں بھری، ابھی میرے اندر بہت جگہ ہے، اس وقت بھی اللہ تعالیٰ بے گناہوں سے جہنم کو نہیں بھریں گے کہ یہ ظلم ہوگا، بلکہ اس کو سیکڑیں گے اور اس طرح اللہ کا وعدہ پورا ہو جائے گا۔

وَأَزَلَّتِ الْجَنَّةُ لِّلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ۝ هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ۝  
مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ الْغَيْبَ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ ۝ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَٰلِكَ يَوْمُ  
الْخُلُودِ ۝ لَهُمْ تَايِسَاءُ وَنَفِيهَا وَكَدَيْنَا مَزِيدٌ ۝

اور نزدیک کی گئی	مَنْ	جو شخص	بِسَلْمٍ	سلامتی کے ساتھ
جنت	خَشِيَّ	ڈرا	ذَلِكَ	یہ
پرہیز گاروں کے لئے	الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان سے	يَوْمِ الْخُلُودِ	ہمیشہ رہنے کا دن ہے
کچھ دور نہیں	بِالْغَيْبِ	بن دیکھے	لَهُمْ	ان کے لئے ہے
یہ جو	وَجَاءَ	اور آیا	فَأَيُّهَاؤُنَّ	جو چاہیں گے وہ
وعدہ کئے گئے تم	بِقَلْبٍ	دل کے ساتھ	فِيهَا	اس میں
ہر رجوع ہونے والے کیلئے	مُنِيبٍ (۵)	رجوع ہونے والا	وَلَدَيْنَا	اور ہمارے پاس
حفاظت کرنے والے کیلئے	اَدْخُلُوهَا	داخل ہوؤ تم	مَزِيدًا (۶)	اور بھی ہے

### کفار کی تعذیب اخروی کے مقابلہ میں اہل جنت کے عیش کا ذکر

قرآن کریم کا ایک اسلوب ہے، جب وہ مومنین و کفار میں سے کسی ایک کا اخروی انجام بیان کرتا ہے تو ساتھ ہی دوسرے فریق کا بھی اخروی انجام بیان کرتا ہے، کیونکہ ضد سے ضد پہچانی جاتی ہے، گذشتہ آیات میں کفار کی تعذیب اخروی کا بیان تھا، اب ان کے مقابلہ میں اہل جنت کے عیش کا ذکر ہے۔ جنت پرہیز گاروں کے لئے میدانِ حشر سے نزدیک کی جائے گی کہ کچھ دور نہیں رہے گی یعنی جنت دوسرے عالم ہی میں رہے گی، مگر بہت نزدیک نظر آئے گی۔ دو عالم (دنیا و آخرت) ساتھ ساتھ چل رہے ہیں، دنیا کی طرح آخرت بھی اپنے تمام مشمولات کے ساتھ فی الحال موجود ہے، مگر دونوں عالموں کے درمیان دبیز پردہ پڑا ہوا ہے، اس لئے دنیا سے آخرت نظر نہیں آتی، مگر آخرت سے دنیا نظر آتی ہے، حدیث میں ہے کہ اگر کوئی عورت شوہر کو ستاتی ہے، تو جنت میں اس کی حور اس بیوی کو کوستی ہے، کہتی ہے: اری! کیوں ستاتی ہے، یہ تو تیرے پاس چند دن کا مہمان ہے، تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آجائے گا (ترمذی حدیث ۱۵۷۱۵۷ اتخذه اللمعی ۳: ۶۱۳) اس روایت سے معلوم ہوا کہ حوروں کو یہ دنیا نظر آتی ہے، اسی طرح فرشتوں کو بھی یہ عالم نظر آتا ہے، مگر دنیا والوں کو آخرت نظر نہیں آتی، تا کہ ایمان بالغیب حاصل رہے، جیسے کار کے شیشے پر کالی ہٹی چپکا دیتے ہیں تو باہر سے اندر کا نظر نہیں آتا، اور

(۱) أَزْلَفَ الشَّيْءِ: نزدیک کرنا (افعال) زَلَفَ (ن) زَلَفَا: نزدیک ہونا (۲) غییر بعید: موصوف مکانا کے قائم مقام اور ازلقت کا مفعول فیہ ہے یا الجنة کا حال ہے۔ (۳) أو اب: اسم مبالغہ، آب الیہ (ن): لوٹنا، توبہ کرنا، لكل: للمتعین سے حرف جر کے اعادہ کے ساتھ بدل ہے۔ (۴) حفیظ بمعنی حافظ (۵) منیب: اسم فاعل، انا اب الی اللہ: اللہ کی طرف رجوع کرنا (۶) مزید: حاصل مصدر: زائد، اور بھی۔



اندلسے باہر کا نظر آتا ہے۔

پھر جب لوگ عالم برزخ (قبر) میں پہنچ جاتے ہیں تو وہ پردہ مہین ہو جاتا ہے، حدیث میں اس کی تعبیر یہ آئی ہے کہ قبر میں جنت اور جہنم کی طرف کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں، جنت سے بھینی بھینی (نرم نرم) ہوائیں آنے لگتی ہیں، اور جہنم سے اونٹ جیسے شرارے اڑ کر آتے ہیں، اس لئے قبر میں پہنچ کر ہر شخص کو آخرت کا یقین آ جاتا ہے۔

پھر قیامت کے دن یہ پردہ بالکل اٹھا دیا جائے گا، میدانِ حشر یہی زمین ہوگی، مگر محشر سے جنت نظر آئے گی، تاکہ آتشِ شوق تیز ہو جائے، اور جہنم بھی تاکہ وہ روح فرسا ثابت ہو، سورہ اشعراء کی (آیات ۹۱ و ۹۰) ہیں: ﴿وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ۖ وَ نُبِذَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَوَّينِ ۖ﴾ جنت خداترسوں کے لئے نزدیک کر دی جائے گی اور جہنم گمراہوں کے لئے ظاہر کر دی جائے گی یعنی جنت اور جہنم اپنی جگہ رہیں گی، مگر دونوں میدانِ حشر سے نظر آئیں گی۔

اور میدانِ حشر میں پرہیزگاروں سے کہا جائے گا: یہ وہ جنت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، خوش ہو جاؤ، حساب کتاب سے نمٹ کر یہی جنت تمہارا ٹھکانا ہے۔ البتہ یہ جنت ان لوگوں کے لئے ہے جن میں چار باتیں ہوں:

۱- وہ اللہ سے لو لگانے والے ہوں، اذاب کے بھی معنی ہیں۔  
۲- وہ کرنے کے کاموں پر مضبوطی سے عمل کرنے والے ہوں۔ حفیظ بمعنی حافظ ہے، اس کے معنی ہیں حفاظت کرنے والا یعنی اعمالِ صالحہ کی پابندی کرنے والا۔

۳- اللہ تعالیٰ سے دیکھے بغیر ڈرتا ہو، یعنی ممنوعاتِ شرعیہ سے بچتا ہو۔  
۴- دل محفوظ ہو، اللہ کی طرف رجوع ہونے والا دل لے کر میدانِ حشر میں آئے۔

پھر جب حساب کتاب نمٹ جائے گا تو پرہیزگاروں سے کہا جائے گا: اب بے کھٹک جنت میں چلے جاؤ، تم وہاں ہمیشہ رہو گے اور وہاں جو چاہو گے ملے گا، کسی بات کا ٹوٹا نہیں ہوگا، اور مزید دیدارِ خداوندی سے سرفراز کئے جاؤ گے۔

﴿وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ۖ هَذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ۖ مَن حَثِيَّتِ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبِهِ مُنِيبٌ ۖ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ۖ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۖ﴾

ترجمہ: اور جنت پرہیزگاروں کے لئے نزدیک لائی جائے گی، وہ ان سے کچھ دور نہیں رہے گی (کہا جائے گا: یہ وہ جنت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، یہ جنت ہر ایسے شخص کے لئے ہے جو رجوع ہونے والا، پابندی کرنے والا ہے۔

جو نہایت مہربان اللہ سے دیکھے بغیر ڈرتا ہے، اور وہ رجوع ہونے والا دل لے کر آیا ہے (کہا جائے گا: جنت میں بے کھٹک داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے، ان کو جنت میں جو چاہیں گے ملے گا، اور ہمارے پاس اور بھی نعمت ہے۔

یعنی دیدارِ خداوندی۔

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ  
 مِنْ مَّحِيصٍ ۝ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ  
 شَهِيدٌ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۝ وَمَا  
 مَسْنَا مِنْ نُجُومٍ ۝ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ  
 وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ۝ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ  
 الْمُنَادُ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ۝  
 إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ۝ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا  
 ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ۝ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ  
 فَذَكَرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعَبِيدٌ ۝

وَكَم	اور بہت سی	فی البلاد	شہروں کو	السَّمْعَ	کان
أَهْلَكْنَا	ہلاک کیں ہم نے	هَلْ	کیا	وَهُوَ	در احوالیکہ وہ
قَبْلَهُمْ	ان سے پہلے	مِنْ مَّحِيصٍ	کوئی جائے پناہ؟	شَهِيدٌ	موجود ہے
مِّنْ قَرْنٍ	جماعتیں (آئیں)	إِنَّ فِي ذَٰلِكَ	بے شک اس میں	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
هُمْ	وہ	لَذِكْرٍ	یقیناً نصیحت ہے	خَلَقْنَا	پیدا کیا ہم نے
أَشَدُّ	سخت تھیں	لِمَنْ	اس شخص کے لئے جو	السَّمَوَاتِ	آسمانوں کو
مِنْهُمْ	ان سے	كَانَ لَهُ	ہے اس کے لئے	وَالْأَرْضِ	اور زمین کو
بَطْشًا	پکڑ میں	قَلْبٌ	دل	وَمَا بَيْنَهُمَا	اور دونوں کے درمیان
فَنَقَّبُوا	پس چھان مارا انھوں نے	أَوْ أَلْقَى	یا ڈالا اس نے		کی چیزوں کو

(۱) کم: خبریہ، من قرن: اس کا بیان (۲) اشد بطشا: اسم تفضیل (۳) نقب: بہت کھود کرید کرنا، تلاش و جستجو کرنا (۴) محیص: ظرف: پناہ گاہ، لوٹنے کی جگہ (۵) ذکری: ذکر کی طرح مصدر نصیحت کرنا۔

زمین	الْأَرْضُ	اور کان لگا کر سن!	وَاسْتَجْمِعْ	چھ دنوں میں	فِي مَثَلَةِ آيَاتِهِ
ان سے	عَنْهُمْ	جس دن	يَوْمَ	اور نہیں چھو یا ہمیں	وَمَا مَسَّنَا
تیزی سے	سِرَاعًا <sup>(۳)</sup>	پکارے گا	يُنَادِ	ذرا تکان نے	مِن لُغُوبٍ <sup>(۱)</sup>
یہ جمع کرنا	ذَلِكَ حَشْرًا	پکارنے والا	الْمُنَادِ	پس صبر کریں آپ	فَأَصْبِرْ
ہم پر	عَلَيْنَا	جلہ سے	مِن مَّكَانٍ	اس پر جو	عَلَى مَا
آسان ہے	يَسِيرًا	نزدیک	قَرِيبٍ	وہ کہتے ہیں	يُقُولُونَ
ہم	نَحْنُ	جس دن	يَوْمَ	اور پاکی بیان کریں	وَسَيَحْمَدُ
خوب جانتے ہیں	أَعْلَمُ	سنیں گے وہ	يَسْمَعُونَ	خوبی کے ساتھ	رَبِّكَ
اس کو جو	وَمَا	سخت آواز	الصَّيْحَةَ	اپنے رب کی	قَبْلَ
کہتے ہیں وہ	يَقُولُونَ	برحق	بِالْحَقِّ	پہلے	طُلُوعِ
اور نہیں	وَمَا	یہ دن	ذَلِكَ يَوْمٍ	نکلنے	الشَّمْسِ
آپ	أَنْتَ	نکلنے کا ہے	الْخُرُوجِ	سورج کے	وَقَبْلِ
ان پر	عَلَيْهِمْ	بے شک ہم ہی	إِنَّا نَحْنُ	اور پہلے	الغُرُوبِ
زور والے	بِجَبَّارٍ	زندہ کرتے ہیں	نَجِيٍّ	چھپنے کے	وَمِنَ الْبَيْلِ
پس نصیحت کریں	فَذَكِّرْ	اور مارتے ہیں	وَأُنْمِيتْ	اور رات کے کچھ حصہ میں	فَتَسْمِعُهُ
قرآن کے ذریعہ	بِالْقُرْآنِ	اور ہماری طرف	وَالْيَنَابِ	پس پاکی بیان کریں	الْحَدِيدِ
اس کو جو	مَنْ	لوٹنا ہے	الْمَصِيدِ	ان کی	وَأَدْبَارِ <sup>(۲)</sup>
ڈرتا ہے	يَخَافُ	جس دن	يَوْمَ	اور پیچھے	السُّجُودِ <sup>(۳)</sup>
(میری) دھمکی سے	وَعِيدًا <sup>(۵)</sup>	پھٹے گی	تَشَقُّقُ	نمازوں کے	

(۱) لغوب: مصدر: تکان، توجہ، لغب (ف) لَغْبًا وَّلُغُوبًا: بہت تھک جانا۔ (۲) ادبار: دُبر کی جمع: پیٹھ، پیچھے (۳) السُّجُود: مصدر: سجدہ کرنا، اسم مصدر: عبادت، سجدہ، یہاں نماز مراد ہے، راغب نے لکھا ہے: کبھی نماز کو سجود سے تعبیر کیا جاتا ہے (یہ السجدة کی جمع نہیں، اس کی جمع السجدات ہے) (۴) سِرَاعًا: عنہم کی ضمیر کا حال ہے۔ (۵) وعید: یاء محذوف ہے، وال کا سرہ اس کی علامت ہے۔

## منکرین مکہ کو دنیا میں بھی سزا مل سکتی ہے

درمیان میں اہل جنت کے ناز و نعمت کا ذکر تھا، اب پھر مشرکین مکہ کی سزا ہی کا ذکر ہے، ان کو آخرت سے پہلے دنیا میں بھی سزا مل سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کتنی ہی سرکش قوموں کو تباہ کر چکے ہیں، جو زور و قوت اور ساز و سامان میں مکہ کے کفار سے بڑھ کر تھیں، جنہوں نے کتنے ہی شہر چھان مارے تھے، ایک دنیا پامال کر رکھی تھی، مگر جب عذاب آیا تو روئے زمین پر کہیں بھی پناہ نہ ملی، ان کے عبرت ناک واقعات سے وہ شخص نصیحت حاصل کر سکتا ہے جس کے پاس سمجھنے والا دل ہے، وہ تو بات سنتے ہی راہ راست پر آجائے گا، یا پھر وہ دماغ حاضر کر کے کان دے کر بات سنے تو اس کے سننے کی بھی امید ہے، اور یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس کو خدا سمجھے!

﴿وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِن مَّجِيْبٍ ۝۱۸﴾  
 فِي ذَلِكَ لَذِكْرٌ لِّمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْفَ السَّمْعِ وَهُوَ شَهِيدٌ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: اور ہم ان (مکہ والوں) سے پہلے کتنی ہی امتیں ہلاک کر چکے، جو ان (مکہ والوں) سے زیادہ زور آور تھیں، پس انہوں نے شہروں کو چھان مارا، تو کیا (ان کو) کوئی جائے پناہ ملی؟ — یعنی وہ عذاب الہی سے بچ سکے؟ — بے شک اس میں یقیناً عبرت ہے اس کے لئے جس کے پاس (سمجھنے والا) دل ہے، یا وہ کان دے کر بات سنے در انحالیکہ اس کا دماغ حاضر ہوا!

## جو پہلی مرتبہ کائنات پیدا کر کے تھکا نہیں وہ دوسری مرتبہ کیوں تھکے گا!

اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات (آسمان، زمین، اور درمیان کی چیزیں) چھ دنوں (ادوار) میں بنائی ہیں، اور ان کو تھکن چھو کر بھی نہیں گئی، اور یہود کو اس کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کائنات پیدا کر کے تھک گئے تھے، اس لئے ساتویں دن (بار کے دن) بے بار رہے، چھٹی کی اور آرام کیا، یہ ان کی ناقدر شناسی ہے، پس جو پہلی مرتبہ کائنات بنا کر نہیں تھکا وہ اس کائنات کو ختم کر کے دوسری مرتبہ کیوں نہیں بنا سکتا؟ ضرور بنائے گا، وہ ہر بار پیدا کرنے پر قادر ہے!

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ۖ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لَّعُوبٍ ۝۱۹﴾

ترجمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو، اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا، اور ہمیں تھکن چھو کر بھی نہیں گئی!

## مسلمان ابھی تعمیر خودی میں مشغول رہیں

اس سورت کا نزول کا نمبر ۳۴ ہے، یہ سورت ابتدائے اسلام میں نازل ہوئی ہے، اس وقت تک معاملہ بہت زیادہ گرم

نہیں ہوا تھا، اس لئے اس سورت کا انداز پیارا ہے، بات نرمی سے سمجھائی ہے، اور دھمکی دی ہے تو کپسول میں بھر کر دی ہے۔ اور اب تک خطاب منکرین سے تھا، اب مومنین سے ہے کہ ابھی تم خود کو بناؤ، پانچ وقت کی نمازیں پابندی سے پڑھو، اور نمازوں کے بعد اذکار کا بھی اہتمام کرو، اس سے خود اعتمادی پیدا ہوگی، اور ابھی صبر و ہمت سے کام لو، دن پھرنے والے ہیں۔ بخاری شریف (حدیث ۲۸۵۲) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ سبھی نمازوں کے بعد اللہ کی پاکی بیان کریں، یہ ابن عباسؓ نے ﴿اَذْبَاكَ السُّجُودِ﴾ کی تفسیر کی ہے۔

اور سورج نکلنے سے پہلے فجر کی نماز ہے، اور سورج چھپنے سے پہلے دو نمازیں (ظہر اور عصر) ہیں، اور رات کے شروع حصہ میں دو نمازیں (مغرب اور عشاء) ہیں، اور فرض نمازوں کے بعد تسبیح و تحمید اور دیگر اذکار کا اہتمام کرو، اس سے تمہاری دینی شخصیت بنے گی۔

ملاحظہ: اذکار و تسبیحات عام طور پر مسلمان جانتے ہیں، اور اذکار و دعوات کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں۔

﴿فَاَصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۗ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ ۗ وَادْبَارَ السُّجُودِ ۗ﴾

ترجمہ: پس آپ اُن (منکر بعثت) کی باتوں پر صبر کریں اور اپنے رب کی خوبی کے ساتھ پاکی بیان کریں، سورج نکلنے سے پہلے، اور چھپنے سے پہلے، اور رات کے ایک حصہ میں اس کی پاکی بیان کریں اور نمازوں کے بعد بھی۔

آخری دو باتیں: ایک: منکرین بعثت سے، دوسری: پیغمبر ﷺ سے

پہلی بات: — منکرین بعثت الموت سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب اسرافیل صور پھونکیں گے تو ایسا مسوس ہوگا جیسے قریب سے آواز آرہی ہے، حالانکہ وہ اپنے مقام سے پھونکیں گے، جب لوگ یہ واقعی چیخ سنیں گے وہ قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا، جلاتے مارتے اللہ تعالیٰ ہی ہیں، اس دنیا میں بھی حیات انھوں نے ہی بخشی ہے، پھر وہی لے بھی لیتے ہیں، اور جب صور پھونکا جائے گا اس وقت وہ پھر ابدان کو حیات نو بخشیں گے، اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ زمین مردوں سے تیزی کے ساتھ چھنے گی، اور اجسام بنے بنائے زمین سے نکل آئیں گے، پھر ارواح ان کی طرف لوٹائی جائیں گی، پھر سب کو میدانِ حشر میں جمع کریں گے، یہی لوٹ کر اللہ کے پاس آنا ہے، اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

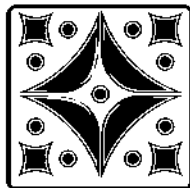
دوسری بات: — پیغمبر ﷺ سے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کا رد عمل معلوم ہے، وہ آپ کی دعوت کا کیا جواب دے رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہیں، مگر آپ زور زبردستی اپنی بات کسی سے نہیں منواسکے پس آپ لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑیں، اور قرآن سنا کر فہمائش کرتے رہیں، جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ ضرور ایمان لے آئے گا۔

﴿وَاسْمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادُ مَنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ ۝ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ۝ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ ۚ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ۝ يَوْمَ تَشَقُّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۚ ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ۝ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ ۚ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۚ فَذَكَرَ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعَبِيدٌ ۝﴾

ترجمہ: اور کان کھول کر سنو! جس دن پکارنے والا پاس سے پکارے گا — دوسری بار نفعِ صورت کا ذکر ہے — پاس سے پکارے گا: یعنی اس کی آواز ہر جگہ نزدیک لگے گی — جس دن لوگ برحق چیخ سنیں گے — برحق: یعنی واقعی، وہ کوئی دھوکہ نہیں ہوگا — یہ (قبروں سے) نکلنے کا دن ہے، بے شک ہم ہی جلاتے اور مارتے ہیں، اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، جس دن زمین لوگوں سے تیزی کے ساتھ پھٹے گی، یہ (میدانِ حشر میں) جمع کرنا ہمارے لئے آسان ہے!

ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں، اور آپ ان پر کچھ جبر کرنے والے نہیں، پس آپ قرآن کے ذریعہ اس کو نصیحت کریں جو میری دھمکی سے ڈرتا ہے۔

﴿جمعہ یکم جمادی الاخریٰ سن ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۱ مارچ سن ۲۰۱۶ء﴾



آيَاتُهَا ۹۰ (۵۱) سُورَةُ الذَّرِيَّتِ مَكِّيَّةٌ (۴۷) دُرُوعًا هَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ الذَّرِيَّتِ ذُرُوعًا ۚ فَالْحَمِلَتِ وَقْرًا ۚ فَالْجَرِيَّتِ يُسْرًا ۚ فَالْمَقْتَمَتِ أَمْرًا ۚ إِنَّمَا  
تُوعَدُونَ لَصَادِقٍ ۚ وَإِنَّ الدِّينَ لَوَاقِعٌ ۚ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۚ إِنَّكُمْ  
لَفِي قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۚ يُؤْفِكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ ۚ قُتِلَ الْخَرُصُونَ ۚ الَّذِينَ هُمْ فِي  
عَمْرَةٍ سَاهُونَ ۚ يَسْأَلُونَ آيَاتِ يَوْمِ الدِّينِ ۚ يُؤْمِرُهُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ۚ  
ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۚ

وَ الذَّرِيَّتِ	قسم اڑنی والی ہواؤں کی	قسم آسمان	وَالسَّمَاءِ	قسم آسمان
ذُرُوعًا	ابھار کر	پہ رونق کی	ذَاتِ الْحُبُكِ	پہ رونق کی
فَالْحَمِلَتِ	پس اٹھانے والیوں کی	بے شک تم	إِنَّكُمْ	بے شک تم
وَقْرًا	بوجھ کو	باتوں میں ہو	لَفِي قَوْلٍ	باتوں میں ہو
فَالْجَرِيَّتِ	پس چلنے والیوں کی	مختلف	مُخْتَلِفٍ	مختلف
يُسْرًا	زری سے	پھیرا جاتا ہے	يُؤْفِكُ	پھیرا جاتا ہے
فَالْمَقْتَمَتِ	پس بانٹنے والیوں کی	اس (حق بات) سے	عَنْهُ	اس (حق بات) سے

(۱) الذاریات سے المقسمات تک چاروں اسم فاعل، جمع مؤنث کے صیغے ہیں۔ ریح جمع ارواح کے قائم مقام ہیں، اور روایت میں چاروں کے مختلف مصداق بھی آئے ہیں، مگر وہ روایت ضعیف ہے۔۔۔۔۔ اور واو قسیمیہ: حرف جر ہے۔۔۔۔۔ ذَرَّتِ الریح التراب (ن) ذرّوا: ہوا کا مٹی اڑانا۔۔۔۔۔ ذُورًا: مفعول مطلق۔۔۔۔۔ وَقْرًا: مفعول بہ۔۔۔۔۔ یسرا: مفعول مطلق من غیر لفظ۔۔۔۔۔ اور امر سے امر الہی مراد ہے یعنی جہاں جتنا پانی برسنا چاہئے ہوائیں برساتی ہیں، پھر بادلوں کو آگے بڑھا دیتی ہیں۔۔۔۔۔ (۲) إِنَّمَا: إن: حرف مشبہ بالفعل اور ما: موصولہ، اور اس کی طرف لوٹنے والی ضمیر صلہ میں محذوف ہے ای تو عدون بہ۔ (۳) ذات الحبک: کاترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے استواء ہا وحسنہا کیا ہے، یعنی درست اور پُر رونق آسمان (تحفۃ القاری: ۹: ۵۱۸) اور اس کاترجمہ راہیں اور دھاری دار بھی کیا گیا ہے۔

تپائے جائیں گے	يُفْتَنُونَ	بھولنے والے ہیں	سَاهُونَ	جو پھیرا گیا	مَنْ أُرْفِكَ
چکھو	ذُوقُوا	پوچھتے ہیں وہ	يَسْأَلُونَ	ناس ہو	قُتِلَ
اپنی گمراہی!	فَنَنْتَكِمُ	کب ہے	أَيَّانَ	انکل اڑانے والوں کا	الْحَرُصُونَ
یہ جو	هَذَا الَّذِي	جزاء کا دن؟	يَوْمُ الدِّينِ	جو	الَّذِينَ
تھے تم اس کی	كُنْتُمْ بِهِ	جس دن وہ	يَوْمَهُمْ	وہ	هُمْ
جلدی مچاتے	تَسْتَعْجِلُونَ	آگ پر	عَلَى النَّارِ	گہرے پانی (غفلت میں)	فِي عَمْرَةٍ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورت کا نام اور موضوع: یہ سورت مکی ہے، پہلے لفظ سے نام رکھا ہے، اس کا نزول کا نمبر ۶ ہے یعنی یہ مکی دور کے وسط کی ہے، اس کا موضوع بھی سورۃ ق کی طرح بعث بعد الموت، آخرت، حساب کتاب اور ثواب و عقاب ہے، گذشتہ سورت: ﴿مَنْ يَخَافُ وَيَعْبُدُ﴾ پر پوری ہوئی تھی: یہ سورت اسی مضمون سے شروع ہو رہی ہے۔

جزاء کا وعدہ سچا ہے، اختلاف فضول ہے، اختلاف کرنے والے سزا پائیں گے

بات یہاں سے شروع کی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام جو خبر دیتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی ہے، یہ خبر بالکل سچی ہے، دوسری زندگی میں جزا و سزا سے ضرور سابقہ پڑے گا، مگر لوگ اس سلسلہ میں مختلف نظریات رکھتے ہیں، کوئی کہتا ہے: زندگی بس یہی زندگی ہے: ﴿وَمَا يُهَيِّئُ لَنَا إِلَّا الدَّاهِرَ﴾: دنیوی زندگی کے علاوہ کوئی زندگی نہیں، اور ہم صرف زمانہ کی گردش سے مرتے جیتے ہیں [الباقیہ ۲۳] یعنی اس عالم کا کوئی کارساز نہیں، اور کوئی کہتا ہے: بزرگ (دوزخ) اور سوگ (جنت) ہیں، اور جزا و سزا بھی ہے، مگر وہ اسی دنیا میں ہے، مگر پھر اسی عالم میں اچھے برے حال میں لوٹ آنا ہے، اسی کو وہ آواگون (تناخ) کہتے ہیں، اور یہود کہتے ہیں: آخرت میں جنت ہمارے ہی لئے ہے، ہم اللہ کی اولاد اور چہیتے ہیں، اور عیسائی کہتے ہیں: ہمارے ہی لئے ہے، اللہ کے بیٹے سولی پر چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ بن گئے ہیں، اور اسلام کہتا ہے کہ آنے والی زندگی میں ہر شخص کو اس کے کئے کا پھل ملے گا، ان مختلف نظریات میں سے صرف اسلام کا نظریہ صحیح ہے، مگر اس کو قبول کرنے کی توفیق ہر شخص کو نہیں ملتی، دوسرے لوگ انکل بچو کا تیر چلاتے ہیں، مگر یہ مسئلہ انکل اڑانے کا نہیں، نہایت سنجیدہ مسئلہ ہے، مگر لوگ غفلت کا شکار ہیں، آخرت کو بھولے ہوئے ہیں، عام مسلمانوں کا حال بھی دوسروں سے کچھ مختلف نہیں، وہ بھی جنت کو عمل کے بغیر اپنی جاگیر سمجھتے ہیں، اور منکرین دوسری زندگی کا ٹھٹھا کرتے ہیں،



کہتے ہیں: جزاء کا دن کب آئے گا؟ جواب: جس دن تم جہنم کا ایندھن بنو گے، اور تم سے کہا جائے گا: اپنی گمراہی کا مزہ چکھو! یہی وہ دن ہے جس کے بارے میں تم جلدی مچاتے تھے!

پھر پہلی دو باتوں کو شواہد و دلائل کے ذریعہ مدلل کیا ہے قرآن کی قسمیں مقسم علیہ (مدعی) کی دلیلیں ہوتی ہیں، مگر دلیل کی تقریریں دو ہیں:

پہلی بات: — مرنے کے بعد زندہ ہونے کی بات سچی ہے، اور اس کی دلیل کی دو تقریریں ہیں:

پہلی تقریر: — آندھیاں چلتی ہیں تو مٹی کو اڑا کر فضاء کی بلندی میں لے جاتی ہیں، جبکہ زمین کی کشش کا تقاضا ہے کہ گرد اوپر نہ اٹھے، ڈھیلا پھینکتے ہیں تو فوراً زمین کی طرف لوٹ آتا ہے، مگر آندھی میں گرد اوپر ہی اٹھتی چلی جاتی ہے — اور سمندر سے جو بھاپ اٹھتی ہے وہ فضاء میں پہنچ کر بوجھل بادل بن جاتی ہے، ہو اس کو فضاء میں تھامے رہتی ہے — اور لاکھوں ٹن کی کشتیاں پانی پر رواں دواں ہیں، جبکہ سو گرام کا ڈھیلا پانی پر نہیں رکتا — اور فرشتے مخلوق کی روزی بانٹتے ہیں، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیتے ہیں، اور وہ ایسا اللہ کے حکم سے کرتے ہیں — یہ سب قدرت الہی کی ادنیٰ کرشمہ سازیاں ہیں، کیا ایسا قادر مطلق دوسری زندگی وجود میں نہیں لاسکتا؟

دوسری تقریر: اللہ تعالیٰ پروردگار عالم ہیں، وہ سب کو روزی پہنچاتے ہیں، اور بارش برساتے ہیں، اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ہوائیں سمندر سے بھاپ کو ابھار کر فضاء کی بلندی میں لے جاتی ہیں، وہاں بھاپ کے بوجھل بادل بن جاتے ہیں، ہوائوں کو فضاء میں اٹھائے رہتی ہے، پھر ان کو سبج سبج لے چلتی ہے، اور جہاں اللہ کا حکم ہوتا ہے بادل برستے ہیں، اسی طرح قیامت کا جو وعدہ ہے وہ سچا ہے، اس کے بھی اسباب بن رہے ہیں، جب اسباب مہیا ہو جائیں گے تو یہ دنیا ختم ہو جائے گی، اور دوسری دنیا شروع ہوگی، اور مومنین انفضال الہی سے نہال ہو جائیں گے اور دوسرے ماتم کناں رہ جائیں گے۔

دوسری بات: — لوگ آخرت کے تعلق سے مختلف باتیں کرتے ہیں، اس کی دلیل کی بھی دو تقریریں ہیں:

پہلی تقریر: — آسمان میں راہیں ہیں، سیاروں اور ستاروں کی مداریں ہیں، اور فرشتوں کی گذرگاہیں ہیں، جیسے یہ دھاریاں مختلف ہیں اسی طرح قیامت کے تعلق سے لوگوں کی باتیں مختلف ہیں۔

دوسری تقریر: — آسمان کو دیکھو! کیسا خوبصورت اور ہر رونق ہے، اس کی یہ رعنائی تاروں کی مرہونِ منت ہے، اور ستارے مختلف رنگوں کے ہیں، کوئی سرخ ہے، کوئی سفید، کوئی زرد، کوئی بڑا، کوئی درمیانی اور کوئی چھوٹا، اسی طرح آخرت کے تعلق سے لوگوں کی باتیں مختلف ہیں۔

﴿ وَالذَّرِيبِ ذُرُوعًا ۖ وَالْحِجَابِ رِقَابًا ۖ فَالْجَبْرِیَّتِ یُسْرًا ۖ فَالْمُقْتَمِیَّتِ اَمْرًا ۖ اِنَّا نُوْعَدُ وَاَنْ لِّصَادِقٍ ۖ وَاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ۙ ﴾

ترجمہ: (گرد یا بھاپ) ابھار کر اڑانے والی ہواؤں کی قسم! پس (بادلوں کا) بوجھ اٹھانے والی ہواؤں کی، پس نرمی سے (بادلوں کو) لے چلنے والی ہواؤں کی، پس حکم (الہی کے مطابق بارش) بانٹنے والی ہواؤں کی! بے شک جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ سچا ہے، اور جزا و سزا ضرور ہو کر رہنے والی ہے۔

﴿ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۖ اِنَّا كُنْمُ لَفِی قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۖ یُؤْفِكُ عَنْكَ مَنْ اُفِكَ ۙ ﴾

ترجمہ: خوبصورت (یاراہوں والے) آسمان کی قسم! بالیقین تم مختلف باتوں میں ہو — جو سب صحیح نہیں، ان میں سے ایک ہی بات صحیح ہے — اس سے پھیرا جاتا ہے جو پھیرا گیا — یعنی جو سعادت سے محروم رہا وہی اس بات کو نہیں مانتا۔  
﴿ قُتِلَ الْخَرَّصُونَ ۖ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُونَ ۖ یَسْئَلُونَ اَیْکَانَ یَوْمِ الدِّیْنِ ۖ یَوْمَ هُمْ عَلَی النَّارِ یُفْتَنُونَ ۖ ذُوْقُوا فِتْنَتَکُمْ ۚ هٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہِ تَسْتَعْجِلُونَ ۙ ﴾

ترجمہ: غارت ہوں اکل ہانکنے والے! جو غفلت میں (آخرت کو) بھولے ہوئے ہیں — اور نہ صرف غافل ہیں، بلکہ ٹھٹھا کرتے ہیں — پوچھتے ہیں: روز جزاء کب ہوگا؟ — جواب: جس دن وہ آگ پر پٹائے جائیں گے — یہ جزاء کا دن ہے، اس دن ان سے کہا جائے گا: — چکھو اپنی گمراہی! یہی ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے!

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنَّتٍ وَعُیُونٍ ۙ اِخْذِیْنَ مَا اَتٰہُمْ رَبُّہُمْ ۗ لَآ اِنَّہُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ مُحْسِنِیْنَ ۙ کَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الْاِیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ۙ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۙ وَفِیْ اَمْوَالِہُمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۙ وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوقِنِیْنَ ۙ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ ۗ اَقْلَادٌ تُبْصَرُوْنَ ۙ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۙ قَوْرِبَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّہٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا اَنْتُمْ تَنْطِقُوْنَ ۙ

ع  
۱۸

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ	بے شک پرہیزگار	وَعُیُوْنٍ	اور چشموں میں ہیں	مَا اَتٰہُمْ رَبُّہُمْ	اس کو جو دیا ان کو
فِیْ جَنَّتٍ	باغات میں	اِخْذِیْنَ (۱)	لینے والے	لَآ اِنَّہُمْ	ان کے پروردگار نے

(۱) اخذین: حال ہے المتقین کا۔

رَبُّكُمْ وَمَا نُوعِدُونَ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ (۳) لَحَقُّ مِثْل (۵) مَا أَنْكَمُ (۶) تَنْطَفُونَ	اور ان کے مالوں میں حق ہے مانگنے والے کا اور کم نصیب کا اور زمین میں نشانیوں ہیں یقین کرنے والوں کیلئے اور تمہاری ذاتوں میں کیا پاس دیکھتے نہیں تم؟ اور آسمان میں	وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ آفَاقًا تَبْصُرُونَ وَفِي السَّمَاءِ	بے شک وہ تھے اس سے پہلے نیکو کار تھے وہ بہت کم رات میں سوتے اور رات کے آخر میں وہ استغفار کرتے ہیں	لَهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُحْسِنِينَ كَانُوا قَلِيلًا (۱) مِّنَ النَّبِيِّ مَا يَهْتَجُونَ وَالْأَسْحَارَ (۲) هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ
---	--	---	---	---

### پرہیزگار آخرت میں مزے میں رہیں گے

منکرین پوچھتے تھے: جزاء کا دن کب آئے گا؟ ان کو جواب دیا تھا کہ جس دن تم کو دوزخ میں الٹ پلٹ کیا جائے گا وہ جزاء کا دن ہوگا، اور قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ جب دوزخیوں کا ذکر آئے تو بالمتقابل جنتیوں کا ذکر کرتا ہے، اس لئے اب متقیوں کا اچھا انجام بیان فرماتے ہیں: — بے شک وہ قبل ازیں نیکو کار تھے — یعنی دنیا سے نیکیاں کما کر لائے ہیں: آج ان کا صلہ ملا ہے — پھر ان نیکیوں کی تھوڑی تفصیل ہے: — وہ رات میں بہت کم سویا کرتے تھے — یعنی عشاء کے بعد فوراً سو جاتے تھے، اور بہت جلدی اٹھ کر عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے — اور آخر شب میں استغفار کیا کرتے تھے — کہ الہی! حق بندگی ادا نہ ہوا، معاف فرما! یعنی عبادت ان کو مغرور نہیں کرتی تھی، بندگی ان کی خشیت کو بڑھاتی تھی — اور ان کے مالوں میں سوائی اور غیر سوائی کا حق تھا — ایک حدیث میں ہے کہ مسکین: وہ نہیں جو کھجور دو کھجور اور لقمہ دو لقمہ کے لئے در بدر پھرے (یہ سوائی ہے) صحابہ نے پوچھا: پھر مسکین کون ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جس کے پاس بقدر حاجت نہیں، اور اس کا حال بھی کوئی نہیں جانتا کہ اس کو خیرات دے، پس یہی محروم ہے (روح)

(۱) آگے ما: زائدہ ہے وہ قلت کی تاکید کے لئے ہے (۲) هَجَع (ف) هَجُوعًا: رات میں سونا (۳) سَحْو: رات کا آخری حصہ (۴) إِنَّهُ: ضمیر کا مرجع ما ہے یعنی روز جزاء، قیامت (۵) مِثْل: منصوب بزوع خافض ہے ای کمثل (۶) مَا أَنْكَم: ما زائدہ یا مصدر یہ ہے ای کسطقکم۔

پر ہیزگاروں کے اچھے انجام کا بیان پورا ہوا۔ اب منکرینِ قیامت سے گفتگو ہے: — اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں (قیامت کی) نشانیاں ہیں — گرمیوں میں زمین اُجڑ جاتی ہے، ہر طرف خاک اڑتی ہے، پھر جو نبی بارش کی بوندیں پڑتی ہیں زمین ابھلنے لگتی ہے، اسی طرح قیامت کے دن مردے زندہ ہونگے — اور زمین میں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ حیات کی قابلیت رکھی ہے، ذرہ ذرہ سے ذی حیات مخلوقات پیدا ہوتی ہیں، اسی طرح زمین سے حیاتِ نو وجود میں آئے گی، یہ دوسری نشانی ہے — اور خود تمہاری ذاتوں میں — انسان پہلی مرتبہ مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، دوسری مرتبہ بھی مٹی سے پیدا ہونگے — کیا پس تم کو دکھائی نہیں دیتا؟ — کہ جو پہلی مرتبہ مٹی سے پیدا کرتا ہے وہ دوسری مرتبہ بھی اس سے پیدا کر سکتا ہے۔

اور آسمان میں تمہاری روزی ہے — یعنی روزی کا فیصلہ آسمان میں ہوتا ہے — اور وہ جو تم سے (قیامت کے تعلق سے) وعدہ کیا جاتا ہے — وہ فیصلہ بھی اوپر سے اترتا ہے — پس قسم ہے آسمان وزمین کے پروردگار کی! بے شک وہ (قیامت کا وعدہ) برحق ہے، جیسے تم باتیں کر رہے ہو — یعنی جیسے اپنے بولنے میں شبہ نہیں ویسا ہی قیامت میں شبہ نہیں، قیامت قائم ہوگی، آخرت آکر رہے گی، اور اللہ کے وعدے ضرور پورے ہونگے۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۖ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ۗ قَالَ  
 سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ۖ فَرَأَى إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ۖ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا  
 تَأْكُلُونَ ۖ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۗ قَالُوا لَا تَخَفْ ۗ وَبَشَرُوا بَعْضُهُمْ أَلْيَمٌ ۖ فَاقْبَلَتْ  
 امْرَأَتُهُ فِي صَرَظَةٍ فَصَكَتَتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۖ قَالُوا كَذَلِكَ ۗ قَالَ رَبِّكِ ۗ  
 إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۖ

هَلْ أَتَاكَ	کیا پہنچی آپ کو	المُكْرَمِينَ <sup>(۱)</sup>	عزت والے	سَلَامًا <sup>(۲)</sup>	سلام
حَدِيثُ	بات	إِذْ دَخَلُوا	جب داخل ہوئے وہ	قَالَ	جواب دیا
ضَيْفِ	مہمانوں	عَلَيْهِ	اس پر	سَلَامٌ <sup>(۳)</sup>	سلام
إِبْرَاهِيمَ	ابراہیم کے	فَقَالُوا	پس کہا انھوں نے	قَوْمٌ	لوگ ہیں

(۱) الْمُكْرَمِينَ: اسم مفعول، باب إكرام: بزرگ، معزز، ضیف کی صفت (۲) سَلَامًا: اى نسلم عليك سلامًا: جملہ فعلیہ ہے۔ (۳) سَلَامٌ: اى عليكم سلام: جملہ اسمیہ ہے، پس جواب البلغ ہے۔

اپنے چہرے پر	وَجْهَهَا	ان سے	مِنْهُمْ	انجانے	مُنْكَرُونَ
اور کہا	وَقَالَتْ	ڈر	خِيفَةً	پس چپکے سے گیا	قَوَاءً <sup>(۱)</sup>
بڑھیا	تَحْجُوزًا	کہا انہوں نے	قَالُوا	اپنے گھر والوں کے پاس	إِلَىٰ أَهْلِهَا
بانجھ!	عَقِيمًا	مت ڈر	لَا تَخَفْ	پس آیا وہ	فَجَاءَ
کہا انہوں نے	قَالُوا	اور خوش خبری دی	وَبَشْرًا	پھڑے کے ساتھ	بِعَجَلٍ
اسی طرح	كَذَٰلِكَ	انہوں نے اس کو		چربی دار (گھی میں	سَجِينٍ
فرمایا ہے	قَالَ	لڑکے کی	يُغْلِبُهُ	بھنا ہوا)	
تیرے رب نے	رَبُّكَ	ذی علم	عَلِيمٍ	پس نزدیک کیا اس کو	فَقَرَّبَهُ
بے شک وہی	إِنَّهُ هُوَ	پس سامنے آئی	فَأَقْبَلَتْ	ان سے	إِلَيْهِمْ
بڑا حکمت والا	الْحَكِيمُ	اس کی بیوی	امْرَأَتُهُ	کہا	قَالَ
بڑا علم والا ہے	الْعَلِيمُ	بولتی ہوئی	رَفِي صَدْرَةٍ	کیوں کھاتے نہیں؟	أَلَا تَأْكُلُونَ
		پس ہاتھ مارا اس نے	فَصَكَتَتْ <sup>(۲)</sup>	پس دل میں چھپایا	فَأَوْجَسَ <sup>(۲)</sup>

فرشتوں نے قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لئے جاتے ہوئے

ابراہیم علیہ السلام کو ذی علم بیٹے کی خوش خبری

اب پانچ اقوام کی تباہی کا ذکر کریں گے، جنہوں نے قیامت کا انکار کیا یعنی قوم لوط، فرعون، عاد، ثمود اور قوم نوح۔ پہلے نمبر پر لوط علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہے، اور قرآن کریم اس واقعہ کی تمہید میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت کا ذکر کرتا ہے، جیسے سورۃ ہود وغیرہ میں کیا ہے، اور جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں حضرات یحییٰ و زکریا علیہما السلام کا سورۃ مریم میں ذکر کیا ہے، یہاں بھی تمہید میں بشارت اسحاق علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔

جب فرشتے لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے اترے تو پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور سلام کیا، ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا، اور دل میں کہا: معلوم نہیں کون لوگ ہیں؟ مگر مہمان تھے، بٹھایا اور چپکے سے گھر میں گئے، اور ایک فریبہ پھڑا بھن کر لائے، مہمان ہاتھ نہیں بڑھا رہے، فرشتے کھاتے کہاں ہیں؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا: (۱) اَرَأَيْتَ إِنْ كُنَّا نَحْمِلُ خَطِيئَتَكَ أَوْ أَنْتَ تَحْمِلُهَا سَيَكُنُ رَجُلَيْنِ ظَالِمِيْنَ (۲) اَوْ جَسَّاسًا (۳) صَدَقَ (ن) صَدَقًا: کسی چیز کی طرف خفیہ طور پر مائل ہونا (۲) اَوْ جَسَّاسًا (۳) صَدَقَ (ن) صَدَقًا: زور سے مارنا۔

آپ حضرات کھاتے کیوں نہیں! اب بھی انھوں نے ہاتھ نہیں بڑھایا تو ابراہیم علیہ السلام کے دل میں انجامنا خوف آیا کہ کہیں بدخواہ تو نہیں! فرشتوں نے تسلی دی کہ آپ ڈریں نہیں، ہم فرشتے ہیں، آپ کو ایک ذی علم بیٹے کی خوش خبری دیتے ہیں، اہلیہ محترمہ پس پردہ سن رہی تھیں، جب معلوم ہوا کہ مہمان فرشتے ہیں تو وہ سامنے آگئیں اور چہرے پر ہاتھ مار کر زور سے کہا: ایک بڑھیا باندھ! جس کی جوانی میں اولاد نہ ہوئی، اب بڑھاپے میں بچہ جنے گی؟ فرشتوں نے کہا: ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے، اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی فرمایا ہے، اور وہی جانتے ہیں کہ بڑھاپے میں بچہ کیسے ہوگا؟ وہ بڑی حکمت والے سب کچھ جاننے والے ہیں۔

آیاتِ پاک: — کیا ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کا واقعہ آپ کو پہنچا ہے؟ جب وہ ان کے پاس آئے، پس ان کو سلام کیا، انھوں نے جواب میں سلام کہا (اور دل میں کہا): انجام نے لوگ ہیں، پس وہ چپکے سے اپنے گھر میں گیا اور ایک فریبہ پھڑالایا، پس اس کو ان کے سامنے رکھا، کہا اس نے: آپ حضرات کھاتے کیوں نہیں؟ پس ان سے دل میں خوف زدہ ہوا، انھوں نے کہا: مت ڈر! اور ان کو ایک ذی علم لڑکے کی خوش خبری دی، پس ان کی بیوی بولتی ہوئی سامنے آئی، پس اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا، اور کہا: ایک بڑھیا باندھ! انھوں نے کہا: ایسا ہی تیرے پروردگار نے فرمایا ہے، بے شک وہ بڑا حکمت والا، بڑا جاننے والا ہے!

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿۱﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِينٍ ﴿۳﴾ مُّسَوِّمَةً ۖ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ﴿۴﴾ فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿۷﴾

قَالَ	کہا اس نے	إِلَىٰ قَوْمٍ	قوم کی طرف	مُّسَوِّمَةً	مٹی کے نشان زدہ
فَمَا خَطْبُكُمْ	پس تمہارا کیا معاملہ ہے	مُّجْرِمِينَ	گنہگار	عِنْدَ رَبِّكَ	تیرے رب کے پاس
أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ	اے بھیجے ہوو؟	لِنُرْسِلَ	تا کہ چھوڑیں ہم	لِلْمُسْرِفِينَ	حد سے نکلنے والوں کیلئے
قَالُوا	کہا انھوں نے	عَلَيْهِمْ	ان پر	فَأَخْرَجْنَا	پس نکالا، ہم نے
إِنَّا أُرْسِلْنَا	بیشک ہم بھیجے گئے ہیں	حِجَارَةً	پتھر		

(۱) خَطْبُ: معاملہ، حالت، (۲) مُّسَوِّمَةً: اسم مفعول، تَسْوِيمٌ: نشان دار، ممتاز، سِيمَاءُ: علامت، نشانی۔

مَنْ كَانَ	جو تھے	فِيهَا	اس میں	اِيَّةٌ <sup>(۲)</sup>	بڑی نشانی
فِيهَا	اس میں	عَذَابٌ بَدِيدٌ <sup>(۱)</sup>	سوائے ایک گھر کے	لِلَّذِينَ	ان لوگوں کے لئے جو
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ	مؤمنین سے	مِنَ الْمُسْلِمِينَ	مسلمانوں کے	يَعَاذُونَ	ڈرتے ہیں
فَمَا وَجَدْنَا	پس نہیں پایا ہم نے	وَتَرَكْنَا فِيهَا	اور چھوڑی ہم نے اس میں	الْعَذَابَ الْأَلِيمَ	دردناک سزا سے

فرشتے دراصل قوم لوط علیہ السلام کی سزا دہی کے لئے اترے تھے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ کی تمہید تھا، فرشتے دراصل قوم لوط کی سزا دہی کے لئے بھیجے گئے تھے، یہ قوم سدوم اور عموره میں آباد تھی، جہاں اب بحر میت یا بحیرہ لوط ہے، یہ قوم طرح طرح کی بدکاریوں میں مبتلا تھی، خاص طور پر تلذذ و بالذلل کی لعنت میں گرفتار تھی، فرشتے جب اترے تو انھوں نے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی اور ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت سنائی — ابراہیمؑ نے پوچھا: پس اے بھیجے ہو (فرشتو!) تمہیں کیا بڑی مہم درپیش ہے؟ — یہ بات فرشتوں نے پہلے ہی بتادی تھی کہ وہ قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں: ﴿قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمٍ لُّوطِي﴾ انھوں نے کہا: آپ نہ ڈریے، ہم لوط کی قوم کی طرف بھیجے ہوئے فرشتے ہیں [ہوہو] اور فرشتے کسی اہم کام کے لئے اتارے جاتے ہیں، اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے ان کی مہم دریافت کی — انھوں نے کہا: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں، تاکہ ان پر کنگر کے پتھر برسائیں — یعنی ان کے جرائم کی پاداش میں ان پر زمین الٹ دیں، اس علاقہ کے نیچے گندھک کے خزانے عرصہ سے جل رہے تھے، جس سے زمین پک کر کھنگر بن گئی تھی، جب زمین پھٹی تو ان پر پتھروں کی بارش برسی — جن پر آپ کے رب کے پاس خاص نشان ہیں حد سے گذرنے والوں کے لئے — یعنی کونسا پتھر کس کو لگے گا یہ بات اللہ کے علم میں ہے، کوئی بات اللہ سے مخفی نہیں — پس نکالا ہم نے — یعنی اللہ تعالیٰ نے — ان ایمان داروں کو جو اس سستی میں تھے، پس نہیں پایا ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے علاوہ — یہ گھر لوط علیہ السلام کا تھا، اور کوئی ایمان نہیں لایا تھا، — اور ہم نے اس میں ایک بڑی نشانی چھوڑی ان لوگوں کے لئے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں — بحر میت مراد ہے، دیکھو اس کو جو دیدہ عبرت نگاہ ہو!

وَفِي مِثْلِهِ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۲﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سِحْرٌ

(۱) غیو: مضاف ہے۔ (۲) آیت: تنوین تعظیم کے لئے ہے۔

أَوْ مَجْنُونٌ ۝ فَأَخَذْنَاهُ وَجُودَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ۝ وَفِي عَادٍ إِذْ  
 أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ۝ مَا تَذَرُونَ شَيْءًا أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ۝  
 وَفِي ثَمُودَ إِذْ قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ۝ فَتَوَّأ عَنْ آهْرَارِهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ الصُّعْقَةُ  
 وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۝ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا كَانُوا مُنتَصِرِينَ ۝ وَقَوْمِ نُوحٍ مِّنْ  
 قَبْلُ لَإِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِيقِينَ ۝

اور موسیٰ میں:	اور موسیٰ میں	دریا میں	دریا میں	اور موسیٰ میں:	وَ فِي مُوسَىٰ (۱)
(یاد کرو) جب	(یاد کرو) جب	در انحالیکہ وہ ملامت	در انحالیکہ وہ ملامت	(یاد کرو) جب	إِذْ (۲)
بھیجا ہم نے اس کو	بھیجا ہم نے اس کو	کیا ہوا	کیا ہوا	بھیجا ہم نے اس کو	أَرْسَلْنَاهُ
فرعون کی طرف	فرعون کی طرف	اور عادیں	اور عادیں	فرعون کی طرف	إِلَىٰ فِرْعَوْنَ
غلبہ کے ساتھ	غلبہ کے ساتھ	(یاد کرو) جب	(یاد کرو) جب	غلبہ کے ساتھ	بِسُلْطٰنٍ (۳)
کھلے	کھلے	چھوڑی ہم نے	چھوڑی ہم نے	کھلے	مُتَّبِعِينَ
پس روگردانی کی اس نے	پس روگردانی کی اس نے	ان پر	ان پر	پس روگردانی کی اس نے	فَتَوَلَّىٰ
اپنے کھونٹے کے ساتھ	اپنے کھونٹے کے ساتھ	ہوا	ہوا	اپنے کھونٹے کے ساتھ	بِرُكْبٰنِهِ (۴)
اور کہا اس نے	اور کہا اس نے	بانجھ	بانجھ	اور کہا اس نے	وَقَالَ
جادوگر ہے	جادوگر ہے	نہیں چھوڑتی تھی وہ	نہیں چھوڑتی تھی وہ	جادوگر ہے	سَجْدٌ
یا پاگل ہے	یا پاگل ہے	کسی چیز کو	کسی چیز کو	یا پاگل ہے	أَوْ مَجْنُونٌ
پس پکڑا ہم نے اس کو	پس پکڑا ہم نے اس کو	گذرتی تھی وہ اس پر	گذرتی تھی وہ اس پر	پس پکڑا ہم نے اس کو	فَأَخَذْنَاهُ
اور اس کے لشکر کو	اور اس کے لشکر کو	مگر کر دیتی تھی وہ اس کو	مگر کر دیتی تھی وہ اس کو	اور اس کے لشکر کو	وَجُودَهُ
پس پھینک دیا ہم نے ان کو	پس پھینک دیا ہم نے ان کو	چورے کی طرح	چورے کی طرح	پس پھینک دیا ہم نے ان کو	فَنَبَذْنَاهُمْ

(۱) کو فی موسیٰ: فیہا پر عطف ہے، ای: تر کنا فی قصۃ موسیٰ آیۃ: موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بڑی نشانی چھوڑی  
 (۲) إذ: تینوں جگہ فعل محذوف اذکر کا ظرف ہے (۳) سلطان: دبدبہ، غلبہ، مراد معجزات ہیں (۴) رُکْن: پایہ، کھونٹا، مراد  
 ارکان دولت ہیں، وہی فرعون کا کھونٹا تھے (۵) العقیم: بانجھ یعنی خیر سے خالی۔



مَنْ قَبْلِهِمْ	کھڑے ہونے کی	وَقَوْمَهُمْ نُوْحٌ <sup>(۱)</sup>	اور نوح کی قوم کو	كَانُوا	تھے
وَمَا كَانُوا	اور نہ تھے وہ	مِنْ قَبْلِ	ان سے پہلے	قَوْمًا	لوگ
مُنْتَصِرِينَ	بدلہ لینے والے	لَانَّهُمْ	بے شک وہ	فٰسِقِيْنَ	نافرمان

فرعون، عاد، ثمود اور قوم نوح کی تباہی میں بھی عبرت کا سامان ہے

ان اقوام نے بھی رسولوں کی تکذیب کی، اور رسول کی تکذیب توحید و آخرت کی تکذیب ہے، پس دیکھو! ان کی تکذیب کا انجام:

۱- اور موسیٰ (کے قصہ) میں (بھی عبرت ہے، یاد کرو): جب ہم نے ان کو فرعون کی طرف بھیجا، واضح غلبہ کے ساتھ — یعنی بڑے دو معجزات (عصا اور ید بیضاء) کے ساتھ — پس اس نے اپنے ارکان کے ساتھ سرتابی کی — یعنی اکیلا نہیں ڈوبا، دوسروں کو بھی لے ڈوبا! — اور اس نے کہا: (یہ) جادوگر (ہے) یا پیاگل ہے — او: بمعنی داوہے یعنی معجزات دکھانے میں توجادوگر ہے اور دعویٰ رسالت میں پاگل ہے — پس ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑا — یہ معنوی پکڑ ہے یعنی سزا دی — اور ان کو دریا میں ڈال دیا دریا علیکہ وہ ملامت زدہ تھے — یعنی انھوں نے کام ہی ملامت کے کئے تھے!

۲- اور عاد (کے قصہ) میں بھی (عبرت ہے، یاد کرو): جب ہم نے ان پر نامبارک ہوا چھوڑی — یعنی عذاب کی آندھی آئی، جو خیر و برکت سے یکسر خالی تھی — وہ جس چیز پر بھی گذرتی اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی — اس نے مجرموں کی بھی جڑ کاٹ دی!

۳- اور ثمود (کے قصہ) میں (بھی عبرت ہے، یاد کرو): جب ان سے کہا گیا: چند دن مزے اڑالو! — ان کو صالح علیہ السلام نے اطلاع دی تھی کہ تین دن کے بعد عذاب آئے گا [ہود: ۶۵] — پس انھوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرتابی کی — یعنی عذاب کی وارنگ کے بعد بھی ان کی شرارت دن بدن بڑھتی گئی — پس ان کو کڑک نے پکڑا — زلزلہ آیا، اس میں سخت آواز تھی — اور وہ کھلی آنکھوں اس کو دیکھ رہے تھے — یعنی دن دہاڑے زلزلہ آیا تھا — پس نہ تو وہ کھڑے ہی ہو سکے، نہ وہ بدلہ لے سکے — یعنی جو جس حال میں تھا اسی حال میں ڈھیر ہو گیا، اور ان کا سب زور خاک میں مل گیا، وہ کسی تدبیر سے اللہ کے عذاب سے بچ نہ سکے۔

۴- اور (ہم نے ہلاک کیا) نوح کی قوم کو ان (اقوام) سے پہلے، بے شک وہ نافرمان لوگ تھے! — یعنی بغاوت (۱) قوم نوح: اہلکنا: فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔

دشمنی اور کفر و عصیان کی وجہ سے تباہ کئے گئے، اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا۔

وَالسَّمَاءِ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿۵۸﴾ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمُهَيَّوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ  
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۶۰﴾

وَالسَّمَاءِ	اور آسمان کو	وَالْأَرْضَ	اور زمین کو	خَلَقْنَا	بنائے ہم نے
بَنَيْنَاهَا	بنایا ہم نے اس کو	فَرَشْنَاهَا	بچھایا ہم نے اس کو	زَوْجَيْنِ	جوڑے
بِأَيْدٍ <sup>(۱)</sup>	ہاتھوں سے	فَنِعْمَ	پس کیا خوب ہیں (ہم)	لَعَلَّكُمْ	تا کہ تم
وَإِنَّا	اور بے شک ہم	الْمُهَيَّوْنَ <sup>(۲)</sup>	بچھانے والے	تَذَكَّرُونَ	دھیان کرو
لَمُوسِعُونَ <sup>(۳)</sup>	البتہ کشادہ کرنے والے ہیں	وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ	اور ہر چیز کے		

### قانون ازدواج (جوڑی کے قانون) سے آخرت پر استدلال

ازدواج: دو ہونا، جوڑا ہونا، جوڑی: وہ دو چیزیں جو مل کر ایک مقصد کی تکمیل کریں، ان کیلئے نرمادہ ہونا ضروری نہیں، جیسے:

- 1- دو جوتے چیل جوڑی ہیں، آدمی جوتے پہن کر سوار ہو کر چلتا ہے، پیر گردوغبار سے بچنے میں، کانٹا کنکر نہیں چبھتا، اور تھکن بھی کم لگتی ہے، تجربہ کر کے دیکھو، اسی لئے ایک چیل پہن کر چلنے کی ممانعت آئی ہے، کیونکہ اس سے مقصد حاصل نہیں ہوتا۔
- 2- کرتا پاجامہ جوڑا ہیں، زینت دونوں کپڑوں سے حاصل ہوتی ہے، ایک کپڑے میں بھونڈا معلوم ہوتا ہے۔
- 3-4- نرمادہ جوڑا ہیں، نسل دونوں سے چلتی ہے، اسی طرح غلہ اور تلہن (روٹی سالن) جوڑا ہیں، کھانا دونوں سے جزو بدن ہوتا ہے۔

5- جنت اور جہنم جوڑا ہیں، جزا و سزا کا مقصد دونوں سے حاصل ہوتا ہے۔

6- فرشتے اور شیاطین جوڑا ہیں، ایک خیر کی قوت (ملکیت) کو ہمیز کرتے ہیں دوسرے شر کی قوت (بیمیت) کو، اس طرح اختیاری اعمال وجود میں آتے ہیں، اور جزا و سزا کا تحقیق پیدا ہوتا ہے۔

7- آسمان اور زمین جوڑا ہیں، آسمان برستا ہے اور زمین اُگاتی ہے، اس طرح معیشت کا انتظام ہوتا ہے۔

اسی طرح متقابلات: رات دن، اندھیرا اجالا، سیاہی سفیدی، بیماری تندرستی اور کفر ایمان وغیرہ کو بچھنا چاہئے اور سورۃ

(۱) اید: ید کی جمع، اصل میں ایدی تھا، تنوین کی وجہ سے یاء گری، جیسے قاضی سے قاض (۲) اَوْسَعِ اِنْسَاعَا: کشادہ کرنا،

الموسع: اسم فاعل۔ (۳) مخصوص بالمدح: نحن پوشیدہ ہے۔

پس (آیت ۳۶) میں ہے کہ جوڑے کا قانون کلی ہے: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِمَّنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ (جوڑے سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سب چیزوں کی جوڑیاں بنائیں، نباتات کی اقسام کی اور خود انسانوں کی، اور ان مخلوقات کی جن کو لوگ نہیں جانتے۔

اسی طرح دنیا اور آخرت جوڑی ہیں، دونوں مل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتے ہیں، اور وہ مقصد ہے: تکلیف شرعی اور جزا و سزا، دنیا عمل کے لئے ہے، یہاں عمل کا بدلہ نہیں، اور آخرت جزاء کے لئے ہے وہاں اختیاری عمل نہیں، اگر صرف دنیا ہوتی تو نیک عمل رائیگاں جاتا، اور صرف آخرت ہوتی تو جزا و سزا کس بات کی ہوتی؟ پس جو لوگ دھیان کریں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا کے ساتھ آخرت کا ہونا ضروری ہے۔

قرآن کا ایک خاص اسلوب: قرآن کریم جب کوئی دلیل پیش کرتا ہے تو کبھی اجزائے دلیل کی تفصیل بھی کرتا ہے ایسی جگہ قاری تفصیل میں کھوجاتا ہے اور استدلال کی طرف توجہ نہیں جاتی، یہاں بھی آسمان و زمین کو مقابلات (جوڑی) کی حیثیت سے پیش کیا ہے، ساتھ ہی آسمان و زمین کی وسعت (کشادگی) بھی بیان کی ہے، اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بہت بڑا بنایا ہے، کیونکہ اللہ نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے، اس لئے اس کو بہت پہنا بنایا ہے، یہی حال زمین کا ہے ﴿الْمِهْدُوْنَ﴾ میں یہ مفہوم بھی ہے، زمین اتنی بڑی بنائی ہے کہ وہ فرش (بستر) بن گئی ہے۔

﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنَا بِاَیْدِنَا وَرَآئِنَا لَمُجِیْمُوْنَ ۝ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمِهْدُوْنَ ۝ وَصَمَّ كُلِّ شَیْءٍ ۝ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: اور ہم نے آسمان کو ہاتھوں سے بنایا — اضافت تعظیم کے لئے ہے کہ اللہ نے آسمان بہت بڑا بنایا ہے — اور بے شک ہم اس کو بہت وسیع بنانے والے ہیں — یہ ہاتھوں سے بنانے کا ثمرہ ہے — اور زمین کو ہم نے بچھایا — یہاں بھی باید مراد ہے — سو ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں — یہ باید کا ثمرہ ہے، یعنی زمین اتنی بڑی بنائی ہے کہ وہ باوجود گولائی کے فرش معلوم ہوتی ہے، مگر وہ آسمان جتنی بڑی نہیں، فی نفسہ بڑی ہے، اس لئے باید کو حذف کیا — اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے — پس یہ کلی قانون ہے — تاکہ تم دھیان دو — کہ اس دنیا کا بھی جوڑا ہے، اور اس طرح تم آخرت کی ضرورت کو سمجھ لو۔

فَفِرُّوْا اِلَیَّ اللّٰهِ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ كَذٰلِكَ مَا اَتٰۤی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہُمْ مِنْ رَّسُوْلِیْ اِلَّا قَالُوْۤا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ اَنْوَاصٍ بِہٖۤ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طٰغُوْنَ ۝ فَتَوَلَّوْۤا عَنْہُمْ فَمَا اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝ وَ

ذَكَرْ فَإِنَّ الذِّكْرَ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝  
 مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُوا ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ  
 الْمَتِينِ ۝ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ ۝  
 قَوْلِ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝

پس لپکو	مَا آتَى	نہیں آیا	قَوْلٌ <sup>(۴)</sup>	پس مڑیں آپ
اللہ کی طرف	الَّذِينَ	(ان کے پاس) جو	عَنْهُمْ	ان سے
پیشک میں تمہارے لئے	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے ہیں	فَمَا أَنْتَ	پس نہیں ہیں آپ
اللہ کی طرف سے	مِنْ رَسُولٍ	کوئی پیغامبر	بِمَلُومٍ <sup>(۵)</sup>	ملامت کئے ہوئے
ڈرانے والا ہوں	إِلَّا قَالُوا	مگر کہا انھوں نے	وَذَكَرْ	اور نصیحت کریں
کھول کر	سَاجِدٌ	جادو گر ہے	فَإِنَّ الذِّكْرَ	بے پیشک نصیحت کرنا
اور نہ بناؤ تم	أَوْ مَجْنُونٌ	یاد دیا نہ ہے	تَنْفَعُ	فائدہ پہنچاتا ہے
اللہ کے ساتھ	أ	کیا	الْمُؤْمِنِينَ	مؤمنین کو
کوئی اور معبود	تَوَاصُوا <sup>(۳)</sup>	ایک دوسرے کو وصیت	وَمَا خَلَقْتُ	اور نہیں پیدا کیا میں نے
پیشک میں تمہارے لئے		کر مرے ہیں وہ	الْجِنَّ	جنات کو
اللہ کی طرف سے	يَه	اس (انکار رسالت) کی؟	وَالْإِنْسَ	اور انسانوں کو
ڈرانے والا ہوں	بَلْ هُمْ	بلکہ وہ	إِلَّا لِيَعْبُدُونِ	مگر تاکہ عبادت کریں
کھول کر	قَوْمٌ	لوگ ہیں		وہ میری
اس طرح	طَاعُونَ	سرکشی کرنے والے	مَا أُرِيدُ	نہیں چاہتا میں

(۱) اِلَى اللّٰهِ: میں مجاز بالخذف ہے اِی: اِلَى دین اللّٰهِ (۲) کَذٰلِكَ: کا مشار الیہ/ مشہ بہ بعد کا مضمون ہے، جیسے ہذہ مقدمۃ کا مشار الیہ بعد کا مضمون ہوتا ہے (۳) تَوَاصَى الْقَوْمُ: ایک دوسرے کو وصیت کرنا، نصیحت و تلقین کرنا (۴) قَوْلٌ: قَوْلٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، عن: صلہ کے ساتھ: منہ پھیرنا، نزدیکی چھوڑنا، اور بغیر صلہ کے دوستی کرنا، والی حاکم بنا، کسی کام کا ذمہ دار ہونا (۵) مَلُومٌ: اسم مفعول، لَامَةٌ (ن) لَوْ مَا: ملامت کرنا، کسی کو آڑے ہاتھوں لینا۔

ان سے	الْمَكْتَبِينَ	قوی	فَلَا يَسْتَعْمَلُونَ	پس جلدی نہ چھائیں وہ سمجھ گئے
کوئی روزینہ	فَاتَانَ	پس بے شک	قَوِيلٌ	پس ہلاکت ہے
اور نہیں چاہتا میں	لِلَّذِينَ	ان کے لئے جنھوں نے	لِلَّذِينَ	ان کے لئے جنھوں نے
کہ کھلائیں وہ مجھے	كَلَّمُوا	نا انصافی کی	كَفَرُوا	انکار کیا
بے شک اللہ تعالیٰ ہی	ذُنُوبًا <sup>(۱)</sup>	بھرا ہوا ڈول ہے	مِنْ يَوْمِهِمْ	ان کے اس دن سے
روزی سینے والے ہیں	مِثْلَ ذُنُوبِ	جیسے بھرا ہوا ڈول	الَّذِينَ	جس کا وہ
زور والے	أَصْحَابِهِمْ	ان کے ساتھیوں کا	يُوعَدُونَ	وعدہ کئے گئے ہیں

### آخرت کے عقیدہ کے ساتھ توحید و رسالت کا اعتقاد بھی ضروری ہے

اسلام کے بنیادی عقیدے تین ہیں: توحید، رسالت اور آخرت، آخرت کی ضرورت دلیل سے ثابت ہوگئی، اب لوگوں کو چاہئے کہ فوراً اللہ کا دین قبول کریں اور آخرت کی تیاری کریں، اللہ کے رسول اسی لئے مبعوث کئے گئے ہیں کہ وہ لوگوں کو کھڑکھڑائیں تاکہ لوگ اپنے باطل ادیان کو چھوڑ کر اللہ کا دین قبول کریں۔

اور اللہ کے دین کا بنیادی عقیدہ توحید ہے، سب سے پہلے اس کو درست کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر دین معتبر نہیں، اور توحید کا مطلب ہے: ایک اللہ کا ہو کر رہنا، کسی دوسرے سے کو نہ لگانا، کسی دوسرے کی چوکھٹ پر ماتھانہ ٹیکنا، رسول کی بعثت کا بنیادی مقصد لوگوں کو وارننگ دینا ہے کہ وہ شرک سے بچیں۔

اور اسلام کا دوسرا بنیادی عقیدہ رسالت ہے، نبوت کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے شروع ہوا ہے، پہلا انسان پہلا نبی ہے، کیونکہ اللہ کی راہ نمائی کے بغیر بندے اللہ کی مرضی (پسند) نہیں جان سکتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ انبیاء پر احکام نازل فرماتے ہیں، وہ بندوں کو آگاہ کرتے ہیں، اور لوگ ان پر عمل کر کے اللہ کے مقبول بندے بنتے ہیں۔

مگر لوگوں کا برتاؤ ہمیشہ رسولوں کے ساتھ گستاخی کا رہا ہے، جب بھی کوئی رسول مبعوث کئے گئے تو لوگوں نے ان پر جادوگر یا پاگل کی پھبتی کسی، یہی معاملہ مکہ کے مشرک نبی ﷺ کے ساتھ کر رہے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو ہیت کر مارتے ہیں کہ اگر تمہارے زمانہ میں کوئی رسول مبعوث ہو تو اس کو جادوگر یا پاگل کہنا، اور اس کی بات ہرگز نہ سننا۔

پھر فرماتے ہیں کہ ایسی ہیت تو کوئی نہیں کرتا، بات درحقیقت یہ ہے کہ لوگوں کی فطرت میں سرکشی ہے، اور ایک فطرت سے ایک ہی طرح کے افعال صادر ہوتے ہیں، اس لئے ہر زمانہ میں لوگوں نے رسولوں کے ساتھ یہی برتاؤ کیا،

(۱) ذنوب: پانی سے بھرا ڈول، ذنو: خالی ڈول، اور سجنل: عام ڈول۔

پھر اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ اپنا فرض ادا کر چکے، اب زیادہ لوگوں کے پیچھے پڑنے کی اور غم کھانے کی ضرورت نہیں، لوگ نہیں مانتے تو آپ پر اس کا کچھ الزام نہیں، وہ خود الزام خوردہ ہیں، ہاں سمجھانا آپ کا کام ہے، آپ یہ سلسلہ جاری رکھیں، جس کی قسمت میں ایمان ہوگا اس کو نفع پہنچے گا، اور منکروں پر اللہ کی حجت تام ہوگی۔

﴿فَقَرُّوا وَإِلَى اللَّهِ عِزَّتِي لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ۝ أَتَوَاصَوْا بِهِ، بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۝ قَتُولٌ عَنْهُمْ مِمَّا آتَى بَمَلُومٍ ۝ وَذَكَرَ فَإِنَّ الذِّكْرَ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾

ترجمہ: پس اللہ (کے دین) کی طرف لپکو۔ دیر مت کرو، معلوم نہیں موت کب آجائے! — بیشک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اگر خواب غفلت میں رہے، اور موت آچکی تو سنہرا موقعہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اور تم اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود تجویر مت کرو — یہ دین اسلام کا سب سے اہم مسئلہ ہے یعنی اللہ کو ماننا کافی نہیں، اللہ کو تو سبھی مانتے ہیں، اس کو وحده لا شریک له ماننا ضروری ہے، اور عملاً بھی غیر اللہ کی بندگی سے کنارہ کش رہنا ضروری ہے۔ بیشک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں — پہلا انذار خاص کافروں کے لئے تھا، یہ دوسرا انذار عام ہے، کافروں کے لئے بھی ہے اور نام نہاد مسلمانوں کے لئے بھی یعنی قبر پرستوں کے لئے بھی، اس لئے تکرار نہیں۔ رسالت کا مسئلہ: — اسی طرح — یعنی جیسا گذشتہ اقوام نے رسولوں کے ساتھ برتاؤ کیا ویسا ہی برتاؤ یہ مکہ کے مشرکین بھی آپ کے ساتھ کر رہے ہیں، گذشتہ امتوں نے کیا برتاؤ کیا؟ — نہیں آیا گذشتہ کافروں کے پاس کوئی پیغمبر مگر انہوں نے کہا: یہ جادوگر ہے یا پاگل ہے! — یہی پھبتی یہ لوگ آپ پر کس رہے ہیں۔

جواب: — کیا وہ لوگ اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کر مرے ہیں؟ (نہیں) بلکہ وہ سب سرکش لوگ ہیں! — یعنی شرارتی طبیعت میں سب مشترک ہیں، یہی اشتراک آج کے کافروں سے وہ الفاظ کہلواتا ہے جو گذشتہ شریروں نے کہے تھے۔

تسلی: — پس آپ ان سے منہ پھیر لیں، آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں — کہ وہ مسلمان کیوں نہیں ہوئے؟ — اور سمجھاتے رہیں، کیونکہ سمجھانا ایمان داروں کو نفع دیتا ہے — آیت عام ہے بالفعل اور بالقوة ایمانداروں کو، سب کے لئے سمجھانا مفید ہے۔

دین بندوں کی مصلحت کے لئے نازل کیا گیا ہے

اب ایک سوال کا جواب دیتے ہیں، لوگ ہمیشہ رسولوں کے ساتھ گستاخانہ برتاؤ کرتے رہے، اور ہلاک ہوتے رہے،

پھر بھی رسالت کا سلسلہ برابر جاری ہے، آخر اس میں مصلحت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ دین مکلف مخلوقات (جنات اور انسانوں) کی مصلحت کے لئے نازل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں، جس طرح انھوں نے بدن کی ضروریات کا انتظام کیا ہے، روح کی بالیدگی کا بھی انتظام کیا ہے، اور اسی مصلحت سے اللہ نے ہر زمانہ میں اپنا دین نازل کیا ہے تاکہ بندے اس پر عمل کر کے خود کو سنواریں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جنات اور انسان اللہ کے بندے (غلام) ہیں، بندگی ان کی فطرت ہے، ان کی طبیعت کا تقاضا ہے کہ وہ کسی کے سامنے جھکیں، پس ضروری ہوا کہ وہ اپنے خالق و مالک کے سامنے جھکیں، پیدا کیا اللہ نے، پال پوس رہے ہیں وہ، اور سر جھکا ئیں کسی غیر کے سامنے: یہ کیسی نامعقول بات ہے! چنانچہ فرمایا کہ میں نے جنات اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں، کسی دوسری چوکھٹ پر جہہ سائی نہ کریں، مگر انسان مظاہر پرست ہے، ہر نافع اور ضار کی طرف جھک جاتا ہے، اور اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی بندگی شروع کر دیتا ہے، اس لئے ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنا دین نازل فرمائیں، اور بندوں کو اپنی بندگی کا مکلف بنائیں، اس لئے لوگوں کے نہ چاہتے ہوئے بھی نبوت کا سلسلہ قائم فرمایا اور ہر زمانہ میں اپنا دین نازل کیا۔

مگر یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ اللہ کی بندگی میں اللہ کا کچھ نفع نہیں، بندوں ہی کا نفع ہے، دنیا کے آقا غلاموں جیسا معاملہ نہیں، جب رقیق (غلامی) کا دور تھا تو غلام دو مقصد کے لئے ہوتے تھے، بعض سے تو آقا روزینہ (دھاڑی، روز کی مزدوری) کمواتا تھا، اور بعض سے خدمت لیتا تھا، وہ کھانا پکا کر آقا کو کھلاتے تھے، اس قسم کا کوئی نفع اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں لوٹتا، اللہ تعالیٰ تو خود روزی رساں ہیں، وہ مضبوط قوت و طاقت والے ہیں، ان کو کسی کے تعاون کی کیا ضرورت ہے؟ اور کھانا تو اللہ کی شان کے خلاف ہے، بلکہ بندوں کی بندگی خود ان کے حق میں مفید ہے، اور وہ یہ ہے کہ اچھا بندہ (غلام) وہ ہے جو آقا کی مرضی کے مطابق چلے، آقا اس سے خوش ہوگا اور انعام سے نوازے گا۔ اسی طرح بندے بندگی کے ذریعہ اللہ کے محبوب بنتے ہیں، اور دنیا و آخرت میں سرخ رو ہوتے ہیں۔

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝﴾

ترجمہ: اور میں نے جنات اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں — جنات اور انسانوں سے مکلف مخلوقات مراد ہیں، اس عالم میں یہی دو مکلف مخلوق ہیں، اور مکلف کے معنی ہیں: اپنے اختیار سے کام کرنا یا نہ کرنا۔ ان بندوں کو اللہ تعالیٰ نے جزوی اختیار دیا ہے، جب وہ اپنے اس اختیار سے کوئی کام کرنا چاہتے ہیں یا نہیں کرنا چاہتے تو اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کرتے ہیں، پس بندے کا سب ہیں اور اللہ تعالیٰ خالق، پھر پسند یا ناپسند خلق کے علاوہ ہیں، اور یہ

پسند اور ناپسند بھی بندوں کے تعلق سے ہے، اور اسی پر جزا و سزا مرتب ہوتی ہے۔

اور عبادت (بندگی) سے مراد نماز روزہ ہی نہیں، پوری زندگی کو آقا کی مرضی کے تابع کرنے کا نام عبادت ہے، اور علماء نے انسان کی زندگی کو پانچ اقسام میں گھیرا ہے: عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت (رہن سہن) ان پانچوں میں اللہ نے احکام دیئے ہیں، ان کی تعمیل کا نام عبادت ہے۔

میں اُن سے کوئی روزیہ نہیں چاہتا، اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں — یہ آقا اور غلام کی مثال ہے —  
 بے شک اللہ تعالیٰ ہی سب کو روزی پہنچانے والے، مضبوط قوت والے ہیں — یعنی اُن کی بندگی سے میرا کچھ فائدہ نہیں، انہی کا نفع ہے، میں وہ مالک نہیں جو غلاموں سے کہے: میرے لئے کما کر لایا میرے سامنے کھانا لا کر رکھو، میری ذات ان تحیلات سے پاک اور برتر ہے، میں ان سے اپنے لئے روزی کیا طلب کرتا، خود ان کو اپنے پاس سے روزی پہنچاتا ہوں، بھلا مجھ جیسے زور آور اور قادر و توانا کو تمہاری خدمات کی کیا حاجت ہو سکتی ہے؟ بندگی کا حکم صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ تم میری شہنشاہی اور عظمت و کبریائی کا قولاً و فعلاً اعتراف کر کے میرے خصوصی الطاف و مہراہم کے مورد مستحق بنو:  
 مَنْ نَدَّ كَرَمَ خَلْقٍ تَا سُوْدَے كَنَم ۞ بَلْكَ تَا بَر بِنْدَاگَاں بُوْدَے كَنَم  
 (میں نے مخلوق اس لئے نہیں بنائی کہ کچھ نفع اٹھاؤں ۞ بلکہ اس لئے بنائی ہے کہ بندوں پر سخاوت کروں)  
 (فوائد شبری)

اللہ کا دین قبول نہ کرنے والوں کو الٹی میٹم

اگر مکہ کے ظالم (مشرک) فہمائش کے باوجود اللہ کا دین قبول نہیں کرتے تو وہ جان لیں کہ ان کا شرارت کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے، جیسے گذرے ہوئے ان کے بھائی بندوں کا شرارت کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا تو عذاب آیا اور وہ صفحہ ہستی سے مٹا دیئے گئے، مشرکین مکہ کے لئے بھی ایک وعدہ کا دن ہے، اس کو آنے دو، جلدی مت مچاؤ، کیونکہ کام وقت پر ہوتا ہے۔ مراد قیامت کا دن ہے، یا اس سے پہلے ہی کوئی دن سزا کا آجائے، چنانچہ مشرکین مکہ کو بدر میں خاصی سزا ملی۔

﴿ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِّثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْمِلُونَ ۝ قَوْلًا لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝ ﴾

ترجمہ: پس بیشک ناانصافوں (مشرکوں) کا ڈول بھر چکا ہے، جیسے ان کے ساتھیوں کا ڈول بھر چکا تھا، پس وہ مجھ سے عذاب جلدی طلب نہ کریں، کیونکہ مکررین کے لئے ہلاکت ہے اُن کے اُس دن میں جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے!

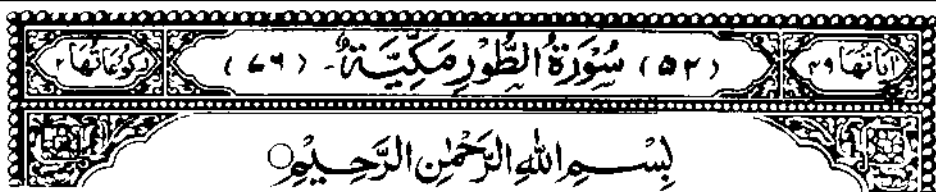


بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ الطور

یہ مکی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۷۶ ہے، یعنی مکی دور کے آخر کی سورت ہے، اور پہلے لفظ سے نام رکھا ہے، اس کا موضوع بھی مکی سورتوں کی طرح آخرت اور رسالت ہے، توحید کا بیان اس سورت میں نہیں ہے، سورت آخرت کے بیان سے شروع ہوئی ہے، پھر رسالت کا بیان ہے، اور آخر میں نبی ﷺ کی تسلی فرمائی ہے۔

گذشتہ سورت عذاب کی دھمکی ﴿يُوعَذِّبُونَ﴾ پر پوری ہوئی تھی، یہ سورت اسی کے تحقق وقوع ﴿إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ﴾ سے شروع ہوئی ہے، پہلے چار شواہد (نظائر) سے جو ھقیقۃً یا حکماً وعدے ہیں استدلال کیا ہے کہ عذاب آخرت کا وعدہ یقینی ہے۔



وَ الطُّورِ ۝ وَ كِتَابٍ مَّسْطُورٍ ۝ فِي رَقٍّ مَّنْشُورٍ ۝ وَ الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ۝ وَ السَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ۝ وَ الْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ۝ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ۝ وَ تَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝ فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ۝

وَ الطُّورِ <sup>(۱)</sup>	طور پہاڑ کی قسم!	مَسْطُورٍ	لکھی ہوئی کی	مَنْشُورٍ <sup>(۲)</sup>	پھیلی ہوئی
وَ كِتَابٍ <sup>(۲)</sup>	اور کتاب	فِي رَقٍّ <sup>(۳)</sup>	پتی کھال میں	وَ الْبَيْتِ	قسم اللہ کے گھر

(۱) و الطور: چار جگہ وا قسمیہ ہے (۲) و کتاب: میں واو عاطفہ ہے، منشور تک ایک قسم ہے (۳) راق: پتی کھال، پہلے اس پر مختصر تحریریں لکھتے تھے، کسری کے نام والا نامہ ہرن کی کھال پر لکھا تھا (۴) منشور: دستاویز کی طرح پھیلی ہوئی، جس کو گول لپٹتے ہیں۔

چل کر	سَيِّرًا	نہیں ہے اس کو	مَّالَةً	آباد کئے ہوئے کی	الْمَعْمُورِ
پس بری گت بنے گی	قَوْنِيْلٌ	کوئی ہٹانے والا	مِنْ دَافِعٍ	قسم چھت	وَالشَّقْفِ
اس دن	يَوْمَئِذٍ	جس دن	يَوْمَ (۲)	بلند کی ہوئی کی	الْمَرْفُوعِ
جھٹلانے والوں کی	لَمَّا كَذَّبْتُمْ	لرز جائے گا	تَمُورٍ (۳)	قسم سمندر	وَالْبَعْرِ
جو	الَّذِينَ	آسمان	السَّمَاءِ	کھولائے ہوئے کی	الْمَسْجُورِ (۱)
وہ	هُمْ	کچپا کر	مَوْرًا	بے شک سزا	لِأَنَّ عَذَابَ
فضول باتوں میں	فِي خَوْضٍ (۴)	اور پھریں گے	وَتَسِيدُ	تیرے رب کی	رَبِّكَ
کھیل رہے ہیں	يَلْعَبُونَ	پہاڑ	الْجِبَالِ	ضرور ہونے والی ہے	لَوَاقِعُ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

چار وعدوں کی طرح قیامت کا وعدہ بھی ضرور پورا ہوگا

پہلا وعدہ: موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ آپ طور پر آئیں، آپ کو تورات دی جائے گی، چنانچہ گئے اور تورات شریف ملی، دس احکام تو پتلی کھال پر لکھے، باقی تورات لکڑی کی تختیوں پر لکھی، یہ تورات وحی غیر متلو (احادیث شریفہ) کی شکل میں ملی تھی، اللہ کا کلام نہیں تھا، ورنہ اس میں تبدیلی ممکن نہ ہوتی، فرشتہ کا یا موسیٰ علیہ السلام کا کلام تھا، اور: ﴿وَكُنْتُمْ لَهُ فِي الْاَلْوَابِ﴾ اور لکھا ہم نے ان کے لئے تختیوں میں [الاعراف ۱۳۵] میں اضافت تشریف (عزت بڑھانے) کے لئے ہے، جیسے: ﴿فَاِذَا قَرَأْتَهُ﴾ پس جب ہم اس کو پڑھیں [القیامہ ۱۸] یعنی جب فرشتہ پڑھے، اور اللہ کی طرف اضافت تشریف کے لئے ہے، بہر حال وعدہ پورا ہوا، اور تورات شریف ملی۔

سوال: طور پہاڑ پر پتلی کھال، لکڑی کی تختیاں اور لکھنے کا سامان کہاں سے آیا؟

جواب: موسیٰ علیہ السلام اکیلے طور پر تھوڑے گئے ہونگے، خدام بھی ساتھ ہونگے، وہاں چالیس دن ٹھہرنا ہوا تھا، کھانے پینے کی ضرورت پیش آئی ہوگی، اس کا انتظام خدام نے کیا ہوگا، یہ چیزیں بھی انہیں سے منگوائی ہوگی۔

دوسرا وعدہ: آسمانوں کے اوپر بھی اللہ کا گھر ہے، جس کو بیت معمور کہتے ہیں، اس سے اللہ تعالیٰ نے حکماً وعدہ کیا

(۱) المسجور: اسم مفعول: خوب گرم کیا ہوا، سَجَوْرَ (ن) سَجَوْرًا التَّوْرَ: تور کو گرم کرنا، ﴿وَإِذَا الْبِحَاثُ سُجِّرَتْ﴾ اور جب سمندر ابلیں گے [التکویر ۶] [۲] یوم: واقع کا ظرف ہے (۳) مَارَ الشَّيْءِ (ن) مَوْرًا: کسی چیز میں لہریں اٹھنا، حرکت کرنا۔ (۴) فی خوض: متعلق ہے، خاض فی الماء: پانی میں گھسنا، خاض فی الحدیث: فضول باتیں کرنا۔

ہے کہ اس کو عبادت کرنے والوں سے آباد کریں گے، چنانچہ اس کی عبادت کے لئے اتنے فرشتے پیدا کئے ہیں کہ جو ایک مرتبہ عبادت کر کے نکلتے ہیں ان کا قیامت تک نمبر نہیں آتا، جبکہ روزانہ ستر ہزار فرشتے عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں، اس طرح یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔

تیسرا وعدہ: آسمان سے اللہ تعالیٰ نے حکماً وعدہ کیا ہے کہ اس کو بہت اونچا بنائیں گے، کیونکہ جو چیز جتنی اونچی ہوتی ہے اتنی وسیع ہوتی ہے، اس لئے آسمان بہت اونچا بنایا، آسمان اتنا کشادہ بنایا کہ ہمارے نظام شمسی جیسے کئی نظام (کہکشاں) اس میں سمائے ہوئے ہیں، پھر بھی وہ چھت کی طرح قریب نظر آتا ہے، اس طرح یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔

چوتھا وعدہ: مخلوق کو روزی پہنچانے کا وعدہ کیا ہے، اس کا انتظام یہ کیا کہ تین چوتھائی زمین پر پانی پیدا کیا، اور اس کے نیچے آگ (Heat) رکھی جس سے سمندر ہمیشہ کھولتے رہتے ہیں، اور جو بھاپ اٹھتی ہے اس کو ہوائیں فضاء میں ابھارتی ہیں، وہاں بادل بنتے ہیں، پھر ہوائیں ان کو لے چلتی ہیں، اور حسبِ حکم الہی وہ خشکی پر برستے ہیں، اس سے زمین میں سبزہ اگتا ہے، اور اس طرح مخلوقات کو روزی ملتی ہے، اس طرح یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔

مقام علیہ کا بیان: اسی طرح اللہ کا وعدہ ہے کہ ایک دن یہ دنیا ختم کر دی جائے گی، اور دوسری دنیا آباد ہوگی، یہ وعدہ بھی سچا ہے، ضرور پورا ہو کر رہے گا، پھر دوسری دنیا میں نیکوکاروں کو ان کی نیکی کا صلہ ملے گا، اور تکذیب میں مشغول لوگوں کی بری گت بنے گی — یہ دن جب آئے گا کہ آسمان لرز جائے گا، اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے، اس دن آخرت کی تکذیب کرنے والوں کو سخت سزا دی جائے گی۔

﴿ وَالطُّورِ ۝ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ ۝ فِي رَقٍ مَّنْشُورٍ ۝ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ۝ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ۝ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ۝ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ ۝ يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ۝ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝ قَوْلِيلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي حَوْضٍ يَلْعَبُونَ ۝﴾

ترجمہ: طور (پہاڑ) کی قسم، اور لکھی ہوئی کتاب کی، پھیلائی ہوئی پتلی کھال میں، اور آباد کئے ہوئے اللہ کے گھر کی قسم! اور بلند کی ہوئی چھت کی قسم! اور کھولائے ہوئے سمندر کی قسم! بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا، کوئی اس کو ہٹانے نہیں سکتا، جس دن آسمان تھرانے لگے گا، اور پہاڑ چلتے پھریں گے، پس اس دن تکذیب کرنے والوں کی بری گت بنے گی، جو فضول باتوں میں کھیل رہے ہیں۔

يَوْمَ يُدْعُونَ إِلَى نَارِ جَهَنَّمَ دَعَا ۝ هُنَالِكَ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝ أَفَسِحْرٌ هَذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ ۝ لَصَلُّوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا ۝ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ

## إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۰﴾

یومہ یُدْعُونَ <sup>(۱)</sup>	جس دن بے رحمی سے دھکے دیئے جائیں گے وہ	الَّذِي كُنْتُمْ يَهَا تُكَلِّبُونَ	جو تھے تم اس کی تکذیب کرتے	فَأَصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا	پس صبر کرو یا صبر نہ کرو
إِلَىٰ نَارٍ جَهَنَّمَ دَعَا <sup>(۲)</sup>	آگ کی طرف دوزخ کی دھکے دینا	هَذَا أَمْرًا نُنْتُمْ لَا تُبْصِرُونَ	یہ یاقم دیکھتے نہیں	إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ	اس کے سوا نہیں ہے تم پر اس کے سوا نہیں کہ بدلہ دیئے جا رہے ہو تم اس کا جو تھے تم کیا کرتے
هَذِهِ النَّارُ	یہ آگ ہے	إِصْلَوْهَا	داخل ہوو اس میں	تَعْمَلُونَ	کیا کرتے

### آخرت کی تکذیب کرنے والوں کی سزا

(یاد کرو) جس دن وہ لوگ (آخرت کی تکذیب کرنے والے) آتش دوزخ کی طرف (میدانِ حشر سے) دھکے دے کر لائے جائیں گے (جب وہ دوزخ پر پہنچیں گے تو ان سے کہا جائے گا: یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے، پس کیا یہ جادو ہے؟) دنیا میں تم انبیاء کی باتوں کو جادو کہا کرتے تھے، اب بتاؤ یہ واقعی حقیقت ہے یا نظر کا دھوکا ہے؟) — یا تمہیں کچھ سوچتا نہیں! (جیسے دنیا میں تمہیں کچھ سوچتا نہیں تھا، اب بھی نہیں سوچتا!) — اس میں گھسو! پھر خواہ صبر کرو یا نہ کرو، دونوں یکساں ہیں — روگے چلاؤ گے تو کوئی فریاد نہیں سنے گا، اور دم سادھے رہو گے تو خون کے گھونٹ پیو گے، دونوں حالتیں برابر ہیں، اب تم پر کچھ رحم نہیں کیا جائے گا — جیسا تم کیا کرتے تھے ویسا ہی تمہیں بدلہ دیا جا رہا ہے — ذرہ بھر ظلم نہیں کیا جا رہا!

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَكَعِيمٍ ﴿۱۰﴾ فَكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ ۖ وَوَقَّعَهُم رَبُّهُمْ عَذَابَ  
الْبَحِيمِ ﴿۱۱﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۲﴾ مُتَّكِنِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۖ  
وَزَوَّجْنَهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴿۱۳﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ

(۱) دَعَا (ن) دَعَا: بے رحمی کے ساتھ کسی کو دھکے دینا: ﴿يُدْعَى الْيَتِيمَ﴾: یتیم کو دھکے دیتا ہے (۲) دَعَا: مفعول مطلق برائے تاکید ہے۔

ذُرِّيَّتِهِمْ وَمَا كُنْتُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝ وَاَمَدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۝ يَتَنَزَّعُونَ فِيهَا كَاَسًا لَا نَعُوْفِيْهَا وَلَا تَأْسِيْمٌ ۝ وَيُطَوَّفُ عَلَيْهِمْ غُلَامَانِ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُوْلُوْهُمُكُنُوْنَ ۝ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُوْنَ ۝ قَالُوْا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝ فَمَنْ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقْنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ اِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۝

بج

اور پیروی کی ان کی	وَاتَّبَعْتَهُمْ	رچ چ کر (خوشگوار)	هَدِيْنًا <sup>(۳)</sup>	بیشک اللہ سزے والے	اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ
ان کی اولاد نے	ذُرِّيَّتُهُمْ	بعض اس کے جو	بِمَا	باغات میں	فِيْ جَنَّةٍ
ایمان کے ساتھ	بِاِيْمَانٍ	کیا کرتے تھے	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ	اور نعمتوں میں ہیں	وَلَنُعِيْمُهُمْ
ملایا ہم نے	الْحَقْنَا	ٹیک لگائے ہوئے	مُتَّكِيْنَ	خوش ہونے والے	فَكَهِيْنُ <sup>(۲)</sup>
ان کے ساتھ	بِهِمْ	تختوں پر	عَلٰى سُرُرٍ <sup>(۴)</sup>	اس چیز سے جو	بِمَا
ان کی اولاد کو	ذُرِّيَّتَهُمْ	صف میں بچھے ہوئے	مَصْفُوْفَةٍ <sup>(۵)</sup>	دی ان کو	اَللّٰهُمَّ
اور نہیں	وَمَا	اور نکاح میں دی ہم	وَرَوْجُنَّهُمْ	ان کے رب نے	رَبُّهُمْ
کم کیا ہم نے ان سے	اَللّٰهُمَّ <sup>(۸)</sup>	نے ان کے		اور بچایا ان کو	وَوَقَّعْنَاهُمْ
ان کے اعمال میں سے	مِنْ عَمَلِهِمْ	گوری عورتیں	بِحُوْرٍ <sup>(۶)</sup>	ان کے رب نے	رَبُّهُمْ
کچھ بھی	مِنْ شَيْءٍ	بڑی آنکھوں والیاں	عِيْنٍ <sup>(۷)</sup>	عذاب سے	عَذَابٍ
ہر انسان	كُلِّ امْرِئٍ	اور جو لوگ	وَالَّذِيْنَ	دوزخ کے	الْحٰجِيْمِيْنَ
بعض اس کے جو کیا اس نے	بِمَا كَسَبَ	ایمان لائے	اٰمَنُوْا	کھاؤ اور پیو	كُلُوْا وَاَشْرَبُوْا

(۱) نعیم (بروزن فعلیل) اس میں مفرد جمع برابر ہیں (۲) فاکھین: المتقین کا حال ہے، فیکہ (س) فیکھا و فیکھاہ: خوش طبع ہونا، فیکہ بہ: لطف اندوز ہونا، مزے لینا (۳) ہنینا (بروزن فعلیل) فاعل کی ضمیر سے حال ہے، ہننا (ف) الطعام: کھانے کو مزے دار بنانا، رچنا پچنا: خوش گوار جزو بدن ہونے والا۔ (۴) سرور: سریو کی جمع: تخت، چوکی، کدی (۵) مصفوفة: قطار میں بچھائے ہوئے، جیسے جلسہ میں گاؤتکیے دیوار سے لگا کر رکھتے ہیں (۶) حور: حوراء کی جمع: گوری۔ (۷) عین: عیناء کی جمع: بڑی آنکھوں والی (۸) اَلْت (ض) اَلْتَا: کم کرنا حق مارنا۔

رَهِينَ وَآمَدُذُنُهُمْ <sup>(۱)</sup>	گروی ہے اور مک پہنچائی ہم نے ان کو	عَلَيْهِمْ غَلَسَانُ لَمْ كَانَهُمْ لَوْلُو فَكَانُوا وَاقْبَلْ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ	ان کے پاس ان کے نابالغ لڑکے گو یا وہ موتی ہیں چھپا کر رکھے ہوئے اور متوجہ ہوا ان کا ایک دوسرے پر ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں کہا انھوں نے بے شک ہم تھے قبل ازیں اپنے گھر والوں میں	مُشْفِقِينَ فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَدْنَا عَذَابَ التَّمُورِ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ إِنَّهُ هُوَ الْبُرُّ الرَّحِيمُ	ڈرنے والے پس احسان کیا اللہ نے ہم پر اور بچایا ہمیں عذاب سے کو (دوزخ) کے بے شک ہم تھے اس سے پہلے پکارتے تھے ہم اس کو بے شک وہ ہی نیک سلوک کرنے والے بڑے مہربان ہیں
---	--	--	---	---	---

### آخرت میں نیک مومنین کا انجام

اب مکذبین کے انجام کے بالمقابل نیک مومنین کا انجام بیان فرماتے ہیں، قرآن کا یہی اسلوب ہے۔

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَكَعِيمٍ ۖ فَكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ ۖ وَوَقَدَّمُوا رُبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۖ كُلًّا وَأَشْرَبُوا هَدِيَّتًا ۖ يَسَاءَلُنَّهُمْ تَعْمَلُونَ ۖ﴾

کلی حال: — بے شک پر ہیزگار باغوں میں اور نعمتوں میں ہونگے، مزے سے لیس گے جو چیزیں ان کو ان کے

پروردگار دیں گے — یہ مثبت پہلو سے حال بیان کیا — اور ان کے پروردگار نے ان کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ

رکھا — یہ منفی پہلو سے حال بیان کیا — رچ پچ کر کھاؤ پیو اپنے اعمال کے صلہ میں — یہ عام حال بیان کیا۔

تفسیر: دنیا میں جن بندوں نے اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی گذاری ہے وہ آخرت میں بالکل مأمون اور بے فکر

(۱) اَمَدٌ اِمْدَادٌ: اضافہ کرنا، مک: وہ فوجی جو فوج کی مدد کے لئے بھیجے جائیں (۲) تَمِيمٌ: باب تفعیل کا مصدر: گناہ میں ڈالنا۔

ہونگے، ہر قسم کے عیش و آرام کے سامان ان کے لئے حاضر رہیں گے، اور یہ ہی انعام کیا کم ہے کہ دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا (از فوائد)

﴿ مُشْكِبِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ ۖ ﴾

جنتیوں کی مجلس کا حال: — تکیہ لگائے ہوئے (بیٹھے ہونگے) برابر برابر بچھائے ہوئے تختوں پر — یعنی جنتی بادشاہوں کی طرح اپنے اپنے تختوں پر بیٹھے ہونگے، اور تخت قرینہ سے بچھے ہوئے ہونگے، سب کے چہرے آمنے سامنے ہونگے، کسی کا چہرہ دوسرے کی پیٹھ کی طرف نہیں ہوگا۔

﴿ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ ۖ ﴾

کاملین کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا یا جائے گا: — اور جو لوگ ایمان لائے، اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کا ساتھ دیا: ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملائیں گے — یعنی اولاد کو آباء کے کاملین کے درجہ میں پہنچادیں گے، تاکہ ان کو سکون قلبی حاصل ہو، اولاد کے پاس ہونے سے کلیجا ٹھنڈا ہوتا ہے، البتہ ملانے کے لئے شرط یہ ہے کہ اولاد مؤمن ہو، اگرچہ اعمال میں کوتاہ ہو۔

اور ہم ان کے اعمال سے ذرا بھی کم نہیں کریں گے — یعنی آباء کاملین کے اعمالِ صالحہ میں سے کچھ حصہ اولاد کو دے کر برابر نہیں کریں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کا درجہ بڑھائیں گے۔

قاعدہ ہے: — ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی ہے — ہزار روپے قرض لے کر گھڑی گروی رکھی، پس جب قرض ادا کرے گا تب گھڑی ملے گی — اور یہ ضابطہ کلیہ ہے مثبت و منفی دونوں پہلوؤں سے ہے یعنی آپ گریڈ تو کر سکتے ہیں، ڈاؤن گریڈ نہیں کر سکتے، مؤمن کو اس کے درجہ سے نیچے اتار دیا جائے: ایسا نہیں کر سکتے، البتہ اولاد کو آباء کے درجہ میں پہنچا دیا جائے: ایسا کر سکتے ہیں کہ یہ فضل و احسان ہے: ﴿ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴾! اسی طرح گناہ کی سزا زیادہ نہیں دے سکتے، البتہ معاف کر سکتے ہیں کہ یہ بھی فضل ہے۔

﴿ وَآمَدْنَاهُمْ بِمَكَرِهِمْ ۚ وَلَجِمَ تَمَتُّؤُهُمْ ۖ ﴾

جنتیوں کے لئے نعمتوں کا تار باندھ دیا جائے گا: — اور ہم ان کو مکہ پہنچائیں گے میووں اور دل پسند گوشت سے — تار باندھنا یعنی کسی کام کو مسلسل کرنا، اور مکہ پہنچانا: یعنی بڑے لشکر کی مدد کے لئے پیچھے سے فوجی بھیجنا، جن میووں اور گوشت کے لئے جنتیوں کا جی چاہے گا: بے طلب بھی وہ چیزیں حاضر کی جائیں گی، اور مسلسل بھیجی جائیں گی۔

﴿ يَتَنَزَّلُونَ فِيهَا كَمَا سَأَلُوا لَنُغْفِرَ لَهَا وَلَا نَنْشِيرُهَا ۖ ﴾

شرابِ طہور اور خوش طبعی: — وہ جنت میں چھینا جھپٹی کریں گے، ایسے جام میں جس میں نہ بک بک ہوگی نہ گناہ میں مبتلا کرنا — جنت کی شراب میں محض نشاط اور لذت ہوگی، نشہ، بکواس اور فتور عقل وغیرہ کچھ نہ ہوگا، پس اس کو پی کر کسی گناہ کا سوال ہی نہیں، اور جب شرابِ طہور کا دور چلے گا تو جنتی بطور خوش طبعی کے ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کریں گے، مگر جام و سبیلوٹیں گے نہیں!

﴿ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤًا مَّكْنُونٌ ۝ ﴾

جنتیوں کے خدام: — اور ان کے پاس ان کے (خدام) لڑکے آتے جاتے رہیں گے، گویا وہ چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہیں — یہ حوروں کی طرح جنت کی مخلوق ہیں، چھپا کر رکھے ہوئے موتیوں کی طرح یعنی صاف شفاف اور پاکیزہ۔

﴿ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۝ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَدْنَا عَذَابَ التَّامِيمِ ۝ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ ۝ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۝ ﴾

جنتیوں کو روحانی خوشی: — اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کریں گے، کہیں گے: بے شک ہم اس سے پہلے (دنیا میں) اپنے گھروں میں ڈرتے تھے — کہ دیکھئے! امرنے کے بعد کیا انجام ہو؟ یہ کھٹکا برابر لگا رہتا تھا — پس اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں کو کے عذاب سے (دوزخ کے عذاب سے) بچایا، بے شک ہم قبل ازیں (دنیا میں) اسی کی عبادت کیا کرتے تھے (اسی کو پکارا کرتے تھے) بے شک وہ بڑے محسن بڑے مہربان ہیں۔

فَذَكَرْ فَمَا أَنْتَ بِسَعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ۝ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ تَتَرَبَّصُ بِهِ رَبِيبَ الْمُتُونِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُتَرَبِّصِينَ ۝ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَاهُهُمْ بِهَذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاعُونَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ فليأتوا بحديثٍ مثله إن كانوا صدقين ۝

فَذَكَرْ	پس سچھائیں آپ	رَبِّكَ	آپ کے رب کے	أَمْ يَقُولُونَ <sup>(۱)</sup>	یا کہتے ہیں وہ
فَمَا أَنْتَ	پس نہیں ہیں آپ	بِكَاهِنٍ	جناتِ سخنبریں لینے والے	شَاعِرٌ	شاعر ہے
بِسَعْمَتِ	افضل سے	وَلَا مَجْنُونٍ	اور نہ پاگل	تَتَرَبَّصُ	انتظار کرتے ہیں ہم

(۱) ام: حرف عطف استفہام کے معنی دیتا ہے، یہ پندرہ مرتبہ آیا ہے، کہیں استفہام کا ترجمہ کیا ہے کہیں حرف عطف کا۔



یہ	اس کے بارے میں	أَمْ تَأْمُرُهُمْ	کیا حکم دیتی ہیں ان کو	بَلْ	بلکہ
رَيْبٌ <sup>(۱)</sup>	حادثہ	أَحْلَاهُمْ	ان کی عقلیں	لَا يُؤْمِنُونَ	ایمان نہیں لاتے وہ
الْمُنُونَ <sup>(۲)</sup>	موت کا	يَهْدِنَا	اس بات کا	فَلْيَأْتُوا	پس چاہئے کہ لائیں وہ
قُلْ	کہیں	أَمْ هُمْ	یا وہ	يَعْدِلُونَ	کوئی کلام
تَرْيَبُوا	انتظار کرو	قَوْمٌ	لوگ ہیں	مِثْلِهِ	قرآن کے مانند
فَأَنْتَ	پس بے شک میں	طَاعُونَ	سرکش (شرارتی)	إِنْ	اگر
مَعَكُمْ	تمہارے ساتھ	أَمْ يَقُولُونَ	یا کہتے ہیں وہ	كَلُوبًا	ہوں وہ
مِنَ الْمُنَافِقِينَ	انتظار کرنے والوں سے ہوں	تَقُولُ <sup>(۳)</sup>	گھڑ لیا ہے اس کو	صِدْقِينَ	سچے

## رسالت کا بیان

### رسول پر چار تبصرے

اب آخر تک رسالت کا بیان ہے، منکرین کی سزا کے بعد مومنین کا انجام بیان کیا تھا، اب پھر بات پیچھے لوٹ رہی ہے، فرماتے ہیں: آپ مکذبین کو سمجھاتے رہیں، نصیحت کرتے رہیں، اور ان کی بکواس سے دل گیر (غم گیس) نہ ہوں، وہ کبھی آپ کو کاہن کہتے ہیں، کبھی مجنون، کاہن: جنات سے باتیں لے کر غیب کی باتیں بتانے والا اور دیوانہ ادھر ادھر کی بکلتا ہے، اس کی تردید میں فرمایا کہ اللہ کے فضل و کرم سے آپ نہ کاہن ہیں نہ مجنون!

اور کبھی وہ آپ کو شاعر قرار دیتے تھے، اور کہتے تھے: شعراء بہت گذرے ہیں، سب مر کھپ گئے، یہ بھی چند دنوں میں ٹھنڈے ہو جائیں گے، پھر ان کا کوئی نام لیوانہ ہوگا، اس کے جواب میں کہلویا: اچھا تم میرا انجام دیکھتے رہو، میں تمہارا انجام دیکھ رہا ہوں، آئندہ فیصلہ ہوگا: کون کامیاب ہوتا ہے اور کون خائب و خاسر!

پھر ان تینوں باتوں کے تعلق سے فرمایا کہ یہ باتیں تمہاری عقلوں کا فیصلہ ہے یا حماقت کی ہانک رہے ہو؟ کاہنوں کی بے تکی باتوں میں اور قرآن کے حکیمانہ اصول میں فرق نہیں کر سکتے؟ اسی طرح دیوانے کی بے معنی بڑیوں اور قرآن کی پُر حکمت باتوں میں فرق نہیں جانتے؟ اور شاعری تو تمہاری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے: کیا قرآن شاعری ہے؟ جو اس کے پیش کرنے والے کو شاعر کہتے ہو، حقیقت میں یہ شرارت کی باتیں ہیں، ان کو ماننا نہیں اس لئے یہ باتیں کہہ رہے ہیں۔

(۱) رَيْبٌ: رَايَ يَرِيبُ کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: شک میں ڈالنا، لیکن جب زمانہ کے ساتھ اس کا استعمال ہوتا ہے تو گردش کے معنی ہوتے ہیں، اس لئے کہ حادثہ کا وقت بھی معلوم نہیں (۲) الْمُنُونَ: اسم ہے: موت، رَيْبُ الْمُنُونَ: حادثہ موت (۳) تَقُولُ: باب تفعیل: بے تکلف کہنا، بات گھڑنا، بناوٹ کرنا۔

اور ایک بات مکتدین یہ بھی کہتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں، خود بناتے ہیں اور اللہ کے نام لگاتے ہیں، یہ بات بھی وہ اس لئے کہتے تھے کہ انہیں ماننا نہیں، ورنہ ہمیں میدان ہمیں چوگاں! تم بھی قرآن کا مثل بنا لاؤ، تم تو فصاحت کے دعویدار ہو، قصیدے کعبہ پر لٹکاتے ہو، ہمیں آزمائش ہو جائے، ورنہ تمہاری بات پادر ہوا ہے۔

آیات پاک: — پس آپ سمجھاتے رہیں، آپ بفضلہ تعالیٰ نہ کاہن ہیں نہ دیوانے! — کیا وہ کہتے ہیں کہ ایک شاعر ہے، اس کے بارے میں ہم حادثہ سموت کا انتظار کرتے ہیں — آپ کہیں: تم انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں — کیا ان کی عقلیں ان کو اس بات کا حکم دیتی ہیں یا وہ شریر لوگ ہیں؟ — یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو خود گھڑ لیا ہے! — بلکہ ان کو ماننا نہیں — پس چاہئے کہ کوئی کلام لائیں قرآن جیسا اگر وہ سچے ہیں۔

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿۱﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ۗ بَلْ لَا يُؤْقِنُونَ ﴿۲﴾  
 أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصْطَفُونَ ﴿۳﴾ أَمْ لَهُمْ سُلْمٌ لَيْسَتُمْعُونَ فِيهِ ۗ  
 فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطَنٍ مُّبِينٍ ﴿۴﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنَاتُ ۗ أَمْ تَسْأَلُهُمْ  
 أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ﴿۵﴾ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿۶﴾ أَمْ يُرِيدُونَ  
 كَيْدًا ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ﴿۷﴾ أَمْ لَهُمْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۗ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا  
 يُشْرِكُونَ ﴿۸﴾

أَمْ خُلِقُوا	کیا پیدا کئے گئے ہیں	بل	بلکہ	أَمْ لَهُمْ	یا ان کے لئے
مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ	بغیر کسی چیز کے	لَا يُؤْقِنُونَ	یقین نہیں کرتے وہ	سُلْمٌ	سیڑھی ہے
أَمْ هُمُ	یا وہ	أَمْ عِنْدَهُمْ	یا ان کے پاس	لَيْسَتُمْعُونَ	سننے ہیں وہ
الْخَالِقُونَ	پیدا کرنے والے ہیں	خَزَائِنُ	خزانے ہیں	فِيهِ	اس میں
أَمْ خَلَقُوا	یا پیدا کیا ہے انہوں نے	رَبِّكَ	آپ کے رب کے	فَلْيَأْتِ	پس چاہئے کہ لائے
السَّمَوَاتِ	آسمانوں کو	أَمْ هُمُ	یا وہ	مُسْتَمِعُهُمْ	ان کا سننے والا
وَالْأَرْضِ	اور زمین کو	الْمُصْطَفُونَ	کثیر و (ذمہ دار) ہیں	بِسُلْطَنٍ	کوئی سند (دلیل)

(۱) الْمُصْطَفِرُ: اسم فاعل، صاد، سین سے بدلا ہوا ہے، سَيَطُرُ (رباعی) علیہ: نگرانی کرنا، کنٹرول کرنا، قابو میں کرنا (۲) مُسْتَمِعٌ: اسم فاعل، من: محذوف ہے ای مُسْتَمِعٌ مِنْهُمْ: ان میں سے سننے والا۔

مُؤْمِنِينَ	واضح (کھلی)	مُتَشَقِّقُونَ <sup>(۲)</sup>	بوجھل ہیں	هُم	وہ
أَمْ لَهُ	یا اس کے لئے	أَمْ عِنْدَهُمْ	یا ان کے پاس	الْمَكِيدُونَ <sup>(۳)</sup>	چال چلے ہوئے ہیں
الْبَنَاتِ	بیٹیاں ہیں	الْغَيْبِ	غیب ہے	أَمْ لَهُمْ	یا ان کے لئے
وَلَكُمْ	اور تمہارے لئے	فَهُمْ	پس وہ	إِلَهُةٌ	کوئی معبود ہے
الْبَنَاتِ	بیٹے ہیں	يَكْفُرُونَ	لکھتے ہیں	عَبِيدُ اللَّهِ	اللہ کے علاوہ
أَمْ كَسَلَتْهُمْ	یا آپ انساں مانگتے ہیں	أَمْ يُرِيدُونَ	یا وہ چاہتے ہیں	سُبْحَانَ	پاک ہیں
أَجَلًا	کوئی مزدوری	كَيْدًا	کوئی ٹکر	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
فَهُمْ	پس وہ	قَالِ الَّذِينَ	پس جنھوں نے	عَمَّا	اس سے جس کو
مِن مَّغْرَمٍ <sup>(۱)</sup>	تاوان سے	كَفَرُوا	انکار کیا	يُشْرِكُونَ	شریک ٹھہراتے ہیں وہ

سات باتیں جو پیغمبر پر ایمان لانے سے مانع ہیں

پہلی بات: — کیا منکرین نبوت یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے اوپر کوئی خدا نہیں، جس کی بات ماننی ضروری ہو، کیا وہ اپنے خیال میں بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں، یا انھوں نے خود ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اس لئے وہ اپنی کائنات میں جو چاہیں کریں، ان کو روکنے ٹوکنے والا کون ہے۔

اگر ان کا یہ خیال ہے تو وہ مہمل اور باطل ہے، کائنات کا اور خود ان کا ایک خالق و مالک ہے، اس پر ایمان لانا ضروری ہے، اور وہ جس کو اپنا نمائندہ بنائے اس کو ماننا بھی ضروری ہے، مگر ان کو اس کی توفیق کہاں؟

﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿۱﴾ أَمْ حَكَّمُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ۗ بَلْ لَا يُوقِنُونَ ﴿۲﴾﴾

ترجمہ: کیا وہ لوگ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے (خود بخود) پیدا ہو گئے ہیں، یا وہ (خود کو) پیدا کرنے والے ہیں؟ یا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ ان لوگوں کو یقین نہیں آتا!

دوسری بات: — کیا مکذبین کا یہ خیال ہے کہ زمین و آسمان تو اللہ نے بنائے ہیں، مگر اللہ نے اپنے خزانوں کا مالک ان کو بنا دیا ہے، وہی خزانوں پر کنٹرولر ہیں، اس لئے جس کو نبوت سے سرفراز کیا جائے، ان کی اجازت سے کیا جائے — ان کا یہ کہنا بھی جہل محض ہے، کیونکہ: ﴿لِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ اللہ ہی کے ہیں سب خزانے آسمانوں اور

(۱) مغرم: اسم مصدر: تاوان، ڈنڈ، عوض۔ (۲) منقل: اسم مفعول: بوجھل اور ادا ہوا (۳) المکید: اسم مفعول: چال چلا ہوا، چال میں گرفتار۔

زمین کے [المنفقون ۷] پس اللہ جس کو نبوت سے سرفراز کرنا چاہا ہے کریں، ان کو کسی سے پریشانی لینے کی ضرورت نہیں۔

﴿أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رِزْقِكَ أَمْ هُمُ الْمُضْطَرُونَ﴾

ترجمہ: یا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں، یا وہ (حکمہ نبوت کے) ذمہ دار ہیں۔

تیسری بات: — یا ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے پاس سیڑھی ہے، اس سے وہ آسمان پر چڑھ جاتے ہیں، اور اللہ سے براہ راست باتیں سن آتے ہیں، پھر کسی بشر کا اتباع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ — جواب: جس کا یہ دعویٰ ہے وہ اپنی سند اور حجت پیش کرے، بلکہ اُن کے دعوے کے خلاف اُن کا یہ اعتقاد دلیل ہے کہ اللہ کے لئے بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے ہیں یعنی وہ خود اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہیں اور اللہ کے حصہ میں بیٹیاں لگاتے ہیں، کیا وہ یہ عیب کی بات اللہ سے سن آئے ہیں، یہ تو ان کا خود ساختہ اعتقاد ہے، اللہ کے یہاں سے کہاں آیا ہے؟

﴿أَمْ لَهُمْ سُُلُوكٌ يَنْتَمِعُونَ فِيهِ، فَلِيَآتٍ مِّنْهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۗ أَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلكُمْ الْبَنُوٰتُ ۗ﴾

ترجمہ: کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے، جس پر چڑھ کر (اللہ کی باتیں) وہ سن آتے ہیں؟ — اگر ایسا (دعویٰ ہے) تو جو شخص باتیں سن آتا ہے وہ کوئی واضح دلیل پیش کرے، کیا اللہ کے لئے بیٹیاں ہیں، اور ان کے لئے بیٹے ہیں — یعنی یہ عقیدہ تو ان کے دعوے کی تردید کرتا ہے۔

چوتھی بات: — کیا وہ لوگ آپ کی بات اس لئے نہیں مانتے کہ آپ اُن سے تبلیغ دین پر بھاری معاوضہ طلب کرتے ہیں، جس کا وہ تحمل نہیں کر سکتے — جواب: تمام انبیاء انسانیت کی بے لوث خدمت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ﴿يَقَوْمِ لَآ اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَا لَآءَ اِنْ اَجْرِي اِلَّا عَلٰى اللّٰهِ ۗ اے میری قوم! میں تم سے تبلیغ پر کچھ مال نہیں مانگتا، میرا معاوضہ تو صرف اللہ پر ہے [ہود ۲۹] پس یہ بات بھی ایمان کے لئے مانع نہیں بن سکتی!

﴿اَمْ رَتَبْنٰهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مَّثْقَلُونَ ۗ﴾

ترجمہ: کیا آپ اُن سے کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں؟ پس وہ تاوان ان کو گراں معلوم ہوتا ہے!

پانچویں بات: — کیا خود ان پر اللہ تعالیٰ اپنی وحی بھیجتے ہیں، اور پیغمبروں کی طرح ان کو اپنے بھیدوں سے واقف کرتے ہیں، جس کو وہ لکھ لیتے ہیں، جیسے انبیاء کی وحی لکھی جاتی ہے، اس لئے ان کو آپ کی پیروی کی ضرورت نہیں — جواب: ظاہر ہے ایسا نہیں، پھر وہ اللہ کی راہ نمائی پیغمبر کی پیروی کے بغیر کیسے حاصل کریں گے؟

﴿اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ ۗ﴾

ترجمہ: یا ان کے پاس غیب کا علم ہے، جس کو وہ لکھ لیتے ہیں۔

چھٹی بات: — اگر یہ سب باتیں نہیں ہیں تو کیا وہ نبی کے ساتھ کوئی داؤ چلانا چاہتے ہیں، تاکہ خفیہ تدبیروں سے

اسلام کو مغلوب کر دیں — اگر ایسی کوئی بات ہے تو وہ جان لیں کہ ان کے داؤ پیچ انہیں پر الٹ جائیں گے، وہ خود مغلوب ہو کر نابود ہو جائیں گے!

﴿ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ الْمَكِيدُونَ ﴾

ترجمہ: یادہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ (اگر ایسا ہے) تو منکرین خود ہی اپنی چال میں گرفتار ہو گئے! ساتویں بات: — کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے، جس سے وہ زندگی میں راہ نمائی حاصل کرتے ہیں، اس لئے انہیں پیغمبر کی پیروی کی ضرورت نہیں؟ — جواب: اللہ کی ذات پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو، پس اس کی ہدایت اس کے رسول ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔

﴿ أَمْ لَهُمْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۖ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾

ترجمہ: یا ان کے لئے اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ — پاک ہیں اللہ تعالیٰ اس سے جس کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں!

وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ۖ فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ۖ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۗ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۗ وَأَصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۗ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ۗ

وَإِنْ يَرَوْا	اور اگر دیکھیں وہ	مَرْكُومٌ (۲)	تہ بہ تہ جما ہوا	يُصْعَقُونَ (۳)	بے ہوش کئے جائیں گے
كِسْفًا (۱)	کھلے	فَذَرْهُمْ	پس چھوڑیے ان کو	يَوْمَ	جس دن
مِنَ السَّمَاءِ	آسمان کے	حَتَّىٰ	یہاں تک کہ	لَا يُغْنِي	نہیں کام آئے گی
سَاقِطًا	گرنے والے	يُلَاقُوا	ملاقات کریں وہ	عَنْهُمْ	ان کے
يَقُولُوا	کہیں گے وہ	يَوْمَهُمْ	ان کے اس دن سے	كَيْدُهُمْ	ان کی چال
سَحَابٌ	بادل ہے	الَّذِي فِيهِ	جس میں وہ	شَيْئًا	کچھ بھی

(۱) كِسْفٌ: كِسْفَةٌ کی جمع، کھلا، كَسَفَ الثَّوْبُ: کپڑا کاٹنا، كَسَفَتِ الشَّمْسُ: سورج گہرانا (۲) مَرْكُومٌ: ام مفعول، گاڑھا، تہ بہ تہ جما ہوا، كَم الثَّوْبِ: مٹی کا ڈھیر لگایا (۳) يُصْعَقُونَ: مضارع مجہول، صَعَقٌ کے دو معنی ہیں: چیخ سے بے ہوش ہونا اور مر جانا۔

خوبی کے ساتھ	بَعْدًا	لیکن ان کے اکثر	وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ	اور نہ وہ	وَلَا هُمْ
اپنے رب کی	رَبِّكَ	جاننے نہیں	لَا يَعْلَمُونَ	مدد کے جائیں گے	يُنصَرُونَ
جب انھیں آپ	حِينَ تَقُومُوا	اور انتظار کریں آپ	وَأَصْبِرُوا	اور بے شک	وَإِنَّ
اور رات کے حصہ میں	وَمِنَ اللَّيْلِ	اپنے رب کے حکم کا	بِحُكْمِ رَبِّكَ	ان لوگوں کیلئے جنھوں نے	لِلَّذِينَ
پس پاکی بولیں اس کی	فَسَبِّحْهُ	پس بے شک آپ	فَإِنَّكَ	نا انصافی کی (شکر کیا)	ظَلَمُوا
اور پیڑھے پھیرنے کے وقت	وَرَادِّبَارًا	ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں	بِأَعْيُنِنَا	عذاب ہے	عَذَابًا
ستاروں کے	النُّجُومِ	اور پاکی بیان کریں	وَسَبِّحْهُ	اس دن سے ورے	دُونَ ذٰلِكَ

### منکرین نہیں مانتے تو ان کو مطلوبہ معجزہ دکھا کر قائل کیا جائے

سوال: سورۃ بنی اسرائیل (آیت ۹۲) میں کفار کا مطالبہ ہے: ﴿أَوْ نَسُقَ السَّمَاءَ كَمَا نُسُقُوكُمْ﴾ یا آسمان کو اپنے قول کے مطابق پارہ پارہ کر کے ہم پر گرا دیں، اور سورۃ سبأ (آیت ۹) میں ہے: ”یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں، تاکہ نبی ﷺ کی صداقت ظاہر ہو، یہ مطالبہ پورا کر دیا جائے، اور اس طرح ان کو قائل کیا جائے۔  
جواب: ان کی یہ فرمائش پوری کر دی جائے تو بھی وہ قائل نہیں ہونگے، وہ اس کی تاویل کریں گے، کہیں گے کہ یہ آسمان کا ٹکڑا نہیں، یہ تو گاڑھا بادل ہے، اور بادل تو گرتے ہی رہتے ہیں، ایسے معاندوں سے قبولیت کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

﴿وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ﴾

ترجمہ: اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑوں کو گرتا ہوا دیکھیں تو کہیں گے: یہ تہ بہ تہ جما ہوا بادل ہے۔

### مکذبین کا علاج تو بس قیامت کے دن ہوگا

آخر میں فرماتے ہیں کہ ایسے معاندوں کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں، قیامت کا دن آنے دیجئے، جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ان کے ہوش اڑ جائیں گے (یا وہ مرجائیں گے) اس دن ان کی کوئی چال نہیں چلے گی، نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

﴿فَذَرَهُمْ حَتَّى يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ۗ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ

يُنصَرُونَ ۗ﴾

ترجمہ: پس چھوڑیں ان کو، یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ پڑے جس میں ان کے ہوش اڑ جائیں گے،

اس دن ان کی کوئی تدبیر ان کے کچھ کام نہ آئے گی، اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

## کفار قیامت سے پہلے بھی سزا پائیں گے

اکثر کفار کو خبر نہیں کہ آخرت کے عذاب سے ورے دنیا میں بھی ان کے لئے ایک سزا ہے جو مل کر رہے گی، یہ سزا جنگ بدر میں اور اس کے بعد کی جنگوں میں ملی۔

﴿وَأَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا بَاطِنًا الَّذِي لَمْ يَكُن لَكُمْ بِهِ غَارًا ۚ وَكَانَ أَكْثَرُ مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور بے شک ظالموں (مشرکوں) کے لئے اس (قیامت) سے پہلے بھی سزا ہے، مگر ان کے اکثر لاعلم ہیں!

## مسلمان اور ادا میں مشغول رہیں

فی الحال (مکی دور میں) نبی ﷺ اور مومنین صبر و سکون کے ساتھ فیصلہ خداوندی کا انتظار کریں، دن پلٹنے والے ہیں، اور آپ کو مخالفین کی طرف سے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچے گا، آپ اللہ کی حفاظت میں ہیں، ابھی سب تسبیح و تہجد اور عبادت گذاری میں لگے رہیں، خصوصاً جب سوکرائیں یا مجلس سے اٹھیں، اور رات کے حصہ میں یعنی تہجد کے وقت اور صبح صادق کے بعد جب ستارے غائب ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

﴿وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۖ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ

النُّجُومِ ۝﴾

ترجمہ: اور آپ اپنے رب کے فیصلہ کا انتظار کریں، پس آپ یقیناً ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، اور آپ اپنے رب کی خوبی کے ساتھ پاکی بیان کریں، جب آپ اٹھیں، اور رات کے حصہ میں پس اس کی پاکی بیان کریں، اور ستاروں کے پیٹھ پھیرنے کے وقت۔

تفسیر: سورۃ ق (آیات ۳۹، ۴۰) میں پانچ فرض نمازوں کو پابندی سے پڑھنے کا حکم تھا، یہاں ان کے علاوہ اور ادائیگی پابندی کا حکم ہے، اور اشریت کی طرف سے لازم نہیں، یہ نفل اعمال ہیں، جنت کے بلند درجات حاصل کرنے کے لئے ہیں، مگر جب کوئی مومن بندہ کسی نفل عمل کو ورد (وظیفہ) بنا لے تو اس کی واجب کی طرح پابندی ضروری ہے، اور اوراد کو اوقات میں تقسیم کرنا چاہئے، اس آیت میں تین اوقات کا ذکر ہے: جب سوکرائے تو ذکر کرتا ہوا اٹھے، پھر تہجد گزار ہے تو تہجد کے بعد اوراد پڑھے، اور فجر کے بعد اٹھے تو نماز فجر سے پہلے یا بعد میں تسبیحات، تلاوت اور اذکار کرے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں۔

﴿جمہرہ تعالیٰ ۱۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۷ مارچ سن ۲۰۱۶ء کو سورۃ الطور کی تفسیر پوری ہوئی﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ النجم

یہ یکی دور کے ابتداء کی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۲۳ ہے، پہلے لفظ سے نام رکھا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سب سے پہلی سورت جس میں سجدہ تلاوت ہے وہ سورۃ النجم ہے (بخاری شریف حدیث ۴۸۶۳) اور یہی سورت نبی ﷺ نے سب سے پہلے بر ملا پڑھ کر سنائی ہے (روح) اس سورت کا موضوع: رسالت، توحید اور آخرت ہے، کلی سورتوں کے یہی موضوع ہیں، اور گذشتہ سورت رسالت کے مضمون پر پوری ہوئی تھی: یہ سورت اسی سے شروع ہو رہی ہے، گذشتہ سورت کے آخری الفاظ تھے: ﴿وَاذْبَاۓۤ اَلنُّجُوۡمِ﴾ اور اس سورت کی ابتداء میں ستارے کی قسم ہے، پس یہ عایت درجہ مناسبت ہے۔

اور بخاری شریف میں حدیث (نمبر ۱۰۶) ہے: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے مکہ میں سورۃ النجم تلاوت فرمائی پس آپ نے اس میں سجدہ کیا اور آپ کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب نے سجدہ کیا، سولے ایک سیٹھ کے، اس نے ننگریوں کی یا مٹی کی ایک مٹھی بھری اور اس کو پیشانی کی طرف اٹھایا اور کہا: میرے لئے یہ کافی ہے (ابن مسعود کہتے ہیں): میں نے اس کو بعد میں دیکھا، وہ کفر کی حالت میں مارا گیا۔

تشریح: کئی دور کا واقعہ ہے، ایک مجلس میں آنحضور ﷺ نے سورۃ النجم تلاوت فرمائی اس مجلس میں مسلمانوں کے علاوہ مشرکین اور انسانوں کے علاوہ جنات بھی تھے، جب آپ نے سورت ختم کی تو سجدہ تلاوت کیا، پس مجلس میں موجود سبھی لوگوں نے سجدہ کیا، مگر امیہ بن خلف نے سجدہ نہیں کیا، اس نے زمین سے مٹی اٹھائی اور پیشانی سے لگائی اور کہا: میرے لئے یہ کافی ہے، اس مجلس میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ فرماتے ہیں: اس موقع پر جس نے بھی سجدہ کیا دیر سویر اس کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی، مگر امیہ بن خلف ایمان کی دولت سے محروم رہا اور جنگ بدر میں مارا گیا۔

اور کفار نے اس موقع پر سجدہ اس لئے کیا تھا کہ سورۃ النجم نہایت فصیح و بلیغ سورت ہے پھر زبان نبوت نے وہ سورت تلاوت کی تھی اس لئے ماں بندھ گیا، اور جب حضور اکرم ﷺ نے سجدہ کیا تو بے اختیار کفار بھی سجدے میں گر پڑے، بعد میں جب ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انہوں نے خفت مٹانے کے لئے الغرائف العلی والواقعہ گڑھا، اور کہنا شروع



کیا کہ ہم نے سجدہ اس لئے کیا تھا کہ محمد (ﷺ) نے ہماری صورتوں کی تعریف کی تھی، انہوں نے کہا تھا: تِلْكَ الْغَرَابِيقُ الْعُلَى، وَإِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتَوْتَجِبِي: وہ (تین بت) عالم بالا کے پرندے ہیں، اور ان کی سفارش بالیقین قبول کی جائے گی۔ اس سورت میں تین بتوں کا یعنی لات، منات اور عزی کا ذکر ہے، کفار نے کہا شروع کیا کہ محمد (ﷺ) نے ان بتوں کی تعریف کی اور ان کو طائرانِ لاہوتی (عالم بالا کے پرندے یعنی فرشتے) قرار دیا اور یہ بھی کہا کہ ان کی سفارش ضرور قبول کی جائے گی، اس لئے ہم نے سجدہ کیا۔

مگر سوال یہ ہے کہ یہ جملے آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے تھے تو کس جگہ پڑھے گئے تھے؟ اس کے لئے کوئی موزوں جگہ بتاؤ؟ پوری سورت میں کوئی بھی جگہ ان کلمات کے لئے موزوں نہیں، اور صاحب جلالین نے جہاں ان کو فٹ کیا ہے وہ تو بالکل ہی غیر موزوں جگہ ہے، بھلا: ایک طرف قرآن ان بتوں کو کندم بھی کرے پھر وہیں ان کی تعریف بھی کرے، اس سے زیادہ بے تکلی بات کیا ہو سکتی ہے؟

الغرض الْغَرَابِيقُ الْعُلَى والا واقعہ محض بے اصل اور من گھڑت ہے اور مفسر محلی پر اللہ رحم کریں انہوں نے تحقیق کے بغیر اس واقعہ کو لے لیا، اور اس پر ستم یہ ڈھایا کہ تاویل کی کہ یہ جملے حضور ﷺ نے نہیں کہے تھے بلکہ آپ کی آواز میں شیطان نے پڑھے تھے، اس قسم کی تاویلیں اور من گھڑت واقعات سے شیطان مسلمان رشدی کو دَغَلِ فَهْصَلِ (فساد) کا موقع ملا، اور اس نے ”شیطانی آیات“ نامی ناول لکھا، اس کی ناول کا حاصل یہ ہے کہ جب شیطان محمد (ﷺ) کی آواز میں وحی کے درمیان کچھ بھی پڑھ سکتا ہے تو اس وحی کا کیا اعتبار؟

## سجود تلاوت کتنے ہیں؟

سجود تلاوت کی تعداد میں اختلاف ہے، اور یہ اختلاف دو باتوں پر مبنی ہے، ایک: مفصلات کے سجدے (النجم، الاشفاق، اعلق) مشروع ہیں یا منسوخ؟ دوم: سورۃ الحج میں دو سجدے ہیں یا ایک؟ اور سورۃ بقرہ میں سجدہ ہے یا نہیں؟ امام مالک رحمہ اللہ مفصلات کے سجدے تسلیم نہیں کرتے وہ کہتے ہیں: یہ سجدے مکی دور میں تھے، مدنی دور میں منسوخ ہو گئے ہیں، پس ان کے نزدیک سجود تلاوت گیارہ ہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ سورۃ الحج میں دو سجدے مانتے ہیں اور سورۃ بقرہ میں دو سجدے نہیں مانتے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ سورۃ ص میں سجدہ مانتے ہیں اور سورۃ الحج میں ایک سجدہ مانتے ہیں، پس ان دونوں اماموں کے نزدیک سجود تلاوت کی تعداد چودہ ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ سورۃ الحج میں دو سجدوں کے قائل ہیں، اور سورۃ بقرہ میں دو سجدے بھی تسلیم کرتے ہیں پس ان کے نزدیک آیات سجدہ کی تعداد پندرہ ہے۔

سُورَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ (۵۳) ﴿۱﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۝ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ ۝ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۝ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۝ أَفَتُمَرُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ ۝ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ ۝ إِذْ يُنشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۝ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ۝

وَالنَّجْمِ (۱)	ستارے کی قسم	إِلَّا وَحْيٌ (۵)	گمروچی	بِالْأُفُقِ	آسمان کے کنارے پر تھا
إِذَا هَوَىٰ (۲)	جب وہ گرے!	يُوحَىٰ	جو کی گئی	الْأَعْلَىٰ	اونچے
مَا ضَلَّ (۳)	راستے سے نہیں ہٹے	عَلَّمَهُ	سکھلایا ان کو	ثُمَّ دَنَا (۸)	پھر قریب آیا
صَاحِبُكُمْ	تمہارے ساتھی	شَدِيدُ الْقُوَىٰ (۶)	مضبوط	فَتَدَلَّىٰ	پس لٹک آیا
وَمَا غَوَىٰ (۴)	اور نہ بھٹکے	ذُو مِرَّةٍ (۷)	توتوں والے نے	فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ (۹)	پس تھا وہ
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ	اور نہیں بولتے وہ	فَاسْتَوَىٰ	طاقت ور	أَوْ أَدْنَىٰ	کمان کی تانت کے بقدر
إِنْ هُوَ	نہیں ہے وہ (کلام)	وَهُوَ	پس سیدھا بیٹھا	فَأَوْحَىٰ	یا اس سے بھی کم
			در انحالیکہ وہ		پس وحی کی اللہ نے

(۱) النجم: اسم جنس، کوئی بھی تارہ، ایک یا زیادہ (۲) هَوَى يَهْوِي (ض) هَوِيًا: اوپر سے نیچے گرنا، غروب ہونا (۳) ضلَّ ضلالًا: گم راہ ہونا، صحیح راستے سے معمولی ہٹ جانا (۴) غَوَى يَغْوِي (ض) غَيًّا وَغَوَايَةً: سخت گمراہ ہونا، صحیح راستے سے دور جا پڑنا (۵) جملہ یوحی: وحی کی صفت ہے (۶) القوی: القوة کی جمع (۷) المِرَّة: طاقت، دوسرے معنی: رسی مضبوط بننا، مضبوط بنی ہوئی رسی مضبوط ہوتی ہے (۸) تَدَلَّى: ڈول کا لگنا، بلندی سے اترنا۔ (۹) القاب: کمان کی تانت کے وسط سے کنارہ تک کا فاصلہ، پس ایک تانت میں دو قاب ہوتے ہیں، اس لئے قاب قوسین کے معنی ہیں: کمان کی ایک تانت کے بقدر، ←

جو چیز چھارہی تھی نہیں ٹیڑھی ہوئی نظر اور نہ حد سے بڑھی البتہ تحقیق دیکھی اس نے نشانیوں سے اس کے رب کی بڑی	مَا يَفْتَنِي مَا زَاغَ <sup>(۵)</sup> الْبَصَرُ وَمَا كَلَفُ لَقَدْ رَأَى مِنَ آيَاتِ رَبِّهِ الْكَذِبَ	ایک مرتبہ اور بھی بیری کے درخت کے پاس باؤر (آخری حد) کی اس کے پاس باغ ہے ہمیشہ رہنے کا (یا کرو) جب چھارہی تھی بیری کے درخت پر	نَزَلَتْ <sup>(۳)</sup> أُخْرَى عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى عِنْدَهَا بِحَنَّةٍ الْمَأْوَى <sup>(۴)</sup> إِذْ يَفْتَنِي السِّدْرَةَ	اپنے بندے کی طرف جو وحی کی نہیں غلطی کی دل نے اس میں جو دیکھا اس نے کیا پس تم اس سے جھگڑتے ہو اس میں جو دیکھا اس نے اور البتہ تحقیق دیکھا اس نے اس کو	إِلَى عِبَادِهِ مَا أَوْسَى مَا كَذَبَ <sup>(۱)</sup> الْفُؤَادُ مَا رَأَى أَفْتَلُوْنَهُ <sup>(۲)</sup> عَلَى مَا يَرَى وَأَلْقَدُ رَأَى
--	--	---	---	---	---

## رسالت کا بیان

### وحی مملو (قرآن کی وحی) کی درمیانی کڑیوں کی توثیق

توثیق مضبوطی پر مشتمل۔ قرآن کریم رب العالمین کا پیامِ محبت ہے، اپنے بندوں کے نام، مگر وہ واسطہ در و واسطہ بھیجا گیا ہے، جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ کو پہنچایا، پھر انھوں نے لوگوں کو سنایا، مگر دونوں واسطوں کا اس کلام میں ابراغ کے علاوہ کوئی دخل نہیں، ان آیاتِ پاک میں اُن دونوں واسطوں کی توثیق کا بیان ہے کہ یہ دونوں واسطے صدیقی صد قابل اعتماد ہیں، اور اُن میں سے ایک نے دوسرے کو خوب پہچانا ہے، نبی ﷺ نے دوسرے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے، اس لئے وہ نبی ﷺ کے لئے انجانے نہیں۔

اور بات یہاں سے شروع کی ہے کہ ستاروں کے احوال میں غور کرو، وہ طلوع سے غروب تک ٹھیک اپنی مدار (راستہ) پر چلتے ہیں، سر مو ادر ادر نہیں ہوتے، اسی طرح نبی ﷺ سیدھے راستہ سے ایک انج بھی نہیں ہٹے، نہ سیدھے راستہ → یعنی بہت قریب — اور آیت میں لفظی قلب ہے، اصل قابین قوس تھا، مضاف کے یاء نون کو مضاف الیہ کی طرف منتقل کر دیا پس قاب قوسین ہوا، مگر معنی اصل کے باقی ہیں (تفصیل تحفۃ القاری ۹: ۵۲۱ میں ہے) پس دو کماتوں ترجمہ صحیح نہیں۔

(۱) كَذَبَ (ض) كَذَبًا: غلطی ہونا، كَذَبَ الظَّنُّ: گمان غلط ہوا، جھوٹ بھی غلط ہوتا ہے اس لئے اس کو كَذَبَ کہتے ہیں

(۲) مَا رَأَى مَمَّارَةً: جھگڑنا، حجت بازی کرنا (۳) نَزَلَتْ: مصدر: ایک مرتبہ اترا (۴) الْمَأْوَى: اسم ظرف: بٹھرنے کی جگہ، اوی یا یَأْوَى (ض) ٹھکانا پکڑنا (۵) زَاغَ (ض) زَنِيعًا: ٹیڑھا ہونا۔

سے دور جا پڑے ہیں، وہ تمہارے ساتھی ہیں، انہوں نے چالیس سال تمہارے درمیان گزارے ہیں، ان کی ایک ایک بات سے تم واقف ہو، ان کا قدم کبھی سیدھے راستے سے نہیں ڈگمگایا، تم ان کو الصادق الامین (سچے امانت دار) کہتے تھے، اب وہ کلام الہی پیش کر رہے ہیں، یہ ان کا اپنا کلام نہیں، وہ ایسی خیانت نہیں کر سکتے، وہ اتنا بڑا جھوٹ کیسے بول دیں گے، وہ جو کلام پیش کر رہے ہیں وہ بالیقین اللہ کا کلام ہے، جو ان کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا گیا ہے، اور وحی لانے والا فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) ایک طاقت ور مضبوط باڈی کا فرشتہ ہے، احتمال ہی نہیں کہ راستے میں شیطان اس پر اثر انداز ہو جائے۔

اور نبی ﷺ نے اس فرشتہ کو اس کی اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا ہے:

ایک مرتبہ: وہ فرشتہ ان کے سامنے اصلی صورت میں نمودار ہوا، اس وقت وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا، پھر وہ اتر آیا، اور کمان کی تانت کے بقدر رہ گیا، بلکہ اس سے بھی نزدیک آ گیا، اور وہ جو وحی لایا تھا وہ پہنچائی، اس وقت نبی ﷺ نے اس فرشتہ کو دیکھا اور پہچانا، اور پہچاننے میں دل نے کوئی غلطی نہیں کی — پس اب تمہارا یہ کہنا کہ یہ کلام اس نے خود بنا لیا ہے: کیا جھگڑے کی بات نہیں؟

دوسری مرتبہ: نبی ﷺ نے اس فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں اس وقت دیکھا ہے جب آپ معراج میں تشریف لے گئے، جب آپ باڈر کی بیرری پر پہنچے تو جبرئیل اپنی اصلی صورت میں آپ کو نظر آئے شروع سے وہ انسانی شکل میں ساتھ تھے۔ اور باڈر کی بیرری سے جنت کا ایریا شروع ہوتا ہے، وہ درخت حد فاصل ہے، اوپر والے یہاں تک اترتے ہیں اور نیچے والے یہاں تک چڑھتے ہیں، جب نبی ﷺ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ سونے کے پتنگے اس کو لپٹ رہے ہیں، اس کی وجہ سے وہ درخت انتہائی خوبصورت معلوم ہو رہا ہے، فرمایا: ”میں اس کی خوبصورتی بیان ہی نہیں کر سکتا!“ وہاں نبی ﷺ کو جو دکھلانا منظور تھا وہی آپ نے دیکھا، نظر نہ کج ہوئی نہ حد سے بڑھی، وہاں آپ نے قدرت الہی کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

خلاصہ: یہ کہ دونوں واسطے ایک دوسرے کو خوب پہچانتے ہیں، ایسے با اعتماد و سائنٹک کے ذریعہ جو کلام نازل کیا گیا ہے اس کو مان لو، حجت بازی مت کرو!

﴿وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ﴾ — قسم ستارے کی جب وہ غروب ہوا — یہ مقسم بہ ہے، اور آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا ہے: ”جب وہ طلوع ہوا“ کیونکہ طلوع ہوگا جیسا غروب ہوگا، اس لئے فہم قاری پر اعتماد کر کے آدھا مضمون چھوڑ دیا ہے، ستارے طلوع سے غروب تک سیدھے چلتے ہیں، ادھر ادھر نہیں ہوتے، یہی نبی ﷺ کا حال ہے۔

﴿ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۚ ﴾ — تمہارے ساتھی (محمد ﷺ) نہ گم راہ ہوئے نہ بھٹکے! — یہ مقسم علیہ ہے، یعنی نبی ﷺ جو تمہارے درمیان زندگی گزار رہے ہیں، جن کے احوال سے تم خوب واقف ہو، عنفوانِ شباب سے آج تک بالکل پاکیزہ زندگی گزار رہے ہیں، آج تک ان کی چال پر کوئی حرف نہیں آیا، ستاروں کے احوال اس کی نظیر ہیں، پس اب ایک دم ان کی چال کیسے بدل گئی کہ وہ اللہ پر جھوٹ بولنے لگے؟ ضلال: گمراہی کا ابتدائی درجہ ہے اور غوایت اعلیٰ درجہ، جیسے ریل کی پٹری ایک انچ کے فاصلہ سے جدا ہوتی ہے، پھر فاصلہ بڑھتا جاتا ہے، پس ضلال: راہ سے بے راہ ہو جانا ہے، اور غوایت بھٹک کر دور چلا جانا ہے۔

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ ﴾ — اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ (جو کلام پیش کر رہے ہیں وہ) وحی ہی ہے، جو ان کی طرف کی گئی ہے — آیت کا منطوق (مدلول اولیٰ) وحی تملو یعنی قرآن کریم ہے، مگر لفظ عام ہے، بتلو کے بجائے یناطق فرمایا ہے، اور تفسیر کا اصول ہے کہ نص کے الفاظ عام ہوں تو حکم مورد کے ساتھ خاص نہیں رہتا، عام ہوتا ہے، پس احادیث شریفہ بھی آیت میں مراد ہیں، وہ بھی وحی غیر تملو ہیں — یہاں تک قریبی واسطہ یعنی نبی ﷺ کا ذکر ہے۔

﴿ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۖ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ ۖ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۖ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ۖ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ۖ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ۚ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۖ أَفَتُمَدُّونَهُ عَلَىٰ مَا يُرَىٰ ۚ ﴾

ترجمہ: ان کو (نبی ﷺ کو) ایک طاقتور فرشتہ نے (جبرئیل علیہ السلام نے) تعلیم کی ہے، جو مضبوط باڈی والا ہے، پس وہ اپنی اصلی صورت میں نمودار ہوا، دراصل ایک وہ آسمان کے بلند کنارہ پر تھا، پھر وہ قریب آیا، پس نیچے اتر آیا، پس کمان کی ایک تانت کے بقدر رہ گیا، بلکہ اور بھی قریب آ گیا، پھر اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو (اس وقت) فرمائی منظور تھی (نبی ﷺ کے) دل نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی، کیا پس تم اس سے جھگڑتے ہو اس کی دیکھی ہوئی چیز میں؟ — یہ دوسرے واسطہ کا ذکر ہے، اور اس کو پہلی مرتبہ دیکھنے کا تذکرہ ہے، ان آیات کے مضمرات کو سمجھنے کے لئے چند باتیں عرض ہیں:

۱- عربوں میں تعلیم کا طریقہ تلقین ہے، ایک پڑھتا ہے دوسرا سنتا ہے، جبرئیل قرآن پڑھ کر سناتے تھے، نبی ﷺ کو سنتے ہی یاد ہو جاتا تھا، یہ آپ کی خصوصیت تھی۔

۲- جبرئیل علیہ السلام بڑے طاقتور فرشتے ہیں، ان کے چھ سوزاؤں (ہاتھ) ہیں، اور انھوں نے اپنی ایزدی ماری تھی تو زمین کے سوتے ٹوٹ کر زمزم کا چشمہ پھوٹ نکلا تھا۔

۳- باؤی (جسم) ہر مخلوق کی ہوتی ہے، کسی مخلوق کی خاکی، کسی کی ناری، کسی کی نوری، حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نورانی جسم ہے، مادی (خاکی یا ناری) نہیں۔

۴- بخاری شریف میں حدیث (نمبر ۴) ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ”دریں اثنا کہ میں چل رہا تھا، میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے اپنی نظر اٹھائی، اچانک وہ فرشتہ جو میرے پاس غار حراء میں آیا تھا آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، پس میں اس سے گھبرایا، اور میں گھر لوٹا، اور میں نے کہا: مجھے کپڑا اڑھاؤ، مجھے کپڑا اڑھاؤ! پس فرشتہ اتر کر قریب آیا، اور سورۃ المدثر کی شروع کی پانچ آیتیں پڑھیں — یہ نبی ﷺ نے پہلی مرتبہ جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا، ان آیات میں اسی کا ذکر ہے۔

۵- عرب کسی مسافت کا اندازہ کرنے کے لئے مختلف الفاظ بولتے ہیں: مثلاً: کمان برابر، ایک نیزے کے برابر، ایک کوڑے کے برابر، ہاتھ برابر، بانہہ برابر، بالشت بھر، انگل برابر وغیرہ (لغات القرآن ۵: ۶۳) پس قاب قوسین ایک اندازہ ہے، تحدید مراد نہیں، قرب بیان کرنا ہے یعنی قریب آ کر وحی سنائی۔ اور یہ قریب آنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے، نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے قریب ہونا مراد نہیں، یہ بات حضرات ابن مسعود و عائشہ رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے، اور ﴿فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ﴾ میں التفات ہے۔

﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۖ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ۖ عِنْدَهَا جَنَّتُ الْمَآوِئِ ۖ إِذْ يَنْشَى السِّدْرَةَ مَا يَشْفَىٰ ۖ مَا زَاءَ الْبَصَرُ وَمَا كَلَفُ ۖ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ۖ﴾

ترجمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ اس نے (نبی ﷺ نے) اس فرشتہ کو ایک مرتبہ اور بھی (اصلی صورت میں معراج میں) دیکھا ہے، باؤر کی پیری کے پاس، اس کے پاس سدا رہنے کی جنت ہے، جب اس پیری کے درخت پر چھارہ ہی تھیں وہ چیزیں جو چھارہ ہی تھیں — بعض روایات میں ہے کہ وہ سنہری پروانے تھے یعنی نہایت خوش رنگ جن کے دیکھنے سے دل کھنچا جائے، اس وقت درخت کی بہار اور رونق اور اس کا حسن و جمال ایسا تھا کہ کسی مخلوق کی طاقت نہیں کہ لفظوں میں بیان کر سکے (فوائد) — (نبی ﷺ کی) نگاہ نہ تو کج ہوئی اور نہ بڑھی — یعنی نگاہ اسی چیز پر جمی رہی جس کا دکھلانا منظور تھا، نہ کن آنکھوں سے دوسری چیز دیکھی، نہ نگاہ اٹھا کر — بخدا! واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے (معراج میں) اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے! — وہ عجائبات کیا تھے؟

انوں کرا دماغ کہ مُرْسَد ز باغباں ❁ بلبل چہ گفت و گل چہ شنید؟ و صبا چہ کرد  
(اب کس کی ہمت کہ باغباں سے پوچھے ❁ بلبل نے کیا کہا؟ پھول نے کیا سنا؟ اور صبا نے کیا کیا؟)

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۖ وَمَنْوَةَ الثَّالِثَةَ الْآخِرَةَ ۚ أَلَكُمُ الذَّكْرُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ۚ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ۚ إِنَّ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمِيَّتُوهَا أَنْتُمْ وَ آبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ ۚ أَمْ لِلإِنسَانِ مَا تَمَنَّىٰ ۚ فَلِللَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ۚ وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُعْغِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُرِضُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةً الْأُنثَىٰ ۚ وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۚ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ قَاعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ ۚ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۚ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ اهْتَدَىٰ ۚ

أَفَرَأَيْتُمُ <sup>(۱)</sup>	کیا پس دیکھا تم نے	وَلَهُ الْأُنثَىٰ	اور اس کے لئے بیٹیاں	وَ آبَاؤُكُمْ	اور تمہارے پاپ دادوں
اللَّاتَ	(بتلاؤ)	تِلْكَ إِذًا	تب تو یہ	مَا أَنْزَلَ	نہیں اتاری
وَالْعُزَّىٰ	لات کو	قِسْمَةٌ	بٹوارہ ہے	اللَّهُ	اللہ نے
وَمَنْوَةَ	اور عزیٰ کو	ضِيزَىٰ <sup>(۲)</sup>	بھونڈا	بِهَا	ان کی
الثَّالِثَةَ <sup>(۲)</sup>	اور منات کو	إِنَّ هِيَ	نہیں وہ (مورتیاں)	مِنْ سُلْطٰنٍ	کوئی سند
الْآخِرَةَ <sup>(۳)</sup>	تیسرا	إِلَّا أَسْمَاءُ	مگر چند نام	إِنْ يَتَّبِعُونَ	نہیں پیروی کرتے وہ
الذَّكْرُ	پچھلا	سَمِيَّتُوهَا	رکھ لئے ہیں تم نے وہ	إِلَّا الظَّنَّ	مگر گمان کی
	کیا تمہارے لئے بیٹے	أَنْتُمْ	تم نے	وَمَا تَهْوَى <sup>(۵)</sup>	اور اس کی جو چاہتے ہیں

(۱) ہمزہ استفہام آگے مکرر آئے گا، وہاں ترجمہ ہوگا۔ (۲) الثالثہ اور الاخری: منافہ کی صفتیں ہیں، اور ان میں ذم کا پہلو ہے۔

(۳) الاخری: آخر اور آخر کا مؤنث ہے، آخر: دوسرا، آخر: پچھلا (۴) حسیزی: صفت یا مصدر: ظالمانہ، منصفانہ، بھونڈی، بہت ناقص، بے ڈھنگی، ضارّ یضیّر (اجوف یا ئی باب ضرب) اور ضارّ یضارّ (مہوز باب فتح) کے قریب قریب معنی

ہیں (۵) وما تہوی الأنفس: واو: عاطفہ، الظنّ پر معطوف، ما: موصولہ یا مصدریہ، الأنفس کا الف لام عہدی۔

ان کے جی	اللہ	اللہ کی	وَمِنَ الْحَقِّ (۲)	حق کے سامنے
اور البتہ تحقیق	لِمَنْ	جس کے لئے	شَيْئًا	کچھ بھی
پہنچی ان کو	يَشَاءُ	چاہیں وہ	فَاعْرِضْ	پس روگردانی کریں آپ
ان کے رب کی طرف سے	وَيُرِيهِمْ	اور پسند کریں	عَنْ مَنْ	اس سے جس نے
ہدایت (راہ نمائی)	إِنَّ الدَّيْنَ	بے شک جو لوگ	تَوَلَّوْا	منہ موڑا
کیا انسان کیلئے ہے	لَا يُؤْمِنُونَ	نہیں مانتے	عَنْ ذِكْرِنَا	ہماری نصیحت سے
جس کی وہ آرزو کرے؟	بِالْآخِرَةِ	آخرت کو	وَلَعَلَّكُمْ	اور نہیں چاہی اس نے
پس اللہ کے لئے ہے	لَيَسْتَوْنَ	البتہ نام رکھتے ہیں وہ	إِلَّا الْحَيَاةَ	مگر زندگی
پچھلا (آخرت)	الْمَلَائِكَةَ	فرشتوں کا	الدُّنْيَا	دنیا کی
اور پہلا (دنیا)	تَشْبِيهًا	نام رکھنا	ذَلِكَ مَبْلُغُهُمْ	وہ ان کی پہنچ ہے
اور بہت سے	أَمْ	نہ	مِنَ الْعُلَمَاءِ	علمی
فرشتے ہیں	وَمَا لَهُمْ	کو	إِنَّ رَبَّكَ	بے شک آپ کا رب
آسمانوں میں	بِهِ	اس بہ	هُوَ أَعْلَمُ	وہ خوب جانتا ہے
نہیں کام آئے گی	مِنَ عِلْمِهِ	کچھ بھی خبر	يَمَنْ صَلَّىٰ	اس کو جو گمراہ ہوا
ان کی سفارش	إِنَّ يَتَّبِعُونَ	نہیں پیروی کرتے وہ	عَنْ سَبِيلِهِ	اس کے راستے سے
کچھ بھی	إِلَّا الظَّنَّ	مگر گمان کی	وَهُوَ أَعْلَمُ	اور وہ خوب جانتا ہے
مگر بعد	وَأِنَّ الظَّنَّ	اور بے شک گمان	بِعَيْنِ اهْتَدَىٰ	اس کو جس نے راہ پائی
اجازت	لَا يُغْنِي	نہیں کام آتا		

## توحید کا بیان

### صنم پرستی کی تردید

رسالت کے بعد اب توحید کا موضوع لیتے ہیں، مکہ کے مشرک صنم پرست تھے، اور مشرکوں کے ان گنت خدا ہوتے

(۱) اِنْ يٰۤاٰذِن: اُن مصدر یہ اور یٰۤاٰذِن: بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ ہے (۲) من الحق: من برائے بدل، عوض، جیسے: ﴿وَاَصْبَحْنَا﴾

بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ﴿﴾: کیا تم نے آخرت کے بجائے (اس کے بدلہ میں) دنیوی زندگی کو پسند کر لیا [التوبہ: ۳۸]



ہیں، ان میں بڑے بھی ہوتے ہیں اور چھوٹے بھی، اور علامہ یاقوت حموی رحمہ اللہ نے مجمل البلدان میں لکھا ہے کہ قریش کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک گیت گاتے تھے: وَاللَّاتِ وَالْعُزَّىٰ، وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ، هُوَ لَاءَ الْغُرَانِيُّ الْعَلِيُّ، وَإِنْ شَفَاعَتَهُنَّ لَشَرٌّ لَّجِي: قسم لات اور عزی کی اور تھرڈ کلاس دور واقع منات کی، یہ تینوں طائران لاہوتی ہیں (مقرب فرشتے ہیں) اور ان کی سفارش ضرور قبول کی جائے گی، لات: طائف والوں کے نزدیک معظم تھا، عزی کو قریش اور بنی کنانہ وغیرہ بڑا سمجھتے تھے، جو مکہ کے قریب نخلہ مقام میں تھا، اور منات: اوس و خزرج اور خزاعہ کے نزدیک محترم تھا، جو کعبہ شریف سے دور تیسرے درجہ کا بت تھا، یہ مدینہ کے قریب مشکل میں تھا، اور علامہ یاقوت نے یہ بھی لکھا ہے کہ مشرکین ان بتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے (از نوآند) یہی گیت روایتوں کے راستے تفسیروں میں در آیا، جیسے اہل کتاب کی خرافات اسرائیلی روایات کی راہ سے تفسیروں میں در آئی ہیں۔

مشرکین کی اس صنم پرستی کی چار طرح سے تردید کی ہے:

- ۱- واہ رہے! خود تو بیٹوں کے خواہاں، اور اللہ کی طرف بیٹیاں لگائیں، کیسی بھونڈی اور بے دھنگی تقسیم ہے؟ اللہ میں تو صفات کمالیہ ہوتی ہیں، اور لڑکیاں تمہارے نزدیک عیب ہیں، پھر ان کو اللہ کے لئے کیسے ثابت کرتے ہو!
- ۲- مذکورہ تین دیویاں تو محض نام ہیں، جو مشرکین نے رکھ لئے ہیں، ان کی حقیقت کچھ نہیں، اور اللہ نے ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل بھی نہیں اتاری، اگر یہ مقرب بارگاہ ہوتیں تو اس کی نقلی دلیل ضرور ہوتی۔
- ۳- مشرکین بے اصل خیالات اور خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں، جبکہ پروردگار کی طرف سے ہدایت آچکی ہے، پس چاہئے کہ اس کی پیروی کریں۔

۴- اچھا بتاؤ! تم جو مرادیں ان مورتیوں سے مانگتے ہو تو وہ سب پوری ہو جاتی ہیں؟ نہیں ہوتیں! پھر ان کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ — اختیار سارا اللہ کا ہے، اس دنیا میں بھی اور آنے والی دنیا میں بھی، اس دنیا میں جو چاہیں گے وہ دیں گے اور آنے والی دنیا میں جس کے حق میں چاہیں گے سفارش ہو سکے گی۔

﴿أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ۗ وَمَنْ لَكُمْ الدُّكُورُ وَلَهُ الْأُنثَىٰ ۚ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ۗ إِنَّ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمِيَةٌ مُّمُوسَىٰ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَّا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۗ إِنْ يَسْتَعْجِلُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۗ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمْ الْهُدَىٰ ۗ أَمَرَ لِلنَّاسِ مِمَّا شَكَّلْتُمْ ۗ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ۗ﴾

ترجمہ: بتاؤ! لات، عزی اور تیسری کچھلی منات: کیا تمہارے لئے بیٹے اور اس کے لئے بیٹیاں؟ — افرائتم: میں جو ہمزہ استفہام ہے: وہ الکم میں مکرر آیا ہے — تب تو یہ بے دھنگی تقسیم ہے — یہ پہلی تردید ہے — وہ

(مورتیاں) چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے اسلاف نے رکھ لئے ہیں — ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں، اور — اللہ نے ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں اتاری — حالانکہ یہ مسئلہ نقل کا محتاج ہے، یہ دوسری تردید ہے — وہ لوگ بے اصل خیالات اور نفس کی خواہش ہی پر چل رہے ہیں — جس چیز کو ان کا جی چاہتا ہے خدا بنا لیتے ہیں — حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے — کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، پس اسی کی پیروی کرنی چاہئے، یہ تیسرا رد ہے — کیا انسان کی ہر آرزو پوری ہو جاتی ہے؟ — یعنی مورتیاں ان کی ہر مراد پوری کرتی ہیں؟ نہیں کرتیں، نہ کر سکتی ہیں — پس اللہ ہی کے اختیار میں ہے دنیا و آخرت! — یہ چوتھی تردید ہے۔

### اصنام پرستی کی بنیاد ہی غلط ہے

مشرکین مورتیوں کو مقرب فرشتوں کا پیکر (نظر آنے والی صورت) قرار دیتے ہیں، وہ ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خوش ہو کر ان کی مرادیں بر لائیں — ان کا یہ خیال: خام ہے، آسمانوں میں بے شک بہت سے مقرب فرشتے ہیں، مگر وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کے لئے سفارش نہیں کر سکتے، نہ کسی کو با مراد کر سکتے ہیں، ہاں جس کے حق میں اللہ تعالیٰ سفارش کرنے کی اجازت دیں اور وہ اس بندے سے راضی بھی ہوں تو وہ بے شک سفارش کر سکتے ہیں، اور وہ سفارش ان کے کام بھی آئے گی، مگر مشرکوں کی تو بخشش ہی نہیں ہوگی، پھر ان کے لئے شفاعت کی اجازت کیسے ہوگی؟ اور ان کی بندگی سے کیا فائدہ ہوگا؟ نہ مورتیاں دنیا میں ان کی کوئی آرزو پوری کر سکتی ہیں، کیونکہ سارا اختیار اللہ کا ہے۔

﴿وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمَوَاتِ لَا تُغْنِي عَنْهُمْ شِفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مَنْ بَعْدَ أَنْ يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُضَيِّقُ﴾  
ترجمہ: اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی، مگر اللہ کی اجازت کے بعد، جس کے لئے وہ چاہیں، اور پسند کریں۔

### جو آخرت کو نہیں مانتے وہ فرشتوں کو زانی مخلوق سمجھتے ہیں

عام لوگوں کا فرشتوں سے آمنا سامنا قیامت کے دن ہوگا، اس وقت اس کو پتہ چلے گا کہ فرشتے نورانی مخلوق ہیں، نہ مرد ہیں نہ عورت، جیسے آسمان، زمین، ستارے، پہاڑ، درخت وغیرہ بے شمار مخلوقات نہ مرد ہیں نہ عورت، مگر جو لوگ مخر صادق کی بات نہیں مانتے اور قیامت کا ان کو یقین نہیں وہ فرشتوں کو زانی مخلوق سمجھتے ہیں اور ان کے زنانے نام رکھتے ہیں، جیسے مذکورہ دیویاں، ان کی یہ بات بھی بے دلیل ہے، وہ محض انکل اڑا رہے ہیں، جبکہ حقیقت کے سامنے انکل نہیں چلتی، اور قرآن حقیقت بیان کرتا ہے، پس ان کے اوہام و خیالات پاؤں پاؤں ہیں۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيَسْتَوُونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْوِيَةً الْأُنثَىٰ ۚ وَمَا لَهُمْ فِيهِ مِنْ عِلْمٍ وَإِنِّيَتَّعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۚ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کے زنانے نام رکھتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، وہ بے اصل خیالات ہی پر چل رہے ہیں، اور بے اصل خیالات حق کے سامنے کچھ بھی مفید نہیں!

معاندین کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں

اب توحید کا مضمون پورا ہو رہا ہے، جو لوگ اللہ کی نصیحت (توحید کی بات) نہیں سنتے: نبی ﷺ ابھی ان سے توجہ ہٹائیں، وہ لوگ آخرت کو بھولے ہوئے ہیں، دنیوی زندگی ہی ان کا <sup>مط</sup> نظر ہے، اسی تک ان کے فہم کی رسائی ہے، پڑے رہنے دیں ان کو ان کی گمراہی میں، اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں: کون گمراہی میں ہے، اور کون راہِ راست پر آ گیا ہے، اللہ تعالیٰ ہر ایک سے آخرت میں اس کے حسب حال معاملہ فرمائیں گے (یوں آگے آخرت کا موضوع شروع ہو جائے گا)

﴿فَاعْرِضْ عَنْ مَن تَوَلَّىٰ هَٰٓءِ عَن ذِكْرِنَا وَلَمَّا بَرَدْنَا إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۗ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّٰ عَن سَبِيلِهِ ۗ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَن اهْتَدَىٰ ۗ﴾

ترجمہ: پس آپ توجہ ہٹائیں اس سے جو ہماری نصیحت کا خیال نہیں کرتا، اور دنیوی زندگی کے سوا اس کا کوئی مقصد نہیں، اسی (دنیوی زندگی) تک اس کے فہم کی رسائی ہے، بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے اس کو جو اللہ کے راستے سے بھٹکا ہوا ہے، اور وہ خوب جانتا ہے اس کو جو راہِ راست پر ہے!

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۗ الَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كِبٰرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۗ اِنَّ رَبَّكَ وَاَسِعُ الْمَغْفِرَةُ ۗ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذَا اُنْشَاكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذَا اَنْتُمْ اَجْتَهَتْ فِي بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ ۗ فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ ۗ هُوَ اَعْلَمُ بِمَن اٰثَمَ ۗ

۲۰

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ	اور اللہ ہی کی ملک ہیں	وَمَا	اور جو چیزیں	لِيَجْزِيَ	تاکہ بدل دیں وہ
الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى	جو چیزیں آسمانوں	فِي الْاَرْضِ	زمین میں ہیں	الَّذِيْنَ	ان کو جنہوں نے

(۱) لیجزی: لام عاقبت و صیرورت ہے یعنی کائنات کا انجام یہ ہوگا۔

اور جب تم بچے پیوں میں اپنی ماؤں کے پس صفائی بیان مت کرو اپنی ذاتوں کی وہ خوب جانتے ہیں اس کو جو (گناہوں سے) بچا	وَإِذْ أَنْتُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ فَالَا تَزْكُوتُوا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِبَيْنِ أَلْفٍ	اور بچہائی کے کاموں مگر کچھ آلودگی بے شک آپ کے رب وسیع بخشش والے ہیں وہ خوب جانتے ہیں تم کو جب پیدا کیا تم کو زمین سے	وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ <sup>(۱)</sup> إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعٌ الْمَعْرِفَةِ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ	برے کام کے ان کے کئے ہوئے کاموں کا اور بدلہ دیں ان کو جنہوں نے اچھے کام کئے اچھا بدلہ جو لوگ بچے ہیں بڑے گناہوں سے	أَسَاءُوا رَبَّمَا عَمَلُوا وَيَجْزِي الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى الَّذِينَ يُجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْعِلْمِ
--	--	---	--	--	---

### آخرت کا بیان

نیک و بد کا بدلہ دینے کے لئے دوسری دنیا ضروری ہے

اب آخرت کا موضوع لیتے ہیں، یہ موضوع آخر سورت تک چلے گا، بات یہاں سے شروع کی ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کی ملکیت ہے، اور مالک نے اتنا بڑا کارخانہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، اور مالک کو اپنی ملکیت میں ہر تصرف کا حق ہے، اللہ نے یہ کائنات اس لئے پیدا کی ہے کہ مکلف مخلوقات کو احکام دیئے جائیں، پھر تعمیل اور عدم تعمیل پر جزا و سزا ہو، یہ مقصد دو دنیا ل کر پورا کریں گی، اس لئے آخرت ضروری ہے۔

﴿وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيُجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا رَبَّمَا عَمَلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی﴾

ترجمہ: اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کی ملک ہے، انجام کار بدلہ دیں گے وہ برائی کرنے والوں کو ان کے کئے ہوئے کاموں کا، اور بدلہ دیں گے نیکوکاروں کو اچھا بدلہ!

نیکوکار کون لوگ ہیں؟ اور لَمَم کی تفسیر

اب نیکوکاروں کا تعارف کراتے ہیں، اس سے بدکاروں کا حال بھی معلوم ہو جائے گا، فرماتے ہیں: نیکوکار وہ لوگ (۱) اللم: اسم مصدر ہے، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے ترجمہ کیا ہے: کچھ آلودگی، یہ بہترین ترجمہ ہے۔

ہیں جو بڑے گناہوں سے اور خاص طور پر بے حیائی کے کاموں سے (زنا، غلام وغیرہ سے) بچتے ہیں، اور فرائض و واجبات کو جان کر چھوڑنا بھی کبیرہ گناہ ہے، البتہ کچھ آلودگی مستثنیٰ ہے، وہ معاف ہو جائے گی، یعنی کبیرہ گناہ کے مقدمات مستثنیٰ ہیں، جبکہ بندہ کبیرہ گناہ سے بچ جائے، مثلاً: زنا کے مقدمات (بولنا چالنا اور بوس و کننا وغیرہ) مستثنیٰ ہیں، اگر آدمی زنا سے بچ جائے تو یہ مقدمات معاف کر دیئے جائیں گے، اللہ کی مغفرت بہت وسیع ہے، وہ خردہ گیری نہیں کریں گے، إلا اللہم کا القوا حش سے استثناء ہے، اور ان ربك: اس کی تعلیل ہے۔

اور لَمَمَ کی یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے، فرمایا: لَمَمَ کی اس سے بہتر تفسیر مجھے نہیں معلوم جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ”اللہ نے ابن آدم پر اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا ہے، وہ ضرور اس کو پہنچ کر رہے گا، پس آنکھ کا زنا دیکھنا ہے، اور زبان کا زنا باتیں کرنا ہے، اور نفس: زنا کی خواہش کرتا ہے، اور شرمگاہ اس پر صا د کرتی ہے یا جھٹلاتی ہے“ یعنی فرج سے زنا صا در ہو گیا تو آنکھ زبان دل سب کا زانی ہونا محقق ہو گیا، ورنہ ان مقدمات کی معافی کی امید ہے۔

دو مثالیں: (۱) سودی معاملہ کبیرہ گناہ ہے، کسی نے سودی لینے کا ارادہ کیا، دستاویز لکھ لی، گواہ بنا لئے پھر اللہ کے خوف سے سودی معاملہ کرنے سے باز رہا تو یہ مقدمات لَمَمَ ہیں۔ (۲) کسی کو ناحق قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے، ایک شخص نے کسی کو قتل کرنے کے لئے پلان بنایا، چھری چاقو لے کر چل دیا، دشمن کو پالیا، پھر اللہ کے خوف سے قتل نہیں کیا تو یہ مقدمات لَمَمَ ہیں، ان کی معافی کی امید ہے۔

### کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی حد بندی نہیں کی گئی

قرآن وحدیث میں کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی حد بندی نہیں کی گئی، ایسا کرنے میں نقصان ہے، لوگ صغیرہ گناہوں پر بے باک ہو جائیں گے، جیسے لوگ مکروہ کے سلسلہ میں لاپرواہی برتتے ہیں، علاوہ ازیں: صغیرہ اور کبیرہ امور اضافیہ ہیں، ہر گناہ نیچے کے اعتبار سے کبیرہ ہے اور اوپر کے اعتبار سے صغیرہ، جیسے چار بھائی ہیں، بیچ کے دو بھائی بڑے بھی ہیں اور چھوٹے بھی، اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ کی قسم اول کے محث خامس، باب پندرہ میں کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی حد بندی کی ہے جس کو شوق ہو وہ رحمۃ اللہ الواسعہ (۷۹۱:۱) میں دیکھے۔ تفسیر کے قارئین کو تو چاہئے کہ ہر گناہ کو سنگین سمجھیں، جیسے ہرنسکی کو، ہم سمجھ کر کرنا چاہئے، کیونکہ پیاسے کتے کو پانی پلانے سے، اور راستے سے کانٹے دار نشی ہٹانے سے بھی بخشش ہو جاتی ہے، اور معمولی چنگاری بھی لاوا (گھاس کا ڈھیر) پھونکنے (جلانے) کے لئے کافی ہے، پس معلوم نہیں کس گناہ سے بیزار غرق ہو جائے، اس لئے ہر گناہ کو بڑا سمجھ کر اس سے بچنا چاہئے۔

کبیرہ گناہ تو بہ کے بغیر معاف ہوتا ہے یا نہیں؟ — یہ مسئلہ اس آیت میں نہیں ہے، اس آیت میں تو نیک بندوں کا تعارف ہے، نیک بندے وہ ہیں جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں، رہا یہ مسئلہ کہ کسی نے کبیرہ گناہ کیا، پھر وہ تو بہ کئے بغیر مر گیا تو وہ بخشا جائے گا یا نہیں؟ یہ مسئلہ سورۃ النساء کی آیات (۱۱۶ و ۱۲۸) میں ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾: اللہ تعالیٰ اس بات کو تو نہیں بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس کے سوا جو بھی گناہ ہے، جس کے لئے منظور ہوگا، بخش دیں گے، پس کبیرہ گناہ بھی بغیر تو بہ کے معاف ہو سکتا ہے، اہل السنہ والجماعہ کا یہی مذہب ہے۔

﴿الَّذِينَ يَخْتَفُونَ بَلَدًا وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَاتِ﴾

ترجمہ: جو لوگ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے، مگر کچھ آلودگی (مستثنیٰ ہے) بے شک آپ کے رب وسیع مغفرت والے ہیں۔

### خود ستائی مت کرو اور خوش فہمی میں مت رہو

انسان کی ایک کمزوری ہے: ﴿يُحِبُّونَ أَنْ يُحْمَدُوا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا﴾: وہ چاہتے ہیں کہ جو کام انہوں نے نہیں کئے ان پر ان کی تعریف کی جائے [آل عمران ۱۸۷] کوئی بھی شخص خود کو برا نہیں سمجھتا، شرابی کبابی بھی خود کو متقی خیال کرتا ہے، یہ ڈھول میں پول ہے، اس لئے فرماتے ہیں: اپنی ستائش مت کرو، اللہ تعالیٰ کے علم میں سب کچھ ہے، وہ تمہیں جانتے ہیں جب انہوں نے تم کو مٹی سے بنایا، دادا کو مٹی سے بنایا، اور ہر کسی کو مٹی سے بنایا، پھر جب تم پیٹ کے بچے تھے، کچھ کرنے کے قابل نہیں تھے، اس وقت بھی اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ تم وجود میں آ کر کیا کرو گے، اعتبار اسی علم کا ہے، پس لوگ خود کو مقدس نہ سمجھیں، پاکیزہ زندگی گزارنے کی کوشش کریں۔

﴿هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ فَلَا تُزَكُّوْا أَنْفُسَكُمْ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ أَنْتُمْ﴾

ترجمہ: وہ تمہیں خوب جانتے ہیں جب تم کو زمین سے بنایا، اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے، پس تم خود کو مقدس مت سمجھا کرو، وہ تقویٰ شعار لوگوں کو خوب جانتے ہیں۔

أَفْرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّى ۖ وَاعْطَى قَلِيلًا وَّأَكْدَمَ ۖ أَعِنْدَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ بِرَأْيِهِ ۖ أَمْرٌ كَرِيمٌ نَبَأًا بِمَا فِي صُحُفٍ مُّوسَىٰ ۖ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى ۖ إِلَّا تَتَذَكَّرُ ۚ وَأَمْرٌ كَرِيمٌ نَبَأًا بِمَا فِي صُحُفٍ مُّوسَىٰ ۖ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى ۖ إِلَّا تَتَذَكَّرُ ۚ وَأَمْرٌ كَرِيمٌ

أُخْرَى ۝ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ۝ وَأَنْ سَعِيَهُ سَوْفَ يُرَى ۝ ثُمَّ يُجْزَاهُ

### الجزء الأول (۱)

دوسرے شخص کا	أُخْرَى	خبر دیا گیا وہ	يُنَبِّئَا	کیا پس دیکھا تو نے	أَفَرَأَيْتَ
اور یہ کہ نہیں ہے	وَأَنْ لَّيْسَ	اس کی جو	رَبِّمَا	اس کو جس نے	الَّذِي
انسان کے لئے	لِلْإِنْسَانِ	کتابوں میں	فِي صُحُفٍ	منہ پھیرا	تَوَلَّى
مگر جو	إِلَّا مَا	موسیٰ کے ہے	مُوسَىٰ	اور دیا اس نے	وَأَعْطَىٰ
کمایا اس نے	سَعَىٰ	اور ابراہیم کے	وَأَبْرَاهِيمَ	تھوڑا سا	قَلِيلًا
اور یہ کہ اس کی کمائی	وَأَنْ سَعِيَهُ	جس نے	الَّذِي	اور سخت نکلا	وَأَكْدَىٰ (۲)
عنقریب دیکھی جائے گی	سَوْفَ يُرَىٰ	قول پورا کیا	وَقَىٰ (۳)	کیا اس کے پاس ہے	أَعِنْدَهُ
پھر اس کو بدلہ دیا جائیگا	ثُمَّ يُجْزَاهُ	کہ نہیں اٹھائے گا	إِلَّا تَزِيرُ (۴)	غیب کی خبر	عِلْمَ الْغَيْبِ
بدلہ	الْجُزْءِ	کوئی بوجھ اٹھانے والا	وَأَنْزَرَهُ	پس وہ دیکھتا ہے	فَهُوَ بَرُّ
پورا پورا	الْأُولَىٰ (۵)	بوجھ	وَوَزَّرَ	کیا نہیں	أَمَرَ لَمْ

سودا بازی آخرت میں کام نہیں دے گی، کھرے ایمان ہی سے نجات ہوگی

شان نزول: یہ آیات سیف اللہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے باپ ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، قرآن کی باتیں سن کر اس کو اسلام کی طرف تھوڑی رغبت ہو چلی تھی، اور کفر کی سزا سے ڈر کر قریب تھا کہ مشرف باسلام ہو جاتا، مگر ایک کافر نے اس سے کہا کہ ایسا مت کر، میں تیرے سب گناہ آخرت میں اوڑھ لوں گا، تیری طرف سے سزا بھگت لوں گا، تو مجھے اتنا مال دے کر بے فکر ہو جا، چنانچہ ولید ایمان لانے سے رک گیا، اور اس کو زرفدیہ میں سے کچھ دیا، پھر ہاتھ کھینچ لیا۔

اس واقعہ میں یہ آیات نازل ہوئیں کہ کیا ولید کو غیب (قیامت کے دن) کی خبر ہے، کیا وہ اس دن کو آنکھوں سے دیکھ (۱) ہمزہ استفہام: اعندہ میں کمر آئے گا، ترجمہ وہاں ہوگا (۲) اکدی: وہ پتھر کی طرح سخت نکلا، مصدر اکداء، كُدَيْتٌ: سخت زمین، مرادى معنی: بخلی (۳) ووفى: توفیق پورا کرنا، پورا دینا (۴) الأ: ان لا ہے، نون کالام میں ادغام کیا ہے (۵) الاوفى: اسم تفضیل، ووفى یفی وفاء: پورا دینا۔

رہا ہے کہ دوسرا اس کے گناہ اٹھالے گا؟ اور کیا اس کو وہ مضمون نہیں پہنچا جو موسیٰ علیہ السلام اور احکام کی تعمیل کرنے والے ابراہیم علیہ السلام کی کتابوں میں ہے کہ قیامت کے دن کوئی کسی کا گناہ نہیں اٹھائے گا، ہر ایک کو اپنے عمل کی جواب دہی کرنی ہوگی، اور آخرت میں اپنا ہی ایمان کام آئے گا، ایک کا ایمان دوسرے کے کام نہیں آئے گا، پھر ایمان بھی صحیح ہونا چاہئے، کھوٹا ایمان (منافق کا ایمان) بے سود ہوگا، پھر جب ایمان کھرا ثابت ہوگا تو اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، پس ولید کو چاہئے کہ سچے دل سے ایمان لائے تاکہ اس کی نجات ہو۔

آیات پاک: پس بتلا: جس نے (ایمان سے) منہ پھیرا، اور تھوڑا سا مال دیا، پھر دینا بند کر دیا، کیا اس کے پاس غیب (قیامت کے دن) کی خبر ہے، پس وہ اس کو دیکھ رہا ہے؟ کیا وہ اُس مضمون کی خبر نہیں دیا گیا جو موسیٰ اور احکام بجالانے والے ابراہیم کی کتابوں میں ہے کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور یہ کہ اس کے لئے سود مند نہیں مگر جو اس نے کمایا، اور یہ کہ اس کی کمائی عنقریب دکھی جائے گی، پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا — پس وہ اس کو دیکھ رہا ہے: یعنی دیکھ رہا ہے کہ دوسرا اس کے گناہوں کو اٹھا رہا ہے — احکام بجالانے والا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خصوصی وصف ہے، ان کو سخت سے سخت حکم دیا گیا، انہوں نے اس کی بجا آوری میں پس و پیش نہیں کی — کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا: اس کا تعلق گناہوں سے ہے، اعمال صالحہ ایک کے دوسرے کے لئے مفید ہوں گے، ابھی سورۃ الطور (آیت ۲۱) میں آیا ہے کہ آباء صالحین کی برکت ان کی ایماندار ذریت کو پہنچے گی، اسی طرح زندوں کے ایصالِ ثواب سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے — پس جو اس نے کمایا: میں سعی ایمانی مراد ہے — دکھی جائے گی: یعنی جانچی جائے گی۔

وَإِنِّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ ۖ وَإِنَّهُ هُوَ أَضْحَكَكَ وَأَبْكَىٰ ۖ وَإِنَّهُ هُوَ آمَاتٌ وَأَحْيَا ۖ وَإِنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۖ مِنْ نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ۖ وَإِنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرَىٰ ۖ وَإِنَّهُ هُوَ غَنِيٌّ وَاقْنُ ۖ وَإِنَّهُ هُوَ رَبُّ الشَّرَعِ ۖ

وَإِنِّ	اور یہ کہ	أَضْحَكَكَ	ہنسایا	وَأَحْيَا	اور جلایا
إِلَىٰ رَبِّكَ	تیرے رب کی طرف	وَأَبْكَىٰ	اور رلایا	وَإِنَّهُ	اور یہ کہ اس نے
الْمُنْتَهَىٰ	پہنچنا ہے	وَإِنَّهُ هُوَ	اور یہ کہ اسی نے	خَلَقَ	بنایا
وَأَنَّ هُوَ	اور یہ کہ اسی نے	آمَاتٌ	مارا	الزَّوْجَيْنِ	جوڑا



اور فقیر کیا	وَاقْنُ (۱)	اٹھانا ہے	النَّشَاةُ	نرا اور مادہ کا	الذِّكْرُ وَالْأُنثَىٰ
اور یہ کہ وہی	وَآتَتْهُ هُوَ	دوسری بار	الْأُخْرَىٰ	ایک بوند سے	مِنْ نُّطْفَةٍ
رب ہے	رَبِّ	اور یہ کہ اسی نے	وَإِنَّهُ هُوَ	جب وہ چپکائی گئی	إِذَا نُمِّي
شعری کا	الشَّعْرَىٰ (۲)	مالدار کیا	أَعْنَىٰ	اور یہ کہ اس پر	وَأَنَّ عَلَيْهِ

### گذشتہ صحیفوں میں متقابلات سے آخرت پر استدلال

متقابلات: یعنی جوڑی کے قانون سے آخرت پر استدلال موسیٰ و ابراہیم علیہما السلام کی کتابوں میں بھی ہے۔ فرمایا: سب کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے، آخرت: دنیا کا جوڑا ہے، جیسے ہنسارونا، مرننا جینا، نر مادہ، مالدار کی غریبی اور شعری ستارے کی جوڑی، اسی طرح اللہ نے ذمہ لیا ہے کہ وہ اس دنیا کو ایک دن ختم کر کے اس کا جوڑا (آخرت کو) پیدا کریں گے، پھر وہ دنیا ہمیشہ چلے گی، اسی میں نیک و بد کا فرق ظاہر ہوگا۔

اور جوڑی کے قانون کی وضاحت ابھی سورۃ الذاریات میں آچکی ہے، وہ دو چیزیں جو مل کر کسی مقصد کی تکمیل کرتی ہیں: جوڑی ہیں، ہنسنے اور رونے سے زندگی خوش گوار ہوتی ہے، ہمیشہ ہنستا ہی رہے تو پاگل کہلائے، اور ہمیشہ روتا ہی رہے تو قبر میں پہنچ جائے، اسی طرح موت و حیات کے ساتھ ایک مقصد وابستہ ہے، جیسے سونے جاگنے کے ساتھ ایک مقصد وابستہ ہے، اور وہ مقصد ہے: عمل کر کے آرام پانا، موت پر بے قراری کو قرار آ جاتا ہے، اور نر مادہ سے نسل چلتی ہے، اور غریبی سے مالدار کی قدر و قیمت معلوم ہوتی ہے، جیسے کڑوے سے میٹھے کی قدر معلوم ہوتی ہے، کڑوی دواء کے بعد میٹھی چیز کھانے سے منہ کا مزہ بدل جاتا ہے، اور شعری ستاروں کی جوڑی کس مقصد کی تکمیل کرتی ہے؟ اس کو نجوم کے ماہرین جانتے ہیں، ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ بعض عرب قبائل اس کی افادیت کے پیش نظر اس کی پرستش کرتے تھے، اس لئے مثالوں میں اس کا تذکرہ کرنے کے ساتھ اس کی معبودیت کی نفی کی، تاکہ اس کی حیثیت گھٹے!

آیات پاک: — اور یہ کہ (سب کو) آپ کے پروردگار کے پاس پہنچنا ہے، اور یہ کہ وہی ہنساتا اور روتا ہے، اور یہ کہ وہی مارتا اور جلاتا ہے، اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ کا جوڑا بنایا ہے، ایک بوند سے جب وہ بچہ دانی میں ڈالی جاتی ہے — یعنی ایک ہی بوند سے نر بھی اور مادہ بھی بناتے ہیں — اور یہ کہ اس کے ذمہ دوبارہ پیدا کرنا ہے — یہی آخرت

(۱) اَقْنَى: اِقْنَاء (باب افعال) کا ہمزہ سلب مأخذ کے لئے ہے، اور سلب قنایہ کے معنی ہیں: فقیر بنانا، یہی معنی یہاں مناسب ہیں۔ کیونکہ متقابلات کا ذکر چلا آ رہا ہے (نواخذ) (۲) شعری ستارہ دو ستاروں کی جوڑی ہے، ایک کا نام عَبُود اور دوسرے کا نام غَمِيصَاء ہے۔

دنیا کا جوڑا ہے، دونوں مل کر جزا و سزا کے مقصد کی تکمیل کریں گے۔ اور یہ کہ وہی مالدار اور فقیر کرتا ہے، اور یہ کہ وہی شعری ستارہ کا پروردگار ہے۔

وَإِنَّ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ ۖ وَشُرُودًا ۖ فَمَا أَيُّ نَوْجٍ ۖ وَقَوْمٌ نُوحٍ ۖ مِنْ قَبْلُ مَا نَشْكُرُ  
كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْعَ ۖ وَالْمُؤْتَفِكَةَ ۖ أَهْوَىٰ ۖ فَغَشَّهَا مَا غَشَّىٰ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ  
رَبِّكَ تَتَمَارَىٰ ۖ

وَإِنَّ	اور یہ کہ اللہ نے	نُوحٍ	نوح کو	أَهْوَىٰ	گرایا اس نے
أَهْلَكَ	برباد کیا	مِنْ قَبْلُ	ان سے پہلے	فَغَشَّهَا	پس چھائی اس پر
عَادًا الْأُولَىٰ	عادِ اولیٰ کو	لَا نَشْكُرُ	بے شک وہ	مَا غَشَّىٰ	جو چیز چھائی
وَشُرُودًا	اور شرمود (عاد ثانیہ) کو	كَانُوا هُمْ	تھے وہ	فَبِأَيِّ	پس کونسی
فَمَا أَيُّ	پس نہیں باقی چھوڑا	أَظْلَمَ	بڑے ظالم	الْآلَاءِ	نعمتوں میں
	(کسی کو)	وَأَطْعَ	اور بڑے سرکش	رَبِّكَ	اپنے رب کی
وَقَوْمٌ	اور قوم	وَالْمُؤْتَفِكَةَ <sup>(۱)</sup>	اور پلٹ گئی ہوئی ہستی کو	تَتَمَارَىٰ <sup>(۲)</sup>	جھگڑے گا تو؟

گذشتہ صحیفوں میں آخرت کی تکذیب کرنے والی قوموں کی ہلاکت کا ذکر

حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی آسمانی کتابوں سے جو مضامین نقل کئے جا رہے ہیں وہ ان آیات (آیت ۵۴) پر پورے ہو جائیں گے۔ آخرت کا عقیدہ توحید و رسالت کے عقائد کی طرح بنیادی عقیدہ ہے، اور تینوں عقائد میں چولی دامن کا ساتھ ہے، ان عقائد کو نہ ماننے کی وجہ سے چار قومیں ہلاک کی جا چکی ہیں، صحف موسیٰ و ابراہیم علیہما السلام میں ان کا ذکر ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — اور یہ کہ اللہ نے عادِ اولیٰ کو ہلاک کیا — ان کی طرف ہود علیہ السلام مبعوث کئے گئے تھے، ان میں سے جو مؤمنین باقی رہ گئے وہ عادِ ثانیہ اور شرمود کہلائے، پھر جب وہ بگڑے تو ان کی طرف صالح علیہ السلام مبعوث کئے گئے، پھر جب انھوں نے بات نہ مانی تو وہ سارے ہلاک کئے گئے — اور شرمود کو، پس کسی کو باقی نہیں چھوڑا — اور قوم نوح کو ان (عاد و شرمود) سے پہلے (ہلاک کیا) بے شک وہ بڑے ظالم اور شریر (۱) المؤمنة: اسم فاعل، انصفت الارض: زمین پلٹ جانا (۲) تتمازی: مضارع، واحد مذکر حاضر، تتمازی القوم: باہم جھگڑنا، بحث کرنا، اس کے معنی: شک کرنے اور جھٹلانے کے بھی کئے گئے ہیں۔

تھے۔ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک محنت کی مگر لاحقاً حاصل رہی، اس سے بڑی نا انصافی کیا ہوگی؟ اور کہتے ہیں: لوگ حضرت نوح علیہ السلام کو اتنا مارتے تھے کہ وہ پتھروں میں ڈھک جاتے تھے، اس سے بڑی شرارت کیا ہو سکتی ہے؟ اور پلٹ گئی بستی کو پھینک مارا۔ یہ لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں سدوم وغیرہ کا ذکر ہے۔ پس چھا گئی اس بستی پر جو چیز چھا گئی! یعنی ان پر کھنگر کے پتھروں کی بارش برسی، اور ابہام تھویل (خوب زدہ کرنے) کے لئے ہے۔

پس تو اپنے رب کی کس کس نعمت میں شک کرے گا/ جھگڑے گا/ جھٹلائے گا؟ یہ آیت واسطۃ العہد ہے، ہار کے درمیان کا قیمتی ہیرا ہے، آگے سے بھی اس کا ربط ہے، اور خطاب ولید بن مغیرہ سے یا عام انسان سے ہے، اور نعمت سے مراد توحید، رسالت اور آخرت کی تعلیمات ہیں۔

هَذَا نَذِيرٌ مِّنَ النَّذْرِ الْأُولَىٰ ۖ أَزْفَتِ الْأَرْفَاقُ ۖ كَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ۖ أَقْوَمُنْ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ۖ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَتَّبِعُونَ ۖ وَ أَنْتُمْ مُسْمِدُونَ ۖ فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۖ

یہ ڈرسانے والے ہیں	مِنَ دُونِ اللَّهِ	اللہ تعالیٰ کے سوا	اور نہیں روتے تم
ڈرسانے والوں میں سے	كَاشِفَةٌ	کوئی کھولنے والا	در احوالیکہ تم
اگلے	أَقْوَمُنْ هَذَا الْحَدِيثِ	کیا پس اس بات سے	تکبر کرنے والے ہو
قریب آگلی	تَعْجَبُونَ	تعجب کرتے ہو تم	پس سجدہ کرو
قریب آنے والی	وَتَضْحَكُونَ	اور ہنستے ہو تم	اللہ کو
نہیں ہے اس کے لئے	وَاعْبُدُوا		اور عبادت کرو

### آخری موعظتیں

سورت کا موضوع: رسالت، توحید اور آخرت ہے، آخر میں تینوں کے تعلق سے نصیحت فرماتے ہیں:

۱۔ رسالت کے تعلق سے فرمایا کہ جس طرح ماضی میں برے اعمال کے بھیا نک نتائج سے ڈرانے والے آتے رہے ہیں یہ پیغمبر بھی مجرموں کو برے انجام سے ڈرانے آئے ہیں، ان کی بات قبول کرو، اس میں تمہارا نفع ہے۔

(۱) الأولى: فاصلہ کی رعایت میں مؤنث لائے ہیں، النذر: بتاویل جماعت ہے (۲) سَمَدًا (ن) سَمُوذًا: بلند ہونا۔

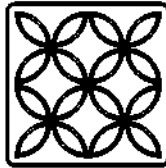
۲- آخرت کے تعلق سے فرمایا کہ قیامت قریب آگئی ہے، جب اس کا وقت آجائے گا تو کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکے گی۔ پس خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ، اور اس دن کی تیاری میں لگ جاؤ۔

۳- دلیل رسالت (قرآن کریم) کے تعلق سے فرمایا: تم اس کلام الہی سے تعجب کرتے ہو، اس کو سن کر ہنستے ہو، روتے نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہاری انانیت تم کو اس پر ایمان لانے سے روکتی ہے۔

۴- توحید کے تعلق سے فرمایا: اطاعت کی راہ اختیار کرو، بندگی کا طریقہ اپناؤ، سر نیا زخم کرو، اور ایمان لا کر آخرت کی تیاری میں لگ جاؤ۔

آیات پاک: — یہ (محمد ﷺ) بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں، قریب آنے والی چیز (قیامت) قریب آچکی ہے، اللہ کے سوا کوئی اس کو ٹانے والا نہیں، کیا پس تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو؟ اور ہنستے ہو، اور روتے نہیں! اور تم (اس کو قبول کرنے سے) تکبر کرتے ہو! پس اللہ کو سجدہ کرو، اور اس کی عبادت کرو — (یہاں سجدہ کرنا واجب ہے)

﴿۱۸﴾ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ = ۲۸ مارچ ۲۰۱۶ء



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ القمر

یہ سورت مکی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۷۳ ہے، یہ ابتدائی دور کی سورت ہے، اس کی پہلی آیت میں معجزہ شق القمر کا ذکر ہے، اس لئے یہ نام رکھا ہے، اس سورت کا موضوع: قیامت اور قیامت سے پہلے دنیا میں منکرین کو ملنے والی سزا کا بیان ہے، یہ سزا بھی قیامت کی سزا کا ایک نمونہ ہے، سورت کے آخر میں پھر قیامت کے احوال ہیں۔

### معجزہ شق القمر:

ہجرت سے پہلے نبی ﷺ حج کے موقعہ پر منیٰ میں تشریف فرما تھے، کفار نے آپ سے کوئی معجزہ طلب کیا، آپ نے فرمایا: آسمان کی طرف دیکھو، اچانک چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا مشرق کی طرف اور دوسرا ٹکڑا مغرب کی طرف چلا گیا، بیچ میں پہاڑ حائل تھا، جب سب نے خوب اچھی طرح یہ معجزہ دیکھ لیا تو دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے، کفار کہنے لگے: محمد نے جادو کر دیا! اسی معجزہ کو معجزہ شق القمر کہتے ہیں، یہ قیامت کی ایک نشانی ہے، آگے سب کچھ اسی طرح پھٹے گا، یہ معجزہ قرآن سے اور احادیث سے ثابت ہے، اور کسی دلیل عقلی سے اس کا محال ہونا ثابت نہیں، اور محض استبعاد کی بنا پر قطعی الثبوت کو رد نہیں کیا جاسکتا، استبعاد (عقل سے دور ہونا) تو اعجاز کے لئے لازم ہے۔

سوال: اگر یہ معجزہ واقع ہوا ہے تو تاریخ کی کتابوں میں اس کا ذکر کیوں نہیں؟

جواب: یہ واقعہ رات کا تھا، بعض ممالک میں تو اس وقت دن ہوگا، بعض جگہ آدھی رات، لوگ سوتے ہوئے، اور جہاں بیدار ہونگے آسمان کی طرف کون دیکھتا ہوگا؟ اور چاند کے دو ٹکڑے ہونے سے چاندنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا، پھر تھوڑی دیر کا قصہ تھا، اور اس زمانہ میں رصدگاہیں بھی نہیں تھیں، اس لئے تاریخوں میں مذکور نہ ہونے سے اس کی تکذیب نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں: تاریخ فرشتہ میں اس کا ذکر موجود ہے، کہتے ہیں مالی بارکارا جہاں اسی معجزہ کو دیکھ کر مسلمان ہوا تھا۔

سوال: کچھ لوگ اس واقعہ کو قدرتی حادثہ کہتے ہیں، معجزہ نہیں مانتے، کیا ان کا خیال صحیح ہے؟

جواب: ان کا خیال قطعاً غلط ہے، قرآن کریم نے اس کو آیت بڑا معجزہ کہا ہے، پھر اس کو صرف قدرتی حادثہ کیسے کہہ سکتے ہیں، ایسا کہنے والے کا ذہن مسموم (زہر آلود) ہے!

لطیفہ: کسی شاعر نے کہا ہے:

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں ﴿﴾ مہ نے شق ہو کر دین کو لیا ہے آگوش میں

شرح: لفظ مدینہ سے میم اور ہاء کو الگ کر لو، مہ ہو گیا، اور بیچ میں دین آ گیا، معجزہ شق القمر ثابت ہو گیا، اور نبی ﷺ کے لئے ہوئے دین اسلام کی حقانیت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی۔

اِنْتِهَاهُ (۵۴) سُورَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ (۳۷) كَمَا تَقَابَلُوا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ۝ وَاَنْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرَضُوْنَ وَیَقُولُوْنَ سِحْرٌ مُّسْتَمَرٌّ ۝  
وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقَرٌّ ۝ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ مَا  
فِیْهِ مُزْدَجَرٌ ۝ حِكْمَةٌ بِاللِّغَةِ ۝ فَمَا تَنْغِنُ التُّذُرُ ۝ فَنَقَلَ عَنْهُمْ مِیَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ  
اِلَى شَیْءٍ نُّكِرٍ ۝ خُشْعًا اَبْصَارُهُمْ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ کَاَنْهُمْ جُرَادٌ  
مُّنْتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِیْنَ اِلَى الدَّاعِ ۝ یَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ ۝

اِقْتَرَبَتِ	نزدیک آگئی	مُسْتَمَرٌّ <sup>(۱)</sup>	ہمیشہ سے چلا آنے والا	مَا فِیْهِ	وہ جس میں ہے
السَّاعَةُ	قیامت	وَكَاذِبُوْا	اور جھٹلایا انہوں نے	مُزْدَجَرٌ <sup>(۳)</sup>	ڈانٹ (جھڑکی)
وَاَنْشَقَّ	اور پھٹ گیا	وَاتَّبَعُوْا	اور پیروی کی انہوں نے	حِكْمَةٌ <sup>(۴)</sup>	(وہ) دانشمندی کی بات
الْقَمَرُ	چاند	اَهْوَاءَهُمْ	اپنی خواہشات کی	بِاللِّغَةِ <sup>(۵)</sup>	آخری درجہ کی
وَاِنْ یَّرَوْا	اور اگر دیکھیں وہ	وَكُلُّ اَمْرٍ	اور ہر معاملہ	فَمَا تَنْغِنُ	پس کام نہیں آئے
اٰیَةً	کوئی معجزہ	مُسْتَقَرٌّ <sup>(۲)</sup>	ٹھہرنے والا ہے	التُّذُرُ <sup>(۶)</sup>	ڈرانے والے
یُّعْرَضُوْنَ	روگردانی کریں وہ	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	فَنَقَلَ عَنْهُمْ	پس روگردانی کریں ان سے
وَيَقُولُوْنَ	اور کہیں وہ	جَاءَهُمْ	آیا ان کے پاس	یَوْمَ	(یاد کرو) جس دن
سِحْرٌ	(یہ) جاو (ہے)	وَمِنَ الْاَنْبِیَاءِ	خبروں میں سے	یَدْعُ <sup>(۷)</sup>	بلانے گا

(۱) مُسْتَمَرٌّ: اسم فاعل، اِسْتَمَرَ الشَّیْءُ: مسلسل رہنا، جاری رہنا (۲) مُسْتَقَرٌّ: اسم فاعل، اِسْتَقَرَّ: قرار پکڑنا، ٹھہرنا (۳) مُزْدَجَرٌ: مصدر میسی، از دو جہاز: جھڑکی، ڈانٹ (۴) حِكْمَةٌ: ہو: ضمیر محذوف کی خبر، اور ضمیر کا مرجع قرآن کریم ہے، جو ماقبل سے مفہوم ہوتا ہے۔ (۵) بِاللِّغَةِ: ای بینة واضحة التی بلغت غایة المتانة والقوة علی الإثبات: صاف واضح، نہایت قوی اور اعلیٰ درجہ کی مثبت مدعی بات۔ (۶) التُّذُرُ: التذیر کی جمع: ڈرانے والا، پیغمبر۔ (۷) یَدْعُ: دراصل یدعو تھا، وافر آئی رسم الخط میں حذف کر دیا ہے۔

الذَّاعِ	بلانے والا	صَنِ الْجَدَاثِ	قبروں سے	يَقُولُ	کہیں گے
رَأَى شَيْءًا	ایک چیز کی طرف	كَانَتْهُمْ	جیسے وہ	الْكَافِرُونَ	مکفرین
مُكْدِرًا <sup>(۱)</sup>	انجانی (ناگوار)	جَرَادًا	مڈیاں ہیں	هَذَا	یہ
خُشَعًا <sup>(۲)</sup>	جھکائے ہوئے ہونگے	مُنْتَشِرًا	بکھری پڑیں	يَوْمَ	دن ہے
أَبْصَارُهُمْ	اپنی آنکھوں کو	مُهْطِعِينَ <sup>(۳)</sup>	تیزی سے جانے والے	عَسْرًا	مشکل (بھاری)
يَخْرُجُونَ	نکلیں گے وہ	إِلَى الدَّاعِ	بلانے والے کی طرف		

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

### قیامت قریب آگئی، ہوش میں آ جاؤ!

قیامت سے پہلے سورج بے نور ہو جائے گا، ستارے جھڑ جائیں گے (تکویر ۲۰) اس کی ابتداء ہو چکی، نبی ﷺ نے معجزہ دکھایا، اور چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، آگے اسی طرح سب کچھ درہم برہم ہو جائے گا۔

مگر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب بھی کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کو ٹٹلا جاتے ہیں، کہہ دیتے ہیں: یہ جادو ہے جو چلا آ رہا ہے یعنی لوگ نظر بندی کر کے ایسے کرشمہ دکھاتے آرہے ہیں، آج یہ کوئی نئی بات نہیں۔

اس طرح لوگ اللہ کے رسول کو، اللہ کے کلام کو اور اس کی خبروں کو جھٹلا دیتے ہیں، اور اپنی خواہشات پر چلتے رہتے ہیں، اپنے باطل نظریات پر نظر ثانی نہیں کرتے، حالانکہ وہ دنیا پر نظر ڈالیں تو انہیں صاف نظر آئے گا کہ ہر چیز کو ٹھہرنا ہے، ہر چیز کو کسی منزل پر پہنچ کر رک جانا ہے، دنیا کی بھی آخری منزل ہے، اس تک پہنچ کر اس کو بھی رک جانا ہے، ختم ہو جانا ہے۔

ام سابقہ کے احوال میں غور کرو، ہر قوم رسول کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کی جا چکی ہے، اور ان کے واقعات قرآن کریم میں بیان کر دیئے گئے ہیں، جن میں عبرت کا سامان ہے، اور قرآن اعلیٰ درجہ کی حکمت کی کتاب ہے، مگر پہلے بھی ڈرانے والوں کی باتیں رازگال گئی ہیں، لہذا آپ مکرین سے رخ پھیر لیں، ان کو ان کے حال پر چھوڑیں، وہ قیامت کا انتظار کریں، جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ایک بلانے والا فرشتہ میدانِ حشر کی طرف بلائے گا، اس وقت وہ قبروں سے نکل پڑیں گے، ذلت سے ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ مڈی دل کی طرح بکھرے پڑے ہونگے، اور وہ تیزی سے بلانے والے کی طرف چل رہے ہونگے، اس دن کذبین کہہ رہے ہونگے: یہ سخت مشکل دن آن پڑا!

آیات پاک: — قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند پھٹ گیا، اور اگر لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو ٹٹال جاتے ہیں،

(۱) نکو: میدانِ حشر مراد ہے (۲) خشعا: یخروجون کے فاعل کا حال ہے (۳) اھطع فی سیرہ: تیز رفتار ہونا۔

اور کہہ دیتے ہیں: یہ جادو ہے جو چلا آ رہا ہے! اور انھوں نے جھٹلایا، اور اپنی خواہشات کی پیروی کی، اور ہر چیز کو قہر آنا ہے — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ان کے پاس پہنچ چکی ہیں ام مانیہ کی وہ خبریں جن میں عبرت کا سامان ہے (اور قرآن اعلیٰ درجہ کی دانشمندی کی باتیں ہیں، مگر نتائج اعمال سے آگاہ کرنے والوں کی باتیں رائیگاں ہی جاتی ہیں — پس ان سے رخ پھیر لیں (اور وہ یاد کریں: جس دن بلانے والا فرشتہ ایک ناگوار چیز (میدانِ حشر) کی طرف بلائے گا، (اس دن) ان کی آنکھیں (ذلت سے) جھکی ہوئی ہوگی، وہ قبروں سے نکلیں گے گویا وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں — کثرت اور بے ترتیبی میں — تیزی سے چل رہے ہونگے بلانے والے کی طرف، منکرین کہتے ہونگے: یہ بڑا سخت دن ہے! — اس کی تیاری ابھی کر لو، تا کہ وہ دن آسان ہو جائے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدَجَرَ ۖ فَدَعَا رَبَّهُ  
 أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ۖ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ۖ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ  
 عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۖ وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ الْأَوَّاجِ وَدُسِرَ ۖ فَتَجَرَّى  
 بِأَعْيُنِنَا ۖ جَزَاءً لِمَن كَانَ كُفِرَ ۖ وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً ۖ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ ۖ فَكَيْفَ  
 كَانَ عَذَابِي وَنُذْرٍ ۖ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ ۖ

آسمان کے	السَّمَاءِ	اور دھمکایا گیا	وَازْدَجَرَ <sup>(۲)</sup>	جھٹلایا	كَذَّبَتْ
پانی کے ساتھ	بِمَاءٍ	پس پکارا اس نے	فَدَعَا	ان سے پہلے	قَبْلَهُمْ
خوب برسنے والے	مُنْهَمِرٍ <sup>(۳)</sup>	اپنے رب کو	رَبَّهُ	قوم نوح نے	قَوْمُ نُوحٍ
اور پھاڑا، ہم نے	وَفَجَّرْنَا	کہ میں ہار گیا	أَنِّي مَغْلُوبٌ	پس جھٹلایا انھوں نے	فَكَذَّبُوا <sup>(۱)</sup>
زمین کو	الْأَرْضَ	پس آپ بدل لیں	فَانْتَصِرْ	ہمارے بندے کو	عَبْدَنَا
چشموں کے اعتبار سے	عُيُونًا <sup>(۴)</sup>	پس کھول دیئے ہم نے	فَفَتَحْنَا	اور کہا انھوں نے	وَقَالُوا
پس مل گیا	فَالْتَقَى	دروازے	أَبْوَابَ	پاگل ہے	مَجْنُونٌ

(۱) لکذبوا: فاء تفصیلیہ ہے، تکذیب کی تفصیل ہے (۲) ازدجرو: ماضی مجہول، واحد مذکر غائب، ازدجرو: جھڑکنا، ڈانٹنا، بعض نے آسیب زدہ ترجمہ کیا ہے۔ (۳) منہمر: اسم فاعل، انہما: خوب برسنے والا (۴) عیوناً: تیز ہے، اصل عیون الأرض تھا۔



پانی	لَمَنْ كَانَ	اس شخص کے جو تھا	كَانَ عَذَابِي	تھی میری سزا
ایک کام پر	كَفَرًا	انکار کیا گیا	وَنَذِيرًا <sup>(۳)</sup>	اور میرا کھڑکھڑانا؟
تحقیق طے کیا جا چکا تھا	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
اور اٹھایا ہم نے اس کو	تَرَكْنَاهَا	رہنے دیا ہم نے اس کو	يَتَذَكَّرْنَا	آسان کیا ہم نے
تختوں والی پر	آيَةً	بڑی نشانی	الْقُرْآنَ	قرآن کو
اور کیلوں (والی پر)	فَهَلْ	پس کیا	لِلذَّكْرِ	بصیحت حاصل کرنے کیلئے
بہر رہی ہے وہ	مِنْ مُذَكِّرٍ <sup>(۲)</sup>	کوئی بصیحت قبول	فَهَلْ	پس کیا
ہماری آنکھوں کو سامنے	فَايِفْ	کرنے والا ہے؟	مِنْ مُذَكِّرٍ	کوئی بصیحت حاصل
بدلہ کے طور پر		پس کیسی		کرنے والا ہے؟

اہم ماضیہ کے واقعات حمن میں عبرت کا سامان ہے

پہلا واقعہ: نوح علیہ السلام کی قوم کی غرقابی کا

اب قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط اور فرعون کی ہلاکت کے واقعات بیان فرماتے ہیں۔ نوح علیہ السلام پہلے رسول اور انسانوں کے دوسرے جدا موجد ہیں، انھوں نے لمبے عرصہ تک محنت کی مگر کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہوا، لوگوں نے آپ کو پاگل قرار دیا، اور دھمکی دی کہ اگر تم اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کر دیں گے۔

پھر جب پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تو آپ نے دعا کی: الہی! میں ان لوگوں سے عاجز آ گیا، میری کوئی فہمائش کارگر نہیں ہوتی، اب آپ ان سے نمٹ لیں! بس پھر کیا تھا، دعا قبول ہوئی، اور پانی ٹوٹ کر برسنے لگا، اور زمین کے سوتے ٹوٹ گئے چشمے اہل پڑے، اور دونوں پانی مل کر پہاڑوں کی چوٹیوں کو شرمانے لگے، اور پوری قوم قہمہ اہل بن گئی!

اور اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور مومنین کی نجات کے لئے پہلے سے کشتی تیار کر والی تھی، نوح علیہ السلام نے وحی کی راہ نمائی میں کیلوں سے تختے جوڑ کر کشتی بنائی تھی، سب اہل ایمان اس میں سوار ہو گئے، اور کشتی اللہ کی حفاظت میں

(۱) دُوسر: دسار کی جمع: کیل جو کلڑی میں ٹھوکی جائے (۲) مدکو کی اصل مذکور ہے، پہلے تاء کو دال (مہملہ) سے بدلا، پھر ذال (جمہ) کو دال (مہملہ) سے بدلا، پھر دونوں میں ادغام کیا، مادہ ذکر ہے، ادکار: بصیحت قبول کرنا (۳) نُذِر: مصدر مفرد، نُفَعَل کے وزن پر مصدر آسکتا ہے (جمل) اور آخر سے یا محذوف ہے راء کا کسرہ اس کی علامت ہے۔ اور نذیر کی جمع بھی نُذُر ہے۔

چلتی رہی، یہ اللہ نے اپنے بندے کا بدلہ لیا، اور یہ واقعہ عبرت کی نشانی بن گیا، بعد کے تمام انبیاء کی کتابوں میں اس کا ذکر کیا جاتا رہا۔

### قرآن کریم کا پڑھنا اور سمجھنا آسان ہے

سورۃ القمر میں چار مرتبہ فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ — اور یہ آیت بھی بار بار آئی ہے: ﴿فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ﴾: کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ قرآن کا ناظرہ، حفظ اور سمجھنا: تینوں آسان ہیں، مجاہد کہتے ہیں: ہم نے قرآن کا پڑھنا آسان کیا ہے: اس میں تینوں باتیں داخل ہیں — واقعہ یہ ہے کہ کسی زبان کو سمجھنے بغیر اتنی بڑی کتاب اندر دیکھ کر پڑھنا آسان نہیں، مگر قرآن کو کروڑوں انسان: مردوزن: بغیر سمجھے فر فر پڑھتے ہیں — اسی طرح کسی زبان کو سمجھے بغیر زبانی یاد کرنا ناممکن ہے، مگر قرآن کا حال یہ ہے کہ بچے بے سمجھے دو تین سال میں پورا قرآن ایسا یاد کر لیتے ہیں کہ ایک حرف ادھر سے ادھر نہیں ہونے دیتے — اور سمجھنے کا حال یہ ہے کہ عربی ہو، عجمی ہو، جوان ہو، بوڑھا ہو، شہری ہو، دیہاتی ہو، مرد ہو یا عورت سب قرآن کو یکساں سمجھ سکتے ہیں، مگر نصیحت پذیری کی حد تک، حقائق و دقائق علماء کا حصہ ہیں، یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے۔

آیات پاک: ان (مکہ والوں) سے پہلے قوم نوحؑ نے تکذیب کی، یعنی ہمارے بندے (نوحؑ کی) تکذیب کی، اور انھوں نے کہا: یہ پاگل ہے! اور وہ دھمکا یا گیا، پس اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں ہار گیا، پس آپ بدلہ لیں، پس ہم نے آسمان کے موسلا دھار برسنے والے دہانے کھول دیئے، اور زمین سے چشمے ابل پڑے، پس دونوں پانی اس کام کے لئے ابل گئے جو جو بیز کیا جا چکا تھا، اور ہم نے نوحؑ کو تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا، جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی، بدلہ لینے کے لئے اس شخص کا جس کا انکار کیا گیا، اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت بنا دیا، پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ پس دیکھو! میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا کیسا رہا؟ — یعنی اللہ کی وعید واقعہ بن کر رہی — اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے، پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ — اس کے مخاطب کفار ہیں، ہم مسلمان تو قرآن کی باتیں سن کر ایمان لے آئے ہیں۔ فالحمد لله على ذلك!

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَدَابِي وَنُذِرٍ ۖ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمٍ  
 نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۖ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعَةٍ ۖ فَكَيْفَ كَانَ عَدَابِي وَ  
 نُذِرٍ ۖ وَلَقَدْ يُسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَكِّرٍ ۖ

کَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرِي إِنَّمَا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا	جھٹلایا عاد نے پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا بے شک ہم نے چھوڑی ہم نے ان پر ہوا	صَهْرًا فِي يَوْمٍ نَحِيسٍ مُسْتَوْدِعٍ <sup>(۱)</sup> تَنْزِيحُ النَّاسِ كَاتَمِهِمْ أَعْجَازُ تَعْلِيلٍ مُنْقَعِرٍ <sup>(۲)</sup>	ٹھنڈی ستائے کی دن میں منخوس دائمی اکھاڑتی ہے وہ لوگوں کو گویا وہ تنے ہیں کھجور کے جز سے اکھڑے ہوئے	فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرِي إِنَّمَا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا	پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا اور البتہ تحقیق آسان کیا ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟
---	--	--	---	--	--

### دوسرا واقعہ: عاد کی ہلاکت کا

عاد: تنومند اور قد آور تھے، ہر کس بھی اتنے ہی اتنے تھے، ان کی طرف ہووعلیہ السلام مبعوث کئے گئے، جب وہ ایمان نہ لائے تو عذاب آیا، سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل منخوس ہوا چلی، جس میں ٹھنڈی، ہوا کے ٹھکڑوں نے ان کو اٹھا کر اس طرح زمین پر پٹک دیا جیسے کھجور کے تنے اکھاڑ کر زمین پر ڈال دیئے جاتے ہیں، پس دیکھو! جو دیدہ عبرت ہو، اللہ کا عذاب اور ان کی دھمکی کیسی رہی؟ — اور قرآن کریم نصیحت پذیری کے تعلق سے بہت آسان ہے، پس اس کی نصیحت قبول کرو!

آیات پاک: — عاد نے (بھی) جھٹلایا، پس میرا عذاب اور میری دھمکی کیسی رہی؟ ہم نے ان پر ایک دن میں جو آخری دن تک منخوس تھا ستائے کی ٹھنڈی ہوا چھوڑی، جس نے لوگوں کو اکھاڑ پھینکا جیسے وہ اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں، پس میرا عذاب اور میری دھمکی کیسی رہی؟ — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت پذیری کے لئے آسان کیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے۔

فائدہ: یہ منخوس دن انہیں کے حق میں تھے، جو لوگ مہینہ کے آخری بدھ کو منخوس سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، جب پورا ہفتہ منخوس ہوا چلی تو نحوست سے کونسا دن خالی رہا؟

(۱) مستمر: دائمی: ہوا آٹھ دن مسلسل چلی تھی، وہ پہلے دن سے آخری دن تک منخوس تھی یعنی نحوست نہ اٹھی جب تک وہ ہلاک نہ ہو گئے (۲) منقعر: ام فاعل: انقعار: جز سے اکھڑ جانا، قعر: مادہ: جز، بنیاد (۳) فکیف: بکرا تہویل (ڈرانے) کے لئے ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ۝ فَقَالُوا أَبَشَرًا مِّمَّنَّا وَاحِدًا نَتَّبِعُهُ ۚ إِنَّا إِذَا لَغِي ضَلِيلٌ وَسُعِيرٌ ۝  
 ۱۰۸ ۝ أَلَيْسَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشْرٌ ۝ سَيَعْلَمُونَ عَذَابَ الْكَذَّابِ  
 الْأَشْرِ ۝ إِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةَ فِتْنَةً لَهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝ وَتَبَيَّنْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ  
 قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ ۖ كُلٌّ شَرِبَ مَحْضَرٌ ۝ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ ۝ فَكَيْفَ كَانَ  
 عَذَابِي وَنُذُرِي ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ۝  
 وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَكِّرٍ ۝

کذبت	جھٹلایا	۱۰۸ ۝ أَلَيْسَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشْرٌ ۝	کیا ذالی گئی	۱۰۸ ۝ أَلَيْسَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشْرٌ ۝	بیشک ہم صحیحے والے ہیں
ثمود	ثمود نے	سَيَعْلَمُونَ	نصیحت	سَيَعْلَمُونَ	اوستی کو
بِالنُّذُرِ	ڈرانے والوں کو	فِتْنَةً	اس پر	فِتْنَةً	آزمائش کے لئے
فَقَالُوا	پس کہا انھوں نے	وَاصْطَبِرْ	ہمارے درمیان سے؟	وَاصْطَبِرْ	ان کی
أَبَشَرًا	کیا کوئی انسان	وَتَبَيَّنْهُمْ	بلکہ وہ	وَتَبَيَّنْهُمْ	پس آپ انتظار کریں ان کا
مِمَّنَّا	ہم میں سے	أَنَّ الْمَاءَ	مہاجھوٹا	أَنَّ الْمَاءَ	اور صبر کریں
وَاحِدًا	ایک	قِسْمَةٌ	بڑائی مارنے والا ہے	قِسْمَةٌ	اور آگاہ کریں ان کو
نَتَّبِعُهُ	پیروی کریں ہم اس کی	بَيْنَهُمْ	عنقریب جانیں گے وہ	بَيْنَهُمْ	کہ پانی
إِنَّا	بے شک ہم تب تو	كُلٌّ	آئندہ کل	كُلٌّ	بانٹا ہوا ہے
إِذَا	ضرور گمراہی میں	شَرِبَ	کون مہاجھوٹا	شَرِبَ	ان کے درمیان
لَغِي	اور جنوں میں ہیں		بڑائی مارنے والا ہے		ہر پانی کا حصہ

(۱) بشرًا: منصوب علی شریطہ التفسیر ہے، نتبعہ: بشرًا کے عامل کی تفسیر کرتا ہے (۲) منّا اور واحدًا دو صفتیں ہیں (۳) اصل میں سَعْر کے معنی آگ بھڑکانے کے ہیں، جب دماغ میں گرمی ہو جاتی ہے تو پاگل ہو جاتا ہے، بایں اعتبار وہ جنوں کے لئے مستعمل ہے (لغات القرآن) (۴) أشر: صفت مشبہ بہت زیادہ اترانے والا، بڑائی مارنے والا (۵) فتنہ: مفعول لذہ (۶) اصطر: باب افتعال: طاء: تاء سے بدلی ہوئی ہے۔ (۷) بینہم: ای بین القوم والناقة، فغلب العاقل علیہا (جمل)

مُحْتَضِرٌ	حاضری کا وقت ہے	عَدَايِي	میرا عذاب	الْمُحْتَضِرِ <sup>(۳)</sup>	باڑا بنانے والے کا
فَنَادُوا	پس پکارا انھوں نے	وَنَادُوا	اور میرا دم کا	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
صَاحِبَهُمْ	اپنے ساتھی کو	إِنَّا أَرْسَلْنَا	بیشک ہم نے چھوڑی	يَسْرُونََا	آسان کیا ہم نے
فَقَاعًا <sup>(۱)</sup>	پس دست دراز کی اس نے	عَلَيْهِمْ	ان پر	الْقُرْآنَ	قرآن کو
فَعَقَّرَ <sup>(۲)</sup>	پس ٹانگ کاٹ دی	صَيِّعَةً	جین	لِلذِّكْرِ	نصیحت کے لئے
	اس نے	وَاحِدَةً	ایک	فَهَلْ	پس کیا
فَكَيْفَ	پس کیسا	فَكَانُوا	پس تھے وہ	مِنْ مُذَكِّرٍ	کوئی نصیحت حاصل
كَانَ	تھا	كَهَشِيمٍ <sup>(۳)</sup>	جیسے کوڑا		کرنے والا ہے؟

### تیسرا واقعہ: شمود کی تباہی کا

عادِ اولیٰ کی ہلاکت کے بعد جو مومنین بچ گئے: شمودان کی اولاد تھے، اسی وجہ سے یہ عادِ ثانیہ کہلاتے ہیں، شمود بھی اپنے پیشروں کی طرح بت پرست تھے، ان کی اصلاح کے لئے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا، مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے تو بھیا تک زلزلہ آیا، اور اس کی خوفناک آواز سے سب کھیت رہے۔

آیاتِ پاک: — شمود نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی — ایک نبی کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے، کیونکہ اصل دین میں سب انبیاء متفق ہیں — پس انھوں نے کہا: کیا ہم اپنے جیسے تھا ایک بشر کی پیروی کریں؟ تب تو ہم بلاشبہ گمراہی اور جنون میں ہیں! — یعنی صالح ہم ہی جیسے ایک آدمی ہیں، فرشتے نہیں، اور اکیلے ہیں، ان کے ساتھ کوئی جتھا نہیں، پس اگر ہم ان کی بات مان لیں تو اس سے بڑی بے وقوفی اور پاگل پن کیا ہوگا! — کیا ہمارے درمیان سے اسی پر وحی نازل کی گئی ہے؟ — یعنی پیغمبری کے لئے بس وہی رہ گیا تھا؟ — بلکہ وہ بڑا جھوٹا شیخی باز ہے — نبوت کا ڈھونگ رچاتا ہے، اور خواہ مخواہ بڑائی مارتا ہے کہ اللہ نے مجھے رسول بنایا ہے، میری بات مانو! — جواب: عنقریب آئندہ کل (قیامت کے دن) ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے؟ — تم یا وہ؟

انٹنی کا معجزہ اور اس کی بے قدری: مغرور اور سرکش قوم نے صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا، آپ نے پوچھا: (۱) مَعَاطِي الرَّجُلُ: کوئی چیز اوپر سے لینے کے لئے پیروں کی انگلیوں پر کھڑے ہو کر ہاتھ بڑھانا (۲) عَقَّرَ (ض) البعير: اونٹ کو بوقت ذبح قابو میں کرنے کے لئے ایک ٹانگ کاٹ دینا تاکہ وہ گر جائے (۳) هَشِيمٌ: صفت مشبہ: بمعنی اسم مفعول: سوکھے کانٹے ٹوٹے ہوئے۔ (۴) مُحِطَّرٌ: اسم قائل: احِطَّارٌ: باڑہ بنانا، حَطَّرَ: مادہ: روكنا، حَطِيرَةٌ: لکڑیوں وغیرہ کا باڑا۔

کیا معجزہ چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا: فلاں چٹان سے ایسی اونٹنی نکالو جو گاہجن ہو، صالح علیہ السلام نے دعا کی؛ چٹان پھٹی اور اونٹنی نکلی، اور فوراً بچہ دیا، یہ معجزہ دیکھ کر بھی کوئی ایمان نہیں لایا، مگر متاثر ہوئے، چنانچہ گھاس پانی کی باری مقرر کر دی، اور قوم کو بتا دیا کہ جب تم بری نیت سے اونٹنی کو ہاتھ لگاؤ گے اس وقت عذاب آئے گا، باری چلتی رہی، آہستہ آہستہ یہ بات ان کو کھٹکنے لگی، انھوں نے اونٹنی کو ختم کرنے کے لئے ایک آدمی کو تیار کیا، اس نے اونٹنی کی ٹانگ کاٹ دی، اور اونٹنی ہلاک ہو گئی تو ان کو تین دن کا الٹی میٹم دیدیا گیا، تین دن کے بعد بھیا تک زلزلہ آیا، اور ساری قوم کانٹوں کی باڑ بنانے والے کے بچے کچھے چورے کی طرح ہو کر رہ گئی۔

**آیات پاک:** ہم ان کی آزمائش کے لئے اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں — یعنی چٹان سے برآمد کرنے والے ہیں — پس آپ انتظار کریں اور صبر کریں — یعنی دیکھتے رہیں کیا نتیجہ نکلتا ہے — اور ان کو بتادیں کہ پانی ان کے درمیان بانٹا ہوا ہے، ہر ایک اپنی باری پر آئے — اونٹنی جب پانی پینے آتی تھی تو سب جانور بھاگتے تھے، اس لئے باری ٹھہرا دی، ایک دن اللہ کی اونٹنی پیئے اور ایک دن سب جانور — پس انھوں نے اپنے رفیق کو پکارا — یعنی تیار کیا، پس — اس نے وار کیا، پس مار ڈالا — ایک بدکار عورت نے اپنے آشنا کو تیار کیا، اس نے یہ حرکت کی — پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا دھمکانا؟ — اس کا بیان آگے ہے — پس ہم نے ان پر ایک چیخ چھوڑی — یعنی زلزلہ کی بھیا تک آواز آئی — پس وہ کانٹوں کی باڑ بنانے والے کے بچے ہوئے چورے کی طرح ہو گئے — اور بالتحقیق ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت لینے والا ہے!

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالتَّنذِيرِ ۝ اِنَّا ارسلنا عليهم حاصبًا اِلَّا اَل لُّوطُ ۝ نَجَّيْنَاهُمْ مِّنْ سَعِيرٍ ۝ تَعَمَّتْ مِّنْ عِنْدِنَا كَذٰلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ۝ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَكَارَوْا بِاللَّنذْرِ ۝ وَلَقَدْ رَاوُدُّوهُ عَنْ ضَيْفِهَا فَطَسَّنَا اَعْيُنَهُمْ فَذَوْقُوا عَذَابِي وَنُذْرِ ۝ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقَرٌّ ۝ فَذَوْقُوا عَذَابِي وَنُذْرِ ۝ وَلَقَدْ يَسْرُنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدْكِرٍ ۝ وَلَقَدْ جَاءَ اَل فِرْعَوْنَ التَّنذُرُ ۝ كَذَّبُوْا بِاٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنَاهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

کذبت	جھٹلایا	قوم لوط نے	بالتنذیر	ڈرانے والوں کو
------	---------	------------	----------	----------------

اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ	بے شک ہم نے چھوڑی	إِنَّا أَرْسَلْنَا
آسان کیا ہم نے	يَسِّرْنَا	پھسلا یا انھوں نے لوط کو	رَاوِدُوهُ <sup>(۳)</sup>	ان پر	عَلَيْهِمْ
قرآن کو	الْقُرْآنَ	اس کے مہانوں سے	عَنْ ضَيْغِهِ	سنگ بار ہوا	حَاصِبًا
نصیحت کے لئے	لِلذِّكْرِ	پس مٹادی ہم نے	فَطَسْنَا	لوط کے گھرانے کے سوا	إِلَّا آلَ لُوطَ
پس کیا	قَهْلٍ	ان کی آنکھیں	أَعْيَتْهُمْ	نجات دی ہم نے ان کو	نَجَّيْنَاهُمْ
کوئی نصیحت لینے والا	مِن مَّذَكِّرٍ	پس چکھو	فَذُوقُوا	چھیلی رات میں	سَعِيرٍ
اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ	میرا عذاب	عَذَابِي	مہربانی	رِعْمَةٌ <sup>(۱)</sup>
پہنچے	جَاءَ	اور میرا کھڑکھڑانا	وَنُذِرُ	ہماری	مَنْ عِنْدَنَا
فرعون والوں کے پاس	آلِ فِرْعَوْنَ	اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ	اسی طرح	كَذَلِكَ
ڈرانے والے	التُّدُرُ	صبح کے وقت آیا ان پر	صَبَّحَهُمْ	بدلہ دیتے ہیں ہم	نَجْزِي
جھٹلایا انھوں نے	كَذَّبُوا	سویرے	بُكْرَةً	اس کو جس نے حق مانا	مَنْ شَكَرَ
ہماری نشانیوں کو	بِآيَاتِنَا	عذاب	عَذَابٌ	اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ
ساری	كُلَّهَا	دائمی	مُتَّسِقٌ <sup>(۴)</sup>	ڈرایا لوط نے ان کو	أَنذَرْتَهُمْ
پس پکڑا ہم نے ان کو	فَاخْتَذَتْهُمْ	پس چکھو	فَذُوقُوا	ہماری پکڑ سے	بِطَشَّتِنَا
زبردست کا پکڑنا	أَخَذَ عَزِيزٍ <sup>(۵)</sup>	میرا عذاب	عَذَابِي	پس جھگڑا کیا انھوں نے	فَتَمَارَوْا <sup>(۲)</sup>
قاویافتہ	مُقْتَدِرٍ	اور میرا کھڑکھڑانا	وَنُذِرُ	ڈرانے والوں کے ساتھ	بِالتُّدُرِ

### چوتھا واقعہ: لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کا

لوط علیہ السلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، سدوم اور مضافات کی بستیوں کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، یہ قوم تلذذ بالشر کی بیماری میں مبتلا تھی، حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ہر چند سمجھایا، مگر وہ نہ مانے تو فرشتے نوجوانوں کی صورت میں عذاب کے لئے آگئے، لوگوں نے ان پر ہاتھ ڈالنا چاہا تو اللہ نے ان کی آنکھوں کو چوپٹ (۱) نعمۃ: نجینا ہم کا مفعول مطلق ہے، دونوں ہم معنی ہیں، نجات دینا بھی نعمت ہے (۲) تَمَارَوْا: ماضی، جمع مذکر غائب، تَمَارَى: باہم جھگڑنا (۳) رَاوِدَ مَرَاوِدَةً: پھسلا نا (۴) مُسْتَقِرٌّ: اسم فاعل، مسلسل، دائمی (۵) أَخَذَ: مفعول مطلق، فاعل کی طرف مضاف ہے، منصوب بزعم خافض نہیں۔

(اندھا) کر دیا، وہ ٹامک ٹوئیاں مارنے لگے، پھر فرشتوں کے حکم سے لوط علیہ السلام اپنی فیملی کے ساتھ آخر شب میں بستی سے نکل گئے، پیچھے فرشتوں نے ان بستیوں کو تپکٹ (برباد) کر دیا، آج وہاں بحر مرہ ہے، دیکھے اُسے جو عبرت حاصل کرنا چاہے!

آیاتِ پاک: — قوم لوط نے پیغمبروں کو جھٹلایا — ایک کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے — ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا چھوڑی — زیر زمین کبریت (گندھک) کالا داجل رہا تھا، اس سے اوپر کی مٹی پک گئی، پھر جب لاوا پھٹا تو زمین کا اوپری حصہ فضا میں اڑ کر بکھر گیا، ہونے ان کھنگروں کی بارش برسادی، جس سے سب برباد ہو گئے، یہ معاملہ کا ظاہری پہلو تھا، اور در پردہ فرشتوں کا ہاتھ تھا، وہ اسی لئے بھیجے گئے تھے — مگر لوط کے گھر والے — بچ گئے، کیونکہ وہ آخر شب میں بستی سے نکل گئے تھے — ہمارے فضل سے — وہ بچے، اپنی کوشش سے نہیں بچے — اسی طرح ہم شکر گزاروں (مؤمنوں) کو بدلہ دیتے ہیں — یہاں شکر: کفر کا مقابل ہے، اور مؤمنین مراد ہیں۔

اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ لوط نے ان کو ہماری پکڑ سے ڈرایا — ہر پیغمبر اللہ کی پکڑ سے ڈراتا ہے — پس انھوں نے رسولوں سے جھگڑا کیا — ایک کے ساتھ جھگڑا سب کے ساتھ جھگڑا ہے — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے لوط سے اس کے مہمانوں کو بارادہ بد لینا چاہا — فرشتے حسین لڑکوں کی شکل میں آئے تھے، ان کو انسان خیال کر کے قبضانا چاہا — پس ہم نے ان کی آنکھیں چوہٹ کر دیں، اور کہا: — اب لو چکھو میری سزا اور میری دھمکی! — یہ چھوٹی سزا تھی بڑی سزا سے پہلے۔

اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ صبح سویرے ان پر دائمی عذاب آن پڑا — یہ بڑا عذاب ہے، ان کی بستیاں الٹ دی گئیں، اور اوپر سے پتھر برسائے گئے، اور کہا گیا: پس چکھو میرا عذاب اور میرا دم کا نا!

اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت پذیری کے لئے آسان نازل کیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے!

### پانچواں واقعہ: فرعونیوں کی تباہی کا

اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ فرعونیوں کے پاس پیغمبر پہنچے — حضرات موسیٰ و ہارون علیہما السلام پہنچے — انھوں نے ہماری ساری ہی نشانہوں کو جھٹلایا — دونشانیاں بڑی تھیں: عصا اور ید بیضاء، اور سات نشانیاں چھوٹی تھیں: پانی کا سیلاب، ٹنڈی دل، جوئیں یا چچھڑی یا سُر سُر، مینڈک، خون، قوط سالیاں اور پھلوں کی کمی — پس ہم نے ان کو پکڑا



با قدرت زبردست کا پکڑنا! — پس اللہ کی پکڑ سے کوئی بچ نہیں سکا، سب کو بحرِ قلزم میں غرقاب کر دیا!

اَلْكَافَرُكُمُ خَيْرٌ مِّنْ اَوْلِيٰكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝ اَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّتَّصِرٌ ۝ سَيَهْرَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَذْهٰ وَ اَمْرٌ ۝ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِي ضَلٰلٍ وَّ سُعْرٍ ۝ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ۝ دُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاِحْدَةٌ كَلَمَجٍ بِالْبَصْرِ ۝ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ۝ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِي جَنَّتٍ وَّ نَهْرٍ ۝ فِي مَقْعَدٍ صٰدِقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

۱۱۳

اَلْكَافَرُكُمُ خَيْرٌ	کیا تمہارے منکرین (ساز و سامان میں) بہتر ہیں	وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ	اور پھیریں گے وہ پیٹھ	فِي النَّارِ	آگ میں اپنے چہروں پر چکھو
مِّنْ اَوْلِيٰكُمْ	ان سے	بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ	بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے	عَلٰى وُجُوْهِهِمْ	آگ کا چھونا
اَمْ لَكُمْ	یا تمہارے لئے	وَالسَّاعَةُ اَذْهٰ	اور قیامت بڑی آفت	دُوْقُوْا	پینک ہم نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اس کو
بَرَاءَةٌ	بے باقی کا پروانہ ہے	وَامْرٌ	اور بہت کڑوی ہے	مَسَّ سَقَرَ	خاص انداز سے
فِي الزُّبُرِ	کتابوں میں	اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ	بے شک بدکار	اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ	اور نہیں ہمارا معاملہ
اَمْ يَقُولُونَ	یا کہتے ہیں وہ	فِي ضَلٰلٍ	گمراہی میں	بِقَدَرٍ	مگر یکساںگی
نَحْنُ جَمِيْعٌ	ہم جتھا ہیں	وَسُعْرٍ	اور جنوں میں ہیں	وَمَا اَمْرُنَا اِلَّا وَاِحْدَةٌ	جیسے چھپکنا
مُنْتَصِرٌ	بدلہ لینے والے	يَوْمَ	(یاد کرو) جس دن گھسیٹے جائیں گے وہ	بِالْبَصْرِ	آنکھ کا
سَيَهْرَمُ	عنقریب ٹھکست کھائے گا	يُسْحَبُوْنَ		وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
الْجَمْعُ	جتھا				

(۱) الزُّبُرُ: الزبور کی جمع: کتاب، زَبْرُ: کتاب: کتاب لکھنا (۲) اذھی: داہیہ کا اسم تفضیل (۳) اَمْرٌ: مُر کا اسم تفضیل۔

اہلکنا	ہلاک کیا ہم نے	فَعَلُوهُ	کیا انھوں نے اس کو	فِي جَنَّتٍ	باغات میں
أَشْيَاءَ عَمَّكُمْ	تمہارے ہم مشربوں کو	فِي الزُّبُرِ	کتابوں میں ہے	وَنَهْرٍ	اور نہروں میں ہیں
قَهْلٌ	پس کیا	وَكُلٌّ صَعِيبٌ	اور ہر چھوٹی	فِي مَقْعَدٍ	بیٹھک میں
مِنْ مُذَكِّرٍ	کوئی نصیحت حاصل	وَكَيْنٍ	اور بڑی بات	صِدْقٍ	سچی
وَكُلُّ شَيْءٍ	کرنے والا ہے؟	مُسْتَطَرٌّ <sup>(۱)</sup>	لکھی ہوئی ہے	عِنْدَ مَلِيكٍ	بادشاہ کے پاس
	اور ہر چیز	لَانَ الْمُتَّقِينَ	بے شک پرہیزگار	مُقْتَدِرٍ	باختیار

### امم ماضیہ کے واقعات سنا کر مشرکین مکہ سے تین سوالات

سوال (۱): — کیا موجودہ کافر پہلے کافروں سے کچھ اچھے ہیں؟ کیا تمہارے پاس ساز و سامان اور کتر و فر گذشتہ اقوام سے کچھ زیادہ ہے، جو تم اللہ کے عذاب کو روک دو گے؟ — نہیں! گذشتہ تو میں دنیوی ساز و سامان میں مکہ والوں سے کہیں زیادہ تھیں، پھر بھی وہ اللہ کے عذاب کو روک نہ سکیں، پس یہ کیا روک لیں گے؟

سوال (۲): — کیا موجودہ کافر اللہ کے ہاں سے کوئی پروانہ لکھو الائے ہیں کہ وہ جو کچھ بھی شرارت کریں اللہ ان کو کوئی سزا نہیں دیں گے؟ — نہیں! ایسی کوئی فارغ خطی ان کو لکھ کر نہیں دی۔

سوال (۳): — کیا تمہارا یہ زعم ہے کہ ہمارا جتنا بہت بڑا ہے، عذاب آئے گا تو تم ایک دوسرے کی مدد کرو گے اور عذاب کو روک دو گے، بلکہ عذاب بھیجنے والے سے بدلہ لو گے، اس کے دانت کھٹے کر دو گے۔

اگر ایسا خیال ہے تو اس کی حقیقت چند دنوں کے بعد معلوم ہو جائے گی، جب مسلمانوں سے مقابلہ ہوگا تو قلعی کھل جائے گی، پہلا مقابلہ بدر میں ہوا، اس وقت عذاب کا مزہ چکھا، شکست کھا کر پیٹھ پھیر کر بھاگے، اس دن نبی ﷺ کی زبان مبارک پر یہی آیت تھی: ﴿سَيَهْرُمُ الْجَمْعُ وَيُولُونَ الدُّبُرَ﴾

﴿اَلْكَفَّارُكُمۡ خَيْرٌ مِّنۡ اُولٰٓئِكُمۡ اَمۡ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِی الزُّبُرِۗ ۙ اَمۡ يَقُولُوۡنَ نَحْنُ جَمِیۡعٌ مُّتَّصِرٌۭٔ ۙ سَيَهْرُمُ الْجَمْعُ وَيُولُوۡنَ الدُّبُرَۗ ۙ﴾

ترجمہ: (۱) کیا تمہارے منکرین (ساز و سامان میں) ام ماضیہ سے بہتر ہیں؟ (۲) یا تمہارے لئے (آسانی) کتابوں میں کوئی معافی ہے؟ (۳) یا وہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لینے والا جتنا ہیں؟ — جواب: — عنقریب جتنا شکست

کھائے گا، اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے!

(۱) مُسْتَطَرٌّ: ام مفعول: سَطَرَ الكتاب: لکھنا۔

## سزا کا اصل وقت قیامت کا دن ہے

دنیا میں سزا ملے نہ ملے کیا فرق پڑتا ہے؟ سزا کا اصل وقت قیامت کا دن ہے، اور قیامت بھاری مصیبت اور کڑوا گھونٹ ہے، ابھی مجرمین غفلت کے نشہ میں چور ہیں، مگر اُس دن دماغ درست ہو جائے گا جب وہ اوندمے منہ دوزخ میں گھیٹے جائیں گے، اور کہا جائے گا: لو! اب دوزخ کی آگ کا مزہ چکھو!

﴿بَلِ السَّاعَةِ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَذْهَبٌ وَآمُرُ۞۟ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعْرٍ۞۟ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ۞۟﴾

ترجمہ: بلکہ قیامت ان کا (اصل) وعدہ کا وقت ہے، اور قیامت بڑی سخت مصیبت اور بہت کڑوی چیز ہے، بے شک مجرمین (کفار آج) بڑی غلطی اور بے عقلی میں ہیں (یاد کرو) جس دن وہ چہروں کے بل دوزخ میں گھیٹے جائیں گے (اور کہا جائے گا): دوزخ کی آگ کا مزہ چکھو!

## ہر چیز ایک اندازے سے پیدا کی گئی ہے

دنیا کے احوال میں غور کرو، ہر مخلوق ایک اندازے سے پیدا کی گئی ہے، کسی مخلوق کی عمر بہت زیادہ ہے، کسی کی کم، اور کسی کی بہت کم۔ برسات میں کیڑے پیدا ہوتے ہیں، ایک ہفتہ کے بعد مرت جاتے ہیں، اور فرشتوں کی، آسمانوں کی، زمین کی اور پہاڑوں کی بڑی لمبی زندگی ہے، جنات کی عمریں ان سے کم ہیں، وہ بھی ایک وقت کے بعد مرت جاتے ہیں، اور انسانوں کی عمریں شروع میں لمبی تھیں، پھر کھپتی چلی گئیں، اسی طرح ہر چیز کی بقاء کے لئے اللہ نے ایک اندازہ مقرر کیا ہے، دنیا کی بقاء کے لئے بھی ایک وقت ٹھہرایا ہے، جب وہ وقت آجائے گا تو آنا فنا دنیا ختم کر دی جائے گی، پلک جھپکتے دنیا نابود ہو جائے گی، اور دوسری دنیا آباد ہوگی۔

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ۞۟ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلِمَةًۢ بِالْبَصَرِ۞۟﴾

ترجمہ: بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے سے پیدا کیا ہے، اور ہمارا (دنیا کو ختم کرنے کا) معاملہ بس یکبارگی ہوگا، جیسے آنکھ کا جھپکنا!

## دنیا کی سزا عبرت کے لئے ہے، اور آخرت کی سزا کے لئے ریکارڈ تیار ہے

دنیا میں کفار کو جو سزا دی جاتی ہے وہ عبرت کے لئے ہوتی ہے، پس ضروری نہیں کہ ہر کافر کو دنیا میں سزا ملے، فرماتے ہیں: مکہ کے کافروں کی قماش (جنس) کے بہت سے کافروں کو ہم پہلے تباہ کر چکے ہیں، پس کیا تم میں کوئی ان کے حال

سے عبرت حاصل کرنے والا ہے؟ اور اصل سزا تو آخرت کی ہے، اور لوگوں کے چھوٹے بڑے تمام اعمال لوح محفوظ میں ریکارڈ ہیں، اور نامہ اعمال میں بھی درج ہیں، یہ مسل قیامت کے دن مجرموں کے سامنے رکھ دی جائے گی۔

﴿وَلَقَدْ أَهَلَّكُنَا أَشْيَاءَ عَمَّكُمْ فَهَلْ مِنْ مَذْكَرٍ ۖ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الذُّرِّيِّ ۖ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُنْتَظَرٌ ۝﴾

ترجمہ: اور ہم نے تمہارے ہم مشربوں کو ہلاک کیا، پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ اور لوگوں نے جو کچھ بھی کیا ہے سب کتابوں میں ہے، اور ہر چھوٹی بڑی چیز (نامہ اعمال میں) لکھی ہوئی ہے۔

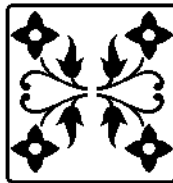
### مجرمین کے بعد متقیین کا انجام

قرآن کا طریقہ ہے، ایک کے انجام کے بعد دوسرے کا انجام بیان کرتا ہے، پرہیزگار باغات میں عیش کریں گے، اور نہروں میں مزے لیں گے، اور سچے مرتبہ میں ہونگے ﴿مَقْعَدًا صَنِيقًا﴾ میں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے یعنی یہ مرتبہ جو ان کو ملے گا وہ یقینی ہے، اور ہمیشہ باقی رہنے والا اور لازوال ہے، دنیا کے مرتبوں کی طرح نہیں جو زائل ہو جاتے ہیں، اور ان کو با اختیار بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کا قرب حاصل ہوگا، پس زبے قسمت!

﴿إِنَّ الْمُنْتَقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهْرٍ ۖ فِي مَقْعَدٍ صَنِيقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝﴾

ترجمہ: بے شک پرہیزگار باغوں اور نہروں میں ہونگے، سچے مرتبہ میں قدرت والے بادشاہ کے پاس!

﴿۲۱/جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ = ۳۱/مارچ ۲۰۱۶ء﴾



## أَلَا لَا آلَاءَ إِلَّا آلَاءُ الْإِلَهِ

سنو! نعمتیں صرف اللہ کی نعمتیں ہیں

### سورۃ الرحمن

آلاء: الٰہی اور الٰہی کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: نعمت، یہ لفظ اس سورت میں ۳۱ بار آیا ہے، اس لئے اس کے معنی اچھی طرح ذہن نشین کر لینے چاہئیں، سورت کا نام پہلے لفظ سے الرحمن رکھا ہے، رحمان کے معنی ہیں: نہایت مہربان، اور رحیم کے معنی ہیں: بڑے مہربان، پس رحمان: رحیم سے عام ہے، رحمان: وہ ہستی ہے جس کی مہربانی مومن و کافر سب کو عام ہو، اور رحیم: وہ ہستی ہے جو آخرت میں صرف مومنین پر مہربانی فرمائے۔

یہ سورت کی ہے یا مدنی؟ — اس میں اختلاف ہے، اس کا نزول کا نمبر ۹۷ ہے، پس یہ سورت مدنی ہونی چاہئے، کیونکہ مکی سورتیں کل ۸۵ ہیں، اور یہ سورت نبی ﷺ نے جنات کے سامنے پڑھی ہے، جب لیلۃ الجن میں آپ ان کے مجمع میں تشریف لے گئے، پس یہ مکی سورت ہونی چاہئے، مصاحف میں بھی اختلاف ہے، کسی میں مکی لکھا ہے، کسی میں مدنی، راجح مکی ہونا ہے۔

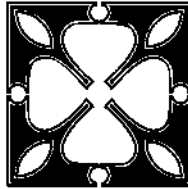
یہ قرآن کریم کی اہم سورت ہے، مشکوٰۃ شریف میں (حدیث ۲۱۸۰) بتاتی رحمہ اللہ کی شعب الایمان سے حدیث ہے: لکل شیء عروس، وَعَرُوسُ الْقُرْآنِ الرَّحْمَانُ: ہر چیز کے لیے لہن ہوتی ہے، اور قرآن کی لہن سورۃ الرحمن ہے، لہن: یعنی اہم چیز، برات میں لہن اہم ہوتی ہے، اسی لیے وہ منہ دکھائی کے پیسے لیتی ہے، اور لوگ ممالک، مجلسات اور نمائشیں دیکھنے جاتے ہیں تو اہم چیزوں کو دیکھتے ہیں، وہی اس کی لہنیں ہیں، پس یہ سورت قرآن کریم کی اہم سورت ہے، لہن کا یہی مطلب ہے۔

تردید و تکریر: دونوں لفظوں کے معنی ایک ہیں: بار بار لانا، دوہرانا، مگر اصطلاح میں تھوڑا فرق ہے، کلام کی ایک مقدار کے بعد ایک ہی جملہ مکرر آئے تو اس کو تردید کہتے ہیں، جیسے سورۃ شعراء میں: ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿﴾ بار بار آیا ہے، اور سورۃ القمر میں: ﴿فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذْرِي﴾ وَلَقَدْ

يَسْتَرْكَا الْقُرْآنَ لِذِكْرِهِ فَهَلْ مِنْ مُنْذِرٍ لَكُمْ ۖ بَار بَار آیا ہے، اور سورۃ مرسلات میں: ﴿وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ﴾ کئی مرتبہ آیا ہے: یہ تردید ہے — اور ہر جملہ کے بعد ایک ہی جملہ بار بار آئے تو اس کو تکریر کہتے ہیں، اس کی ایک ہی مثال ہے، سورۃ الرحمن میں اکتیس مرتبہ: ﴿فِي أَيِّ آيَةٍ رَبِّكُمْ مَا تَكْفُرُونَ﴾ آیا ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ قرآن کریم شاعری نہیں، مگر شاعری کی خوبیاں اور حلاوت اپنے جلو میں لئے ہوئے ہے، جیسے شرابِ جنت میں نشہ نہیں، مگر سرور ہے، اسی طرح تردید و تکریر سے طبیعت میں سرور و فرحت پیدا ہوتی ہے، اس لئے قرآن میں اس کا بھی نمونہ ہے، نظموں میں حلاوت ہی کے لیے مطلع بار بار دوہرایا جاتا ہے، اور پہلاہل (جاہلی شاعری) نے ایک قصیدہ میں پہلا مصرعہ بار بار دوہرایا ہے (روح) سورۃ الرحمن میں اس کے برعکس دوسرا جملہ بار بار آیا ہے۔

سورت کا موضوع: اس سورت میں پرہیزگار مومنین کو آخرت میں ملنے والی نعمتوں کا بیان ہے، گذشتہ سورت میں ام ماضیہ کی ہلاکت اور قیامت کا ذکر تھا، مگر متقیوں کا اخروی انجام صرف دو آیتوں میں بیان کیا تھا، اس لئے ان کا انجام تفصیل سے اس سورت میں بیان کیا ہے۔



سُورَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ (۹۷)

رُكُوْعَاتُهَا ۳

آيَاتُهَا ۷۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۙ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۙ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ  
يُحْسِبَانِ ۙ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۙ وَالسَّمَاءُ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۙ اَلَّا تَطْغَوْا  
فِي الْمِيزَانِ ۙ وَاَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۙ وَالْاَرْضُ وَضَعَهَا  
لِلْاِنْسَانِ ۙ فِيهَا فَاكِهَةٌ ۙ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۙ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ ۙ وَ  
الرَّيْحَانُ ۙ فَبِآيَةِ الْاِءِ رَبِّكُمْ تَكْذِبْنَ ۙ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۙ  
وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ ۙ فَبِآيَةِ الْاِءِ رَبِّكُمْ تَكْذِبْنَ ۙ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ  
وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۙ فَبِآيَةِ الْاِءِ رَبِّكُمْ تَكْذِبْنَ ۙ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيْنَ ۙ  
بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيْنَ ۙ فَبِآيَةِ الْاِءِ رَبِّكُمْ تَكْذِبْنَ ۙ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ  
وَالْمَرْجَانُ ۙ فَبِآيَةِ الْاِءِ رَبِّكُمْ تَكْذِبْنَ ۙ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۙ  
فَبِآيَةِ الْاِءِ رَبِّكُمْ تَكْذِبْنَ ۙ

ع ۱۱

اور بلیں	اور بلیں	اور بلیں	اور بلیں	اور بلیں	اور بلیں
اور درخت	اور درخت	اور درخت	اور درخت	اور درخت	اور درخت
دونوں سجدہ کرتے ہیں	دونوں سجدہ کرتے ہیں	دونوں سجدہ کرتے ہیں	دونوں سجدہ کرتے ہیں	دونوں سجدہ کرتے ہیں	دونوں سجدہ کرتے ہیں
اور آسمانوں کو	اور آسمانوں کو	اور آسمانوں کو	اور آسمانوں کو	اور آسمانوں کو	اور آسمانوں کو
بلند کیا اس نے اس کو	بلند کیا اس نے اس کو	بلند کیا اس نے اس کو	بلند کیا اس نے اس کو	بلند کیا اس نے اس کو	بلند کیا اس نے اس کو

(۱) البیان: مصدر، بان بیانا: کھولنا، واضح کرنا یعنی دل کی بات الفاظ کے ذریعہ سمجھانا، یہ نطق سے عام ہے، لکھ کر سمجھانا بھی بیان ہے۔ (۲) حُسبان: باب حسب کا مصدر ہے بمعنی حساب (۳) النجم: بلیدارگھاس، اس کے معنی ستارہ کے بھی ہیں۔

اے رب کی	رَبِّكُمَا	اور غلہ	وَالْحَبُّ	اور رکھ دیا اس نے	وَوَضَعَ
جھٹلاؤ گے تم دونوں	تَلْكُدَّيْنِ	بھوسے والا	ذُو الْعَصْفِ	توازن	الْمِيزَانَ <sup>(۱)</sup>
دو مشرقوں کے پروردگار	رَبِّ الْمَشْرِقَيْنِ	اور خوشبودار پھول (روزہ)	وَالزَّيْحَانِ <sup>(۵)</sup>	کہ نہ	الْأَلَى <sup>(۲)</sup>
اور دو مغربوں کے پروردگار	وَرَبِّ الْمَغْرِبَيْنِ	پس کوئی	فِي آتِي	زیادتی کرو تم	تَطْعَوَا
پس کوئی	فِي آتِي	نعمتوں کو	الْآلَاءِ <sup>(۶)</sup>	ترازوں میں	فِي الْمِيزَانِ
نعمتوں کو	الْآلَاءِ	اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	اور سیدھا کرو تم	وَأَقِيمُوا
اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تَلْكُدَّيْنِ	تول کو	الْوِزْنَ
جھٹلاؤ گے تم دونوں	تَلْكُدَّيْنِ	پیدا کیا اللہ نے	خَلَقَ	انصاف کے ساتھ	بِالْقِسْطِ
بہایا (چلایا)	مَدَجَّ	انسان کو	الْإِنْسَانَ	اور نہ گھٹاؤ تم	وَكَا تَخْسِرُوا
دو دریاؤں کو	الْبَحْرَيْنِ	کھلکناتی مٹی سے	مِنْ صَلْصَالٍ	تراز کو	الْمِيزَانَ
ملنے ہیں دونوں	يَلْتَقِيَانِ <sup>(۹)</sup>	جیسے ٹھیکری	كَالْفَخَّارِ	اور زمین کو	وَالْأَرْضِ
دونوں کے درمیان	بَيْنَهُمَا	اور پیدا کیا	وَخَلَقَ	رکھ دیا اللہ نے اس کو	وَضَعَهَا
ایک آڑھے	بِزَوَاقِعٍ	جان کو	الْجَانَّ	مخلوقات کے لئے	لِلْأَنَامِ <sup>(۳)</sup>
نہیں زیادتی گتے دونوں	لَا يَبْغِيَانِ	ملنے والی	مِنْ مَّارِجٍ <sup>(۷)</sup>	اس میں	فِيهَا
پس کوئی	فِي آتِي	آگ سے	مِنْ نَارٍ <sup>(۸)</sup>	میوے ہیں	فَاكِهِةٌ
نعمتوں کو	الْآلَاءِ	پس کوئی	فِي آتِي	اور بھور کے درخت	وَالنَّخْلُ
اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	نعمتوں کو	الْآلَاءِ	غلاف والے	ذَاتُ الْأَكْمَامِ <sup>(۴)</sup>

(۱) المیزان: اسم مصدر ہے، اور وزن کے معنی ہیں: تعدیل و استقامت: برابر کرنا اور درست کرنا (ابن فارس) میں نے اس کا ترجمہ توازن کیا ہے (۲) الی: ان لا (۳) الانام: زمین کی تمام مخلوقات ما ظہور علی الارض من جمیع الخلق (لسان العرب) اور خاص طور پر جن و انس کو بھی انام کہا جاتا ہے، او الجن و الانس، وہ فُسِّر قولہ تعالیٰ: هُوَ الْاَرْضُ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ و هما الضلان (تاج العروس) (۴) الاکمام: کیم کی جمع: غلاف جو پھل پر لپٹا ہوا ہو (۵) الریحان: کے دو معنی کئے گئے ہیں: (۱) ہر خوشبودار پھول (۲) رزق روزی (۶) آلاء: انی اور انی کی جمع: نعمتیں (۷) مارج: اسم فاعل، مَرَجَ الشَّيْءَ (ن) مَرَجًا: ملانا، ایک کو دوسرے سے جوڑنا، جیسے موج البحرین: دو سمندر کو ملایا، اور من: ابتدا سے ہے (۸) من نار: میں من: بیانیہ ہے، یا من نار: بدل ہے، المَرَج: الإجراء (لسان العرب) (۹) يلتقيان: حال یا صفت ہے۔



سمندر میں	فے الببحر	نعمتوں کو	الاء	جھلاؤ گے تم دونوں	ثكذبين
پہاڑوں جیسی	كالاصلاخ <sup>(۳)</sup>	اپنے رب کی	زبكمنا	نکلے ہیں	يخرب
پس کونسی	قبائے	جھلاؤ گے تم دونوں	ثكذبين	دونوں سے	منها
نعمتوں کو	الاء	اور اس کے لئے	وله	موتی	المؤلؤ
اپنے رب کی	زبكمنا	کشتیاں ہیں	الجوار <sup>(۲)</sup>	اور موٹے <sup>(۱)</sup>	والمزجان
جھلاؤ گے تم دونوں	ثكذبين	ابھری ہوئی	المنشئت <sup>(۳)</sup>	پس کونسی	قبائے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

زمین پر دو مکلف مخلوقات (جن و انس) ایک ساتھ ہی ہوئی ہیں

اور دونوں کی روحانی اور مادی ضرورتوں کا اللہ نے انتظام کیا ہے

سورة الذاریات کی (آیت ۵۶) ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ اور میں نے جنات اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔ یہ دونوں مخلوقات زمین میں ایک ساتھ آباد ہیں، اور دونوں مکلف ہیں، اللہ کی بندگی کے لئے پیدا کی گئی ہیں، دونوں کو احکام کی تعمیل و عدم تعمیل پر جزا و سزا ہوگی۔

ان دونوں مخلوقات میں اللہ تعالیٰ نے لطافت و کثافت کا فرق رکھا ہے، انسان خاکی مخلوق ہے، اور جنات ناری، اور خاک: آگ سے کثیف ہے، اور لطیف کو کثیف نظر آتا ہے، پس جنات کو انسان نظر آتے ہیں، اور کثیف کو لطیف نظر نہیں آتا، اس لئے انسانوں کو جنات نظر نہیں آتے، جیسے ہمیں فرشتے نظر نہیں آتے، کیونکہ وہ جنات سے بھی لطیف ہیں، وہ نوری مخلوق ہیں، اور نور: نار سے بھی لطیف ہے۔

اور دونوں مخلوقات کی مادی (جسمانی) ضرورتیں پوری کرنے کے لئے اللہ نے چاند سورج کا نظام بنایا ہے، آسمان اونچا بنایا، نظام شمسی اس کے نیچے رکھا اور زمین، پچھائی اور اس میں ہر طرح کی ضرورتیں پیدا کیں۔

اور روحانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے نبوت کا سلسلہ قائم فرمایا، انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ہدایات نازل کیں، آخر (۱) موٹا: ایک قسم کے سمندری کیڑوں کا گھر، اور مرجان کے معنی: چھوٹے موتی بھی کئے گئے ہیں (۲) الجوار: البحاریۃ کی جمع: کشتی (۳) المنشآت: المنشأة کی جمع: اسم مفعول، انشاء مصدر: سطح سمندر سے اونچی ابھری ہوئی کشتی، وہ کشتیاں جن کے بادبان اونچے ہوں، بادبان: وہ کیڑا جو کشتی کی رفتار تیز کرنے کے لئے یا اس کا رخ موڑنے کے لئے لگاتے ہیں (۴) اعلام: علم کی جمع: پہاڑ۔

میں قرآن کریم اتارا، جو اس کو سیکھنا چاہتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ قرآن کا علم عطا فرماتے ہیں، ساتھ ہی قوتِ بیانیہ بھی دی، تاکہ قرآن سیکھا ہو اور دوسروں کی بھی راہ نمائی کرے، اب جو بندے اللہ کی ان نعمتوں کا انکار کرتے ہیں، اور اللہ کی بندگی نہیں کرتے وہ ناہنجار (بے راہ) اور نالائق ہیں، یہ آیات پاک کا خلاصہ ہے، آگے قرآن کے بیان کے مطابق تقریر ہے۔

### اللہ تعالیٰ نے مکلف مخلوقات کی روحانی ضرورتوں کا سامان کیا

روحانی ضرورت ماڈی ضرورت سے اہم ہے، اس لئے اس کو مقدم کیا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ رحمان (نہایت مہربان) ہیں، دنیا میں سبھی بندوں پر کرم کی بارش فرماتے ہیں، اس لئے ان کی مہربانی کا تقاضا ہوا کہ مکلف مخلوقات کی روح کی بالیدگی کا سامان کریں، جنات کا وجود انسان سے پہلے ہے، انسانوں کی تخلیق سے پہلے ان میں نبوت کا سلسلہ ہوگا، پھر جب انسان کو پیدا کیا تو نبوت انسانوں میں سمٹ آئی، اب جنات دینی راہ نمائی میں انسانوں کے تابع ہیں، اور ان میں بھی وہ تمام فرتے ہیں جو انسانوں میں ہیں، ان میں مسلمان، ہندو، عیسائی، یہودی وغیرہ سب فرتے ہیں۔

اور پہلا انسان پہلا نبی ہے، پھر یہ سلسلہ چلتا رہا، اللہ کی ہدایات اور کتابیں نازل ہوتی رہیں، تا آنکہ خاتم النبیین ﷺ پر آخری کتاب نازل ہوئی، اب جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کو سیکھنا چاہیں گے، اللہ تعالیٰ ان کو علوم قرآنی سے بہرہ ور فرمائیں گے، اور جو ردائی کریں گے وہ محروم رہیں گے۔

اللہ کی سنت یہ ہے کہ خلق اللہ کرتے ہیں اور کسب بندے، جب بندہ اپنے جزوی اختیار سے کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کام کو وجود بخشنے ہیں، پس قرآن پر ایمان کی توفیق اور قرآن کا علم اسی کو ملتا ہے جو اس کے لئے جتن کرتا ہے، اس لئے فرمایا کہ نہایت مہربان اللہ نے قرآن سکھایا یعنی دورِ آخر میں قرآن نازل کیا، اور جو اس پر ایمان لایا، اور اس نے سیکھنا چاہا اس کو علوم قرآنی سے بہرہ ور کیا۔

اور انسان اور جنات دونوں حیوان ناطق ہیں، ناطق کے معنی ہیں: الفاظ کی مدد سے اپنی بات دوسرے کو سمجھانا، اور دوسرا جو سمجھائے اس کو سمجھنا، یہ خوبی اللہ نے جن و انس دونوں میں رکھی ہے، دیگر مخلوقات اَعْجَم (بے زبان) ہیں، محض بولنا ناطق کے اصطلاحی معنی نہیں، بولتی تو ہر مخلوق ہے، اور انسان کے اس وصف کا نام قوتِ بیانیہ ہے، بیان: قرآنی اصطلاح ہے اور وہ ناطق سے زیادہ واضح ہے، یہ قوت انسان کو اس لئے دی ہے کہ جس نے قرآن سمجھ لیا ہے وہ دوسروں کو سمجھائے اور انسان کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ وہ جن و انس دونوں کو سمجھاتا ہے، اور جنات صرف جنات کو سمجھاتے ہیں، علاوہ ازیں جنات نبوت میں انسانوں کے تابع ہیں۔

ترجمہ و تفسیر: نہایت مہربان ہستی نے قرآن سکھایا — یعنی نازل فرمایا، پھر جس نے سیکھنا چاہا اس کو سکھایا — اس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو مافی الضمیر ادا کرنا سکھایا — تاکہ قرآن سیکھا ہو اور دوسروں کو سکھلائے۔

### اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی ماڈی ضرورتوں کا بھی انتظام کیا

مکلف مخلوق دو چیزوں کا مجموعہ ہے: روح اور جسم، دونوں کی ضرورتیں الگ الگ ہیں، اہم روحانی ضرورت ہے، اس کا بیان ہو چکا، اور جسم کی ضرورت بھی کچھ کم اہم نہیں، اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے تین انتظامات کئے ہیں:

۱- چاند، سورج کا نظام بنایا، دونوں حساب سے (Regular) چل رہے ہیں، لاکھوں سال ہو گئے ان کی چال میں فرق نہیں پڑا، شب و روز اور گرمی سردی کا تعلق اسی نظام سے ہے، اور بلیں اور درخت بھی اس نظام سے وابستہ ہیں، سورج اور چاند ان کی نشوونما میں اثر انداز ہوتے ہیں، سورج کی گرمی سے ہر چیز پلتی بڑھتی اور پکتی ہے، اور چاند کی روشنی سے پھولوں میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے، یہ تو چاند کی سیدھی چال کا ثمرہ ہے، اور اسی چال سے عبادتوں کے سیزن بدلتے ہیں، رمضان کبھی گرمیوں میں آتا ہے کبھی سردیوں میں۔

۲- اللہ تعالیٰ نے اونچا آسمان بنایا، اتنا اونچا کہ ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے، اتنی اونچی چھت کس سہارے پر ٹکی ہوئی ہے؟ ایک توازن (Balance) ہے جو اس کو تھامے ہوئے ہے، سورۃ لقمان (آیت ۱۰) میں ہے: ﴿خَلَقَ السَّمَوَاتِ بِعَظِيمٍ عَمَدٍ تَرْوُنَهَا﴾: اللہ نے آسمانوں کو بلاستون بنایا، تم ان کو دیکھ رہے ہو، یعنی جو تمہیں نظر آ رہا ہے، اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ آسمان کے ستون ہیں، مگر وہ نظر نہیں آتے، اسی کا نام توازن ہے، جیسے ستارے اور سیارے باہمی کشش سے اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں، اسی طرح کا توازن آسمان کو روکے ہوئے ہے۔

اور یہ توازن (دو چیزوں کی برابری) ہر چیز میں ضروری ہے، خاص طور پر معاملات اور لین دین میں عدل و انصاف ضروری ہے، ڈنڈی مارنا جائز نہیں، کیونکہ بندوں کو اللہ کی خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں، جب اللہ نے آسمان متوازن بنایا ہے تو ضروری ہے کہ لوگ معاملات ٹھیک سے کریں، ورنہ معاشی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

۳- حق و انصاف کے فائدے کے لئے اللہ نے زمین بچھائی، اور اس میں ان کی بے شمار منفعتیں رکھ دیں، مثلاً:

(الف) زمین میں میوے پیدا کئے، میوہ: جس کو لطف کے لئے کھایا جائے (تمباکو میوہ نہیں) جیسے انگور کھجور وغیرہ۔ کھجور کا جب پھول نکلتا ہے تو دانہ نرم و نازک ہوتا ہے، اور بہت بلندی پر ہوتا ہے اس لئے گرمی سے تھلس سکتا ہے، اس لئے حفاظت کے لئے اس پر غلاف چڑھا دیا، پھر جب دانہ گرمی برداشت کرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو گا بھا آگے بڑھ جاتا ہے اور پیچھے دل نے نمودار ہو جاتے ہیں، جیسے جنین میں روح پڑنے کے بعد اس کو چار ماہ بچہ دانی میں رکھا جاتا ہے، پھر پیدا

(ظاہر) ہوتا ہے، اس سے پہلے پیٹ سے نکل آئے گا تو دنیا کی آب و ہوا برداشت نہیں کر سکے گا۔

(ب) اللہ نے زمین میں غلہ پیدا کیا، اس کا دانہ بھی شروع میں نرم ہوتا ہے، اس لئے اس پر بھس لپیٹ دیا، پھر جب اندر غلہ پک جاتا ہے اور دانہ سخت ہو جاتا ہے تو اس کو بھس سے نکال لیا جاتا ہے، اور بھس بھی بیکار نہیں جاتا، جانور کھاتے ہیں اور دودھ دیتے ہیں۔

(ج) ریحان کے دو معنی کئے ہیں: (۱) خوشبودار پھول، پس یہ میوہ کا مقابل ہے، میوے لطف کے لئے کھائے جاتے ہیں اور پھول دلچسپی سے سونگھے جاتے ہیں (۲) روزی، خواہ کوئی ہو، پس یہ غلہ کا مقابل ہے، یعنی غلہ کے علاوہ بھی اللہ نے انسان کی روزی پیدا کی ہے۔

﴿الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ يُحْسَبَانِ ۖ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۖ وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۖ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ۖ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۖ وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۖ فِيهَا فَالِكِهْنُ ۖ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۖ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ ۖ وَالرَّيْحَانُ ۖ﴾

ترجمہ اور تفسیر: سورج اور چاند حساب سے چلتے ہیں، اور زلیں اور درخت مطیع ہیں — یعنی دونوں جس مقصد کے لئے پیدا کئے گئے ہیں: اس کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں — اور اس نے آسمان کو اونچا کیا، اور توازن قائم کر دیا — یہاں میزان کے معنی: معروف ترازو نہیں، بلکہ بیلنس ہے، المورِد (انگریزی۔ عربی لغت) میں بیلنس کا ترجمہ میزان کیا ہے، اور ابن فارس نے مَقَابِلُسُ اللغۃ میں مادہ کے معنی تعدیل اور استقامت: برابر کرنا اور صحیح کرنا: کئے ہیں، اور یہ محاورات لکھے ہیں: قَامَ مِيزَانُ النَّهَارِ: دن آدھا ہو گیا، هَذَا يُوزَنُ ذَلِكَ: یہ اس کے برابر ہے، وَزَيْنُ الرَّأْيِ: معتدل رائے والا، رَاجِحُ الْوِزْنِ: بہترین رائے والا، مضبوط رائے والا، معروف ترازو بھی دو چیزوں کو برابر کرتا ہے اس لئے اس کو میزان کہتے ہیں — (اور حکم دیا: کہ تم تولنے میں کمی بیشی مت کرو — یہ منفی پہلو سے حکم ہے — اور تم انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو — یہ مثبت پہلو سے حکم ہے — اور تولو کو گھٹاؤ مت! — یہ تاکید کے لئے تیسری مرتبہ منفی پہلو سے حکم دیا۔

فائدہ: قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ جب وہ کوئی بات بیان کرتا ہے تو اس کو ضروری حد تک بڑھاتا ہے، یہاں آسمان کے توازن کا ذکر آیا تو معاملات میں توازن کی تاکید کی۔

اور اس نے زمین کو خلقت کے فائدے کے لیے رکھ دیا، جس میں میوے اور غلاف والے کھجور کے درخت اور بھس والا غلہ اور خوشبودار پھول/ رزق ہے — پس تم (اے جن و انس) اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو چھٹاؤ گے! — یعنی کیا

یہ نعمتیں ایسی ہیں کہ ان کا انکار کیا جائے؟ جواب: پروردگار! ہم آپ کی کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے، ہر حمد و ثنا آپ کے لئے ہے! — سوال: جنات کا ذکر اب تک نہیں آیا، پھر ﴿تَلْكَذِبِينَ﴾ میں تثنیہ کی ضمیر کیسے لوٹائی؟ جواب: ﴿الَّذِينَ كَانُوا﴾ میں ان کا ضمناً ذکر آ گیا ہے، اور آگے صراحتاً آ رہا ہے۔

فائدہ: ارشادِ پاک: ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ﴾: آگے میں مرتبہ اور آئے گا، سب جگہ مذکورہ جواب دینا ہے اس کی ہر آیت کے بعد تفسیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ یہ تکریر ہے، اور اس کا مقصد غافل کو بیدار کرنا ہے، جیسے خواجہ مجذوب صاحب رحمہ اللہ کی ایک نظم میں چار مصرعوں کے بعد یہ شعر آتا ہے:

ایک دن مرنا ہے، آخر موت ہے! ❁ کر لے جو کرنا ہے، آخر موت ہے!

اس کا مقصد یہ ہے کہ دل پر چوٹ لگے، اور آدمی غفلت سے ہوش میں آئے، اسی طرح اس ارشاد کو سمجھنا چاہئے۔

جن و انس کی تخلیق کا مادہ ذرا مختلف ہے، مگر دونوں زمین میں ایک ساتھ آباد ہیں

خلقت کی مادی ضروریات کے بیان سے فارغ ہو کر اب یہ بات بیان فرماتے ہیں کہ جن و انس کا مادہ تخلیق اگرچہ مختلف ہے، مگر دونوں کا مسکن یہی زمین ہے، دونوں عناصر رابعہ (آگ، پانی، ہوا، مٹی) سے پیدا کئے گئے ہیں، مگر حضرت آدم علیہ السلام ٹھیکری کی طرح بجتی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، یعنی ان کے آمیزہ (خمیر) میں خاک کا غلبہ ہے، اس لئے انسان خاک کی مخلوق کہلاتی ہے، اور جنات کے دادا جان کے آمیزہ میں آگ کا غلبہ ہے، اس لئے جنات ناری مخلوق کہلاتی ہے، اور مادہ کے اس اختلاف کی وجہ سے انسان کثیف اور جنات لطیف ہیں۔

اور مجموعوں میں مفردات کا اثر آتا ہے، مٹی پامال رہتی ہے، اس لئے انسان کے مزاج میں تواضع ہے، اور آگ کے مزاج میں استعلاء (اوپر کو اٹھنا) ہے، اس لئے جنات کے مزاج میں سرکشی ہے، تاہم دونوں اللہ کے بندے ہیں، جیسے دو مشرقوں اور دو مغربوں کے رب اللہ تعالیٰ ہیں، گرمیوں میں سورج خط استواء کے قریب چلا جاتا ہے، اور مقابل نقطہ میں غروب ہوتا ہے، اور سردیوں میں جنوب کی طرف نیچے چلا جاتا ہے اور مقابل نقطہ میں ڈوبتا ہے، اس لئے آثار مختلف ہوتے ہیں۔ ایک وقت نہایت گرم اور دوسرا وقت نہایت سرد ہوتا ہے، مگر دونوں کے پروردگار اللہ تعالیٰ ہیں، اسی طرح جنات اور انسانوں کے پروردگار اللہ ہی ہیں، اگرچہ دونوں کے مزاج مختلف ہیں۔

دوسری مثال: دو دریا ہیں، سمندر کا پانی شور (کڑوا) ہوتا ہے، اور اس میں بیٹھے پانی کے دریا گرتے ہیں، اور دور تک بہتے چلے جاتے ہیں اور الگ الگ رہتے ہیں، اسی طرح جب سمندر میں جوار بھانا ہوتا ہے تو سمندر کا پانی ساتھ لگے دریاؤں پر چڑھ آتا ہے، مگر بیٹھے پانی کے ساتھ ملتا نہیں، دونوں پانیوں کے درمیان ایک آڑ ہے جو ملنے نہیں دیتی،

اور وہ ہلکا بھاری ہونے کی آڑ ہے، کڑوا پانی ہلکا ہوتا ہے اور میٹھا پانی بھاری، جیسے پانی میں تیل ڈالیں تو نہیں ملے گا، کیونکہ تیل ہلکا ہوتا ہے۔

اور جب میٹھا دریا سمندر میں گرتا ہے تو تلخ (قلم کاری) ہوتی ہے، اور اس جگہ موتی مونگے پیدا ہوتے ہیں جو دنیا کی بڑی نعمت ہیں، سمندر کے بیچ میں موتی نہیں پیدا ہوتے، اسی طرح جنات اور انسان زمین میں ایک ساتھ رہتے ہیں، مگر دونوں ملتے نہیں، اور دونوں کے ایک ساتھ ہونے میں فوائد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں، جیسے انسان کی تخلیق کے وقت فرشتوں نے دبی زبان میں اعتراض کیا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا: ﴿إِنِّي أَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ میں جو مصلحت جانتا ہوں اس کو تم نہیں جانتے [البقرہ: ۳۰] اسی طرح دونوں مخلوقات کے ساتھ ہونے میں جو مصلحت ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

پھر ایک سوال مقدر کا جواب: ہے کہ جنات سرکش مخلوق ہے، وہ زمین میں انسان کو کیسے پنپنے دے گی؟ جواب: اللہ انسانوں کے محافظ ہیں، جنات انسانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، جیسے سمندر میں پہاڑوں جیسے جہاز کھڑے ہیں اور ڈوبتے نہیں، حالانکہ تولہ بھر وزن پانی پر نہیں رکتا، اور جہاز نہیں ڈوبتے: ﴿لَئِنْ﴾ میں اس کی وجہ ہے کہ یہ جہاز اللہ کی حفاظت میں ہیں، اس لئے پانی ان کو ڈوبا نہیں سکتا، اسی طرح انسان اللہ کی حفاظت میں رہیں گے، جنات ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

آیت کا ماسبق لاجلہ الکلام تو یہی ہے کہ یہ سوال مقدر کا جواب ہے، لیکن ساتھ ہی بڑی کشتیاں اللہ کی بڑی نعمت بھی ہیں، قدیم زمانے میں ان ہی جہازوں کے ذریعے ایک بڑا عظیم سے دوسرے بڑا عظیم تک پہنچتے تھے۔ اور بڑی تجارتیں ان کے ذریعے وجود میں آئی تھیں، اس لیے ان میں نعمت کا پہلو بھی ہے۔

سوال: جنات تو انسانوں کو لگتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں؟

جواب: انسان بھی وظیفے پڑھ کر جنات کو تابع کرتے ہیں، پس حساب برابر ہو گیا، دوسرا جواب: یہ ہے کہ یہ شاذ واقعات ہیں، جیسے انسان کو اللہ نے بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، مگر بعض انسان لو لنگڑے اور اندھے کانے ہوتے ہیں، یہ شاذ واقعات ہیں، ان سے اعتراض نہیں ہو سکتا، یہ صورت مادہ کی نافرمانی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، ورنہ انسان کو اللہ نے شاندار سانچے میں ڈھالا ہے۔

اب سوچو! جس مالک نے دونوں مخلوقات کو پیدا کیا، ان کی مادی اور روحانی ضرورتوں کا انتظام کیا، پس ان کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اگر وہ اس کی تکمیل نہ کریں تو ان سے زیادہ بے راہ کون ہوگا؟ جو اللہ کی نعمتوں کو کھاتے ہیں اور

ان کو جھٹلاتے ہیں وہ حرام خوردگیس تو اور کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیں شکر گزار بندہ بناائیں، اور اپنی فرمان برداری کے کاموں میں لگائیں (آمین)

﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۖ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَارٍ ۖ قِيَامَةَ الْآلَاءِ رَبِّكُمْ تَنَكَّدِينَ ۝  
رَبُّ الشَّرِيفِينَ وَرَبُّ الْمُعْرَبِينَ ۖ قِيَامَةَ الْآلَاءِ رَبِّكُمْ تَنَكَّدِينَ ۝ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۖ لِيَبْهُمَا بُزُرُجٌ  
لَا يَبْغِيَانِ ۖ قِيَامَةَ الْآلَاءِ رَبِّكُمْ تَنَكَّدِينَ ۖ يَعْبُرُهُمَا الْجَوْلُودُ وَالْمَرْجَانُ ۖ قِيَامَةَ الْآلَاءِ رَبِّكُمْ تَنَكَّدِينَ ۖ وَلَهُ  
الْجَوَارِ الْمُنشَلُوتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۖ قِيَامَةَ الْآلَاءِ رَبِّكُمْ تَنَكَّدِينَ ۝﴾

ترجمہ اور تفسیر: اللہ نے انسان کو ٹھیکری کی طرح بجتی مٹی سے پیدا کیا — حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے تعلق سے قرآن کریم میں مختلف تعبیریں آئی ہیں، کہیں ہے: ﴿مِنْ تُرَابٍ﴾: مٹی سے، کہیں ہے: ﴿مِنْ طِينٍ لَازِبٍ﴾: چپکتے ہوئے گارے سے، کہیں ہے: ﴿مِنْ حَمًا مَسْنُونٍ﴾: سڑے ہوئے بدبودار گارے سے، اور کہیں ہے: ﴿مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾: ٹھیکری کی طرح کھنکھاتی مٹی سے، ان مختلف تعبیرات کا حاصل ایک ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا، اس طرح کہ مٹی میں پانی ملایا تو وہ لازب بنی، اس میں چپک پیدا ہوئی، پھر وہ سیاہ ہو گئی، اور سڑ گئی تو حما مسنون بن گئی، پھر خشک ہو کر ٹھیکری کی طرح کھن کھن بجنے لگی، تو صلصال کا فخار ہو گئی، چونکہ آدم علیہ السلام کا مادہ مختلف مراحل سے گزرا ہے اس لئے مختلف تعبیرات آئی ہیں۔

اور جان (جنات کے جدا مجد) کو ملنے والی آگ سے پیدا کیا — مارج کے معنی ہیں: ملنے والی، ابھی فعل مَرَجَ آرہا ہے..... ملنے والی: یعنی عناصر ثلاثہ کے ساتھ..... مگر اس کی حقیقت سمجھنا مشکل ہے۔

پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

دو مشرقوں کے پروردگار اور دو مغربوں کے پروردگار — پروردگار: یعنی خالق و مالک و پانہار — اسی طرح انسان اور جنات کے خالق و مالک و پروردگار اللہ تعالیٰ ہیں، اگرچہ دونوں مخلوقات فطرت میں مختلف ہیں۔

پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

اللہ نے دو دریا بہائے جو باہم ملتے ہیں، دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے، دونوں ایک دوسرے پر چڑھائی نہیں کرتے — دونوں کے ملنے سے تعلق ہوتی ہے، اسی طرح جنات اور انسان اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر اپنا کام کرتے ہیں، اور دونوں کے ایک ساتھ ہونے میں فوائد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جاننے ہیں۔

پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

دونوں دریاؤں سے موقی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں — یہ ملنے کا فائدہ ہے۔

پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

اور اللہ کی ملک ہیں سمندر میں پہاڑوں جیسی ابھری ہوئی کشتیاں — یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

جواب: اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کی کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے، آپ کے لئے حمد و ثنا ہے!

كُلِّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَ يَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝ فَبِأَيِّ  
 آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ يُسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي  
 شَأْنٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ سَنَفَعُ لَكُمْ أَيُّهَ الثَّقَلَيْنِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ  
 رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ يَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ  
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَاَنْفُذُوا وَلَا تَنْفُذُوا إِلَّا بِأَسْمَائِنَا ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا  
 تُكَذِّبِينَ ۝ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شَوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرُونَ ۝ فَبِأَيِّ  
 آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝  
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ ۝  
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ۝  
 فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ۝  
 يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ إِنِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝

عج ۱۲

کُلِّ مَنْ	ہر وہ شخص جو	فَانٍ	ختم ہونے والا ہے	وَجْهَ رَبِّكَ	تیرے رب کا چہرہ
عَلَيْهَا	زمین پر ہے	وَ يَبْقَىٰ	اور باقی رہے گا	ذُو الْجَلَالِ	بزرگی والا



وَإِلَّا كَذَّابٍ فِي آتِي الْآءِ رَبِّكُمْ شَكَذِبِينَ يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ فِي آتِي الْآءِ رَبِّكُمْ شَكَذِبِينَ سَتَفَرُّوْكُمْ أَيُّهُ النَّعْلِينَ فِي آتِي الْآءِ رَبِّكُمْ شَكَذِبِينَ يُعْشَرُ	اور عظمت والا پس کوئی نعمتوں کو اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں مانگتے ہیں اس سے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں ہر دن وہ کسی اہم کام میں ہے پس کوئی نعمتوں کو اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں ہم ابھی فارغ ہوتے ہیں تمہارے لئے اے دولدی چھدی مخلوقوا! پس کوئی نعمتوں کو اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں اے جماعت	الْحِجْنَ وَ الْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ فَأَنْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطِنٍ فِي آتِي الْآءِ رَبِّكُمْ شَكَذِبِينَ يُرْسَلُ عَلَيْكُمْ شَوْاطِ عِقْتٌ نَّارٌ وَ نَحَّاسٌ فَلَا	جنات کی اور انسانوں کی اگر تمہارے بس میں ہو کہ آ رہا ہو جاؤ کناروں سے آسمانوں کے اور زمین کے تو آ رہا ہو جاؤ نہیں نکل سکتے تم مگر غلبہ کے ذریعہ پس کوئی نعمتوں کو اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں چھوڑے جائیں گے تم دونوں پر شعلے آگ کے اور دھواں پس نہیں	تَنْفُذُونَ <sup>(۵)</sup> فِي آتِي الْآءِ رَبِّكُمْ شَكَذِبِينَ فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَسْرَدَةً كَالدِّهَانِ <sup>(۶)</sup> فِي آتِي الْآءِ رَبِّكُمْ شَكَذِبِينَ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِ <sup>(۷)</sup> إِنْسٌ وَ لَا جَانٌ فِي آتِي الْآءِ	فتح پاسکو گے تم دونوں پس کوئی نعمتوں کو اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں پس جب پھٹ جائیگا آسمان پس ہو جائے گا وہ سرخ گلابی جیسے تیل کی تچھٹ (سرخ چمڑا) پس کوئی نعمتوں کو اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں پس اس دن نہیں پوچھا جائے گا اس گناہ کے بارے میں کسی انسان سے اور نہ کسی جن سے پس کوئی نعمتوں کو
---	---	---	---	---	---

(۱) الْفُلَانُ: النَّقْلُ كَأَشْيِيهِ، النَّقْلُ: سَامَانٌ، كَدِي بَعْدِي: بوجھل، سَامَانٌ ذُھَوِيٌّ هَوِيٌّ، كَوَيْ تَيْلٌ لَنْهَ كَوَيْ بَرَأِيٌّ سَے گرانبار (۲) نَفْذُ (ن) فِيهِ وَمَنْه: آ رہا ہونا، چیر کر دوسری طرف نکل جانا۔ (۳) الشَّوَاظُ: بغير دھویں کا شعلہ (۴) النَّحَّاسُ: خالص دھواں جس کے ساتھ چنگاریاں نہ ہوں (تانا پیتل بھی اس کے معنی ہیں) (۵) انْتَصَرَ عَلٰی خِصْمِهِ: مقابل پر فتح پانا، بازی جیتنا (۶) الدِّهَانُ کے دو معنی ہیں: سرخ چمڑا اور تیل کی گاد۔ (۷) ذَنْبُهُ کا مرجع بعد میں ہے تَعْوَدُ عَلٰی أَحَدِ الْمَذْكُورِينَ (بجمل)

آتے جاتے رہیں گے وہ اس کے درمیان اور گرم پانی کے درمیان کھولتے ہوئے پس کوئی نعمتوں کو اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں	يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ إِنِّ	اور نالگوں سے پس کوئی نعمتوں کو اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں یہ وہ دوزخ ہے جس کو جھٹلاتے تھے اس کو بدکردار لوگ	وَالَّذِينَ كَفَرُوا فِي آيَاتِنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِحَمِيمٍ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِحَمِيمٍ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِحَمِيمٍ	اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں پچھانے جائیں گے گنہگار (آخری درجے کے) ان کے چہروں کی علامتوں پس پکڑے جائیں گے وہ پیشانی کے بالوں سے	رَبِّكُمَا شَكَذِبَيْنِ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمُ فَيُؤْخَذُ بِالْأَصْفَى
---	--	---	---	---	--

یہ دنیا ختم ہوگی، دوسری دنیا آباد ہوگی، مجرموں کو سزا ملے گی اور کوئی بدکردار بچ نہیں سکے گا

جنات اور انسانوں کی یہ دنیا ختم ہونے والی ہے، رب ذوالجلال والا کرام کی ہستی باقی رہے گی، وہ دوسری دنیا آباد کریں گے، اور یہ ان کا ایک کارنامہ ہے، ان کی توشان یہ ہے کہ وہ ہر وقت کسی کام میں ہوتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی مخلوقات ان سے اپنی حاجات طلب کرتی ہیں، اور وہ سب کی حاجتیں پوری کرتے ہیں، ان کا ارشاد ہے: ہم جلد جزا و سزا کا مرحلہ شروع کرنے والے ہیں، اور مجرم: اللہ کی سزا سے بچ کر نہ آسمانوں کے پار جاسکتے ہیں نہ زمین میں کہیں بھاگ سکتے ہیں، اس کے لئے بڑی قدرت کی ضرورت ہے، وہ ثقلین کو حاصل نہیں، اور اگر وہ آسمانوں سے آ پار نکلنا چاہیں تو کوشش کر دیکھیں، ان پر خالص آگ کے شعلے چھوڑے جائیں گے، یعنی میزائل داغے جائیں گے، جس سے وہ جل کر خاک ہو جائیں گے، اور دھواں چھوڑا جائے گا، جیسے آنسو گیس چھوڑتے ہیں، جس سے ان کا دم گھٹ جائے گا، پھر وہ اس آفت کو ہٹانہ سکیں گے۔

یہ قیامت کب شروع ہوگی؟ جس دن آسمان پھٹ جائے گا، وہ سرخ چمڑے کی طرح گہرا گلابی ہو جائے گا، نیلگوئی رنگ بدل جائے گا، اس دن قیامت شروع ہوگی، اور جن و انس کو سزا دینے کے لئے جرائم کی تحقیق ضروری نہیں ہوگی، کیونکہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوگا، اور نملہ اعمال میں ریکارڈ بھی ہوگا، مجرموں کو ان کے چہروں کی علامتوں سے پہچان لیا جائے گا، پھر ان کو بیک بنی و دو گوش جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اور کہا جائے گا: یہی وہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے! اب تم ہمیشہ اس میں رہو گے، البتہ جب وہ پیاسے ہو گئے تو کھولتے گرم پانی کے چشمہ پر باہر لائے جائیں گے، پھر واپس آئے ان اسم قائل: کھولتے پانی، انی (ض) انی السائل: سیال چیز کا انتہائی گرم ہونا۔

جنہم میں پہنچا دیئے جائیں گے، اسی طرح تاباد و اثر و رُکس اور دوزخ کے درمیان آتے جاتے رہیں گے۔

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾: جو بھی روئے زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے۔ یہ گریز کی آیت ہے، گریز: قصیدہ میں تمہید کے بعد اصل مقصد کی طرف متوجہ ہونے کا نام ہے، پہلے رکوع میں اس دنیا کا ذکر تھا، اب بات دوسری دنیا کی طرف مڑ رہی ہے، دوسری دنیا اس وقت شروع ہوگی جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی۔ اور ﴿مَنْ عَلَيْهَا﴾ میں جن و انس مراد ہیں، اور سورۃ القصص کی آخری آیت عام ہے: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهًا﴾: ہر چیز فنا ہونے والی ہے، صرف اللہ کی ہستی باقی رہے گی، اس سورت کا موضوع چونکہ ثقلین: بدمی بھدی و مخلوقات ہیں، اس لئے لے لے کر تخصیص کی ہے۔

﴿وَيَبْقَىٰ وَجْهٌ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾: اور آپ کے بزرگی اور عظمت والے پروردگار کی ذات باقی رہے گی۔ یہ آیت گویا سوال مقدر کا جواب ہے۔ یعنی جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی تو دوسری دنیا کون آباد کرے گا؟ جواب: اللہ ذوالجلال والا کرام موجود ہیں گے، وہ سدازندہ ہیں، وہ دوسری دنیا آباد کریں گے۔

﴿فِي آيِ الْأَنْبِيَاءِ لَكُمْ مَا تُكَذِّبُونَ﴾: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾: اسی سے حاجتیں طلب کرتے ہیں سب آسمانوں اور زمین والے، وہ ہر وقت کسی اہم کام میں ہوتے ہیں۔ اس آیت میں تقدیم و تاخیر ہے، اللہ تعالیٰ ہر وقت کسی اہم کام میں ہوتے ہیں، کیونکہ آسمانوں اور زمین کی خلقت اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے مانگتی رہتی ہے، اور اللہ تعالیٰ سب کی حاجتیں پوری کرتے ہیں، یہ اللہ کے کام ہیں، اور اس دنیا کو ختم کر کے دوسری دنیا وجود میں لانا بھی ان کا ایک اہم کام ہے۔

﴿فِي آيِ الْأَنْبِيَاءِ لَكُمْ مَا تُكَذِّبُونَ﴾: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿سَنَفَعُكُمْ لَكُمْ آيَةَ الثَّقَلَيْنِ﴾: ہم ابھی تمہارے لئے فارغ ہوتے ہیں اے دو بوجھل مخلوقو! — یعنی قیامت بہت جلد قائم ہونے والی ہے، بس تھوڑا سا وقت باقی رہ گیا ہے۔ اور اللہ کے یہاں کا تھوڑا سا ہمارے یہاں کا لمبا وقت ہے، وہاں کا ایک دن یہاں کے ہزار سال کے برابر ہے، اس لئے یہ خیال کرنا کہ بس اگلے جمعہ کو صوڑ پھوڑ کا جائے گا: صحیح نہیں، مگر کل ماہو آتے فہو قریب کے قاعدہ سے قیامت قریب آگئی ہے۔

﴿فِي آيِ الْأَنْبِيَاءِ لَكُمْ مَا تُكَذِّبُونَ﴾: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿يَمَعْشَرُ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ﴾:

ترجمہ: اے جن وانس کی جماعت! اگر تمہارے بس میں ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے آر پار ہو جاؤ تو ہو جاؤ، قوت کے بغیر باہر نہیں ہو سکتے — یعنی مجرم اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہیں، بھاگ کر کہاں جائیں گے؟ کیا وہ زمین کی پہنائی سے یا آسمانوں کے کناروں سے نکل جائیں گے؟ اس کے لئے قوت و غلبہ چاہئے وہ ان کو کہاں حاصل ہے؟

فائدہ: پہلے جن وانس آسمانوں سے آگے جاتے تھے، داد دادی کو جنت میں بسایا تھا، جنت سدرۃ المنتہی سے ہرے ہے، عیسیٰ علیہ السلام بھی آسمان پر اٹھائے گئے، البتہ اور ایس علیہ السلام کا چپکے سے آسمانوں میں پہنچ جانا افسانہ ہے، اور ہمارے نبی ﷺ کا معراج میں آسمانوں میں جانا ثابت ہے، اور ابلیس علیہ اللعنة نے داد دادی کو جنت میں جا کر پھسلا یا تھا۔ پھر جب داد دادی اور ابلیس کو نیچے اتارا گیا تو ان کا آسمانوں کے پار جانا موقوف ہو گیا، مگر جنات اب بھی آسمان کے قریب جاتے ہیں، اور انسان چونکہ خاکی مخلوق ہے، اس لئے عام حالات میں وہ زمین سے بہت زیادہ دور نہیں جاسکتے، اس لئے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکلنے کے لئے غلبہ اور قوت چاہئے، جو جن وانس کو حاصل نہیں۔

﴿فَيَأْتِي آلِهَةَ رَبِّكُمْ شَاوِظًا وَنَسُوا آلِهَاتَهُمْ الَّتِي بَدَعُوا قَوْمًا لَا يَعْلَمُونَ بِالسَّعْيِ الَّذِي يُعْمَلُ لَدَيْهِمْ وَأَخْتَابُوا وَأُولَئِكَ يَلْعَنُونَ﴾

﴿يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شَوْاظٌ مُّنَارَةٌ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرُونَ﴾

ترجمہ: تم دونوں پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا، پھر تم دونوں اس کو ہٹانہ سکو گے — جنات جب آسمان کے قریب جاتے ہیں تو ان پر شہابِ ثاقب (دہکتا شعلہ) پھینکا جاتا ہے، یہی شواظ (آگ کا شعلہ) ہے، اور دھواں چھوڑا جائے گا جیسے آنسو گیس چھوڑا جاتا ہے، اس سے جنات کا دم گھٹ جائے گا۔ غرض: جن وانس بھاگ کر نہ آسمان کے پار جاسکتے ہیں نہ زمین سے نکل سکتے ہیں، پھر وہ عذابِ الہی سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

﴿فَيَأْتِي آلِهَةَ رَبِّكُمْ شَاوِظًا وَنَسُوا آلِهَاتَهُمْ الَّتِي بَدَعُوا قَوْمًا لَا يَعْلَمُونَ بِالسَّعْيِ الَّذِي يُعْمَلُ لَدَيْهِمْ وَأَخْتَابُوا وَأُولَئِكَ يَلْعَنُونَ﴾

﴿فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكُانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ﴾

ترجمہ: پس جب آسمان پھٹ جائے گا، اور وہ سرخ گلابی رنگ کا ہو جائے گا، جیسے رنگا ہوا سرخ چمڑا — یعنی آسمان کا موجودہ نیلگوئی رنگ بدل جائے گا، اور وہ خون کی طرح سرخ ہو جائے گا، اس وقت قیامت قائم ہوگی۔

﴿فَيَأْتِي آلِهَةَ رَبِّكُمْ شَاوِظًا وَنَسُوا آلِهَاتَهُمْ الَّتِي بَدَعُوا قَوْمًا لَا يَعْلَمُونَ بِالسَّعْيِ الَّذِي يُعْمَلُ لَدَيْهِمْ وَأَخْتَابُوا وَأُولَئِكَ يَلْعَنُونَ﴾

﴿فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ﴾

میں نہیں پوچھا جائے گا — اس لئے کہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوگا، اور جرائم کی مسل بھی موجود ہوگی، نلمہ اعمال میں سب کچھ ریکارڈ ہوگا، پھر پوچھ گچھ کی کیا ضرورت ہے؟

﴿ فَيَأْتِي آلَهُ رَبِّكُمْ مَكْذِبًا ۝ ﴿۱﴾ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!  
﴿ يُعْرِفُ الْجُحُمُونَ بَيْنَهُمْ فَيُبْخَذُ بِالتَّوَصِي وَآلَا قَدَائِرَ ۝ ﴿۲﴾

ترجمہ: مجرم لوگ ان کے چہروں کی علامتوں سے پہچان لئے جائیں گے — کافروں کے چہروں پر بولیٹ (سیاہی) برس رہی ہوگی، اور ان کی آنکھیں نیل گونی ہوگی، اس سے مجرم خود بخود پہچان لئے جائیں گے، جیسے مومنین سجدوں اور وضوء کے آثار و انوار سے پہچان لئے جائیں گے — پس وہ پیشانی کے بالوں اور ناگوں سے پکڑے جائیں گے — مفسرین نے اس کی دو صورتیں لکھی ہیں: (۱) کسی کے بال اور کسی کی ٹانگ پکڑ کر جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا۔ (۲) مجرم کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر پیشانی کو پاؤں سے ملا دیں گے، اور زنجیر وغیرہ سے پکڑ کر دوزخ میں ڈالیں گے (نوآمد) اور اس کو ٹھیل بھی قرار دے سکتے ہیں۔

﴿ فَيَأْتِي آلَهُ رَبِّكُمْ مَكْذِبًا ۝ ﴿۱﴾ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْجُحُمُونَ ۝ ﴿۲﴾ یہ دوزخ ہے جس کو مجرم لوگ جھٹلایا کرتے تھے —  
یعنی دنیا میں اسی دوزخ کا انکار کیا کرتے تھے۔

﴿ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ ۝ ﴿۳﴾ وہ لوگ دوزخ اور کھولتے گرم پانی کے درمیان آتے جاتے رہیں گے —  
جہنمیوں کا یہ واٹر کرس جہنم سے باہر ہوگا، مگر جہنم کے اریا میں ہوگا، جب جہنمی پیاسے ہو گئے تو ان جانوروں کو پانی پینے کے لئے ٹنکی پر لایا جائے گا، پھر ان کو جہنم میں پہنچا دیا جائے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

﴿ فَيَأْتِي آلَهُ رَبِّكُمْ مَكْذِبًا ۝ ﴿۱﴾ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

فائدہ: مجرموں کو سزا دینا بھی وفاداروں کے حق میں انعام ہے، اور اس سزا کا بیان کرنا بھی، تاکہ لوگ سن کر اس جرم سے باز رہیں، یہ مستقل انعام ہے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”ہر آیت میں نعمت جتنائی، کوئی اب نعمت ہے، اور کسی کی خبر دینا نعمت ہے کہ اس سے بچیں“ (نوآمد)

وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتٍ ۝ ﴿۱﴾ فَيَأْتِي آلَهُ رَبِّكُمْ مَكْذِبًا ۝ ﴿۲﴾ ذَوَاتًا أَفْنَانٍ ۝ ﴿۳﴾  
فَيَأْتِي آلَهُ رَبِّكُمْ مَكْذِبًا ۝ ﴿۱﴾ فِيهَا عَيْنٌ تُجْرِبِينَ ۝ ﴿۲﴾ فَيَأْتِي آلَهُ رَبِّكُمْ مَكْذِبًا ۝ ﴿۳﴾  
مَكْذِبِينَ ۝ ﴿۴﴾ فِيهَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجِينَ ۝ ﴿۵﴾ فَيَأْتِي آلَهُ رَبِّكُمْ مَكْذِبًا ۝ ﴿۶﴾ مُتَكِينِينَ ۝ ﴿۷﴾  
عَلَى فُرُشٍ بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۝ ﴿۸﴾ وَجَنَاتُ الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝ ﴿۹﴾ فَيَأْتِي آلَهُ رَبِّكُمْ مَكْذِبًا ۝ ﴿۱۰﴾

تُكذِّبِينَ ۝ فِيهِنَّ قُصِرَتْ الطَّرْفُ لَمْ يَطْمِئِنَّ أَنْسُ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۝  
 فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمْ تُكذِّبِينَ ۝ كَانَهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمْ  
 تُكذِّبِينَ ۝ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝ فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمْ تُكذِّبِينَ ۝  
 وَمِنْ دُونِهَا جَثْنٌ ۝ فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمْ تُكذِّبِينَ ۝ مُدْهَامَتَيْنِ ۝  
 فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمْ تُكذِّبِينَ ۝ فِيهِمَا عَيْنِينَ نَضَّاخَتَيْنِ ۝ فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمْ  
 تُكذِّبِينَ ۝ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَانٌ ۝ فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمْ تُكذِّبِينَ ۝  
 فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ۝ فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمْ تُكذِّبِينَ ۝ حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي  
 الْخِيَامِ ۝ فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمْ تُكذِّبِينَ ۝ لَمْ يَطْمِئِنَّ أَنْسُ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۝  
 فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمْ تُكذِّبِينَ ۝ مُتَكِينِينَ عَلَى رُفْرِ حُضْرٍ وَعَبْقَرِيَّ حِسَانٍ ۝  
 فَيَأْتِي الْآءِ رَبِّكُمْ تُكذِّبِينَ ۝ تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝

ع ۳۲

وَلَمَن	اور اس کے لئے جو	تُكذِّبِينَ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تَجْرِبِينَ <sup>(۳)</sup>	بہرہ ہے
خَافَ	ڈرا	ذَوَاتَا أَنْفَانٍ <sup>(۲)</sup>	شاخوں والے	فَيَأْتِي الْآءِ	پس کون کونسی نعمتوں کو
مَقَامٍ <sup>(۱)</sup>	کھڑے ہونے سے	فَيَأْتِي	پس کونسی	رَبِّكُمْ	اپنے رب کی
رَبِّهِ	اپنے رب کے سامنے	الْآءِ	نعمتوں کو	تُكذِّبِينَ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
جَثْنٍ	دوباغ ہیں	رَبِّكُمْ	اپنے رب کی	فِيهِمَا	دونوں باغوں میں
فَيَأْتِي	پس کونسی	تُكذِّبِينَ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	مِنْ كُلِّ	ہر قسم سے
الْآءِ	نعمتوں کو	فِيهِمَا	دونوں باغوں میں	فَاكِهَةٍ	میوے ہیں
رَبِّكُمْ	اپنے رب کی	عَيْنِينَ	دو چشمے ہیں	رَوْحِينَ <sup>(۴)</sup>	قسم قسم کے

(۱) مقام: مصدر میں اور اضافت لامیہ ہے: ﴿يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (۲) ذواتا: ذوات کا شنیہ ہے ذات کا نہیں اور انسان: فَنَ كَا شَنِیہ ہے: شاخ، فنون: شائیں (۳) تجریبان: عینان کی صفت ہے (۴) زوجان: شنیہ تکرار کے لیے ہے، جیسے ﴿فَارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ﴾۔

جھٹلاؤ گے تم دونوں	تَنكَذِبِينَ	ان سے پہلے	قَبْلَهُمْ	پس کوئی	فِي آيَاتِ
اور ان دو باغوں کے ورے	وَمِنْ دُونِهِمَا	اور نہ کسی جن نے	وَلَا جَانٌّ	نعمتوں کو	الْأَعْيُنِ
دو باغ ہیں	جَنَّاتَيْنِ	پس کوئی	فِي آيَاتِي	اپنے رب کی	رَبِّكُمَا
پس کوئی	فِي آيَاتِي	نعمتوں کو	الْأَعْيُنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تَنكَذِبِينَ
نعمتوں کو	الْأَعْيُنِ	اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	ٹیک لگانے والے	مُتَشَكِّبِينَ
اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تَنكَذِبِينَ	بچھونوں پر	عَلَى فُرُشٍ
جھٹلاؤ گے تم دونوں	تَنكَذِبِينَ (۵)	گویا وہ عورتیں	كَأَنَّهُنَّ	ان کے آستر	بَطَانَتُهُنَّ (۱)
دونوں گہرے سبز	مُدْهَامَاتَيْنِ	لعل (ہیرے)	الْيَاقُوتُ	دیزریشم کے ہیں	مِنْ أَسْتَبْرِقٍ
(سیاہ) ہیں	فِي آيَاتِي	اور مونگے ہیں	وَالْمَرْجَانُ	اور چپکے ہوئے پھل	وَجَنَّاتٍ (۲)
پس کوئی	فِي آيَاتِي	پس کوئی	فِي آيَاتِي	دونوں باغوں کے	الْجَنَّاتَيْنِ
نعمتوں کو	الْأَعْيُنِ	نعمتوں کو	الْأَعْيُنِ	قریب ہونے والے ہیں	دَانٍ (۳)
اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	پس کوئی	فِي آيَاتِ
جھٹلاؤ گے تم دونوں	تَنكَذِبِينَ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تَنكَذِبِينَ	نعمتوں کو	الْأَعْيُنِ
دو باغوں میں	فِيهِمَا	نہیں	هَلْ	اپنے رب کی	رَبِّكُمَا
دو چشمے ہیں	عَيْنَيْنِ	بدلہ	جَزَاءُ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تَنكَذِبِينَ
اہل رہے ہی	نَضَّاجَاتٍ (۶)	نیکو کاری کا	الْإِحْسَانِ	ان باغات میں	فِيهِنَّ
پس کوئی	فِي آيَاتِي	مگر حسن سلوک	إِلَّا الْإِحْسَانَ	روکنے والیاں ہیں	قُصِرَتْ
نعمتوں کو	الْأَعْيُنِ	پس کوئی	فِي آيَاتِي	نگاہ کو	الظُّلْفِ
اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	نعمتوں کو	الْأَعْيُنِ	نہیں ہاتھ لگایا ان کو	لَمْ يَطْلُوهُنَّ (۴)
جھٹلاؤ گے تم دونوں	تَنكَذِبِينَ	اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	کسی انسان نے	إِنْسٍ

(۱) بطائن: بطانۃ کی جمع: آستر: دو ہرے کیڑے کی نیچے کی تہ۔ (۲) جَنَّا: مفرد: پکا عمدہ میوہ، اجنّاء اور اجنّ جمع (۳) دَانٍ: اسم فاعل، دُنُو سے: قریب ہونا (۴) طَمَّتْ (ض) المرأة: ہم بستری کرنا (۵) مُدْهَامَاتٍ: اسم فاعل و اسم مفعول اذْهِيْمَام: اتنا گہرا سبز کہ سیاہ معلوم ہو (۶) نَضَّاجَاتٍ: اسم مبالغہ: ایسا ہوا جوش زن جس کا پانی کبھی ختم نہ ہو۔

جھٹلاؤ گے تم دونوں	تُكذِّبِي	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تُكذِّبِي	دونوں باغوں میں	رَبِّهِمَا
ٹیک لگانے والے	مُتَكِبِينَ	گوری عورتیں	حُورٌ	میوے	فَاكِهَةٌ
چاندنی پر	عَلَا رَفْرَفٍ <sup>(۳)</sup>	پردہ نشیں	مَقْصُورَاتٌ <sup>(۳)</sup>	اور بھجوریں	وَنَخْلٌ
سبز	خَضِرٌ <sup>(۵)</sup>	خیموں میں	فِي الْخِيَاوِ	اور انار ہیں	وَرُمَّانٌ
اور قیمتی بستر پر	وَعَبَقَرِيْنٍ <sup>(۶)</sup>	پس کوئی	فِيآئِي	پس کوئی	فِيآئِي
نقیس (خوب صورت)	حِسَانٍ	نعمتوں کو	الْاٰءِ	نعمتوں کو	الْاٰءِ
پس کوئی نعمتوں کو	فِيآئِي الْاٰءِ	اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	رَبِّكُمَا
اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تُكذِّبِي	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تُكذِّبِي
جھٹلاؤ گے تم دونوں	تُكذِّبِي	ہاتھ نہیں لگایا ان کو	لَمْ يَطْمِئِنَّ	ان باغات میں	فِيهِنَّ <sup>(۱)</sup>
بڑی برکت والا ہے	تَبْرَكَ	کسی انسان نے	اِنْسٌ	اچھی عورتیں ہیں	حَايِرٌ <sup>(۱)</sup>
آپ کے رب کا نام	اِسْمُ رَبِّكَ	ان سے پہلے	فَبَنِمٌ	خوبصورت	حِسَانٌ <sup>(۲)</sup>
بزرگی والا	ذِي الْجَلَالِ	اور نہ کسی جن نے	وَلَا جَانٌ	پس کوئی	فِيآئِي
اور عزت والا	وَالْاِكْرَامِ	پس کوئی نعمتوں کو	فِيآئِي الْاٰءِ	نعمتوں کو	الْاٰءِ
(احسان والا)		اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	رَبِّكُمَا

### ایماندار جن و انس کا اخروی انجام

پہلے تین باتیں ذہن نشیں کر لیں:

۱۔ یہ دنیا مخلوقات کا آمیزہ (مربک) ہے، مومن و کافر، نیکو کار و بدکار، جن و انس سب ایک ساتھ ہیں، ان میں کوئی امتیاز نہیں، مگر آنے والی دنیا میں ان کے درمیان جدائی کر دی جائے گی، مومنین جنت میں اور کفار جہنم میں ہونگے، اور نیکو کار انسانوں کی جنت الگ ہوگی، اور نیکو کار جنات کی الگ، مگر اس سورت میں دونوں کا بیان ساتھ چل رہا ہے، اس لئے ﴿جَنَّاتِن﴾ فرمایا، ایک جنت انسانوں کی ہے، دوسری جنات کی، اور دونوں جنتیں نعمتوں کے اعتبار سے یکساں

(۱) حیوات: خبیۃ کی جمع: نیک سیرت، اچھی عورت (۲) حِسَان: حَسَنَة کی جمع: خوبصورت، حسین و جمیل (۳) مقصودہ: بمعنی قاصرات یعنی اسم مفعول بمعنی اسم فاعل: پردہ نشیں۔ (۴) رَفْرَف: قالین؛ چاندنیاں، گلے تکیے (۵) خَضِر: أَخْضَر اور خَضْرَاء کی جمع: سبز، ہرا (۶) عَبَقَرِيْن: قیمتی، نادر، نقیس، خوبصورت پچھونا، عجیب و غریب آدمی بھی اس کے معنی ہیں یعنی ہیرو۔



ہوگی، کیونکہ دونوں عمل کے اعتبار سے یکساں ہیں، دونوں مکلف ہیں، اور دونوں کے لئے احکام ایک ہیں — اسی طرح کافر جن وانس کی دوزخیں بھی الگ الگ ہوں گی، تقابل کا یہی تقاضا ہے — رہے فرشتے تو وہ دونوں جنتوں اور دونوں دوزخوں میں آتے جاتے رہیں گے، ﴿يَدْخُلُونَ عَلَيْهٖم مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝۱۰﴾ اور ﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾ سے یہ بات واضح ہے۔

۲- سورت میں دو جگہ ہم بستری کی نفی کی ہے، انسانوں کی ازواج کے تعلق سے انسانوں کے ہاتھ لگانے کی اور جنات کی ازواج کے تعلق سے جنات کے ہاتھ لگانے کی نفی کی ہے۔

۳- قرآن کریم متقی مومنین کا اخروی انجام بیان کرتا ہے، دوسرے درجہ کے مومنین کا انجام صراحتاً بیان نہیں کرتا، تا کہ ان کی بدکرداری کو شہ نہ ملے، چنانچہ اول درجہ کی جنت کے بیان میں: ﴿وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ﴾ کی صراحت کی ہے، اور ﴿وَمِنْ ذُوْنِهٖمَ﴾ میں صراحت نہیں کی کہ یہ دو جنتیں کن لوگوں کے لئے ہیں، ظاہر ہے یہ بھی مومنین کے لئے ہیں، مگر دوسرے درجہ کے مومنین کے لئے۔

اعلیٰ درجہ کی جنت کا حال: اعلیٰ درجہ کی جنت اعلیٰ درجہ کے مسلمانوں کے لئے ہے، اور اعلیٰ درجہ کے مسلمان وہ ہیں جن کو دنیا میں ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ ان کو ایک دن اللہ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے، اس لئے وہ اللہ کی نافرمانی سے بچتے ہیں، اور تقویٰ کی راہ اپناتے ہیں۔ آخرت میں دو باغ ہیں: ایک نیک انسانوں کے لئے اور دوسرا نیک جنات کے لئے، اور دونوں کا حال یکساں ہے، دونوں باغ شاخوں دار ہیں، خوب پھلے پھولے ہوئے ہیں، ان میں دو چشمے بہ رہے ہیں، اس لئے سدا بہار ہیں، ان میں قسم قسم کے میوے ہیں، کسی بات کا ٹوٹا نہیں، جنتیوں کی نشست گاہیں ایسے فرشوں کی ہیں جن کا آستر دبیز ریشم کا ہے، ابرے کا حال اللہ بہتر جانیں! دونوں باغوں کے پتے ہوئے میوے جھکے ہوئے ہیں، تاکہ بے تکلف کھڑے بیٹھے لے سکیں، اور ہر جنتی کی جنت بہت سے باغات پر مشتمل ہوگی، اور ہر باغ میں اس کی فیملی ہوگی، ان کی بیویاں دوشیزہ نچی نگاہ والیاں ہوگی، ان کو ان کے شوہروں سے پہلے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا، وہ صاف رنگت کی بیش بہا یا قوت و مرجان کی طرح ہوگی، یہ اعلیٰ درجہ کی جنت اعلیٰ درجہ کے نیکو کاروں کا صلہ ہے، کیونکہ حسن سلوک کا صلہ حسن سلوک ہی ہوتا ہے، ان بندوں نے چونکہ دنیا میں احکام کی پوری پیروی کی، اس لئے صلہ میں اعلیٰ درجہ کی جنت ملی۔

کم درجہ کی جنت کا حال: پہلی دو جنتوں سے کم درجہ کی دو جنتیں اور ہیں، ایک کم درجہ کے انسانوں کے لئے، دوسری کم درجہ کے جنات کے لئے، اور دونوں کا حال یکساں ہے، دونوں گہری سبز سیاہی مائل ہیں، خوب تر دنازہ! ان میں

لبتے ہوئے دو چشمے ہیں، جن کا سوت کبھی خشک نہیں ہوگا، ان میں ہر طرح کے میوے، کھجوریں اور انار ہیں، ان کی جنت بھی کئی باغات پر مشتمل ہوگی، اور ہر باغ میں اس کی فیملی ہوگی، ان کی بیویاں خوب سیرت خوب صورت ہوگی، گوری رنگت والی خیموں میں پردہ نشیں، جن کو ان کے شوہروں سے پہلے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا، ان کی نشست گاہوں میں سبز چاندنی پتھی ہوگی، جس پر قیمتی نفیس بستر لگے ہونگے، وہ ان پر ٹیک لگا کر بیٹھیں گے!

یہ جنتیں عظمت و بزرگی والے رب العالمین نے تیار کی ہیں، ان کا نام پاک بڑا برکت والا ہے!

﴿وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٌ ۖ فِيْهَا اِيَّ الْاَعْدَاءُ رِيْكَمَا يُكَذِّبُوْنَ ۝۶﴾

ترجمہ: اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے: اس کے لئے دو باغ ہیں — یعنی اعلیٰ درجہ کے مومنین کے لئے دو باغ ہیں، ایک انسان مومن کے لئے، دوسرا جنات مومن کے لئے — پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ذَوَاتَا اَفْنَانٍ ۖ فِيْهَا اِيَّ الْاَعْدَاءُ رِيْكَمَا يُكَذِّبُوْنَ ۝۷﴾

ترجمہ: دونوں کثیر شاخوں والے ہیں، پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿فِيْهِمَا عَيْنٰنٌ تَّخْرِيبٰنٍ ۖ فِيْهَا اِيَّ الْاَعْدَاءُ رِيْكَمَا يُكَذِّبُوْنَ ۝۸﴾

ترجمہ: دونوں (جنتوں) میں دو چشمے ہیں، جو بہ رہے ہیں، پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنٍ ۖ فِيْهَا اِيَّ الْاَعْدَاءُ رِيْكَمَا يُكَذِّبُوْنَ ۝۹﴾

ترجمہ: دونوں (باغوں) میں ہر میوے کی دو دو قسمیں ہیں/تم قسم کے میوے ہیں — زوجان (متنہ) عدد کے لئے بھی ہو سکتا ہے، اور تکرار اور کثرت کے لئے بھی — پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿مُتَشٰكِبٰتٍ عَلٰٓى فُرُشٍ ۚ بَطٰٓئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۚ وَجٰنَا الْجَنَّتَيْنِ دٰٓآنٍ ۖ فِيْهَا اِيَّ الْاَعْدَاءُ رِيْكَمَا يُكَذِّبُوْنَ ۝۱۰﴾

ترجمہ: ٹیک لگانے والے ایسے فرشوں پر جن کا آستر دیزریشم کا ہے — ابرے کو اسی پر قیاس کر لو — اور دونوں

باغوں کے پتے پھل نزدیک ہونے والے ہیں — یعنی پھل خود بخود جنتی کی حالت کے قریب آجائیں گے، ہر وقت جھکے ہوئے نہیں رہیں گے — پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿فِيْهِنَّ قِصْرٰتٌ ۤالْظَّرْفِ ۚ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآءُنَّ ۖ فِيْهَا اِيَّ الْاَعْدَاءُ رِيْكَمَا يُكَذِّبُوْنَ ۝۱۱﴾

ترجمہ: ہاتھ نہیں لگایا ان کو ان سے پہلے کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے — لا کے بعد پورا جملہ لوٹایا جاتا ہے، پس یہ دو جملے ہیں، اور دو مخلوق سے متعلق ہیں، انسانوں کی ازواج سے ان سے پہلے کسی انسان نے مقاربت نہیں کی ہوگی

﴿فِيْهِنَّ قِصْرٰتٌ ۤالْظَّرْفِ ۚ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآءُنَّ ۖ فِيْهَا اِيَّ الْاَعْدَاءُ رِيْكَمَا يُكَذِّبُوْنَ ۝۱۱﴾

ترجمہ: ہاتھ نہیں لگایا ان کو ان سے پہلے کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے — لا کے بعد پورا جملہ لوٹایا جاتا ہے، پس یہ دو جملے ہیں، اور دو مخلوق سے متعلق ہیں، انسانوں کی ازواج سے ان سے پہلے کسی انسان نے مقاربت نہیں کی ہوگی

پس یہ دو جملے ہیں، اور دو مخلوق سے متعلق ہیں، انسانوں کی ازواج سے ان سے پہلے کسی انسان نے مقاربت نہیں کی ہوگی

یعنی وہ دوشیزہ (کنواری) ہوگی، یہی حال جنات کی ازواج کا ہوگا۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کوسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یعنی انکار کرو گے۔

﴿كَانْتُمْ آلِيَا قُوتٌ وَالْمَهْجَانُ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔ پہلی تشبیہ بیش قیمت ہونے کے اعتبار سے ہے اور دوسری نفاذت اور صفائی کے اعتبار سے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کوسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: نیکو کاری کا بدلہ نیکو کاری ہی ہوتا ہے۔ یعنی ان جنتیوں نے دنیا میں انتہائی درجہ کی عبادت کی تھی اس لئے ان کو اعلیٰ درجہ کی جنت عنایت فرمائی۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کوسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿وَمِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَيْنِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: اور ان دونوں سے کم درجہ دوسرے دو باغ ہیں۔ یہ برائے نام کم درجہ ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کوسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿مُذَهَّبَتَيْنِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: دونوں باغ گہرے سبز ہیں۔ تروتازہ اور ہرے بھرے رکھیت اور باغ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کوسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿فِيهِمَا عَيْنِينَ نَضَّاخَتَيْنِ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: دونوں باغوں میں دو چشمے ہیں، دونوں جوش مار رہے ہیں۔ دونوں کے سوت (واو مجہول) کبھی خشک نہیں ہونگے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کوسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿فِيهِمَا قَاكِهَتَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: دونوں باغوں میں میوے، کھجوریں اور انار ہیں۔ عرب میں خاص یہی دو میوے ہوتے ہیں، اس لئے ان کی تخصیص کی۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کوسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ ۚ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝﴾

ترجمہ: ان (باغات) میں خوب سیرت خوبصورت عورتیں ہیں۔ ہر جنتی کی جنت بہت سے باغات کا مجموعہ ہوگی، اور ہر باغ میں اس کی فیملی ہوگی، اس لئے ہُنَّ: (ضمیر جمع مؤنث غائب) لائے ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب

کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاو گے!

﴿ حُوْرٌ مَّقْصُوْرَةٌ فِي الْحَيْكَمِ ۚ فَيَايَةَ الْاٰلَاءِ رَبِّكُمْ اَنْتُمْ كَذٰبِيْنَ ۝۱۰۱﴾

ترجمہ: گوری، خیموں میں پردہ نشیں ہیں — عورت کی یہی دو اہم خوبیاں ہیں — پس تم دونوں اپنے رب کی

کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاو گے!

﴿ لَمْ يَطْمِئِنَّ اَنْسُ قَبْلَهُمْ وَلَا جَا نٌ ۚ فَيَايَةَ الْاٰلَاءِ رَبِّكُمْ اَنْتُمْ كَذٰبِيْنَ ۝۱۰۲﴾

ترجمہ: ہاتھ نہیں لگایا ان سے پہلے کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے — یعنی کیا ہوگی — پس تم دونوں اپنے

رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاو گے!

﴿ مُنْتَكِيْنَ عَلٰ رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَعَبْقَرِيَّ حَسٰنٍ ۚ فَيَايَةَ الْاٰلَاءِ رَبِّكُمْ اَنْتُمْ كَذٰبِيْنَ ۝۱۰۳﴾

ترجمہ: تکیہ لگائے ہوئے ہو گئے سبز چاندنیوں اور نہایت خوبصورت بستروں پر — الرَّفْرَفُ: پچھانے کا فرش،

دری، چاندنی، ثَوْبٌ رَفْرَفٌ: باریک کپڑا، رَفْرَفٌ خُضْرٌ: سبز کپڑا یا گدا — الْعَبْقَرِيُّ: عَبَقْرٌ کی طرف نسبت، حیرت

انگیز، با کمال و بے مثال آدمی یا بے مثال چیز — پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاو گے!

﴿ تَبٰرَكَ اَسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۝۱۰۴﴾

ترجمہ: بڑا بابرکت نام ہے آپ کے عظمت و احسان والے پروردگار کا! — اسی کریم و عظیم نے یہ جنتیں مہیا کی ہیں۔

﴿ ۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ = ۸ اپریل ۲۰۱۶ء ﴾



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## سورة الواقعة

یہی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۴۶ ہے، یہی دور کے وسط کی سورت ہے، اس کی خاص فضیلت یہ ہے کہ اگر اس کو رات کو پڑھا جائے تو فقر و فاقہ سے حفاظت ہو جاتی ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عیادت کے لئے تشریف لائے، پوچھا: کیا تکلیف ہے؟ جواب دیا: اپنے گناہوں کی تکلیف ہے! پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں؟ جواب دیا: اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں! پوچھا: کسی طبیب کو بلاؤں؟ فرمایا: طبیب ہی نے بیمار کیا ہے! پوچھا: آپ کے لئے بیت المال سے کوئی عطیہ بھیج دوں؟ فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں، حضرت عثمانؓ نے فرمایا: عطیہ لے لیجئے، وہ آپ کے بعد آپ کی لڑکیوں کے کام آئے گا، جواب دیا: کیا آپ کو میری لڑکیوں کے بارے میں یہ فکر ہے کہ وہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائیں گی؟ مگر مجھے یہ فکر اس لئے نہیں کہ میں نے اپنی لڑکیوں کو تاکید کر رکھی ہے کہ وہ ہر رات سورۃ واقعہ پڑھا کریں، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات سورۃ واقعہ پڑھا کرے وہ کبھی فاقہ میں مبتلا نہیں ہوگا (معارف القرآن)

رابط اور سورت کے مضامین، سورۃ الرحمان میں انسانوں اور جنات کی تین قسمیں کی ہیں: اعلیٰ درجہ کی جنت حاصل کرنے والے، کم درجہ کی جنت حاصل کرنے والے اور کفار، اس سورت کے شروع میں بھی انہیں تین کا ذکر ہے، پھر توحید، دلیل رسالت اور آخرت کا ذکر ہے، آیت دس تک تمہید ہے، پھر آیت ۲۶ تک سابقین کا ذکر ہے، یہی حضرات اعلیٰ درجہ کی جنت پانے والے ہیں، پھر آیت ۴۰ تک اصحاب الیمین کا ذکر ہے، یہ کم درجہ کی جنت پانے والے ہیں، پھر آیت ۵۶ تک کفار کا ذکر ہے، یہ دوزخ والے ہیں، پھر آیت ۳ تک توحید کے دلائل عقلیہ ہیں، پھر آیت ۸۲ تک دلیل رسالت کا ذکر ہے، جو توحید کی نقلی دلیل ہے، پھر آخر تک آخرت کا مضمون ہے۔

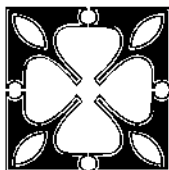
اصحاب الیمین: اصحاب الیمین (دائیں والوں) کی بہت تفسیریں کی گئی ہیں، مثلاً: (۱) جو لوگ عرش عظیم کی داہنی طرف ہونگے (۲) جن کو آدم علیہ السلام کے داہنے پہلو سے نکالا گیا تھا (۳) جن کو اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، یہ آخری تفسیر راجح ہے۔

سوال: ایک مقسم کے اقسام میں بتائیں ہوتا ہے، جیسے کلمہ کی اقسام ثلاثہ (اسم، فعل اور حرف) میں بتائیں ہے، جبکہ انسان کی اقسام ثلاثہ (سابقین، اصحاب الیمین اور کفار) میں بتائیں نہیں، کیونکہ سابقین کو بھی نلمہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، پس وہ بھی اصحاب الیمین ہیں۔

جواب: سابقین میں تجرید کریں گے، تجرید: علم بیان کی ایک صنعت ہے، جس میں زوائد کو حذف کر کے صرف ایک معنی سے غرض رکھتے ہیں، بہ الفاظ دیگر: کسی چیز کو اس کی صفت سے ذہنی طور پر الگ کر کے اصل پر اعتماد کرنا اور نتیجہ نکالنا، پس سابقین کے اصحاب الیمین ہونے کا پہلو الگ کر لیا جائے گا، تو بتائیں کی نسبت صحیح ہو جائے گی۔

لطیفہ: دو حقیقی بھائی ایک دوسرے کو ماں کی گالی دے رہے تھے، کسی نے کہا: تم دونوں کی ماں تو ایک ہے! اس نے جواب دیا: جب میں بھائی کو ماں کی گالی دیتا ہوں تو اپنی ماں کی تجرید کر لیتا ہوں! یعنی اس سے قطع نظر کر لیتا ہوں، صرف نظر کر لیتا ہوں، اسی طرح جب السابقین کہا تو ان کی اصحاب الیمین ہونے کی صفت سے صرف نظر کر لی۔

ملاحظہ: تجرید کا مقابل تضمین ہے یعنی ایک فعل میں دوسرے فعل کے معنی شامل کرنا، اب دوسرے فعل کا خاص صلہ لانا درست ہو جائے گا۔



## سُورَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ لَيْسَ لِقَوْمِهَا كَازِبَةٌ ۙ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۙ اِذَا رُجَّتِ  
 الْاَرْضُ رَجًا ۙ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًا ۙ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّثْبَتًا ۙ وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا  
 ثَلَاثَةً ۙ فَاصْحَبُ الْمِیْمَنَةِ ۙ مَا اَصْحَبُ الْمِیْمَنَةَ ۙ وَاَصْحَبُ الشُّمُكَةِ ۙ  
 مَا اَصْحَبُ الشُّمُكَةَ ۙ وَالسَّیْقُونَ السَّیْقُونَ ۙ

اِذَا وَقَعَتِ	جب رونما ہوگا	وَ بُسَّتِ <sup>(۳)</sup>	اور ریزہ ریزہ کر دے	فَاَصْحَبُ	پس دائیں والے
الْوَاقِعَةُ	ہونے والا واقعہ	الْجِبَالُ	جائیں گے	الْمِیْمَنَةِ	(اہل سعادت)
لَيْسَ	نہیں ہوگا	بَسًا	پھاڑ	مَا اَصْحَبُ <sup>(۵)</sup>	کیا خوب ہیں
لِقَوْمِهَا	اس کے ہونے کو	فَكَانَتْ	توڑ پھوڑ کر	الْمِیْمَنَةِ	دائیں والے!
كَازِبَةٌ <sup>(۱)</sup>	کوئی جھٹلانے والا	هَبَاءً	پس ہو جائیں گے وہ	وَاَصْحَبُ	اور بائیں والے
خَافِضَةٌ	پست کرنے والا	مُثْبَتًا <sup>(۴)</sup>	غبار	الشُّمُكَةِ	(اہل شقاوت)
رَّافِعَةٌ	بلند کرنے والا	وَ كُنْتُمْ	اڑتا ہوا	وَالسَّیْقُونَ	کیسے برے ہیں
اِذَا رُجَّتِ <sup>(۲)</sup>	جب ہلادی جائے گی	اَزْوَاجًا	اور ہو جاؤ گے تم	السَّیْقُونَ	بائیں والے!
الْاَرْضُ	زمین	ثَلَاثَةً	تسمیں		اور آگے نکلنے والے
رَجًا	ہلا دیا جانا		تین		تو آگے نکلنے والے ہیں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

قیامت کے دن انسانوں کی تین قسمیں

یہ تمہیدی آیات ہیں۔ جب قیامت کا واقعہ رونما ہوگا تو اس کو جھٹلانے کی کسی میں ہمت نہ ہوگی، آج تو جھٹلانے والے

(۱) کاذبہ: ای نفس کاذبہ (۲) رَجَّ رَجًا: بِلَانًا، جَبَشَ دینا (۳) بَسَّ (ن) بَسًا: چکنا چور کرنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا

(۴) مُثْبَتًا: اصل میں منبث (اسم قاعل یا اسم مفعول) تھا: پراگندہ، اڑتا ہوا، پھیلا ہوا (۵) مَا: استفہامیہ ہے۔

ہیں۔ مگر جب وہ واقعہ ہو پڑے گا تو کون جھٹلا سکے گا؟ اس دن مومنین سرخ رو ہونگے اور منکرین ذلیل و خوار، یہ واقعہ اس وقت رونما ہوگا جب زمین میں سخت زلزلہ آئے گا، اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی طرح اڑتے پھریں گے، اس دن لوگوں کی تین قسمیں ہو جائیں گی، آج تو سب رلے ملے ہیں، اس دن جدا جدا ہو جائیں گے، اس دن مقررین جنت کے نہایت اعلیٰ درجہ پر فائز ہونگے، اور جن کو نادمہ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ بھی جنت میں شاد کام ہونگے، اور جن کو نادمہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ان کی بری گت بنے گی۔

آیاتِ پاک: — جب ہونے والا واقعہ ہو پڑے گا — یعنی قیامت قائم ہو جائے گی — تو اس کے ہونے کو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہوگا، وہ واقعہ بعض کو پست اور بعض کو بلند کرے گا — جب زمین میں سخت زلزلہ آئے گا، اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، اور وہ پر اگندہ غبار ہو جائیں گے تو تم تین قسمیں ہو جاؤ گے، پس دہنے والے کیا خوب ہیں دہنے والے! اور بائیں والے کیسے برے ہیں بائیں والے! اور جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجے کے ہیں!

أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ﴿۱﴾ فِي جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿۲﴾ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿۳﴾ وَقَلِيلٌ مِّنَ  
الْآخِرِينَ ﴿۴﴾ عَلَىٰ سُرِّ مَوْضُونَةٍ ﴿۵﴾ مُتَّكِنِينَ عَلَيْهَا مُتَقَبِّلِينَ ﴿۶﴾ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ  
وَلَدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ﴿۷﴾ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَہٗ وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ﴿۸﴾ لَا يَصَدَّعُونَ  
عَنهَا وَلَا يَنْزِفُونَ ﴿۹﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿۱۰﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿۱۱﴾  
وَحُورٌ عِينٌ ﴿۱۲﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿۱۳﴾ جَزَاءً لِّمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾ لَا  
يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْتِيهَا إِلَّا قَبِيلًا سَلَامًا ﴿۱۵﴾

تختوں پر	عَلَىٰ سُرِّ (۲) مَوْضُونَةٍ (۳)	ایک انبوہ	ثَلَاثَةٌ (۱)	وہ لوگ	أُولَٰئِكَ
جزاؤ والے (جوہرات	مِّنَ الْأَوَّلِينَ (۳)	پہلوں میں سے	مِّنَ الْأَوَّلِينَ	نزدیک کئے ہوئے ہیں	الْمُقَرَّبُونَ
سے آراستہ)	مُتَّكِنِينَ (۶)	اور تھوڑے	وَقَلِيلٌ	باغات میں	فِي جَنَّةِ
ٹیک لگانے والے	عَلَيْهَا (۵)	پچھلوں میں سے	مِّنَ الْآخِرِينَ	نعمتوں کے	النَّعِيمِ

(۱) ثلثہ: گروہ، لوگوں کی جماعت، جمع ثلث (۲) سُرِّ: سریر کی جمع: بیٹھنے کا تخت، چارپائی۔ (۳) موضونہ: اسم مفعول: نَوْضَنُ يَضُنُّ وَضْنًا: السرير: تخت کو جوہرات سے جڑنا۔



عَلَيْهَا	ان پر	عَنْهَا	اس (شراب) سے	الْوَلُؤُ	موتی
مُتَقَلِّبِينَ	آمنے سامنے	وَلَا يَنْزِفُونَ <sup>(۳)</sup>	اور نہ بے ہوش ہو گئے وہ	الْمَكْنُون	چھپائے ہوئے
يَطُوفُ	گھومیں گے	وَفَاكِهَةٍ	اور میوے کے ساتھ	بِحِزَائِ	بدلہ
عَلَيْهِمْ	ان پر	مِمَّا	اس میں سے جو	يَسَا	ان کاموں کا جو
وَلِدَانٌ	لڑکے	يَتَخَيَّرُونَ <sup>(۴)</sup>	پسند کریں گے وہ	كَانُوا يَعْمَلُونَ	کیا کرتے تھے وہ
مُخَلَّدُونَ	ہمیشہ رہنے والے	وَلَحْمِ	اور گوشت کے ساتھ	لَا يَسْمَعُونَ	نہیں سنیں گے وہ
بِأَكْوَابٍ <sup>(۱)</sup>	گلاسوں کے ساتھ	طَيِّبٍ	پرندے کے	فِيهَا	اس میں
وَأَبَارِيقٍ	اور جگلوں کے ساتھ	وَمِمَّا	اس میں سے جو	لَعْوًا	یکو اس
وَكَأْسٍ	اور پیالے کے ساتھ	يَشْتَهَوْنَ	چاہیں گے وہ	وَلَا تَأْتِيهَا <sup>(۵)</sup>	اور نہ گناہ میں مبتلا کرنا
مِّنْ مَّعِينٍ <sup>(۲)</sup>	بہتے چشمے سے	وَحُورٌ	اور گوری عورتیں	إِلَّا قِتِيلًا	مگر کہنا
لَّا يُصَدَّعُونَ	نہ در دوسر میں مبتلا کئے	عَيْنٌ	بڑی آنکھوں والیاں	سَمْنَا سَمْنَا	سلام! سلام!
جائیں گے وہ	کامثال	جیسے			

### سابقین پر آخرت میں انعامات

سابقین (آگے والے) یعنی صفِ اول کے مومنین، جو ایمان میں چٹان کی طرح مضبوط ہوتے ہیں، اور کرنے کے کاموں میں مستحبات تک کی پابندی کرتے ہیں، اور نچنے کے کاموں میں خلافِ اولیٰ سے بھی بچتے ہیں، ان کا انجام بیان فرماتے ہیں:

سابقین کی بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ اللہ کے چہیتے بندے ہیں، مقرب ہونے کا یہی مطلب ہے، تفسیروں میں ایک بات ہے کہ اصحاب الہدین عرش کی دائیں طرف ہونگے، اور اصحاب الشمال بائیں طرف، اور سابقین سامنے، یعنی اللہ کے روبرو، یہی تقربِ خاص ہے۔ دوسری فضیلت ان کی یہ ہے کہ وہ سابقین میں سے ہیں، یعنی فرسٹ ڈویژن میں

(۱) کوب: گلاس، ابریق: جگ، لونا (۳) لا یصدعون: مضارع مجہول منفی، جمع مذکر غائب: مصدر تصدیع: دورانِ سر نہیں ہوگا، سر نہیں چکرائے گا (۳) ینزفون: مضارع معروف، مصدر إنزاف: بے ہوش ہونا، اور سورة الصافات آیت ۴۷ میں ینزفون: باب ضرب سے مضارع مجہول ہے، اس کے معنی بھی ہیں: عقل میں فتور آنا۔ (۴) یتخیرون از تخیر (باب تفعیل) پسند کرنا۔ (۵) ائمة تأیما: گناہ گار بنانا، گناہ میں مبتلا کرنا، یہاں مراد یہودہ بات ہے، کیونکہ وہ عام طور پر گناہ گار بناتی ہے۔

کامیاب ہوئے ہیں — تیسری فضیلت ان کی یہ ہے کہ جنت میں ان کو ہر طرح کی نعمتیں حاصل ہوں گی، النعمیم: اسم جنس ہے، تمام نعمتوں کو عام ہے۔

پھر فرمایا: اگلوں میں سابقین کی تعداد بہت ہے، اور پچھلوں میں کم، اس کا ماسبق لاجلہ الکلام اس امت کے مومنین (جن وانس) ہیں، اور گذشتہ امتوں کا حکم قیاس سے لیا جائے گا، ان میں بھی نبی سے متصل مومنین میں سابقین کی تعداد زیادہ ہوگی، اور بعد کے لوگوں میں کم، اور انبیاء اس میں شامل نہیں، ان کا مقام و مرتبہ سابقین سے بہت بلند ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرب نبوت کی برکت سے باکمال لوگ زیادہ ہوتے ہیں، پھر جوں جوں زمانہ دراز ہوتا ہے کمال میں کمی آتی ہے، البتہ عام مومنین کی تعداد ہمیشہ بہت رہتی ہے۔

جنت میں سابقین کی محفلیں: جنت میں ان کی محفلیں سجیں گی، خوش طبعی کے لئے سب مل کر بیٹھیں گے، جن تختوں/چارپائیوں پر بیٹھیں گے، وہ سونے کے تاروں سے اور پتروں سے آراستہ کئے ہوئے ہونگے، اور سب آمنے سامنے ٹیک لگا کر بیٹھیں گے، کسی کی پشت کسی کے چہرے کی طرف نہیں ہوگی۔

سابقین کے خدام: سابقین کے لئے خدام لڑکے ہونگے، جو جنت کی مخلوق ہونگے، وہ ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، وہ بہتی شراب کے جام، جگ اور پیالے بھر کر لاتے رہیں گے، جنت کی شراب سے نہ دروسر ہوگا نہ عقل میں فتور آئے گا، نیز سابقین کو جو میوے پسند ہونگے: لڑکے وہ بھی لائیں گے، اور جس پرندے کا گوشت ان کو مرغوب ہوگا وہ بھی لائیں گے۔ سابقین کی ازواج: ان کے لئے گوری رنگت کی بڑی آنکھوں والی ازواج ہوں گی، گویا وہ لاک (تالے) میں رکھے ہوئے موتی ہیں — یہ ان کے اعمال کا صلہ ہے، وہ وہاں نہ بک بک سنیں گے نہ بیہودہ بات، بس ہر طرف سے سلام! سلام! کی آواز آئے گی۔

آیات پاک: — یہ لوگ مقرب (نزدیک کئے ہوئے) ہیں، نعمتوں کے باغوں میں ہونگے، ایک انبوہ اگلوں میں سے اور تھوڑے پچھلوں میں سے، سونے کے تاروں اور پتروں سے آراستہ کئے ہوئے تختوں/چارپائیوں پر آمنے سامنے ٹیک لگا کر بیٹھے ہونگے — ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے بہتی شراب کے جام، جگ اور پیالے لاتے رہیں گے، نہ اس سے ان کو درس ہوگا، اور نہ عقل میں فتور آئے گا، اور (لاتے رہیں گے) میوے ان میں سے جن کو وہ پسند کریں گے، اور پرندے کا گوشت ان میں سے جن کو وہ چاہیں گے — اور گوری بڑی آنکھوں والی عورتیں، جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی — بدلہ ان کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے — وہ وہاں نہ بک بک سنیں گے، نہ کوئی بیہودہ بات، البتہ ہر طرف سے سلام کی آواز آئے گی! — بہتی شراب کے: یعنی جنت میں شراب کے قدرتی چشمے

ہونگے، وہ کسی فیکٹری میں نہیں بنی ہوگی۔ چھپا کر رکھے ہوئے یعنی صاف موتی کی طرح جس پر گرد وغبار کا ذرا اثر نہ ہو۔

ہر امت کے پہلے طبقہ میں نبی کی صحبت یا قرب عہد کی برکت سے اعلیٰ درجہ کے مقررین جس قدر کثرت سے ہوئے ہیں پچھلے طبقوں میں وہ بات نہیں رہی (فوائد)

وَاصْحَابُ الْيَمِينِ ۝ مَا اَصْحَابُ الْيَمِينِ ۝ فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ ۝ وَطَلْحٍ مَّنْضُودٍ ۝  
 وَظِلِّ مَمْدُودٍ ۝ وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ ۝ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۝ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ ۝  
 وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ ۝ اِنَّا اَنْشَاْنَهُنَّ اِنْشَاءً ۝ فَجَعَلْنَهُنَّ اَبْكَارًا ۝ عُرْبًا اَتْرَابًا ۝  
 لِاصْحَابِ الْيَمِينِ ۝ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْاَوْلِيَيْنِ ۝ وَشُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝

۱۲

وَاصْحَابُ الْيَمِينِ مَا اَصْحَابُ الْيَمِينِ	اور دائیں والے (اہل سعادت)	اور پانی میں بہتے ہوئے	اور پانی میں بہتے ہوئے	اور دائیں والے کیا کہنے	اور دائیں والوں کے!
فِي سِدْرٍ مَّخْضُودٍ وَطَلْحٍ مَّنْضُودٍ	بیری میں کانٹے اتاری ہوئی	نکالے ہوئے	نکالے ہوئے	کثیرہ	دائیں والوں کے!
وَمَاءٍ مَّسْكُوبٍ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ	اور کیلوں میں	نہ روکے ہوئے	اور بستروں میں	لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ	بیری میں
وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ	اور کیلوں میں	بلند کئے ہوئے	بلند کئے ہوئے	وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ	تہ بہ تہ جمائے ہوئے
اِنَّا اَنْشَاْنَهُنَّ اِنْشَاءً	اور سارے میں	بیشک ہم نے بنایا ان کو	بیشک ہم نے بنایا ان کو	اِنَّا اَنْشَاْنَهُنَّ اِنْشَاءً	اور سارے میں
ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْاَوْلِيَيْنِ وَشُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ	تہ بہ تہ جمائے ہوئے	خاص بنانا	خاص بنانا	ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْاَوْلِيَيْنِ وَشُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ	تہ بہ تہ جمائے ہوئے

(۱) خَضَدٌ (ض) الشَّجَرِ: درخت کے کانٹے اتارنا (۲) سَكَبَ (ن) الماء: پانی بہنا (۳) فُرُش: فرش کی جمع، مراد عورتیں، آگے ضمیر ہُنَّ اسی کی طرف راجع ہے۔ (۴) عُرُوب: عُرُوب کی جمع: سہاگ والیاں، پیار دلانے والیاں، محبوبائیں، صفت مشبہ ہے: وہ عورت جو اپنے ناز و انداز سے شوہر کی محبوبہ ہو، اور اپنی فراست سے اس کی مزاج شناس ہو (۵) اَتْرَاب: تِزْب کی جمع: ہم جولہ، ہم عمر (۶) لِاصْحَابِ: اِنْشَاءً سے متعلق۔

## اصحاب الہمین پر آخرت میں نوازشات

نوازشات: مہربانیاں۔ اصحاب الہمین: دائیں والے یعنی جن کو نملہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا: یعنی سابقین کو متثنیٰ کر کے عام مؤمنین، ان کی تعداد امت کے اگلوں میں بھی بہت ہے اور پچھلوں میں بھی، ان کے لئے آخرت میں جو نعمتیں ہوں گی ان کا تذکرہ فرماتے ہیں، عرب میں جو نعمتیں عام ہوتی تھیں یا جو وہاں کم یا ب تھیں انہی کو ذکر فرمائیں گے، قرآن کا یہی اسلوب ہے، جن نعمتوں سے قرآن کے پہلے مخاطب واقف نہیں ان کا تذکرہ الجھن کا سبب ہوگا، اس لئے ان کا ذکر قرآن نہیں کرتا فرماتے ہیں:

- ۱- دائیں والوں کے لئے آخرت میں بیری کے ایسے درخت ہونگے جن کے کانٹے دور کر دیئے گئے ہونگے، تاکہ وہ بے آزار پھل توڑ سکیں، میں نے اماراتِ عربیہ میں ایسا بیری کا درخت دیکھا ہے۔
- ۲- کیلے کے ایسے گچھے ہونگے جن میں کیلے تہ بہ تہ جھے ہوئے ہونگے، کیونکہ کیلا اکیلا نہیں کھایا جاتا۔
- ۳- عرب میں سایے کی بڑی اہمیت ہے، جنت میں لمبے لمبے سایے ہونگے، کیونکہ وہاں دھوپ کا نام نہیں۔
- ۴- پانی کی بھی عرب میں بہت کمی ہے، اس لئے جنت میں بہتا ہوا پانی ہوگا۔
- ۵- اور میووں کی تو کوئی حد نہیں ہوگی، نہ ٹوٹا ہوگا نہ روکے ہوئے ہونگے، جب چاہے گا، جو چاہے گا، بے روک ٹوک لے سکے گا۔

۶- عالی شان بستر ہونگے، جیسے میٹرس ڈبل تیل بچھاتے ہیں، اور وہ ہمیش قیمت بھی ہونگے۔

۷- اصحاب الہمین کی بیویوں کو اللہ تعالیٰ خاص انداز سے بنائیں گے، چنانچہ وہ کنواری، دل لہانے والیاں اور ہم جولیاں ہوں گی۔

فائدہ (۱): یہ بات دنیا کی عورتوں کو بھی حاصل ہوگی، ان کو بھی خاص طور پر بنایا جائے گا، ایک بڑھیا سے نبی ﷺ نے فرمایا: ”بوڑھی جنت میں نہیں جائے گی!“ وہ پریشان ہو گئی اور رونے لگی، آپ نے فرمایا: ”بوڑھی جوان ہو کر جائے گی“ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی، معلوم ہوا کہ آیت عام ہے، حوروں کے لئے ہی نہیں۔

اور ترمذی میں حدیث (نمبر ۳۳۲۰) ہے: **إِنَّ مِنَ الْمُنْشَأَاتِ اللَّائِي كُنَّ فِي الدُّنْيَا عَجَائِزَ عُمْشًا رُمَصًا**: بیشک خاص طور پر بنائی ہوئی عورتوں میں سے وہ عورتیں بھی ہیں جو دنیا میں بوڑھی، چونڈھی، اور گوشہ چشم پر سفید میل جمی ہوئی ہیں یعنی ان کو حسین شکل و صورت میں جوان رعنا کر دیا جائے گا۔

فائدہ (۲): سابقین کی ازواج کا حال دلالتِ الص سے لیا جائے گا، ان کی ازواج کو بھی خاص طور پر بدرجہ اولیٰ بنایا

جائے گا، جیسے شہداء جس قرآن زندہ ہیں، پس انبیاء بدرجہ اولیٰ زندہ ہیں، کیونکہ وہ ان سے عالی مرتبہ ہیں۔

فائدہ (۳): ﴿فُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ﴾ میں صنعتِ استفہام ہے، بستر بھی مراد ہیں اور بیویاں بھی، عرب بیوی کو فرش کہتے ہیں اور صنعتِ استفہام یہ ہے کہ جب کوئی لفظ بولا جائے تو ایک معنی مراد لئے جائیں، پھر جب اس کی طرف ضمیر لوٹائی جائے تو دوسرے معنی مراد لئے جائیں، جیسے:

إِذَا نَزَلَ السَّمَاءُ بِأَرْضِ قَوْمٍ ۖ رَعَيْنَاهُ، وَإِنْ كَانُوا غَضَبَانَا

(جب کسی قوم کے علاقہ میں بارش ہوتی ہے تو ہم گھاس چرا آتے ہیں، چاہے وہ غصہ سے بھن جائیں)

اس میں السماء سے بارش مراد ہے، پھر جب اس کی طرف رعیناہ کی ضمیر لوٹائی تو السماء سے وہ گھاس مراد لی جو بارش سے آتی ہے۔ اسی طرح فرش فرمایا تو بستر مراد لیا، پھر جب اس کی طرف انشانانہن کی ضمیر لوٹائی تو بیویاں مراد لیں، اور مرفوعہ: حسی اور معنوی دونوں بلند یوں کو عام ہے۔

آیاتِ پاک: — اور داہنے والے: کیسے اچھے ہیں داہنے والے! بے خار بیویوں میں، اور تہ بہ تہ کیلوں میں اور لہبے لہبے سایے میں، اور بستے ہوئے پانی میں، اور بہت زیادہ میووں میں، نہ ختم ہونے والے نہ پابندی لگائے ہوئے، اور بلند بستروں میں، بے شک ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا، پس ہم نے ان کو کنواریاں، محبوبائیں اور ہم جو لیاں بنایا، داہنے والوں کے لئے، ایک بڑا گروہ لگے لوگوں میں سے اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے (رکوع یہاں لگنا چاہئے، ایک آیت پہلے لگا دیا ہے، وہ صحیح نہیں)

دنیا ساری چند دن برتنے کا سامان ہے، اور دنیا کی بہترین برتنے کی چیز نیک بیوی ہے (حدیث)

وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ ۗ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ۗ فِي سُبُورٍ وَحَمِيمٍ ۗ وَظِلِّ  
مَنْ يَحْمُومٍ ۗ لَا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَلِكَ مُتْرَفِينَ ۗ  
وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ ۗ وَكَانُوا يَقُولُونَ ۗ أَإِذَا مِتْنَا  
وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ۗ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۗ أَوْ أَبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۗ قُلْ إِنَّ  
الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ۗ لَمَجْمُوعُونَ ۗ إِلَىٰ مِيقَاتٍ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۗ ثُمَّ إِنَّكُمْ  
أَيْهَا الضَّالُّونَ الْمُكذِّبُونَ ۗ لَأَكُونُ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زُقُومٍ ۗ فَسَالَتُونَ

مِنْهَا الْبُطُونَ ۖ فَشَرِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ۗ فَشَرِبُونَ شُرْبَ  
الْهَيْمِ ۗ هَذَا نُزْلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ۗ

وَاصْحَابُ الْشِّمَالِ مِمَّا اصْحَابُ الْشِّمَالِ فِي سُومِرِ وَالْحَمِيمِ وَظِلِّ مَنْ يَحْمُومِ <sup>(۱)</sup> لَا بَارِدِ وَلَا كَرِيمِ رَأْتَهُمْ كَأَنَّمَا قَبْلَ ذَلِكَ مُتْرَفِينَ <sup>(۲)</sup> وَكَانُوا يُصْرُؤْنَ عَلَى الْخُبْرَةِ <sup>(۳)</sup> الْعَظِيمِ	اور بائیں والے (اہل شقاوت) کیسے برے ہیں بائیں والے! جھلنے والی ہوا میں اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سایے میں سیاہ دھوئیں کے نہ ٹھنڈا نہ عزت والا بے شک وہ تھے اس سے پہلے بڑے خوش حال اور اصرار کیا کرتے تھے گناہ پر بہت بڑا	وَكَانُوا يَقُولُونَ أَيُّدَاؤِثْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ءَايُنَا لَمَبْعُوثُونَ أَوْ أَبَاؤُنَا الْأَوْلَادُونَ قُلْ إِنَّ الْأَوْلِيْنَ وَالْآخِرِينَ لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتٍ يَوْمِ مَعْلُومٍ ثُمَّ إِنَّا نَكْتُمُ	اور کہا کرتے تھے وہ کیا جب مرجائیں گے اور ہو جائیں گے ہم مٹی اور ہڈیاں کیا بے شک ہم البتہ دوبارہ زندہ کئے جائیں گے کیا اور ہمارے باپ دادا اگلے (بھی) کہیں بے شک اگلے اور پچھلے البتہ اکٹھا کئے جائیں گے وقت میں معین دن کے پھر بے شک تم	أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ لَا تَكُونُونَ مِنْ شَجَرَةٍ مِنْ زُقُومٍ <sup>(۴)</sup> فَمَا لَكُمْ مِنْهَا الْبُطُونَ فَشَرِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ فَشَرِبُونَ شُرْبَ الْهَيْمِ <sup>(۵)</sup> هَذَا نُزْلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ	اے بھٹکے ہوؤ جھٹلانے والو ضرور کھانے والے ہو درخت سے زقوم کے پس بھرنے والے ہو اس سے پیٹوں کو پس پینے والے ہو اس پر کھولتے پانی سے پس پینے والے ہو مانند پینے سخت پیاسے اونٹ کے یہ ان کی مہمانی ہے جزا کے دن
--	--	--	--	---	--

(۱) یحْمُوم: اسم ہے (فعل مضارع نہیں) اس کا مادہ حَمَمٌ ہے، اس کے مشتقات میں سیاہی یا گرمی یا دونوں باتیں ہوتی ہیں  
(۲) مُتْرَفٍ: اسم مفعول، اِتْرَافٍ: عیش پرست، خوش حال مزے کی زندگی کا نئے والا (۳) حِنْتٌ: گناہ، جمع اخنات، حینت  
(س) حِنْتًا: قسم توڑنا اور گناہ گار ہونا۔ (۴) من زقوم: میں من: بیانیہ ہے، زقوم: دوزخ کا ایک درخت ہے، بدبودار نہایت  
کڑوا، تھوہر بھی ترجمہ کرتے ہیں (۵) هَيْمٌ: وہ پیاس جو کسی طرح نہ بجھے، یہ اونٹوں کی ایک بیماری ہے، جیسے استقاء (جلندر)  
انسانوں کی بیماری ہے اردو میں اونٹوں کی اس بیماری کے لئے 'تونس لفظ ہے، شاہ عبدالقادر صاحب نے یہی ترجمہ کیا ہے۔

## اصحاب الشمال کی آخرت میں بد حالی

اصحاب الشمال: بائیں والے: یعنی کفار و مشرکین، جن کو قیامت کے دن اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جب اعمال نامے اڑیں گے تو وہ بایاں ہاتھ پیٹھے پیچھے چھپا دیں گے، وہیں ان کو بائیں ہاتھ میں نلمہ اعمال تھما دیا جائے گا: ﴿وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ﴾: رہا وہ شخص جس کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں اس کی پیٹھے کے پیچھے سے دیا گیا۔ یہ لوگ دنیا میں بڑے بھاری گناہ میں یعنی کفر و شرک میں مبتلا تھے، خوش حالی میں مزے کی زندگی گانتے تھے، اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کے تصور سے بھی خالی تھے، ان کے لئے آخرت میں جھلنے والی دوزخ کی ہوا اور پینے کے لئے کھولتا پانی ہوگا، اور دوزخ کی آگ سے کالا دھواں اٹھے گا: اس کے سایے میں رکھے جائیں گے، جو نہ ٹھنڈک پہنچائے گا نہ وہ عزت کا سایہ ہوگا، ذلیل و خوار ہو کر اس کی تپش میں بھلتے رہیں گے، اور کھانے کے لئے تھوہر تیار ہوگا، وہ اس کو زہر مار کریں گے اور اس سے پیٹ بھریں گے، پھر پینے کے لئے کھولتا پانی دیا جائے گا، جس کو وہ تو نئے ہوئے اونٹ کی طرح بے تحاشا پینیں گے، یہ قیامت میں جھوٹے گمراہوں کی دعوت ہے۔

آیات پاک: — اور بائیں والے: کیسے برے ہیں بائیں والے! جھلنے والی ہوا میں، کھولتے ہوئے پانی میں، اور سیاہ دھوئیں کے سایے میں، نہ ٹھنڈا نہ عزت والا! — بے شک وہ اس سے پہلے (دنیا میں) بڑے خوش عیش تھے، اور وہ بڑے گناہ پر اصرار کیا کرتے تھے، اور وہ کہا کرتے تھے: کیا جب ہم مرجائیں گے، اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے گلے باپ دادا بھی! — کہو: بے شک اگلے اور پچھلے سب جمع کئے جائیں گے ایک معین دن کے وقت میں، پھر تم اے گمراہو جھٹلانے والو! ضرور قوم کا درخت کھاؤ گے، پھر اس سے پیٹ بھرو گے، پھر اس پر کھولتا پانی پیو گے، پھر تو نئے ہوئے اونٹ کی طرح پیو گے، یہ جزاء کے دن تمہاری دعوت ہے!

نَحْنُ خَلَقْنَكُمْ فَلَوْلَا تَصَدَّقُونَ ۝ اَفَرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُونَ ۝ ؕ اَ اَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ ؕ  
 اَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ۝ نَحْنُ قَدَرْنَا بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝  
 عَلَا اَنْ تُبَدَّلَ اَمْثَالِكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَ لَقَدْ عَلَّمْتُمُ النَّشَاةَ  
 الْاُولٰٓئِ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ۝ اَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ۝ ؕ اَ اَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ ؕ اَمْ نَحْنُ  
 الزَّارِعُونَ ۝ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطًا مَّا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ۝ ؕ اِنَّا لَمُعَرِّمُونَ ۝ بَلْ

نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿۱﴾ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي كَشَرْتُمْ ۖ ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ  
 أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ﴿۲﴾ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿۳﴾ أَفَرَأَيْتُمْ  
 النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿۴﴾ ءَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ ﴿۵﴾ نَحْنُ  
 جَعَلْنَاهَا تَذَكُّرًا ۖ وَمَتَاعًا لِلْمُقْوِينَ ﴿۶﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۷﴾

ع  
۱۵

نَحْنُ	ہم نے	بَسْبُوقِينَ <sup>(۲)</sup>	عاجز ہونے والے	ءَأَنْتُمْ	کیاتم
خَلَقْنَاهُ	پیدا کیا تم کو	عَلَّا أَنْ <sup>(۳)</sup>	اس بات سے کہ	تَوْرَعُونَ	اُگاتے ہو اس کو
فَلَوْلَا	پس کیوں نہیں	تَجِدَالٍ	بدل دیں ہم (تم کو)	أَمْ نَحْنُ	یا ہم
تَصَدَّقُونَ	مانتے تم؟	أَمْفَالِكُمْ	تمہارے جیسوں سے	الذَّرِعُونَ	اُگانے والے ہیں
أَفَرَأَيْتُمْ	بتاؤ	وَنُنشِئُكُمْ	اور پیدا کر دیں ہم تم کو	كُنُوشًا	اگر چاہیں ہم
مَا تُمْنُونَ <sup>(۱)</sup>	جو قطرہ پکاتے ہو تم	فِي مَا	اس حالت میں جس کو	لَجَعَلْنَاهُ	البتہ بتا دیں اس کو
ءَأَنْتُمْ	کیاتم	لَا تَعْلَمُونَ	تم نہیں جانتے	حُطَامًا	چورا
تَخْلُقُونَهُ	پیدا کرتے ہو اس کو	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	فَقَالْتُمْ <sup>(۴)</sup>	پس ہو جاؤ تم
أَمْ نَحْنُ	یا ہم	عَلَيْكُمْ	جانا تم نے	تَفَكَّهُونَ	باتیں بتاتے
الْمُخْلِقُونَ	پیدا کرنے والے ہیں	النَّفَاةَ	پیدا آتش کو	إِنَّا كُنُوزٌ مَّوْنٌ	(کہ) بے شک ہم
نَحْنُ	ہم نے	الْأُولَى	پہلی بار	تَاوَانٌ زِدَةٌ	تاوان زدہ ہیں
قَدَرْنَا	اندازہ ٹھہرایا ہے	فَلَوْلَا	پس کیوں نہیں	بَلْ نَحْنُ	بلکہ ہم
بَيْنَكُمْ	تمہارے درمیان	تَدَاكُرُونَ	یاد کرتے تم	مَحْرُومُونَ	بے نصیب ہیں
الْمَوْتِ	موت کا	أَفَرَأَيْتُمْ	بتلاؤ	أَفَرَأَيْتُمْ	بتلاؤ
وَمَا نَحْنُ	اور نہیں ہیں ہم	مَا تَخْذَرُونَ	جو بڑھتے ہو تم	الْمَاءِ	وہ پانی

(۱) اَمْتِي النُّطْفَةُ: نطفہ ڈالنا، قطرہ منی ڈالنا (۲) مَسْبُوقٌ: اسم مفعول: سابق کی ضد: ہارا ہوا، سَبِّقَ عَلَيْهِ: جیتنا، سَبِّقَ عَلَيْهِ: ہارنا، علی صلا آگے آ رہا ہے (۳) اَنْ اَنْ سے پہلے عن یامن پوشیدہ ہے (۴) ظَلَمْتُمْ: اصل میں ظَلَمْتُمْ تھا، ایک لام حذف کیا، جیسے تفکھون سے ایک تا حذف کی۔



الذی	جو	فلولا	پس کیوں نہیں	الْمُنْتَوُونَ	پیدا کرنے والے ہیں
كَشَرُونَ	تم پیتے ہو	تَشْكُرُونَ	شکر بجالاتے تم	نَحْنُ	ہم نے
ءَأَنْتُمْ	کیا تم نے	أَفْعَىٰ تُمْ	بتلاؤ	جَعَلْنَهَا	بنایا اس کو
أَنْزَلْنَاهُ	اس کو اتارا ہے	النَّازِ	وہ آگ	تَذَكْرًا	یاد دہانی
مِنَ الْمُنزِلِ	بادل سے	الْبَحْرِ	جس کو	وَمَتَاعًا	اور فائدہ اٹھانے کی چیز
أَمْ نَحْنُ	یا ہم	نُؤزُونَ	تم سلاگتے ہو	الْمُقْوِينَ <sup>(۱)</sup>	جنگل والوں کے لئے
الْمُنزِلُونَ	اتارنے والے ہیں	ءَأَنْتُمْ	کیا تم نے	فَسَيِّئَةٌ	پس پاکی بول
كُوكَبًا	اگر چاہیں ہم	أَنْشَأْنَاهُمْ	پیدا کیا ہے	بِأَسْمِ رَبِّكَ	تیرے رب کے نام کی
جَعَلْنَاهُ	بنادیں اس کو	شَجَرَةً	اس کے درخت کو	الْعَظِيمِ	بہت بڑے مرتبہ والا
أُجَابًا	کھارا	أَمْ نَحْنُ	یا ہم		

### توحید کا بیان

#### چار کارناموں سے توحید پر استدلال

قدرت الہی کے چار عظیم کارنامے بیان کرتے ہیں، اور ان سے توحید الوہیت پر استدلال کرتے ہیں، پہلے دو میں سبب کا توسط ہے، اور دوسرے دو میں سبب کا توسط نہیں، اور ہر کارنامے کے ذکر کے بعد متعلقات کا ذکر ہے، یہ قرآن کریم کا اسلوب ہے، جب وہ کسی موضوع پر بات کرتا ہے تو متعلقات تک بات دراز کرتا ہے۔

پہلا کارنامہ: — انسان کو اللہ نے پیدا کیا، مگر اس میں انسان کا توسط ہے، مردوزن ملتے ہیں، مادہ بچہ دانی میں پہنچتا ہے پھر تین اندھیروں میں اس کو اللہ تعالیٰ انسان بناتے ہیں، دوسرا کون ہے جو یہ کارنامہ انجام دے سکے؟ — پھر بات آگے بڑھائی ہے کہ جب انسان دنیا میں آجاتا ہے تب بھی اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے، ہر انسان کی موت کا وقت اللہ نے مقرر کر دیا ہے، اس وقت میں اس کو لامحالہ مرنا ہے، کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی دسترس سے باہر نہیں — بلکہ اللہ تعالیٰ چاہیں تو موجودہ انسانوں کو سبک کر دیں، سو اور بندر بنادیں، اور موجودہ انسانوں کی جگہ دوسرے انسان پیدا کر دیں —

(۱) الْمُقْوِينَ: اسم فاعل، إقواء: مصدر، قی: ماڈہ: ویران زمین جس میں کوئی رہنے والا نہ ہو، ألقوت الدار: مکان غیر آباد ہو گیا، مقوین: بھراؤ نشین، ان کو آگ سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے، رات کو آگ جلاتے ہیں تو درندے بھاگ جاتے ہیں، اور سردی میں لحاف کے بغیر بھی گزارہ ہو جاتا ہے۔

پھر یہ بات اس سوال پر ختم کی ہے کہ جب تم جانتے ہو کہ اللہ ہی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے تو پھر تم دوسری پیدائش کو کیوں نہیں مانتے؟ جس نے پہلی بار نبوت سے ہست کیا ہے: وہ دوسری بار کیوں پیدا نہیں کر سکتا؟

﴿ نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ۝ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُونَ ۝ إِنَّكُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْرًا نَحْنُ الْخَالِقُونَ ۝ نَحْنُ قَدَرْنَا مَبْنِئَكُمْ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝ عَلَا أَنْ تَبَدَّلَ آمَنَّا لَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَكَفَدُ عَلَيْكُمْ الشَّعَاةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ۝ ﴾

ترجمہ: ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر تم (اللہ کی یکتائی) کیوں نہیں مانتے؟ — یہ آیت توحید کے بیان کی تہدید ہے — بتلاؤ: جو قطرہ تم (بچہ دانی میں) پکاتے ہو: کیا تم اس کو پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟ — اللہ تعالیٰ ہی اس بے قدر مادہ کو اشرف المخلوقات انسان بناتے ہیں، مردوزن کا عمل تو پورا ہو گیا، ان کو اب کچھ خیر نہیں کہ اندر کیا ہو رہا ہے — پھر بات آگے بڑھائی ہے — ہم نے تمہارے لئے موت کا وقت ٹھہرایا ہے — یعنی انسان دنیا میں آ کر اللہ کی دسترس سے نکل نہیں جاتا، اس کو مقررہ وقت پر لا محالہ مرنا ہے — اور ہم عاجز نہیں کہ ہم (تم کو) تم جیسوں سے بدل دیں — یعنی موت سے پہلے بھی انسان اللہ کی قدرت سے باہر نہیں، وہ موجودہ انسانوں کی جگہ دوسرے انسان پیدا کر سکتے ہیں — اور تمہیں ایسی صورت میں کر دیں جس کو تم نہیں جانتے — یعنی بند رسور بنا دیں، مگر بات ہم رکھی ہے لِيَذْهَبَ الذَّهْنُ كُلُّ مَذْهَبٍ: تاکہ ہر احتمال کی طرف ذہن جائے یعنی جس بناوٹ میں بھی ہم چاہیں تبدیل کر سکتے ہیں — اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ تم پہلی پیدائش کو جانتے ہو — اور مانتے ہو کہ پہلی بار اللہ نے پیدا کیا ہے — پھر تم کیوں (دوسری پیدائش کو) یاد نہیں کرتے؟ — جو پہلی بار پیدا کر سکتا ہے وہ دوسری بار کیوں پیدا نہیں کر سکتا؟ اس کو یاد کرو اور اس کے لئے تیاری کرو۔

دوسرا کارنامہ: انسان زمین جوتا ہے، پھر اس میں بیج ڈالتا ہے، یہ سب کا توسط ہوا، پھر اس بیج کو اللہ تعالیٰ اگاتے ہیں، دانے کو زمین کی نمی گلاتی ہے، پھر اس میں سے نرم و نازک کو نیل نکلتی ہے، اور زمین کا سینہ چیر کر باہر آتی ہے، پھر اس کو پروان چڑھاتے ہیں، انسان کو اس سے غلہ ملتا ہے، یہ کارنامہ کس کا ہے؟ اللہ ہی کا! پھر اس کی الوہیت کیوں نہیں مانتے!

پھر بات آگے بڑھائی ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین سے جو بیج اگاتے ہیں: وہ پودا اکمال کو پہنچنے سے پہلے ہی پیلا پر سکتا ہے، اور ٹوٹ کر چورا ہو سکتا ہے، پھر تم باتیں چھانتے رہ جاؤ کہ ہم پر آفت آن پڑی! بلکہ ہم بے نصیب رہ گئے!

﴿ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ۝ إِنَّكُمْ تَزْرَعُونَهَا أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ۝ لَوْ كُنَّا لَجَعَلْنَاهُ حُطًا مَّا

فَقَلْتُمْ نَفَعْنَاكُمْ عَشْرُونَ ۗ إِنْ أُنزِلُوا عَلَيْنَا لَعُنُوا عَشْرِينَ ۗ كَيْلٌ لِّمَنْ مَخْرُومُونَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: بتلاؤ! جو حج تم بوتے ہو: کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں؟ — پھر بات آگے بڑھائی ہے: — اگر ہم چاہیں تو اس (اُگی ہوئی کھیتی) کو چورا کر دیں، پھر تم باتیں چھانٹتے رہ جاؤ کہ ہم پرتاوان آپڑا! بلکہ ہم بے نصیب رہ گئے!

تیسرا کارنامہ: انسان جو پانی پیتا ہے، ندی نالے اور کنویں چشمے سے، وہ پانی بادل سے برستا ہے، پھر زمین پر بہتا ہے یا زمین میں اتر جاتا ہے، بادل یہ پانی دریا سے لاتے ہیں، جو نہایت کھارا ہوتا ہے، پینے کے قابل نہیں ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ اس کو میٹھا کر کے برساتے ہیں، اللہ کے علاوہ کون ہے جو بادل سے ایسا شیریں پانی برسائے؟ اگر اللہ چاہیں تو وہ کھارا برسے، پھر لوگ کیا سمجھیں، ان کی زندگی کا مدار تو پانی پر ہے! پھر اس نعمت کا لوگ شکر کیوں نہیں ادا کرتے؟ اور اس کا شکر یہ ہے کہ اسی کی بندگی کی جائے۔

﴿أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿۱۰﴾ ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ﴿۱۱﴾ لَوْلَا جَعَلْنَاهُ

أُجَابًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: بتلاؤ: جو پانی تم پیتے ہو، کیا تم اس کو بادل سے برساتے ہو، یا ہم برسائے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اس کو کھارا بنا دیں، پھر تم کیوں شکر نہیں بجالاتے؟!

چوتھا کارنامہ: اللہ نے دو درخت پیدا کئے، ایک کا نام العفّار ہے، دوسرے کا نام المرخ، دونوں کی لکڑیاں نکلوانے سے آگ جھڑتی ہے، اسی طرح حقیق ماق کے دو پتھر نکلوانے سے بھی آگ جھڑتی ہے، اور ہرے بانس بھی رگڑ کھاتے ہیں تو جنگل میں آگ لگ جاتی ہے، اور آگ تو ہر درخت میں ہوتی ہے، لیکن مرخ اور عفّار کو ان میں بڑا درجہ حاصل ہے، یہ ہرے درخت سے آگ کون پیدا کرتا ہے؟ یہ اللہ ہی کا کام ہے، پس اس کی یکتائی اور الوہیت کو کیوں نہیں مانتے؟ — پھر بات بڑھائی ہے کہ دنیا کی یہ آگ آخرت کی آگ (دوزخ) کا نمونہ ہے، اس کو یاد کرو، اور اس سے بچنے کا سامان کرو — اور یہ آگ صحرائینوں (مسافروں وغیرہ) کے لئے بڑے فائدے کی چیز ہے، پس اس کا شکر بجالاؤ، اور اس عظیم المرتبت اللہ کی پاکی بیان کرو، صرف اسی کی الوہیت کے گیت گاؤ، کسی اور کو اس کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ!

﴿أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿۱۳﴾ ءَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ ﴿۱۴﴾ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا

تَذَكْرَةً وَمَتَاعًا لِلْمُقْوِينَ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝ ﴿۱۵۶﴾

ترجمہ: تلاؤ: جس آگ کو تم سلگاتے ہو: کیا تم نے اس کا درخت اگایا ہے یا ہم اگانے والے ہیں؟ ہم نے اس (آگ) کو یاد دہانی اور جنگل والوں کے لئے فائدہ اٹھانے کی چیز بنایا ہے۔

پس پاکی بیان کرو اپنے عظیم پروردگار کے نام کی!

فَلَا أُقْسِمُ بِمَوْعِدِ النَّجُورِ ۝ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّوَتَّعَلَمُونَ عَظِيمٌ ۝ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۝ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۝ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَفِي هَذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُدْهِنُونَ ۝ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْتُمْ تُكذِّبُونَ ۝ ﴿۱۵۷﴾

فَلَا	پس نہیں!	لَقُرْآنٌ	البتہ پڑھنے کی کتاب	الْعَالَمِينَ	جہانوں کے
أُقْسِمُ	قسم کھاتا ہوں میں	كَرِيمٌ	معزز	أَفِي هَذَا	کیا پس اس
بِمَوْعِدِ	جمع ہونے کی جگہوں کی	فِي كِتَابٍ	ایک نوشتہ میں	الْحَدِيثِ	بات کو
النُّجُورِ	ستاروں کے	مَّكْنُونٍ	چھپائے ہوئے	أَنْتُمْ	تم
وَإِنَّهُ	اور بے شک وہ (قسم)	لَا يَمَسُّهُ	نہیں چھوتے اس کو	مُدْهِنُونَ	سرسری سمجھتے ہو؟
لَقَسَمٌ	یقیناً قسم ہے	إِلَّا	مگر	وَتَجْعَلُونَ	اور گردانتے ہو
لِّوَتَّعَلَمُونَ	اگر سمجھ سکو تم	الْمُطَهَّرُونَ	نہایت پاک بندے	رِزْقَكُمْ	اپنا حصہ
عَظِيمٌ	بہت بڑی	تَنْزِيلٌ	اتارنا ہے	أَنْتُمْ	کہ تم
إِنَّهُ	بے شک وہ (قرآن)	مِّن رَّبِّ	پروردگار کی طرف سے	تُكذِّبُونَ	جھٹلاتے ہو

(۱) لا: سے منکر توحید کے کلام کی نفی کی ہے، تقدیرہ: فلاصحة لما يقوله الكافر (جمل) (۲) مواقع: موقع کی جمع ہے، اسم ظرف، واقع ہونے کی جگہ یعنی وہ برج جس میں ستارے اکٹھا ہوئے (۳) وانہ: مقسم بہ اور مقسم علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے (۴) لو تعلمون: جملہ معترضہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے (۵) مُدْهِنُونَ: اسم فاعل، اِدْهَان: تیل لگانا، نرم کرنا، مادہ دُھن: تیل، مجازی معنی: بے وقعت سمجھنا (۶) رزقکم: مفعول اول ہے، اور رزق کے معنی ہیں: روزی، حصہ، اور انکم تکذبون: مفعول ثانی ہے، اور حدیث میں رزق کی تفسیر ”شکر“ سے آئی ہے (ترمذی ج: ۳۳۱۹)

رابط: توحید کے مضمون کے بعد دلیل رسالت یعنی قرآن کریم کی عظمتِ شان کا بیان ہے، کیونکہ توحید کا مضمون قرآن کریم ہی نے مفصل و مدلل بیان کیا ہے، پس قرآن: توحید کی دلیلِ نقلی ہے — اور مواقع النجوم: ستاروں کے جمع ہونے کی جگہ کی قسم کو سمجھنے کے لئے تھوڑی تمہید ضروری ہے۔

### علویات کے سفلیات پر اثرات

امام اکبر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں دو جگہ اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے، اس کی شرح: رحمۃ اللہ الواسعہ (۱: ۲۳۰) میں ہے:

سوال: کیا کواکب کی شکلوں (عقرب، جدی، ذکو، حوت، میزان، ثریا، سہیل وغیرہ) میں اللہ تعالیٰ نے سفلیات پر اثر انداز ہونے کی صلاحیتیں رکھی ہیں؟ علم نجوم والے اس کے قائل ہیں، شریعت اس سلسلہ میں کیا کہتی ہے؟

جواب: کواکب کی بعض تاثیرات تو بدیہی ہیں، مثلاً سورج کے احوال کے اختلاف سے سردی گرمی کے موسموں کا بدلنا اور دن کا چھوٹنا بڑا ہونا اور چاند کی کشش کی وجہ سے سمندر میں بوجہ اربھانا اٹھنا وغیرہ۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ (سنت الہی یہ ہے کہ جب ثریا ستارہ طلوع ہوتا ہے تو کھجوروں کی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں) (رواہ احمد کنز العمال حدیث نمبر ۲۶۱۲ کشف الخفاء: ۱۱۰) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کھجور یا ستارے کے سفلیات پر اثرات پڑتے ہیں۔

یہ بات کہ مالدار اور غریبی، خوش حالی اور خشک سالی اور دیگر انسانی واقعات پر کواکب کی حرکتوں کے اثرات پڑتے ہیں یا نہیں؟ تو یہ بات نہ تو بدیہی ہے، نہ دلیلِ نقلی سے ثابت ہے اور ہمیں اس میں غور کرنے سے منع بھی کیا گیا ہے حدیث شریف میں ہے کہ ”جس نے علم نجوم کا کوئی حصہ حاصل کیا اس نے اتنا ہی سحر کا حصہ حاصل کیا، اور جس نے زیادہ حاصل کیا اس نے اتنا ہی جادو سیکھا“ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ باب الکہانہ حدیث ۴۵۹۸) یعنی جس طرح سحر سیکھنا حرام ہے علم نجوم سیکھنا بھی حرام ہے اور جو لوگ بارش ہونے کو فچھتروں کی طرف منسوب کرتے ہیں حدیث متفق علیہ میں ان پر سخت نکیر آئی ہے (مشکوٰۃ باب الکہانہ حدیث ۴۵۹۶)

سوال: تو کیا ہم یہ بات سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ علویات کے اس قسم کے اثرات سفلیات پر نہیں پڑتے؟ جبھی تو علم نجوم کی تحصیل سے روکا گیا ہے اور مَطْرٍ نَابِئُءٌ کَذَا کہنے والوں پر نکیر آئی ہے۔

جواب: نہیں، میں یہ بھی نہیں کہتا کہ شریعت میں کواکب کی اس قسم کی تاثیرات کی صراحتہ نفی آئی ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے ستاروں میں ایسی خصوصیات رکھی ہوں کہ وہ زمینی واقعات کو متاثر کرتے ہوں، اور اس کی شکل یہ ہوتی ہو کہ ستاروں کے اثرات اولاً ان کے ماحول (ارد گرد) پر پڑتے ہوں، پھر رفتہ رفتہ ہوا کے توسط سے یہ اثرات سفلیات تک

منتقل ہوتے ہوں اور زمینی واقعات کو متاثر کرتے ہوں، جیسے عطریات اور گندگیاں پہلے اپنے ارد گرد کی ہوا کو متاثر کرتی ہیں، پھر وہ اثرات رفتہ رفتہ دور تک پھیل جاتے ہیں۔

سوال: اگر کو اکب میں اس قسم کے اثرات ہیں یا ہو سکتے ہیں تو پھر شریعت نے علم نجوم کی تحصیل سے کیوں روکا ہے؟ اس صورت میں تو علم نجوم کی تحصیل جائز ہونی چاہئے تاکہ اس کے ذریعہ جلب منفعت یا دفع مضرت کیا جاسکے، یہ ممانعت تو اس پر صاف دلالت کرتی ہے کہ علویات میں اس قسم کے اثرات نہیں۔

جواب: ممانعت کی وجوہ تو اور بھی ہو سکتی ہیں، مثلاً:

(۱) شریعت نے کہانت (جنات سے خبریں لے کر بتانے) سے سختی سے روکا ہے، مسلم شریف میں حدیث ہے کہ حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں چند کام کرتے تھے، ہم کاہنوں کے پاس جاتے تھے؟ آپ نے فرمایا فلا تاتوا الکھان (اب کاہنوں کے پاس مت جایا کرو) (مشکوٰۃ باب الکہانہ حدیث ۳۵۹۲) اور جو کاہن کے پاس جاتا ہے اور اس سے غیب کی باتیں پوچھتا ہے، پھر وہ جو بتاتا ہے اس کو مانتا ہے تو آپ نے اس شخص سے بے تعلقی کا اعلان فرمایا ہے (احمد، ابوداؤد، ترمذی مشکوٰۃ باب الکہانہ حدیث ۳۵۹۹)

مگر جب آپ سے کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے بتلایا کہ فرشتے بادلوں میں اترتے ہیں اور آسمانوں میں جو معاملہ طے پاتا ہے اس کا چرچا کرتے ہیں، شیاطین وہاں سے کوئی بات چرالاتے ہیں اور جس کاہن کے تابع ہوتے ہیں اس کو وہ ادھوری بات پہنچا دیتے ہیں، کاہن اس میں سو جھوٹ ملا کر بات مکمل کرتا ہے اور پیشین گوئی کرتا ہے، جب وہ ایک بات صحیح نکلتی ہے تو لوگ اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں، مگر نہیں سوچتے کہ اس کی بتائی ہوئی نانوے باتیں تو جھوٹی نکلیں (رواہ البخاری مشکوٰۃ باب الکہانہ حدیث ۳۵۹۳ و ۳۶۰۰)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کاہنوں کی بعض باتیں صحیح ہوتی ہیں، تاہم کہانت سیکھنے سے، اس پر عمل کرنے سے اور اس سے فائدہ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے، حدیث میں ہے کہ جو عراف کے پاس گیا اور اس سے کوئی بات معلوم کی تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں کی جائے گی (رواہ مسلم مشکوٰۃ حدیث ۳۵۹۵) پس ممکن ہے کہ کو اکب میں بھی تاثیرات ہوں مگر کسی مصلحت سے شریعت نے علم نجوم پڑھنے سے اور کو اکب کی طرف نسبت کرنے سے منع کیا ہو۔

(۲) سورۃ آل عمران آیت ۱۵۶ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ منافقین جیسی باتیں نہ کریں۔ منافقین اپنے بھائی بندوں سے کہتے تھے، جبکہ وہ کسی سرزمین میں سفر کرتے تھے، یا جہاد کے لئے نکلتے تھے: ”اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے“ حالانکہ یہ بات کہناتی نفسہ ممنوعہ نہیں، لوگ اس قسم کی بات کہنا ہی کرتے ہیں، جب کوئی شخص

خطرہ کے کام میں کودتا ہے تو اس کے متعلقین اس کو سمجھاتے ہیں کہ بھئی! یہ سفر مت کر، یہ خطرے کا کام مت کر، مگر جب وہ نہیں مانتا اور لقمہ راجل بن جاتا ہے تو لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہماری نہیں مانی، اس لئے یہ نوبت آئی۔

غرض اس قسم کی باتیں ممنوع نہیں ہیں، مگر منافقین اس قسم کی باتیں اہل ایمان کو جہاد سے روکنے کے لئے اور ان میں بزدلی پیدا کرنے کے لئے کہا کرتے تھے، اس لئے اہل ایمان کو اس قسم کی باتیں کہنے سے منع کیا گیا۔

(۳) اور متفق علیہ حدیث میں ہے کہ کسی کا بھی عمل اس کو جنت میں نہیں لے جائیگا، جو بھی جنت میں جائے گا، فضل باری سے جائے گا (فتح ۱۰: ۱۲۷ مسلم کتاب صفات المنافقین ۱: ۱۶۱) حالانکہ آدمی اعمال صالحہ حصول جنت ہی کے لئے کرتا ہے اور قرآن کریم بھرا پڑا ہے کہ اعمال صالحہ کی جزاء جنت ہے، پس اس حدیث کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ دخول جنت کا حقیقی سبب فضل الہی ہے اور اعمال بس ظاہری سبب ہیں۔

(۴) حضرت ابورمہ رضی اللہ عنہ کے والد نے مہر نوبت دیکھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حکیم ہوں، آپ کے اس پھوڑے کا علاج کر سکتا ہوں، آپ نے فرمایا: ”تم ہمدرد ہو اور اللہ حکیم ہیں“ (مشکوٰۃ کتاب القصص حدیث ۳۳۲۱ مسند احمد: ۴: ۱۶۳) حالانکہ دنیا علاج کرنے والے کو حکیم، ڈاکٹر کہا کرتی ہے پس اس حدیث میں جو نفی ہے وہ کسی اور مصلحت سے ہے۔

## کواکب کی تاثیر کی دو صورتیں

اور رحمۃ اللہ (۵۳۲: ۵) میں ہے:

اور اس میں کچھ استبعانہیں کہ کواکب کی تاثیر دو طریقوں سے ہو:

پہلا طریقہ — کواکب کی تاثیر طبائع (ماہیات) کی تاثیر کی طرح ہو — اللہ تعالیٰ نے ہر نوع کے لئے ایسی طبائع بنائی ہیں جو اس کے ساتھ مختص ہیں۔ مثلاً کوئی چیز حار ہے تو کوئی بارد۔ کسی چیز میں بیوست ہے تو کسی میں رطوبت۔ اور انہی طبائع سے اطباء کام لیتے ہیں، اور علاج تجویز کرتے ہیں۔ پس افلاک و کواکب کے لئے بھی طبیعتیں اور خاصیتیں ہیں۔ جیسے سورج گرم ہے اور چاند مرطوب۔ اس لئے جب کوئی ستارہ اس کی معین جگہ میں آتا ہے تو اس کی قوت و صلاحیت زمین میں ظاہر ہوتی ہے۔

مثال: عورتوں میں نسوانی عادتیں اور زنانہ خصائل ہوتے ہیں۔ اور اس کی وجہ زنانی فطرت ہے جس کا ادراک دشوار ہے۔ اسی طرح مردوں میں بہادری اور بلند آہنگی ہوتی ہے۔ اور اس کی وجہ بھی مردانہ مزاج ہے۔ لہذا اس بات کا انکار نہیں کرنا چاہئے کہ زہرہ اور مریخ وغیرہ ستاروں کی صلاحیتیں جب زمین تک پہنچیں تو ان کے مخفی طبائع کے آثار ظاہر ہوں۔

دوسرا طریقہ — کواکب کی تاثیر روحانی اور طبیعی صلاحیتوں کا آمیزہ ہو — جنہیں (پیٹ کے بچہ) پر ماں اور باپ

دونوں کے اثرات پڑتے ہیں۔ مثلاً: مرد کا مادہ قوی ہوتا ہے تو بچہ دھسیال کے مشابہ، اور ماں کا مادہ قوی ہوتا ہے تو ننھیال کے مشابہ ہوتا ہے (بخاری حدیث ۳۹۳۸) اور مولید مثلاً شہ اور آسمانوں اور زمین میں ایسا ہی تعلق ہے جیسا جنین اور اس کے ماں باپ کے درمیان ہے۔ پس آسمان و زمین کی صلاحیتیں ہی حیوانات اور انسانوں کے وجود کا سبب ہیں۔

### حکومتوں اور شریعتوں کی تبدیلی میں قِوَانات کی تاثیر

قِوَانات: قِوَانَة کی جمع ہے، علم نجوم کی اصطلاح میں جب دو ستارے ایک برج میں ایک درجہ میں جمع ہوتے ہیں، تو اس اجتماع کو قرآن، نظر اور زائچہ کہتے ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ سے سوال کیا گیا کہ مواقع النجوم کو خود قرآن نے بہت بڑی قسم کہا ہے: اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت نے اسرار قرآنی میں اس کا یہ جواب دیا:

”سفلیات را اگر بہر انفعال نہادہ اند، مخلویات را جلوة افعال دادہ اند، ہر تغیرے و انقلابے کہ در خاکدان زمیں رومی دہد، منہا آن در عالم اسباب ہمیں کو اکب اند، کہ باطوار مختلفی آیدومی روند،

عمدہ تغیرے و مہین انقلابے کہ پس از انقلاب ظہور قدم بآئینہ حدوث“ بر روی کار آمد، نزول قرآنی است۔ نظر بریں زائچہ ایں انقلاب از جملہ زائچہا برتر باشد، و نقشہ این اجمال کہ از اجتماع جملہ نجوم بہیت مخصوصہ ظہور فرمودہ، از جملہ نقشہائے کہ در حوادث جلوه گر یہا دارند احسن و اعلیٰ باشد۔ بدیں وجہ نقشہ ہو مگر حوادث کہ مقسم بہ خداوندی گردیدہ اند، بدیں نقشہ نہ رسد، بدیں سبب موصوف بہ قسم عظیم گردیدہ“ (اسرار قرآنی ص ۴۲ جواب سوال دوم)

ترجمہ: سفلیات کو اگر اثر پذیری کے لئے بنایا ہے تو علویات کو اثر اندازی کا کمال دیا ہے، جو بھی تبدیلی اور انقلاب زمین میں رونما ہوتا ہے اس کا منشا (پیدا ہونے کی جگہ) عالم اسباب میں ستارے ہیں، جو مختلف انداز سے آتے جاتے ہیں۔ بہترین تغیر اور بڑا انقلاب جو ردعمل آیا ہے — ذات قدیم کے حدوث کے آئینہ میں ظہور انقلاب کے بعد — وہ قرآن کا نزول ہے، نظر بریں زائچہ یہ انقلاب دوسرے تمام انقلابوں سے بڑا ہے، اور اس اجمال کا نقشہ (نزول قرآن) جو چند ستاروں کے مخصوص ہیئت میں جمع ہونے سے وجود میں آیا ہے: اُن تمام نقشوں سے (سابقہ نبوتوں اور کتابوں کے نزول سے) جو حوادث میں جلوه گر ہوئے ہیں: عمدہ اور اعلیٰ ہے، اس وجہ سے دیگر واقعات کے نقشے جو مقسم بہ خداوندی ہیں: اس نقشہ تک نہیں پہنچ سکتے: اس وجہ سے اس کو ”بہت بڑی قسم“ کہا ہے۔

وضاحت: دو باتیں: (۱) زمینی واقعات اثر قبول کرتے ہیں، اور کو اکب اثر ڈالتے ہیں، عالم اسباب میں نئی باتوں کا منشا ستارے ہیں، تمامی اہم واقعات جو زمین میں رونما ہوتے ہیں، ان کا منشا یہی کو اکب ہیں (۲) اور اللہ تعالیٰ نے جب



سے یہ عالم حادث بنایا ہے: بہترین تغیر اور عظیم انقلاب جو رونما ہوا ہے وہ قرآن کا نزول ہے، اس سے بڑا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا — نتیجہ: گذشتہ کتابوں کے نزول کے وقت بھی کوکب کا اجتماع ہوتا تھا، مگر نزول قرآن کے وقت چند ایسے ستارے کسی برج میں جمع ہوئے جو شروع کائنات سے اُس وقت تک کبھی جمع نہیں ہوئے تھے، یہی زائچہ (ستاروں کا اجتماع) مواقع النجوم ہے، اس کی قسم کھائی ہے یعنی اس کو قرآن کی حقانیت کی دلیل میں پیش کیا ہے، اور کوکب کا یہ اجتماع چونکہ سب سے بڑا اجتماع تھا، اس لئے اس کو ”بڑی قسم“ کہا ہے۔

### دلیل رسالت (قرآن کریم) کی عظمت شان کا بیان

سابقہ آیات میں قدرتِ خداوندی کے چار کارناموں سے توحید پر استدلال کیا تھا، وہ توحید کی دلیل عقلی تھی، اب دلیل نقلی پیش کرتے ہیں، اور وہ قرآن کریم ہے، اسی نے توحید کو کھول کر بیان کیا ہے۔

اور بات یہاں سے شروع کی ہے کہ مشرکین جو توحید کا انکار کرتے ہیں: وہ غلط ہے، توحید برحق ہے، اور اس کی دلیل عظیم الشان قرآن کریم ہے، اس کے نزول کے وقت چند ایسے ستارے ایک برج میں جمع ہوئے تھے جو ابتدائے آفرینش سے کبھی جمع نہیں ہوئے تھے، نہ آئندہ کبھی جمع ہونگے، اور عالم اسباب میں علویات کی سفلیات پر تاثیر اکابر نے تسلیم کر لی ہے، پس اس عظیم اجتماع کے زمین پر عظیم اثرات مرتب ہوئے، اور جو قرآن لوح محفوظ میں تھا اس کو رب العالمین نے انسانوں اور جنات کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا، اور لوح محفوظ تک فرشتوں کے سوا کسی کی پہنچ نہیں کہ یہ احتمال ہو کہ شیاطین وہاں سے لے آئے ہوں، اور جیسے وہ کاہنوں کو بات پہنچاتے ہیں آپ کو قرآن پہنچایا ہو، پس اب تم سوچو! کیا یہ قرآن سرسری بات ہے جو تم اس کی تکذیب کے درپے ہو؟

### قرآن کریم کو بے وضوء ہاتھ لگانا جائز نہیں

ارشاد پاک: ﴿لَا يَسْتَهْزِئُ بِاللَّهِ الْمُطَهَّرُونَ﴾: کا ماسبق لاجلہ الکلام (بنیادی مقصد) یہ ہے کہ کتاب مکتون (لوح محفوظ) ایسی جگہ ہے جہاں تک فرشتوں کے علاوہ کسی کی پہنچ نہیں، مگر اس آیت سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا گیا ہے کہ قرآن کو بے وضوء ہاتھ لگانا جائز نہیں، کیونکہ نص کے الفاظ عام ہیں، لَا يَصِلُ كَيْفَ كَانَ لَا يَمَسُّ فرمایا ہے، اور الملائكة کے بجائے المطهرون فرمایا ہے، اور تفسیر کا اصول یہ ہے کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے، اس لئے چاروں ائمہ نے الفاظ کے عموم سے مذکورہ مسئلہ ثابت کیا ہے، تفصیل تحفة الأعمى شرح سنن الترمذی جلد اول کے مقدمہ میں ہے۔

﴿فَلَا أُقْسِمُ بِمَوْقِعِ النُّجُومِ ۖ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّوَعْدِكَ لَوْ عَلِمْتُمْ عَظِيمَهُ ۖ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۖ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۖ لَا يَسْتَهْزِئُ بِاللَّهِ الْمُطَهَّرُونَ ۖ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۖ أَفَبِهَذَا الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُدْهِنُونَ ۖ﴾

وَيَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: — پس نہیں! — یعنی توحید کا انکار درست نہیں! — میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے اجتماع کی قرآن کا ناتی چیزوں کی جو قسم کھاتا ہے وہ درحقیقت مقسم علیہ (مدعی) کے دلائل ہوتے ہیں، مدعی آگے آرہا ہے، درمیان میں جملہ معترضہ ہے — اور بے شک یہ قسم اگر تم بوجھو یقیناً بڑی قسم (دلیل) ہے — کیونکہ کواکب کا ایسا اجتماع کبھی نہیں ہوا — بے شک وہ قرآن معزز پڑھنے کی کتاب ہے — یہ مقسم علیہ (مدعی) ہے — چھپائے ہوئے نوشتہ (لوح محفوظ) میں ہے، اس کو نہایت پاک بندوں کے سوا کوئی نہیں چھوتا، اس کو جہانوں کے پالنہار نے اتارا ہے، پس کیا تم اس کلام کو سرسری بات سمجھتے ہو، اور اس کی تکذیب کو اپنی غذا بنا لیتے ہو! — یعنی کیا یہ ایسی دولت ہے جس سے مستفید ہونے میں تم سستی کرو؟ اور اپنا حصہ اتنا ہی سمجھو کہ اس کو جھٹلاتے رہو؟ تمہیں چاہئے کہ اس نعمت کا شکر بجالادو، اور اس کے بتلائے ہوئے راستہ کو اپناؤ!

فائدہ: یہ دنیا دار الاسباب ہے، یہاں اسباب و مسببات زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں، مگر جہاں سبب اور مسبب کے درمیان تعلق خفی ہوتا ہے وہاں مسبب کی سبب کی طرف اضافت و نسبت جائز نہیں، ایسی جگہ حکم ہے کہ مسبب کی نسبت مسبب الاسباب کی طرف کی جائے، البتہ باہمی تعلق واضح ہو تو نسبت جائز ہے، جیسے علاج معالجہ سے شفاء ہوتی ہے، اور دونوں میں تعلق واضح ہے، پس کہہ سکتے ہیں کہ فلاں حکیم / ڈاکٹر کا علاج کرایا، اس لئے شفا ہوگئی، اور یہ کہنا کہ فلاں ٹھنڈا لگا یعنی کواکب کا اجتماع ہوا اس لئے بارش ہوئی: یہ کہنا جائز نہیں، کیونکہ کواکب کے اجتماع اور بارش کے درمیان تعلق خفی ہے، ایسی جگہ کہا جائے گا کہ اللہ کے فضل سے بارش ہوئی — البتہ یہ ضابطہ انسانوں کے لئے ہے، جن کا علم محدود ہے، اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہیں و نسبت کر سکتے ہیں، جیسا کہ اس آیت میں نزول قرآن کی نسبت مواقع انجوم کی طرف کی ہے۔

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ ﴿۱۱﴾ وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ ﴿۱۲﴾ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ﴿۱۳﴾ فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ﴿۱۴﴾ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۵﴾ فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقْرَبِينَ ﴿۱۶﴾ فَارْجِعْهُ وَرِيحَانٌ مِّنْ جَنَّتِ نَعِيمٍ ﴿۱۷﴾ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿۱۸﴾ فَسَلِّمْ لَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿۱۹﴾ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ﴿۲۰﴾ فَنُزِّلْ مِنْ حَيْمٍ ﴿۲۱﴾ وَتَصْلِيَةٌ جَهِيمٍ ﴿۲۲﴾ إِنَّ هَذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ﴿۲۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۲۴﴾

اور یا اگر ہے وہ	وَ أَمْثَلَاتُ كَانَ	اگر ہو تم	إِنْ كُنْتُمْ	پس کیوں نہیں	فَلَوْلَا <sup>(۱)</sup>
جھٹلانے والوں سے	مِنَ الْمُكَذِّبِينَ	سچے	صَادِقِينَ	جب پہنچ جاتی ہے (روح)	إِذَا بَلَغَتِ
بھٹکے ہوؤں سے	الضَّالِّينَ	پس یا اگر ہے وہ	فَأَمْثَلَاتُ كَانَ	گلے میں	الْحُلُقُومَ
پس مہمانی ہے	فَقَوْلُ	مقرب لوگوں میں سے	مِنَ الْمُقْرَبِينَ	اور تم اس وقت	وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ
جلتے پانی کی	مِنْ حَمِيمٍ	پس راحت	فَقَرُورٍ	دیکھ رہے ہوتے ہو	تَنْظُرُونَ
اور جلنا ہے	وَتَصْلِيَةٍ <sup>(۲)</sup>	اور روزی	وَرِيحَانٍ	اور ہم	وَنَعْنُ
دورخ میں	جَحِيمٍ	اور نعمت کا باغ ہے	وَجَدَّتْ نَعِيمٍ	اس سے زیادہ نزدیک ہیں	أَقْرَبُ إِلَيْهِ
بے شک یہ البتہ وہ	إِنَّ هَذَا لَهَوٌ	اور یا اگر ہے وہ	وَ أَمْثَلَاتُ كَانَ	تم سے	مِنْكُمْ
لا اقل یقین ہے	حَقُّ الْيَقِينِ <sup>(۵)</sup>	دائیں والوں میں سے	مِنَ أَصْحَابِ	لیکن	وَلَكِنْ
پس پاکی بول	فَسَبِّحْ	پس سلامتی ہے تیرے لئے	الْيَمِينِ	تم دیکھتے نہیں	لَا تُبْصِرُونَ
نام کے	بِاسْمِ		فَسَلِّمْ لَكَ	پس کیوں نہیں اگر ہو تم	فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ
تیرے رب کی	رَبِّكَ	دائیں والوں سے	مِنَ أَصْحَابِ	نہ بدل دیئے ہوئے	عَايِرَ مَدِينِينَ <sup>(۲)</sup>
بڑے رتبہ والا	الْعَظِيمِ		الْيَمِينِ <sup>(۳)</sup>	لوٹا لیتے تم اس کو	تَرْجِعُونَهَا <sup>(۱)</sup>

### جو بویا ہے وہی کالے گا

دلیل عقلی و نقلی سے توحید کو ثابت کرنے کے بعد اب یہ مضمون ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے، ایک دن ختم ہو جائے گی، پھر دوسری دنیا آباد ہوگی، اور جزا و سزا کا عمل شروع ہوگا، انسان نے اس دنیا میں جو بویا ہے اس کو کالے گا — مگر مشرکین یہ سمجھتے ہیں کہ انسان خود بخود پیدا ہو گئے ہیں، پیدا ہوتے ہیں اور مر جاتے ہیں، آگے کوئی زندگی ہے نہ جزا و سزا، نہ وہ انسان کو کسی کی قدرت کے ماتحت سمجھتے ہیں، ان سے کہا جا رہا ہے کہ اگر ایسا ہے تو تم مرنے والے کو مرنے کیوں دیتے ہو؟ جب یہی دنیا سب کچھ ہے تو اسی میں ہمیشہ رہو، حالانکہ جب جان کنی کا وقت ہوتا ہے، روح مرنے والے کے گلے میں آ جاتی ہے، اور تم پاس بیٹھے کی باندھے دیکھ رہے ہوتے ہو، مگر بے بس ہوتے ہو، کچھ کر نہیں سکتے، اور اللہ تعالیٰ اس وقت (۱) لولا: بکر ہے، اور وہ تر جعوں نہا پر داخل ہے، ترجمہ اس کے ساتھ ہوگا۔ (۲) مُدِينِينَ: اسم مفعول: (۱) بدلہ دیا ہوا (۲) زیر حکم، محکوم (۳) مین: تعلیلیہ ہے، ای من أجل أنه منهم اور ﴿لَكَ﴾ میں التفات ہے، اصل: لہ تھا۔ (۴) تصلیۃ: باب تفعیل کا مصدر ہے: جلانا۔ (۵) حق الیقین: موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے۔

مرنے والے سے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں، یعنی مرنے والا اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے، اگر مرنے والا تمہارے اختیار میں ہے، تو اس کو مرنے کیوں دیتے ہو؟ اس کی روح کو پھیر لاؤ!

انسان کو مر کر اللہ کے پاس پہنچنا ہے، پھر اگر وہ مقرب بندوں میں سے ہے تو اس کے وارے نیارے! اس کے لئے راحت، روزی اور نعمت کا باغ ہے، اور اگر وہ دائیں والوں میں سے ہے تو بھی زہے نصیب! کامیاب تو ہے! لیکن اگر وہ تکذیب کرنے والوں گمراہوں میں سے ہے، تو اس کی دعوت جلتے پانی سے ہوگی، اور اس کو جہنم میں جلنا ہوگا، یہ قطعی اور لائق یقین فیصلہ ہے، اس میں ادنیٰ شک کی گنجائش نہیں، اللہ تعالیٰ تینوں فریقوں کو ان کے انجام سے ہم کنار کرنے پر قادر ہیں، پس ان کی پاکی کا گیت گاؤ، وہ عظیم ہستی ہیں!

سبحان اللہ و بحمدہ! سبحان اللہ و بحمدہ! سبحان اللہ و بحمدہ!

آیات پاک: — پس جس وقت روح حلق میں آ پہنچتی ہے، اور تم اس وقت تک رہے ہوتے ہو، اور ہم اس سے تم سے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں — کیونکہ وہ علم و قدرت کی نزدیکی ہوتی ہے، جو معنوی نزدیکی ہے — پس اگر تمہارا حساب کتاب ہونے والا نہیں — یعنی دوسری زندگی نہیں، جیسا کہ تمہارا خیال ہے — تو تم اس روح کو پھیر کیوں نہیں لاتے، اگر تم سچے ہو — کہ دوسری زندگی نہیں۔

پس اگر وہ شخص (مرنے والا) مقربین (سابقین) میں سے ہے تو اس کے لئے راحت اور روزی اور آرام کا باغ ہے! — اور اگر وہ دائیں والوں میں سے ہے (یعنی عام مومنین میں سے ہے) تو تیرے لئے یعنی اس کے لئے سلاحتی ہے، دائیں والوں میں ہونے کی وجہ سے — اور اگر وہ جھٹلانے والوں بھٹکے ہوؤں میں سے ہے تو اس کے لئے جلتے پانی کی دعوت ہے، اور اس کو دوزخ میں جلنا ہے، بے شک یہ تحقیقی کئی بات ہے، پس پاکی بول اپنے بڑے رتبہ والے پروردگار کے نام کی!

﴿۱۱﴾ رجب ۷ ۱۴۳۷ھ - ۱۹/۴/۲۰۱۶ء ﴿۱۶﴾



اِنَّا نَحْنُ ۲۹ ﴿۵۷﴾ سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدِيْنَتُهُ ﴿۹۴﴾ كُوْمَاتُهُمْ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ  
الْاَرْضِ ۗ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ ۗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ  
الظّٰهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۗ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ  
الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَی الْعَرْشِ يُعَلِّمُ مَا يَلِيْجُ فِي الْاَرْضِ  
وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُبُ فِيْهَا ۗ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ  
مَا كُنْتُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَ  
اِلَیّ اللّٰهُ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۗ يُوَلِّجُ الْاَيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوَلِّجُ النَّهَارَ فِي الْاَيْلِ ۗ  
وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الضُّوْرِ ۝

اور وہ	وَهُوَ	اور زمین میں	وَ الْاَرْضِ	پاک بیان کرتی ہیں	سَبَّحَ لِلّٰهِ
ہر چیز کو	بِكُلِّ شَيْءٍ	جلاتا ہے	يُحْيِي	اللہ تعالیٰ کی	مَا
خوب جانتا ہے	عَلِيْمٌ	اور مارتا ہے	وَيُمِيْتُ	جو چیزیں	فِي السَّمٰوٰتِ
وہی جس نے	هُوَ الَّذِيْ	اور وہ	وَهُوَ	آسمانوں میں	وَ الْاَرْضِ
پیدا کیا	خَلَقَ	ہر چیز پر	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	اور زمین میں ہیں	وَهُوَ
آسمانوں	السَّمٰوٰتِ	پوری قدرت والا ہے	قَدِيْرٌ	اور وہ	الْعَزِيْزُ
اور زمین کو	وَ الْاَرْضِ	وہی سب سے پہلا	هُوَ الْاَوَّلُ	زبردست	الْحَكِيْمُ
چھ دنوں میں	فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ	اور سب سے پچھلا	وَ الْاٰخِرُ	حکمت والے ہیں	لَهُ مُلْكُ
پھر قائم ہوا	ثُمَّ اسْتَوٰى	اور کھلا	وَ الظّٰهِرُ	انہی کا راج ہے	السَّمٰوٰتِ
تخت شامی پر	عَلَى الْعَرْشِ	اور چھپا ہے	وَ الْبَاطِنُ	آسمانوں	

اور اللہ کی طرف	وَاِلٰى اللّٰهِ	اور وہ تمہارے ساتھ ہے	وَهُوَ مَعَكُمْ	جانتا ہے	يَعْلَمُ
لوٹیں گے	تُرْجَعُوْا	جہاں کہیں تم ہوؤ	اَيْنَ مَا كُنْتُمْ	جو داخل ہوتا ہے	مَا يَدْخُلُ
سب کام	الْاُمُوْر	اور اللہ تعالیٰ	وَ اللّٰهُ	زمین میں	فِي الْاَرْضِ
داخل کرتا ہے رات کو	يُوْلِجُ الْبَيْتَ	ان کاموں کو جو	يَسَا	اور جو نکلتا ہے	وَمَا يَخْرُجُ
دن میں	فِي النَّهَارِ	تم کرتے ہو	تَعْمَلُوْنَ	زمین سے	مِنْهَا
اور داخل کرتا ہے دن کو	وَيُوْلِجُ النَّهَارَ	خوب دیکھنے والا ہے	بَصِيْرٌ	اور جو اترتا ہے	وَمَا يَنْزِلُ
رات میں	فِي الْبَيْتِ	اسی کا راج ہے	لَا مُلْكُ	آسمان سے	مِنَ السَّمَاءِ
اور وہ خوب جانتا ہے	وَهُوَ عَلِيْمٌ	آسمانوں	السَّمَوٰتِ	اور جو چڑھتا ہے	وَمَا يَنْصُبُ
سینوں کی باتوں کو	بِدَاٰتِ الصُّدُوْرِ	اور زمین میں	وَ الْاَرْضِ	اس میں	فِيْهَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

### سورۃ الحديد

یہ مدنی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۹۲ ہے، اس کے بعد نو سورتیں اور مدنی آ رہی ہیں، جو یہ ہیں: المجادلہ ۱۰۵، الحشر ۱۰۱، الممتحنہ ۹۱، الصف ۱۰۹، الجمعة ۱۱۰، المنافقون ۱۰۴، التغابن ۱۰۸، الطلاق ۹۹ اور التحريم ۱۰۔ یہ مختلف زمانوں میں نازل ہوئی ہیں، جیسا کہ ان کے نزول کے نمبروں سے واضح ہے، مگر مصاحف میں لوح محفوظ کی ترتیب سے رکھی گئی ہیں، یہ ترتیب مضامین کے لحاظ سے ہے، اور مدنی سورتوں کا موضوع احکام ہیں، ان سب سورتوں میں احکام کا بیان ہے۔

ان میں سے پانچ سورتیں مُسَبَّحَاتُ کہلاتی ہیں، اور وہ یہ ہیں: الحديد، الحشر، الصف، الجمعة اور التغابن، ان کے شروع میں سَبِّحْ يٰ سُبْحٰنَہٗ، اور حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ رات کو سونے سے پہلے یہ سورتیں پڑھا کرتے تھے، اور آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ان میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے، ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: وہ آیت یہ ہے: ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۗ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اگر کبھی کسی کے دل میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو وہ یہ آیت آہستہ سے پڑھے (معارف القرآن)

رابط: سورۃ الواقعہ میں مومنین کی دو قسمیں: ساقین اور اصحاب الیمین کی ہیں، یہ قسمیں ایمان میں پختگی اور اعمال میں مضبوطی کے اعتبار سے ہیں، چنانچہ اب دس سورتوں میں احکام بیان فرماتے ہیں، ان میں حقنی پختگی اور مضبوطی ہوگی

اسی قدر مؤمنین کے درجات بلند ہونگے، اور ربط خاص یہ ہے کہ گذشتہ سورت توحید کے بیان پر پوری ہوئی ہے، اب یہ سورت اللہ کے شئون و صفات کے بیان سے شروع ہو رہی ہے، کیونکہ یہ بھی توحید ہی کا مضمون ہے۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

### اللہ تعالیٰ کے شئون و صفات

شُئُون: شان کی جمع ہے: یعنی اہم کام، ارشادِ پاک ہے: ﴿كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾: وہ ہر وقت کسی اہم کام میں ہوتے ہیں۔ اور صفت: کسی چیز کی وہ حالت و کیفیت ہے جس پر وہ قائم ہے، جیسے سیاہی سفیدی، اور علم و جہالت وغیرہ وہ علامات ہیں جن سے موصوف پہچانا جاتا ہے۔

اور تسبیح و تقدیس: صفاتِ سلویہ کا نام ہے، یعنی اللہ تعالیٰ یہ نہیں وہ نہیں، عیوب و نقائص سے مبرا ہیں، اور تحمید و تمجید: صفاتِ ثبوتیہ کا نام ہے، یعنی اللہ تعالیٰ میں یہ خوبی ہے وہ خوبی ہے۔

اور ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے تعلق سے تین باتوں کا بیان ہے:

۱- شروع کی تین آیتوں میں تقدیس و تمجید یعنی تسبیح و تمجید ہے، نقائص سے پاکی بیان کر کے اللہ کی چار خوبیاں بیان کی ہیں۔  
۲- پھر ایک آیت میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے یہ کائنات چھ ادوار میں پیدا کی ہے، اور اس پر کنٹرول بھی انہیں کا ہے، دوسرا کوئی تدبیر عالم میں شریک نہیں، ساتھ ہی مشرکین کے دوسوہ کا جواب بھی دیا ہے۔

۳- پھر آخری دو آیتوں میں یہ بات بیان کی ہے کہ اس کائنات کا مرجع (لوٹنے کی جگہ) اللہ ہی کی ذات ہے، اور اس بات کو شب و روز کے گھٹنے بڑھنے سے سمجھایا ہے۔

تسبیح و تقدیس: آسمانوں اور زمین کی ہر چیز حالاً و قالاً اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے، یعنی یہ ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بے عیب ہیں، ان کی ذات میں کوئی کمی نہیں۔

اور حالاً پاکی بیان کرنا: یہ ہے کہ جب ہم کوئی مصنوع (بنائی ہوئی) چیز دیکھتے ہیں جو شاندار ہوتی ہے، جیسے تاج محل، تو ہمارا ذہن کارِ گیر کے کمال کی طرف جاتا ہے، کائنات کے ذرے ذرے کا بھی یہی حال ہے، جس چیز کو جیسا ہونا چاہئے تھا ویسا ہی اللہ نے اس کو بنایا ہے، ہر چیز اللہ کی صناعی (کارِ گیری) کے کمال پر دلالت کرتی ہے، یہی تسبیحِ حالی ہے۔

لطیفہ: ایک عقل کے مارے آم کے درخت کے نیچے لیٹے تھے، اوپر آم لگ رہے تھے، اور ساتھ میں تر بوز کا کھیت تھا، اس کی بیلوں میں تر بوز لگے ہوئے تھے، وہ عقل کے پٹلے سوچنے لگے کہ خاتمِ بدہن! اللہ پاک کیسے بے عقل ہیں! اتنے

بڑے درخت کو ذرا ذرا سے پھل دیئے ہیں، اور اس ناتواں تیل کو اتنے بڑے بڑے پھل اٹھوائے ہیں! اچانک ایک آدم ٹوٹا اور کھوپڑی پر گرا، ایک دم اٹھ بیٹھے، اور کہنے لگے: نہیں! اللہ پاک عقلمند ہیں، اگر آم: تریوز جتنا بڑا ہوتا تو آج ہمارا کام تمام ہو گیا ہوتا! — یعنی اللہ کی حکمت و مصلحت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، بالا جمال ہم جانتے ہیں کہ ہر چیز موزون ہے، یہ تسبیح حالی ہے، اور تسبیح قالی زبان سے اعتراف کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہیں، یہ اس مخلوق کا کام ہے جس کو اللہ نے بیان سکھلایا ہے۔

تحمید و تمجید: تعریف کرنا اور بزرگی بیان کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی چار صفات بیان کی ہیں:

۱- العزیز: زبردست لا یغلبہ شیء: کوئی چیز اللہ کو عاجز نہیں کر سکتی، ہر انہیں سکتی، پس یہ صفت: قدیر کے ہم معنی ہے۔

۲- الحکیم: بڑے حکمت والے یعنی اللہ کا ہر کام فوائد پر مشتمل ہے، اور عقل کے مقتضاء کے مطابق ہے۔

۳- یحییٰ و یمیت: جلاتے ہیں اور مارتے ہیں، یعنی اس دنیا میں جو آ رہا ہے اور جا رہا ہے، وہ اللہ کا کارنامہ ہے، پس

آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی سلطنت ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہیں، جس چیز کو چاہیں دنیا میں لائیں اور جس چیز کو چاہیں لے جائیں!

۴- اس دنیا کے تعلق سے جو حادث اور فانی ہے اللہ تعالیٰ کی چار صفات ہیں:

(الف) الأول: اس دنیا سے پہلے اللہ ہی تھے، یہ دنیا انہی نے پیدا کی ہے۔

(ب) الآخر: اس دنیا کے بعد اللہ ہی رہ جائیں گے، یہ دنیا ایک دن ختم ہو جائے گی، رہے گا نام باقی اللہ کا! ﴿كُلُّ مَنْ

عَلَيْهَا فَإِنَّ ۖ وَ يَنْبَغِي وَجْهَهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۖ﴾ اور ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾

(ج) الظاهر: کھلے: یعنی عالم کا ذرہ ذرہ ان کے وجود کی شہادت دیتا ہے، ہر ورق دفترے است از معرفت کردگار!

عرب کا ایک بڈا کہتا ہے: راستے میں بیگنیاں اونٹ کے گزرنے کی دلیل ہیں، پیروں کے نشانات راہ رو کی دلیل ہیں، پس

یہ بڑے بڑے ستاروں والا آسمان اور گہری گھاٹیوں والی زمین صالح خبیر و بصیر کی دلیل کیوں نہیں!

(د) الباطن: چھپے ہوئے، یعنی اس دنیا میں اللہ کو کوئی دیکھ نہیں سکتا، کیونکہ یہاں ایمان باغیب مطلوب ہے، مگر بایں

ہم وہ ہر چیز سے واقف ہیں — اللہ کی یہ چار صفتیں اس دنیا کے اعتبار سے ہیں۔

﴿سَبِّحْ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ يُحْيِي ۙ وَيُمِيتُ ۗ

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۗ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں — یہاں تک تقدیس کا مضمون ہے، پھر آگے



تحمید ہے، یعنی صفات کمالیہ کا بیان ہے: — (۱) اور وہ زبردست (۲) بڑی حکمت والے ہیں (۳) ان کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں، پیدا کرتے ہیں اور مارتے ہیں، اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں — اس میں تقدیم و تاخیر ہے، ان کی سلطنت ہے: بعد میں ہے — (۴) وہی پہلے ہیں، اور پچھلے ہیں، اور کھلے ہیں، اور چھپے ہیں، اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں!

آسمانوں اور زمین پر مشتمل کائنات اللہ ہی نے پیدا کی ہے

اور اس پر کنٹرول بھی انہی کا ہے، دوسرا کوئی تدبیر عالم میں شریک نہیں

ہماری یہ دنیا جو آسمانوں اور زمین پر مشتمل ہے: اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہے، یہ کائنات چھ ادوار میں بن کر تیار ہوئی ہے، پھر تختِ شاہی پر اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہیں، یعنی یہ عالم انہی کے کنٹرول (استیلاء) میں چل رہا ہے، دوسرا کوئی نظم و انتظام میں شریک نہیں — اور مشرکوں کا یہ خیال باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ تنہا پورے عالم کا انتظام و انصرام کیسے کر سکتے ہیں؟ لا محالہ انہوں نے کائنات کے حصے بنائے ہیں، اور ہر حصہ کا کسی کو ذمہ دار بنایا ہے، پس اگر بارش چاہئے تو بارش کے ذمہ دار کو راضی کرنا پڑے گا: مشرکین کا یہ خیال غلط ہے، اس کی حاجت ناقص العلم کو ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ تو جانتے ہیں ان چیزوں کو جو زمین میں داخل ہوتی ہیں، یا زمین سے نکلتی ہیں، اور جو چیزیں آسمان سے اترتی ہیں یا آسمان میں چڑھتی ہیں، اور وہ علم و قدرت کے اعتبار سے انسانوں کے ساتھ ہیں، جہاں کہیں وہ ہوں، وہ ان کے کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں، پس ایسے کامل العلم و سبع القدرت کے لئے تنہا کائنات کا نظم و انتظام کرنا کیا مشکل ہے!

فائدہ: اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کام لیتے ہیں، اور اسباب بھی کارگر ہیں، مگر وہ خدائی میں شریک نہیں، ان کی حیثیت نوکروں کی ہے، کارخانے میں ملازم ہوتے ہیں، مگر وہ کارخانے میں حصہ دار نہیں ہوتے۔

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُعَلِّمُ مَا يَلْبِغُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُبُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُبُ فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٥٠﴾﴾

ترجمہ: وہ ایسے ہیں جنہوں نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ تختِ شاہی پر قائم ہوئے، وہ جانتے ہیں جو چیزیں زمین میں داخل ہوتی ہیں — مثلاً: بارش کا پانی اور بیج زمین کے اندر جاتا ہے — اور جو چیزیں زمین سے نکلتی ہیں — مثلاً: کھیتی اور درخت وغیرہ زمین سے نکلتے ہیں — اور جو چیزیں آسمان سے اترتی

ہیں — مثلاً: فرشتے، شریعتیں، قضا و قدر کے فیصلے اور بارش وغیرہ آسمان کی طرف سے اترتے ہیں — اور جو چیزیں آسمان میں چڑھتی ہیں — مثلاً: فرشتے اور بندوں کے اعمال آسمان میں چڑھتے ہیں — اور وہ تمہارے ساتھ ہیں جہاں کہیں تم ہوؤ — یہ ساتھ ہونا: علم و قدرت کے اعتبار سے ہے — اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں — یعنی وہ بندوں کے تمام کھلے چھپے احوال سے واقف ہیں، ان کے لئے کائنات کو سنبھالنا کچھ مشکل نہیں۔

### کائنات کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ کی ہے (یہ تمہید لونی ہے) اس کی قلم رو سے نکل کر کوئی کہیں نہیں جاسکتا، آخر کار سب کو لوٹ کر اللہ کے پاس حاضر ہونا ہے، اللہ تعالیٰ اس دنیا کی جگہ دوسری دنیا لے آئیں گے، اور یہ کام ان کے لئے کچھ مشکل نہیں، تم دیکھتے نہیں: اللہ تعالیٰ رات کا ایک حصہ دن میں داخل کرتے ہیں، پس دن بڑا ہو جاتا ہے، اور دن کا ایک حصہ رات میں داخل کرتے ہیں، پس رات بڑی ہو جاتی ہے، اسی طرح اس پورے عالم کو اللہ تعالیٰ آخرت میں داخل کریں گے، پھر وہ عالم ہمیشہ چلے گا — وہ ایسا کب کریں گے؟ وہی جانتے ہیں کہ وہ ایسا کب کریں گے! وہ کائنات کے رازوں سے واقف ہیں، وہ سینوں کی باتوں کو بھی جانتے ہیں، جب ان کی مصلحت ہوگی وہ ایسا ضرور کریں گے۔

﴿لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝ يُؤَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۖ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝﴾

ترجمہ: ان کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں، اور اللہ کی طرف سب کام لوٹیں گے، وہ رات کو دن میں داخل کرتے ہیں، اور دن کو رات میں داخل کرتے ہیں، اور وہ سینوں کی باتوں کو خوب جانتے ہیں!

فائدہ: قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ جب وہ کسی بات پر دو باتیں متفرع کرنا چاہتا ہے تو دونوں باتیں ساتھ بیان نہیں کرتا، اس سے مضمون میں پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے، بلکہ وہ تمہید لونا کر دوسری بات بیان کرتا ہے، پس اس کو تکرار نہیں سمجھنا چاہئے۔

﴿اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِۦ ۚ وَاَنْفِقُوۡا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيۡنَ فِيْهِ ۚ فَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوۡا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ۚ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوۡكُمْ لِتُؤْمِنُوۡا بِرَبِّكُمْ ۚ وَقَدْ اَخَذَ مِيثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيۡنَ ۝ۚ هُوَ الَّذِيۡ

يُنزِلُ عَلَىٰ عَبْدَةٍ آيَاتٍ يَبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَإِنَّ  
 اللَّهَ بِكُمْ لَكَرِيمٌ ۝ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ  
 السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلَ أَوْلِيكَ  
 أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدُ وَقَتْلُوا وَكُلًّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ  
 وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعِفَهُ  
 لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝

ع

اُمُونَا	ایمان لاؤ	وَمَا لَكُمْ	اور تمہیں کیا ہوا	عَلَىٰ عَبْدَةٍ	اپنے خاص بندے پر
بِاللَّهِ	اللہ پر	لَا تُؤْمِنُونَ	ایمان نہیں لاتے	آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ	واضح آیتیں
وَرَسُولِهِ	اور اس کے رسول پر	بِاللَّهِ	اللہ پر	لِيُخْرِجَكُمُ <sup>(۲)</sup>	تاکہ نکالیں وہ تمہیں
وَأَنْفَقُوا	اور خرچ کرو	وَالرُّسُولُ	اور اس کے رسول	مِنَ الظُّلُمَاتِ	تاریکیوں سے
مِنَّا	اس میں سے جو	يَذْعُرُكُمْ	تمہیں بلاتے ہیں	إِلَى النُّورِ	روشنی کی طرف
جَعَلَكُمْ	بنایا اس نے تم کو	لِتُؤْمِنُوا	تاکہ ایمان لاؤ تم	وَإِنَّ اللَّهَ	اور بے شک اللہ
مُسْتَخْلَفِينَ <sup>(۱)</sup>	قائم مقام (نائب)	بِرَبِّكُمْ	اپنے پروردگار پر	بِكُمْ	تم پر
فِيهِ	اس میں	وَقَدْ أَخَذَ	اور باتحقیق لیا اس نے	لَكَرِيمٌ	یقیناً بہت شفیق
قَالِذِينَ	پس جو لوگ	مِيثَاقَكُمْ	تم سے عہد و پیمان	تَجِيمٌ	بڑے مہربان ہیں
أَمَنُوا مِنْكُمْ	ایمان لائے تم میں سے	إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	وَمَا لَكُمْ	اور تمہیں کیا ہوا
وَأَنْفَقُوا	اور خرچ کیا انہوں نے	مُؤْمِنِينَ	یقین کرنے والے	أَلَّا	کہ نہیں
لَهُمْ	ان کے لئے	هُوَ الَّذِي	وہی ہیں جو	تُنْفِقُوا	خرچ کرتے
أَجْرٌ كَرِيمٌ	بڑا ثواب ہے	يُنزِلُ	اتارتے ہیں	فِي سَبِيلِ اللَّهِ	راہِ خدا میں

(۱) مُسْتَخْلَفٌ: اسم مفعول، اِسْتِخْلَافٌ: خلیفہ اور نائب بنانا (۲) لِيُخْرِجَكُمُ: کا فاعل اللہ تعالیٰ ہیں، رسول فاعل نہیں اور قرینہ: آیت کا فاصلہ (آخر) ہے۔

وَاللَّهُ مُبْرَاتٌ <sup>(۱)</sup>	اور اللہ کے لئے ہے	أَعْظَمُ	بڑے ہیں	تَعْمَلُونَ	تم کرتے ہو
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ	آسمانوں اور زمین کا	دَرَجَةً	مرتبہ میں	خَيْرٌ	پوری خیر رکھتے ہیں
لَا يَسْتَوِي مَنْكُمُ	یکساں نہیں تم میں سے	فَمَنْ الذِّبْنَ أَنْتَقُوا	ان سے جنھوں نے خرچ کیا	الَّذِي	جو
مَنْ أَنْتَقَى مَنْ قَبِلَ	جس نے خرچ کیا پہلے	مَنْ بَعْدُ <sup>(۲)</sup> وَفَتَلُوا	اس کے بعد اور لڑے وہ	يُقْرِضُ اللَّهُ	قرض دے اللہ کو
الْفَتْحِ وَقَاتِلَ	فتح کے اور لڑا وہ	وَكُلًّا وَعَدَا اللَّهُ	اور سب سے وعدہ کیا ہے اللہ نے	قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَوِّعُهُ	اچھا قرض پس بڑھائیں وہ اس کو
أُولَئِكَ	یہ لوگ	وَاللَّهُ بِئْسَا	اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو جو	وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ	اور اس کے لئے عزت والا ثواب ہے

### آیات پاک تلاوت کرنے سے پہلے چار باتیں سمجھ لیں:

پہلی بات: — سورۃ التوبہ (آیت ۱۱۱) میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض میں خرید لیے ہیں: ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾۔ پس مومنین کی جانیں اور اموال ان کے اپنے نہیں رہے، مگر ہیں وہ ان کے پاس، اس اعتبار سے وہ ان چیزوں میں اللہ کے نائب اور خلیفہ ہیں، اور وہ مکلف ہیں حسب حکم خرچ کرنے کے، جیسے دکان کا منیجر مالک کا نمائندہ ہوتا ہے، مالک کے حکم کے مطابق خرچ کرتا ہے: ﴿جَعَلَكُمْ مُتَخَلِّفِينَ فِيهِ﴾ کا یہی مطلب ہے، یعنی اللہ نے تم کو جس مال میں اپنا نائب بنایا ہے اس کو جہاد میں خرچ کرو۔

دوسری بات: — سورۃ الاعراف (آیت ۱۷۲) میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی ذریت ان کی پشت سے نکالی، پھر ان کو اپنی پہچان کرائی اور پوچھا: کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا: کیوں نہیں! یعنی آپ ہی ہمارے پروردگار ہیں، یہ عہد و پیمان انسانوں کی فطرت میں داخل ہے، چنانچہ آڑے وقت اللہ یاد آتا ہے، پھر انبیاء علیہم السلام کو بھیجا، تاکہ وہ لوگوں کو یہ چین یاد دلائیں: ﴿وَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ﴾ میں (۱) کھیراٹ: باب حسب کا مصدر ہے: کسی کے بعد اس کا چھوڑا ہوا مال۔ (۲) بعد: یعنی ہے، اور مضاف الیہ محذوف منوی ہے۔

اسی کا ذکر ہے۔

تیسری بات: — اللہ کے لئے خرچ کرنے کا ثواب موقع محل کے اعتبار سے گھٹنا بڑھتا ہے، بوقت حاجت خرچ کرنے کی اہمیت زیادہ ہے، جیسے نو نہال (نیا پودا) آب یاری کا محتاج ہے، پھر جب وہ تناور درخت بن جاتا ہے تو آبیاری کی ضرورت نہیں رہتی، اسلام کے پودے کی بھی فتح مکہ سے پہلے آبیاری کی ضرورت تھی، بعد میں اس کی ضرورت نہیں رہی، اس لئے فتح سے پہلے جن حضرات نے جہاد کیا، اور اس کے لئے مال خرچ کیا ان کا اجر و ثواب بڑھ گیا، اور بعد والے ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے۔

چوتھی بات: — جہاد کے لئے خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دینا ہے، قرآنِ کریم میں جگہ جگہ یہ تعبیر آئی ہے، اور عمدہ قرض: وہ ہے جو خوش دلی سے بامید ثواب دیا جائے، اس پر زیادتی کا مطالبہ سود ہے، پس اصل قرض واپس آئے گا، البتہ قرض لینے والا عالی ظرف ہو اور بڑھا کر واپس کرے تو اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فیاض ہیں، وہ قرضِ حسنہ کو غنیمت کی صورت میں بڑھا کر واپس کرتے ہیں، پس جہاد کے لئے خرچ کرنے میں نفع ہی نفع ہے، اور آخرت میں ثواب الگ ہے۔

اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ، اور جہاد میں مال خرچ کرو

﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَحْفٰلِيْنَ فِيْهِ ۗ قَالِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفِقُوْا لَهُمْ اَجْرًا كَيْفًا ۝۱۷﴾

ترجمہ: اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تم کو نائب بنایا ہے — یعنی جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے اس کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، تم صرف امین اور خزانچی ہو، لہذا جہاں مالک بتائے دل کھول کر خرچ کرو — پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے، اور انھوں نے خرچ کیا: ان کے لئے بڑا ثواب ہے! — یہ ایمان و انفاق کا فائدہ بتلایا، پروردگار پر ایمان لانا اور اللہ کا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے، مگر قربان جانیے ان کے کرم کے! اس پر ثواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔

﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۗ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۸﴾

اللہ پر ایمان لانے کی ترغیب: — اور تمہیں کیا ہوا کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے، جبکہ اللہ کے رسول تمہیں دعوت دے رہے ہیں کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ، اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے عہد لے چکے ہیں، اگر تم یقین کرو! —

یعنی اللہ پر ایمان لانے میں کیا چیز مانع ہے، دراصل اللہ کا رسول تمہیں وہ عہد یاد دلا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم سے لیا ہے؟  
یعنی کوئی مانع نہیں! پھر اس معاملہ میں دیکھو؟

﴿هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَكَرِيمٌ﴾

رسول پر ایمان لانے کی ترغیب: — اللہ وہ ہے جو اپنے خاص بندے پر صاف صاف آیتیں اتار رہے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بڑے شفیق بڑے مہربان ہیں! —  
یعنی اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ گے تبھی اللہ کی ہدایات سے مستفید ہو سکو گے، کیونکہ اللہ کی راہ نمائی رسول کی معرفت آتی ہے، اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم کو کفر و جہل کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و علم کے اجالے میں لائیں، کیونکہ وہ بندوں پر بہت ہی شفیق و مہربان ہیں، اس لئے اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اس پر اللہ جو جی بھیج رہے ہیں اس کی پیروی کرو، تاکہ دارين میں سرخ رو ہوو!

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾

جہاد کے لئے خرچ کرنے کی ترغیب: — اور تمہیں کیا ہوا کہ تم راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے، جبکہ سب آسمان و زمین آخر میں اللہ ہی کے رہ جائیں گے! — یعنی تمہارے ہاتھ میں جو کچھ ہے چند دن کے لئے ہے، اس دنیا کو ایک دن ختم ہونا ہے، اور آخر میں اللہ ہی ہر چیز کے مالک رہ جائیں گے، پھر خرچ کرنا تمہیں کیوں بھاری معلوم ہو رہا ہے!  
﴿لَا يَسْتَوِي مَنكُم مَّنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلٍ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَتْلُوا ، وَكُلًّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ، وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾

سنہرا موقع ہاتھ سے نہ جائے! — یکساں نہیں جنھوں نے تم میں سے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا: یہ لوگ بڑے درجہ والے ہیں ان لوگوں سے جنھوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا — یعنی ابھی سنہرا موقع ہے، فتح سے پہلے خرچ کر کے اور جہاد کر کے بڑا درجہ حاصل کر لو — اور فتح سے یا فتح مکہ مراد ہے یا صلح حدیبیہ، کیونکہ وہ فتح مکہ کی تمہید تھی — اور اللہ نے سب سے خوبی کا وعدہ کیا ہے — یعنی اللہ کے راستہ میں کسی بھی وقت خرچ کیا جائے اور لڑا جائے: اچھا ہی اچھا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا بہترین بدلہ دیں گے، وہ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتے — اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے — کہ کس کا عمل کس درجہ کا ہے؟ وہ اپنے علم کے موافق ہر ایک سے معاملہ کریں گے۔

جہاد میں خرچ کرو۔ غنیمت اور آخرت میں بڑے مرتبے پاؤ گے

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَهُ وَ لَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ﴾

ترجمہ: کون ہے وہ جو اللہ کو عمدہ قرض دے؟ — یعنی جہاد میں خرچ کرے — پھر اللہ اس کو اس کے لئے دو چند کرے — یعنی غنیمت کی صورت میں کئی گنا بڑھا کر واپس کریں — دو راہوں میں حکومت کے پاس فنڈ نہیں تھا، مسلمان ہی جان و مال سے جہاد کرتے تھے، اس لئے جہاد میں خرچ کرنے کی ترغیب دی — اور اس کے لئے عزت والا بدلہ ہے — اس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَنْبَاءِهِمْ بَشِّرُكُمْ  
 الْيَوْمَ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ هُوَ الْقَوْزُ الْعَظِيمُ  
 يَوْمَ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ  
 نُورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ  
 بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ  
 قَالُوا بَلَى وَ لَكِن كُفَرْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَ ارْتَبْتُمْ وَ غَرَّتْكُمْ  
 الْآمَانِيُّ حَتَّى جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَ غَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ قَالِيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ  
 فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَكُمْ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَ بئسَ الْمَصِيرُ

یوم	(یاد کرو) جس دن	نورہم	ان کی روشنی	جنت	ایسے باغات کی
ترے	دیکھیں گے آپ	بین ایدیہم	ان کے آگے	تجرے	بہتی ہیں
المؤمنین	مومن مردوں کو	وبیانباہم	اور ان کے دائیں	من تحتہا	جن کے نیچے
والمؤمنات	اور مومن عورتوں کو	بشیرکم	خوشخبری ہے تمہارے لئے	الأنہار	نہریں
یسعی	دوڑ رہی ہوگی	الیوم	آج	خلدین	وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں

(۱) درمنشور کی ایک روایت میں ہے کہ بائیں طرف بھی نور ہوگا (بیان القرآن)

اور دھوکہ دیا تم کو	وَعَدَّكُمْ	جس کے لئے	لَهُ	ان میں	فِيهَا
آرزوں نے	الْأَمْثَانِي	ایک دروازہ ہے	بَابٌ	یہی وہ	ذَلِكَ هُوَ
یہاں تک کہ آیا	حَتَّىٰ جَاءَهُ	اس کا اندر	بِاطْنُهُ	بڑی کامیابی ہے	الْقَوْدُ الْعَظِيمُ
اللہ کا معاملہ	أَمَرَ اللَّهُ	اس اندر میں	رَفِيَهُ	(یا دیکرو) جس دن	يَوْمَ
اور بہکا یا تم کو	وَعَدَّكُمْ	مہربانی ہے	الرَّحْمَةَ	کہیں گے	يَقُولُ
اللہ کے نام سے	بِاللَّهِ	اور اس کا باہر	وَمَا ظَاهِرُهُ	منافق مرد	الْمُنْفِقُونَ
بڑے دھوکہ باز نے	الْعَرَاوِرُ	اس باہر کی جانب	مِنْ قَبِيلِهِ	اور منافق عورتیں	وَالْمُنْفِقَاتُ
پس آج	فَالْيَوْمَ	عذاب ہے	الْعَذَابُ	ان سے جو	لِلَّذِينَ
نہیں لیا جائے گا	لَا يُؤْحَدُ	پکارتیں گے وہ ان کو	يُنَادُونََهُمْ	ایمان لائے	أَمْحُوا
تم سے	مِنْكُمْ	کیا نہیں تھے ہم	أَلَمْ نَكُنْ	انتظار کرو ہمارا	أَنْظُرُونَآ
کوئی بدلہ	فَذِيَّةٌ	تمہارے ساتھ	مَعَكُمْ	کچھ لے لیں ہم	نَقْتَبِسُ
اور نہ ان لوگوں سے	وَلَا مِنْ	جواب دیا انھوں نے	قَالُوا	تمہارے نور سے	مِنْ نُورِكُمْ
جنھوں نے	الَّذِينَ	کیوں نہیں	بَلَىٰ	کہا گیا	قِيلَ
انکار کیا	كَفَرُوا	مگر	وَلَكِنَّاكُمْ	لو تو تم	ارْجِعُوا
تمہارا ٹھکانا	مَاؤْنِكُمْ	آزمائش میں ڈالا تم نے	فَنَنْتُمْ	تمہارے پیچھے	وَرَاءَكُمْ
دوزخ ہے	النَّارُ	خود کو	أَنْفُسَكُمْ	پس ڈھونڈو تم	فَالْتَبِسُوا
وہ	هِيَ	اور انتظار کیا تم نے	وَتَرْتَبِصْتُمْ	کوئی روشنی	نُورًا
تمہارا رفیق ہے	مَوْلَاكُمْ	(حوادث کا)		پس ماری گئی	فَضْرِبَ
اور بری ہے وہ	وَيَبِئْسَ	اور شک کیا تم نے	وَأُرْتَبِئْتُمْ	ان کے درمیان	بَيْنَهُمْ
لوٹنے کی جگہ	الْمَصِيدُ	(دین میں)		ایک دیوار	بِسُورٍ

### قرضِ حسنہ دینے والوں کے لئے آخرت میں نور ہوگا

گذشتہ آیت میں فرمایا تھا کہ جو لوگ اللہ کو قرضِ حسنہ دیں گے، یعنی جہاد میں خرچ کریں گے: ان کو ایک تو قرضِ دو چند ہو کر واپس ملے گا، دوسرے: ان کے لئے اجرِ کریم (عزت کا ثواب) ہوگا، جو آخرت میں ملے گا، اب یہ بیان ہے کہ



ان حضرات کو پل صراط سے گذرتے ہوئے ایک روشنی ملے گی، اور اس سے آگے سدا بہار باغات ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہی اجر کریم ہے، اور وہ بڑی کامیابی ہے۔ پھر ان کے بالمقابل منافقوں کا ذکر ہے، ان کو بھی روشنی ملے گی، مگر وہ آگے جا کر بجھ جائے گی، وہ مسلمانوں سے درخواست کریں گے: ہمیں اپنی روشنی سے استفادہ کرنے دو! مسلمان جواب دیں گے: ہمیں جنت میں پہنچنے کی جلدی ہے، تم اسی ڈپو (DIPOT) پر جاؤ، اور وہاں سے روشنی لے آؤ، وہ واپس جائیں گے، وہاں سے نکاسا جواب ملے گا کہ ایک ہی مرتبہ نور ملتا ہے، وہ وہاں سے لوٹیں گے تو دیکھیں گے کہ مسلمان جنت میں پہنچ گئے ہیں، اور جنت اور جہنم کے درمیان ایک دیوار قائم کر دی گئی ہے، جس میں ایک دروازہ ہے، اس سے پدے جنت اور رحمت ہے، اور اس سے ورے دوزخ اور عذاب ہے، وہ مسلمانوں کو پکاریں گے: کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ پھر تم ہمیں چھوڑ کر آگے کیوں بڑھ گئے؟ مسلمان جواب دیں گے: بظاہر تم ہمارے ساتھ تھے، مگر تم نے خود کو گمراہی میں پھنسائے رکھا تھا، تم مسلمانوں کے حق میں حوادث کا انتظار کرتے تھے، دین اسلام کے بارے میں شک میں مبتلا تھے، اور تمہیں امید تھی کہ اسلام کا غلبہ کبھی نہیں ہوگا، مگر ہو کر رہا! یہ تمہیں شیطان لعین نے اللہ کا نام لے کر فریب دیا، پس اب تم سے اور کافروں سے فدیہ نہیں لیا جائے گا، اور نہ تم عذاب سے نکل سکو گے، تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے، یہی رفق حیات ہے، اور وہ براتھ کا نا ہے۔

فائدہ (۱): پل صراط پر گھنا ٹوپ اندھیرا ہوگا، مومنین اور منافقین جب اس سے گذریں گے تو ان کو ایک روشنی ملے گی، جو دائیں بائیں اور آگے دوڑ رہی ہوگی، کیونکہ مومنین برق رفتاری سے پل صراط سے گذریں گے، اس لئے روشنی بھی دوڑ رہی ہوگی، مومنین اس کے اجالے میں پل کو پار کر لیں گے، اور منافقین کا دیا بجھ جائے گا، وہ بظاہر مسلمان تھے اس لئے ان کو بھی روشنی ملے گی، اور باطن دعا باز تھے اس لئے روشنی سلب ہو جائے گی، پھر دوبارہ ان کو روشنی نصیب نہیں ہوگی۔ یہ روشنی قرض حسندینے والوں کے علاوہ اور لوگوں کو بھی ملے گی، تفصیل تفسیر مظہری اور معارف القرآن میں ہے، مثلاً:

۱- جو لوگ اندھیری راتوں میں مسجدوں میں نماز پڑھنے جاتے ہیں: ان کو بھی یہ روشنی ملے گی۔

۲- جو لوگ پانچوں نمازیں پابندی سے پڑھتے ہیں: ان کے لئے نماز قیامت کے دن نور ہوگی۔

۳- جو لوگ جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھتے ہیں ان کے لئے بھی نور ہوگا۔

۴- جو لوگ اعمال اسلام کرتے ہوئے بوڑھے ہو جاتے ہیں، ان کو بھی قیامت کے دن نور ملے گا۔

فائدہ (۲): اُس نور کے سلسلہ میں کفار کا کہیں ذکر نہیں آیا، کیونکہ ان کے حق میں نور کا احتمال ہی نہیں۔

فائدہ (۳): جب منافقین کی روشنی بجھ جائے گی تو مومنین کو بھی خطرہ محسوس ہوگا، پس وہ روشنی باقی رہنے کی دعا کریں

گے، سورہ التمریم (آیت ۸) میں ہے: ﴿نُورُهُمْ يَنْضَعُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَيَايُمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا آتِنَا لَنَا

نُورُنَا وَ اغْفِرْ لَنَا ﴿ ان کا نور ان کے دائیں اور سامنے دوڑتا ہوگا، اور وہ دعا کریں گے: اے ہمارے رب! ہمارے لئے اس نور کو آخر تک رکھے، یعنی راہ میں گل نہ ہو جائے اور ہماری مغفرت فرمادے! ﴿

﴿ يَوْمَ تَوَدَّى الْمُسْمِنِينَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ يَسْعَى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ بَاطِنُهُمْ بِشْرِكُمْ الْيَوْمَ جَنَّتْ تَجْرِي مَنْ تَعَبَتْهَا الْأَنْهَارُ خَلِيدِينَ فِيهَا ذَلِكِ هُوَ الْقَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿

ترجمہ: (یاد کرو:) جس دن آپ مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے: ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا۔ جس درجہ کا کسی کا ایمان و عمل ہوگا اسی درجہ کی روشنی ملے گی۔ آج تمہارے لئے خوش خبری ہے۔ یہ خوش خبری فرشتے سنائیں گے۔ ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ اس میں سدا رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور یہی وہ اجر کریم (عزت کا ثواب) ہے۔

﴿ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ ۚ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهَرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿

ترجمہ: (یاد کرو:) جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان لانے والوں سے کہیں گے: ہمارا انتظار کرو، ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں۔ یعنی اپنا دیا جلا لیں یا تمہاری روشنی میں چلیں۔ ان کو جواب دیا جائے گا: اپنے پیچھے لوٹو، پس روشنی کی درخواست کرو۔ التماس (Request) کر کے وہاں سے لے آؤ۔ پس ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی، جس میں ایک دروازہ ہوگا۔ جس سے بات چیت ہو سکے گی۔ اس کے اندر کی جانب میں رحمت ہے۔ اُدھر جنت ہے۔ اور اُس کی باہر کی جانب میں عذاب ہے۔ ادھر دوزخ ہے، منافق اسی میں رہ جائیں گے۔

﴿ يُنَادُوهُمْ أَمْهُمْ لَمْ يُكُنْ مَعَكُمْ ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَ لَكُمْ كُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسَكُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَ ارْتَبْتُمْ وَ عَرَبْتُمْ الْأَمَانِي حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ ۚ وَعَنْكُمْ بِاللَّهِ الْقُرُورُ ﴿

ترجمہ: وہ (منافق) اُن (مومنین) کو پکاریں گے۔ یعنی دور سے آواز دیں گے، کیونکہ مومنین جنت میں پہنچ چکے ہونگے۔ کیا ہم (دنیا میں) تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ پھر تم ہمیں چھوڑ کر آگے کیوں بڑھ گئے؟ وہ

(مسلمان) جواب دیں گے: کیوں نہیں۔ یعنی تم بظاہر ہمارے ساتھ تھے۔ مگر تم نے خود کو گمراہی میں پھنسائے رکھا، اور (حوادث کا) انتظار کرتے رہے، اور (دین میں) شک میں مبتلا رہے، اور تمناؤں نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا۔ یعنی اسلام غالب ہو گیا اور تمہاری امیدوں پر پانی پھر گیا! اور تمہیں بڑے

دھوکہ باز نے اللہ کا نام لے کر دھوکہ دیا!

﴿فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مَأْوَىٰكُمْ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ

الْمَصِيرُ﴾

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ) پس آج نہ تو تم سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا، اور نہ کافروں سے — یعنی اب سزا سے بچنے کی کوئی صورت نہیں — تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے، وہی تمہاری رفیقہ ہے، اور وہ بڑا ٹھکانا ہے — یعنی اب کسی دوسری جگہ کی امید مت رکھو!

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿۱۷۹﴾ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۱۸۰﴾ إِنَّ الْمُضْذِقِينَ وَالْمُضْذِقَاتِ وَاقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يَضْعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿۱۸۱﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ؕ وَالشُّهَدَاءُ ؕ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ؕ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿۱۸۲﴾

۱۷۹

آلَمْ	کیا نہیں	أَنْ تَخْشَعَ	کہ جھک جائیں	مِنَ الْحَقِّ	سچے دین سے
يَأْنِ	وقت آیا	قُلُوبُهُمْ	ان کے دل	وَلَا يَكُونُوا	اور نہ ہوں وہ
لِلَّذِينَ	ان کے لئے جو	لِذِكْرِ اللَّهِ	اللہ کی یاد کے لئے	كَالَّذِينَ	ان کی طرح جو
آمَنُوا	ایمان لائے	وَمَا نَزَلَ	اور اس کے لئے جو اترا	أُوتُوا	دیئے گئے

(۱) لَمْ يَأْنِ: مضارع مجزوم منفی، اصل میں يَأْنِي تھا، اَنِي يَأْنِي اُنِيَا: وقت آ جانا، جیسے اَنِي لَكَ اَنْ تَفْعَلَ: وقت آ گیا کہ آپ کریں، اَلَمْ يَأْنِ لَكَ اَنْ تَفْعَلَ: کیا آپ کے لئے وقت نہیں آیا کہ کریں (۲) خَشَعَ (ف) خشوعاً: عاجزی دکھانا، جھکنا، گڑگڑانا (۳) وَا مَا نَزَلَ: کا عطف ذکر اللہ پر ہے، اور مِنَ الْحَقِّ: ما موصولہ کا بیان ہے۔

اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر یہی لوگ وہ بہت سچا ٹھہرانے والے اور احوال بتانے والے ہیں ان کے رب کے پاس ان کے لئے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے اور جنھوں نے نہیں مانا اور جھٹلایا انھوں نے ہماری باتوں کو وہ لوگ والے ہیں دوزخ کے	يَا اللّٰه وَرُسُلِهِ اُوْلٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُۙبِقُوۙنَ وَ الشّٰهِدٰٓءُ <sup>(۲)</sup> عِنۡدَ رَبِّهِمْ لَهُم اَجْرُهُمْ وَ نُورُهُمْ وَ الَّذِيۙنَ كَفَرُوۙا وَ كَذَّبُوۙا بِآيٰتِنَا اُوْلٰئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيۡمِ	تمہارے لئے باتیں تاکہ سمجھو تم بے شک خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور قرض دیا انھوں نے اللہ کو اچھا قرض دینا دو چند کیا جائے گا ان کے لئے اور ان کے لئے عزت والا ثواب ہے اور جو لوگ ایمان لائے	لَكُمْ الْآيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوۙنَ اِنَّ الْمُتَّصِدِّقِيۙنَ <sup>(۱)</sup> وَ الْمُتَّصِدٰٓقٰتِ وَ اَقْرَضُوۙا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضَعِفُ لَهُم وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيۡمٌ وَ الَّذِيۙنَ اٰمَنُوۙا	آسانی کتاب قرآن سے پہلے پس لمبی ہوگی ان پر مدت پس سخت ہو گئے ان کے دل اور بہت سے ان میں سے نا فرمان ہیں جان لو کہ اللہ تعالیٰ زندہ کرتے ہیں زمین کو اس کے مرنے کے بعد تحقیق کھول کر بیان کی ہیں ہم نے	اَلْكِتٰبِ مِنۡ قَبْلِ قَطٰلٍ عَلَيْهِمْ الْاَمَدُ فَقَسَّتْ قُلُوۡبُهُمْ وَ كَثِيۡرٌ مِّنْهُمْ فَسٰٓقُوۙنَ اِعْلَمُوۙا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْاَرْضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا قَدْ بَيَّنَّا
---	--	--	--	---	--

### عمل میں کوتاہ مسلمانوں کو چھوڑتے ہیں

اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کا اور جہاد کے لئے دل کھول کر خرچ کرنے والوں کا تذکرہ کرنے کے بعد دعا باز منافقوں کا تذکرہ کیا تھا، اب بے عمل مسلمانوں کا تذکرہ کرتے ہیں، جن کا ایمان تو درست ہے، مگر کمزور ہے اس (۱) الْمُتَّصِدِّقِينَ: اسم فاعل، جمع مذکر، اصل میں الْمُتَّصِدِّقِينَ تھا، تَصَدَّقَ: خیرات دینا (۲) شُهَدَاءُ: شہید کی جمع، فَعِلٌ بمعنی فاعل: آنکھ سے دیکھی ہوئی اور کان سے سنی ہوئی بات بتانا (ہدایت القرآن ۷: ۳۶۰) شہید: کا یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب نے کیا ہے اور حضرت شیخ الہند نے اس کو برقرار رکھا ہے۔

لئے وہ اعمال میں کوتاہ ہیں، فرماتے ہیں: جب تم ایمان لائے ہو تو دین پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تمہارے دل اللہ کی یاد کی طرف جھکیں اور تم دین پر مضبوطی سے عمل کرو؟

پھر اس کی وجہ بیان کی ہے کہ عمل میں کوتاہی کیوں ہے؟ اور اس کے لئے یہود کی مثال ماری ہے، ان کو اللہ نے تورات دی، شروع میں تو انھوں نے اس پر مضبوطی سے عمل کیا، مگر جب زمانہ دراز ہو گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور وہ عمل میں سست پڑ گئے، بلکہ ان میں سے اکثر بددین ہو گئے۔ یہ مثال اس امت کو سنائی، زمانہ گزرنے کے ساتھ امت کے احوال بھی بگڑ گئے، آج امت کی صورت حال یہ ہے کہ شاید بیس فیصد مسلمان بھی کامل دین پر عمل نہیں کرتے، اور ایک بڑی تعداد بددین مسلمانوں کی ہے، پھر شکوہ یہ ہے کہ اللہ ہماری مدد کیوں نہیں کرتے!

﴿ اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۗ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ اَوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَفَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۗ وَكَثِيْرٌ مِنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: کیا وقت نہیں آیا ایمان لانے والوں کے لئے کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد کی طرف، اور اس سچے دین کی طرف جو ترا ہے؟ اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جو (قرآن سے) پہلے آسمانی کتاب دیئے گئے، پس ان پر مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں!

سخت دل نرم پڑ سکتے ہیں جیسے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے

جو دل زمانہ نبوت سے دور ہونے کی وجہ سے سخت ہو گئے: ان کا علاج کیا ہے؟ ان کا علاج اللہ کا ذکر اور رحمت کر کے دین پر عمل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو نرم کر دیں گے، پھر دین پر عمل کرنا ان کے لئے آسان ہو جائے گا، جیسے اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو آب رحمت سے زندہ کر دیتے ہیں، جہاں کل خاک اڑ رہی تھی: بارش کا چھینٹا پڑتے ہی وہاں آج سبزہ لہلہا رہا ہے، کاش مردہ دل اس حقیقت کو سمجھ لیں تو وہ کبھی مایوس نہ ہوں، دین پر عمل شروع کریں ان کا ایمان قوی ہو جائے گا۔

﴿ اِعْمَلُوْا اَنْتُمْ اللّٰهُ يُعْجِزُ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۗ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمْ الْاٰيٰتِ كَعَمَلِكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو مرے پیچھے زندہ کرتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ ہم نے باتیں تمہارے لئے کھول کر بیان کی ہیں، تاکہ تم سمجھو!

اللہ تعالیٰ ہر نیکی کو بڑھاتے ہیں

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و مہربانی سے مومنین کی ہر نیکی کو بڑھاتے ہیں، عمل سے ثواب دو چند دیتے ہیں، پھر عمل میں کوتاہ مسلمان ڈھیلے کیوں پڑیں، قدم بڑھائیں اور دامن مراد بھریں! — اور اللہ تعالیٰ جہاد میں جو خرچ کیا جاتا ہے اسی کو نہیں

بڑھاتے، بلکہ ہر عمل کو بڑھاتے ہیں، مسلمان مرد و زن جو عام خیراتیں کرتے ہیں ان کو بھی بڑھاتے ہیں — یہ الگ بات ہے کہ کسی عمل کو کم بڑھاتے ہیں کسی کو زیادہ، عام خیرات دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھائی جاتی ہے، اور اللہ کو جو قرض حسنہ دیا جاتا ہے اس کو سات سو گنا سے غیر متناہی حد تک بڑھاتے ہیں، ایسا موقع محل کے تقاضے سے ہوتا ہے — اور آخرت میں عزت والا ثواب سبھی کو ملتا ہے۔

﴿إِنَّ الصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يَضْعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ ﴿۷۰﴾

ترجمہ: بلاشبہ خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، اور جنہوں نے اللہ کو قرض حسنہ دیا: ان کے لئے (ثواب) دو چند کیا جائے گا، اور ان کے لئے عزت والا بدلہ (جنت) ہے!

دینی کمالات کے دو مراتب: صدیقیت اور شہادت ہر نیک مسلمان حاصل کر سکتا ہے

دینی کمالات چار ہیں: نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت، سورۃ النساء کی (آیات ۶۹) ہے:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشَّاهِدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ﴿۷۱﴾

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے گا: وہ ان حضرات کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے: یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحاء کے ساتھ ہوگا، اور یہ لوگ بہت اچھے ساتھی ہیں۔

نبوت تو اب اپنی نہایت کو پہنچ گئی، اب کوئی نیا نبی نہیں آسکتا، نہ کوئی اتباع میں کمال پیدا کر کے نبی بن سکتا ہے۔ اور صلاح و تقویٰ کمالات کا ابتدائی درجہ ہے، اس سے اوپر دو درجے ہیں: صدیقیت اور شہادت، ان مراتب کو ہر نیک مؤمن حاصل کر سکتا ہے۔ اور صدیقیت نام ہے: ایمان میں آخری درجہ کی پختگی کا، جس کا دل حق بات کو اس طرح قبول کر لے جس طرح معدہ مٹھائی کو قبول کر لیتا ہے، یہ مقام ہر مرد و زن کو حاصل ہو سکتا ہے، ضرورت ایمان میں پختگی پیدا کرنے کی ہے، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس امت کے صدیق اکبر (سب سے بڑے صدیق) تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی صدیقہ تھیں، معلوم ہوا کہ ہر کوئی اس مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے۔

اور شہید اور شاہد ہم معنی ہیں: فعلیل بمعنی فاعل ہے، اور شاہد کے معنی ہیں: احوال بتلانے والا، یہ مرتبہ بھی ہر کوئی حاصل کر سکتا ہے، جو مرد و زن خود دین پر عمل کرتے ہیں، اور دوسروں کو دین پر لانے کی فکر کرتے ہیں وہ سب قیامت کے دن گواہ ہونگے کہ کس نے ان کی بات مانی اور کس نے نہیں مانی؟ بایں معنی نبی ﷺ بھی شہید (گواہ) ہونگے۔ سورۃ النساء (آیت ۴) میں ہے: ﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا﴾ اور ہم آپ کو بھی ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے، اور

بایں معنی امت کے دُعوات و مبلغین بھی گواہ ہونگے، سورۃ الحج کی آخری آیت میں ہے: ﴿وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ اور تم لوگوں کے خلاف گواہ بنو گے، اور بایں معنی امت محمدیہ گذشتہ امتوں کے خلاف گواہی دے گی، سورۃ البقرۃ (آیت ۱۴۳) میں اس کا ذکر ہے۔

اور جو بندے اس لائن میں محنت کرتے ہوئے قتل کئے گئے وہ تو اعلیٰ درجہ کے شہید ہیں، حقیقی شہید وہی ہیں، اور اس آیت میں جن شہداء کا ذکر ہے وہ حقیقی شہداء کے ساتھ ملائے ہوئے ہیں، اور حقیقی شہداء کے لئے دنیا میں بھی مخصوص احکام ہیں، ان کو غسل نہیں دیا جاتا، نماز جنازہ پڑھ کر خون کے ساتھ دفن کیا جاتا ہے، اور وہ قیامت کے دن بھی خون آلود اٹھیں گے، رنگ خون کا ہوگا، اور خوشبو مشک کی ہوگی، تا کہ اہل محشر کے سامنے ان کی مظلومیت ظاہر ہو، اور اس آیت میں جن شہداء کا ذکر ہے وہ حکمی شہداء ہیں، اس لئے آیت میں: ﴿عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ بڑھایا ہے، یعنی یہ حضرات آخرت میں شہید ہونگے، دنیا میں ان پر شہادت کے احکام جاری نہیں ہونگے، اور ایسے حکمی شہید بہت ہیں، روایات میں ایسے ساٹھ شہداء کا ذکر آیا ہے (اوجز المسالك شرح موطا امام مالک)

غرض: کمالات کے یہ دونوں درجے ہر نیک مومن محنت کر کے حاصل کر سکتا ہے، رہے وہ لوگ جنہوں نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا، اور انہوں نے اللہ کی باتوں کو جھٹلایا تو ان کے لئے دوزخ کی بھٹی تیار ہے!

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۖ﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے: وہی صدیق اور شہداء ہیں ان کے رب کے پاس، ان کے لئے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے — اور جن لوگوں نے نہیں مانا، اور ہماری باتوں کو جھٹلایا: وہی لوگ دوزخ والے ہیں!

إِعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ ۖ وَلَهُمْ زِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ۖ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهَيِّجُ فَتْرَتَهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا ۖ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۚ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ ۚ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ۚ سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ ۚ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۖ

اس کی پہنائی	عَرَضَهَا	پس دیکھتا ہے تو اس کو	فَتَرَبَهُ	جان لو	إِعْلَمُوا
جیسے پہنائی	كَعَرَضٍ	پیرا (زر)	مُصَفَّرًا	اس کے سوا نہیں	أَتَقْنَا
آسمان	السَّمَاءِ	پھر ہو جاتا ہے وہ	ثُمَّ يَكُونُ	زندگی	الْحَيَوٰةُ
اور زمین کی	وَالْأَرْضِ	چوراچورا	حُطَمًا	دنیا کی	الدُّنْيَا
تیار کیا گیا ہے	أُعِدَّتْ	اور آخرت میں	وَفِي الْآخِرَةِ	کھیل اور تماشا ہے	لَعِبٍ وَكَلْهُوَ <sup>(۱)</sup>
ان کے لئے جو	لِلَّذِينَ	سخت عذاب ہے	عَذَابٌ شَدِيدٌ	اور ٹیپ ٹاپ	وَزِينَتُهُ
ایمان لائے	أَمْؤًا	اور بخشش ہے	وَمَغْفِرَةٌ	اور بڑائی جلتانا	وَتَقَاخُدُ
اللہ پر	بِاللَّهِ	اللہ کی	مِنَ اللَّهِ	آپس میں	بَيْنَكُمْ
اور اس کے رسولوں پر	وَرُسُلِهِ	اور خوشنودی ہے	وَرِضْوَانٌ	اور زیادہ طلبی	وَتَكَاشُرُ
یہ	ذَلِكَ	اور نہیں ہے زندگی	وَمَا الْحَيَوٰةُ	دولت میں	فِي الْأَمْوَالِ
مہربانی ہے	فَضْلٌ	دنیا کی	الدُّنْيَا	اور اولاد میں	وَالْأَوْلَادِ
اللہ کی	اللَّهُ	مگر برتنے کا سامان	إِلَّا مَتَاعٌ	(دنیا کا حال) جیسے حال	كَمَثَلِ
دیتے ہیں وہ اس کو	يُؤْتِيهِ	دھوکے کا	الْعُدُوْرُ	بارش کا	عَيْثُ
جسے چاہتے ہیں	مَنْ يَشَاءُ	ایک دوسرے آگے بڑھو	سَابِقُوْا <sup>(۲)</sup>	پسند آیا	أَعْجَبَ
اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ	بخشش کی طرف	إِلَّا مَغْفِرَةً	کسانوں کو	الْكُفَّارِ <sup>(۲)</sup>
مہربانی والے ہیں	ذُو الْفَضْلِ	اپنے رب کی	مِن رَّبِّكُمْ	اس کا سبزہ	نَبَاتُهُ
بڑی	الْعَظِيمِ	اور باغ کی طرف	وَجَنَّةٍ	پھر زور پر آیا	ثُمَّ يَهْبِيْجُ <sup>(۳)</sup>

### کمالات حاصل کرنے کی راہ کاروڑا: دنیا کی مشغولیت

گذشتہ آیت میں یہ بیان تھا کہ مومنین بڑے سے بڑا دینی کمال حاصل کر سکتے ہیں، صدیق و شہید بن سکتے ہیں، مگر

(۱) لعب اور لہو میں تھوڑا سا فرق ہے: خود کھیلنا لعب ہے اور دوسروں کا کھیل دیکھنا لہو ہے (۲) کُفَّار: کفار کی جمع ہے، کُفَّرَ الشیعی: کے دو معنی ہیں: (۱) چھپانا، ڈھانکنا، پس کفار سے کسان مراد ہیں، کیونکہ وہ بیخ زمین میں چھپاتے ہیں (۲) انکار کرنا، نہ ماننا، پس کفار کے معنی ہونگے: غیر مسلم۔ (۳) هَاجَ النَّبَاتُ يَهِيْجُ هِيْجًا: کھیتی کا زور پر آنا، شاہ عبدالقادر صاحب نے یہ ترجمہ کیا ہے (۳) سابق مسابقت: ریس کرنا، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا۔



اس راہ کا ایک روڑا ہے جو منزل سے ہم کنار نہیں ہونے دیتا، اور وہ ہے: دنیا کی مشغولیت! آدمی دنیا میں منہمک ہو کر کمال سے محروم رہ جاتا ہے، اب ایک آیت میں اس کا بیان ہے۔

دنیا کی زندگی دھوکے کی ٹٹی ہے، کسی بھی وقت وہ زمین بوس ہو سکتی ہے، مگر آدمی اس کی عارضی بہار سے دھوکہ کھا کر آخرت بر باد کر لیتا ہے، اور دنیا کی مشغولیات کیا ہیں؟ بچپن میں کھیل کود، پھر جب سیانا ہوتا ہے تو کھیل دیکھتا ہے، بلکہ اب تو جوان بھی کھیلتے ہیں، کھیل ایک مشغلہ اور کاروبار بن گیا ہے، اور جوانی میں بننے سنور نے کا شوق دامن گیر ہو جاتا ہے، بالوں کی تراش خراش اور کپڑوں کی وضع قطع سے فرصت نہیں ملتی، پھر جب کاروبار شروع کرتا ہے تو مسابقت (Competition) میں لگ جاتا ہے، اور بڑھاپے میں مال و دولت اور اولاد کی کثرت پر فخر کرتا ہے۔ غرض: کسی حال میں فرصت نہیں، ایک حالت کے بعد دوسری حالت لگی آتی ہے، پھر کمالات کیسے حاصل کرے؟ اس کے لئے فرصت کے لمحات درکار ہیں، اور اس کی صورت یہی ہے کہ دنیا کی مشغولیت ذرا کم کرے۔

دنیا کی زندگانی کا حال: بارش جیسا ہے، مینہ برستا ہے تو سبزہ اُگ جاتا ہے، وہ کسانوں کو/ غیر مسلموں کو بھلا لگتا ہے، پھر وہ زور پر آتا ہے، کھیت لہلہانے لگتا ہے، پھر دیکھتے دیکھتے پیلا پڑ جاتا ہے، اور آخر میں چورا چورا ہو جاتا ہے، یہی حال دنیوی زندگی کا ہے، اللہ اپنی رحمت سے بچہ دیتے ہیں، وہ ماں باپ کو اور ہر کسی کو بھلا لگتا ہے، پھر وہ جوان رعنا ہوتا ہے، پھر آنکھ چھپکتے بوڑھا پا آنا شروع ہو جاتا ہے، اور آخر میں رائی ملکِ عدم ہو جاتا ہے۔

آگے کیا ہے؟ آگے آخرت میں منکروں کے لئے سخت سزا ہے، اور نیک مومنوں کے لئے اللہ کی بخشش اور خوشنودی ہے۔ غرض: دنیا چند روز برتنے کا سامان ہے، بالآخر اسے چھوڑنا ہے، مگر انسان دھوکے میں مبتلا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ دنیا ہمیشہ اس کے ہاتھ میں رہے گی، مگر ایسا نہیں، پس اس فانی دنیا میں بقدر ضرورت لگنا چاہئے، اس کا ہی ہو کر نہیں رہنا چاہئے، جیسی کمالات بدست آسکتے ہیں۔

﴿إِعْلَمُوا أَنَّمَا الدُّنْيَا لَعِبٌ وَكُهُو وَزِينَتُهُ وَتَفَاخُرُهُ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَكَيْلٍ عَيْبٍ أَمْحَبَّ الْكُفَّارِ نَبَاتُهُ تَقْرَبُ يَهْبِئُ فَتَرْهُ مُضْفَرًا ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۚ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ ۚ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعٌ الْعُرُورِ ۝﴾

ترجمہ: جان لو کہ دنیوی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت، اور ایک دوسرے پر فخر کرنا، اور اموال و اولاد میں ایک دوسرے سے زیادہ بتلانا ہے۔ جیسے بارش کا حال کہ اس کا سبزہ کا شکاروں کو بھلا لگتا ہے، پھر وہ زور پر آتا ہے، پس تم اس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہو جاتا ہے۔ اور آخرت میں سخت سزا اور اللہ کی بخشش اور خوشنودی ہے۔ اور

دنوی زندگی بس دھوکہ دینے والا چند روز برتنے کا سامان ہے!

## دینی کمالات حاصل کرنے کا ذریعہ: شوقِ وطن

انسان کا وطن جنت ہے، دادا دادی کو زمین میں پیدا کر کے جنت میں بسایا تھا، پھر عارضی طور پر زمین میں اتارا ہے، اُسے لوٹ کر جنت میں پہنچانا ہے، پس اگر وطن کا شوق دامن گیر ہو جائے تو دنیا سے دل ہٹانا آسان ہو جائے، اس لئے ایک آیت میں جنت کا شوق پیدا کیا ہے، ارشاد فرمایا: ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اور پروردگار کی بخشش حاصل کرو، اور اس جنت تک پہنچو جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے بقدر ہے، یعنی آسمان اور زمین کو کھول کر پھیلا یا جائے تو اس کی لمبائی کے بقدر جنت کی پہنائی (چوڑائی) ہے، اور جنت کی لمبائی کا حال اللہ بہتر جانتے ہیں، لمبائی: چوڑائی سے زیادہ ہوتی ہے۔

اور یہ بھی ایک محسوس مثال کے ذریعہ جنت کی وسعت سمجھائی ہے، حقیقی وسعت کا حال اللہ بہتر جانتے ہیں، کیونکہ جنت کی وسعت سمجھانے کے لئے اس سے بڑی کوئی مخلوق نہیں تھی جیسے سورۃ ہود (آیات ۷۰ اور ۱۰۸) میں جنت و جہنم کے خلود (میشہ رہنے) کو: ﴿مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ﴾ کے ذریعہ سمجھایا ہے، یعنی جب تک آسمان و زمین قائم ہیں: جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں رہیں گے یعنی جتنی لمبی ان دنوں مخلوقات کی زندگی ہے: اتنی مدت رہیں گے، حالانکہ آسمان و زمین ایک دن ختم ہونے والے ہیں اور جنت و جہنم ابدی ہیں، پس یہ محسوس مثال کے ذریعہ خلود کو سمجھایا ہے، کیونکہ آسمانوں اور زمین کی عمر سے لمبی عمر والی کوئی مخلوق نہیں تھی — اسی طرح اس آیت میں جنت کی وسعت کو محسوس مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے، ان کو حقیقی وسعت تصور نہیں کرنا چاہئے۔

یہ جنت کس کے لئے ہے؟ — یہ جنت ان بندوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور یہ ایمان دخولِ جنت کا سبب ظاہری ہے، حقیقی سبب اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہیں جنت میں داخل کریں۔ حدیث میں ہے کہ جو بھی جنت میں جائے گا اللہ کے فضل سے جائے گا، اپنے عمل سے کوئی نہیں جائے گا، پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپ بھی فرمایا: میں بھی! یعنی اپنے عمل سے جنت میں نہیں جاؤں گا، اللہ کی رحمت سے جاؤں گا — اور سبب ظاہری سرسری سبب ہوتا ہے اور وہ عمل کے لئے ہوتا ہے، عالم اسباب میں سبب کو اختیار کرنا فرض ہے، مگر مدار حقیقی سبب پر ہوتا ہے اور وہ اعتقاد کے لئے ہوتا ہے، اس کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔

پھر آخر میں ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جنت میں کیوں داخل نہیں کریں گے؟ کیا اللہ کے فضل کا کوئی ختم ہو جائے گا جو بعض محروم رہ جائیں گے؟ — جواب: اللہ تعالیٰ تو بڑے فضل والے ہیں، کمی فضل حاصل کرنے والوں میں ہوگی، جو ایمان نہیں لائے وہ اللہ کے فضل سے محروم رہیں گے۔

﴿سَابِقُونَ إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ أَعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللهِ وَرُسُلِهِ ۗ ذَلِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: ایک دوسرے سے آگے بڑھوانے پروردگار کی بخشش کی طرف، اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے بقدر ہے۔ — وہ تیار کی گئی ہے اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والوں کے لئے، یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہیں عنایت فرمائیں۔ — اور اللہ بڑے فضل والے ہیں!

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا ۗ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿۱۱﴾ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿۱۲﴾ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۗ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۱۳﴾

شخی بگرنے والے کو جو بخیل کرتے ہیں اور حکم دیتے ہیں لوگوں کو بخیل کا اور شخص رورگردانی کرے پس بے شک اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز ستودہ صفات ہیں	فَخُورٍ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ	آسان ہے تاکہ نہ غم گیس ہوو تم اس پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل گیا اور نہ خوش ہوو تم اس پر جو دیا تم کو اور اللہ تعالیٰ نہیں پسند کرتے ہر اترانے والے	يَسِيرٌ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ	نہیں پہنچتی کوئی آفت زمین میں اور نہ تمہاری جانوں میں مگر ایک نوشتہ میں ہے پہلے سے اس کو پیدا کرنے کے بے شک یہ بات اللہ پر	مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ
---	---	--	---	--	--

(۱) قبل: مضاف ہے اور ان مصدر یہ ہے، نبرأ: بہ تاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ ہے (۲) الذين: مختال و فخور کی صفت ہے۔ (۳) يتول: مضارع مجزوم، آخر سے یا حذف ہے قولی (تفعل): منہ موڑنا، اعراض کرنا، پیٹھ پھیرنا۔

## شریعت میں اعذار کا اعتبار ہے

تحصیل کمال کے موانع اور تشویق کے بیان کے بعد اب یہ بیان ہے کہ شریعت میں اعذار کا اعتبار ہے، جاننا چاہئے کہ جنت کے بلند درجات و نوافل اعمال کے ذریعہ حاصل کئے جاتے ہیں، فرائض و واجبات تو سبھی مسلمان ادا کرتے ہیں، ان سے توبہ جنت ملتی ہے۔ اور اوراد و نوافل اعمال کے سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیماری، بڑھاپے یا سفر کی وجہ سے اوراد کی پابندی نہ کر سکے تو بھی ثواب ملتا رہتا ہے، حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں: ”میرا بندہ تندرستی میں جو عمل کرتا تھا، اب وہ بیماری کی وجہ سے نہیں کر پارہا، پس اس کا ثواب مسلسل لکھتے رہو، مثلاً: عذر کی وجہ سے کوئی تہجد نہ پڑھ سکے تو بھی اس کا اصلی ثواب برابر لکھا جاتا ہے، اور انعامی ثواب تو پڑھنے ہی پر ملے گا۔

﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا ۗ إِنَّ ذَٰلِكُمْ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝﴾

ترجمہ: جو بھی مصیبت تمہیں زمین میں پہنچتی ہے — جہاد یا سفر کی نوبت آتی ہے — یا تمہاری جانوں میں — یعنی بیماری یا بڑھاپا آتا ہے — تو وہ اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک نوشتہ (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے — پس وہ تو ضرور پہنچے گی، اس لئے اللہ نے ان اعذار میں سہولت رکھی ہے، اگر ان کی وجہ سے نفل عمل نہ کر سکے تو اس کا ثواب ملتا رہتا ہے — اور یہ بات اللہ پر آسان ہے — یعنی مقدرات (ہونے والی باتوں) کو طے کرنا، اور ان کو لوح محفوظ میں لکھ لینا اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔

## مقدرات بندوں کی مصلحت سے ہیں

جو باتیں پیش آتی ہیں، خواہ وہ غم کی ہوں یا خوشی کی، سب مقدر ہیں، اور لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں، اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب غم کی کوئی بات پیش آئے، مثلاً: کوئی بڑا نقصان ہو جائے تو آدمی غم سے نڈھال نہ ہو جائے، بقدر ضرورت ہی اس کا اثر لے، اسی طرح جب خوشی کی کوئی بات پیش آئے، مثلاً: اللہ کوئی نعمت عطا فرمائیں تو آپے سے باہر نہ ہو جائے، بلکہ اللہ کی نعمت کا شکر بجالائے۔

﴿لَيْكُنَا نَأْسُوا عَلَىٰ مَا قَاتَكُمُ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمُ ۗ﴾

ترجمہ: (جو کچھ پیش آتا ہے وہ تو آنا ہے) تاکہ تم غم گیس نہ ہوؤ اس پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے، اور تم خوش نہ ہوؤ اس پر جو تمہیں عنایت فرمائیں۔

## اعمال سے روگردانی کرنے والے اللہ کو پسند نہیں

جب اللہ کا فضل شامل حال ہوتا ہے، جوانی، فارغ بالی اور خوش حالی آتی ہے تو اوجھے لوگ اترتے ہیں، اور سخی بگھارتے ہیں، ایسے لوگ اللہ کو پسند نہیں، مثلاً: اللہ نے دولت دی، مگر نہ خود غریبوں پر خرچ کرتا ہے نہ دوسروں کو ترغیب دیتا ہے، بلکہ اپنے نظرِ عمل سے لوگوں کو بخل کی تعلیم دیتا ہے، جبکہ اللہ کا حکم ہے کہ اللہ کی نعمت اللہ کے بندوں پر خرچ کرو، جو لوگ اللہ کے اس حکم سے اعراض کرتے ہیں وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، اللہ کا کچھ نہیں بگاڑتے، وہ تو بے نیاز ستودہ صفات ہیں۔

﴿ وَ اللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَ يَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۝ وَ مَنْ يَسْتَوْلْ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ ﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کسی بھی اترانے والے سخی باز کو پسند نہیں کرتے، جو لوگ بخیلی کرتے ہیں، اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں، اور جو شخص اعراض کرے گا تو اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز ستودہ صفات ہیں — یعنی خوبیوں کے مالک ہیں۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ  
النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ  
وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝

لَقَدْ	بجدا واقعہ یہ ہے	لِيَقُومَ	تاکہ کھڑے ہوں	وَمَنَافِعُ	اور فوائد ہیں
أَرْسَلْنَا	بھیجے ہم نے	النَّاسِ	لوگ	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے
رُسُلَنَا	ہمارے رسول	بِالْقِسْطِ	انصاف کے ساتھ	وَلِيَعْلَمَ	اور تاکہ جانیں
بِالْبَيِّنَاتِ	واضح دلائل کے ساتھ	وَ أَنْزَلْنَا <sup>(۱)</sup>	اور اتارا ہم نے	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
وَ أَنْزَلْنَا	اور اتاری ہم نے	الْحَدِيدَ	لوہا	مَنْ يَنْصُرُهُ	کون مدد کرتا ہے ان کی
مَعَهُمُ	ان کے ساتھ	فِيهِ	اس میں	وَرُسُلَهُ	اور ان کے رسولوں کی
الْكِتَابِ	آسمانی کتاب	بِالْغَيْبِ	سختی ہے	بِالْغَيْبِ <sup>(۲)</sup>	دیکھے بغیر
وَ الْمِيزَانَ	اور ترازو	شَدِيدٌ	بہت زیادہ	إِنَّ	بے شک

(۱) انزلنا: اتارا ہم نے، یعنی پیدا کیا ہم نے، جیسے: ﴿ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا ﴾ ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا [الاعراف ۲۶] (۲) بالغیب: منصورہ کی ضمیر مفعول کا حال ہے۔

اللہ	اللہ تعالیٰ	قَوُّیْ	زور آور	عَزِيزٌ	زبردست ہیں
------	-------------	---------	---------	---------	------------

## شریعت پر عمل کے لئے ترغیب کے ساتھ ترہیب بھی ضروری ہے

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے آغاز ہی سے نبوت کا سلسلہ شروع کیا، پھر نوح علیہ السلام سے رسالت کا سلسلہ شروع فرمایا، یہ انبیاء و رسل دین کے واضح دلائل کے ساتھ مبعوث کئے جاتے تھے، اور ان کے ساتھ آسمانی کتابیں بھی بھیجی جاتی تھیں، یہ سب ترغیب کے لئے تھا، تاکہ لوگ ایمان لائیں اور شریعت پر عمل کریں، اور اللہ نے ترازو بھی اتاری، تاکہ لوگ معاملات میں انصاف کو بروئے کار لائیں، اور ظلم و زیادتی سے بچیں، عبادات تو آسان ہیں، مگر معاملات میں انصاف کی رعایت مشکل ہے، اس لئے کسوٹی بھیجی اور ترازو اتاری یعنی احکامات بھیجے، تاکہ لوگ صحیح معاملات کریں، اور ساتھ ہی لوہا پیدا کیا، جس میں تین مہکتیں ہیں: (۱) اس میں نہایت سختی ہے، اس کے ذریعہ لوگوں پر کنٹرول کیا جاسکتا ہے (۲) لوگ لوہے سے اسباب و آلات بناتے ہیں اور مختلف کام نکالتے ہیں (۳) اس سے جنگی ساز و سامان بنتا ہے، جس کے ذریعہ جہاد کیا جاتا ہے۔ جہاد اللہ کی اور اللہ کے رسول کی مدد ہے، شریعت پر عمل کے لئے اسلامی حکومت ضروری ہے، اور وہ جہاد ہی سے قائم ہو سکتی ہے، اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں معاملات کے بیان کے بعد کتاب الجہاد رکھی ہے، تاکہ اسلامی حکومت قائم ہو، وہی معاملات پر کنٹرول کر سکتی ہے، جو لوگ ترغیب سے راہ راست پر نہیں آئیں گے ان پر ترہیب کے ذریعہ قابو پائے گی۔ اور جہاد اس لئے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے تعاون کے محتاج ہیں، وہ زور آور اور زبردست ہیں، ان کو کمزور مخلوق کی تعاون کی کیا حاجت ہے؟ جہاد اس لئے ہے کہ اللہ کو دیکھے بغیر ان کے دین کی کون مدد کرتا ہے؟ اور اللہ کے رسولوں کا ساتھ کون دیتا ہے؟ جو وفادار ثابت ہو گئے ان کو جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز فرمائیں گے۔

آیت پاک: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا، اور ہم نے ان کے ساتھ آسمانی کتابیں اور ترازو اتاری، تاکہ لوگ انصاف کو بروئے کار لائیں — اور ہم نے لوہا پیدا کیا، اس میں نہایت سختی ہے، اور لوگوں کے لئے منافع ہیں، اور تاکہ اللہ تعالیٰ جانیں کہ ان کی دیکھے بغیر اور ان کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ زور آور زبردست ہیں!

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَسِقُونَ ۝ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِم بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ ۖ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ

رَافَةً وَرَحْمَةً ۖ وَرَهْبَانِيَّةً ۚ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ  
اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيرٌ  
مِّنْهُمْ فَسِقُونَ ﴿١٩١﴾

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ فَمِنْهُمْ مُهْتَدٍ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَسِقُونَ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا	اور البتہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح کو اور ابراہیم کو اور گردانا ہم نے دونوں کی نسل میں نبوت کو اور آسمانی کتاب کو پس ان میں سے بعض راہ یاب ہیں اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں پھر پیچھے بھیجا ہم نے ان کے نشاناتِ قدم پر ہمارے رسولوں کو	وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَافَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ	اور پیچھے بھیجا ہم نے عیسیٰ کو بیٹے مریم کے اور دی ہم نے ان کو انجیل اور گردانی ہم نے دلوں میں ان کے جنھوں نے ان کی پیروی کی نرمی اور مہربانی اور ترک دنیا نیا جاری کیا انھوں نے اس کو نہیں لکھا ہم نے اس کو ان پر	إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا فَاتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَسِقُونَ	مگر چاہنے کے لئے خوشنودی اللہ کی پس نہیں لحاظ کیا انھوں نے اس کا جیسا اس کا لحاظ کرنے کا حق تھا پس دیا ہم نے ان کو جو ایمان لائے ان میں سے ان کا ثواب اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہیں
--	--	---	---	---	--

شریعت پر عمل کے تعلق سے بنی اسرائیل کی حالت زار

حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں، پھر ان کے تابعین میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں: ﴿وَإِن مِّنْ شَيْعَتِهِ

(۱) قَفَّيْنَا: تَقْفِيَةٌ (باب تَقْفِيل): پیچھے بھیجنا، ماڈہ: قَفَا: کڈی، سر کا پچھلا حصہ، قَفُوْا: پیچھے چلنا۔

کِذَّبُوهُمُ ﴿۱۰﴾ پھر ان کے صاحب زادے اسحاق علیہ السلام ہوئے، اور ان کے بعد پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں، ان کا لقب اسرائیل تھا، ان کے بارہ بیٹے تھے، ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی، ان میں نبوت اور آسمانی کتابوں کا سلسلہ جاری رہا، کہتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک لاکھ انبیاء ہوئے ہیں، اور عہد قدیم میں انبیاء کے تقریباً سو صحیفے ہیں، مگر نتیجہ صفر رہا! کچھ ہی لوگ راہیاب تھے، اور اکثریت ان کی نافرمان تھی۔

پھر آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، ان کو انجیل مرحمت فرمائی، اور ان کے ماننے والوں کا امتیاز یہ ہے کہ ان کے دلوں میں خلاق خدا پر شفقت اور مہربانی ہے، چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کا مذہب جو صرف بنی اسرائیل کے لئے تھا: اس کو عیسائیوں نے عام کیا، اور ساری دنیا میں عیسائیت کو پھیلانے کے لئے انتھک محنت کرتے ہیں، تا کہ ان کے خیال میں انسانوں کی نجات ہو، اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انھوں نے رہبانیت شروع کی، جو شرعی حکم نہیں تھا، پھر ترک دنیا کے پردہ میں سب کچھ کرتے رہے جو نہیں کرنا چاہئے تھا، شہوتِ بطن و فرج پوری کرتے رہے، نذرانے بٹورتے رہے اور نونوں (راہبہ عورتوں) سے استفادہ کرتے رہے، ان عیسائیوں کا حال بھی ابتر تھا، تھوڑی تعداد مومنوں کی تھی، ان کو ان کا اجر و ثواب ملا، اور ان کی بڑی تعداد نافرمانوں کی تھی، اور اب تو ان کا اصلی دین ہی باقی نہیں رہا۔

آیتِ کریمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا، اور دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور آسمانی کتابوں کا سلسلہ جاری رکھا، پس بعضے ہدایت یافتہ ہوئے، اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہوئے۔

پھر ہم نے یکے بعد دیگرے اور رسولوں کو ان کے پیچھے بھیجا، اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا، اور ہم نے ان کو انجیل عنایت فرمائی، اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کے دلوں میں شفقت اور مہربانی گردانی، اور ترک دنیا کو انھوں نے خود ایجاد کیا، ہم نے اس کو ان پر واجب نہیں کیا تھا، مگر انھوں نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے اس کو ایجاد کیا، پس انھوں نے اس کا وہ لحاظ نہیں رکھا جو لحاظ رکھنے کا حق تھا، پس ہم نے ان میں سے ایمان لانے والوں کو ان کا ثواب دیا، اور ان میں سے زیادہ تر نافرمان تھے!

فائدہ: بدعت کہتے ہیں: ایسا کام کرنا جس کی اصل کتاب و سنت اور قرآن مشہود و لہا بالخیر میں نہ ہو، اور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے (فوائد) دین اسلام میں رہبانیت (فطری اعتدال سے متجاوز ترک دنیا) نہیں، اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے، کیونکہ مجاہد اپنے سب حظوظ و تعلقات سے الگ ہو کر اللہ کے راستہ میں دشمنان اسلام سے لوہا لینے کے لئے نکلتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ



وَيَجْعَلُ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرَ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢﴾ لَيْلًا يَعْلَمُ  
 أَهْلُ الْكِتَابِ إِلَّا يَتَّقُونَهُ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ  
 يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٣﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے وہ لوگو جو	لَكُمْ	تمہارے لئے	الْأَلَّا <sup>(۲)</sup>	کہ نہیں
تَمْشُونَ	(سابقہ نبیوں پر)	نُورًا	ایک روشنی	يَقْدِرُونَ	قادر ہیں وہ
وَأَنَّ الْفَضْلَ	ایمان لانے	بِهِ	چلو گے تم	عَلَىٰ شَيْءٍ	کسی چیز پر
بِيَدِ اللَّهِ	ڈرو	وَيَغْفِرُ	اس کے ساتھ	مِّنْ فَضْلِ اللَّهِ	فضل سے
وَأَنَّ الْفَضْلَ	اللہ سے	لَكُمْ	اور بخشیں گے	بِيَدِ اللَّهِ	اللہ کے
بِيَدِ اللَّهِ	اور ایمان لاؤ	وَاللَّهُ	تمہارے لئے	وَأَنَّ الْفَضْلَ	اور یہ کہ فضل
يُؤْتِيهِ	اللہ کے (آخری)	غَفُورٌ	اور اللہ تعالیٰ	بِيَدِ اللَّهِ	اللہ کے ہاتھ میں ہے
كَيْفَ لِي	رسول پر	رَحِيمٌ	بڑے بخشنے والے	مِّنْ فَضْلِ اللَّهِ	دیتے ہیں وہ اس کو
مِن رَّحْمَتِهِ	دیں گے وہ تمہیں	لَيْلًا <sup>(۱)</sup>	بڑے رحم والے ہیں	وَاللَّهُ	جسے چاہتے ہیں
وَيَجْعَلُ	دوسے	يَعْلَمُ	تاکہ	ذُو الْفَضْلِ	اور اللہ تعالیٰ
	اپنی رحمت کے	أَهْلُ الْكِتَابِ	جانیں	الْعَظِيمِ	فضل والے ہیں
	اور بنائیں گے		اہل کتاب		بڑے

### اہل کتاب کو آخری پیغمبر پر ایمان لانے کی دعوت

بنی اسرائیل کا حال زار آپ نے پڑھ لیا، اب ان کو نبی ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں۔ جب کوئی نعمت کسی قوم کو عرصہ دراز تک حاصل رہتی ہے تو وہ اس کو اپنا ذاتی کمال سمجھ لیتی ہے، بنی اسرائیل میں بھی عرصہ تک نبوت اور کتاب رہی، اس لئے ان کو خیال ہوا کہ یہ دونوں چیزیں ان کے ساتھ خاص ہیں، کسی اور کو نبوت اور کتاب نہیں مل سکتی، حالانکہ اللہ کی نعمتیں قوموں کے ساتھ خاص نہیں ہوتیں: ﴿تِلْكَ الْأَيَّامُ نَدَاوْنَهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ ہم ان ایام کو لوگوں کے درمیان اوتے بدلتے رہتے ہیں [آل عمران ۱۵۰] یعنی حکومتوں میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، چنانچہ جب آخر زمانہ میں (۱) لَيْلًا: اصل میں لائن لا ہے، اور لا آگے مکرر آئے گا، ترجمہ وہاں ہوگا، یہاں زائد ہے (۲) الْاَلَّا: اصل میں اُن لا ہے۔

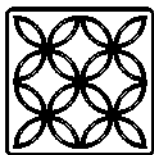
اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیلیٰ کو نبوت اور کتاب کے لئے چنا تو بنی اسرائیل جل بھن گئے، اور آپؐ پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہوئے، دوسری آیت میں ان کو یہ بات سمجھائی ہے کہ اللہ کا فضل تمہارے اختیار میں نہیں، اللہ جسے چاہیں اپنے فضل سے نوازیں۔

اور پہلی آیت میں ان کو دعوتِ ایمان دی ہے کہ اے وہ لوگو جو گذشتہ نبیوں پر اور سابقہ کتابوں پر ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو، نبوت اور کتاب کو اپنی جاگیر مت سمجھو، نبی آخر الزماں ﷺ پر اور ان کی کتاب پر ایمان لاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں دوہرا اجر عنایت فرمائیں گے، اور دوسرے مومنین کی طرح ایک نور بھی عطا فرمائیں گے، جو ہر وقت تمہارے ساتھ رہے گا، اور تمہاری گذشتہ خطائیں معاف فرمائیں گے، وہ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

آیاتِ پاک: اے (گذشتہ نبیوں پر) ایمان رکھنے والو! اللہ سے ڈرو، اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے دیں گے، اور تمہیں ایسا نور عنایت فرمائیں گے، جسے تم لئے ہوئے چلو گے، اور تمہاری خطاؤں کو بخش دیں گے، اور اللہ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں، تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل کے کسی بھی جزء پر دست رس نہیں رکھتے، اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جس کو چاہیں دیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔

فائدہ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سے خطاب ہمیشہ اس امت کے مومنین سے ہوتا ہے، مگر اس آیت میں اہل کتاب سے خطاب ہے، وہ بالقوہ یا مجاز ملوؤل کے اعتبار سے مومنین ہیں، اور ان کو دوہرا ثواب اس لئے ملتا ہے کہ ان کے لئے نبی ﷺ پر ایمان لانا بھاری ہے، اور ثواب بقدر مشقت ہوتا ہے، اس لئے ان کا اجر دوگنا ہو گیا، تفصیل تحفۃ القاری میں ہے۔ (۲۸۳:۱)

﴿ ۲۳ رجب ۱۴۳۷ھ = یکم مئی ۲۰۱۶ء ﴾



## بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ المجادلہ

مجادلہ: باب مفاعلہ کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: جھگڑا کرنا، بحث مباحثہ کرنا، کٹ جتنی کرنا، گذشتہ سورت کی آخری دو آیتوں میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو آخری پیغمبر ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی تھی، وہ اس دعوت کو قبول کریں گے یا نہیں؟ ان کو آخری آیت میں یہ بھی سمجھایا تھا کہ نبوت اور کتاب کسی قوم کی میراث نہیں، یہ اللہ کا فضل ہے، وہ کسی کو بھی یہ نعمت دے سکتے ہیں، یہ بات ان کی سمجھ میں آئے گی یا نہیں؟ اس سورت کے شروع میں اشارہ ہے کہ وہ یہ دعوت قبول نہیں کریں گے، کٹ جتنی کریں گے، یہود آج تک یہی کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام آخری رسول ہیں، اور تورات اللہ کی آخری کتاب ہے، اس کے بعد نہ کوئی کتاب ہے نہ رسول، عیسائی بھی ایسی ہی بات کہتے ہیں، ان کا یہ جھگڑا قیامت تک چلے گا، اللہ تعالیٰ ان کی کٹ جتنی دیکھ رہے ہیں، یہ اس سورت کا سابق سے ربط ہے، اور عام ربط واضح ہے، یہ سورت مدنی ہے، اور مدنی سورتوں میں احکام ہوتے ہیں۔

اس سورت کے شروع کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے ظہار کیا، جاہلیت میں ظہار سے بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی تھی، خولہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور ماجرا بیان کیا، آپ نے پہلے سے جو حکم تھا وہ بتا دیا، کیونکہ ابھی تک اسلامی شریعت میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا، خولہ نے آپ سے جھگڑا شروع کیا، اور اللہ سے فریاد کی، پس ظہار کا حکم نازل ہوا کہ ظہار سے حرمت موبدہ نہیں ہوتی، موقوفہ ہوتی ہے، کفارہ دینے پر حرمت ختم ہو جاتی ہے — غرض: گفتہ آید در حدیث دیگر اں کے طور پر اشارہ کیا ہے کہ اہل کتاب ایمان کی دعوت قبول نہیں کریں گے، کٹ جتنی کریں گے۔



رُكُوعَاتُهَا ۳

(۵۸) سُورَةُ الْمَجَادِلِ تَمَكَّرَتْ بِهَا (۱۰۵)

آيَاتُهَا ۲۷

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ  
تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝ الَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْكُمْ مَنْ نَسَاءِهِمْ مَا هُنَّ  
أُمَّهَاتِهِمْ إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ إِلَّا آئِي وَلَدَنَّهُمْ ۝ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا  
وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوفٌ غَفُورٌ ۝ وَالَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْ نَسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا  
فَتَحَرِيرُ رِقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَّمِثَ ذَلِكَ تُوَعِّطُونَ بِهِ ۝ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ  
خَبِيرٌ ۝ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَّمِثَ ذَلِكَ فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ  
فَأَطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا ذَلِكَ لِيُتَّقُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۝ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَلِلْكَافِرِينَ  
عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

نہیں ہیں وہ	مَا هُنَّ	تم دونوں کی بات چیت	تَحَاوُرَكُمَا <sup>(۱)</sup>	تحقیق سنی	قَدْ سَمِعَ
ان کی مائیں	أُمَّهَاتِهِمْ	بے شک اللہ تعالیٰ	إِنَّ اللَّهَ	اللہ نے	اللَّهُ
نہیں ان کی مائیں	إِنْ أُمَّهَاتُهُمْ	خوب سننے والے	سَمِيعٌ	بات اس کی جو	قَوْلَ الَّتِي
مگر جنھوں نے	إِلَّا آئِي <sup>(۳)</sup>	دیکھنے والے ہیں	بَصِيرٌ	جھگڑتی ہے آپ سے	تُجَادِلُكَ
جانا ان کو	وَلَدَنَّهُمْ	جو لوگ	الَّذِينَ	اپنے شوہر کے معاملہ میں	فِي زَوْجِهَا
اور بے شک وہ	وَإِنَّهُمْ	ماں کی پیٹھے جیسا کہتے ہیں	يُظْهِرُونَ <sup>(۲)</sup>	اور فریاد کرتی ہے	وَتَشْتَكِي
یقیناً کہتے ہیں	لَيَقُولُونَ	تم میں سے	مِنْكُمْ	اللہ کے سامنے	إِلَى اللَّهِ
اور پری (ناجائز)	مُنْكَرًا	اپنی بیویوں کو	مَنْ نَسَاءِهِمْ	اور اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں	وَاللَّهُ يَسْمَعُ

(۱) تحاور: مصدر باب تفاعل: باہم بات چیت کرنا۔ (۲) ظاہر مظارہ وظہار: بیوی سے کہنا: تو مجھ پر اسی طرح حرام ہے جس طرح میری ماں کی پیٹھے: اَنْتِ عَلَيَّ كَظْهِرِ أُمِّي (۳) اللّٰہی: اسم موصول بمعنی اللّٰوٰتھی۔

مِنَ الْقَوْلِ وَدُوْرًا وَرَانَ اللّٰهُ لَعَفُوًّا عَفُوْرًا وَالَّذِيْنَ يُظْهِرُوْنَ	بات اور جھوٹی بات اور بے شک اللہ یقیناً معاف کرنے والے بڑے بخشنے والے ہیں اور جو لوگ ماں کی پیٹھ جیسا کہہ بیٹھتے ہیں	اَنْ يَّمَا سَا <sup>(۲)</sup> اَلْكَانِ يَهْ (حکم) نصیحت کئے جاتے ہو تم اس کے ذریعہ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو	ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے کے یہ (حکم) نصیحت کئے جاتے ہو تم اس کے ذریعہ اور اللہ تعالیٰ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو	اَنْ يَّمَا سَا <sup>(۲)</sup> ذٰلِكُمْ <sup>(۳)</sup> تُوْعَطُوْنَ بِهْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامًا شَهْرِيْنَ مُدْتَابِعِيْنَ مِنْ قَبْلِ	ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے پس جو شخص طاقت نہ رکھے تو کھلانا ہے ساتھ غریبوں کو یہ (حکم) تا کہ ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور یہ (حکم) محفوظ علاقہ ہے اللہ کا اور نہ ماننے والوں کیلئے دروناک سزا ہے
---	---	---	---	--	---

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

### ظہار اور اس کا کفارہ

ظہار: ظہر سے ماخوذ ہے، جس کے معنی پشت کے ہیں، اور اصطلاحی معنی ہیں: بیوی کے پورے وجود کو یا اس کے نصف، چوتھائی وغیرہ کو یا ایسے عضو کو بول کر جس سے پورا وجود مراد لیا جاتا ہو، جیسے سر، چہرہ، گردن، شرمگاہ وغیرہ: اپنے نسبی یا سسرالی یا رضاعی محرم کے ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کا دیکھا جائز نہیں، ظہار: سخت گناہ ہے، وہ خلاف واقعہ اور بے ہودہ

(۱) لما قالوا: ما مصدریہ، اور لام بمعنی فی یا عن ای عن قولہم یعنی أنت علیٰ کظہر امی: کہہ کر بیوی کو حرام کیا، اب اس کو حلال کرنا چاہتا ہے (۲) قبل: مضاف، ان: مصدریہ، بتما سا: بہ تاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ (۳) ذلکم: مبتدا، تو عظون: خبر، تو عظون: ای تو جروں۔

بات ہے، اس لئے اس کی سزا مقرر کی ہے، جس کا نام کفارہ ہے، جب تک کفارہ ادا نہ کیا جائے بیوی سے صحبت جائز نہیں، کفارہ تین چیزیں ترتیب وار ہیں: (۱) غلام آزاد کرنا، مگر اب غلام نہیں رہے (۲) دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا (۳) اور بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے اس کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے۔

شان نزول: اوس بن الصامتؓ نے جو بہت بوڑھے تھے اپنی بیوی خولہؓ سے کہہ دیا: اَنْتِ عَلٰی كَظْهَرِ اُمِّی: تو میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح (حرام) ہے، زمانہ جاہلیت میں یہ لفظ ابدی حرمت کے لئے بولا جاتا تھا، خولہؓ خدمت نبوی میں اس کا حکم معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوئیں، آپؐ نے فرمایا: ”میری رائے میں تو تم اپنے شوہر پر حرام ہو گئیں“ یہ سن کر وہ واویلا کرنے لگیں کہ میری جوانی اس شوہر کی خدمت میں ختم ہو گئی، اب میں کہاں جاؤں؟ میرے بچوں کا کیا ہوگا؟ پھر انھوں نے اللہ سے فریاد کی کہ میرے لئے کوئی سہولت نازل فرما، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

آیات پاک: — واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپؐ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑ رہی ہے، اور اللہ سے فریاد کر رہی ہے، اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی بات چیت سن رہے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والے سب کچھ دیکھنے والے ہیں — یہ ظہار کے بیان کی تمہید ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ اہل کتاب دعوتِ ایمان قبول نہیں کریں گے، کٹ جیتی کریں گے۔

جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں — اس کا حکم اگلی آیت میں ہے — وہ ان کی مائیں نہیں — پس جاہلیت میں جو ظہار کو حرمتِ مؤبدہ سمجھا جاتا تھا وہ غلط تھا — ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنا ہے — دوسری کسی بھی عورت کو ماں کہنے سے وہ ماں نہیں بن جاتی — اور بلاشبہ وہ لوگ ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں — جس کا خمیازہ ان کو بھگتنا پڑے گا — اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے بخش دینے والے ہیں — یعنی کفارہ ادا کرنے سے گناہ معاف ہو جائے گا۔

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو گردن (غلام یا باندی) آزاد کرنا ہے، اس سے پہلے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں — دواعیٰ صحبت: شہوت سے چومنا، چھونا اور شرمگاہ کو دیکھنا بھی حرام ہے، البتہ بغیر شہوت کے دیکھنا، بات چیت کرنا اور ہاتھ لگانا حرام نہیں — اس حکم کے ذریعہ تمہیں نصیحت کی جاتی ہے — یعنی کفارہ کی مشروعیت تمہاری تنبیہ و نصیحت کے لئے ہے کہ پھر ایسی غلطی نہ کرو — اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی پوری خبر ہے — اس لئے تمہارے احوال کے مناسب احکام بھیجتا ہے، پھر دیکھے گا کہ تم کس حد تک ان پر عمل کرتے ہو۔

پس جو (برہ) نہ پائے تو لگاتار دو ماہ کے روزے ہیں، اس سے پہلے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ اگر کفارہ ادا کرنے سے پہلے صحبت کر لی تو بڑا گناہ کیا، توبہ کرے، اور آئندہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے یہ حرکت نہ کرے۔ اور روزوں کے درمیان اس عورت سے صحبت کر لی تو استیناف (از سر نو روزے شروع) کرے، سب روزے پھر سے رکھے۔ پس جو (اس کی بھی) طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ غریبوں کو کھانا کھلانا ہے۔ اور یہ کام بھی ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہونا چاہئے لیکن اگر بیچ میں صحبت کر لی تو گناہ تو ہوا، مگر کفارہ دہرانا نہیں پڑے گا، کیونکہ ﴿مَنْ قَبِلَ أَنْ يَتَمَاتَا﴾ کی قید مخصوص نہیں۔ یہ حکم اس لئے ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ یعنی جاہلیت کی باتیں چھوڑو، اللہ و رسول کے احکام پر چلو، جو مومن کامل کی شان ہے (فوائد)۔ اور یہ اللہ کی حدود (Boundaries) ہیں۔ اس کے اندر گھسنے کی کوشش مت کرو۔ اور نہ ماننے والوں کے لئے دردناک سزا ہے۔ ریزرو ایریے میں جو گھستا ہے وہ سزا پاتا ہے۔

فائدہ: اگر تشبیہ نہیں دی، بلکہ کہا: تو میری ماں کے برابر ہے، یا کہا: تو ماں کی طرح ہے، تو تین صورتیں ہیں: (۱) اگر تعظیم مقصود ہے یا یہ مراد ہے کہ تو بڑھیا نا کارہ ہوگی ہے تو کچھ نہیں ہوا (۲) اور طلاق دینا اور چھوڑنا مقصود ہے تو ایک طلاق بائنہ پڑگی (۳) اور صحبت کو حرام کرنا مقصود ہے تو ظہار ہو گیا، کفارہ دے کر رکھنا چاہئے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كِتَبُوا كَمَا كَتَبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ قَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ۖ يَوْمَ يُبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَبِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۗ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ	بے شک جو لوگ	کَمَا كَتَبَ	جس طرح ذلیل کئے گئے	بَيِّنَاتٍ	صاف صاف
اللَّهُ	مخالفت کرتے ہیں	الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ	جو	وَالْكَافِرِينَ	اور منکروں کے لئے
وَرَسُولَهُ	اللہ کی	وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ	ان سے پہلے گزرے	عَذَابٌ مُهِينٌ	رسوا کن سزا ہے
كِتَبُوا	اور اس کے رسول کی	بَيِّنَاتٍ	اور تحقیق اتارے گئے	يَوْمَ يُبْعَثُهُمُ اللَّهُ	جس دن
	ذلیل کئے جائیں گے	بَيِّنَاتٍ	احکام	جَبِيْعًا	اٹھائیں گے ان کو

(۱) حَادُّ مُحَادَّةٌ وَمُحَادَّةٌ: مخالفت کرنا (۲) كِتَبُوا: ماضی مجہول، كَتَبَ (ض) كَتَبُوا: ذلیل و خوار کرنا (۳) يَوْمَ: مہین کا ظرف ہے (جمل)

اور اللہ تعالیٰ	وَ اللّٰهُ	کے انھوں نے	عَمِلُوا	اللہ سبھی کو	اللّٰهُ جَمِيعًا
ہر چیز پر	عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ	گن رکھا ہے، سکو اللہ نے	أَحْصَاهُ اللّٰهُ	پس آگاہ کریں گے ان کو	فَيَنبِئُهُمْ
گواہیں ہیں	شَهِيدًا	اور بھول گئے ہیں وہ اس کو	وَكُنُوسًا	ان کاموں سے جو	بِمَا

### حدود اللہ کی پاسداری

یہ آیتیں حکم ظہار کا تمہ ہیں، ظہار کے بعد کفارہ ادا کرنے سے پہلے بیوی سے صحبت اور دوائی صحبت حرام ہیں، اور تمام حرام امور حدود اللہ ہیں، حدیث میں ہے کہ جس طرح حکومتیں سرکاری جانوروں کے لئے چراگاہ مخصوص کرتی ہیں، جن میں پبلک کو جانور چرانے کی اجازت نہیں ہوتی، اسی طرح اللہ نے جو کام حرام کئے ہیں، وہ اللہ کا محفوظ اریا ہیں، مومنین کو اس کی حدود میں داخل ہونے کی اجازت نہیں (تحفۃ القاری: ۱: ۲۹۶)

آیاتِ پاک: — جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں — یعنی ان کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے — وہ یقیناً ذلیل و خوار ہونگے — دنیا میں بھی — جیسے ان سے پہلے گذرے ہوئے — یعنی یہود و نصاریٰ اپنے اپنے زمانہ میں — ذلیل و خوار ہوئے — آج مسلمانوں کی زبوں حالی کا ایک سبب احکام الہی سے روگردانی ہے — اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے صاف صاف احکام نازل کئے ہیں — پھر ان کا احترام کیوں نہیں کیا جاتا؟ اور ان کو مسلمانوں کی حکومتوں میں کیوں راج نہیں کیا جاتا؟ — اور نہ ماننے والوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے — کب؟ — جس دن اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کریں گے — ماننے والوں کو بھی اور نہ ماننے والوں کو بھی — پھر ان کو ان کا کیا ہوا جتلائیں گے، اللہ نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے، گو وہ اس کو بھول گئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے گواہ (حال بتلانے والے) ہیں۔

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَٰبِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا آدْنَىٰ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا ۗ ثُمَّ يَنبِئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

أَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا تو نے	أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ تعالیٰ	يَعْلَمُ	جانتے ہیں
-------------	----------------------	---------------	----------------	----------	-----------



مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى تَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رٰبِعُهُمْ	جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے نہیں ہوتی کوئی سرگوشی تین کی مگر وہ ان کے چوتھے ہیں	وَلَا حَسٰبَةٌ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرُ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ	اور نہ پانچ کی مگر وہ اس کے چھٹے ہیں اور نہ کم اس سے اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہیں	اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنۡزِلُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ	جہاں کہیں ہوں وہ پھر بتلائیں گے ان کو جو کچھ کیا انھوں نے قیامت کے دن بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں
--	--	--	---	---	---

ہر چیز اللہ کے سامنے ہے، وہ ہر سرگوشی سے واقف ہیں

حضرت خولہؓ نے نبی ﷺ سے راز دارانہ گفتگو کی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی، جب خولہ اپنے شوہر کی شکایت بیان کر رہی تھی، پھر بھی میں بعض باتیں نہ سن سکی، اور اللہ نے سن لی۔ اسی طرح گذشتہ آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے گواہ ہیں، شہید اور شاہد: ایک ہیں، دونوں کے معنی ہیں: احوال بتلانے والے، گواہ قاضی کو احوال بتلاتا ہے، اللہ تعالیٰ گواہ بایں معنی ہیں کہ ہر چیز ان کے سامنے ہے، اور وہ ہر مشورہ میں شریک ہیں، وہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے اعمال جتلا دیں گے۔

آیتِ کریمہ: — کیا آپ نے دیکھا نہیں — یعنی غور نہیں کیا — کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور جو کچھ زمین میں ہے — یعنی کائنات کا کوئی ذرہ ان کے علم سے باہر نہیں — کوئی تین آدمیوں کی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھے وہ نہ ہوں، اور نہ پانچ کی جس میں چھٹے وہ نہ ہوں، اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتے ہیں، خواہ وہ کہیں بھی ہوں — مشورہ دو کا بھی ہو سکتا ہے، مگر اختلاف کی صورت میں ترجیح دشوار ہوگی، اور طاق عدد کی رعایت اولیٰ ہے، اور ایک کے بعد پہلا طاق عدد تین ہے، پھر پانچ، اس لئے ان کو لیا، پھر تعظیم کر دی — پھر وہ قیامت کے دن ان کو ان کے کئے ہوئے کام جتلائیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی خوب خبر ہے!

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَْعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَبَّوْنَ بِاللَّيْلِ  
وَالْعُدُوَانَ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُوْلِ وَاِذَا جَاؤُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحْيِكَ بِهٖ اللّٰهُ وَيَقُوْلُوْنَ

فِي أَنفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللَّهُ بِمَا نَقُولُ حَسْبُكُمْ جَهَنَّمُ يَصَلُّونَهَا فَيَسُ الْمَصِيدُ

اپنے دلوں میں	فِي أَنفُسِهِمْ	اور نافرمانی کی	وَمَعصِيَتِ	کیا نہیں دیکھا تو نے	أَلَمْ تَرَ
کیوں نہیں	لَوْلَا	رسول کی	الرَّسُولِ	ان کی طرف جو	إِلَى الَّذِينَ
سزا دیتے ہمیں	يُعَذِّبُنَا	اور جب	وَإِذَا	روکے گئے	نُهَا
اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	آتے ہیں وہ آپ کے پاس	جَاءَوكَ	سرگوشی سے	عَنِ النَّجْوَى
ان لفظوں کی وجہ سے جو	بِمَا	زندہ رہنے کی دعا دیتے	حَيَّوْكَ <sup>(۱)</sup>	پھر لوٹتے ہیں وہ	ثُمَّ يَعُودُونَ
بولتے ہیں ہم	نَقُولُ	ہیں وہ آپ کو	بِمَا لَمْ	اس بات کے لئے جو	لِمَا
کافی ہے ان کے لئے	حَسْبُكُمْ	ان الفاظ سے کہ نہیں	يُحْيِيكَ <sup>(۲)</sup>	روکے گئے وہ اس سے	نُهَا عَنْهُ
دورخ	جَهَنَّمُ	زندہ رہنے کی دعا دی		اور کا نا پھوسی کرتے	وَيَسْتَجِوْنَ
داخل ہو گئے وہ اس میں	يَصَلُّونَهَا	آپ کو	بِاللَّهِ	ہیں وہ	بِالْإِثْمِ
اور بری ہے (وہ)	فَيَسُ	ان لفظوں سے اللہ نے	وَيَقُولُونَ	گناہ کی	وَالْعُدَاوَانِ
لوٹنے کی جگہ	الْمَصِيدُ	اور کہتے ہیں وہ		اور زیادتی کی	

منافقین کو یقین ہی نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ ہر سرگوشی سنتے ہیں

روایات میں دو واقعے آئے ہیں:

۱- مسلمانوں اور یہود میں صلح تھی، مگر ان کا دل حسد سے بھرا ہوا تھا، اس لئے جب وہ کسی مسلمان کو دیکھتے تو اس کو پریشان خیالی میں مبتلا کرنے کے لئے آپس میں سرگوشی کرتے، مسلمان سمجھتا کہ میرے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں، نبی ﷺ نے ان کو اس سے منع کیا مگر وہ باز نہ آئے۔

۲- یہود جب خدمت نبوی میں آتے تو ازراہ خیاباٹ السلام علیکم کے بجائے السّام علیکم کہتے، سام کے معنی موت کے ہیں یعنی تم مرو، آپ جواب دیتے: علیک تم مرو!

مدینہ کے منافقین زیادہ تر یہودی تھے، جب گذشتہ آیت نازل ہوئی کہ ہر سرگوشی میں اللہ تعالیٰ موجود ہوتے ہیں، تو انہیں اس کا یقین ہی نہیں آیا، اور منع کرنے کے باوجود سرگوشیاں کرتے رہے، ان کی سرگوشیاں گناہ کی باتیں، ظلم

(۱) حیّوا: ماضی، جمع مذکر غائب: زندگی کی دعا دیتے ہیں، اور پارہ ۸ رکوع ۵ میں حیّوا ہے، وہ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔

(۲) یحییٰ: اصل میں یحییٰ تھا، مضارع، واحد مذکر غائب، مک: ضمیر مفعول، حیّی: بلیغ مقرون ہے، حیّاء اللہ: اللہ زندہ رکھے۔

وزیادتی کے پلان اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی باتیں ہوتی تھیں، اور وہ کہتے تھے کہ ہم المسام علیکم کہتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ہر بات جانتے ہیں تو ہمیں اس کی فوراً سزا کیوں نہیں دیتے، اس کا جواب دیتے ہیں کہ چھوٹے گناہوں کی سزا دنیا میں دیتے ہیں، تمہارا گناہ سنگین ہے، اس کی سزا آخرت میں ملے گی، تمہیں دوزخ میں جانا ہوگا، اور وہ براٹھکانا ہے!

آیت کریمہ: — کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جو سرگوشی سے روکے گئے، پھر وہ لوٹتے ہیں اس بات کی طرف جس سے وہ روکے گئے ہیں، اور وہ سرگوشیاں کرتے ہیں گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی — اور جب وہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایسے لفظ سے آپ کو سلام کرتے ہیں، جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں کیا — اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں: کیوں اللہ تعالیٰ ہمیں سزا نہیں دیتے اس لفظ کی وجہ سے جو ہم بولتے ہیں؟ — ان کے لئے جہنم کافی ہے، وہ لوگ اس میں داخل ہو گئے، پس وہ براٹھکانا ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْأَلْسِنَةِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبُرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ إِنَّمَا التَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزَنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

اور نہیں ہے وہ	وَلَيْسَ	نیکی اور پرہیزگاری کی	بِالْبُرِّ وَالتَّقْوَىٰ	اے وہ لوگو جو	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
نقصان پہنچانے والا	بِضَارِّهِمْ	اور ڈرو اللہ سے	وَاتَّقُوا اللَّهَ	ایمان لائے	آمَنُوا
ان کو	شَيْئًا	جس کی طرف	الَّذِي إِلَيْهِ	جب تم سرگوشی کرو	إِذَا تَنَاجَيْتُمْ
ذرا بھی	لَا	تم جمع کئے جاؤ گے	تُحْشَرُونَ	تو سرگوشی مت کرو	فَلَا تَتَنَاجَوْا
مگر اجازت سے	بِإِذْنِ	اس کے سوا نہیں کہ	إِنَّمَا	گناہ	بِالْأَلْسِنَةِ
اللہ کے	اللَّهُ	سرگوشی	التَّجْوَىٰ	اور زیادتی	وَالْعُدْوَانِ
اور اللہ ہی پر	وَعَلَى اللَّهِ	شیطان سے ہے	مِنَ الشَّيْطَانِ	اور نافرمانی	وَمَعْصِيَةِ
پس چلے کہ بھر سکیں	فَلْيَتَوَكَّلِ	تاکہ وہ دل گیر کرے	لِيَحْزَنَ	رسول کی	الرَّسُولِ
ایمان والے	الْمُؤْمِنُونَ	ایمان لانے والوں کو	الَّذِينَ آمَنُوا	اور سرگوشی کرو	وَتَنَاجَوْا

## مسلمانوں کی سرگوشی کا موضوع: برّ و تقویٰ

منافقین کی سرگوشی کا موضوع: گناہ، زیادتی اور رسول کی نافرمانی تھا، اب مسلمانوں کی سرگوشی کا موضوع متعین فرماتے ہیں، ان کی خفیہ میٹنگوں کا موضوع برّ و تقویٰ ہونا چاہئے۔ برّ کے معنی ہیں: نیکی کا کام، سورۃ البقرۃ (آیت ۱۷۷) میں نیکی کے کاموں کا بیان ہے: ﴿لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوا وُجُوهَكُمْ قَبْلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ الآیۃ: اللہ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، تمام آسمانوں کتابوں پر اور تمام پیغمبروں پر ایمان لانا، یتیموں پر، محتاجوں پر، مسافروں پر، سوال کرنے والوں پر اور گردن چھڑانے میں مال خرچ کرنا، نماز کی پابندی کرنا، زکات ادا کرنا، عہد و پیمان کی پاسداری کرنا اور تنگ دستی، بیماری اور جہاد میں برداشت کرنا، یہ سب نیکی کے کام ہیں۔ اور سورۃ النساء (آیت ۱۱۴) میں ہے: ﴿لَا حَزِينَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ﴾ الآیۃ: ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہوتی، ہاں جو لوگ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں کے بگڑے معاملات کو سنوارنے کی میٹنگیں کرتے ہیں: وہ ٹھیک ہیں، یہی نیک کام ہیں — اور تقویٰ کے معنی ہیں: پرہیزگاری، یعنی برے کاموں کے انسداد کی کوشش کرنا، یہ دو باتیں مسلمانوں کی سرگوشیوں کا موضوع ہونی چاہئیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَنَاجَوْا بِالْآثِمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشُرُونَ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم سرگوشی کرو تو گناہ، اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی مت کرو، اور نیکی اور پرہیزگاری کی سرگوشی کرو، اور اس اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے!

شیطان: مسلمانوں کو دل گیر کرنا چاہتا ہے، مگر وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا

منافقوں کی سرگوشیوں کا موضوع: گناہ، زیادتی اور رسول کی نافرمانی: اس لئے تھا کہ شیطان نے ان کو یہی تہی پڑھائی تھی، شیطان چاہتا ہے کہ مسلمانوں کو رنجیدہ کرے، مگر وہ اللہ کی مرضی کے بغیر کسی کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا، پس مسلمانوں کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے، منافقین جو چاہیں میٹنگیں بھریں: ہوگا وہی جو منظورِ خدا ہے۔

﴿إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْذَرَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَرَارِهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ﴾

ترجمہ: سرگوشی شیطان ہی کی طرف سے ہے، تاکہ وہ مسلمانوں کو رنج میں ڈالے، اور وہ اذنِ خداوندی کے بغیر کسی کو

ضر نہیں پہنچا سکتا، اور مسلمانوں کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

مجلس میں تین شخص ہوں تو دو کا نا پھوسی نہ کریں، تیسرا غم گین ہوگا (حدیث)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۗ  
وَإِذَا قِيلَ انشُرُوا فَانْشُرُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ ۖ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ  
دَرَجَاتٍ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَاجَعْتُمْ الرَّسُولَ  
فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْهِ نَجْوَاكُمْ صِدْقَةٌ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ وَأَظْهَرُهُ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا  
فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ ءَأَسْفَقْتُمْ أَنْ تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيْهِ نَجْوَاكُمْ صِدْقَةٌ ۖ فَإِذَا لَمْ  
تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَاقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۗ  
وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝

۲

اور اللہ	وَاللَّهُ	اور جب کہا جائے	وَإِذَا قِيلَ	اے وہ لوگو جو	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
ان کاموں جو تم کہتے ہو	بِمَا تَعْمَلُونَ	تم اٹھ کھڑے ہوؤ	انْشُرُوا <sup>(۲)</sup>	ایمان لائے	آمَنُوا
خوب واقف ہیں	خَبِيرٌ	تو اٹھ کھڑے ہو جایا کرو	فَإِنْ شُرُوا	جب کہا جائے	إِذَا قِيلَ
اے وہ لوگو جو	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	بلند کرتے ہیں اللہ	يَرْفَعِ اللَّهُ <sup>(۳)</sup>	تم سے	لَكُمْ
ایمان لائے	آمَنُوا	ان کے جو ایمان لائے	الَّذِينَ آمَنُوا	کشاہدی پیدا کرو	تَفَسَّحُوا <sup>(۱)</sup>
جب سرگوشی کرو تم	إِذَا تَاجَعْتُمْ	تم میں سے	وَمِنْكُمْ	مخفوں میں	فِي الْمَجَالِسِ
اللہ کے رسول سے	الرَّسُولَ	اور ان کے جو	وَالَّذِينَ	تو کشاہدی پیدا کرو	فَافْسَحُوا
تو آگے کرو	فَقَدِّمُوا	دیئے گئے علم	أُوتُوا الْعِلْمَ	کشاہدی پیدا کریں گے	يَفْسَحِ
سامنے	بَيْنَ يَدَيْهِ <sup>(۵)</sup>	مراتب	دَرَجَاتٍ <sup>(۴)</sup>	اللہ تعالیٰ تمہارے لئے	اللَّهُ لَكُمْ

(۱) فَسَّحَ (ف) فَسَّحَا لَهُ فِي الْمَجَالِسِ: کسی کو جگہ دینا، مجلس میں دوسرے کے لئے کشاہدی کرنا (۲) نَشُرُوا (ن) نَشُرُوا عَنْ مَكَانِهِ: کسی جگہ سے اٹھ کھڑا ہونا (۳) يَرْفَعُ: جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے، ملانے کے لئے کسرہ دیا ہے، اسی طرح يَفْسَحِ اللَّهُ كَمَا مَعَالِمِهِ (۴) دَرَجَاتٍ: برفوع کا مفعول ثانی ہے (۵) بَيْنَ يَدَيْهِ: مجاورہ ہے، ہدی کا ترجمہ نہیں کرتے۔

پس اہتمام کرو	فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا	کیا ڈر گئے تم	ءَأَشْفَقْتُمْ	اپنی سرگوشی کے	نَجُوبِكُمْ
نماز کا	الصَّلَاةَ	آگے کرنے سے	أَنْ تُقَدِّمُوا <sup>(۱)</sup>	خیرات کو	صَدَقَةً
اور دو	وَأَتُوا	سامنے	بَيْنَ يَدَيْكُمْ	یہ	ذَلِكَ
زکات	الزَّكَاةَ	اپنی سرگوشی کے	نَجُوبِكُمْ	بہتر ہے تمہارے لئے	حَذِيرٌ لَّكُمْ
اور کہا مانو	وَاطِيعُوا	خیراتوں کو	صَدَقَاتِ	اور پاکیزہ	وَأَظْهَرُ
اللہ کا	اللَّهُ	پس جب نہیں	فَإِذْ لَمْ	پس اگر نہ	يَقَانُ لَكُمْ
اور اس کے رسول کا	وَرَسُولَهُ	کیا تم نے	تَفَعَّلُوا	پاؤ تم	تَعَجَّدُوا
اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ	اور توجہ فرمائی	وَتَأْتَابُ	پس بے شک اللہ تعالیٰ	يَقَاتُ اللَّهُ
خوب جانتے ہیں	حَسِيرٌ	اللہ نے	اللَّهُ	بڑے بخشنے والے	غَفُورٌ
ان کاموں کو جو تم کرتے ہو	بِسَاءِ تَعْمَلُونَ	تم پر	عَلَيْكُمْ	بڑے رحم والے ہیں	رَحِيمٌ

مشورہ میں کوئی بزرگ یا عالم دیر سے پہنچیں تو صدر ان کو بٹھانے کا اہتمام کرے

بزرگ: کے لغوی معنی ہیں: بوڑھا، بڑی عمر کا، اور اصطلاحی معنی ہیں: نیک بندہ، ایمان میں پختہ، اور عالم: وہ ہے جسے اللہ نے دین کا علم دیا ہے، جب کسی معاملہ میں مشورہ کے لئے مجلس طلب کی جائے تو بڑوں کو جلدی پہنچانا چاہئے، تاکہ ان کو مناسب مقام ملے، لیکن اگر کسی وجہ سے دیر ہو جائے تو صدر مجلس کو چاہئے کہ ان کو مناسب جگہ بٹھائے، اور اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک: مجلس حلقہ کشادہ کرے۔ دوم: کسی کو اس کی جگہ سے اٹھایا جائے۔

عرب دائرہ بنا کر بیٹھتے ہیں، اس کو کشادہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ سب تھوڑا تھوڑا پیچھے ہٹیں، آنے والے کے لئے جگہ نکل آئے گی، ہم لوگ مل کر بیٹھتے ہیں، پس لوگ سمٹ جائیں تو پیچھے جگہ نکل آئے گی، مگر اس سے مسئلہ حل نہیں ہوگا، کیونکہ آنے والے کو آگے بٹھانا ہے، اس لئے کسی کو اس کی جگہ سے اٹھانا ہوگا، یہ بات پہلی بات سے بھاری ہے، اس لئے پہلی صورت میں صرف خوش خبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی کریں گے، جنت میں وسیع جگہ عنایت فرمائیں گے، اور دوسری صورت کو مدلل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور اہل علم کا درجہ بلند کیا ہے، پس تمہیں اس کی پاسداری کرنی چاہئے، اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے کہ کون خوشی سے اٹھتا ہے اور کون ناخوشی سے؟ جو خوشی سے اٹھے گا وہ ثواب پائے گا، اور جو ناخوشی سے اٹھے گا وہ محروم رہے گا۔

(۱) ان: مصدر یہ ہے یا اس سے پہلے من محذوف ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَقَسَّمُوا فِي الْمَجْلِسِ فَأَمْسَحُوا يَمْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَإِذَا قِيلَ انشُرُوا فَاَنْشُرُوا يَذِقْهُمُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ ذَرَبًا ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کشادگی پیدا کرو تو جگہ کھول دیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (جنت میں) کشادگی پیدا کریں گے، اور جب کہا جائے کہ اپنی جگہ سے اٹھ جاؤ تو اٹھ جایا کرو، اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کے اور اہل علم کے درجات بلند کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی پوری خبر ہے۔

فائدہ: آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان میں پختگی کا مقام: علم میں کمال سے بڑھا ہوا ہے، اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں پہلے کتاب الایمان لائے ہیں، پھر کتاب العلم، اور اگر دونوں باتیں جمع ہوں تو سونے پہ سہاگا!

### جو لوگ سرگوشی کے نام پر وقت ضائع کریں ان کے لئے قانون

نبی ﷺ کی مجلس میں ہر شخص آپ کا قرب چاہتا تھا، اس لئے منافقین بے فائدہ آپ کے کان میں باتیں کرتے تھے تاکہ لوگوں میں اپنی بڑائی جتلائیں، اس لئے حکم آیا کہ جو شخص نبی ﷺ سے سرگوشی کرنا چاہے وہ پہلے کچھ خیرات دے کر آیا کرے، اس میں کئی فائدے تھے: غریبوں کا تعاون، خیرات دینے والے کے نفس کا تزکیہ، مخلص اور منافق کے درمیان امتیاز اور سرگوشی کرنے والوں کی تکلیل، ہاں جس کے پاس خیرات کرنے کے لئے کچھ نہ ہو وہ اس قانون سے مستثنیٰ تھا۔ جب یہ حکم آیا تو منافقین نے مارے بجل کے یہ حرکت چھوڑ دی، اور مسلمان بھی سمجھ گئے کہ زیادہ سرگوشیاں اللہ کو پسند نہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَجَمُّعْتُمْ الرُّسُلَ فَقَدْ مَوَّأَيْنَا بَيْنَ يَدَيْكُمْ صِدْقَةً ۚ ذَلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَظْهَرُ ۚ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا قَانَ اللَّهِ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم اللہ کے رسول سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دیا کرو، یہ تمہارے لئے بہتر اور پاکیزہ ہے، پس اگر مقرر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

### سرگوشی سے پہلے خیرات کا وجوب ختم، مقصود اطاعت کا پتہ چلانا تھا

گذشتہ آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خیرات کا حکم وجوبی تھا، البتہ ناداری کی صورت مستثنیٰ تھی، اب اس آیت کے ذریعہ اس کا وجوب ختم کرتے ہیں، کیونکہ جس مصلحت سے وہ حکم تھا وہ مصلحت حاصل ہوگئی، مقصود اطاعت کا پتہ چلانا تھا اور سرگوشی کا سد باب کرنا تھا، جو حاصل ہو گیا، لوگ احتیاط کرنے لگے، اور کرب کے لئے نماز، زکات اور اطاعت کو ضروری قرار دیا۔

﴿ اَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقْرَمُوا بِبَيْنٍ يَدِنَا نَجُوبِكُمْ صَدَقْتُمْ فَاذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللهُ عَلَيْكُمْ فَاقْتَبُوا الصَّلَاةَ وَاتُوا الزَّكَاةَ وَاَطِيعُوا اللهَ وَرَسُولَهُ وَاللهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴾ ﴿

ترجمہ: کیا تم لوگ اپنی سرگوشی سے پہلے خیراتیں دینے سے ڈر گئے؟ — کہ یہ تو بہت بھاری حکم ہے! — سو جب تم نے اس پر عمل نہیں کیا — صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا، انھوں نے ایک دینار خیرات کر کے تہجائی میں بات کرنے کا وقت لیا — اور اللہ نے تمہارے حال پر توجہ فرمائی، پس نماز کا اہتمام کرو، اور زکات دیا کرو، اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانا کرو، اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللهُ عَلَيْهِمْ ۗ مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۗ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَی الْكٰذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۗ ﴿۱﴾ اَعَدَّ اللهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا لِّاَنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲﴾ اِتَّخَذُوْا اٰیْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللهِ فَكُفِّرُوْا عَنْ عَذَابِ مُّهِیْنٍ ﴿۳﴾ لَنْ تُغْنِيَّ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللهِ شَيْئًا ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۵﴾ اِسْتَعْوَدَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنسَمُوْهُمُ ذِكْرَ اللهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۗ اَلَا اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶﴾

اَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا تو نے	مَا هُمْ مِنْكُمْ	نہیں ہیں وہ تم میں سے	اَعَدَّ اللهُ	تیار کیا ہے اللہ نے
اِلَى الَّذِيْنَ	ان لوگوں کو جو	وَلَا مِنْهُمْ	اور نہیں وہ ان میں سے	لَهُمْ	ان کے لئے
تَوَلَّوْا <sup>(۱)</sup>	دوستی کرتے ہیں	وَيَحْلِفُوْنَ	اور قسمیں کھاتے ہیں وہ	عَذَابًا شَدِيْدًا	سخت عذاب
قَوْمًا	ایسے لوگوں سے	عَلَى الْكٰذِبِ	جھوٹی	لَاِنَّهُمْ سَاءَ <sup>(۲)</sup>	بیشک انھوں نے برا کیا
غَضِبَ	(ک) غضبناک ہوئے ہیں	وَهُمْ	در انحالیکہ وہ	مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	جو کیا کرتے تھے وہ
اللهُ عَلَيْهِمْ	اللہ تعالیٰ ان پر	يَعْلَمُوْنَ	جاتے ہیں	اِتَّخَذُوْا	بنایا انھوں نے

(۱) انکو لو: ماضی، صیغہ جمع مذکر غائب، قولی کا تعدیہ جب بلا واسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی دوستی کرنے کے ہوتے ہیں (۲) انہم ساء: جملہ مابعد کی طرف مضاف ہے۔



سناو بے شک وہ	أَلَا إِنَّهُمْ	دورخ والے ہیں	أَصْحَابِ النَّارِ	اپنی قسموں کو	أَيُّهَا نَهْمُ
ہی جھوٹے ہیں	هُمْ الْكٰذِبُونَ (۳)	وہ اس میں	هُمْ فِيهَا	ڈھال	جِنَّةٌ
غلبہ پایا ہے ان پر	اسْتَعْوَذَ عَلَيْهِمُ	ہمیشہ رہنے والے ہیں	خٰلِدُونَ (۲)	پس روکا انھوں نے	فَصَدَّوْا
شیطان نے	الشَّيْطٰنُ	جس دن اٹھائیں گن کو	يَوْمَ يَبْعَهُمُ	اللہ کے راستہ سے	عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ
پس بھلا دی ہے ان کو	فَاَنْسَهُمْ	اللہ تعالیٰ سبھی کو	اللّٰهُ جَمِيعًا	پس ان کے لئے سزا ہے	فَاَكْهَمَهُمْ عَذَابٌ
اللہ کی یاد	ذَكَرَ اللّٰهُ	پس قسمیں کھائیں گے	فَيَحْلِفُونَ لَهُ	رسوا کن	مُصْهِينٌ
وہ گردہ ہے	اَوْ لَيْكَ حِزْبٌ	وہ اس کے سامنے	وہ اس کے سامنے	ہرگز کام نہیں آئے گی	لَنْ تَعْنِي
شیطان کا	الشَّيْطٰنِ	جس طرح	كَمَا	ان کے	عَنْهُمْ
سناو بے شک	اَلَا اِنَّ	قسمیں کھاتے ہیں وہ	يَحْلِفُونَ	ان کی دولت	اَمْوَالَهُمْ
گردہ شیطان کا	حِزْبِ الشَّيْطٰنِ	تمہارے سامنے	تَكْمُ	اور نہ ان کی اولاد	وَلَا اَوْلَادُهُمْ
ہی گھالٹے میں رہنے	هُمْ الْخٰسِرُونَ	اور گمان کرتے ہیں وہ	وَيَحْسِبُونَ	اللہ کے بدل کچھ بھی	وَمِنَ اللّٰهِ شَيْئًا (۱)
والا ہے		کہ وہ کسی چیز پر ہیں	اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ	وہ لوگ	اَوْ لَيْكَ

## منافقین کے احوال

ظہار کے حکم کے بعد سے منافقین کے ساتھ گفتگو چل رہی ہے، وہ گفتگو ان آیات پر پوری ہو رہی ہے، ان آیات میں منافقین کے تعلق سے چار باتیں بیان کی ہیں:

پہلی بات: — منافقین نہ مسلمانوں میں ہیں نہ یہود میں — منافقین: مسلمانوں میں شامل نہیں، کیونکہ وہ دل سے کافر ہیں، اور وہ یہود سے ساز باز رکھتے ہیں جو غضوب علیہم ہیں، مگر پوری طرح وہ ان کے ساتھ بھی نہیں، کیونکہ زبان سے خود کو مسلمان کہتے ہیں، پس وہ دھوبی کے کتے ہیں، نہ گھر کے نہ گھاٹ کے، نہ ادھر کے نہ ادھر کے! اور مسلمانوں کے سامنے جو وہ قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں تو وہ جانتے ہیں کہ وہ جھوٹی قسمیں ہیں، ان کی یہ دغلی پالیسی ہے، جو بہت بری ہے، ان کے لئے سخت عذاب تیار ہے۔

﴿الْمُتَكِّرِينَ الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِمَّا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا يَتُوبُونَ عَلَيْهِمْ كَمَا تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّوْا﴾ (۱) یعنی: برائے بدل ہے، جیسے: ﴿ارْحَبْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ﴾ (۲) یوم: خالدون کا طرف ہے (۳) استحواذ: قابو میں کر کے ہانکنا۔

يَعْلَمُونَ ۚ اَعَدَّ اللهُ لَكُمْ عَذَابًا شَدِيدًا لِانْتَهَمْتُمْ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٥٠﴾

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا نہیں جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوئے ہیں، نہ وہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے ہیں، اور جانتے بوجھتے وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت سزا تیار کی ہے، بے شک وہ بڑے بڑے کام کیا کرتے تھے۔ یعنی ان کی دوغلی پالیسی ان کی بہت بری حرکت تھی۔

دوسری بات: — منافقین کی قسمیں ان کی سپر ہیں — منافقین: جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنی جال و مال کو بچاتے ہیں، اور اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے دوستی کے پیرائے میں دوسروں کو اللہ کی راہ پر آنے سے روکتے ہیں، سو یاد رہے کہ یہ لوگ اس طرح کچھ عزت نہیں پاسکتے، سخت ذلت کے عذاب میں گرفتار ہونگے، اور جب سزا کا وقت آئے گا اللہ کے ہاتھ سے کوئی بچا نہیں سکے گا، نہ مال کام آئے گا نہ اولاد، جن کی حفاظت کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے پھرتے ہیں (نوٹ)

﴿اِتَّخَذُوا اٰيْمَانَهُمْ بَيِّنَةً فَوَضَعُوْا عَنْ سَبِيْلِ اللهِ فَكُفُّوا عَنَّا يَوْمَ يَكْفُرُ الْمُنٰفِقُونَ ۗ لَوْ لَا اَوْلٰٓءُ دُوْنَهُمْ مِّنَ اللهِ شَيْئًا ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٥١﴾﴾

ترجمہ: انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنایا ہے، پس وہ روکتے ہیں اللہ کے راستہ سے، پس ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے، ہرگز کام نہیں آئے گی ان کے: ان کی دولت اور نہ ان کی اولاد اللہ کے بدل کچھ بھی! یہ لوگ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے — من اللہ میں مجاز بالخذف بھی ہو سکتا ہے، ای: من عذاب اللہ، اب من کو برائے بدل لینے کی ضرورت نہیں۔

تیسری بات: — منافقین اللہ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے — یہاں کی عادت پڑی ہوئی وہاں بھی نہیں جائے گی، جس طرح تمہارے سامنے جھوٹ بول کر بیچ جاتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے ہوشیار ہیں، دیکھو مسلمانوں کا کیسا آٹو بنایا، ہم بڑی اچھی چال رہے ہیں، اسی طرح اللہ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے کہ پروردگار! ہم ایسے نہ تھے، مخلص مسلمان تھے، اور وہ خیال کریں گے کہ انھوں نے کچھ بات بنالی، اب شاید ان کی رہائی ہو جائے، مگر ہیهات: دور ہے! جھوٹوں کو ان کے گھر تک پہنچایا جائے گا۔

﴿يَوْمَ يَنْبَغِيْكُمْ اللهُ جَمِيْعًا فَيُخَلِّفُوْنَ لَهُ كَمَا يَخْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰٓى شَيْءٍ اٰكْرٰٓءُ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿٥٢﴾﴾

ترجمہ: جس دن اللہ تعالیٰ ان کو سب کو دوبارہ پیدا کریں گے، پس وہ ان کے سامنے قسمیں کھائیں گے، جس طرح وہ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں، اور وہ خیال کریں گے کہ انھوں نے کچھ بات بنالی! سنو! بے شک وہی جھوٹے ہیں!

یعنی ان کے جھوٹ میں کوئی شبہ نہیں۔

چوتھی بات: — شیطان نے منافقوں پر پورا قابو پایا ہے، اس نے اللہ کی یاد بھی بھلا دی ہے، انھیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ اللہ بھی بالاتر کوئی ہستی ہیں، یہی لوگ شیطان کا لشکر ہیں، اور شیطان کے لشکر کا انجام ناکامی ہے، نہ دنیا میں ان کے منصوبے آخری کامیابی کا منہ دیکھیں گے، نہ آخرت میں وہ عذاب شدید سے بچ سکیں گے۔

﴿سَتَجِدُ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانَ فَإِنَّمَا يذُكَّرُ اللَّهُ أُولَئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۶۰﴾

ترجمہ: ان پر شیطان نے غلبہ پایا ہے، پس اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی ہے، یہی لوگ شیطان کا لشکر ہیں، سنو! شیطان کا لشکر گھائے میں رہنے والا ہے!

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذْلَلِينَ ﴿۶۰﴾ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿۶۱﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِنْهُ فَيُؤَيِّدُ خَلْفَهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَلِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۶۲﴾

۶۰  
۶۱  
۶۲

اللہ اور اس کے رسول کی	اللہ ورسولہ	زور آور	قوی	بے شک جو لوگ	إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ
اگرچہ ہوں وہ	وَلَوْ كَانُوا	زبردست ہیں	عَزِيزٌ	مخالفت کرتے ہیں	﴿۶۰﴾
ان کے باپ	أَبَاءَهُمْ	نہیں پائے گا تو	لَا تَجِدُ	اللہ اور اس کے رسول کی	اللَّهُ وَرَسُولَهُ
یا ان کے بیٹے	أَوْ أَبْنَاءَهُمْ	ان لوگوں کو	قَوْمًا	وہ لوگ	أُولَئِكَ
یا ان کے بھائی	أَوْ إِخْوَانَهُمْ	جو ایمان رکھتے ہیں	يُؤْمِنُونَ	نہایت ذلیل خوار ہیں	فِي الْأَذْلَلِينَ
یا ان کا کنبہ	أَوْ عَشِيرَتَهُمْ	اللہ پر	بِاللَّهِ	لکھ دیا ہے اللہ نے	كَتَبَ اللَّهُ
یہ لوگ	أُولَئِكَ	اور پچھلے دن پر	وَالْيَوْمِ الْآخِرِ	ضرور غالب رہونگا	لَأَغْلِبَنَّ
لکھ دیا (جمادیا)	كَتَبَ	دوستی کریں وہ	يُوَادُّونَ	میں اور میرے رسول	أَنَا وَرُسُلِي
ان کے دلوں میں	فِي قُلُوبِهِمْ	اس سے جو مخالفت کرے	مَنْ حَادَّ	بے شک اللہ تعالیٰ	إِنَّ اللَّهَ

(۱) حَادُّةٌ مُحَادَّةٌ: مخالفت کرنا (۲) وَاذَّةٌ مُوَادَّةٌ وَوِدَادًا: کسی کے ساتھ دوستی کرنا

الْإِيمَانُ	ایمان	مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے سے	وَرَضُوا عَنْهُ	اور خوش ہوئے وہ اللہ
وَأَيَّدَهُمُ	اور قوی کیا ان کو	الْأَنْهَارُ	نہریں	أُولَئِكَ	یہ لوگ
بِرُوحٍ رَّحِيمَةٍ <sup>(۱)</sup>	اپنے فضل (نور) سے	خَالِدِينَ	ہمیشہ رہنے والے	حِزْبُ اللَّهِ	اللہ کا لشکر ہیں
وَيُدْخِلُهُمْ	اور داخل کریں گے ان کو	فِيهَا	ان میں	الْآرَانَ	سنو! بے شک
جَنَّاتٍ	باغات میں	رَضِيَ اللَّهُ	خوش ہوئے اللہ	حِزْبُ اللَّهِ	اللہ کا لشکر
تَجْرِي	بہتی ہیں	عَنْهُمْ	ان سے	هُمْ الْمُفْلِحُونَ	ہی کامیاب ہونے والا ہے

### صحابہ رضی اللہ عنہم کے احوال

#### حزب اللہ (اللہ کا لشکر) کامیاب ہونے والا ہے

گذشتہ آیات کے آخر میں فرمایا ہے کہ شیطان کا لشکر (منافقین و کفار) گھائے میں رہنے والا ہے، اب اس کے بالمقابل فرماتے ہیں کہ اللہ کا لشکر کامیاب ہونے والا ہے، پہلے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرماتے ہیں:

قاعدہ کلیہ: جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سخت ذلیل لوگ ہیں۔

اس قاعدہ کی رو سے ازل سے یہ بات طے ہے کہ اللہ اور ان کے پیغامبر ہی غالب رہیں گے، جب کسی پیغمبر کا اور اس کے ساتھیوں کا دشمنوں سے مقابلہ ہوگا تو اتار چڑھاؤ تو ہوگا، ورنہ غیب سے پردہ ہٹ جائے، ہمیشہ اللہ کا لشکر ہی غالب رہے تو حق واضح ہو جائے، پھر امتحان کیا رہا؟ اس لئے نشیب و فراز تو آئیں گے۔ مگر آخر میں اللہ کا لشکر سرخ رُو ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ زور آور و بردست ہیں، ان کی نصرت جند اللہ کے ساتھ ہوگی۔

جند اللہ کی کامیابی کے لئے شرط: مگر اللہ کے لشکر کی کامیابی کے لئے ایک شرط ہے، اور وہ مخالفوں سے بے تعلقی ہے، جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں وہ مخالفین اسلام سے دوستی کا تعلق رکھ ہی نہیں سکتے، چاہے وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی اور کنبہ کے لوگ ہوں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مومنین کے دلوں میں ایمان پہاڑ کی طرح جما ہوا ہوتا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے کچھ تعلق نہ رہے، مزید اللہ تعالیٰ اپنے لشکر کو خاص فیض (نور) سے قوی بھی کرتے ہیں، اس لئے کامیابی ان کے قدم چومتی ہے۔

جند اللہ کا آخرت میں صلہ: آخرت میں اللہ کے لشکر کو ایسے باغات ملیں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، اس (۱) روح کے معنی: نور، مدد اور فضل کے ہیں، حیات سے مراد: دینی حیات ہے، اور منہ: میں من اضافت کا ہے۔

لئے وہ سدا بہار ہونگے، اور مومنین ان میں ہمیشہ رہیں گے، اس کا لطف ہی اور ہے، عارضی اقامت گاہ خواہ کتنی ہی اچھی ہو بلطف ہوتی ہے، ذہن میں یہ رہتا ہے کہ ایک دن اس کو چھوڑنا ہے۔ اور باغات سے بڑی نعمت رضوان من اللہ ہے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہونگے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہونگے۔ یہی لوگ اللہ کا لشکر ہیں، اور یہی لوگ دارین میں کامیاب ہونے والے ہیں۔

**آیات پاک:** بے شک جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں — خواہ وہ کفار ہوں یا منافق — وہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں سے ہیں — یہ قاعدہ کلیہ ہے — اللہ تعالیٰ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ ضرور میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ زور آور زبردست ہیں — یہ قاعدہ کلیہ پر تفریع ہے۔

آپ نہیں دیکھیں گے ان لوگوں کو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ دوستی کرتے ہوں ان لوگوں سے جو اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، اگرچہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی اور کنبہ کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں — جنگ بدر میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کیا، جنگ احد میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبد الرحمن کے مقابلہ میں نکلنے کو تیار ہو گئے، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا، اور حضرات علی، حمزہ اور عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم نے اپنے کنبہ والوں کو قتل کیا۔

ان کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے، اور ان کو اپنے خاص فیض سے قوی کیا ہے — اور وہ ان کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے — اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوئے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے — یہ لوگ اللہ کا لشکر ہیں، سنتا ہے! بے شک اللہ کا لشکر ہی کامیاب ہونے والا ہے!

﴿۲۹﴾ شعبان ۱۴۳۷ھ = ۷ مئی ۲۰۱۶ء ﴿۲۹﴾



## بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ الحشر

رابط: گذشتہ سورت کے آخر میں حزب الشیطان اور حزب اللہ کا تذکرہ آیا ہے، حزب الشیطان ہمیشہ گھالے میں رہتا ہے، اور حزب اللہ فائز المرام۔ حزب الشیطان کا مصداق منافقین تھے، یہود مدینہ کے ساتھ وہ ساز باز رکھتے تھے، اور حزب اللہ کا مصداق اولیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے، اس سورت کے شروع میں اول کی ناکامی اور ثانی کی کامیابی کی منظر کشی کی گئی ہے، بنو نضیر کے مقابلہ میں اللہ کا لشکر کیسے کامیاب رہا؟ اس کو دیکھیں:

نبی ﷺ نے ہجرت کے فوراً بعد یہود کے ساتھ معاہدہ کیا تھا، مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ مشرکین اور یہود بھی آباد تھے، مشرکین سے زیادہ خطرہ نہیں تھا، کیونکہ مسلمان انہیں قبائل سے تعلق رکھتے تھے، مگر یہود مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے، اس لئے ان کے شرکا اندیشہ تھا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا، جس سے ان کے شر سے حفاظت ہو گئی۔

بنو نضیر: مدینہ سے مشرقی جانب میں چند میل کے فاصلہ پر آباد تھے، یہ لوگ بڑے جتھے والے اور سرمایہ دار تھے، ان کو اپنے مضبوط قلعوں پر ناز تھا، کعب بن اشرف ان کا شریسر دار تھا، بدر کی جنگ کے بعد وہ چالیس سواروں کے ساتھ مکہ گیا، اور کعبہ کے سامنے مسلمانوں کے خلاف قریش سے عہد و پیمانہ باندھا، اس کو محمد بن مسلمہ نے نمنا دیا، مگر بنو نضیر کی طرف سے بد عہدی کا سلسلہ جاری رہا، تا آنکہ انھوں نے نبی ﷺ کے قتل کا پلان بنایا، آپ ایک معاملہ میں چندہ کے لئے ان کے محلہ میں تشریف لے گئے، انھوں نے ایک دیوار کے پاس آپ کو بٹھایا، اور اوپر سے بھاری پتھر گرانا چاہا، مگر وحی سے آپ کو اطلاع ہو گئی اور آپ وہاں سے اٹھ کر مدینہ لوٹ آئے، اور مسلمانوں کو ان پر لشکر کشی کا حکم دیا، مسلمانوں نے نہایت سرعت و مستعدی کے ساتھ ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا، وہ مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے، اس لئے عام لڑائی کی نوبت نہیں آئی، انھوں نے گھبرا کر صلح چاہی، آخر یہ قرار پایا کہ وہ مدینہ خالی کر دیں، ان کی جانوں سے تعرض نہیں کیا جائے گا، اور جو مال و اسباب لے جاسکتے ہیں لے جائیں، ہتھیاروں کے علاوہ، اور مکانات اور باغات پر مسلمان قابض ہو گئے، یوں اللہ کا لشکر فائز المرام رہا اور شیطان کا لشکر نامراد ہوا۔ سورت کے شروع میں اسی واقعہ کا تذکرہ ہے، پھر مالِ فی کے احکام ہیں، پھر منافقین کی خبر لی ہے اور آخر میں مومنین سے خطاب ہے اور بالکل آخر میں قرآن کی اہمیت کا بیان ہے۔

## سُورَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۱)

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ هُوَ الَّذِي اَخْرَجَ  
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَخْرُجُوْا وَظَنُوْا  
اَنْهُمْ مَّا نَعْتُهُمْ حُصُوْدًا مِّنْ اِلٰهِ فَاَتَتْهُمْ اِلٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِي قُلُوْبِهِمُ  
الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُوْمِنِيْنَ ۗ فَاَعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصٰرِ ۗ وَلَوْلَا  
اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلٰءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ تٰتٰرٌ ۗ ذٰلِكَ  
يَاْتِيْكُمْ شَاقٌ وَّ رُسُوْلٌ ۗ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ مَا قَطَعْتُمْ  
مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً ۗ عَلٰٓا اَصُوْلِهَا فِیٰذِنِ اللّٰهِ وَلِيُخْرِجَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ	پاکي بيان کرتی ہیں	اَخْرَجَ	نکالا	اَنْهُمْ مَّا نَعْتُهُمْ	کہ انکو پجانے والے ہیں
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ	اللہ کے لئے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	(۱) ان کو جنھوں نے انکار کیا	حُصُوْدًا	ان کے قلعے
مَنْ اَخْرَجَ	جو چیزیں	مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ	کتاب والوں میں سے	مِّنْ اِلٰهِ	اللہ (کے عذاب) سے
فَاَتَتْهُمْ	آسمانوں میں ہیں	مِنْ دِيَارِهِمْ	ان کے گھروں سے	فَاَتَتْهُمْ	پس پہنچانے کے پاس
الرُّعْبَ	اور جو چیزیں	لِاَوَّلِ الْحَشْرِ	پہلی مرتبہ کی	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
وَلَوْلَا	زمین میں ہیں	مَّا ظَنَنْتُمْ	لشکر کشی میں	مِّنْ حَيْثُ	جہاں سے
اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلٰءَ	اور وہ زبردست	لَعَذَّبَهُمْ	نہیں گمان کیا تم نے	لَمْ يَحْتَسِبُوْا	گمان نہیں کرتے تھے وہ
ذٰلِكَ يٰٓاُولِي الْاَبْصٰرِ	بڑی حکمت والے ہیں	اَنْ يَخْرُجُوْا	کہ نکلیں گے وہ	وَقَذَفَ	اور ڈالا
وَقَذَفَ فِي قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ	وہی ہیں جنھوں نے	وَقَطَعْتُمْ	اور گمان کیا انھوں نے	فِي قُلُوْبِهِمْ	ان کے دلوں میں

(۱) اسلام: توحید و رسالت محمدی کے اقرار کا نام ہے، جو لوگ رسالت محمدی کے منکر ہیں وہ کافر ہیں، چاہے توحید کے قائل ہوں اور گذشتہ نبیوں اور کتابوں کو ماننے ہوں (۲) حشر: کے معنی ہیں: اجتماع، ہجوم، یہاں قیامت والا حشر مراد نہیں۔

پس بے شک اللہ سخت سزا دینے والے ہیں جو کالے تم نے کھجور کے درخت یا چھوڑ دیا تم نے ان کو کھڑا ہوا ان کی جڑوں پر پس اللہ کے حکم سے ہے اور تاکہ رسوا کریں وہ نافرمانوں کو	فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ رَّيْثَةٍ (۱) أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَبِخِزْيَةِ الْفَاسِقِينَ	ضرور سزا دیتے ان کو دنیا میں اور ان کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے یہ بات بائیں وجہ ہے کہ انھوں نے مخالفت کی اللہ کی اور اس کے رسول کی اور جو مخالفت کرتا ہے اللہ کی	كَعَذَابِهِمْ فِي الدُّنْيَا وَكُلُّهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ	رعب (دھاک) اجازت ہے ہیں وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور ہاتھوں سے مسلمانوں کے پس سبق لو اے آنکھوں والو اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ لکھ دی ہے اللہ نے ان پر جلا وطنی	الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَائِ
--	---	---	--	---	--

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو بے حد مہربان نہایت رحم والے ہیں

تقدیس و تجمید: سورت کریمہ اللہ کی پاکی اور بزرگی کے بیان سے شروع ہوئی ہے، ارشاد پاک ہے: — اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں — یہاں تک تقدیس ہے — اور وہ زبردست بڑی حکمت والے ہیں! — یہ تجمید ہے، اور دونوں باتوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے، جس میں کوئی عیب اور کمی نہیں وہ بزرگ (خویوں والا) ہے، اور ہر باکمال نقائص سے پاک ہوتا ہے، ورنہ ہر خوبی اس میں کہاں ہوئی؟ — کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کے بے عیب ہونے پر دلالت کرتا ہے، یہ تقدیس ہے، اور وہ زبردست بڑی حکمت والے ہیں: یہ بزرگی کا بیان ہے۔

### غزوہ بنو نضیر میں حزب اللہ کی کامیابی

مدینہ میں یہود کے تین چار قبیلے آباد تھے، ان میں زبردست اور زور آور بنو نضیر تھے، ان کا سردار کعب بن اشرف تھا، یہ عرب قبیلہ طے کا تھا، مگر اس کی ماں بنو نضیر کی تھی، اور اس کا محل بھی ان کے قلعہ کے قریب تھا، یہ بڑا شاطر شخص تھا، اس نے (۱) لینۃ: عجوہ کے علاوہ کھجور کا ہر درخت، جمع لیں۔



جنگ بدر کے بعد قریش کو اپنے سرداروں کا بدلہ لینے پر ابھارا، اس کو تو محمد بن مسلمہ نے نہ منادیا، مگر بنو نضیر کی شرارت پھر بھی جاری رہی، پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ قریش نے یہود کو لکھا کہ تم جاں دلوں اور قلعوں والے ہو، محمد (ﷺ) سے لڑو، ورنہ ہم تمہارے ساتھ یہ کریں گے وہ کریں گے، اور تمہاری عورتوں کے پازیب بھی اتار لیں گے۔ اس خط کے ملنے پر بنو نضیر نے عہد شکنی کا اور نبی ﷺ سے فریب کا ارادہ کیا، انہوں نے نبی ﷺ کو بیگانہ بھیجا کہ آپ تین آدمی اپنے ساتھ لے کر آئیں، ہمارے تین عالم آپ سے بحث کریں گے اگر ہمارے آدمی مطمئن ہو گئے تو ہم اسلام قبول کر لیں گے اور انہوں نے اپنے تینوں عالموں سے کہہ دیا کہ اپنے ساتھ خنجر چھپا کر رکھنا اور موقع ملنے ہی آپ کو قتل کر دینا۔

بنو نضیر میں ایک انصاری خاتون تھی اس کا بھائی مسلمان تھا اس نے اس سازش کی اطلاع اپنے بھائی کو دی، بھائی نے آکر آپ ﷺ کو خبر دی، چنانچہ نبی ﷺ نے مذکورہ کا ارادہ ترک فرما دیا۔

پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ بنو کلاب کے دو شخصوں کو عمر بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے غلطی سے قتل کر دیا، اس لئے ان کی دیت ادا کرنی ضروری تھی، اور معاہدہ کی رو سے اس میں اعانت کرنا یہود پر بھی واجب تھا، چنانچہ آپ چند صحابہ کے ساتھ بنو نضیر کی ہستی میں گئے ان لوگوں نے آپ کو اور صحابہ کو ایک دیوار کے پاس بٹھایا اور کہا: ہم مشورہ کر کے آپ کی ضرورت پوری کرتے ہیں، پھر وہ تنہائی میں جمع ہوئے اور باہم مشورہ کیا کہ آپ کو قتل کر دیا جائے تاکہ نہ رہے بانس نہ بچے بانسری! انہوں نے عمرو بن، حشاش کو تیار کیا کہ وہ چکی کا پاٹ لے کر چھت پر چڑھے اور آپ کے سر پر گرا دے، سلام بن مہکم نے منع بھی کیا کہ ایسا مت کرو، تمہارے ارادوں کی ان کو خبر ہو جائے گی، پھر ہمارے اور ان کے درمیان عہد و پیمانہ بھی ہے اور یہ حرکت اس کی خلاف ورزی ہے، مگر انہوں نے ایک نہیں سنی، سب اپنے منصوبہ کو رو بہ عمل لانے پر مہر رہے۔

ادھر وحی کے ذریعہ آپ کو یہود کے ارادہ کی خبر دیدی گئی، آپ تیزی سے اٹھ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، ساتھی تھوڑی دیر انتظار کر کے مایوس ہو کر مدینہ لوٹ آئے آپ نے ان کو بتلایا کہ یہود کا یہ ارادہ تھا اس واقعہ کے بعد آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا اور نوٹس دیا کہ تم لوگ مدینہ سے نکل جاؤ، اب تم یہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے، تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے، اس نوٹس کے بعد بنو نضیر نے جلاوطنی کی تیاری شروع کر دی، مگر رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے کہلا بھیجا کہ اپنی جگہ برقرار رہو، ڈٹ جاؤ اور گھر بار نہ چھوڑو، میرے پاس دو ہزار مردان جنگی ہیں، جو تمہاری حفاظت میں جان دیدیں گے اور اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کسی سے ہرگز سمجھوتہ نہیں کریں گے، اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور بنو قریظہ اور بنو غطفان جو تمہارے حلیف ہیں، وہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔

رئیس المنافقین کا یہ پیغام سن کر بنو نضیر کی خود اعتمادی لوٹ آئی، انھوں نے طے کر لیا کہ جلاوطن نہیں ہونا، ان کے سردار جحی بن اخطب کو توقع تھی کہ رئیس المنافقین نے جو کچھ کہا ہے وہ پورا کرے گا، چنانچہ اس نے جوابی پیغام بھیجا کہ ہم اپنے دیار سے نہیں نکلتے، آپ کو جو کرنا ہو کر لو، جب رسول اللہ ﷺ کو جحی بن اخطب کا جوابی پیغام ملا تو آپ نے صحابہ کو حکم دیا کہ بنو نضیر پر فوج کشی کرو، چنانچہ لشکر نے بنو نضیر کے علاقہ میں پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا، وہ قلعوں اور گھڑیوں میں پناہ گزیں ہو گئے اور فیصل سے تیر و پتھر برس آنے لگے، عبد اللہ بن ابی نے خیانت کی اور ان کے حلیف غطفان بھی مدد کو نہیں آئے اور بنو نضیر بھی الگ تھلک رہے۔

یہ محاصرہ کچھ زیادہ طویل نہیں ہوا، صرف چھ دن یا بقول بعض پندرہ دن جاری رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے، اور انھوں نے کہلوا لیا کہ ہم مدینہ سے نکلنے کے لئے تیار ہیں، آپ نے ان کی جلاوطنی کی پیشکش منظور کر لی اور اجازت دی کہ ہتھیار کے علاوہ جو ساز و سامان لے جاسکتے ہیں وہ لے کر بال بچوں سمیت کہیں چلے جائیں، ان میں سے اکثر نے اور ان کے لیڈروں نے خیبر کا رخ کیا، جحی بن اخطب اور سلام بن ابی اٹھتھق بھی خیبر چلے گئے اور ایک جماعت ملک شام روانہ ہوئی، صرف دو شخص: یامین بن عمرو اور ابو سعید بن وہب مسلمان ہوئے، نبی ﷺ نے شرط کے مطابق بنو نضیر کے ہتھیار، زمین، گھر اور باغات اپنے قبضہ میں لے لئے، اس طرح یہ دوسرا قبیلہ بھی جلاوطن کیا گیا۔

آیات پاک: — انھوں نے ہی — یعنی جن کا ذکر پہلی آیت میں آیا ہے کہ وہ بے عیب، زبردست بڑی حکمت والے ہیں انھوں نے ہی — نکال باہر کیا اہل کتاب کفار کو — اگرچہ وہ توحید کو، موسیٰ علیہ السلام کو اور تورات کو مانتے تھے، مگر نبی ﷺ کو نہیں مانتے تھے، اس لئے وہ کافر تھے — ان کے گھروں سے لشکر کشی کرتے ہی — یعنی وہ ایک ہی ہلہ میں گھبرا گئے، اور پہلی ہی مڈ بھڑ پر مکان اور قلعے چھوڑ کر بھاگنے کو تیار ہو بیٹھے، کچھ بھی ثابت قدمی نہ دکھلائی (فوائد) — تمہارا گمان نہیں تھا کہ وہ نکلیں گے — ان کے حلیف عبد اللہ بن ابی نے مدد کا یقین دلایا تھا، اور وہ خود بھی زبردست تھے — اور خود ان کا گمان تھا کہ ان کے قلعے ان کو بچالیں گے — یعنی ان کو اپنے قلعوں پر ناز تھا — پس اللہ تعالیٰ ان کے پاس پہنچے جہاں سے ان کو گمان نہیں تھا — یعنی اللہ کا لشکر پہنچا — اور ان کے دلوں میں (اللہ نے) رعب ڈال دیا — بے سروسامان مسلمانوں کی دھاک بٹھادی، ایک تو پہلے ہی اپنے سردار کعب بن اشرف کے ناگہانی قتل سے مرعوب اور خوب زدہ تھے، اب مسلمانوں کے اچانک حملے نے رہے سہے حواس بھی کھودینے — وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑ رہے ہیں — یعنی حرص و ہوس اور غیظ و غضب کے

جوش میں مکانوں کی کڑیاں، تختے اور کواڑ اکھاڑنے لگے، تاکہ جو بھی چیز ساتھ لے جاسکتے ہیں: لے جائیں، اور مسلمانوں نے بھی اس کام میں ان کا ہاتھ بٹایا — پس اے آنکھوں والو سبق لو! — یعنی اہل بصیرت کے لئے اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے، اور یہ قاعدہ کلیہ ہے، اس سے قیاس کی حجیت پر استدلال کیا گیا ہے، اعتبار کے معنی ہیں: موازنہ کرنا یعنی جو بھی اللہ و رسول کی مخالفت کرے گا اس کا انجام یہی ہوگا، پس علتِ حکم جہاں بھی پائی جائے گی حکم متعدی ہوگا۔

### حکمتِ الہی سے دنیا میں قتل کے بجائے جلا وطنی

ان غداروں کی واقعی سزا تو قتل تھی، جیسے ان کے برادر بنو قریظہ قتل کئے گئے، مگر ازل سے ان کی قسمت میں جلا وطنی لکھ دی تھی، اس لئے سستے چھوٹ گئے، لیکن یہ تخفیف صرف دنیوی عذاب میں ہے، آخرت کی ابدی سزا کسی طرح ان سے ٹل نہیں سکتی۔

﴿وَلَوْلَا اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ جُلُودًا لَّعَنَّا لَمَبَّهُمُ فِي الدُّنْيَا وَلَعُنَ لَعْنَةُ اللّٰهِ الْفٰسِقِيْنَ﴾  
 ﴿اللّٰهُ وَرَسُولُهُ ؕ وَمَنْ يَشَاقِقِ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جلا وطنی نہ لکھی ہوتی تو ان کو دنیا میں (قتل کی) سزا دیتے، اور ان کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے — یہ بات (دوزخ کی سزا) بایں وجہ ہے کہ انھوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں — یہاں دوبارہ رسول کا ذکر نہیں کیا، اس لئے کہ اللہ کی مخالفت میں رسول کی مخالفت شامل ہے۔

### جنگی مصلحت سے اہل حرب کے اموال جلانا افساد فی الارض نہیں

جب بنو نضیر کے قلعہ کا محاصرہ کیا گیا تو وہ قلعہ بند ہو گئے، باہر نکل کر دود و جنگ نہیں لڑتے تھے، اور ان کے قلعہ کو ان کے بویوۃ نامی نخلستان نے گھیر رکھا تھا، اس وجہ سے جنگ کے لئے میدان بھی نہیں تھا، چنانچہ نبی ﷺ نے حکم دیا کہ قلعہ کے ارد گرد جو بھجور کے درخت ہیں، ان کو کاٹو اور ان میں آگ لگاؤ، تاکہ وہ اپنے باغات کو بچانے کے لئے نکلیں، اور فیصلہ کن جنگ ہو، اور لڑائی کے لئے میدان بھی ہاتھ آئے، مگر وہ پھر بھی نہیں نکلے، اور درختوں کے کاٹنے اور جلانے پر اعتراض کرنے لگے کہ یہ افساد فی الارض ہے، مسلمان اس کی مخالفت کرتے ہیں، اور اس پر عمل پیرا بھی ہیں، اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِّيْنَةٍ اَوْ نَزَعْتُمْ مَوْهَا فَاِمْنَةٌ عَلٰٓا اَصُوْلَهَا فَاِذِنْ اللّٰهُ وَلِيُخْرِجَ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: جو گھوڑے کے درخت تم نے کاٹے، یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، یہ دونوں باتیں باذنِ الہی ہوئیں۔ یعنی اللہ کو یہ کاٹنا اور جلانا پسند آیا، اور درختوں کو باقی رہنے دینا بھی پسند آیا، کیونکہ جنگی مصلحت سے اہل حرب کے اسواں کا احراق افساد فی الارض نہیں۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ذلیل کریں۔ یہ احراق کی دوسری مصلحت ہے، وہ قلعہ کے اندر سے دیکھیں گے کہ مسلمان ان کی چیزوں میں کیسے تصرفات کر رہے ہیں! اور وہ ان کو روک نہیں سکیں گے، یہ ان کے لئے ذلت کی بات ہوگی۔

وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَا كِنَ  
اللَّهُ يَسِيطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اپنے رسولوں کو جس پر چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں	رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ	اس پر کوئی گھوڑا اور نہ کوئی اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ قبضہ دیتے ہیں	عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَا كِنَ ۗ وَاللَّهُ يَسِيطُ	اور جو لوٹایا اللہ نے اپنے رسول پر ان سے پس نہیں دوڑا یا تم نے	وَمَا أَفَاءَ (۱) اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ (۲)
---	--	--	---	--	---

### مالِ فِی کونسا مال ہے؟

کافروں سے بغیر جنگ کے مصالحت یا خود سپردگی کے طور پر جو مال حاصل ہو: وہ مالِ فِی ہے، اسی طرح اگر قدرے جنگ ہونے کے بعد دشمن مرعوب ہو کر صلح کی طرف مائل ہو، اور مسلمان قبول کر لیں تو جو مال حاصل ہو گا وہ بھی مالِ فِی ہے، بنو نضیر کا علاقہ: مکانات، بھیت اور باغات اسی طرح حاصل ہوئے تھے، اور اموالِ فِی حکومت کے کنٹرول میں ہوتے ہیں، اور ان کے مصارف اگلی آیات میں بیان ہوئے ہیں۔

آیت پاک: — اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان (بنو نضیر) سے دلوا یا، سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہیں قبضہ دلوا دیتے ہیں — یہ مالِ فِی کی تعریف ہے — اور اللہ تعالیٰ (۱) افاء علیہ المال: فِی کے طور پر کوئی مال دینا (باب افعال) افاء (ض) فیتا: لوٹنا، القسی: زوال کے بعد مشرق کی طرف لوٹنے والا سایہ۔ (۲) اَوْجَفَ دابتہ: چوپایے کو تیز دوڑانا، وَجَفَ (ض) اَوْجَفَا: تھر تھرا نا، کپکپانا۔

کو ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے۔

مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِللرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ كَمَا لَا يَكُونُ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ۚ وَمَا أَتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ لِّلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُوقِ شَعْنَهُ نَفْسَهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝

مَا أَفَاءَ	جو لوٹایا	وَالْمَسْكِينِ	اور محتاجوں کے لئے	فَخُذُوهُ	پس لو اس کو
اللَّهُ	اللہ نے	وَابْنِ السَّبِيلِ	اور مسافر کے لئے ہیں	وَمَا نَهَاكُمْ	اور جو روکا تم کو
عَلَى رَسُولِهِ	اپنے رسول پر	كَمَا لَا يَكُونُ	تاکہ نہ ہو جائے وہ مال	عَنْهُ	اس سے
مِنَ أَهْلِ الْقُرَىٰ	بستیوں والوں سے	دُولَةً <sup>(۱)</sup>	گردش کرنے والا	فَانتَهُوا	پس رک جاؤ تم
فَلِلَّهِ	پس اللہ کے لئے	بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ	مالداروں کے درمیان	وَاتَّقُوا اللَّهَ	اور ڈرو اللہ سے
وَلِلرَّسُولِ	اور رسول کے لئے	مِنْكُمْ	تم میں سے	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
وَلِذِي الْقُرْبَىٰ	اور شہداء و اوروں کے لئے	وَمَا أَتَاكُمُ	اور جو دیا تم کو	شَدِيدُ الْعِقَابِ	سخت سزا دینے والے ہیں
وَالْيَتَامَىٰ	اور یتیموں کے لئے	الرَّسُولِ	اللہ کے رسول نے	لِّلْفُقَرَاءِ	غریبوں کے لئے ہے

(۱) اللؤلؤ: اول بدل ہونے والی چیز کبھی کسی کے پاس اودھی کسی کے پاس، آنے جانے والی چیز جیسے سال اور اقتدار، دست گرداں چیز۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا أَنْ (مہاجرین) پہلے مِنْ قَبْلِهِمْ	وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ	اور (ان کیلئے) جو آئے ان کے بعد کہتے ہیں اے ہمارے رب!	وَالَّذِينَ سَبَقُونَا بِإِيمَانٍ	اور ہمیں پاتے وہ اپنے سینوں میں کوئی تنگی اس سے جو دیئے گئے وہ	وَالَّذِينَ سَبَقُونَا بِإِيمَانٍ	اور ہمارے بھائیوں کو جنہوں نے سبقت کی، ہم ایمان میں اور نہ بتائیں آپ ہمارے دلوں میں بیر (دشمنی)	وَالَّذِينَ سَبَقُونَا بِإِيمَانٍ	اور ہمارے رب! بے شک آپ بے حد شفقت کرنے والے بڑے رحم والے ہیں
وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ	وَالَّذِينَ سَبَقُونَا بِإِيمَانٍ	اور ہمارے رب! بے شک آپ بے حد شفقت کرنے والے بڑے رحم والے ہیں	وَالَّذِينَ سَبَقُونَا بِإِيمَانٍ	اور ہمارے رب! بے شک آپ بے حد شفقت کرنے والے بڑے رحم والے ہیں	وَالَّذِينَ سَبَقُونَا بِإِيمَانٍ	اور ہمارے رب! بے شک آپ بے حد شفقت کرنے والے بڑے رحم والے ہیں	وَالَّذِينَ سَبَقُونَا بِإِيمَانٍ	اور ہمارے رب! بے شک آپ بے حد شفقت کرنے والے بڑے رحم والے ہیں

(۱) حَبُوءُ الْمَكَانِ تَبُوءًا: جگہ بنانا، مقیم ہونا (۲) خِصَاصَةٌ: محتاجی، تنگ دستی، مفلوک الحالی (۳) الْعِلُّ: دل میں چھپا ہوا بغض و کینہ، دل کا میل کھوٹ۔

چاروں آیتوں کی ترکیب: ذی القربی تک حرف جر کے اعداد کے ساتھ عطف ہے، کیونکہ تینوں مصارف کی استقلالی حیثیت ہے، اللہ تعالیٰ تو مالک کل ہے، ان کا تذکرہ باقی مصارف کی دلداری کے لئے ہے، تا کہ باقی مصارف مالئی کو بھیک کا لقمہ نہ سمجھیں، وہ حلال و طیب اور باعزت ملنے والا مال ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ قاسم (بانٹنے والا) ہونے کی حیثیت سے بھی ہے۔ پھر ذوی القربی سے عہد نبوی میں مصارف کا بیان شروع ہوا ہے، اس لئے آگے تین مصارف کا ذوی القربی پر حرف جر لوائے بغیر عطف کیا، کیونکہ چاروں کی حیثیت یکساں ہے۔ اور للفقراء: لنوی القربی سے بدل ہے، پس یہ بھی مصرف ہے۔ اور آگے تین الذین ہیں پچھلے دو کا پہلے الذین پر عطف ہے، یعنی انصار اور بعد کے مسلمان بھی مصارف ہیں۔

## مالِ فِئی کے مصارف

ان چار آیتوں میں فِئی کے مصارف کا بیان ہے، اور یہ اہم آیتیں ہیں، ان میں چند ضمنی باتیں بھی ہیں، اس لئے پہلے چند باتیں عرض ہیں:

۱- فِئی: وہ مال ہے جو دشمن سے لڑے بغیر حاصل ہوا ہو، اور جو مال جنگ کر کے حاصل کیا جائے وہ غنیمت ہے، اس کا پانچواں حصہ مالِ فِئی کے حکم میں ہے، باقی چار اٹھاس مجاہدین کا حق ہیں۔

۲- فِئی اور خمس کے مصارف ایک ہیں، دسویں پارے کی پہلی آیت میں خمس کے مصارف کا بیان ہے، اور یہاں فِئی کے مصارف کا بیان ہے۔

۳- فِئی کے اموال حکومت چلانے کے لئے نہیں، فِئی کے مصارف قرآن نے متعین کر دیئے ہیں، انہیں مصارف میں خرچ کرنا ضروری ہے۔

۴- فِئی کے یہ مصارف متعین نہیں، امیر المؤمنین اپنی صوابدید سے اور جگہوں میں بھی خرچ کر سکتا ہے، نبی ﷺ نے حنین کے خمس میں سے موافقہ انقلاب کو بھی دیا ہے، جو قبائل کے بڑے لوگ اور مالدار تھے۔

۵- اموالِ فِئی اور غنیمت کا خمس حکومت کی تحویل میں رہے گا، امیر المؤمنین ان کا مالک نہیں، وہ صرف قاسم ہے۔

۶- ان آیات میں فِئی کے نو مصارف بیان کئے ہیں:

(الف) یہ مال اللہ کے لئے ہے، اللہ کا ذکر باقی مصارف کی ولداری کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ تو کائنات کے مالک ہیں۔

(ب) یہ مال اللہ کے رسول کے لئے ہے، آپ اس میں سے اپنی ازواج کو سال بھر کا خرچ دیتے تھے، آپ قاسم بھی تھے، یہ اموال آپ کی تحویل میں تھے، آپ ان کے مالک نہیں تھے۔

(ج) یہ مال نبی ﷺ کے رشتہ داروں کے لئے ہے، آپ اس میں سے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو دیتے تھے۔

(د) یہ مال یتیموں کے لئے ہے، اسلامی حکومت رفاہی حکومت ہے، ناداروں کی کفالت اس کی ذمہ داری ہے۔

(ه) یہ مال مساکین کے لئے ہے، اسلامی حکومت میں کوئی بھوکا نہیں سونے گا، پیٹ بھر کھانا مہیا کرنا حکومت کی

ذمہ داری ہے۔

(و) یہ مال مسافر کے لئے ہے، کبھی مسافر سفر میں کنگال ہو جاتا ہے، اس کا تعاون اس مال سے کیا جائے گا۔

(ز) یہ مال غریب مہاجرین کے لئے ہے، نبی ﷺ نے بنو نضیر کی زمین اور باغات مہاجرین میں تقسیم کئے تھے۔

(ح) یہ مال غریب انصار کے لئے ہے، نبی ﷺ نے دو تین انصار کو بھی، بنو نضیر کی جائداد میں سے دیا تھا۔

(ط) یہ مال بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے ہے۔ بعد میں آنے والے: یعنی بعد میں ہجرت کر کے آنے والے یا آئندہ مسلمان ہونے والے یا آئندہ نسلوں کے لئے سب کا اس مال میں حق ہے۔

۷۔ مصارف میں اللہ کا تذکرہ تو تیر کا تھا، اور اللہ کے رسول اب رہے نہیں، اور آپ کے رشتہ داروں کا حصہ نصرت کی وجہ سے تھا یا حاجت کی وجہ سے؟ اس میں اختلاف ہے، احناف کے نزدیک ان کا حصہ نصرت کی وجہ سے تھا، اس لئے اب یہ مصرف ختم ہوا، اور جو غریب ہیں وہ مساکین کے مصرف میں آجائیں گے، اور مہاجرین و انصار بھی اب نہیں رہے، ہاں بعد میں آنے والے مسلمان آتے رہیں گے، پس اب چار مصارف باقی رہ گئے: یتامی، مساکین، مسافر اور بعد میں آنے والے مسلمان، اور یہ بات پہلے بیان کی ہے کہ مصارف میں حصر نہیں، دیگر مصارف میں بھی امیر المؤمنین اپنی صوابدید سے خرچ کر سکتا ہے، البتہ یہ اموال حکومت چلانے کے لئے نہیں۔

۸۔ پہلی آیت میں بیان مصارف کے علاوہ ایک سوال کا جواب بھی ہے، سوال یہ ہے کہ اموال فی وٹس غانمین ہی کے لئے کیوں نہیں؟ دیگر مصارف میں خرچ کرنا کیوں ضروری ہے؟ جواب یہ ہے کہ اگر یہ اموال بھی غانمین ہی کو دیئے جائیں گے تو دولت کا اکتناز لازم آئے گا، اور سرمایہ داری وجود میں آئے گی، جو ملک کی مصلحت کے خلاف ہوگی۔ نیز حجیت حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ کے اوامر کا اقتتال اور نواہی سے اجتناب ضروری ہے، تفصیل آگے آئے گی۔ اور دوسری آیت میں مہاجرین کے فضائل بھی ہیں، اور تیسری آیت میں انصار کی خصوصیات کا بیان ہے، اور آخری آیت میں اخلاف کی اسلاف کے ساتھ عقیدت کا بیان ہے — یہ آیات کا خلاصہ ہے، تفصیل آیات کے ذیل میں ہے۔

﴿ مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرْبَىٰ فَلِللَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِلَّذِينَ وَلَدُوا مِنَ الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالسَّنْكَيْنِ وَالْإِنْسَانِ السَّبِيلِ كَذَلِكَ يَكُونُ دُولُهُمْ بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَالْمَسْكِينِ وَالرُّسُولِ فَخُذُوهُ ؕ وَمَا نَهَكُمُ عَنْهُ فَأْتُوهُ ؕ وَأَتَّقُوا اللَّهَ ؕ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝﴾

ترجمہ: جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو دلویا بستوں والوں سے — حضرت ابن عباسؓ سے بستوں کے نام مروی ہیں: قرظہ اور نصیر: مدینہ میں، فدک: خیبر میں، عریۃ کی بستیاں اور بیع یعنی بنو نصیر کی بستیاں ہی مراد نہیں، حکم عام ہے، خواہ کوئی بستی فی میں حاصل ہو — سوا اللہ کے لئے ہے، اور اللہ کے رسول کے لئے، اور رسول کے رشتہ داروں کے لئے، اور یتیموں کے لئے، اور غریبوں کے لئے، اور مسافر کے لئے، تاکہ نہ ہو وہ (مال) دست گرداں تمہارے والد داروں کے درمیان — یعنی اگر غنیمت کا شمس اور اموال فی بھی مجاہدین ہی کو دیئے جائیں گے تو دولت چند ہاتھوں میں سمٹ



جائے گی، ملک کی زمینوں کے مالک چند افراد بن جائیں گے، اور سرمایہ داری وجود میں آئے گی، جو ملک کے لئے مہلک ہوگی۔ اور اسی لئے اللہ نے سود کو حرام کیا ہے، اور بیع کو جائز رکھا ہے، دینار سے زر پیدا کرنے کا نام ہے، اور بیع: عمل کے واسطے سے نفع کمانے کا نام ہے، اگر زر سے براہ راست زر پیدا کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی تو ملک کی دولت مہاجروں کے ہاتھ میں سمٹ جائے گی، اور بیع کا واسطہ لائیں گے، مثلاً کوئی بڑا کارخانہ قائم کر کے مصنوعات تیار کریں گے تو لوگوں کو روزگار ملے گا، اور دولت تنخواہوں کی صورت میں پھیلے گی، اور کارخانہ والے کو بھی نفع ہوگا۔ اور اسی وجہ سے مالداروں کے مال میں زکات اور صدقہ فطر لازم کیا ہے، تاکہ ان کے اموال کا ایک حصہ غریبوں تک پہنچے۔

اور جو کچھ اللہ کے رسول تم کو دیں اس کو لو، اور جس چیز سے روک دیں پس رک جاؤ۔ اس آیت میں دو باتیں ہیں: اول: ماسبق لاجلہ الکلام ہے کہ مذکورہ مصارف مال فی کے مصارف ہیں، مستحق نہیں، پس اللہ کے رسول جس کو دیں وہ لے لے، اور جس کو نہ دیں وہ مانگے نہیں، کیونکہ آپ جس کو دینا مناسب سمجھیں گے دیں گے، اور جس کو چھوڑنا مناسب سمجھیں گے چھوڑیں گے۔

حدیث: جنگ حنین کے بعد جب آنحضرت ﷺ نے حیرانہ میں مال غنیمت تقسیم فرمایا تو آپ نے نئے مسلمانوں کو جن کے دلوں میں ابھی اسلام راسخ نہیں ہوا تھا تالیف قلب کے لئے مال عطا فرمایا۔ اس موقع کا قصہ ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ایک جماعت کو بلا کر مال دیا۔ اس وقت حضرت سعدؓ آپ کے پاس تھے، آپ نے ایک شخص (بھیل بن سراقہ) کو چھوڑ دیا انہیں کچھ نہ دیا۔ حالانکہ ان کی دینی حالت ان کے نزدیک ان لوگوں سے زیادہ اچھی تھی جن کو آپ دے رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ بھیل کو کیوں نہیں دیتے؟ قسم بخدا! میرا گمان یہ ہے کہ وہ مومن ہیں! آپ نے فرمایا: ”یا مسلمان ہیں“ میں تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بھیل کے بارے میں میں جو جانتا تھا وہ مجھ پر غالب آیا۔ چنانچہ میں نے دوبارہ عرض کیا: آپ فلاں کو کیوں نہیں دیتے؟ قسم بخدا! میرا گمان یہ ہے کہ وہ مومن ہیں، آپ نے پھر فرمایا: ”یا مسلمان ہیں“ پھر میں تھوڑی دیر خاموش رہا، پھر بھیل کے بارے میں میرا علم مجھ پر غالب آیا، چنانچہ میں نے وہی بات پھر عرض کی، اور رسول اللہ ﷺ نے بھی وہی جواب دیا، پھر فرمایا: ”میں ایک شخص کو دیتا ہوں جبکہ دوسرا شخص مجھے اس کی بہ نسبت زیادہ پسند ہوتا ہے، اس اندیشہ سے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں اوندھے منہ نہ ڈال دیں“ — یعنی جو پکا مسلمان ہوتا ہے، اور جس کے دل میں اسلام راسخ ہوتا ہے، جس کے دین و ایمان کے سلسلہ میں مجھے کوئی اندیشہ نہیں ہوتا اس کو نہیں دیتا اور اس کو اس کے ایمان کے حوالے کرتا ہوں، اور جو نیا مسلمان ہوا ہے اور ابھی اس کے دل میں اسلام کا پودا جما نہیں، اس کو دیتا ہوں تاکہ وہ ایمان پر جم

جائے، ایسا نہ ہو کہ وہ لٹے پاؤں پھر جائے اور اپنی عاقبت خراب کر لے۔

دوم: اس میں حجیت حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ جو احکامات نبی ﷺ دین ان کا اتشال ضروری ہے، سہ امورات پر عمل اور منہیات سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ آیت میں فانتھوا ہے فلا تطلبوا نہیں ہے، اور تفسیر کا قاعدہ ہے کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہے، مورد کی خصوصیت کا اعتبار نہیں، اور یہ استدلال بھی حضرات نے کیا ہے، اور آیت کا آخر اس کا قرینہ ہے، فرمایا: — اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں — یعنی نبی ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کرو گے تو سخت سزا پائو گے۔

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور وطن چھوڑنے والے حاجت مندوں کے لئے ہے، جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکالے گئے، وہ اللہ کی مہربانی اور خوشنودی چاہتے ہیں، اور اللہ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ایمان میں سچے ہیں — یعنی یوں تو اس مال سے عام مسلمانوں کی ضروریات و حوائج متعلق ہیں، لیکن خصوصی طور پر ان ایثار پیشہ جان نثاروں اور سچے مسلمانوں کا حق مقدم ہے جنہوں نے محض اللہ کی خوشنودی اور رسول کی محبت و اطاعت میں اپنے گھربار اور مال و دولت سب کو خیر باد کہا، اور بالکل خالی ہاتھ ہو کر وطن سے نکل آئے، تاکہ اللہ و رسول کے کاموں میں آزادانہ مدد کر سکیں (فوائد)

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَهْنَفَهُ نَفْسَهُ قَوْلِكَ هُمُ الْمُغْلَبُونَ ۝﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کے لئے ہے جو: (۱) قرار پکڑے ہوئے ہیں مدینہ میں اور ایمان میں مہاجرین سے پہلے (۲) محبت کرتے ہیں اس سے جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتا ہے (۳) اور وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں پاتے اس سے جو مہاجرین دیئے جاتے ہیں (۴) اور وہ اپنے سے مقدم رکھتے ہیں، اگرچہ ان کا فاقہ ہو، اور جو شخص طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا گیا: وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں — یعنی وہ اموال خصوصی طور پر انصار کے لئے بھی ہیں، جن میں چار خوبیاں ہیں:

۱- انصار: مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ میں سکونت پذیر تھے، اور ایمان و عرفان کی راہوں پر بہت مضبوطی کے

ساتھ مستقیم ہو چکے تھے (فوائد)

۲- لوگ باہر سے آکر بستی میں بسنے والوں کو پسند نہیں کرتے مگر انصار: مہاجرین سے محبت کرتے ہیں، وہ ان کو خوش آمدید کہتے ہیں، کہتے ہیں: آسندگان رحمت، باشندگان زحمت! اور ہر طرح ان کی خدمت کرتے ہیں، حتیٰ کہ اپنے اموال وغیرہ میں مہاجرین کو برابر کا شریک بنانے کے لئے تیار ہیں۔

۳- مہاجرین کو اموال فی وغیرہ میں سے نبی ﷺ عنایت فرماتے ہیں، تو انصار تنگ دل نہیں ہوتے، بلکہ خوش ہوتے ہیں، بتوضیح کے اموال میں سے عام طور پر مہاجرین کو دیا گیا، پس انصار ذرا تنگ دل نہیں ہوئے، بہت خوش ہوئے۔  
۴- انصار: مہاجرین کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں، خود فاقہ سے رہتے ہیں، اور مہمان کو کھلاتے ہیں، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ایک مہمان کو گھر لے گئے، بیوی سے پوچھا: گھر میں کیا کھانا ہے؟ بیوی نے بتایا: صرف بچوں کا کھانا ہے، ہمارے لئے بھی کچھ نہیں، انھوں نے اہلیہ سے کہا: بچوں کو پھسلا کر سلا دو، پھر مہمان کے سامنے کھانا رکھ کر بتی کو ٹھیک کرنے کے بہانے گل کر دو، اس طرح مہمان کو پیٹ بھر کر کھلایا، اور میاں بیوی اور بچے فاقہ سے رہے، اور یہ کوئی ایک واقعہ نہیں، صحابہ کی سوانح ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے، قرطبی میں اور وہاں سے معارف القرآن میں بہت سے واقعات نقل کئے ہیں۔

پھر آیت کے آخر میں اس چوتھی خصوصیت کے تعلق سے ایک قیمتی بات بیان فرمائی ہے کہ جو خود غرضی سے محفوظ رہا وہ کامیاب رہا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ بخل (روکنا) انسان کی فطرت ہے، اس کے خیر میں مٹی بھی ہے، جس کا خاصہ امساک ہے، کتنے نزانے زمین میں دفن ہیں، مگر وہ نکالتی نہیں، پس بخیلی تو رہے گی، آدمی بچوں کی خاطر بچا کر رکھتا ہے، مگر طبیعت کی بخیلی بہت بری چیز ہے، ایسا شخص خود غرض کہلاتا ہے، اور چاہو تو مکھنھی چوس کہہ لو، جو اس سے بچ گیا اس کے وارے نیارے! اور اُس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ طبیعت پر دباؤ ڈال کر خرچ کرے: نفس بخل سے پاک ہوگا، زکات اسی ذیلہ کے علاج کے لئے فرض کی گئی ہے۔

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ ﴿۵﴾﴾

ترجمہ: اور ان کے لئے ہے جو ان کے بعد آئے — یعنی ان مہاجرین و انصار کے بعد عالم وجود میں آئے، یا ان کے بعد حلقہ اسلام میں آئے، یا مہاجرین سابقین کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آئے، والظاهر هو الاول (فوائد) — وہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے، اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور

ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کوئی کینہ نہ ہونے دے، اے ہمارے رب! بے شک آپ بڑے شفقت فرمانے والے بڑے مہربان ہیں — یعنی اموال فی آئندہ نسلوں کے لئے بھی ہیں، اسی آیت کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کی زمین مجاہدین میں تقسیم نہیں کی تھی، بلکہ اس پر بیگمہ لگایا تھا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب عراق فتح ہوا تو فوج نے مطالبہ کیا کہ عراق کی ساری زمین ہمیں بانٹ کر دیدی جائے، کیونکہ نبی ﷺ نے خیبر کی زمین مجاہدین کو بانٹ کر دیدی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں مشورہ کیا اور استخارہ بھی کیا، آخر میں آپ کو شرح صدر ہوا، اور فرمایا: مجھے یہ آیت یاد آئی، اگر میں زمین مجاہدین کو بانٹ دوں تو آنے والی نسلوں کے لئے کیا رہے گا؟ اور خیبر اور عراق میں فرق یہ ہے کہ خیبر میں یہودیوں کو مالکانہ حیثیت سے برقرار نہیں رکھا گیا تھا، بلکہ مزارع کی حیثیت سے باقی رکھا تھا، اس لئے خیبر کی ساری زمین غنیمت تھی، اور عراق میں اصل باشندوں کو مالکانہ حیثیت سے برقرار رکھا تھا، اس لئے میدان کارزار (قادسیہ وغیرہ) میں جو کچھ ہاتھ آیا وہ غنیمت تھا، اور وہ فوج کو بانٹ دیا، اور ملک کی زمین کو فی قرار دیا جس میں آنے والی نسلوں کا بھی حصہ ہے، اس پر بیگمہ لگایا تاکہ حکومت کی آمدنی ہو، اور آنے والی نسلیں بھی اس سے استفادہ کریں۔

### آنے والی نسلوں کی گذرے ہوئے لوگوں سے عقیدت

اس آیت میں آنے والی نسلوں کی گذرے ہوئے لوگوں کے حق میں دو دعائیں ہیں: ایک: اخلاف: اسلاف کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، دوم: یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے سینوں کو اسلاف کی عداوت سے پاک رکھیں، اہل حق ہمیشہ اسلاف کے حق میں باادب ہوتے ہیں، اور گمراہ فرقوں میں قلتِ تعبد اور قلتِ تادب ہوتا ہے، ان کو اللہ کی عبادت سے موت آتی ہے، اور وہ اسلاف کے حق میں دریدہ دہن ہوتے ہیں، رمضان آیا کہ غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح کا فتنہ کھڑا کرتے ہیں، تاکہ بیس رکعتیں نہ پڑھنی پڑیں، یہ قلتِ تعبد ہے، اور اللہ ورسول کے علاوہ کسی کی ذہنی غلامی جائز نہیں، ہر کسی پر بے محابا تنقید کی جاسکتی ہے، اور کرتے ہیں، یہ قلتِ تادب ہے۔ یہ لوگ اس آیت میں غور کریں، اخلاف کا اسلاف کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے۔

گمراہ لوگوں کی علامت: قلتِ تعبد اور قلتِ تادب ہے، عبادت سے ان کو موت آتی ہے، اور اسلاف

کے حق میں دریدہ دہن ہوتے ہیں، ان کی تعظیم و توقیر ان کو ایک آنکھ نہیں بھاتی

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ  
لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا ۖ وَإِن قُوتِلْتُمْ  
لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ لَئِن أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِن  
قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ ۚ وَلَئِن نُّصِرُوا لَيُوَلِّنَنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ ۝ لَا تَتَمَنَّوْا  
أَشْدَّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَلِكِ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝

أَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا آپ نے	وَأَن قُوتِلْتُمْ	اور اگر جنگ کئے گئے تم	نَصْرُهُمْ	مدد کی انھوں نے ان کی
إِلَى الَّذِينَ	ان لوگوں کو جنھوں نے	لَنَنْصُرَنَّكُمْ	(تو) ضرور مدد کریں	لَيُوَلِّنَنَّ	(تو) ضرور پھیریں گے وہ
نَافَقُوا	مناقت کی	وَاللَّهُ	گے ہم تمہاری	الْأَدْبَارَ	پٹیھوں کو
يَقُولُونَ	کہتے ہیں	يَشْهَدُ	اور اللہ تعالیٰ	ثُمَّ لَا يُنصَرُونَ	پھر وہ مدد نہیں کئے
لِإِخْوَانِهِمْ	اپنے برادروں سے	لَئِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ	گو ای دیتے ہیں	لَا تَتَمَنَّوْا	جائیں گے
الَّذِينَ كَفَرُوا	جنھوں نے انکار کیا	لَئِن أُخْرِجُوا	کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں	أَشْدَّ رَهْبَةً	زیادہ سخت ہو ڈر کے
مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ	اہل کتاب سے	لَا يَخْرُجُونَ	بخدا اگر نکالے گئے وہ	فِي صُدُورِهِمْ	اعتبار سے
لَئِن أُخْرِجْتُمْ	بخدا اگر نکالے گئے تم	مَعَهُمْ	(تو) نہیں نکلیں گے وہ	وَمِنَ اللَّهِ	ان کے سینوں میں
لَنَخْرُجَنَّ	(تو) ضرور نکلیں گے ہم	وَلَئِن قُوتِلُوا	ان کے ساتھ	ذَلِكِ بِأَنَّهُمْ	اللہ تعالیٰ سے
مَعَكُمْ	تمہارے ساتھ	لَا يَنْصُرُونَهُمْ	اور بخدا اگر جنگ کئے گئے وہ	قَوْمٌ	یہ بات بایں وجہ کہ وہ
وَلَا نُطِيعُ	اور نہیں کہا مانیں گے	وَلَئِن	(تو) نہیں مدد کریں	لَا يَفْقَهُونَ	ایسے لوگ ہیں
فِيكُمْ	تمہارے معاملہ میں	وَلَئِن	گے وہ ان کی		جو سمجھتے نہیں
أَحَدًا أَبَدًا	کسی کا کبھی بھی		اور بخدا اگر		

مناقتین نے بنو نضیر سے مدد کا وعدہ کیا تھا مگر وفا نہیں کیا

جب بنو نضیر نے نبی ﷺ کے سر پر بھاری پتھر ڈال کر قتل کا پلان بنایا، اور وحی سے آپ کو اطلاع ہو گئی، تو آپ تیزی سے اٹھ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، اور صحابہ کو بتلایا کہ یہود کا یہ ارادہ تھا، پھر آپ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

کو ان کے پاس بھیجا اور نوٹس دیا کہ تم لوگ مدینہ سے نکل جاؤ، اب تم یہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے، تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے، اس نوٹس کے بعد بنو نضیر نے جلاوطنی کی تیاری شروع کر دی، مگر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے کہلا بھیجا کہ اپنی جگہ برقرار رہو، ڈٹ جاؤ اور گھربار نہ چھوڑو، میرے پاس دو ہزار مردان جنگی ہیں، جو تمہاری حفاظت میں جان دیدیں گے اور اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کسی سے ہرگز کوئی جھوٹ نہیں کریں گے، اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور بنو قریظہ اور بنو غطفان جو تمہارے حلیف ہیں، وہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔ مگر وقت پر منافقین نے دعا دیا، وعدہ وفا نہیں کیا، اور بنو نضیر کو جلاوطن ہونا پڑا۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِيَّ الَّذِيْنَ تَاَقَفُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاٰخُوَانِهِمْ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لِيْنِ اُخْرِجْتُمْ كَنُحْرُوجِنَ مَعَكُمْ وَلَا تُطِيْعُوْا فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَرَاٰ قَوْمًا لَّمْ يَنْصُرُوْكُمْ وَاَللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لِيْنِ اُخْرِجُوْا لَا يَنْصُرُوْنَ مَعَهُمْ ۙ وَلِيْنِ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْهُمْ ۙ وَلِيْنِ نَّصُرُوْهُمْ لَا يُؤْتُوْنَ اِلَّا ذُبٰنًا مِّنْ لَّمْ يَنْصُرُوْنَ ۝ لَا تَنْفَعُ اَشْدٰثُ رَهْبَةٍ فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا نہیں جنہوں نے نفاق کی راہ اختیار کی: وہ اپنے کفار اہل کتاب برادروں سے کہتے ہیں: بخدا! اگر تم نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے۔ یعنی تم خود کو اکیلا مت سمجھو، ہم ہر طرح تمہارے ساتھ ہیں۔ اور ہم تمہارے معاملہ میں کسی کی کچھ نہیں مانیں گے۔ یعنی یہ ہمارا بالکل اٹل اور قطعی فیصلہ ہے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ ہمارا جنگی بیڑا تیار کھڑا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ وہ (منافقین) بالکل جھوٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شاہد (احوال بتلانے والے) ہیں، وہ آئندہ کے احوال بتلاتے ہیں: بخدا! اگر وہ نکالے گئے تو منافقین ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے، اور بخدا! اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے، اور بخدا! اگر وہ ان کی مدد کریں گے تو وہ (منافقین) پیٹھے پھیر کر بھاگیں گے، پھر وہ مدد نہیں کئے جائیں گے۔ یعنی پھر مسلمان ان کو نہیں بخشیں گے۔ بے شک تم لوگوں کا ڈران (منافقین) کے دلوں میں اللہ کے ڈر سے بھی زیادہ ہے۔ اللہ سے ڈرتے تو نفاق کیوں اختیار کرتے؟ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نا سمجھ لوگ ہیں۔ اللہ کی عظمت کو سمجھتے تو مخلص مسلمان ہوتے، ہاں مسلمانوں کی شجاعت سے ڈرتے ہیں اس لئے دوغلی پالیسی اختیار کئے ہوئے ہیں!

لَا يُقَاتِلُوْكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرْبٰى مَّحْصَنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ  
شَدِيْدًا تَحْسِبُهُمْ جَمِيْعًا وَقُلُوْبُهُمْ شَتٰى ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ كَمَثَلِ

## الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَعْرِهِمْ، وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

ان کا جو	الَّذِينَ	گمان کرتے ہیں آپ انکو	تَحْسَبُهُمْ	نہیں لڑیں گے وہ تم سے	لَا يُقَاتِلُونَكُمْ
ان سے پہلے ہوئے	مِنْ قَبْلِهِمْ	اکٹھا	جَمِيعًا <sup>(۳)</sup>	دو بدو (اکٹھے)	جَمِيعًا <sup>(۱)</sup>
نزدیک ہی	قَرِيبًا	جبکہ ان کے دل	وَقُلُوبُهُمْ	مگر بستوں میں	لَا فِي قُرَى
چھکا انھوں نے	ذَاقُوا	جدا جدا ہیں	شَتَّى	قلعہ بند	مُحَصَّنَاتٍ <sup>(۲)</sup>
وبال	وَبَالَ	یہ بات	ذَلِكَ	یا پیچھے سے	أَوْ مِنْ قُرَى
ان کی حرکت کا	أَعْرِهِمْ	بایں وجہ ہے کہ وہ	يَأْتُهُمْ	دیواروں کے	جُنُودٍ
اور ان کے لئے	وَلَهُمْ	ایسے لوگ ہیں	قَوْمٌ	ان کی جنگ	بِأَسْهُمٍ
سزا ہے	عَذَابٌ	جو عقل نہیں رکھتے	لَا يَعْقِلُونَ	آپس میں	بَيْنَهُمْ
دردناک	أَلِيمٌ	(ان کا حال) جیسا حال	كُنُثَلٍ	سخت ہے	شَدِيدٌ

### بنو نضیر کے احوال

اب، بنو نضیر کے تعلق سے چار باتیں بیان فرماتے ہیں:

- ۱- بنو نضیر: مسلمانوں سے دو بدو نہیں لڑیں گے، قلعہ بند بستوں سے یا دیواروں کی اوٹ سے لڑیں گے، کیونکہ وہ مسلمانوں سے خوف زدہ ہیں، اس لئے کھلے میدان میں آمنے سامنے جنگ نہیں کریں گے۔
- ۲- ان کی آپسی لڑائی بڑی تیز ہوتی ہے، مسلمانوں کے مقابلہ میں بھگی تلی بن جاتے ہیں۔
- ۳- وہ بظاہر متفق و متحد ہیں، مگر ان کے دل اندر سے پھٹے ہوئے ہیں، اگر ان میں عقل ہوتی تو یہ صورت نہ ہوتی، عقلمند جانتے ہیں کہ حقیقی ریاگت باطن کا اتحاد ہے۔

- ۴- ان کا حال وہی ہوگا جو ان سے پہلے بنو قینقاع کا ہو چکا ہے، ہجرت کے بعد نبی ﷺ نے مدینہ کے یہود اور مشرکین کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا، پھر جب مسلمان بدر کی طرف نکلے تو ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے محلہ میں دودھ بیچے گی، یہودیوں نے شرارت کی اور اسے سر بازار ننگا کر دیا، عورت چلائی ایک مسلمان موقع پر پہنچ گیا، اس نے طیش میں آ کر فساد ی یہودی کو قتل کر دیا، اس پر یہودی جمع ہو گئے اور اس مسلمان کو مار ڈالا اور اس طرح بلوہ ہو گیا، نبی
- (۱) جمیعاً: فاعل اور مفعول: دونوں سے حال ہے۔ (۲) مُحَصَّنَاتٍ: اسم مفعول: حَصَّنَ الشَّيْءُ: محفوظ کرنا، ماژہ حِصْنٍ: قلعہ۔ (۳) جمیعاً: مصرف مفعول سے حال ہے۔

ﷺ جب بدر سے لوٹے تو یہودیوں کو واقعہ کی تحقیق کے لئے بلایا، انھوں نے معاہدہ کا کاغذ واپس کر دیا اور جنگ پر آمادہ ہو گئے، ان کی یہ حرکت بغاوت کے مترادف تھی، اس لئے ان کو سزا دی گئی کہ وہ مدینہ چھوڑ دیں، اور خیبر جائیں، اس طرح سب سے پہلے بنو قینقاع کو مدینہ سے جلا وطن کیا۔

آیات پاک: — وہ لوگ (بنو نضیر) اکٹھے تم سے نہیں لڑیں گے، مگر قلعہ بند بستیوں سے یا دیواروں کی اوٹ سے، ان کی آپس کی جنگ بڑی سخت ہوتی ہے — دو بدو لڑتے ہیں، کیونکہ وہ ایک دوسرے سے خائف نہیں، اور مسلمانوں سے خائف ہیں — آپ ان کو متفق خیال کرتے ہیں، حالانکہ ان کے دل جدا جدا ہیں، یہ بات اس وجہ سے ہے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں۔

(ان کا حال) ان لوگوں کے حال جیسا ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں، جنھوں نے اپنی حرکت کا وبال چکھا، اور (آخرت میں) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِحْتُ مَعَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۝

کَمَثَلِ	(منافقوں کا حال)	قَالَ	کہا اس نے	عَاقِبَتَهُمَا	دونوں کا انجام
شَّيْطَانِ	جیسے حال	إِنِّي بَرِحْتُ	بیشک میں بے تعلق ہوں	أَنَّهُمَا	کہ دونوں
الظَّالِمِينَ	شیطان کا	مَعَكَ	تجھ سے	فِي النَّارِ	دوزخ میں ہونگے
إِذْ قَالَ	جب کہا اس نے	لِلْإِنْسَانِ	بیشک میں ڈرتا ہوں	خَالِدِينَ فِيهَا	ہمیشہ رہنے والے اس میں
اَكْفُرْ	انکار کر	اللَّهُ	اللہ	وَذَلِكَ	اور یہ
فَلَمَّا كَفَرَ	پس جب انکار کیا اس نے	رَبَّ الْعَالَمِينَ	رب العالمین سے	جَزَاءُ	بدلہ ہے
		فَكَانَ	پس ہوگا	الظَّالِمِينَ	ظالموں کا

منافقین نے ہمت دلا کر بنو نضیر کو سولی پر چڑھایا پھر پیچھے ہٹ

گئے، جیسے شیطان انسان سے کفر کرا کر پیچھے ہٹ جاتا ہے

منافقوں نے جھوٹے وعدے کر کے بنو نضیر کو جنگ کے لئے آمادہ کیا، پھر وہ پیچھے ہٹ گئے، گھروں میں بیٹھ رہے،



پس ان کا حال شیطان کے حال جیسا ہے، شیطان اول انسان کو کفر و مصیبت پر ابھارتا ہے، پھر جب انسان اس کے دام میں پھنس جاتا ہے تو صاف کہہ دیتا ہے: میرا تیرا کچھ تعلق نہیں، مجھے اللہ کا ڈر لگتا ہے (وہ یہ بات بھی مکاری سے کہتا ہے) پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں دوزخ میں جاتے ہیں، ایک گمراہ کرنے کی وجہ سے، دوسرا گمراہ ہونے کی وجہ سے — یہی مثال منافقوں کی بھی ہے، وہ بنو نضیر کو اپنی حمایت و رفاقت کا یقین دلا کر بھڑے پر چڑھاتے رہے، آخر جب وہ مصیبت میں پھنس گئے، آپ الگ ہو بیٹھے، لیکن کیا وہ اس طرح عذاب سے بچ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! دونوں کا ٹھکانا دوزخ ہے (فوائد) بھڑے پر چڑھانا: جھانسنے میں لانا، تعریف کر کے کسی بات پر آمادہ کرنا (فیروز)

آیات پاک: (منافقوں کی مثال) شیطان کی سی مثال ہے: اول تو وہ انسان سے کہتا ہے: کفر اختیار کر، پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو صاف کہہ دیتا ہے: میرا تجھ سے کچھ تعلق نہیں، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں! — پس دونوں کا اخروی انجام یہ ہوگا کہ دونوں دوزخ میں جائیں گے، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور ظالموں کی یہی سزا ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝ لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفٰئِزُونَ ۝ لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لِنَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے لوگو جو	مَّا	اس کو جو	خَبِيرٌ	بانبر ہیں
اتَّقُوا اللَّهَ	ایمان لائے	قَدَّمَتْ	آگے بھیجا اس نفس نے	بِنَا	ان کاموں سے جو
وَلْتَنْظُرْ	ڈر و اللہ سے	لِغَدٍ	آئندہ کل کے لئے	تَعْمَلُونَ	تم کرتے ہو
نَفْسٌ (۱)	اور چاہئے کہ دیکھے	وَاتَّقُوا اللَّهَ	اور ڈر و اللہ سے	وَلَا تَكُونُوا	اور مت ہوؤ
	نفس (شخص)	إِنَّ اللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	كَالَّذِينَ	ان لوگوں کی طرح جو

بھٹنے والا	مُتَّصِدًا عَنَّا	اور باغ والے	وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ	بھول گئے اللہ کو	نَسُوا اللَّهَ
ڈر سے	قَمِنَ خَشْيَةً	باغ والے	أَصْحَابُ الْجَنَّةِ	پس بھلائی اللہ نے ان کو	فَأَنسَهُمْ <sup>(۱)</sup>
اللہ کے	اللَّهُ	ہی کامیاب ہیں	هُمُ الْفَائِزُونَ	ان کی جانیں	أَنفُسَهُمْ
اور عجیب مضامین	وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ	اگر اتارتے ہم	لَوْ أَنزَلْنَا	یہ لوگ	أُولَئِكَ
مارتے ہیں ان کو	نَضْرِبُهَا	اس قرآن کو	هَذَا الْقُرْآنَ	ہی	هُمُ
لوگوں کے لئے	لِلنَّاسِ	کسی پہاڑ پر	عَلَى جَبَلٍ	نافرمان ہیں	الْقَاسِقُونَ
تا کہ وہ	نَعَاهُمْ	(تو) ضرور دیکھتا تو اس کو	لَرَأَيْتَهُ	براہر نہیں	لَا يَسْتَوُونَ
سوچیں	يَتَفَكَّرُونَ	دبنے والا	خَاشِعًا	آگ والے	أَصْحَابُ النَّارِ

### حزب اللہ (مؤمنین) سے خطاب

حزب الشیطان (یہود اور منافقین) کے دنیوی اور اخروی احوال بیان کرنے کے بعد، اب حزب اللہ (مؤمنین) کا ذکر کرتے ہیں، ان کے اخروی احوال بیان فرماتے ہیں، دنیوی کامیابی کا ذکر ساتھ ساتھ ہے، اور ان آیتوں میں چار باتیں بیان کی ہیں:

پہلی بات: — نیکیوں میں بڑھو اور برائیاں گھٹاؤ — ہر مؤمن کو ہر دن اپنا حساب آڈٹ (AUDIT) کرنا چاہئے، جانچے کہ آئندہ کل کے لئے کیا برا عمل آگے بھیجا ہے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ گناہ کم ہوتے جائیں گے اور نیک کاموں میں اضافہ ہوگا، جیسے تاجر روزانہ شام کو دن بھر کے کاروبار کو سوچتا ہے، تاکہ اگلے دن زیادہ کمائے اور گھائے سے بچے — اور پہلے ﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾ اللہ سے ڈرو کا مطلب یہ ہے کہ برائیاں چھوڑو، اور یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا مضمون فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا ہے، اور وہ ہے: اطیعوا اللہ، اللہ کی اطاعت کرو، یعنی نیکیوں میں آگے بڑھو — اور آئندہ کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے: یعنی کیا گناہ کئے ہیں، گناہوں کو یاد رکھنا ضروری ہے، تاکہ ان سے بچے اور جو ہو گئے ہیں ان سے توبہ کرے، نیکیوں کو یاد رکھنا ضروری نہیں، نیکی کر دیا میں ڈال! — اور آئندہ کل سے مراد قیامت کا دن ہے، اس کو آئندہ کل اس لئے کہا کہ اس کا آنا یقینی ہے، جیسے آئندہ کل کا آنا یقینی ہے، اور قرب قیامت کی طرف بھی اشارہ ہے، آئندہ کل کی طرح قیامت قریب ہے — اور دوسرے ﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾ کا تعلق حساب جانچنے سے ہے، حساب جانچنے میں آدمی نفس کو دھوکہ دیتا ہے، برائیاں کرتا رہتا ہے اور خود کو پرہیزگار سمجھتا ہے، اس لئے فرمایا کہ اعمال کی (۱) انفسہم: ان کی جانیں: یعنی اپنی بھلائی کا خیال نہ رہا۔

پڑتا میں اللہ سے ڈرو، اللہ کو تمہارے سب اعمال کی خبر ہے، تم اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

دوسری بات: — اللہ کو بھولو گے تو اپنا نقصان کرو گے۔ جو لوگ اللہ کو بھول جاتے ہیں وہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور طاعات میں کوتاہی کرنے لگتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی ذوات کا خیال بھلا دیتے ہیں، ان کو اپنے نفع نقصان کی بھی خبر نہیں رہتی، یہی لوگ بدکار ہیں، ان کو دوزخ میں جانا پڑے گا، کھرے مومن کو ایسا نہیں ہونا چاہئے، اللہ کو یاد رکھے، اور آخرت کی تیاری میں لگے، اپنا نقصان نہ کرے۔

تیسری بات: — اہل جنت اور اہل نار میں موازنہ — آگ والے اور باغ والے برابر نہیں ہو سکتے، اس حقیقت کو سمجھو، کامیاب باغ والے ہیں، اور گھائے میں آگ والے رہیں گے، پس کامیابی کے راستے پر پڑو اور خسارے کے راستے سے بچو۔

چوتھی بات: قرآن کریم جنت کا راستہ دکھاتا ہے، اس کا اثر قبول کرو — بے حس مت بنو، افسوس ہے کہ آدمی کے دل پر قرآن کا اثر نہیں ہوتا، جبکہ قرآن کریم ایسا بے تاثیر ہے کہ وہ پہاڑ جیسی سخت مخلوق پر اتارا جاتا تو وہ بھی متکلم کی عظمت کے سامنے دب جاتا، مارے خوف کے پھٹ جاتا، مگر انسان ہے کہ اس سے کوئی سبق نہیں لیتا۔

آیات پاک: — اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو — گناہ چھوڑو اور طاعات میں برسو — اور چاہئے کہ ہر شخص جانچ لے کہ اس نے آئندہ کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے — یعنی گناہوں کو یاد کرے اور ان سے توبہ کرے — اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی سب خبر ہے — یعنی اعمال کی جانچ صحیح کرو، نفس کو دھوکہ مت دو۔

اور تم لوگ ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے — کافر اور بدکار مراد ہیں — پس اللہ نے ان کو ان کی جانیں بھلا دیں — یعنی ان کو اپنے نفع نقصان کا بھی خیال نہ رہا — یہی لوگ نافرمان ہیں! — گناہوں کا ارتکاب یہی لوگ کرتے ہیں — آگ والے اور باغ والے برابر نہیں ہو سکتے، باغ والے ہی کامیاب ہیں!

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے — اور اس کو عقل و فہم دیتے — تو تو اس کو دیکھتا سہا ہوا چھٹا ہوا اللہ کے ڈر سے — یعنی قرآن اتا قوی تاثیر ہے، مگر کافر کا سخت دل اس کا کوئی اثر قبول نہیں کرتا — اور یہ عجیب مضامین ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں — اور ہدایت کا راستہ اختیار کریں — یہ کلام کی عظمت کا ذکر ہے، آگے متکلم کی عظمت و رفعت کا بیان ہے، کہتے ہیں: بادشاہوں کا کلام: کلام کا بادشاہ ہوتا ہے!

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ، هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝  
هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيَّمِنُ الْعَزِيزُ

الْجَبَّارُ الْمُنْكَرُ ۗ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ  
الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۗ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

هُوَ	وہ (متکلم)	لَا إِلَهَ	کوئی معبود نہیں	هُوَ اللَّهُ	وہ (متکلم) اللہ ہیں
اللَّهُ	اللہ ہیں	إِلَّا هُوَ	مگروہی	الْخَالِقُ	(مثلاً) پیدا کرنے والا
الَّذِي	جو	الْمَلِكُ	بادشاہ	الْبَارِئُ <sup>(۳)</sup>	(بمثلاً) پیدا کرنے والا
لَا إِلَهَ	کوئی معبود نہیں	الْقُدُّوسُ	تمام عیوب سے پاک	الْمُصَوِّرُ	صورتیں بنانے والا
إِلَّا هُوَ	مگروہی	السَّلَامُ	ہر نقصان سے محفوظ	لَهُ الْأَسْمَاءُ	ان کے لئے نام ہیں
عَلِيمٌ	جاننے والے	الْمُؤْمِنُ	عذاب سے پناہ دینے والا	الْحُسْنَىٰ <sup>(۴)</sup>	اچھے اچھے
الْغَيْبِ	بن دکھی چیزوں کے	الْمُهَيَّبِ <sup>(۲)</sup>	تنگنہاں (قابلض)	يُسَبِّحُ	پاکی بولتی ہیں
وَالشَّهَادَةِ <sup>(۱)</sup>	اور دکھی ہوئی چیزوں کے	الْعَزِيزُ	زبردست	لَهُ	ان کی
هُوَ الرَّحْمَنُ	وہ نہایت مہربان	الْجَبَّارُ	بگڑی بنانے والا	مَا فِي السَّمٰوٰتِ	جو آسمانوں میں ہیں
الرَّحِيمُ	بڑے رحم والے ہیں	الْمُنْكَرُ	بڑی عظمت والا	وَالْأَرْضِ	اور زمین میں ہیں
هُوَ	وہ (قرآن نازل کرنے والے)	سُبْحَانَ اللَّهِ	پاک ہیں اللہ	وَهُوَ	اور وہ
اللَّهُ	اللہ ہیں	عَمَّا يُشْرِكُونَ	ان سے (جن کو) شریک	الْعَزِيزُ	زبردست
الَّذِي	جو		ٹھہراتے ہیں لوگ	الْحَكِيمُ	بڑی حکمت والے ہیں

قرآن کریم عظیم الشان اللہ کا کلام ہے اس لئے وہ باعظمت ہے تا شیر ہے

گذشتہ آیت میں تھا کہ قرآن کریم ہر تاثیر کلام ہے، اب اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اور اللہ تعالیٰ محمود الصفات جلیل الشان ہیں، اور متکلم کا اثر کلام میں آتا ہے: كَلَامُ الْمَلُوكِ مَلُوكُ الْكَلَامِ: بادشاہوں کا کلام: کلام کا بادشاہ ہوتا ہے یعنی اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے، پس مَلِكُ الْأَمَلِكِ: شاہوں کے شاہ کا کلام سب سے بہتر ہونا ہی چاہئے۔

(۱) الغیب: چھپی، الشهادة: کھلی: یہ انسانوں کے تعلق سے ہے، اللہ کے لئے کوئی چیز چھپی نہیں (۲) هَيِّئْ: حفاظت کرنا، قابلض و متصرف ہونا (۳) خَلَقَ اور بَرَأَ کے معنی قریب ہیں، فرق کی طرف ترجمہ میں اشارہ کیا ہے (۴) اسمائے حسنیٰ کی تفصیل ہدایت القرآن، سورۃ الاعراف (آیت ۱۸۰) کی تفسیر میں ہے۔

صرف قرآن اللہ کا کلام ہے۔ یہ بات جان لیں کہ سو سے زیادہ اللہ کی کتابیں نازل ہوئی ہیں، مگر وہ سب اللہ کی کتابیں تھیں، کلام نہیں تھیں، کلام یا تو فرشتہ کا تھا یا پیغمبر کا، جیسا کہ حدیثوں کا حال ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کا کلام ہیں، اللہ کا کلام صرف قرآن کریم ہے، جس میں جبرئیل علیہ السلام کا کوئی دخل ہے نہ نبی ﷺ کا، اسی لئے اس میں تحریف ممکن نہیں: ﴿وَإِن لِّمَنَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ مِنَ كِتَابِ رَبِّكَ إِلَّا مُبَدَّلًا لِّكَلِمَتِهِ﴾ اور آپ پڑھا کریں اپنے رب کی اس کتاب کو جو آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجی جا رہی ہے، اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا [الکہف ۲۷] اور گذشتہ کتابوں میں تحریف ممکن ہوئی، اس لئے کہ وہ اللہ کا کلام نہیں تھیں، جیسے حدیثوں میں موضوع حدیثیں لوگوں نے داخل کر دیں، مگر قرآن کا زبر زبر ادھر ادھر نہیں ہوا (اور یہ بات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ نے براہین قاسمیہ میں بیان کی ہے، جس کا پرانا نام ”جواب ترکی بہ ترکی“ ہے، اور میں نے ان کی عبارت تحفۃ القاری جلد نہم کے شروع میں نقل کی ہے، حضرت کی بات بہت مدلل ہے، اس کی مراجعت کریں)

ان آیات کی فضیلت: ان تین آیات کی فضیلت میں ترمذی شریف میں حدیث ہے:

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے تین مرتبہ کہا جب اس نے صبح کی: اَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ: پھر اس نے سورۃ الحشر کی آخری تین آیتیں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتوں کو لگاتے ہیں جو اس پر درود بھیجتے ہیں، یعنی اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ شام کرتا ہے، اور اگر وہ اس دن میں مر گیا تو شہید ہونے کی حالت میں مرتا ہے، اور جو شخص ان کو پڑھتا ہے جب وہ شام کرتا ہے تو وہ بھی اسی مرتبہ میں ہوتا ہے:

آیات پاک کا خلاصہ: ان آیات میں معبودیت کو اللہ کی ذات میں منحصر کر کے اللہ تعالیٰ کے پندرہ اسمائے حسنی بیان کئے ہیں، پھر فرمایا ہے کہ اللہ کے اور بھی (بے شمار) اچھے اچھے نام ہیں، اللہ کے وہ پندرہ نام یہ ہیں:

اللہ: تو اسم علم (خاص نام) ہے، جو واجب الوجود کی ذات کے ساتھ خاص ہے، کسی اور پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا، اس وجہ سے یہ نام سب سے افضل و اعلیٰ ہے، اور بعض کے نزدیک یہ اسم اعظم ہے۔

اَسْمَاءُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ: بچھے کھلے کو جاننے والا: بندوں کے لئے جو چیزیں بن دیکھی ہیں ان کو بھی اللہ جانتے ہیں۔

۳۶۲- الرحمن الرحیم: نہایت مہربان، بڑے رحم والے: دونوں رحمت سے بنے ہیں، رحمت کے معنی ہیں: مصیبت زدہ کو دیکھ کر دل کا نرم ہونا، اور اس پر انعام و احسان فرمانا، اور اللہ کے ناموں میں مبادی کا اعتبار نہیں، غایات کا

اعتبار ہے، پس دونوں مبارک نام: انعام و احسان فرمانے کے اعتبار سے ہیں — اور مہمانی کی کثرت معانی کی کثرت پر دلالت کرتی ہے، رحمان: میں پانچ حروف ہیں اور رحیم میں چار، اس لئے الرحمن میں معنی زائد ہیں، اور دنیا اور آخرت دونوں کی رحمت کو شامل ہے، یا کہیں کہ مؤمن و کافر: دونوں پر مہمانی کو شامل ہے، اور صرف اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، اور الرحیم آخرت کے اعتبار سے ہے، آخرت میں رحمت مؤمنوں کے لئے خاص ہوگی۔

۳- الْمَلِكُ: بادشاہ (حقیقی) دونوں جہاں جس کے قبضہ قدرت میں ہیں، جو بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔

۵- الْقُدُّوسُ: صیغہ مبالغہ: بہت پاک، تمام عیوب سے مزہ، قُدُّوس (ک) قُدُّوسا: پاک ہونا، بے عیب ہونا۔

۶- السَّلَامُ: مصدر ہے، مبالغہ ذات باری کو تصف کیا گیا ہے، جیسے زید عدل: زید انصاف ہے، سَلِمَ مِنْهُ (س) سَلَامًا: عیب وغیرہ سے پاک صاف ہونا، صحیح سالم، تمام نقصان سے محفوظ۔

۷- الْمُؤْمِنُ: اسم فاعل: ان دینے والا، یہ معنی جب ہیں جب مَأْخُذٌ اَمَانٌ ہو اور مَأْخُذٌ اِيْمَانٌ ہو تو معنی ہونگے: مُصَدِّقٌ: یعنی ایمانداروں کے ایمان کو بار آور کرنے والا۔

۸- الْمُهَيِّمِينَ: اسم فاعل: نگہبانی کرنے والا، حفاظت کرنے والا، هَيَّمَنَ هَيْمَنَةً: نگہبانی کرنا، بایں معنی قرآن کریم بھی سابقہ کتابوں کا مہیمن ہے۔

۹- الْعَزِيزُ: زبردست، غالب، قوی، قاہر، اصل میں عزیز اس کو کہتے ہیں جس کی بارگاہ میں آسانی سے پہنچنا ممکن نہ ہو، عَزَّ (ض) عَزًّا: طاقت ور ہونا، صاحب عزت ہونا۔

۱۰- الْجَبَّارُ: صیغہ مبالغہ: اس کے دو معنی ہیں: (۱) خرابی کو دور کرنے والا، بگڑی بنانے والا، جَبَّرَهُ (ن) جَبْرًا: درست کرنا، اسی سے جبیر قہر ہے، شکستہ ہڈی پر باندھی جانے والی لکڑی یا پٹی (۲) بڑے دباؤ والا، جَبَّرَ (ن) فَلَانًا عَلَيَّ الْأُمُورِ: کسی کو کسی کام پر مجبور کرنا۔

۱۱- الْمُتَكَبِّرُ: اسم فاعل: بڑی عظمت و بزرگی والا، تَكَبَّرَ تَكَبُّرًا: بڑا بننا۔

۱۲- الْخَالِقُ: اسم فاعل: پیدا کرنے والا، اور جب الباری کے ساتھ ہو تو مادہ سے یا مثال سے پیدا کرنے والا۔

۱۳- الْبَارِي: اسم فاعل: پیدا کرنے والا، اور جب الخالق کے ساتھ ہو تو بغیر مادہ کے یا بغیر مثال کے پیدا کرنے والا، بَرَأَ اللَّهُ (ف) بَرَاءً: پیدا کرنا۔

۱۴- الْمُصَوِّرُ: اسم فاعل: صورت بنانے والا، اجناس کی انواع کی، اصناف کی اور افراد کی الگ الگ صورتیں

بنانے والا۔

۱۵-الحکیم: حکمت والا، دانشمند، حکمت: دانائی: یعنی ہر کام کسی مصلحت سے کرنے والا۔

آیاتِ پاک: — وہ اللہ ہیں — قرآن کریم انہیں کا کلام ہے — ان کے سوا کوئی معبود نہیں — وہی برحق معبود ہیں، ان کے سوا سب بیچ ہیں — (۱) وہ چھپی کھلی چیزوں کے جاننے والے (۲) نہایت مہربان (۳) بڑے رحم والے ہیں۔

وہ اللہ ہیں — قرآن انہیں کا کلام ہے — ان کے سوا کوئی (برحق) معبود نہیں — یہ تکرار نہیں، بلکہ قرآن کا اسلوب ہے وہ تمہید لوٹا کر دوسری بات کہتا ہے — (۴) بادشاہ (۵) پاکیزہ (۶) سالم (۷) امن دینے والا (۸) نگہبان (۹) زبردست (۱۰) شکستگی ٹھیک کرنے والا (۱۱) بڑی عظمت والا ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں کے شرک سے پاک ہیں، وہ اللہ — جن کا کلام قرآن کریم ہے، یہاں تمہید نہیں لوٹائی، کیونکہ سابقہ کلام دوہی مرتبہ لوٹانے کی نظیر ہے، البتہ لاحقہ کلام ۳۱ مرتبہ سورۃ الرحمن میں لوٹایا ہے — (۱۲) خالق (۱۳) موجد (۱۴) صورت بنانے والا — ان کے لئے اچھے اچھے (غیر متناہی) نام ہیں، ان کی پاکی بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہ زبردست (۱۵) حکمت والے ہیں۔

﴿۱۵ شعبان ۱۴۳۷ھ = ۱۳ مئی بروز جمعہ ۲۰۱۶ء﴾



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورۃ الممتحنہ

ممتحنہ: چار زبر یا زیر: اول: اسم مفعول واحد مؤنث، اور ثانی: اسم فاعل، واحد مؤنث، اشہر اول اور ثانی جائز۔ اسم مفعول کے معنی ہیں: آزمائی ہوئی عورت، چانچی ہوئی عورت، امتحان کی ہوئی عورت، جو عورت مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مدینہ آئی اور اس کا امتحان کیا گیا کہ واقعی وہ مسلمان ہو کر آئی ہے یا کسی اور غرض سے ہجرت کر کے آئی ہے، اس صورت میں ممتحنہ: مہاجرہ کی صفت ہوگی — اور آیت دس میں ﴿فَاَمْتَحِنُوهُنَّ﴾ آئے گا، یعنی ہجرت کر کے آنے والی عورتوں کو جانچو، امتحان لو، پھر آیت بارہ میں بیعت کی دفعات ہیں، جن کے ذریعہ امتحان کیا جاتا تھا، جو ان باتوں کا اقرار کرتی وہ مسلمان قرار پاتی، اس صورت میں ممتحنہ: سورت کی صفت ہوگی یعنی امتحان لینے والی سورت جس میں مذکور دفعات کے ذریعہ امتحان کیا جائے۔

رابط: گذشتہ سورت میں حزب الشیطان (یہود و منافقین) کی ناکامی اور حزب اللہ (مومنین) کی کامیابی دکھائی تھی، اب اس سورت میں حزب اللہ کی کامیابی کے لئے منفی پہلو سے ایک شرط عائد کرتے ہیں کہ اللہ کا شکر اس وقت کامیاب ہوگا جب وہ دشمن سے دوستانہ تعلق نہ رکھے، ورنہ رنگ میں بھنگ پرسلکتا ہے — پھر آئندہ سورت (سورۃ القصف) میں مثبت پہلو سے شرط عائد کریں گے کہ اللہ کا شکر اس وقت کامیاب ہوگا جب وہ سب سے پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد ہو کر لڑے تو کامیابی قدم چومے گی، اور قرآن کا اسلوب ہے کہ جب وہ کوئی بات لیتا ہے تو اس کو ممکن حد تک بڑھاتا ہے، پس سورت کا موضوع تو منفی شرط کا بیان ہے، اور اسی سے سورت کا آغاز ہوا ہے، پھر آگے متعلقات کا بیان ہے۔

کفار کے ساتھ معاملات کے احکام:

کفار کے ساتھ تین قسم کے معاملات ہوتے ہیں:

۱- موالات: یعنی دوستی، یہ کسی حال میں جائز نہیں، کہتے ہیں: المؤمن علی دین خلیلہ: آدمی دوست کا مذہب قبول کر لیتا ہے، اور جنگی حالات میں تو دشمن سے دوستی خطرناک ہے۔

۲- مدارات: یعنی رکھ رکھاؤ، ظاہری خوش خلقی، یہ تین حالتوں میں جائز ہے: ایک: دفع ضرر کے لئے، دوم: کافر کی



دینی مصلحت کے لئے یعنی توقع ہدایت کے لئے، سوم: اکرام ضیف کے طور پر، اور اپنی مصلحت و منفعت مال و جان کے لئے درست نہیں۔

۳- مواسات: غم خواری، احسان و نفع رسانی اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے، اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز ہے۔

مکہ مکرمہ فتح کرنا کیوں ضروری تھا؟

مکہ مکرمہ میں کعبہ شریف تھا، وہ توحید کا مرکز تھا، اور وہاں کافروں کی حکومت تھی، اور دنیا میں کافروں کی حکومت ہو سکتی ہے، جیسے اسلامی ملک میں غیر مسلم شہری ہو سکتے ہیں، مگر مکہ مکرمہ کو فتح کرنا ضروری تھا، عربوں کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں کہ مکہ پر کون قابض ہے؟ وہی برحق ہے، اسی کا دین سچا ہے، اس لئے حق کا بول بالا کرنے کے لئے اس پر قبضہ ضروری تھا۔ مگر اس پر قبضہ آسان نہیں تھا، کفار ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے اور مکہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے، وہ احزاب کو اکٹھا کر لیں گے اور خون کا آخری قطرہ بھی بہادیں گے۔ اس لئے جب مکہ والوں نے صلح حدیبیہ کو توڑ دیا، اور فتح مکہ کا وقت آ گیا تو نبی ﷺ نے دو باتوں کا اہتمام کیا: ایک: دس ہزار قدسیوں کا لشکر جرار لے کر آپؐ بڑھے، معمولی لشکر کے ساتھ روانہ نہیں ہوئے، کیونکہ جنگ کا پورا خطرہ تھا۔ دوم: خبروں کو اندھا کرنے کا اہتمام کیا، اور اس کے لئے خاص دعا کی، تاکہ اچانک مکہ والوں کے سر پر پہنچ جائیں، ان کو کانوں کا خبر نہ ہو اور مکہ کو جالیں، تاکہ حرم کی حرمت کم سے کم پامال ہو، ورنہ مکہ میں کشتوں کے پستے لگ جاتے، اور خواب شاید شرمندہ تعبیر نہ ہوتا۔

اللہ نے خبر کو لیک ہونے سے بچا لیا:

نبی ﷺ نے خواص کو اپنا ارادہ بتلایا تھا، اور خبروں کو روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی تھی، تاہم حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کے نام خط لکھا کہ آپؐ کی تیاری کر رہے ہیں، اور ایک عورت کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع دی، آپؐ نے چند صحابہ کو روانہ کیا کہ روضہ خانہ میں تمہیں ایک اونٹ سوار عورت ملے گی، اس کے پاس مشرکین مکہ کے نام حاطب کا خط ہے وہ لے آؤ، وہ خط لایا گیا، مگر حضرت حاطبؓ کو کوئی سزا نہیں دی گئی، کیونکہ وہ بدعتی سے نہیں لکھا گیا تھا، غلط فہمی سے لکھا گیا تھا، اور وہ بدعتی صحابی تھے، اس لئے ان سے درگزر کیا گیا، سورت کے شروع میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔



اِنَّا نَمَّا ۱۳ سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۹۱) وَكُوْنَا ۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوْكُمْ اَوْلِيَاءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمُوَدَّةِ  
 وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُوْمِنُوْا  
 بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ حَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِىْ وَاَبْتِغَاءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ  
 بِالْمُوَدَّةِ ۗ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَا اَخْفَيْتُمْ وَمَا اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ  
 سَوَاءَ السَّبِيْلِ ۝ اِنْ يَتَّقُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَاءً وَيَسْطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ  
 وَاَسْتَهْمُّ بِالسُّوْءِ وَاُوْدُوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝ لَنْ نُّنْفَعَكُمْ اَرْحَامَكُمْ وَلَا اَوْلَادَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ  
 يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اے لوگو جو	مِنَ الْحَقِّ	سچے دین سے	فِي سَبِيْلِىْ	میرے راستہ میں
لَا تَتَّخِذُوْا	ایمان لائے	يُخْرِجُوْنَ	نکالتے ہیں وہ	وَابْتِغَاءَ	اور ڈھونڈنے کے لئے
عَدُوِّيْ	میت بناؤ تم	الرَّسُوْلَ	اللہ کے رسول کو	مَرْضَاتِيْ	میری خوشنودی
وَعَدُوْكُمْ	میرے دشمن کو	وَاِيَّاكُمْ	اور تم کو	تُسِرُّوْنَ	چھپا کر بھیجتے ہو تم
اَوْلِيَاءَ	اور تمہارے دشمن کو	اَنْ	ان وجہ سے کہ	اِلَيْهِمْ	ان کی طرف
تُلْقُوْنَ	دوست	تُوْمِنُوْا	ایمان لائے تم	بِالْمُوَدَّةِ	محبت
اِلَيْهِمْ	ڈالتے ہو تم	بِاللّٰهِ	اللہ پر	وَاَنَا اَعْلَمُ	اور میں خوب جانتا ہوں
بِالْمُوَدَّةِ	ان کی طرف	رَبِّكُمْ	جو تمہارے پروردگار ہیں	بِمَا اَخْفَيْتُمْ	جس کو تم چھپاتے ہو
وَقَدْ كَفَرُوْا	محبت	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	وَمَا اَعْلَنْتُمْ	اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو
بِمَا جَاءَكُمْ	اور تحقیق انکار کیا انھوں نے	حَرَجْتُمْ	نکلے	وَمَنْ يَّفْعَلْهُ	اور جو کرے گا اس کام کو
	اس کا جو تمہارے پاس آیا	جِهَادًا	لڑنے کے لئے	مِنْكُمْ	تم میں سے

فَقَدْ صَدَّقَ سَوَاءَ السَّبِيلِ إِنَّ يَشْفَقُونَكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءُ وَيَبْطُلُوا لَاكِنِّكُمْ أَيُّدِيَهُمْ	پس بالیقین گمراہ ہو گیا وہ سیدھے راستے سے اگر پالیں وہ تم کو ہو گئے تمہارے لئے دشمن اور پھیلائیں گے تمہاری طرف اپنے ہاتھ	وَ أَلَسْتُمْ لَهُمْ بِالشُّرَكَاءِ وَوَدَّوْا لَوْ كَفَرُوا لَنْ نَنْفَعَكُمْ أَنْعَانِكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	اور اپنی زبانیں برائی کے ساتھ اور تمنا کریں گے کاش کافر ہو جاؤ تم ہرگز کام نہیں آئیں گے تمہارے رشتہ دار اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن	يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِصَاحِبِ تَعْمَلُونَ بِصَبْرٍ	جدا کرے گی (فیصلہ کریں گے) وہ تمہارے درمیان اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کو جو تم کرتے ہو خوب دیکھنے والے ہیں
---	---	---	--	---	---

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان نہایت رحم والے ہیں

شان نزول: جب نبی ﷺ نے فتح مکہ کے لئے چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے جو بدری صحابی ہیں، اور یمن کے رہنے والے تھے، اور مکہ میں آجسے تھے، اور ان کے بھائی، والدہ، اولاد، اہل و عیال اور اموال اب تک مکہ میں تھے۔ انھوں نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا کہ رسول اللہ ﷺ تم پر چڑھائی کرنے والے ہیں، اور یہ خط ایک عورت کو دیا جو مکہ جا رہی تھی، آپ کو وحی سے اس کی اطلاع ہو گئی، آپ نے حضرت علی اور چند صحابہ کو بھیجا کہ فلاں جگہ ایک عورت ملے گی، اس سے خط لے آؤ، وہ عورت ملی، اس کو دھمکایا تو اس نے چوٹی سے نکال کر خط دیا، جب خط آیا تو آپ نے حاطب سے پوچھا: یہ کیا حرکت ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میں مرتد نہیں ہوا، نہ مخالفت اسلام کے سبب یہ خط لکھا ہے، بلکہ اس لئے لکھا ہے کہ میرے اہل و عیال اور اموال مکہ میں ہیں، میں نے سوچا کہ اسلام کا تو اس سے کوئی ضرر نہ ہوگا، وہ تو غالب ہو کر رہے گا، اور میرا مکہ والوں پر ایک احسان ہو جائے گا، وہ اس کے بدل میں میرے اہل و عیال اور اموال کی حفاظت کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حضور کے زمانہ میں جلاذ (سزا دینے والے) تھے، قتل کی اجازت چاہی، آپ نے فرمایا: یہ بدری ہیں، اور اللہ نے اہل بدر کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ﴾ اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ۔ — کفار سے موالات کا حکم ابھی سورت کی تمہید میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ مطلقاً (کسی بھی صورت میں) جائز نہیں، اور مسلمانوں میں جو گمراہ فرقے ہیں ان کے ساتھ موالات کا بھی یہی حکم ہے، جو فرقے دائرہ (۱) تَقَفَّ الشَّيْءِ: کوشش کے بعد پالینا، قابو پانا۔ تَقَفَّ الْعِلْمَ: ماہر ہونا، مُتَّقِفٌ: مہذب، تعلیم یافتہ۔

اسلام سے خارج ہیں وہ تو کفار کے حکم میں ہیں، اور جو دائرہ اسلام میں ہیں مگر گمراہ ہیں: ان سے بھی دور کی صاحب سلامت اچھی! ان سے بھی دینی ضرر کا اندیشہ ہے۔

﴿تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمُؤَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ﴾: تم ان کی طرف دوستی (نامہ) ڈالتے ہو، حالانکہ وہ اس برحق دین کے منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے۔ اس لئے وہ اللہ کے دشمن ہوئے اور تمہارے بھی دشمن ہوئے، اور دشمن سے دوستانہ مراسم ایمان والوں کو زیب نہیں دیتے۔

﴿يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ﴾: وہ اللہ کے رسول کو اور تم کو شہر بدر کر چکے ہیں، اس وجہ سے کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لائے ہو۔ یعنی اس سے بڑی دشمنی اور ظلم کیا ہوگا؟ پھر بھی تم ایسوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو!

﴿إِنْ كُنْتُمْ حَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي﴾: اگر تم اپنے گھروں سے نکلے ہو میرے راستہ میں لڑنے کے لئے، اور میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔ یعنی مکہ والے تو تمہارے دشمن ہیں، انہی کے ساتھ تمہاری لڑائی ہے، پھر انہی دشمنوں کے ساتھ دوستی کا نمٹنے کا کیا مطلب؟ کیا ان کو راضی کر کے اللہ کو ناراض کرنا چاہتے ہو؟

﴿تَسْرُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمُؤَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ﴾: تم چپکے سے ان کی طرف دوستی (نامہ) بھیجتے ہو، حالانکہ میں خوب جانتا ہوں ان باتوں کو جو تم چھپا کر کرتے ہو، اور ان باتوں کو جو تم علانیہ کرتے ہو۔ یعنی اللہ سے کیا بات چھپی ہے؟ دیکھو تم نے خفیہ نامہ روانہ کیا، مگر اللہ نے اپنے رسول کو مطلع کر دیا، پس یہ تم نے حماقت کی یا نہیں؟

﴿وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ صَدَّى سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾: اور جو شخص تم میں سے یہ حرکت کرے گا وہ یقیناً راہ راست سے بھٹک گیا۔ یہ حرکت: یعنی دشمن سے ساز باز..... سیدھے راستہ: یعنی جنت کے راستہ سے..... بھٹک گیا!

یعنی اب جائے گا سیدھا جہنم میں!

﴿إِنْ يَشْفَقُوا كُمْ لَيَكُونُوا كُفْرًا أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ﴾

ترجمہ: اگر ان (کفار) کو تم پر دسترس حاصل ہو جائے تو وہ تمہارے دشمن ہونگے، اور تمہاری طرف بددینی سے دست درازی اور زبان درازی کریں گے، اور تمنا کریں گے کہ تم کافر ہو جاؤ۔ یعنی ان کافروں سے بحالت موجودہ کسی بھلائی کی امید مت رکھو، خواہ تم کتنی ہی رواداری اور دوستی کا اظہار کرو گے وہ کبھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے، باوجود انتہائی رواداری کے اگر تم پر ان کا قابو ہو جائے تو کسی قسم کی برائی اور دشمنی سے درگزر نہ کریں، زبان سے ہاتھ سے ہر طرح ایذا پہنچائیں، اور یہ چاہیں کہ جیسے خود صداقت کے منکر ہیں کسی طرح تم کو بھی منکر بنا ڈالیں، کیا ایسے شریر اور بد باطن اس

لائق ہیں کہ ان کو دوستانہ پیغام بھیجا جائے؟ (فوائد)

﴿لَنْ نَنْفَعَكَ أَرْحَامُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصَلُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾ ترجمہ:

ہرگز تمہارے کام نہیں آئیں گے تمہارے رشتہ دار اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن، جدائی کر دیں گے اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتے ہیں — یعنی حاطبؓ نے وہ خط اپنے اہل و عیال کی خاطر لکھا تھا، اس پر تنبیہ فرمائی کہ اولاد اور رشتہ دار قیامت کے دن کچھ کام نہ آئیں گے، کیونکہ وہ کافر ہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان کے درمیان جدائی کر دیں گے، ان کو جہنم رسید کریں گے اور تمہیں جنت نشیں! پھر ایسے ناہنجاروں (نالائقوں) کے لئے اپنی آخرت کیوں برباد کرتے ہو — دوسرا ترجمہ: اللہ فیصلہ فرمائیں گے تمہارے لئے جنت کا اور ان کے لئے جہنم کا، پھر تم ان کی خاطر اپنی آخرت کیوں تباہ کر رہے ہو۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ  
إِنَّا بَرَاءٌ مِّنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَ  
بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدَاهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ  
لِأَبِيهِ لَا اسْتَفْقَرْتُ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا  
وَإِلَيْكَ آوَيْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاعْفُرْنَا  
رَبَّنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ  
يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ

ع

فَدَا كَانَتْ	باتحقیق تھا	فِي إِبْرَاهِيمَ	ابراہیم میں	لِقَوْمِهِمْ	اپنی برادری سے
لَكُمْ	تمہارے لئے	وَالَّذِينَ مَعَهُ	اور ان میں جو ان کے	إِنَّا بَرَاءٌ مِّنكُمْ	بے شک ہم بیزار ہیں
أُسْوَةٌ	نمونہ	سَاتِحِينَ	ساتھ ہیں	وَمِمَّا	تم سے
حَسَنَةٌ	اچھا	إِذْ قَالُوا	جب کہا انہوں نے	وَالْبَغْضَاءُ	اور ان سے جن کو

(۱) اسوۃ: نمونہ عمل، چال، ڈھنگ، نمونہ اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی، منفعت رساں بھی، اور مضرت رساں بھی (راغب)

(۲) بَرَاءٌ: بڑی کی جمع، جیسے ظریف کی جمع ظرفاء، بیزار، بے تعلق۔

اور بخش دیں آپ ہمیں	وَاعْفُرْ لَنَا	تیرے لئے	لَكَ	تم پوجتے ہو	تَعْبُدُونَ
اے ہمارے رب!	رَبَّنَا	اور نہیں مالک ہوں میں	وَمَا أَمْلِكُ	اللہ سے ورے	مِن دُونِ اللَّهِ
بے شک آپ ہی	إِنَّكَ أَنْتَ	تیرے لئے	لَكَ	اظہار بے تعلقی کرتے	كَفَرْنَا بِكَ <sup>(۱)</sup>
زبردست	الْعَزِيزُ	اللہ سے	مِنَ اللَّهِ	ہیں ہم تم سے	
حکمت والے ہیں	الْحَكِيمُ	کسی چیز کا	مِن شَيْءٍ	اور ظاہر ہوئی	وَيَدَا
بخدا! تحقیق تھا	لَقَدْ كَانَ	اے ہمارے رب!	رَبَّنَا	ہمارے اوتوہما کے درمیان	بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ
تمہارے لئے ان میں	لَكُمْ فِيهِمْ	آپ پر	عَلَيْكَ	دشمنی	الْعَدَاوَةُ
اچھا نمونہ	أَسْوَةٌ حَسَنَةٌ	بھروسہ کیا ہم نے	تَوَكَّلْنَا	اور بے (شدید دشمنی)	وَالْبَغْضَاءُ
اس کے لئے جو ہے	لِمَن كَانَ	اور آپ کی طرف	وَأَلَيْنَا	ہمیشہ کے لئے	أَبَدًا
امید رکھتا اللہ کی	يَرْجُوا اللَّهَ	متوجہ ہوئے ہم	أَنْبَتَا	یہاں تک کہ ایمان لاؤ گے	حَقِّي تَوَكَّلْنَا
اور آخری دن کی	وَالْيَوْمِ الْآخِرِ	اور آپ کی طرف	وَأَلَيْنَا	اللہ پر	بِاللَّهِ
اور جو	وَمَنْ	لوٹنا ہے	النَّصِيرُ	اکیلے	وَحَدَاةٌ
منہ پھیرے گا	يَتَوَلَّى <sup>(۲)</sup>	اے ہمارے رب!	رَبَّنَا	مگر بات	إِلَّا قَوْلَ
پس بے شک اللہ تعالیٰ	فَإِنَّ اللَّهَ	نہ بنائیں آپ ہمیں	لَا تَجْعَلْنَا	ابراہیم کی	إِبْرَاهِيمَ
ہی بے نیاز	هُوَ الْعَقِيُّ	آزمائش	فِتْنَةً	اپنے باپ سے	لِإِبْنِهِ
ستودہ صفات ہیں	الْحَقِيدُ	کافروں کے لئے	لِلَّذِينَ كَفَرُوا	ضرور معافی مانگوں گائیں	لَا نَسْتَغْفِرُكَ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی، پھر اپنی قوم کی طرف منہ نہیں کیا، تم بھی وہی کرو

اب نصیحت کرتے ہیں کہ تمہارے لئے بہترین نمونہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھی ہیں، تم ملت ابراہیمی پر ہو، تمہارے لئے ان سے بہتر کوئی اسوہ نہیں ہو سکتا، ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے اپنی قوم سے علاحدگی اختیار کر لی تھی، اور بیزاری ظاہر کر دی تھی، صاف کہہ دیا تھا کہ تم اللہ کے منکر ہو، اس لئے جب تک شرک چھوڑ کر ایک اللہ کی بندگی نہیں کرو گے ہمارا تمہارا کچھ تعلق نہیں، ہم تم سے اظہار بے تعلقی کرتے ہیں، اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے

(۱) کَفَرًا بہ: بے تعلقی کا اظہار کرنا (۲) يتولى: مضارع مجزوم جب تولى: عن کے ساتھ متعدی ہو، خواہ عن مذکور ہو یا پوشیدہ تو منہ پھرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے معنی ہوتے ہیں، یہاں عن: محذوف ہے۔

لئے عداوت کھلی ہے، ہاں تم شرک چھوڑ کر ایک اللہ کے بندے بن جاؤ تو پھر ہم اور تم ایک ہیں۔

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءُؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَغَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحَدًّا﴾

ترجمہ: واقعہ یہ ہے کہ تمہارے لئے ابراہیمؑ میں اور ان لوگوں میں جو ان کے ساتھ تھے ایک عمدہ نمونہ ہے، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو: بیزار ہیں، ہم تم سے بے تعلق ہیں، اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا، جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔

ابراہیم علیہ السلام نے باپ سے جو استغفار کا وعدہ کیا تھا وہ قطع تعلق کے منافی نہیں

جب ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی تو باپ سے یہ کہہ کر چلے تھے کہ میں آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا، مگر استغفار کو قبول کروانا میرے اختیار میں نہیں یعنی تو کفر پر مرا تو میں تجھے بخشوا نہیں سکتا: یہ وعدہ قطع تعلق کے منافی نہیں، اس استغفار کا حاصل طلب ہدایت ہے، اور کافر کی حیات میں ایسی دعا ہر شخص کر سکتا ہے، شاید کسی کو غلط فہمی ہو اس لئے یہ استثناء فرمایا، پھر جب ان کا باپ کفر پر مرا تو آپ اس سے بے تعلق ہو گئے [التوبہ: ۱۱۴]

﴿إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ﴾

ترجمہ: لیکن ابراہیمؑ کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا، اور تمہارے لئے مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں (تھانوی)

فائدہ: مستثنیٰ بظاہر دو چیزیں ہیں: (۱) میں ضرور استغفار کروں گا (۲) مجھے کوئی اختیار نہیں — لیکن مجموعہ کا استثناء پہلے جزء کے اعتبار سے ہے، اور دوسرا جزء مجعاً آ گیا ہے (بیان القرآن)

ابراہیم علیہ السلام اور مومنین کی دودعائیں، انبیاء کی دعاؤں میں بھی تعلیم ہوتی ہے

ابراہیم علیہ السلام نے اور ان کے ساتھیوں نے دودعائیں کیں، ان میں بھی اس امت کے مومنین کے لئے سبق ہے، ان کو بھی یہ دعائیں کرنی چاہئیں:

پہلی دعا: الہی! ہم سب کو چھوڑ کر تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں، اور ہم قوم سے ٹوٹ کر تیری طرف رجوع ہوتے ہیں، اور ہم خوب جانتے ہیں کہ سب کو پھر کر آپ ہی کے پاس آنا ہے۔

دوسری دعا: الہی! ہمیں کافروں کا تختہ مشق مت بنا، وہ ہم پر ظلم و ستم کے پہاڑ نہ توڑیں، اور الہی! ہماری کوتاہیوں کو معاف فرما، ہماری تقصیرات سے درگزر فرما! آپ زبردست حکمت والے ہیں، آپ کے دست قدرت میں سب کچھ ہے، ہمیں دشمنوں کے مقابلہ میں مغلوب و مقہور نہ ہونے دے!

﴿ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنبَتْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَاعْفُ رَنَّا رَبَّنَا، إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ﴾

ترجمہ: (۱) اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر بھروسہ کرتے ہیں، اور آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے (۲) اے ہمارے پروردگار! ہمیں کافروں کا تختہ مشق مت بنا، اور ہمارے گناہ بخش دے، اے ہمارے پروردگار! بے شک آپ ہی زبردست حکمت والے ہیں۔

### ترغیب کے ساتھ ترہیب بھی

گذشتہ نصیحت: جس میں ترغیب تھی: اس کے ساتھ ترہیب (دھمکی) کو ملا کر بحث ختم کرتے ہیں۔

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَرَمَى تَتَوَلَّىٰ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ﴾

ترجمہ: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں میں — ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں — تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے ایسے شخص کے لئے جو اللہ کی اور آخری دن کی امید رکھتا ہے — یہ ترغیب ہے — اور جو روگردانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ بے نیاز سزاوار حمد ہیں — یہ ترہیب ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا طرز اپناؤ، اگر اس کے خلاف چلو گے اور دشمنی سے دوستانہ گانٹھو گے تو خوف نقصان اٹھاؤ گے، اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑو گے، وہ بے نیاز اور تمام خوبیوں کے مالک ہیں۔

عَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً ۚ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۚ  
وَاللَّهُ عَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ  
يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝  
إِنَّمَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ  
وَظَهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝



عَسَىٰ اللَّهُ <sup>(۱)</sup>	ہوسکتا ہے اللہ	عَنِ الَّذِينَ	ان لوگوں سے جو	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
أَنْ يَجْعَلَ	کہ کر دیں	لَمْ يَفْعَلْ تَلُوَكُمْ	نہیں لڑتے تم سے	عَنِ الَّذِينَ	ان لوگوں سے جو
بَيْنَكُمْ <sup>(۲)</sup>	تمہارے درمیان	فِي الدِّينِ	دین میں	فَتَلُوَكُمْ	لڑے تم سے
وَبَيْنَ الَّذِينَ	اور ان کے درمیان	وَلَمْ يُخْرِجُوا	اور نہیں نکالا تم کو	فِي الدِّينِ	دین میں
عَادِيكُمْ	دشمنی ہے تمہاری	مِنْ دِيَارِكُمْ	تمہارے گھروں سے	وَأَخْرَجُوا	اور نکالا تم کو
مِنْهُمْ <sup>(۳)</sup>	ان سے	أَنْ تَبْرُوهُمْ <sup>(۴)</sup>	کہ حسن سلوک کرو تم	مِنْ دِيَارِكُمْ	تمہارے گھروں سے
مَوَدَّةً	محبت	وَأَنْ تَبْرُوهُمْ <sup>(۴)</sup>	ان سے	وَأَخْرَجُوا	اور ایک دوسرے کی
وَاللَّهُ	اور اللہ	وَأَخْرَجُوا	اور انصاف کا معاملہ کرو	وَأَخْرَجُوا	مدد کی
قَدِيرٌ	قدرت والے ہیں	وَأَخْرَجُوا	ان کے ساتھ	وَأَخْرَجُوا	تمہارے نکالنے میں
وَاللَّهُ	اور اللہ	وَأَخْرَجُوا	بے شک اللہ تعالیٰ	وَأَخْرَجُوا	کہ دوستی کرو تم ان سے
عَفُورٌ	بڑے بخشنے والے	وَأَخْرَجُوا	پسند کرتے ہیں	وَأَخْرَجُوا	اور جو دوستی کرے گا
رَحِيمٌ	بڑے مہربان ہیں	وَأَخْرَجُوا	انصاف کرنے والوں کو	وَأَخْرَجُوا	ان سے
لَا يَنْهَكُمْ	نہیں روکتے تم کو	وَأَخْرَجُوا	اس کے سوا نہیں	وَأَخْرَجُوا	پس وہی لوگ
اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	وَأَخْرَجُوا	روکتے ہیں تم کو	وَأَخْرَجُوا	گنہگار ہیں

### مکہ والوں سے ترکِ موالیات چند دن کے لئے ہے

مکہ والوں سے ترکِ موالیات کا حکم مہاجرین پر بھاری تھا، اس لئے اب امید کی کرن دکھاتے ہیں کہ اللہ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ تمہارے بدترین دشمن: مسلمان ہو جائیں، اور تمہارے اور ان کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہو جائیں، چنانچہ فتح مکہ کے بعد ایسا ہی ہوا، مکہ کے سب لوگ مسلمان ہو گئے، اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ایک دوسرے پر جان چھڑکنے لگے، مگر فی الحال ترکِ موالیات پر مضبوطی سے عمل ضروری ہے، اور کسی سے کوئی غلطی ہوگئی تو وہ اللہ سے معافی مانگے، اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔

(۱) عسى: فعل مقارب: امید ورجاء کے لئے ہے، اللہ: اس کا اسم ہے، اور جملہ أن يجعل خبر ہے (۲) بینکم: ظرف مستقر ہو کر جعل کا مفعول ثانی اور مودة: مفعول اول ہے (۳) منہم: ظرف مستقر ہو کر حال ہے (۴) جملہ أن تبروہم بدل ہے جملہ لم یقاتلوکم سے (۵) ظاہر مظاهرتہ: ایک دوسرے کی مدد کرنا (۶) أن تو لوہم: الذین سے بدل ہے۔

﴿عَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ كَادَبْتُمْ مِنْهُمْ مُودَّةً ۗ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۗ وَاللَّهُ عَفُورٌ رَحِيمٌ ۝﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری دشمنی ہے: دوستی کر دیں گے، اور اللہ کو بڑی قدرت ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے رحم والے ہیں۔

جو کافر مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار نہیں ان کے ساتھ رواداری جائز ہے

مکہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے، مگر مسلمانوں سے ان کو ضد اور بے خاش بھی نہیں تھی، نہ دین کے معاملہ میں مسلمانوں سے لڑے، نہ ان کو ستانے اور شہر بدر کرنے میں ظالموں کے مددگار بنے، اس قسم کے کافروں کے ساتھ نرمی، رواداری اور انصاف کا برتاؤ جائز ہے، اسلام کی تعلیم یہ نہیں کہ سب کافروں کو ایک لاشی سے ہانکا جائے، ایسا کرنا حکمت و انصاف کے خلاف ہوگا، ضروری ہے کہ معاند و مسلم میں فرق کیا جائے، ہاں ظالموں سے جو دوستانہ برتاؤ کرے وہ قابلِ مواخذہ ہے، ایسا شخص سخت گنہگار ہے۔

﴿لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ

وَتُقْسَطُوا إِلَيْهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ إِنَّمَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ

وَآخَرُجُوكُمْ مِّن دِيَارِكُمْ وَظَهَرُوا عَلَيْكُمْ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوْلَوْهُمْ ۗ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتے جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا کہ ان کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں انہیں لوگوں سے نہیں روکتے ہیں جو تم سے دین کے بارے میں لڑے ہیں، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے کہ ان سے دوستی کرو، اور جو ایسوں سے دوستی کرے گا وہی گنہگار ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ

بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ

وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۗ وَآتُوهُنَّ مِمَّا أَنْفَقُوا ۗ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا

اتَّيَبَتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ ۗ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكُوفِرِ وَسَلُّوا مِمَّا أَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ

أَنْفِقُوا ۗ ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ ۗ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَإِنْ فَاتَكُمْ

شَيْءٍ مِّنْ أَرْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقِبْتُمْ فَاتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَرْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَا  
 أَنْفَقُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝

اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ	اور دو تم ان کو	وَأَتَوْهُمْ	اے وہ لوگو جو	يَأْتِيهَا الَّذِينَ
خوب جاننے والے	عَلِيمٌ	جو خرچ کیا انہوں نے	مِمَّا أَنْفَقُوا	ایمان لائے	آمَنُوا
حکمت والے ہیں	حَكِيمٌ	اور نہیں کچھ گناہ	وَلَا جُنَاحَ	جب آئیں تمہارے پاس	لَا إِذَا جَاءَكُمْ
اور اگر تمہارے ہاتھ	وَلَا إِذَا تَكَمُّمٌ	تم پر	عَلَيْكُمْ	مسلمان عورتیں	الْمُؤْمِنَاتُ
سے نکل جائیں	شَيْءٌ	کہ نکاح کروان سے	أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ	وطن چھوڑ کر	مُهَاجِرَاتٍ
کچھ	شَيْءٌ	جب دو تم ان کو	إِذَا أَتَيْتُمُوهُنَّ	پس جانچ لو ان کو	فَآمَنْتُمُوهُنَّ
تمہاری بیویوں میں سے	فَمِنْ أَرْوَاجِكُمْ	ان کی اجرت	أُجُورَهُنَّ	اللہ خوب جانتے ہیں	اللَّهُ أَعْلَمُ
کافروں کی طرف	إِلَى الْكُفَّارِ	اور نہ تمہارے رہو تم	وَلَا تُسَيِّئُوا	ان کے ایمان کو	بِأَيْمَانِهِنَّ
پس نمبر آئے تمہارا	فَعَاقِبْتُمْ (۳)	عصمتیں	بِعِصْمِ (۱)	پس اگر	فَإِنْ
تو دو ان کو جو	فَاتُوا الَّذِينَ	کافر عورتوں کی	الْكُفَّارِ (۲)	جانو تم ان کو	عَلَيْتُمُوهُنَّ
جاتی رہیں	ذَهَبَتْ	اور مانگ لو تم	وَسَفَعُوا	ایماندار	مُؤْمِنَاتٍ
ان کی بیویاں	أَرْوَاجُهُمْ	جو خرچ کیا تم نے	مِمَّا أَنْفَقْتُمْ	پس نہ لو ٹاڈا ان کو	فَلَا تَرْجُمُوهُنَّ
جتنا	مِثْلَ	اور چاہئے کہ مانگیں وہ	وَلَيْسَ لَكُمْ	کافروں کی طرف	إِلَى الْكُفَّارِ
انہوں نے خرچ کیا ہے	مِمَّا أَنْفَقُوا	جو خرچ کیا انہوں نے	مِمَّا أَنْفَقُوا	نہ وہ عورتیں	لَا هُنَّ
اور ڈرو اللہ سے	وَاتَّقُوا اللَّهَ	یہ	ذَلِكُمْ	حلال ہیں ان کے لئے	حِلٌّ لَّهُمْ
تم	الَّذِي أَنْتُمْ	اللہ کا فیصلہ ہے	حُكْمُ اللَّهِ	اور نہ وہ کافر	وَلَا هُمْ
جس کا	بِهِ	فیصلہ کرتے ہیں وہ	يَعْتَكُمُ	حلال ہیں	يَعْتَدُونَ
یقین کرنے والے ہو	مُؤْمِنُونَ	تمہارے درمیان	بَيْنَكُمْ	ان عورتوں کے لئے	لَهُنَّ

(۱) عِصْمٌ: عصمت کی جمع: ناموس، اصل معنی ریشی اور مجازی معنی عقد نکاح (۲) الكوافر: الکافرة کی جمع (۳) عاقب معاقبہ: سزا دینا، نوبت آنا، بنیمت پانا۔

ترک موالات اس حد تک ضروری تھا کہ جن مسلمانوں کے نکاح میں

کافر عورتیں تھیں ان کو حکم دیا گیا کہ وہ ان کو چھوڑ دیں

یہ عنوان آیت کا ماقبل سے ربط ہے، اور وہ آیت میں ضمنی مضمون ہے، مگر ماقبل سے مربوط ہے۔ دشمنوں سے ترک موالات اس حد تک ضروری تھا کہ جن صحابہ کے نکاح میں کافر عورتیں تھیں ان کو حکم دیا کہ وہ ان کو چھوڑ دیں، گھر میں کافر عورت ہوگی تو کوئی راز: راز نہیں رہے گا، اور راز افشاء ہو جائے گا تو کامیابی کیسے ملے گی، جیسے آج کل عرب اسلامی حکومتوں کے امراء کے گھروں میں عیسائی یا یہودی لڑکی بیٹھی ہوئی ہے، اور لڑ بھی انھیں سے رہے ہیں، اس لئے ان کا ہر راز فاش ہو جاتا ہے، اور محنت پر پانی پھر جاتا ہے، وہ کہتے ہیں: اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ بے شک جائز ہے، مگر ہر جائز کام کرنے کا نہیں ہوتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے طلاق خواہ مخواہ نہیں دلائی تھی، اور حضرت صلاح الدین ایوبیؒ کی کامیابی کا راز یہی تو تھا کہ انھوں نے کسی عیسائی لڑکی کو حرم میں گھسنے نہیں دیا، اور امراء پر بھی سختی کی، اس لئے فتح نے ان کے قدم چومے!

صلح حدیبیہ کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہوا

صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ جو شخص مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جائے گا: اس کو واپس کیا جائے گا، چنانچہ کئی حضرات حدیبیہ اور مدینہ سے واپس کئے گئے، پھر وہیں حدیبیہ میں چند خواتین آئیں، ان کے متعلقین ان کو لینے کے لئے آئے تو یہ آیت نازل ہوئی، اور مشرکین سے کہہ دیا گیا کہ عورتوں پر صلح کا اطلاق نہیں ہوتا، انھوں نے مان لیا، البتہ حکم دیا کہ ان عورتوں کو جانچا جائے، واقعی وہ مسلمان ہو کر آئی ہیں؟ اس کے لئے آئندہ آیت نازل ہوئی جو عورت بیعت کی ان دفعات کا اقرار کرتی اس کو مسلمان سمجھا جاتا، اور اس کا مہر کفار کو واپس کیا جاتا۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ﴾: اے ایمان والو! جب تمہارے

پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لو ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ﴾: اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتے ہیں۔ یعنی امتحان سے حقیقی حالت تو معلوم نہیں ہوتی، وہ تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں، بندوں کو تو حکم یہ ہے کہ ظاہر پر حکم دائر کریں: ﴿فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ﴾: پس اگر تم ان کو مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ۔ کیونکہ صلح کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہوتا، نیز: ﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ﴾: وہ مسلمان عورتیں ان کفار کے لئے حلال نہیں، اور نہ وہ کفار ان مسلمان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ پس وہ عورتیں

ان کافروں کے گھر حرام میں پڑیں گی ﴿وَآتَوْهُمْ مِمَّا أَنْفَقُوا﴾ اور ان کو دیدو جو انہوں نے خرچ کیا ہے — یعنی ان کا مہر ان کے شوہروں کو پھیر دو: ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُواوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ﴾ اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان عورتوں سے نکاح کرو، جب تم ان کو ان کے مہر دو — یعنی نکاح کرنے والا مسلمان ایک تو کافر شوہر کا مہر لوٹائے، دوسرا: عورت کو نیا مہر دے کر نکاح میں لائے: ﴿وَلَا تُنْسِكُوا بِعَصَمِ الْكُوفِرِ وَنَسَكُوا مِمَّا أَنْفَقْتُمْ وَلَيْسَ لَكُم مِمَّا أَنْفَقُوا﴾ اور تم کافر عورتوں کے تعلقات باقی مت رکھو — یعنی تمہاری جو عورتیں کافر ہیں ان کو طلاق دیدو — اور مانگ لو جو تم نے خرچ کیا ہے — یعنی جو مہر دیا ہے وہ نکاح کرنے والے کافر سے لے لو — اور چاہئے کہ وہ کافر بھی مانگ لیں جو کچھ انہوں نے خرچ کیا ہے — یہی انصاف اور برابری ہے، جب یہ حکم اترا تو مسلمان تیار ہوئے دینے کو بھی اور لینے کو بھی، مگر کفار لینے کو تو تیار ہو گئے دینا قبول نہ کیا: ﴿ذَلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾ یہ اللہ کا فیصلہ ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتے ہیں — یعنی ان عورتوں کو واپس نہیں کیا جائے گا، ہاں ان کا مہر لوٹایا جائے گا، اور تمہاری کافر عورتوں کو بھی چھوڑ دیا جائے گا، یہ سب اللہ کے فیصلے ہیں — اور اللہ خوب جاننے والے حکمت والے ہیں۔

﴿وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَلَّا قَبْلُكُمْ فَأَتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِثْلَ مَا أَنْفَقُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ﴾

ترجمہ: اور اگر تمہاری کوئی بیوی تمہارے ہاتھ سے نکل کر کافروں کے پاس پہنچ جائے — اور وہ اس کا مہر واپس نہ کرے — پھر تمہاری باری آئے — یعنی کسی مسلمان عورت کا مہر واپس کرنے کا موقع آئے یا غنیمت حاصل ہو — تو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئی ہیں: جتنا انہوں نے خرچ کیا ہے اس کے برابر تم ان کو دیدو — اور باقی بچے وہ کافر شوہر کو دیدو، مثلاً ہزار دینا ہے اور پانچ سو لینا ہے، تو وہ پانچ سو مسلمان کو دیدو، اور باقی پانچ سو کافر شوہر کو دیدو — اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو — اللہ اکبر! کس قدر عدل و انصاف ہے لیکن اس پر کار بند وہی ہوگا جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہے، اور اس پر ٹھیک ٹھیک ایمان رکھتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ

اللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَسُؤُوا  
مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَبِئْسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ۝

اے لوگو جو	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	بہتان (افترا)	بُفْهَاتٍ	اے پیغمبر	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ
ایمان لائے	أَمْنُوا	جس کو وہ گھڑ رہی ہوں	يَفْتَرِيهَا	جب آئیں آپ کے پاس	إِذَا جَاءَكَ
ندوستی کرو	لَا تَتَوَلَّوْا	اپنے ہاتھوں کسمانے	بَيْنَ أَيْدِيهِمْ	مسلمان عورتیں	الْمُؤْمِنَاتُ
ان لوگوں سے	قَوْمًا	اور اپنے پیروں کسمانے	وَأَرْجُلِهِمْ	بیعت کر رہی ہیں آپ	يُبَايِعُنَكَ
غضبناک ہیں اللہ	غَضِبَ اللَّهُ	اور نافرمانی نہیں کریں	وَلَا يُعْصِيَنَّكَ	اس بات پر کہ	عَلَىٰ أَنْ
ان پر	عَلَيْهِمْ	گی آپ کی	كِي تَأْتِيَنَّكَ	نہیں شریک کریں گی وہ	لَا يُشْرِكَنَّ
تحقیق آس توڑے	قَدْ يَسُؤُوا	جائز کام میں	فِي مَعْرُوفٍ	اللہ کے ساتھ	بِاللَّهِ
ہوئے ہیں	تَحْقِيقًا	پس ان کو بیعت کر لیں	فَبَايِعُهُنَّ	کسی چیز کو	شَيْئًا
آخرت سے	مِنَ الْآخِرَةِ	اور مغفرت طلب کریں	وَاسْتَعْفِفْنَ	اور چوری نہیں کریں گی	وَلَا يَسْرِقْنَ
جیسا آس توڑے ہوئے ہیں	كَمَا يَبِئْسَ	ان کے لئے اللہ سے	لَهُنَّ اللَّهُ	اور بدکاری نہیں کریں گی	وَلَا يَزْنِينَ
کفار	الْكُفَّارُ	بے شک اللہ تعالیٰ	إِنَّ اللَّهَ	اور قتل نہیں کریں گی	وَلَا يَقْتُلْنَ
قبر والوں سے	مِنَ أَصْحَابِ	بڑے گناہ بخشنے والے	غَفُورٌ	اپنی اولاد کو	أَوْلَادَهُنَّ
	الْقُبُورِ	بڑے مہربان ہیں	رَّحِيمٌ	اور نہیں لائیں گی وہ	وَلَا يَأْتِينَ

مسلمان عورتوں کو جو ہجرت کر کے آئیں: جانچنے کا طریقہ

رابطہ پہلے فرمایا تھا کہ مسلمان عورتوں کی جو ہجرت کر کے آئیں جانچ کی جائے، اس آیت میں جانچ کا طریقہ بیان کیا ہے، آیت میں چھ باتیں ہیں، جو عورت ان باتوں کا اقرار کرے اسے مسلمان سمجھا جائے۔

آیت بیعت: یہ آیت: آیت بیعت کہلاتی ہے، صحابہ نے نبی ﷺ سے مختلف بیعتیں کی ہیں، اس آیت میں جس بیعت کا ذکر ہے وہ ”بیعت سلوک“ ہے، بیعت سلوک: گناہوں سے بچنے اور نوافل اعمال کر کے جنت کے بلند درجات حاصل کرنے کے لئے ہے، نجات اخروی کے لئے یہ بیعت ضروری نہیں، ضروری ہوتی تو تمام صحابہ و صحابیات یہ بیعت کرتے، آخرت میں نجات کے لئے ایمان صحیح اور اعمال صالحہ کافی ہیں، اور جاہلوں کا جو خیال ہے کہ پیر کے بغیر نجات نہیں

ہوسکتی: یہ بات صحیح نہیں۔

بیعتِ سلوک کے تعلق سے مختلف نظریے:

جاننا چاہئے کہ بیعتِ سلوک کے تعلق سے دنیا میں تین نظریے پائے جاتے ہیں:

پہلا نظریہ: غیر مقلدین، سلفیوں، نجدیوں اور مودودیوں کا ہے، ان کے نزدیک بیعتِ سلوک بے اصل ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں، بلکہ مودودی صاحب نے تو اس کو چھینا بیگم کہا ہے، چنیا بیگم افیم کو کہتے ہیں۔

دوسرا نظریہ: بریلویوں کا ہے، وہ کہتے ہیں: آخرت میں نجات کے لئے بیعتِ ضروری ہے، اور جس کا کوئی پیر نہیں: اس کا پیر شیطان ہے، بلکہ ان کے جاہل تو کہتے ہیں: گونگے پیر (قرآن کریم) سے نجات نہیں ہوگی، بولتا پیر (زندہ پیر) چاہئے۔

تیسرا نظریہ: علمائے دیوبند کا ہے، وہ کہتے ہیں: بیعتِ سلوک کا قرآن و حدیث سے ثبوت ہے، مگر نجاتِ اخروی کے لئے بیعتِ ضروری نہیں۔ نجات کا مدار ایمانِ صحیح اور اعمالِ صالحہ پر ہے۔ البتہ بیعتِ سلوک کے دو بڑے فائدے ہیں: ایک: بیعتِ نوافل اعمال میں زیادتی اور اس کے ذریعہ جنت میں بلند درجات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ آدمی خود بھی نوافل اعمال کر سکتا ہے مگر تجربہ یہ ہے کہ وہ کامیاب نہیں ہوتا اگر خود کو کسی کے سپرد کر دے تو یہ مقصد آسانی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

دوسرا: بیعت کے ذریعہ باطن کی صفائی کی جاسکتی ہے، جس طرح ہمارا ظاہر میلا ہوتا ہے اور اس کو صاف کرنا پڑتا ہے، اسی طرح باطن بھی میلا ہوتا ہے اور اس کی صفائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ باطن کا میل اخلاقِ رذیلہ ہیں جس کی صفائی آنحضرت ﷺ کا فرض منصبی تھا، سورۃ البقرۃ (آیت ۱۲۹) میں آنحضرت ﷺ کے چار فرائض بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے ایک: ﴿يُزَكِّيهِمْ﴾ ہے یعنی مسلمانوں کے باطن کو صاف کرنا اور ان کو اخلاقِ حسنہ سے آراستہ کرنا، اور آپ کا ارشاد ہے: بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ: میری بعثت اخلاقِ حسنہ کی تعلیم کے لئے ہوئی ہے، یہ مقصد بھی بیعت ہی کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتا ہے۔

بیعتِ سلوک کی دفعات:

بیعتِ سلوک مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں ہیں، اور اس کی دفعات میں کمی بیشی ہو سکتی ہے، مثلاً ایک شخص غیبت کرتا ہے، جب اس کو بیعت کریں گے تو کہلوائیں گے کہ میں غیبت نہیں کروں گا، یا کسی جگہ اغلام کی وبا عام ہے، وہاں لوگوں

سے یہ گناہ نہ کرنے کا بھی عہد لیں گے، یا کسی جگہ میت کا ماتم کیا جاتا ہے تو نوحہ نہ کرنے کا عہد بھی عورتوں سے لیں گے، یا کوئی شخص نماز میں سستی کرتا ہے تو جماعت کے ساتھ پابندی سے نماز پڑھنے کا عہد لیں گے۔ اس آیت میں بیعت سلوک کی چھ دفعات ہیں:

۱- اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ شرک دو ہیں: شرک جلی اور شرک خفی، شرک جلی: شرک اکبر ہے، یہ مشرکین کا شرک ہے، اور شرک خفی کی بہت سی شکلیں ہیں، مثلاً: قبر کا طواف کرنا، قبروں کو سجدہ کرنا، ان کو چومنا، صاحبِ قبر کی منت ماننا وغیرہ سب شرک کی باتیں ہیں، اور ریا کاری سے بھی عمل خراب ہو جاتا ہے، پس ہر طرح کے شرک سے بچنا ضروری ہے، شرک جلی سے بھی اور شرک خفی سے بھی۔

۲- چوری نہ کرنا، یہ بیماری مردوں میں بھی ہوتی ہے اور عورتوں میں زیادہ ہوتی ہے۔

۳- زنا سے بچنا، عربوں میں زنا کوئی برائی نہیں تھی، جیسے یورپ اور امریکہ میں یہ کوئی گناہ نہیں، مردوزن باہمی رضامندی سے جو چاہیں کریں، اس لئے بیعت میں اس گناہ سے بچنے کا بھی عہد لیا جائے گا۔

۴- اولاد کو قتل نہ کرنا، قتل اولاد کا بھی عربوں میں عام رواج تھا، لڑکوں کو رزق کے ڈر سے قتل کرتے تھے، اور لڑکیوں کو عار کے خوف سے، لڑکی ہوگی تو کسی کو داماد بنانا پڑے گا۔

۶- افتراء کرنا، کسی کا بچہ کسی کی طرف منسوب کرنا، مثلاً: عورت نے زنا کیا، اس سے حمل ٹھہر گیا، تو وہ بچہ شوہر کا کہلائے گا، حالانکہ وہ اس کا نہیں۔

۶- کسی بھی نیک کام میں نافرمانی نہ کرنا، معروف: وہ کام ہے جو شرعاً جائز ہے، اور جو جائز نہیں وہ منکر ہے۔

آیت کریمہ: اے نبی! جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس ان باتوں پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی، اور چوری نہیں کریں گی، اور بدکاری (زنا) نہیں کریں گی، اور اپنے بچوں کو قتل نہیں کریں گی، اور بہتان کی اولاد نہیں لائیں گی، جس کو انھوں نے اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیا ہو، اور مشروع باتوں میں آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گی: تو آپ ان کو بیعت کر لیں، اور ان کے لئے اللہ سے گناہوں کی بخشش چاہیں۔

بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

فائدہ: قتل اولاد کے بہت سے درجات ہیں، پیدا ہونے کے بعد بچہ کو مار ڈالنا، روح پڑنے کے بعد حمل گرا دینا، روح پڑنے سے پہلے حمل گرا دینا، اور مانع حمل صورتیں اختیار کرنا، مسلم شریف میں عزل کو چپکے سے بچہ کو زندہ درگور کرنا کہا ہے، جب قتل کے درجات مختلف ہیں تو احکام بھی مختلف ہونگے، تفصیل تحفۃ الالمعی (۳: ۵۶۹-۵۷۱) میں ہے۔



## یہود سے بھی موالات کی ممانعت

یہود مبغوض علیہم قوم ہے، سورۃ الفاتحہ: ﴿الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ﴾ کی تفسیر میں حدیث میں یہود کی مثال دی ہے، اور سورۃ المائدہ (آیت ۶۰) میں ان کے حق میں: ﴿عُضِبَ عَلَيْهِ﴾ آیا ہے، اس لئے اب آخری حکم دیتے ہیں کہ یہود سے بھی دوستی مت کرو، وہ ایسی قوم ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہیں، اور وہ آخرت سے مایوس ہیں، جیسے کفار مردوں کی حیاتِ نو سے مایوس ہیں، دونوں میں نقطہ اشتراک مایوسی ہے، اگرچہ مایوسی مختلف ہے، ایک کی عملی ہے دوسرے کی اعتقادی، مگر نتائج دونوں کے ایک ہیں، اور وہ بددینی کی زندگی ہے۔ آج نام نہاد مسلمان بھی بے دھڑک برائیاں کرتے ہیں، کیونکہ وہ بھی آخرت سے مایوس ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَسُؤُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَبِئْسَ الْكُفَّارُ مِنَ أَصْحَابِ الْقُبُورِ﴾  
 ترجمہ: اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہیں — یعنی یہود سے —  
 جو آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں، جیسے کفار قبر والوں سے مایوس ہو چکے ہیں — یعنی ان کو امید نہیں کہ قبر سے کوئی اٹھے گا۔

﴿۸﴾ شعبان ۱۴۳۷ھ = ۱۶ مئی ۲۰۱۶ء



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورۃ الصفّ

رابط: گذشتہ سورت کے شروع میں بیان کیا ہے کہ حزب اللہ (اللہ کے لشکر) کی کامیابی کے لئے منفی پہلو سے شرط یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان دشمن سے ساز باز نہ کرے، جاسوسی نہ کرے، راز افشاء نہ کرے ورنہ کامیابی مشکل ہوگی، اب بتلاتے ہیں کہ مثبت پہلو سے شرط یہ ہے کہ اسلامی لشکر سیسہ پلائی ہوئی عمارت کی طرح یک جہت ہو کر اور ڈٹ کر لڑے، تاکہ کوئی رخنہ نہ پڑے، کیونکہ اگر فوجیوں کے قدم اکھڑ گئے تو کامیابی قدم پیچھے ہٹالے گی، اس پوری سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

سورت کے مضامین: سورت تقدیس و تجید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، پھر یہ تشبیہ ہے کہ مسلمان کو گفتار کاغازی نہیں ہونا چاہئے، کردار کاغازی بنے، یہ تشبیہ شان نزول کے اعتبار سے ہے، پھر بتلایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے، اور اسلام عالم گیر مذہب ہے، اس لئے اس کے دشمن بہت ہیں، اس لئے اسلامی جہاد ہمیشہ جاری رہے گا، پھر عموم بعثت کا بیان ہے کہ خاتم النبیین ﷺ کی نبوت عالم گیر ہے، آپ سے پہلے خاص قوم اور خاص علاقہ کے لئے انبیاء مبعوث کئے جاتے تھے، موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی نبوتیں بھی خاص تھیں، وہ صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، دونوں نے بنی اسرائیل کو مخاطب بنایا ہے کہ ہم تمہاری طرف مبعوث کئے گئے ہیں، پھر عمومی بعثت کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے، مگر جب عام بعثت کا دور شروع ہوا، اور خاتم النبیین ﷺ واضح دلائل (قرآن) کے ساتھ مبعوث ہوئے تو اہل کتاب نے اس کو جادو کہہ دیا، ایمان نہیں لائے، مگر اسلام کا چراغ چھوٹوں سے بجھایا نہیں جاسکتا، اس کی روشنی پھیل کر رہی، اس نے تمام ملتوں کو چت کر دیا، پھر آخری رکوع میں جہاد کی ترغیب ہے، عربوں کا ذریعہ معاش کھیتی باڑی اور گلہ بانی نہیں تھا، وہ تجارت پیشہ تھے، اس لئے ان کو بہترین تجارت بتائی، اور وہ جان و مال سے جہاد کرنا ہے، اور فتح قریب کی خوش خبری سنائی، پھر آخر میں عیسائیوں کی مثال دی کہ وہ بھی شروع میں تھوڑے تھے، صرف بارہ حواری تھے، اور یہود ان کے دشمن تھے، مگر جب انھوں نے جہاد شروع کیا تو اللہ نے ان کی مدد کی، اور وہ اپنے دشمنوں پر غالب آگئے، یہ مثال اس امت کو سنائی ہے کہ وہ اپنی قلت کا رونا نہ روئیں، کمر ہمت باندھیں، ہمت مرداں مدد خدا!

سورت کا شان نزول: حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صحابہ کی ایک جماعت نے آپس میں مذاکرہ کیا کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ تو ہم اس پر عمل کریں (اور ایک روایت میں ہے کہ بعض نے کہا: اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ تو ہم جان و مال کی بازی لگادیں! اور مسند احمد (۲۵۳:۵) میں یہ بھی ہے کہ ان حضرات نے چاہا کہ کوئی صاحب جا کر نبی ﷺ سے یہ بات دریافت کریں، مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی) پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصف نازل فرمائی (اور آپ نے سب کو نام بنام بلایا، اور ان کو یہ سورت پڑھ کر سنائی، جو اسی وقت نازل ہوئی تھی) (ترمذی حدیث ۳۳۲۲ تفسیر سورۃ الصف)

﴿مَدَنِيًّا﴾

﴿ ۶۱ ﴾ سُورَةُ الصّٰفِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۹)

﴿آيَاتُهَا ۳﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱﴾ یٰۤاَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لِمَ تَقُولُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُولُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهِ صَفًا کَا نْتَهُم بُنِیَآءٌ مَّرْصُوْصٌ ﴿۴﴾

سَبَّحَ لِلّٰهِ	اللہ کی پاکی بولتا ہے	لِمَ تَقُولُوْنَ	کیوں کہتے ہو	یُحِبُّ	پسند کرتے ہیں
مَا فِي السَّمٰوٰتِ	جو کچھ آسمانوں میں ہے	مَا لَا تَفْعَلُوْنَ	جو کرتے نہیں	الَّذِیْنَ	ان کو جو
وَمَا فِي الْاَرْضِ	اور جو کچھ زمین میں ہے	کَبُرَ مَقْتًا	بڑی بیزاری کی بات ہے	یُقَاتِلُوْنَ	لڑتے ہیں
وَهُوَ الْعَزِيزُ	اور وہ زبردست	عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے نزدیک	فِیْ سَبِیْلِهِ	اس کی راہ میں
الْحَكِیْمُ	حکمت والے ہیں	اَنْ تَقُولُوْا	کہہ دو	صَفًا	قطار باندھ کر
یٰۤاَيُّهَا الَّذِیْنَ	اے لوگو جو	مَا لَا تَفْعَلُوْنَ	جو کر نہیں	کَا نْتَهُم بُنِیَآءٌ	گویا وہ عمارت ہیں
اٰمَنُوا	ایمان لائے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	مَّرْصُوْصٌ	سیسہ پلائی ہوئی

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے

سورت کا آغاز تسبیح و تحمید سے ہوا ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے کہ وہ بے عیب ہیں، اُن میں کوئی کمی نہیں، یہ تسبیح ہے، اور وہ زبردست حکمت والے ہیں، یہ تحمید ہے یعنی تمام کمالات ان کی ذات میں مجتمع ہیں۔ پھر اُن حضرات سے خطاب ہے جن کا ذکر شان نزول کی روایت میں آیا ہے، جنہوں نے مسجد نبوی میں بیٹھ کر عہد کیا تھا کہ اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کو سب سے زیادہ کونسا عمل پسند ہے تو وہ اس کے لئے جان کی بازی لگا دیں گے، ان کو تنبیہ کی ہے کہ یہ بات صرف زبانی جمع خرچ کی حد تک نہیں رہنی چاہئے، آدمی کو ایسی بات نہیں کہنی چاہئے جسے کرے نہیں، آدمی کو چاہئے کہ کردار کا غازی بنے، گفتار کا نہیں، اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ہی ناپسند ہے کہ آدمی ایک بات کہے اور

اس کو کرے نہیں۔

اس تشبیہ کے بعد بتلایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتے ہیں جو اس کے راستے میں اس طرح صف بستہ لڑتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں جس میں کوئی رخنہ نہیں پرہسکتا، قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں اس کے علاوہ بھی جہاد کے بے شمار فضائل آئے ہیں، اتنے کہ خواتین اسلام کی رال ٹپک گئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد کے بہت فضائل ہیں: پس کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: لا، لَكُنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجَّ مَبْرُورًا: نہیں، تمہارا بہترین جہاد مقبول حج ہے (بخاری حدیث ۱۵۲۰) جہاد بھاری کام ہے، عورتوں کا دل گردہ نہیں کہ وہ یہ کام کرسکیں۔ اس لئے ان کو اس فریضہ سے مستثنیٰ رکھا گیا، اور ان کے لئے متبادل (حج مقبول) تجویز کیا۔

آیات پاک: — اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں، اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ اللہ کے نزدیک بڑی بیزاری کی بات ہے کہ آدمی وہ بات کہے جو کرے نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتے ہیں جو اس کے راستے میں قطار باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں!

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ لِمَ تُوذُّونَنِي وَقَدْ تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ ۗ فَلَمَّا زَاغُوا أَزَاغَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي ۖ اسْمُهُ أَحْمَدُ ۗ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ۗ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

اپنی قوم سے

لِقَوْمِهِ

موسیٰ نے

مُوسَىٰ

اور جب کہا

وَإِذْ قَالَ

يَعْتَصِرُ لِحْيَتَهُ وَيَقُولُ وَقَدْ تَعَلَّمُونَ آتَى رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ فَلَمَّا زَاغُوا أَعْرَأَعْنَا اللَّهَ قُلُوبَهُمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰٓبَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ	اے میری قوم! کیوں ستاتے ہو مجھ کو جبکہ تم جانتے ہو کہ میں رسول ہوں اللہ کا تمہاری طرف پس جب ٹھہرے ہوئے وہ (تو) ٹیڑھا کر دیا اللہ نے ان کے دلوں کو اور اللہ تعالیٰ نہیں راہ دیتے لوگوں کو نافرمان اور جب کہا عیسیٰ بیٹے مریم نے اے بنی اسرائیل پیشک میں رسول ہوں اللہ کا تمہاری طرف تصدیق کرنے والا اس کی جو میرے سامنے ہے	مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولِي <sup>(۱)</sup> يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ <sup>(۲)</sup> فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ وَهُوَ يُدْعَى إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي	یعنی تورات کی اور خوشخبری دینے والا ایک عظیم رسول کی (جو) آئیں گے میرے بعد ان کا نام احمد ہے پس جب آئے وہ ان کے پاس واضح دلائل کے ساتھ (تو) کہا انھوں نے یہ جادو ہے کھلا اور کون بڑا ظالم ہے اس سے جس نے گھڑا اللہ پر جھوٹ درنحالیکہ وہ بلایا جاتا ہے اسلام کی طرف اور اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتے	الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ يُرِيدُونَ لِيُظْفَرُوا نُورَ اللَّهِ يَأْفَاقِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمِّمٌ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينٍ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ	تا انصاف لوگوں کو چلتے ہیں وہ (ال کتاب) کہ بجا دیں اللہ کی روشنی کو اپنے منہوں سے اور اللہ تعالیٰ پورا کرنے والے ہیں اپنی روشنی کو اگر چہ ناپسند کریں منکرین وہی جنہوں نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور دین کے ساتھ سچے تا کہ اوپر کرے وہ اس کو ادیان پر سارے اگر چہ ناپسند کریں مشرکین
--	---	--	--	--	--

(۱) رسول کی تین تعظیم کے لئے ہے، یعنی عظیم المرتبت رسول (۲) احمد: اکبر کے وزن پر اسم تفضیل ہے: اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا، مضارع واحد متکلم نہیں۔

## عموم بعثت اور یہود و نصاریٰ کا موقف

اسلام ہی آفاقی اور ابدی مذہب ہے، موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی نبوتیں بنی اسرائیل کے لئے خاص تھیں نبی ﷺ سے پہلے نبوتیں اور رسالتیں خاص ہوتی تھیں، انبیاء و رسل خاص اقوام اور خاص علاقوں کی طرف مبعوث کئے جاتے تھے، پھر دورِ آخر میں خاتم النبیین ﷺ مبعوث ہوئے، آپ کی نبوت آفاقی تھی، تمام سلسلوں کو آپ کی ذات میں سمیٹ لیا گیا، یہاں تک کہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی رسالتیں بھی خاص بنی اسرائیل کے لئے تھیں، دونوں پیغمبروں نے بنی اسرائیل سے خطاب کیا ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ساتھ ہی بنی اسرائیل کو ایک عظیم المرتبت رسول کی خوش خبری بھی سنائی ہے، مگر جب وہ عظیم الشان رسول مبعوث ہوئے اور واضح دلائل (قرآن) کے ساتھ آئے تو یہود و نصاریٰ نے اس کو جادو قرار دیا، اور ایمان نہیں لائے، بلکہ افتراء کیا کہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی نبوتیں ابدی تھیں، حالانکہ وہ جھوٹ تھا، ابدی مذہب تو اسلام ہی ہے، اسی کی ان کو دعوت دی جا رہی ہے، مگر اللہ تعالیٰ ناانصافوں کو قبولِ حق کی راہ نہیں دیتے، اب اہل کتاب اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں، لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے! اللہ کا نور چار دانگِ عالم میں پھیل کر رہے گا، بلکہ ان کے گھروں میں بھی گھسے گا، چاہے ان کو کتنا ہی ناگوار ہو، اور مشرکین بھی دینِ اسلام کی برتری نہیں چاہتے، مگر اسلام تمام ادیان کو چت کر کے رہے گا، اور ان کی ناک خاک آلود ہوگی۔ یہی دو (کفار و مشرکین) اسلام کے دشمن ہیں، اس کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے رہتے ہیں، اس لئے ان سے نمٹنے کے لئے مجاہدین ہر وقت تیار ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کو اپنوں نے ستایا:

یہ تو آیات کا خلاصہ تھا، اب آیات میں جو ضمنی مضامین ہیں ان کو بیان کرتا ہوں، یوں تو سبھی انبیاء و رسل کو سخت حالات سے گزرنا پڑا ہے، مگر وہ تکالیف مخالفین کی طرف سے تھیں، اس لئے ان کا شکوہ بیکار تھا، اور موسیٰ علیہ السلام کو اپنوں کی طرف سے اذیتیں پہنچتی تھیں، اس لئے آپ نے قوم سے شکوہ کیا: (۱) جب فرعون نے دوسری مرتبہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو قوم نے اس کا ردّ موسیٰ علیہ السلام کے سر رکھا: ﴿قَالُوا أَوْزِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَهِنًا بَعْدَ مَا جِئْتَنَا﴾: قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت میں رہے، آپ کے آنے سے پہلے بھی اور آپ کے آنے کے بعد بھی [الاعراف ۱۲۹] (۲) میدانِ تیبہ میں پہنچتے تو چمڑا بنا کر پوجنے لگے، اور کہنے لگے: یہی موسیٰ کا معبود ہے، وہ اس کو بھول کر طور پر معبود کی تلاش میں گئے ہیں [طہ ۸۸] (۳) آپ پر شرمناک بیماری کا الزام لگایا، جس سے اللہ نے آپ کو

بری کیا [الاحزاب ۶۹] (۴) حکم آیا کہ عمالقمہ سے جہاد کرو، اور بیت المقدس میں جا بسو، پس قوم نے کہہ دیا: آپ اور آپ کے خدا جائیں، اور لڑیں، ہم تو یہاں ہی میں گے [المائدہ ۲۳] یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کو دعا کرنی پڑی: ﴿رَبِّ اِنِّیْ لَکَ اٰمِلٌکُمْ اِلَّا نَفْسِیْ وَابْنِیْ فَاَفْرِقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ۝﴾ اے میرے پروردگار! میں اپنا اور اپنے بھائی کا مالک ہوں، پس آپ ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی کر دیجئے [المائدہ ۲۵] (۵) جہرانہ میں نبی ﷺ نے حنین کی غنیمت تقسیم کی تو ذوالخویرہ نے کہا: انصاف سے تقسیم نہیں ہوئی، ابن مسعود نے یہ بات آپ کو پہنچائی، آپ نے فرمایا نَزَحَمَ اللّٰهُ مُوسٰی! قَدْ اُوْدِیْ بِاَکْثَرٍ مِنْ هٰذَا فَصَبِّرْ: موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت! وہ اس سے زیادہ ستائے گئے، پس انھوں نے صبر کیا (بخاری حدیث ۳۱۵۰) اسی کا موسیٰ علیہ السلام نے شکوہ کیا ہے کہ تم دل میں یقین رکھتے ہو کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں، پھر تم رنج و دہرہ حرکتیں کر کے مجھے کیوں ستاتے ہو!

برائیاں کرتے کرتے دل سخت ہو جاتا ہے:

حدیث میں ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو دل میں سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو مٹ جاتا ہے، ورنہ بڑھتے بڑھتے سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے، بنی اسرائیل بھی ہر بات میں رسول سے ضد کرتے رہے، اور برابر ٹیڑھی چال چلتے رہے، پس اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا، اب ان کے دلوں میں سیدھی سچی بات قبول کرنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی، ایسے ضدی نافرمانوں کے بارے میں اللہ کی سنت یہ ہے کہ ان کو راہ ہدایت نہیں ملتی، چنانچہ یہود کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں، اور تورات آخری کتاب ہے، پھر کہتے ہیں کہ یہودیت نسلی مذہب ہے، اسرائیل کی اولاد ہی یہودی ہو سکتی ہے، پس کیا ساری دنیا قیامت تک جہالت کی تاریکی میں رہے گی، دین حق کی روشنی سے اللہ تعالیٰ لوگوں کی دستگیری نہیں فرمائیں گے؟ کیسی اٹنی سمجھ ہے! مگر عقل پر پتھر پڑ جائیں تو کوئی کیا کرے!

عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت: موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا تتمہ تھی:

موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں بہت انبیاء ہوئے، ایک نبی کی وفات ہوتی تو دوسرے کو نبوت مل جاتی، یہ سب انبیاء شریعت موسوی کی تعلیم و تبلیغ کرتے تھے، تا آنکہ انبیائے بنی اسرائیل کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، مگر آپ کی شریعت بھی: موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا تتمہ تھی، اور آپ کی کتاب انجیل تورات کا ضمیمہ تھی، اس لئے فرمایا کہ میں تورات کے منجانب اللہ ہونے کی تصدیق کرنے والا ہوں۔

عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو عظیم الشان رسول کی خوش خبری سنائی:

چونکہ عیسیٰ علیہ السلام اور خاتم النبیین ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں، اس لئے عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو نبی

ﷺ کی آمد آمد کی خوش خبری سنائی، تاکہ جب وہ مبعوث ہوں تو بنی اسرائیل ان کی پیروی کریں، آپ نے احمدا نام سے بشارت سنائی، یہ صفاتی نام ہے، اور اکبر کے وزن پر اسم تفضیل ہے، یعنی اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا، تمام انبیاء نے مجموعی طور پر اللہ کی وہ تعریف نہیں کی جو آپ نے اکیلے کی ہے، آپ کے اذکار و ادعیہ کے ملاحظہ سے یہ بات واضح ہے، انجیل میں یونانی لفظ پیرا کلی ٹس (Peroclitus) تھا، اس کی عربی فارقلیط ہے، یہ عربی کے احمدا کے ہم معنی ہے، عیسائی پادریوں نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے، اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں نریشیش اور کلکی اوتار کے الفاظ سے پیشین گوئی ہے، نریشیش: محمد کے ہم معنی ہیں: یعنی ستودہ تعریف کیا ہوا، اور کلکی اوتار: خاتم النبیین کے ہم معنی ہے۔

مگر افسوس: جب وہ عظیم الشان رسول واضح دلائل کے ساتھ مبعوث کئے گئے تو اہل کتاب نے ان دلائل کو کھلا جادو کہا، جادو بہت زود اثر ہوتا ہے، قرآن کریم بھی قوی تاثیر ہے، پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے، بلکہ جھوٹی بات یہ گھڑی کہ ان کا دین ابدی ہے، اور ان کے رسول اور اس کی کتاب آخری کتاب ہے، اور یہود نے کہا: نصرانیت بے بنیاد ہے، یہی بات عیسائی بھی کہتے ہیں [البقرہ ۱۱۳] حالانکہ دونوں تورات پڑھتے ہیں، اور دونوں کتابیں بائبل میں ساتھ چھپتی ہیں، پس دونوں میں سے ایک کی بات یقیناً جھوٹی ہے، بلکہ دونوں ہی غلط کہتے ہیں، مگر دونوں اسلام کے خلاف برسرِ پیکار ہیں، اسلام کو جڑ سے اکھاڑنا چاہتے ہیں، اس لئے مجاہدین ایک محاذ سے نمٹنے نہیں کہ دوسرا محاذ کھل جاتا ہے، مگر اسلام کی روشنی پھیلتی جا رہی ہے، وہ جتنا تپے گا اتنا ہی بڑھے گا، اور اس نے تمام ادیان کو چیت کر رکھا ہے، ان کی پیٹھ پر سوار ہے، کوئی اس سے لوہا نہیں لے سکتا، یہ مجاہدین کی محنت کا ثمرہ ہے، اللہمَّ زِدْ قُوْدًا!

﴿وَاذْ قَالِ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يُعْجِبُكُمْ لِيُقَدِّدُوا لِي وَقَدْ تَعْلَمُونَ اِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ؕ فَالْتَمِازَا عُوْدًا اَسْرَاغُ اللّٰهُ قُلُوْبُهُمْ وَاَللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: — اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے کیوں ایذا پہنچاتے ہو، جبکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں؟ — معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت خاص بنی اسرائیل کے لئے تھی — پس جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا — پس اب سیدھی سچی بات بھی ان کے گلے نہیں اترتی — اور اللہ تعالیٰ حد اطاعت سے نکل جانے والوں کو راہ نہیں دیا کرتے — ایصال الی المطلوب کی نفی ہے۔

﴿وَاذْ قَالِ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ بِنِيْ اِسْرٰٓءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيِّ مِنَ التَّوْرَةِ وَاَمْبَشْرًا بِرَسُوْلِيْ يٰٓاٰتِيْ مِنْ بَعْدِيْ ؕ اَسْمٰٓءُ اَحْمَدُ ؕ فَالْتَمِازَا جَآءُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْٓا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝﴾

ترجمہ: اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں —



معلوم ہوا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت بھی بنی اسرائیل کے لئے خاص تھی۔ تصدیق کرنے والا ہوں اس تورات کی جو مجھ سے پہلے نازل کی گئی ہے۔ کیونکہ آپ کی شریعت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا تمہ اور انجیل: تورات کا ضمیمہ تھی۔ اور خوش خبری سنانے والا ہوں اس عظیم رسول کی جو میرے بعد آئیں گے۔ یعنی میرے بعد اب ان کے علاوہ کوئی رسول نہیں آئے گا۔ جن کا (وصفی) نام احمد (بہت زیادہ اللہ کی تعریف کرنے والا) ہے۔ اسم علم (ذاتی نام) میں اشتباہ ہو سکتا ہے، کئی آدمی بچوں کا وہ نام رکھ لیں تو کیسے پہچانیں گے؟ اور وصفی نام میں اشتباہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ خوبی تو کسی ایک شخص میں پائی جائے گی۔ پس جب وہ (عظیم المرتبت رسول) ان کے پاس واضح دلائل کے ساتھ پہنچے۔ واضح دلائل سے مراد قرآن کریم ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے۔ مشرکین مکہ بھی قرآن کو جادو قرار دیتے تھے، کیونکہ قرآن جادو کی طرح زود اثر ہے۔

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾  
ترجمہ: اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑتا ہے۔ کہتا ہے کہ اس کا مذہب ابدی ہے، اور اس کی کتاب آخری ہے۔ درحالیکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ جو آفاقی اور ابدی مذہب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ناانصافوں کو راہ نہیں دیا کرتے۔ جو انصاف سے کام لیتا ہے اسی کو ہدایت ملتی ہے۔

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِقُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۗ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۗ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۗ﴾

ترجمہ: وہ (اہل کتاب) چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے رہیں گے، خواہ کافر کتنے ہی ناخوش ہوں۔ اس آیت کا تعلق اہل کتاب سے ہے، وہ کافر ہیں کیونکہ وہ توحید کو تو مانتے ہیں، مگر رسالت محمدی کو نہیں مانتے۔

اللہ وہ ہیں جنہوں نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ وہ اس کو غالب کر دے سارے ادیان پر غالب کر دے: یعنی چڑھ کر اوپر بیٹھ جائے، چپت کر دے، اس میں اشارہ ہے کہ مذہب باطلہ ختم نہیں ہونگے، اسلام کے سامنے دب جائیں گے۔ خواہ مشرکین کتنے ہی ناخوش ہوں۔ اس کا تعلق مشرکین کے ساتھ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابِ الْيَوْمِ ۗ تَوْمِنُونَ  
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ۖ ذَلِكُمْ خَيْرٌ

لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ۚ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَى يُحِبُّونَهَا ۚ نَصْرٌ مِنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۚ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

بغات میں	اور اپنی جانوں سے	وَأَنْفُسَكُمْ	اے لوگو جو	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
ہمیشہ رہنے کے	یہ	ذَلِكُمْ	ایمان لائے	أَمْوَا
یہ	بہتر ہے تمہارے لئے	خَيْرٌ لَكُمْ	کیا بتلاؤں میں تمہیں	هَلْ أَدُلُّكُمْ
کامیابی ہے	اگر ہو تم	إِنْ كُنْتُمْ	ایسی سوداگری	عَلَىٰ تِجَارَتِكُمْ
بڑی	جاننے	تَعْلَمُونَ	جو بچائے تمہیں	تُحْيِيكُمْ
اور ایک اور نعمت	بخشیں گے تمہارے لئے	يَغْفِرْ لَكُمْ	عذاب سے	مَنْ عَذَابٍ
جس کو تم پسند کرتے ہو	تمہارے گناہوں کو	ذُنُوبَكُمْ	در دناک	أَلِيمٍ
(یعنی مدد	اور داخل کریں گے تم کو	وَيُدْخِلْكُمْ	ایمان لاؤ تم	تُؤْمِنُونَ
اللہ کی طرف سے	ایسے باغات میں	جَنَّاتٍ	اللہ پر	بِاللَّهِ
اور فتح (کامیابی)	بہتی ہیں	تَجْرِي	اور اس کے رسول پر	وَرَسُولِهِ
نزدیکی	ان کے نیچے	مِنْ تَحْتِهَا	اور لڑو تم	وَتُجَاهِدُونَ
اور خوش خبری دیں	نہریں	الْأَنْهَارُ	راستے میں	فِي سَبِيلِ
مؤمنین کو	اور گھروں میں	وَمَسْكِنٍ	اللہ کے	اللَّهِ
●	سحرے	طَيِّبَةٍ	اپنے مالوں سے	بِأَمْوَالِكُمْ

### جہاد کی ترغیب اور فتح کی بشارت

اسلام غالب آئے گا، مگر اس کے لئے محنت درکار ہے، اور فتح قریب ہے، اس کے بعد اسلام کا بول بالا ہوگا —  
 حجاز میں غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا، عربوں کا ذریعہ معاش تجارت تھا، وہ سال میں دو سفر کرتے تھے، جاڑوں میں یمن جاتے تھے کہ وہ گرم تھا، اور گرمیوں میں شام جاتے تھے جو سرد اور شاداب ملک تھا، ان سے فرما رہے ہیں کہ کیا میں تم کو ایسی تجارت بتلاؤں جو دنیا کی تجارت سے بہتر ہے؟ یہ تجارت تمہیں آخرت کے عذاب سے نجات دے گی۔

وہ تجارت یہ ہے: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرو، یہ دنیا کی تجارت سے بہتر ہے، اللہ تمہارے گناہ بخش دیں گے، اور باغات اور ہمیشہ رہنے کے سحرے مکانات عنایت فرمائیں گے، اور ہاں ایک اور نعمت جو تمہیں بہت پسند ہے عنایت فرمائیں گے، یعنی اللہ کی مدد آئے گی، مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا، اور اسلام کا بول بالا ہوگا۔

آیات پاک: — اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتلاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے؟ — اس میں دنیوی نفع کی نفی نہیں، غنیمت بھی ملے گی — وہ تجارت یہ ہے: — تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ — اس کے بغیر جہاد لاحق ہے — اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ذریعہ جہاد کرو — دو راہوں میں حکومت کے پاس فنڈ نہیں تھا، اس لئے جہاد میں خود ہی خرچ کرنا پڑتا تھا — یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں کچھ سمجھ ہو — تو یہ بات بوجھو! — اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخشیں گے، اور تم کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہتی ہیں، اور عمدہ مکانات میں ہمیشہ رہنے کے باغات میں — داخل کریں گے — یہ بڑی کامیابی ہے!

اور ایک دوسری نعمت: جس کو تم پسند کرتے ہو: یعنی اللہ کی مدد اور جلد ملنے والی فتح — مراد فتح مکہ ہے، مگر بات اشارے کنایے میں کہی ہے — اور آپ مؤمنین کو بشارت سنا دیں — بشارت سنانا ایک مستقل نعمت ہے۔  
فائدہ: مہاجرین مکہ مکرمہ سے نکالے گئے تھے، اس لئے ان کی بڑی خواہش تھی کہ مکہ فتح ہو جائے، چنانچہ اس کی خوش خبری سنائی، مگر بات اشارے کنایے میں کہی، ابھی کھولنے کا وقت نہیں آیا، اور لفظ چونکہ عام ہیں اس لئے مطلق کامیابی بھی مراد لے سکتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ قَامَنْتَ طَلِيفَةً مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرْتَ طَلِيفَةً، فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ﴿٤٥﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا	اے لوگو جو	اللہ	اللہ کے	مَرِيَمَ	مریم نے
كُونُوا	ایمان لائے	كَمَا قَالَ	جیسا کہا	لِلْحَوَارِيِّينَ	حواریوں سے
كُونُوا أَنْصَارَ	ہو جاؤ مددگار	عِيسَى ابْنِ	عیسیٰ بیٹے	مَنْ أَنْصَارِي	کون میرا مددگار ہے

رَأَى اللَّهَ	اللہ کے لئے	ظَلَّيْفَةٌ	ایک جماعت	فَأَيَّدْنَا	پس قوی کیا ہم نے
قَالَ الْخَوَارِثُونَ	یاروں نے کہا	قَبِي بَنِي	اولاد سے	الَّذِينَ آمَنُوا	ان کو جو ایمان لائے
نَحْنُ أَنْصَارُ	ہم مددگار ہیں	إِسْرَائِيلَ	یعقوب کے	عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ	ان کے دشمنوں پر
اللَّهُ	اللہ کے	وَكَفَرَتْ	اور انکار کیا	فَأَصْبَحُوا	پس ہو گئے وہ
فَأَمَنَتْ	پس ایمان لائی	ظَلَّيْفَةٌ	ایک جماعت نے	ظَهْرِيْنَ	غالب

### ہمتِ مرداں مددِ خدا

مدنی دور کی ابتداء تھی، مجاہدین کی تعداد نہ کے برابر تھی، اس لئے دُہائی دی، مدد طلب کی کہ اے مومنو! اللہ کے دین کی مدد کے لئے تیار ہو جاؤ عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، مگر شروع میں ان کی دعوت قبول نہیں کی گئی، بنی اسرائیل سخت مخالف ہو گئے، قتل کے درپے ہو گئے، اللہ نے ان کو توراہ سے بچالیا، اپنی طرف اٹھالیا، مگر ان کے بعد ان کا دین غالب ہو کر رہا، یار ان مسیح (حواری) تھوڑے تھے، وہ حسبِ ذنب کے اعتبار سے بھی کچھ معزز نہیں سمجھے جاتے تھے، مسیح علیہ السلام نے ان کو پکارا، انھوں نے لبیک کہا، رفق عیسیٰ کے بعد انھوں نے بڑی قربانیاں دے کر بنی اسرائیل پر محنت کی اور ان میں دعوت پھیلی، ایک جماعت تیار ہوئی، پھر کش مکش شروع ہوئی، اور جہاد کی نوبت آئی، پس اللہ نے اہل حق کی مدد کی تو ان کا ہاتھ اوپر ہو گیا، اسی طرح آج مجاہدین بھی اگرچہ تھوڑے ہیں، مگر ہمتِ مرداں مددِ خدا، انھیں اور راہِ خدا میں تن توڑ کر کوشش کریں، اللہ ان کی مدد کریں گے، ان کی کوشش بار آور ہوگی، مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا اور اسلام کا بول بالا ہوگا، دنیا ایک ہو جائے گی اور عالم میں دین کا ڈنکا بجے گا، جیسا کہ اگلی سورت میں آرہا ہے۔

آیتِ پاک: اے ایمان والو! تم اللہ کے دین کے مددگار بن جاؤ، جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے مدد طلب کی کہ اللہ کے دین کے لئے کون میری مدد کو تیار ہے؟ حواریوں نے جواب دیا: ہم مدد کو تیار ہیں! پھر بنی اسرائیل کے کچھ لوگ ایمان لائے، اور کچھ لوگ منکر رہے، پس ہم نے ایمان لانے والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی، سو وہ غالب ہو گئے!

﴿۱۰﴾ اشعبان ۱۴۳۷ھ = ۱۸ مئی ۲۰۱۶ء ﴿۱۰﴾



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ الجمعہ

رابط: پیچھے سے جہاد کا بیان چل رہا ہے، اگر جہاد اپنی شرائط کے ساتھ چلتا رہے تو دنیا ایک ہو جائے گی، عرب و عجم متحد ہو جائیں گے، اسلام کی روشنی چار دانگ عالم پھیل جائے گی، اور سب خاتم النبیین ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے، یہ جہاد کا بہت بڑا فائدہ ہے۔

سورت کے مضامین: تسبیح و تمجید کے بعد سورت میں تین مضمون ہیں:

۱- عموم بعثت کا بیان ہے، اللہ نے خاتم النبیین ﷺ کو عرب و عجم (ساری دنیا) کی طرف مبعوث فرمایا ہے، مگر کام کی ذمہ داری تقسیم کی ہے، امیوں میں کام کی ذمہ داری آپ کی ہے، اور آخرین (عجمیوں) میں کام کی ذمہ داری صحابہ کی ہے، اور معلم کی استعداد کا متعلم پر اثر پڑتا ہے، اس لئے عرب تو سارے اسلام قبول کر لیں گے، مگر سب عجمیوں کے حصہ میں یہ دولت نہیں آئے گی، اور اللہ کے فضل میں کوئی کمی نہیں، بلکہ فضل حاصل کرنے والوں کی کوتاہی ہے۔

۲- اس امت میں بھی آگے چل کر عملی کوتاہی رونما ہوگی، اس کے لئے یہود کی مثال دی ہے، ان کا حال چار پائے برو کتابے چند جیسا تھا، اس امت کا بھی آگے چل کر ایسا ہی حال ہو جائے گا، اور یہ امت بھی یہود کی طرح خوش فہمی میں مبتلا ہوگی، مگر موت کی تمنا نہیں کرے گی، مگر موت بہر حال آتی ہے۔

۳- پھر آخری رکوع میں عموم بعثت کے مضمون کو ایک مثال سے سمجھایا ہے، پہلے جمعہ کی نماز آبادی میں ایک جگہ ہوتی تھی، باقی نمازیں ہر مسجد میں ہوتی تھیں، اسی طرح دنیا میں نبوت و رسالت کے مختلف سلسلے چل رہے تھے، مگر دورِ آخر میں ان کو آخری رسول کی ذات میں سمیٹ لیا، اب عرب و عجم کی تفریق مٹ جائے گی اور سب انسان ایک امت بن جائیں گے، اسی لئے سورت کا نام الجمعہ رکھا گیا ہے۔



اِنَّا هَا ۱۱۰ ﴿۶۲﴾ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدِيْنَةُ (۱۱۰) رُكُوْعَاتُهَا ۱۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقَدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۝  
هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِي الْاُمَمِیْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ  
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ وَاٰخِرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا  
بِهِمْ ۗ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُوْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو  
الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝

یُسَبِّحُ لِلّٰهِ	پاک بیان کرتے ہیں اللہ کی	وَتَنْمُحُّ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ	انہی میں سے جو ان کے سامنے پڑھتا ہے	مِنْهُمْ لَمَّا (۳)	انہی (کی جنس) میں سے اب تک نہیں
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ	جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں	اٰیٰتِهٖ وَيُزَكِّیْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمْ	اللہ کی آیتیں اور سنوارتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو	يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ	ملے وہ ان کے ساتھ اور وہ زبردست حکمت والے ہیں
الْمَلِكِ (۱)	پاک ذات زبردست	الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ	اللہ کی کتاب اور دانشمندی کی باتیں	ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ	یہ اللہ کی مہربانی ہے
الْقَدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ	وہی جنھوں نے بھیجا	وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِی ضَلٰلٍ	اگر چہ وہ تھے قبل ازیں گمراہی میں	یُوْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ	دیتے ہیں وہ اس کو جسے چاہتے ہیں اور اللہ
هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِي الْاُمَمِیْنَ رَسُوْلًا	ناخواندہ لوگوں میں عظیم رسول کو	مُبِیْنٍ وَاٰخِرِیْنَ (۲)	صریح اور دوسروں میں (بھیجا)	ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ	بڑی مہربانی والے ہیں

(۱) الْمَلِكِ: اللہ کی صفت ہے (۲) آخِرِیْنَ كَالْاُمَمِیْنَ پُرْعَظْفَہِ (۳) لَمَّا: لَمَّا کی طرح مضارع کو ماضی منفی بناتا ہے، مگر اس کی نفی متوقع الوجود ہوتی ہے۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

نبی ﷺ کی بعثت عرب و عجم سب کے لئے ہے، مگر کام کی ذمہ داری منقسم ہے

بعثت نبوی کے وقت عرب و عجم میں منافرت آخری حد تک پہنچی ہوئی تھی، تناہز (برے ناموں سے پکارنا) اس درجہ تک پہنچا ہوا تھا کہ عرب: دوسرے لوگوں کو عجمی (بے زبان جانور) کہتے تھے، اور خود کو عرب (فصح و بلیغ) قرار دیتے تھے، اور غیر عرب: عربوں کو امی (ان پڑھ) کہتے تھے، اس لئے دونوں ایک ہو جائیں اور ایک دوسرے کی خوبیوں کی قدر کرنے لگیں: بظاہر ناممکن نظر آتا تھا، مگر ایسا ہونا ضروری تھا، زمانہ کا دور آخر آ گیا تھا، نبوت کے مختلف سلسلوں کو ایک ذات میں جمع کرنا ضروری تھا، اور قادر مطلق اللہ کے لئے ایسا کرنا کچھ مشکل نہ تھا، وہ بے عیب ہیں، کائنات کا ذرہ ذرہ ان کی پاکی بیان کرتا ہے، زبان حال سے بھی اور زبانِ قال سے بھی، وہ تمام خوبیوں کے مالک ہیں، وہ شہنشاہِ مطلق ہیں، وہ برتر و بالا ہستی ہیں، وہ زبردست اور حکمت والے ہیں، ان کی حکمت کا جو تقاضا ہوتا ہے اس کو کرنے سے ان کو کوئی روک نہیں سکتا، انھوں نے دورِ آخر میں امتیوں میں سے ایک عظیم رسول چنا اور اس کے ذمہ چار کام رکھے: (۱) لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنانا۔ (۲) لوگوں کو سنوارنا (اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرنا) (۳) لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینا۔ (۴) لوگوں کو دانشمندی کی باتیں سکھانا (یہی حکمت کی باتیں حدیثیں کہلاتی ہیں) اور عربوں میں کام کی ذمہ داری آپ کو سونپی، چنانچہ جب عربوں میں کام پورا ہونے آیا تو سورۃ النصر کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی کہ آپ کا دنیا کا کام پورا ہو گیا، اب آپ ہمارے یہاں آنے کی تیاری کریں۔

اور امتیوں کے علاوہ کی طرف بھی آپ کی بعثت ہے، ان کو آخرین سے ذکر کیا، اور واو کے ذریعہ عطف کیا، واو کے ذریعہ عطف کرنے کی صورت میں من و وجہ اتحاد ہوتا ہے اور من و وجہ مغائرت، اور آخرین (دوسرے لوگوں) کہا، اجمعین نہیں کہا، یہ جذبات کی انتہائی درجہ رعایت ہے، رہے امی تو وہ اپنے امی ہونے پر فخر کرتے تھے، خود نبی ﷺ نے فرمایا ہے: نحنُ امةٌ اُمیۃ: ہم ناخواندہ امت ہیں، اس لئے ان کو امیین کہا، یہ دوسرے لوگ بھی آپ کی امت ہیں، یہ اتحاد کا پہلو ہے، اور ان میں کام کرنے کی ذمہ داری صحابہ کی ہے، یہ مغائرت کا پہلو ہے، اور ﴿مِنْهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ غیر عرب بھی انسان ہیں، کیونکہ سب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، مگر جدا جدا ہو گئے ہیں، اب وقت آ گیا ہے کہ باہم مل جائیں، اور ایک نبی کی امت بن جائیں، اور ﴿لَنَا﴾ سے نفی کرتے ہیں تو وہ مستقبل میں متوقع الوجود ہوتی ہے، یعنی اب تک نہیں ملے، آگے ملیں گے، اور ان کو زبردست اللہ ملائیں گے، وہ حکیم ہیں، ان کی حکمت کا تقاضا ہے کہ باہم مل جائیں۔

مگر اسلام کی دولت سب عربوں کو تو ملے گی، سب جمعیوں کو نہیں ملے گی، اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گے عنایت فرمائیں گے، اور یہ معلم کی استعداد کا فرق ہوگا، عربوں پر محنت نبی ﷺ نے کی ہے، اس لئے سب عرب مسلمان ہو گئے، مگر آخروں سب مسلمان نہیں ہوئے، کیونکہ ان پر صحابہ نے محنت کی ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ اللہ کے فضل میں ٹوٹا پڑ گیا، اللہ کا فضل بے عظیم ہے، ان کی رحمت بے پایاں ہے، کمی لینے والوں میں ہے:

یہ بزم مئے ہے یاں کوتاہ دہتی میں ہے محرومی ❁ جو بڑھ کر اٹھالے جام مینا اسی کا ہے

آخری نبی امیوں (عربوں) میں کیوں مبعوث کئے گئے؟

اوپر آیات پاک کا مسلسل مطلب تھا، اب چند متفرق باتیں عرض کرتا ہوں:

آخری نبی عربوں میں کیوں مبعوث کئے گئے، آخروں سے کیوں نہیں اٹھائے گئے؟ اس میں کیا حکمت ہے؟ اس میں بہت حکمتیں ہیں، میں چند ذکر کرتا ہوں، آپ غور کریں اور بھی حکمتیں سمجھ میں آئیں گی۔

۱- عرب صریح گمراہی میں تھے، ان کی اصلاح عرب رسول ہی کر سکتا تھا، باریک گمراہی آسانی سے سمجھائی جاسکتی ہے، مگر کھلی گمراہی آسانی سے نہیں سمجھائی جاسکتی۔

۲- عربوں میں قوتِ عمل زیادہ تھی، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کی گاڑی کا پیٹرول عرب ہیں، ہم تو بغیر تیل کی گاڑی دکھا دے کر چلا رہے ہیں، اور ساری دنیا میں آخری رسول کام نہیں کر سکتے تھے، کام کو تقسیم کرنا ضروری تھا، عربوں میں یہ صلاحیت تھی کہ وہ دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھائیں۔

۳- جزیرۃ العرب معلوم دنیا کے سینٹر میں تھا، وہاں سے مغرب میں افریقہ کے آخر تک، مشرق میں ایشیا کے آخر تک، اور شمال میں روم کے آخر تک، بیک وقت پہنچ سکتے تھے، جنوب میں سمندر تھا، اور امریکہ ابھی دریافت نہیں ہوا تھا، پس ساری دنیا میں کام کی یہاں سے آسانی تھی۔

۴- عربی افضل زبان ہے، اللہ کی آخری کتاب کو اسی زبان میں اتارنا تھا، اور اس کے لئے عربی رسول ہی موزون تھا۔

نبی ﷺ کے چار کام:

۱- اللہ کی کتاب لوگوں کے سامنے پڑھنا تاکہ وہ اس کو یاد کریں، عربوں میں یاد کرنے کا طریقہ تلقین ہے، قاری پڑھتا ہے، سامع دوہراتا ہے، اس طرح اسے یاد ہو جاتا ہے، رہا ناظرہ اور تجوید سکھانا تو اہل لسان اس سے مستغنی ہیں۔

۲- باطن کو سنوارنا، تزکیہ: اخلاقِ رفیضہ کو اخلاقِ عالیہ سے بدلنا آسان کام نہیں، اور جس طرح آدمی کا ظاہر اچھا برا ہوتا ہے، اور بری حالت کو سنوار بھی سکتے ہیں، اسی طرح باطن کو سمجھنا چاہئے، حدیث میں ہے: بُعِثْتُ لِأَكْثَرِ مَكَارِمِ



الأخلاق: میری بعثت کی ایک غرض اخلاقِ عالیہ کی تعلیم دینا بھی ہے۔

۳۔ قرآن کریم کو سکھانا: یعنی اس کے حقائق واضح کرنا، اہل لسان کلام کا سرسری مطلب تو کلام ہی سے سمجھ جاتے ہیں، مگر حقائق نہیں سمجھ سکتے، مثلاً: قرآن میں نماز کی بار بار تاکید آئی ہے، اور نماز کے ارکان بھی متفرق جگہ بیان ہوئے ہیں، مگر سب کو جوڑ کر نماز کی ہیئت کذائی بنانا ہر شخص کا کام نہیں، یہ کام آپؐ نے کیا، اور فرمایا: صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أَصْلَى: میں نے جس طرح نماز پڑھائی اس طرح پڑھو، یہ قرآن سکھانا ہے۔

۴۔ حکمت سکھانا: یعنی دقائق واضح کرنا، کلام کی تہہ تک ہر کوئی نہیں پہنچ سکتا، مجتہد ہی پہنچ سکتا ہے، بلکہ بعض دقائق پیغمبر ہی واضح کر سکتا ہے، مثلاً: قرآن میں رضاعت کے تعلق سے دو رشتوں کی حرمت کا بیان ہے، نبی ﷺ نے بتلایا کہ یہ بطور مثال ہے، ورنہ رضاعت سے وہ ساتوں رشتے حرام ہوتے ہیں جو ناتے (نسب) سے حرام ہوتے ہیں، یہ ایسی بات ہے جس کو مجتہدین بھی نہیں پاسکتے، اور ایسی باتیں حدیثوں میں بے شمار ہیں، سعدی شیرازی فرماتے ہیں:

پتھے کہ ناکردہ قرآن درست ﴿﴾ کتب خانہ چند ملت بشت

(ایک یتیم بچہ جس نے کسی سے پڑھنا نہیں سیکھا اتنے علوم بیان کئے کہ دنیا کی لائبریریاں پیچھے رہ گئیں)

لَمْ اور لَمَّا میں تین فرق:

لَمْ اور لَمَّا: مضارع پر داخل ہوتے ہیں، اور اس کو ماضی منفی بناتے ہیں، مگر دونوں میں تین فرق ہیں: (۱) لَمْ ماضی مطلق میں فعل کی نفی کرتا ہے اور لَمَّا ماضی قریب میں، جیسے لَمْ یأت زیدٌ زید نہیں آیا، اور لَمَّا یأت زیدٌ زید اب تک نہیں آیا۔ (۲) لَمْ میں نفی زمانہ حال تک محسوس نہیں ہوتی، اور لَمَّا میں نفی محسوس ہوتی ہے، اوپر کی مثال سے یہ بات واضح ہے۔ (۳) لَمْ سے جو نفی کی جاتی ہے وہ آئندہ متوقع الوجود ہے یا نہیں؟ لَمْ کی اس پر کوئی دلالت نہیں ہوتی، اور لَمَّا سے جو نفی کی جاتی ہے اس کی آئندہ امید ہوتی ہے، جیسے زید اب تک نہیں آیا یعنی ہم ابھی اس کے آنے کی امید رکھتے ہیں — اور آیت میں: ﴿لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ ہے یعنی اب تک عجم عربوں کے ساتھ نہیں ملے مگر آئندہ ملنے کی امید ہے، کون ملائے گا؟ اللہ تعالیٰ ملائیں گے جو زبردست حکمت والے ہیں

عربوں سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا:

امام اعظم رحمہ اللہ نے آیات سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ عربوں سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ امین کی طرف کوئی استثناء نہیں، عجم سے جزیہ قبول کیا جائے گا، کیونکہ ان کی طرف ﴿ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ﴾ بمنزلہ استثناء ہے۔

آخرین کا مصداق بطور مثال:

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی، اس میں ہے: ﴿وَالْآخِرِينَ مِنْهُمْ لَنَا يَلْحَقُوا بِهِمْ﴾ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ آخرین کون ہیں؟ آپ نے جواب نہیں دیا، انھوں نے تین مرتبہ پوچھا، وہاں حضرت سلمان فارسی موجود تھے، آپ نے اپنا ہاتھ سلمان پر رکھا، اور فرمایا: ”اگر ایمان ثریا (ستارہ) پر ہوتا تو بھی اس کو کچھ لوگ ان میں سے حاصل کرتے!“ (معلوم ہوا کہ آخرین سے عجم مراد ہیں)

﴿يُتِيهِمْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

ترجمہ: اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں — یعنی ساری کائنات تسبیح خواں ہے، یہاں تک تقدیس ہے — جو بادشاہ، پاک ذات، زبردست، حکمت والے ہیں — یہ تمجید ہے، اللہ کی خوبیاں اور کمالات کا بیان ہے۔

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾

ترجمہ: وہی ہیں — جن کا پہلی آیت میں ذکر آیا — جنھوں ہے امیوں (ناخواندہ عربوں) میں انہی میں سے ایک بڑے رسول کو اٹھایا، جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اور ان کو سنوارتا ہے، اور ان کو اللہ کی کتاب اور دانشمندی کی باتیں (حدیثیں) سکھاتا ہے، اگرچہ وہ لوگ قبل ازیں کھلی گمراہی میں تھے — اس میں اشارہ ہے کہ ان کی اصلاح دشوار تھی، آپ ہی کے ذریعہ ان کی اصلاح ہو سکتی تھی۔

﴿وَالْآخِرِينَ مِنْهُمْ لَنَا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾

ترجمہ: اور (بھیجا) دوسروں میں (بھی) انہی میں سے — اس کا عطف الٰہیین پر ہے، دوسرے بھی آپ کی امت ہیں مگر بالواسطہ، جیسے قیامت تک کے لوگ آپ کی بالواسطہ امت ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے اس کو دوہری بعثت سے تعبیر کیا ہے، یعنی آپ کی بلا واسطہ بعثت عربوں کی طرف ہے، پھر ان کے واسطہ سے ساری دنیا کی طرف ہے، اور نبیوں میں سب سے اونچا مقام اس نبی کا ہے جس کی بعثت دوہری ہے (یہ مضمون رحمۃ اللہ الواسعہ ۲: ۵۰ میں مفصل ہے)..... اور ﴿وَمِنْهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ آخرین بھی انسان ہی ہیں — جو اب تک ان (عربوں) کے ساتھ نہیں ملے — مگر آگے ملیں گے — اور اللہ زبردست حکمت والے ہیں — وہ ملا کر سب کو

ایک امت بنا دیں گے۔

﴿ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝﴾

ترجمہ: یہ (اسلام) اللہ کی مہربانی ہے، دیتے ہیں اس کو جسے چاہتے ہیں — یہ بمنزلہ استثناء ہے — اور اللہ بڑے فضل والے ہیں — یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ حُمِلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ كَفَرُوا سَوَاءٌ أَلَمُوا أَمْ لَمْ يَلَمُوا ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدَ مَا نَزَّلَ اللَّهُ كِتَابًا مِنْهُ لَئِيْلٌ مُّقْتَدِرٌ ۚ  
مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ قُلْ  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَتَّعُوا  
بِالْمَوْتِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَا يَمْتَنُونَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمْت أَيْدِيهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ  
بِالظَّالِمِينَ ۝ قُلْ إِنْ الْمَوْتِ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلْقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ  
عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

عج

مَثَلُ	حالت	بِئْسَ مَثَلٌ	بری مثال ہے	هَادُوا <sup>(۲)</sup>	یہودی ہوئے
الَّذِينَ	ان لوگوں کی جو	الْقَوْمِ الَّذِينَ	ان لوگوں کی	إِنْ زَعَمْتُمْ	اگر گمان کرتے ہو تم
حُمِلُوا	اٹھوائے گئے	كَذَّبُوا	جنھوں نے جھٹلایا	أَنَّكُمْ	کہ تم
التَّوْرَةَ	تورات	بِآيَاتِ اللَّهِ	اللہ کی آیتوں کو	أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ	اللہ کے دوست ہو
ثُمَّ لَمْ	پھر نہیں	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	مِن دُونِ النَّاسِ	لوگوں کے سوائے
يَحْمِلُونَهَا	اٹھایا انھوں نے اس کو	لَا يَهْدِي	راہ نہیں دیتے	فَتَمَتَّعُوا	تو آرزو کرو
كَثِيرٌ أَمْحَارٌ	جیسے گدھے کی حالت	الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ	ظالم لوگوں کو	الْمَوْتِ	موت کی
يَحْمِلُ	اٹھائے ہوئے ہو	قُلْ	کہیں	إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم
أَسْفَارًا <sup>(۱)</sup>	کتابیں	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	اے لوگو جو	صَادِقِينَ	سچے

(۱) اسفار: سفر کی جمع: وہ کتاب جو حقائق کو واضح کرتی ہو، دینی کتاب (۲) ہاد (ن) ہوا: تابع ہو کر حق کی طرف لوٹنا، ہاد فلان: یہودی ہونا، یہودی مذہب کا متبع ہونا، بچڑے کی پوجا سے توبہ کی اس لئے یہودی کہلائے۔

پھر لوٹائے جاؤ گے تم	ثُمَّ تُرَدُّونَ	جاننے ہیں	عَلَيْكُمْ	اور نہیں آرزو کریں گے	وَلَا يَتَمَنَّوْنَ
جاننے والے کی طرف	إِلَىٰ عِلِّيِّهِ	ظالموں کو	بِالظَّالِمِينَ	وہ اس کی	أَبَدًا
چھپی	الْغَيْبِ	کہیں	قُلْ	کبھی بھی	بِمَا قَدْ مَنَّا
اور کھلی چیزوں کو	وَالشَّهَادَةِ	بے شک موت	إِنَّ الْمَوْتَ	ان کاموں کی وجہ سے	أَيُّدِيهِمْ
پھر آگاہ کریں گے وہ تم کو	فَيُنَبِّئُكُمْ	جو بھاگتے ہو تم	الَّذِي تَفِرُّونَ	جو آگے بھیجے ہیں	وَاللَّهِ
ان کاموں سے جو تھے تم	بِمَا كُنْتُمْ	اس سے	وَمِنْهُ	ان کے ہاتھوں نے	
کرتے	تَعْمَلُونَ	ملاقات کرنے والی ہے تم سے	فَأِنَّهُ مُلَقَّبُكُمْ	اور اللہ تعالیٰ	

### قرآن کریم کا ایک اسلوب

اس امت کا پہلا قافلہ (صحابہ) دودھ کا ڈھلا ہوا طبقہ تھا، ان میں ایک کنکر نہیں تھا، نبی معصوم ہوتا ہے، کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے، اور صحابہ آپ کے واسطے سے آخرین کی طرف مبعوث تھے، اس لئے وہ محفوظ تھے، مگر یہ صورت حال ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں تھی، آگے چل کر زبوں حالی رونما ہونے والی تھی، اس لئے اس بدلی ہوئی حالت کو بھی بیان کرنا ضروری تھا، مگر اگر گفتگو ہوائی ہوتی تو اس کا سمجھنا مشکل ہوتا، اور مثال دے کر مضمون بیان کیا جاتا تو اس کا سمجھنا آسان ہوتا، گفتہ آید در حدیث دیگران: کامیاب طریقہ ہے۔

مثال کس کی بیان کی جائے؟ قرآن کے بعد عظیم الشان کتاب تورات ہے، اور نبی ﷺ کے بعد بڑے رسول موسیٰ علیہ السلام ہیں، اور ان کی امت مدینہ میں آباد تھی، اور ان کے احوال سے عرب واقف تھے، اس لئے بہترین مثال یہودی ہو سکتی تھی، چنانچہ قرآن کریم: آگے چل کر اس امت کی زبوں حالی یہودی زبوں حالی سے سمجھاتا ہے، سورۃ الحدید (آیت ۱۶) میں مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی، پھر زمانہ دراز ہو گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور بہت سے ان میں سے بدکار ہو گئے، یہی حال آگے چل کر اس امت کا ہونا تھا، اس کو گدھے کی مثال سے سمجھایا ہے۔

آگے چل کر امت مسلمہ کی زبوں حالی یہودی مثال سے واضح کی ہے

قرآن کریم کے بعد عظیم المرتبت کتاب تورات ہے، یہ کتاب بنی اسرائیل کو دی گئی، اور اس پر عمل کا ان کو مکلف بنایا، مگر عرصہ گزرنے کے بعد ان کا حال برا ہو گیا، وہ بے عملی بلکہ بد عملی میں مبتلا ہو گئے، اور وہ نام کے یہودی رہ گئے، ان کا حال اس گدھے جیسا ہے جس پر دینی کتابیں لدی ہوئی ہوں، اس کو ان کتابوں سے کیا نفع! یہ بری مثال ہے ان لوگوں کی

جنہوں نے اللہ کے احکام کو پس پشت ڈال دیا، مسلمانوں کو اس بری مثال کا مصداق نہیں بننا چاہئے، مگر ہائے خسوس! آگے چل کر مسلمان بھی یہود کے نقش قدم پر چل پڑے، پھر قاعدہ سنایا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ راست نہیں دیتے، ہدایت زبردستی کسی کے سر نہیں منڈھتے! انصاف سے کام لینے والا ہدایت پاتا ہے اور اپنے پاؤں پر تیشہ زنی کرنے والا ہدایت سے محروم رہتا ہے۔

﴿مَثَلُ الَّذِينَ خُمِلُوا الثَّورِيَّةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۰﴾﴾

ترجمہ: ان لوگوں کی حالت جن کو ثورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا، پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا، اس گدھے جیسی ہے جس پر دینی کتابیں لدی ہوں، یہ بری مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتوں (احکامات) کو جھٹلایا، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ ہدایت نہیں دیتے۔

یہود کا دعویٰ ہے کہ ہم ہی اللہ کے دوست اور چہیتے ہیں

ان سے کہو: اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو وصل حبیب کی تمنا کرو، اور اس کاہل موت ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے، مگر سن لو! وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے، ان سے بڑھ کر موت سے ڈرنے والا کوئی نہیں، موت کا نام سن کر ان کو پسینہ آنے لگتا ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے زندگی بھر کیا کر توت کئے ہیں، دنیا چھوٹے ہی ان کی سزا میں پکڑے جائیں گے، مگر موت سے کسی کو مفر نہیں، وہ تو اچانک آ پکڑے گی، پھر غیب و شہادت کا جاننے والا ان کا سب کچا چھٹان کے سامنے رکھ دے گا۔

آج جاہل مسلمان بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم محبوب کی امت ہیں، اور اللہ غفور رحیم ہیں، اور عمل کے نام صفر ہیں، اگر محبوب کی امت ہیں تو محبوب جیسا عمل کرو:

تَعَصَى الْإِلَهَ وَأَنْتَ تُظَهِّرُ حُبَّهُ ﴿۵۱﴾ إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ يَحِبُّ مُطِيعٌ

(اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور اللہ کی محبت کا دعویٰ بھی کرتا ہے بیعت کرنے والا تو محبوب کے اشاروں پر چلتا ہے) اور اللہ بے شک غفور رحیم ہیں، مگر ان کی پکڑ بھی تو سخت ہے، اس کو کیوں بھول جاتے ہو، سورۃ الحجج کی (آیات ۵۰، ۵۱) ہیں: ﴿يَتَّبِعْ عِبَادِي أَتَىٰ أَنَا الْعَفْوَ وَالرَّحِيمُ ﴿۵۱﴾ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴿۵۰﴾﴾: میرے بندوں کو بتادو کہ میں بڑا مغفرت والا رحمت والا ہوں اور یہ کہ میری سزا دردناک سزا ہے۔ اصل یہ ہے کہ انسان کو مشقت اٹھائے بغیر جنت چاہئے، حالانکہ وہ مکارہ (ناگوار یوں) سے گھیری گئی ہے۔

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِن دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوْا الْمَوْتَ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمْت أَيْدِيهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝ قُلْ إِن الْمَوْتَ الَّذِي تَتَذَكَّرُونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلْقِيكُمْ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝﴾

ترجمہ: آپ کہیں: اے یہودیو! اگر تمہارا خیال ہے کہ تم ہی بلا شرکتِ غیرے اللہ کے دوست ہو تو موت کی آرزو کرو، اگر تم (دعوے میں) سچے ہو — اور وہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے، ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کے احوال سے بخوبی واقف ہیں — کہ انھوں نے کیا کرتوت کئے ہیں — آپ کہیں: بے شک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ یقیناً تم کو آپکڑے گی، پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پس وہ تمہیں تمہارے سب کام جتلا دیں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۗ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۗ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّزُقِينَ ۝

۲۱۳

تو پھیل جاؤ	فَانْتَشِرُوا	اور چھوڑ دو	وَذَرُوا	اے لوگو جو	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
زمین میں	فِي الْأَرْضِ	خرید و فروخت	الْبَيْعَ	ایمان لائے ہو	آمَنُوا
اور تلاش کرو	وَابْتَغُوا	یہ	ذَلِكُمْ	جب پکارا جائے	إِذَا نُودِيَ
اللہ کی روزی سے	مِن فَضْلِ اللَّهِ	بہتر ہے تمہارے لئے	خَيْرٌ لَّكُمْ	نماز کے لئے	لِلصَّلَاةِ
اور اللہ کو یاد کرو	وَاذْكُرُوا اللَّهَ	اگر ہو تم	إِن كُنْتُمْ	دن میں	مِن يَوْمِ
بہت	كَثِيرًا	جاننے	تَعْلَمُونَ	جمعہ کے	الْجُمُعَةِ
تا کہ تم	لَعَلَّكُمْ	پس جب تمام ہو چکے	فَإِذَا قُضِيَتِ	پس چل پڑو	فَاسْعُوا
کامیاب ہوؤ	تُفْلِحُونَ	نماز	الصَّلَاةَ	اللہ کی یا د کی طرف	إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ

وَلَا ذَارَاؤًا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفُسُوا إِلَيْهَا	اور جب دیکھتے ہیں وہ سوداگری یا کھیل تماشا بکھر جاتے ہیں وہ اس (تجارت) کی طرف	وَ تَرَكَؤُكَ فَأَيُّهَا قُلْ مَا عِنْدَ اللَّهِ	اور چھوڑ جاتے ہیں آپ کو کھڑا ہوا (خطبہ دیتا ہوا) کہو جو اللہ کے پاس ہے	خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرٌ الزَّاقِينَ	بہتر ہے کھیل تماشے سے اور سوداگری سے اور اللہ بہترین روزی سینے والے ہیں
--	---	---	--	---	---

### نبوت کے سلسلوں کو ایک شخصیت میں جمع کرنے کی مثال

رابط: سورت کا موضوع عموم بعثت ہے، یعنی اب ساری دنیا کے لئے ایک رسول ہیں، الگ الگ نبوتیں خاتم النبیین ﷺ میں جمع کر دی ہیں، جیسے آبادی کی ہر مسجد میں پنج وقتہ نمازیں ہوتی ہیں، مگر جمعہ کے دن سب مسجدوں کے نمازی ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں، اور جمعہ کی نماز ایک ساتھ پڑھتے ہیں، اسی طرح مختلف نبوتوں کو ایک ذات میں جمع کر دیا ہے۔

### احکام جمعہ

ان آیات میں جمعہ کے تعلق سے دو حکم ہیں، پہلا وجوبی ہے دوسرا استحبانی:

وجوبی حکم: جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو تمام مشاغل چھوڑ کر نماز اور خطبہ سننے کے لئے چل دینا واجب ہے، سستی کرنے والا گنہ گار ہوگا، البتہ جمعہ کی تیاری میں مشغول ہونا جائز ہے۔

استحبانی حکم: نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد جہاں چاہے جاسکتا ہے، کاروبار بھی کر سکتا ہے، مگر ساتھ ہی اللہ کا ذکر بھی چلتا رہے، کامیابی کی کنجی یہی ہے۔

فائدہ: اذان سے اذان اول مراد ہے، اسی کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے لئے بلایا جاتا ہے، دوسری اذان تو حاضرین کو خطیب کی آمد کی اطلاع دینے کے لئے ہے، رہی یہ بات کہ نزول آیت کے وقت پہلی اذان نہیں تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ تفسیر کا قاعدہ ہے: العبرة لعموم اللفظ، لا لخصوص المورد: اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے، خاص شان نزول کا اعتبار نہیں: ﴿إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ﴾ عام ہے، پہلی یا دوسری اذان کی کوئی قید نہیں، پس جس اذان سے نماز کے لئے بلایا جائے وہ آیت کا مصداق ہے۔

سوال: اذان جمعہ کے بعد کاروبار اور دیگر مشاغل ترک کر کے مسجد جانا فرض ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاسْمَعُوا﴾

إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذُرُوا الْبَيْعَ ﴿۱۶﴾ مگر عام طور پر پہلی اذان کے بعد لوگ مشاغل ترک نہیں کرتے اور گناہ گار ہوتے ہیں۔ پس کیوں نہ دوسری اذان کو آیت کا مصداق قرار دیا جائے تاکہ لوگ گناہ گار نہ ہوں؟

جواب: یہ خرابی مسلمانوں کے اپنے عمل کی بناء پر پیدا ہوئی ہے۔ اور اس کا علاج بھی مسلمانوں کے پاس ہے، ہمارے دیار میں جو آدھا گھنٹہ پہلے اذان دی جاتی ہے وہ غلط طریقہ ہے، دس منٹ پہلے پہلی اذان دینی چاہئے تاکہ لوگ فوراً مشاغل ترک کر کے مسجد کی طرف چل پڑیں۔ غرض ہمارے پاس اس کا کوئی علاج نہیں، لوگ خود ہی اس کا علاج کر سکتے ہیں۔

آخری آیت کا واقعہ: پہلے عیدین کی طرح جمعہ کی نماز پہلے ہوتی تھی اور خطبہ بعد میں، مراہیل ابی داؤد میں روایت ہے کہ مدینہ میں ایک تجارتی قافلہ آیا، مدینہ میں غلہ کی کمی تھی، لا دی نے ڈھول بجایا، لوگ نماز پڑھ چکے تھے، خطبہ سن رہے تھے، پس یہ خیال کر کے کہ نماز تو ہو چکی ہے اور بیان ہر جمعہ کو ہوتا ہے: اٹھ کر خریداری کے لئے چل دیئے، صرف بارہ آدمی رہ گئے، اس پر آخری آیت میں تنبیہ ہے کہ یہ ٹھیک نہیں کیا، نماز کی طرح خطبہ سننا بھی واجب ہے، عیدین میں خطبہ اگرچہ بعد میں ہوتا ہے، مگر اس کا سننا بھی واجب ہے۔

پھر ترتیب بدل دی، جمعہ کا خطبہ پہلے کر دیا، کیونکہ جمعہ ہر ساتویں دن آتا ہے، اور مشاغل کے درمیان نماز ادا کرنی ہوتی ہے، اس لئے نماز میں آنے میں کسی سے تاخیر ہو سکتی ہے، اب جب خطبہ پہلے دیا جائے گا تو کوئی تاخیر کرے گا تو خطبہ کا کوئی حصہ چھٹے گا، نماز نہیں چھٹے گی، اور عیدین کو اصل پر برقرار رکھا، کیونکہ مقصود عبادت ہے، بیان ضمنی مقصد ہے، اور عید سال میں ایک دو مرتبہ آتی ہے، اور لوگ اس دن فارغ ہوتے ہیں، اس لئے نماز چھٹنے کا احتمال نادر ہے۔

آیاتِ کریمہ: — اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو تم فوراً اللہ کی یاد کی طرف چل پڑو، اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں کچھ سمجھ ہو! — پہلے آبادی میں جمعہ کی نماز ایک جگہ ہوتی تھی، پھر جب آبادیاں بڑھ گئیں تو ضرورہ متعدد جگہ جمعہ کی نماز ہونے لگی..... اور آیت عام مخصوص منہ ابھض ہے، عورتیں، بچے، بیمار اور مسافر وغیرہ مستثنیٰ ہیں..... اسی طرح صحتِ جمعہ کے لئے خاص قسم کا تمدن ضروری ہے، حنفیہ کے نزدیک شہر، قصبہ اور بڑے گاؤں میں جمعہ درست ہے، چھوٹے گاؤں میں جمعہ درست نہیں، آیتِ کریمہ میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ لوگوں کی معیشت کا مدار جہاں خرید و فروخت پر ہو وہیں جمعہ ہوگا، اور جس بستی کی معیشت کا مدار کھیتی باڑی پر ہو وہاں جمعہ درست نہیں..... یہ پہلا حکمِ وجوبی ہے۔

دوسرا حکم: پھر جب جمعہ کی نماز پوری ہو جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ — اس میں بھی اشارہ ہے کہ آبادی بڑی



ہے۔ اور اللہ کی روزی میں سے تلاش کرو۔ یعنی کاروبار شروع کر دو۔ اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہوؤ۔ کاروبار میں احکام شرع کا خیال رکھنا بھی اللہ کا ذکر ہے۔

آخری آیت:۔ اور جب لوگ کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو وہ اس کی طرف بکھر جاتے ہیں۔ ﴿لَیْسَ بِهَا﴾ واحد مؤنث کی ضمیر ﴿تَجَارَةً﴾ کی طرف لوثی ہے، اور ﴿کَفَوُ﴾ کو چھوڑ دیا، لہذا: تشبیہ کی ضمیر لا کر لہو کی طرف بھی ضمیر نہیں لوثائی، کیونکہ میلوں میں جانے والے زیادہ تر خریداری کے لئے جاتے ہیں، تماشا میں تھوڑے ہوتے ہیں، اس لئے ان کا اعتبار نہیں کیا۔ اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں سنت کھڑے ہو کر دینا ہے، دوسرے بیانات منبر پر بیٹھ کر دے سکتے ہیں۔ کہیں: جو اللہ کے پاس ہے۔ یعنی واجب خطبہ سننے کا ثواب۔ وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے۔ رہا قحط کی وجہ سے روزی کا کھٹکا تو سن لو:۔ اور اللہ تعالیٰ سب سے اچھے روزی پہنچانے والے ہیں۔ لہو: ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اللہ کی یاد سے غافل کرے پس مارکیٹ کی رونق بھی اہو ہے۔

﴿۱۲ شعبان ۱۴۳۷ھ = ۲۰/ مئی ۲۰۱۶ء﴾



## بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۃ المنافقون

سورۃ الجادلہ سے سلسلہ بیان چل رہا ہے، سورۃ الجادلہ میں حزب اللہ اور حزب الشیطان کا تذکرہ آیا ہے، پھر سورۃ الاحشر میں اول کی کامیابی اور ثانی کی ناکامی دکھائی ہے، پھر سورۃ ممتحنہ میں حزب اللہ کی کامیابی کے لئے ایک منفی شرط عائد کی ہے کہ کوئی مسلمان دشمن سے دوستانہ تعلق نہ رکھے۔

پھر سورۃ الصف میں مثبت شرط لگائی ہے کہ مجاہدین سیسہ پلائی ہوئی عمارت کی طرح متحد ہو کر لڑیں، پھر سورۃ الجمحہ میں عموم بعثت کا بیان ہے کہ اگر جہاد شرائط کے ساتھ چلتا رہا تو اسلام کی روشنی پوری دنیا میں پھیل کر رہے گی، اور عرب و عجم خاتم النبیین ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیں گے۔

شیطان کا لشکر مشرکین تھے، ان کا یہود کے ساتھ دوستانہ تھا، اور اللہ کا لشکر مسلمان تھے، ان کے ساتھ منافقین رلے ملے تھے، اب اس سورت میں یہ بیان ہے کہ مسلمانوں کے اہل دشمن منافقین ہیں، ان آستین کے سانپوں سے چوکنار ہونا چاہئے، آیت ۴ میں ہے: ﴿هُمُ الْعَدَاؤُ فَاحْذَرُوهُمْ﴾: وہی دشمن ہیں ان سے محتاط رہو — اور حصر اذعائی ہے، جیسے لاریو الا فی النسیئۃ ادھار ہی میں سود ہے، حالانکہ ربوی چیزیں ہم جنس پتی جائیں، اور ان میں تقاضل (کمی بیشی) ہو تو وہ بھی سود ہے، اور مذکورہ حدیث میں حصر اذعائی ہے، لوگ ادھار کو سود ہی نہیں سمجھتے، اس لئے زور دینے کے لئے کہا کہ ادھار ہی سود ہے، اسی طرح منافقین چونکہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں، اس لئے ان کو دشمن نہیں سمجھا جاتا، پس فرمایا کہ وہی دشمن ہیں، ان سے محتاط رہو۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں: اعتقادی اور عملی، پہلے رکوع میں نفاق اعتقادی کا بیان ہے، اور دوسرے رکوع میں نفاق عملی کا، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ کی دوسری قسم کے شروع میں اس کو مفصل بیان کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

”ایمان کی دو قسمیں ہیں: ظاہری انقیاد، اس کا مقابل کفر ہے، اور یقین کامل، اس کے مقابل کی تین صورتیں ہیں، اور ان کے تین نام ہیں:

۱۔ اگر تصدیق قلبی بالکل ہی فوت ہو، اور ظاہری انقیاد و اطاعت صرف تلوار کے خوف سے ہو تو وہ اصلی اور اعتقادی نفاق ہے۔

۲- اور اگر دل میں تصدیق تو موجود ہو، مگر عمل بالجوارح فوت ہو، یعنی فرائض کا تارک اور کبائر کا مرتکب ہو تو وہ فاسق ہے۔

۳- اور اگر دل میں تصدیق ہو، مگر یقین کی دولت سے محروم ہو تو وہ نفاقِ عملی ہے۔

اور نفاقِ عملی تین طرح سے پیدا ہوتا ہے:

۱- آدمی پر نفس کا یا دنیا یا جہالت کا پردہ پڑ جائے، اور وہ مال، خاندان اور اولاد کی محبت میں بری طرح پھنس جائے،

اس لئے جزاؤں کو مستبعد سمجھنے لگے، اور گناہوں پر بے باک ہو جائے، دوسرے رکوع میں انہی لوگوں کا ذکر ہے۔

۲- اسلام میں سختیاں دیکھے، یعنی مسلمان ہونے کے بعد آلام و مصائب سے دوچار ہو، یا آبائی مسلمان ہو، اور اس کو

یہ صورت پیش آئے، پس وہ اسلام کو ناپسند کرنے لگے۔

۳- بعض خاص کافروں سے اس کو محبت ہو، جو اس کو اللہ کا بول بالا کرنے سے روک دیں، اسی لئے کفار سے مودت

یعنی قلبی تعلق حرام ہے۔

سورۃ المنافقون کا شان نزول: ۵ ہجری یا ۶ ہجری میں غزوہ بنی المصطلق پیش آیا، اسی کا نام غزوہ مرہ سیح بھی

ہے (مرہ سیح: اس قوم کے چشمے یا کنوئیں کا نام ہے) اس جنگ میں کامیابی کے بعد ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک مہاجر جری اور

ایک انصاری میں جھگڑا ہو گیا، مہاجر جری نے مہاجرین کو مدد کے لئے پکارا، اور انصاری نے انصار کو، اور قریب تھا کہ

مسلمانوں میں ایک فتنہ کھڑا ہو جائے، اس جھگڑے میں انصاری کو چوٹ لگی، نبی ﷺ موقع پر پہنچے، اور فرمایا: ”یہ

جاہلیت کا نعرہ کیسا ہے؟ اسے چھوڑو، یہ بدبودار نعرہ ہے!“ اس طرح معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

مگر اس واقعہ سے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے فائدہ اٹھایا، اس نے اپنے لوگوں سے کہا: تم نے ان مہاجرین کو

سرپے چڑھا لیا ہے، تم نے ان کو اپنے اموال اور جائیدادیں تقسیم کر کے دیں، اب یہ تمہاری روٹیوں پر پلے ہوئے تمہیں

آنکھیں دکھا رہے ہیں، اگر اب بھی تم نے ان کے تعاون سے ہاتھ نہ کھینچا تو یہ لوگ تمہارا جینا حرام کر دیں گے، تمہیں

چاہئے کہ جب تم مدینہ پہنچو تو عزت والا ذلیل کو وہاں سے باہر کرے۔

یہ گفتگو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سنی، وہ اس وقت نوجوان تھے، انھوں نے یہ بات اپنے چچا کو بتلائی، چچا

نے وہ بات رسول اللہ ﷺ کو بتائی، آپ نے حضرت زید کو بلا کر تحقیق کی، اور پوچھا: ”لڑکے تم جھوٹ تو نہیں بولتے؟“

حضرت زید نے قسم کھا کر کہا کہ انھوں نے وہ بات اپنے کانوں سے سنی ہے، آپ نے پھر پوچھا: ”تمہیں کچھ شبہ تو نہیں

ہو گیا؟“ حضرت زید نے پھر وہی جواب دیا، تب آپ نے عبداللہ کو بلا کر پوچھا، وہ قسم کھا گیا کہ اس نے یہ بات نہیں

کہی، اور زید جھوٹا ہے، چنانچہ تھوڑی دیر کے لئے آپ کو اس کا اعتبار آ گیا، اور حضرت زید سے بدظنی ہو گئی، پھر جب سورۃ

المنافقین نازل ہوئی تو ڈھول کا پول کھل گیا، اور قرآن نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تصدیق کر دی۔

## سُورَةُ الْمُنَافِقِينَ مَدَنِيَّةٌ (۴۳)

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ كَذِبُونَ ۝ إِتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ۝ وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ ۝ كَانَتْهُمْ خَشْبٌ مُسَدَّدَةٌ ۝ يَحْسَبُونَ كُلَّ صِغْتَةٍ عَلَيْهِمْ ۝ هُمْ الْعُدَاوُ فَاحْذَرُهُمْ ۝ قَتَلْتَهُمُ اللَّهُ نَاتِي يُؤْفَكُونَ ۝

إِذَا جَاءَكَ	جب آئیں گے آپ	إِنَّ الْمُنَافِقِينَ	بے شک منافقین	قَطِيعَةً	پس مہر لگ گئی
الْمُنَافِقُونَ	کے پاس منافقین	كَذِبُونَ	یقیناً جھوٹے ہیں	عَلَى قُلُوبِهِمْ	ان کے دلوں پر
قَالُوا	(تو) کہیں گے	إِتَّخَذُوا	بنایا انھوں نے	فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ	پس وہ سمجھتے نہیں
نَشْهَدُ	ہم گواہی دیتے ہیں	أَيْمَانَهُمْ	اپنی قسموں کو	وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ	اور جب آپ انکو دیکھیں
إِنَّكَ	بے شک آپ	جُنَّةً	ڈھال	تُعْجِبُكَ	پس آئیں آپ کو
لَرَسُولُ اللَّهِ	البتہ اللہ کے رسول ہیں	فَصَدُّوا	پس روکا انھوں نے	أَجْسَامُهُمْ	ان کے جسم
وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ	اللہ کے راستہ سے	وَإِنْ يَقُولُوا	اور اگر کہیں وہ
يَعْلَمُ	جانتے ہیں	إِنَّهُمْ سَاءَ مَا	بے شک برا ہے جو	تَسْمَعُ	سنیں آپ
إِنَّكَ	بے شک آپ	كَانُوا يَعْمَلُونَ	کیا کرتے تھے وہ	لِقَوْلِهِمْ	ان کی بات
لَرَسُولُهُ	اس کے رسول ہیں	ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ	یہ بات بایں وجہ گذرہ	كَانَتْهُمْ خَشْبٌ	گویا وہ لکڑی ہیں
وَاللَّهُ يَشْهَدُ	اور اللہ گواہی دیتے ہیں	أَمَّنُوا	ایمان لائے	مُسَدَّدَةٌ	سہارے سے رکھی ہوئی
		ثُمَّ كَفَرُوا	پھر انھوں نے انکار کیا	يَحْسَبُونَ	گمان کرتے ہیں

كُلَّ صَبَإَةٍ عَلَيْهِمْ	ہر چیخ کو اپنے اوپر	هُمْ اَعْدَاؤُ فَاَحْذَرْتَهُمْ	وہی دشمن ہیں پس بچیں آپ ان سے	فَتَنَّاكَ اللَّهُ اَنَّى يُؤْفَكُونَ	ناس کریں ان کا اللہ کہاں بھٹکے جا رہے ہیں
------------------------------	------------------------	------------------------------------	----------------------------------	--	--

اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ منافقین دعویٰ ایمان میں جھوٹے ہیں

منافقین دل میں نبی ﷺ کے رسول ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے، مگر جھوٹ بولتے تھے کہ ان کو دل سے اعتقاد ہے، وہ اپنی اغراض کے لئے زبان سے باتیں بناتے تھے، اور جھوٹ بولنا تو ان کا شعار تھا، بات بات میں دروغ بیانی سے کام لیتے تھے، شان نزول کے واقعہ میں انھوں نے جھوٹ بولا ہے، اور اللہ نے آسمان سے ان کی تکذیب کی ہے۔

﴿ اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا لَوْ نَشَاءُ لَنُكْفِرَنَّكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ اللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لِرَسُولِهِ ﷺ وَ اللَّهُ يَشْهَدُ لَنَا الْمُنَافِقِينَ لَكَذِبُونَ ﴾

ترجمہ: جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ منافقین (گواہی میں) جھوٹے ہیں۔

منافقین نے قسموں کو ڈھال بنایا ہے

منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو یقین دلاتے تھے کہ وہ مسلمان ہیں، تاکہ وہ مجاہدین اسلام کے ہاتھوں سے اپنی جال و مال محفوظ رکھیں، اور درپردہ وہ اسلام کی جڑیں کھودتے تھے، اسلام اور مسلمانوں کی عیب جوئی کر کے دوسروں کو بھی اسلام سے روکتے تھے، پس ان کی جھوٹی قسموں کا ضرر ان تک محدود نہیں رہتا تھا، بلکہ دوسروں تک متعدی ہو جاتا تھا، پس اس سے بڑھ کر اور برا کام کیا ہوگا؟

﴿ اِتَّخَذُوا اٰيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَئِنْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾

ترجمہ: انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، پھر وہ دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، بے شک برے ہیں وہ کام جو وہ کیا کرتے ہیں۔

منافقوں کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے، اس لئے وہ حق بات سمجھتے نہیں!

منافقین زبان سے تو ایمان لائے، مگر دل منکر رہے، اور انھوں نے کافروں جیسے کام کئے، تو ان کے دلوں پر مہر لگ گئی، اب ان میں قبول حق کی صلاحیت مطلق نہیں رہی، اس لئے اب ان سے بات سمجھنے کی امید رکھنا فضول ہے۔

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطَمِعُوْا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَمِنْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴾

ترجمہ: وہ بات یعنی منافقین کے اعمال بہت برے ہیں اس سبب سے کہ وہ لوگ (بہ ظاہر) ایمان لائے، پھر (درپردہ) کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی، پس وہ (حق بات) نہیں سمجھتے!

منافقین میں چھ باتیں: اچھی، بری اور بہت بری

منافقین میں چھ باتیں ہیں: دو کھلی ہیں جو اچھی ہیں، دو چھپی ہیں جو بری ہیں، اور دو اخفی ہیں، جو بہت بری ہیں: کھلی دو باتیں یہ ہیں: (۱) ان کے جسم بڑے خوبصورت ہیں، ان کو دیکھ کر جی خوش ہوتا ہے (۲) ان کی باتیں لچھے دار ہوتی ہیں، ایسی کہ آدمی سنتا ہی رہے۔ اور دو چھپی باتیں یہ ہیں: (۱) وہ دیوار سے لگا کر کھڑی کی ہوئی لکڑی کی طرح ہیں، ان کو مسلمانوں کا سہارا چاہئے، اسی لئے وہ بظاہر مسلمان ہوئے ہیں (۲) وہ بزدل اور ڈرپوک ہیں، کہیں ذرا شور و غل ہوتا ہے تو ان کا دل دبل جاتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ آئی ہم پر آفت! اور دو اخفی باتیں یہ ہیں: (۱) مسلمانوں کے حقیقی دشمن یہی لوگ ہیں، ان کی چالوں سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئے (۲) وہ راہ حق کو چھوڑ کر بھٹک رہے ہیں، اللہ ان کا ناس مارے!

﴿وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۖ وَلَوْ أَنَّهُمْ لَسَمِعُوا لِقَوْلِهِمْ ۖ كَانَتْ لَهُمْ حُشْبٌ مِّنْ سَنَدَةٍ ۖ يَخَسِبُونَ كُلَّ صَبِيحَةٍ عَلَيْهِمْ ۖ هُمْ الْعَادُوْنَ فَاحْذَرْهُمْ ۖ فَتَلَّكُمُ اللَّهُ ۖ أَنَّىٰ يُوَفُّكَوْنَ ۖ﴾

ترجمہ: (۱) اور جب آپ دیکھیں تو ان کے اجسام آپ کو پسند آئیں (۲) اور اگر وہ بات کہیں تو آپ ان کی بات سننے لگیں (۳) گویا وہ سہارے سے لگا کر کھڑی کی ہوئی لکڑیاں ہیں (۴) ہر غل پکار کو اپنے اوپر پڑنے والی بلا سمجھتے ہیں (۵) وہی دشمن ہیں، پس آپ ان سے ہوشیار رہیں (۶) اللہ ان کو غارت کرے! وہ کہاں پھرے جا رہے ہیں؟

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسِهِمْ وَرَأَيْتُمْ يُصَدُّوْنَ  
وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ۖ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۖ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۖ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَيَّ مِنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُوا ۖ وَاللَّهُ خَزَائِنُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۖ يَقُولُونَ لِنُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِئَةِ لَكِن لَّا يُخْرِجُنَا  
الْأَعْرَابُ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۖ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ ۖ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا  
يَعْلَمُونَ ۖ

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ	اور جب کہا گیا ان سے آؤ گناہ معاف کرائیں تمہارے اللہ کے رسول	أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ كُنْ يُعْفِرُ اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ	یا معافی نہ چاہیں ان کے لئے ہر گز معاف نہیں کریں گے اللہ ان کو بے شک اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتے	السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا	آسمانوں اور زمین کے لیکن منافقین سمجھتے نہیں کہتے ہیں بخدا! اگر لوٹے ہم
رُسُلَهُمْ وَرَأَيْنَاهُمْ يُصَدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَوْ لَا تَرَىٰ فِيهَا عِصْيَانًا وَمُنكَرًا	مٹکائے انہوں نے اپنے سر اور دیکھتا ہے تو ان کو رکتے ہیں وہ دراصل ایک وہ گھمنڈ کرنے والے ہیں یکساں ہے ان پر خواہ آپ معافی چاہیں ان کے لئے	هُمْ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنْفَضُوا وَرَبِّهِمْ خَزَائِنُ	نافرمان لوگوں کو وہی ہیں جو کہتے ہیں مت خرچ کرو ان پر جو پاس ہیں اللہ کے رسول کے تاکہ بکھر جائیں وہ اور اللہ کے لئے ہیں خزانے	لِئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدْيَنَةِ كَيْتُورُ الْاَعْرَابِ مِنْهَا الْاَذْلُ وَوَلَّهُ الْعَرَضُ وَالرَّسُولُ وَاللَّمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ	مدینہ کی طرف ضرور نکال باہر کرے گا زیادہ معزز اس سے زیادہ ذلیل کو اور اللہ کیلئے عزت ہے اور اس کے رسول کے لئے اور مسلمانوں کے لئے لیکن منافقین جانتے نہیں

جب منافقین کا پردہ فاش ہو جاتا ہے تب بھی وہ گناہ معاف کرائے نہیں آتے

جب کسی معاملہ میں صاف طور پر منافقین کی شرارت کھل جاتی ہے، اور ان سے کہا جاتا ہے کہ خدمت نبوی میں حاضر ہو کر اپنا گناہ معاف کرو تو ان کا غور اس کی اجازت نہیں دیتا، وہ گردن ہلا کر سر منکا کر رہ جاتے ہیں، اور سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ لَوْ لَا تَرَىٰ فِيهَا عِصْيَانًا وَمُنكَرًا﴾

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ، اللہ کے رسول تمہارے گناہ معاف کرا دیں تو وہ سر منکا کر رہ جاتے ہیں، اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ بے زنی اختیار کرتے ہیں، دراصل ایک وہ تکبر کرنے والے ہیں۔

(۱) لوؤا: ماضی معروف، جمع مذکر، قلوبیۃ مصدر، لئی: مادہ: سر کو منکانا، گھمانا، ہلانا (۲) صد (ن): اعراض کرنا، باز رہنا، رکنا، عن: صلا آئے تو روکنا، باز رکھنا۔ (۳) انفضاض: منتشر ہونا (۴) منها: ای من المدینہ۔

منافقین کے لئے خواہ معافی چاہیں یا نہ چاہیں، اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہیں کریں گے

آیت ۶ میں نبی ﷺ کو اختیار دیا ہے کہ خواہ آپ منافقین کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشیں گے، اس میں اشارہ تھا کہ ان کے لئے استغفار نہیں کرنا چاہئے، مگر آپ نے اختیار سے فائدہ اٹھا کر رئیس المنافقین کا جنازہ پڑھایا، پھر سورۃ التوبہ کی (آیت ۸۴) نازل ہوئی، اور ممانعت کو قطعی شکل دیدی۔

﴿سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ دَكُنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾

ترجمہ: یکساں ہے ان کے حق میں: خواہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں: اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ حد اطاعت سے نکل جانے والوں کو راہ ہدایت نہیں دیتے۔

انصار کا مہاجرین پر خرچ کرنا منافقین کو کھلتا تھا

آیت سات کا ترجمہ: وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں: ان لوگوں پر خرچ مت کرو جو اللہ کے رسول کے پاس ہیں، تاکہ وہ متفرق ہو جائیں، اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ کے لئے ہیں، لیکن منافقین سمجھتے نہیں — وہ سمجھتے ہیں کہ وہ خرچ نہیں کریں گے تو مہاجرین بھوکوں مریں گے نہیں وہ رزق کے دوسرے دروازے کھول دیں گے۔

عزت (غلبہ) اللہ کے لئے، اس کے رسول کے لئے، اور مومنین

کے لئے ہے، کفار و منافقین کا اس میں کوئی حصہ نہیں

شان نزول کی حدیث ایک مرتبہ اور پڑھ لیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم ایک غزوہ (غزوہ مریسج) میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور لوٹے آپ کے ساتھ بہت سے مہاجرین یعنی لشکر میں مہاجرین کی تعداد زیادہ تھی، اور مہاجرین میں ایک تفریح باز آدمی تھا، اس نے ایک انصاری کی سرین پر ہاتھ یا لات ماری، پس انصاری بہت زیادہ غصہ ہوا، یہاں تک کہ اس نے (اپنے قبیلہ کو) مدد کے لئے پکارا: او انصار! مدد کو دوڑو! اور مہاجرین نے پکارا: او مہاجر! مدد کو دوڑو! پس نبی ﷺ (خیمہ سے) باہر نکلے اور پوچھا: یہ جاہلیت کا نعرہ کیسا ہے؟ پھر پوچھا: کیا قصہ ہے؟ پس آپ کو مہاجرین کے انصاری سرین پر ہاتھ یا لات مارنے کی بات بتائی گئی، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اس نعرہ کو چھوڑو، یہ گندہ نعرہ ہے، اور عبد اللہ بن ابی ابن سلول نے کہا: کیا انھوں نے ہمارے مقابلہ پر مدد کے لئے پکارا؟ اگر ہم مدینہ لوٹے تو نہایت عزت والا ضرور نہایت ذلیل کو مدینہ سے نکال دے گا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا ہم اس خبیث کو یعنی عبد اللہ کو قتل نہ کر دیں اے اللہ کے نبی! آپ نے فرمایا: نہیں، لوگ باتیں کریں گے کہ محمد اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں یعنی رہتی دنیا تک لوگ پروپیگنڈہ کریں



گے کہ محمدؐ نے تو اپنے ساتھیوں کو بھی نہیں چھوڑا، ان کو بھی قتل کیا، پس ایسے غلط پروپیگنڈہ کاموں کو لوگوں کو نہیں دینا چاہئے۔ منافقین یہ نہیں جانتے کہ عزت والا اور زور والا کون ہے، اصلی عزت تو اللہ کے لئے ہے، پھر ان کی عنایت سے رسول اور مومنین کے لئے، کفار و منافقین کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

﴿يَقُولُونَ لَيْنَٰ رَبِّنَا إِلَٰهٌ كَرِيمٌ ۖ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُخْرِجُ مَا يَشَاءُ مِنَ الْأَرْضِ وَرَسُولُهُ وَرَبُّ السَّمٰوٰتِ ۚ إِنَّهُۥ يُعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ۗ وَمَن يَكْفُرْ يَكْفُرْ لِنَفْسِهِۦ إِنَّهُۥ لَأَلَدِيۡٓءٌ لَّا يَشْعُرُ ۗ﴾

ترجمہ: وہ کہتے ہیں: بخدا! اگر لوٹ کر ہم مدینہ پہنچے تو ضرور نکال باہر کرے گا نہایت عزت دار بڑے ذلیل کو۔  
جواب: اور عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے ہے، مگر منافقین جانتے نہیں۔ وہ آج خود کو عزت والا اور زور والا تصور کرتے ہیں، مگر کل جو ان کی درگت بنے گی اس کی ان کو خبر نہیں!

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلٰهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّآتِيَ اَحَدَكُمْ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَا اٰخَرْتَنِيْٓ اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۗ فَاَصْدَقَ وَاَكُنْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۲ وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۗ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۳

یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلٰهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱	اے لوگو جو ایمان لائے نہ غافل کریں تم کو تمہارے اموال اور تمہاری اولاد	فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ	پس وہ لوگ ہی گھائے میں رہنے والے ہیں اور خرچ کرو اس میں سے جو بطور روزی دیا ہم نے تم کو پہلے اس سے	اَنْ يَّآتِيَ اَحَدَكُمْ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَا اٰخَرْتَنِيْٓ اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ	کہ آئے تم میں سے کسی کو موت پس کہے وہ اے میرے رب کیوں نہیں مؤخر کیا آپ نے مجھ کو ایک مدت تک تھوڑی
---	--	---------------------------------	--	---	---

(۱) اَللّٰهُ يُلٰهِي الْهٰءِ: غافل کرنا، لَا تُلٰهِي: فعل نہیں ہے۔

اور اللہ تعالیٰ	وَ اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	اللہ	پس خیرات کرتا میں	فَاَصَّدَقَ <sup>(۱)</sup>
خوب جانتے ہیں	خَبِيرٌ	کسی شخص کو	نَفْسًا	اور ہوتا میں	وَ اَكُنُّ
ان کاموں کو جو	بَسًا	جب آجاتا ہے	اِذَا جَاءَ	نیکوں میں سے	مِنَ الصّٰلِحِيْنَ
تم کرتے ہو	تَعْمَلُوْنَ	اس کی موت کا وقت	اَجَلَهَا	اور ہرگز موخر نہیں کرتے	وَلٰكِنْ يُّؤَخَّرَ

## نفاق عملی کا بیان

عمل میں کوتاہ مسلمان قیامت کے دن آرزو کریں گے: کاش انہیں تھوڑی مہلت مل جاتی!

پہلے رکوع میں نفاق اعتقادی کا بیان تھا، اخروی احکام میں اس منافق اور کافر مجاہد میں کچھ فرق نہیں، بلکہ یہ منافق: کافر سے بدتر ہے، وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوگا۔ اب آخر میں ضمناً نفاق عملی کا بیان ہے، یہ نفاق: ایمان کے ساتھ جمع ہوتا ہے، مگر یہ منافق ایمان میں یقین کی دولت سے محروم ہوتا ہے، اس لئے عمل میں کوتاہ ہوتا ہے۔

ابھی سورت کی تمہید میں شاہ صاحبؒ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ نفاق تین طرح پیدا ہوتا ہے، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی پر نفس یا دنیا یا جہالت کا پردہ پڑ جائے، اور وہ مال، اولاد اور خاندان کی محبت میں بری طرح پھنس جائے، اس لئے جزا و سزا کو مستبعد سمجھنے لگے، اور گناہوں پر بے باک ہو جائے، اور یہ باتیں اس طرح اس کے دل میں سرایت کر جائیں کہ اسے احساس تک نہ ہو، اگر عقل و برہان سے اُن باتوں کو ماننا ہو جن کا ماننا ایمان کے لئے ضروری ہے۔ یہ عملی منافق قیامت کے دن اور موت کے وقت آرزو کرے گا کہ کاش اُسے تھوڑی مہلت مل جاتی یا وہ دنیا کی طرف تھوڑی مدت کے لئے لوٹایا جاتا تو خوب خیر خیرات کر کے نیک صالح بن کر آتا، مگر اب کیا ہوت ہے جب چڑیاں چک گئیں کھیت! جب موت کی گھڑی سرپے آکھڑی ہوتی ہے تو لمحہ بھر کی مہلت نہیں ملتی، اور وہ جو کچھ کما کر لایا ہے اس سے اللہ تعالیٰ پورے باخبر ہیں، اب اس کا حساب چکائیں گے۔

آیات پاک: — اے ایمان والو! تمہیں غافل نہ کریں تمہارے اموال اور نہ تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے — اللہ کے ذکر سے ساری شریعت مراد ہے — اور جو ایسا کرے گا — یعنی دنیا کے دھندوں میں پڑ کر آخرت کو بھول جائے گا — پس وہی لوگ گھائے میں پڑنے والے ہیں۔

اور کچھ خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو دیا ہے — یہ منافقوں کے قول: ﴿لَا تَنْفِقُوا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ کا مقابل ہے — اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے، پس وہ کہے: اے میرے رب! کیوں (۱) اَصَّدَقَ: تصدق سے مضارع صیغہ واحد متکلم ہے: صدقہ دینا، خیرات کرنا، باب تفعل کی تاکا صا میں ادغام ہوا ہے۔

مہلت نہ دی آپ نے مجھ کو تھوڑی سی کہ میں خیرات کرتا، اور نیک بندوں میں شامل ہو جاتا؟

جواب: — اور اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتے کسی شخص کو جب اس کی موت کا وقت آجاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو

تمہارے کاموں کی سب خبر ہے!

آیات کی یہ تفسیر: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے، ترمذی شریف میں حدیث (نمبر ۳۳۳۹) ہے: حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ اس کو بیت اللہ تک حج کے لئے پہنچا سکتا ہے، یا اس کے پاس اتنا مال ہے کہ اس میں زکوٰۃ واجب ہے، پس اس نے حج نہ کیا اور زکوٰۃ ادا نہ کی تو وہ موت کے وقت دنیا میں واپس لوٹنے کی درخواست کرے گا (تا کہ اپنی کوتاہی کی تلافی کرے)..... پس ایک شخص نے کہا: ابن عباس! اللہ سے ڈرو! واپس لوٹنے کی درخواست کفار ہی کریں گے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: میں ابھی آپ کے سامنے اس سلسلہ میں قرآن پڑھوں گا کہ یہ بات کافروں کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ وہ مومن جس نے اعمال میں کوتاہی کی ہے وہ بھی درخواست کرے گا، پھر آپؐ نے سورۃ المنافقین کی (آیات ۹-۱۱) پڑھیں۔

تشریح: سورۃ المؤمنون کی (آیات ۱۰۰-۹۹) ہیں: ﴿حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ۗ لَعَلِّيٰ أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ لِّئَلَّا يُبْعَثُونَ ۗ﴾: یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سر پر موت آکھڑی ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! آپ مجھے دنیا میں واپس بھیج دیں، تا کہ جس (مال) کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک کام کروں، ہرگز نہیں! یہ اس کی ایک بات ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے یعنی وہ بات پوری ہونے والی نہیں اور ان کے آگے ایک آڑ (قبر کی زندگی) ہے قیامت کے دن تک..... اس آیت سے اعتراض کرنے والے کو دھوکہ ہوا ہے، اس آیت میں کافر کا ذکر ہے، مگر اس میں حصر نہیں کہ وہی واپس لوٹنے کی درخواست کرے گا، اور سورۃ المنافقین کی آیات میں صراحت ہے کہ مسلمان بھی اگر اس نے اعمال میں کوتاہی کی ہے: واپس لوٹنے کی درخواست کرے گا۔

ملاحظہ: احادیث میں جو تین چار باتوں کو منافق کی علامتیں کہا ہے: وہ بطور مثال ہے، ان احادیث میں کلمہ حصر نہیں ہے (بخاری حدیث ۳۳۳۳، ۳۳۳۳) پس ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر سے اس کا تعارض نہیں۔

ایک نکتہ: سورۃ المنافقون کا نمبر شمار ۶۳ ہے، اور نبی ﷺ کی وفات ۶۳ سال کی عمر میں ہوئی ہے، اور اس سورت کی آخری آیت ہے کہ جب موت کا وقت آتا ہے تو لہجہ بھری مہلت نہیں ملتی، یہ بات محبوب رب العالمین کے لئے بھی ہے، اور آگے سورۃ التھان (خسارے کی سورت) آ رہی ہے، اس سے بعض علماء نے عمر مبارک اور وفات کا عظیم خسارہ ہونا مستحب کیا ہے (جمل)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ التغابن

التغابن: باب تفاعل کا مصدر ہے، اس باب میں مشارکت (حصہ داری) ہوتی ہے، تَغَابَنَ الْقَوْمُ کے معنی ہیں: ایک دوسرے کو دھوکہ دینا یا نقصان پہنچانا، اور یوم التغابن کے معنی ہیں: ہار جیت کا دن، سود و زیاں کا دن، یعنی قیامت کا دن، اس دن دوزخی ہاریں گے اور جنتی جیتیں گے، جنت میں دوزخیوں کا جو ٹھکانہ ہے وہ جنتیوں کے ہاتھ آئے گا، اور دوزخ میں جنتیوں کا جو ٹھکانہ ہے وہ دوزخیوں کے پلے پڑے گا۔

دوسری وجہ: قیامت کے دن کو یوم التغابن اس لئے کہا گیا ہے کہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد و پیمان کیا ہے، پھر اس کی خلاف ورزی کی ہے، اور وہ اپنی دانست میں دھوکہ دیتے رہے ہیں: اُس دن ان کا یہ فعل کھل کر سامنے آ جائے گا، القاموس الوحید میں یہ معنی لکھے ہیں، اور امام راغب رحمہ اللہ نے بھی 'مفردات' میں اسی کو پھیلا کر لکھا ہے، میں نے یہ معنی اختیار کئے ہیں، اس صورت میں سورت التغابن کا سورۃ المنافقون سے ربط زیادہ واضح ہوتا ہے، اس صورت میں التغابن میں مجاز بالجذف ہوگا یعنی مضاف محذوف ہوگا، ای ظہور التغابن: فریب کھلنے کا دن، قیامت کے دن اعتقادی منافقین کا فریب کھل جائے گا۔

رابط: سورۃ المنافقین کے پہلے رکوع میں اعتقادی منافقین کا تذکرہ ہے، یہ نفاق کفر یواح (واضح) سے بدتر ہے، ان منافقین کا ٹھکانہ اسفل السافلین (جہنم کا سب سے نچلا حصہ) ہے، اور دوسرے رکوع میں عملی منافقین یعنی عمل میں کوتاہ مومنین کا ذکر ہے، یہ نفاق: ایمان کے ساتھ جمع ہوتا ہے، اور یہ کوتاہ عمل مسلمان ان شاء اللہ مغفور ہوں گے۔ اس سورت میں بھی نفاق کی ان دونوں قسموں کا تذکرہ ہے، پس یہ سورت ماقبل سے مربوط ہے۔

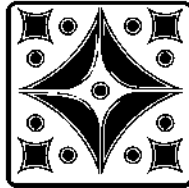
سورت کے مضامین: سورت ایک تمہید سے شروع ہوئی ہے، پہلے تسبیح و تحمید ہے، پھر یہ بیان ہے کہ انسانوں کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں، پس سب کو ان کی عبادت اور اطاعت کرنی چاہئے، مگر صورت حال یہ ہے کہ بعض اللہ کو مانتے ہیں، اور بعض انکار کرتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے کائنات انسان کے لئے پیدا کی ہے اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، مگر کفار و منافقین مقصد تخلیق کو پورا نہیں کرتے، جبکہ انسان اشرف مخلوق ہے، اس لئے اس کی ذمہ داری سوا ہے، اس کے بعد گذشتہ منکرین کا دنیوی انجام موجودین کی عبرت کے لئے بیان کیا ہے، اور بتایا ہے کہ ان کا یہ انجام دو وجہ سے ہوا: ایک: انھوں نے رسولوں کی تکذیب کی، انسان کا رسول ہونا ان کے گلے نہیں اترا۔ دوم: انھوں نے موت کے بعد کی

زندگی کو تسلیم نہیں کیا، جبکہ وہ برحق زندگی ہے۔

پھر اعتقادی منافقین سے خطاب ہے کہ رسول بھیجے گا مقصد یہ ہے کہ لوگ اللہ پر، اس کے رسول پر اور قرآن کریم پر ایمان لائیں، اور آخرت کے لئے تیاری کریں، ورنہ قیامت کا دن آ رہا ہے، اس دن منافقین کا فریب کھل جائے گا، اس کے بعد قیامت میں مؤمنین و کفار کا انجام بیان کیا ہے۔

اس کے بعد ایک سوالیہ مقدر کا جواب ہے کہ مصائب تو مؤمنین پر بھی آتے ہیں، تو کیا وہ بھی عذاب ہیں؟ جواب: نہیں، جو بھی مصیبت آتی ہے، وہ باذن الہی آتی ہے، اور مؤمن پر جب کوئی آفت آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو تسلیم و رضا کی راہ بٹھاتے ہیں، پس اس کو اس حال میں بھی اطاعت شعار رہنا چاہئے اور اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

پھر عملی منافقین یعنی اعمال میں کوتاہی کرنے والے مسلمانوں سے خطاب ہے، اور کوتاہی کا سبب ازواج و اولاد کی پاس داری کو قرار دیا ہے، اور بتایا ہے کہ وہ دوست نما دشمن ہیں، ان سے محتاط رہنا چاہئے، ساتھ ہی بتایا ہے کہ دولت اور اولاد آزمائش ہیں، اس لئے انسان کو اس امتحان میں کامیاب اترنا چاہئے، پھر عام انفاق اور خاص انفاق (جہاد کے لئے خرچ کرنے) کا حکم ہے، اس پر سورت تمام ہوئی ہے۔



ایاتھا ۱۸

سُورَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۸)

رُكُوعَاتُهَا ۲

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۗ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كٰفِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوْرَكُمْ ۗ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسْرُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ ۝

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ	پاک بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی	کافر وَمِنْكُمْ	انکار کرنے والا ہے اور کوئی تم میں سے	صَوَّرَكُمْ وَالْيَتِيْمُ	تمہاری صورتیں اور اس کی طرف لوٹنا ہے جانتے ہیں وہ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ	جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں	مُؤْمِنٌ وَاللّٰهُ	ایماندار ہے اور اللہ تعالیٰ	يَعْلَمُ	جانتے ہیں وہ
لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ	اسی کے لئے حکومت ہے اور اسی کیلئے ہر تعریف ہے اور وہ	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	ان کاموں کو جو تم کرتے ہو	مَا تُسْرُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ	جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور جانتے ہیں وہ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ	ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں	بَصِيْرٌ خَلَقَ	خوب دیکھنے والے ہیں پیدا کیا	وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ	اور زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ	وہی ہیں جنہوں نے تم کو پیدا کیا پھر کوئی تم میں سے	بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ	بامقصد اور ناک نقشہ بنایا تمہارا پس اچھی بنائیں	عَلَيْكُمْ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ	خوب جاننے والے ہیں راز سینوں کے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

### تقدیس و تمجید

تقدیس: پاکی بیان کرنا، تمجید: بزرگی بیان کرنا — اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں میں ہیں، اور وہ چیزیں جو زمین میں ہیں — یعنی علویات اور سفلیات سب بدالالت حال ظاہر کرتے ہیں کہ خالق کائنات ہر عیب اور ہر کمی سے پاک ہے، انھوں نے ہر چیز کو خوب بنایا ہے — انہی کے لئے راج ہے — وہی کائنات کے تاجدار ہیں — اور انہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں — یعنی راج ہی نہیں ہر خوبی اور کمال انہی کے لئے ہے، اور سب سے بڑی خوبی معبود ہونا ہے جو ان کے لئے خاص ہے، اور دوسروں کو جو بھی خوبی ملی ہے وہ انہی کی دین ہے، اس لئے اگر کسی کی تعریف کی جائے تو وہ درحقیقت اللہ کی تعریف ہے — اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں — پس ان کے لئے کائنات کا سنبھالنا کچھ مشکل نہیں۔

### خالق سے برگشتہ لوگوں کے احوال سے اللہ تعالیٰ واقف ہیں

وہی ہیں جنہوں نے تم کو پیدا کیا، پس تم میں سے بعض منکر اور تم میں سے بعض مؤمن ہیں — یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ سب انسان اپنے پیدا کرنے والے کی وحدانیت والوہیت کے قائل ہوتے، سب اس کی اطاعت و عبادت کرتے، مگر ہوا یہ کہ کچھ لوگ برگشتہ ہو گئے اور کچھ ایماندار رہے — اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہے ہیں — وہ ہر ایک کو قرار واقعی بدلہ دیں گے۔

### کائنات اشرف المخلوقات انسان کے لئے پیدا کی ہے، اور اس کو اطاعت و بندگی کے لئے

آسمانوں اور زمین کا یہ نظام اللہ تعالیٰ نے خاص مقصد سے پیدا کیا ہے، اور وہ مقصد ہے انسان کی خدمت اور چارہ سازی۔ اور انسان کو مخلوقات میں سب سے اشرف بنایا ہے، سب سے انسانوں کی خلقت اچھی ہے، دیکھنے میں بھی خوبصورت اور ملکات و نجوی میں بھی ممتاز، اور اس کو اپنی اطاعت و بندگی کے لئے پیدا کیا ہے، اور اس کو جزوی (ایک حد تک) اختیار دیا ہے، کئی اختیار نہیں دیا، ورنہ وہ قادر مطلق ہو کر خود خدا بن جاتا، پس انسان اللہ کے بخشے ہوئے اختیار سے خیر و شر کا سبب کرتا ہے یعنی ابتدائی اسباب اختیار کرتا ہے، پس اللہ تعالیٰ اس فعل کا خلق کرتے ہیں۔ غرض انسان اللہ کے اختیار سے باہر نہیں، اور اس کو لوٹ کر اللہ کے پاس جانا ہے، وہاں وہ جزا و سزا پائے گا، مکافات عمل کے لئے کلی اختیار ضروری نہیں، جزوی اختیار کافی ہے، اور دیگر مخلوقات کو انسان سے بہت کم اختیار دیا ہے،

اس لئے ان کے لئے جزا و سزا نہیں۔

﴿خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوْرَكُمْ ۗ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ﴾

ترجمہ: اس نے آسمانوں اور زمین کو خاص مقصد سے پیدا کیا ہے — حق کے معنی ہیں: الأمر الثابت: پہلی بات یعنی خاص غرض — اور اس نے تمہارا ناک نقشہ بنایا ہے، پس اس نے تمہاری بہترین صورت بنائی، اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسانوں کے سر بستہ رازوں سے واقف ہیں، اس لئے جزا و سزا آسان ہے

وہ جانتے ہیں ان چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہ جانتے ہیں ان باتوں کو جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ دلوں کے رازوں کو بھی خوب جانتے ہیں — یعنی سب کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے، وہاں لوگ مکافات عمل سے دوچار ہوں گے، اور یہ بات اللہ کے لئے آسان ہے، کیونکہ وہ کائنات کے اسرار سے واقف ہیں، اور انسان جو کچھ چھپ کر کرتا ہے یا علانیہ کرتا ہے اس سے بھی واقف ہیں، بلکہ وہ دل کے بھیدوں سے بھی واقف ہیں، اس لئے اللہ کے لئے انسان کو ان کے اعمال کا بدلہ دینا مشکل نہیں۔

الْمَرْيَاتِكُمْ نَبِؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وِبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُ كَانَتْ تَاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَعَالُوْا اَبْشُرٌ يَّهْدُوْنَ نَادًا فَكَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا وَاسْتَعْنَى اللّٰهُ وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ رَّعِمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلُوبًا وَّرَبِّيْ لَشَبْعٰنٌ ثُمَّ لَتُنْبِئُوْنَ بِمَا عَمِلْتُمْ ۗ وَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

الْمَرْيَاتِكُمْ	کیا نہیں پہنچی تمہیں	فَذَاقُوْا	پس چکھا انہوں نے	ذٰلِكَ	یہ بات
نَبِؤُا	خبر	وِبَالَ	وہاں	بِاَنَّهُ	اس لئے کہ شان ہے کہ
الَّذِيْنَ	ان لوگوں کی جنہوں نے	اَمْرِهِمْ	اپنے کام کا	كَانَتْ تَاْتِيْهِمْ	آتے تھے ان کے پاس
كَفَرُوْا	انکار کیا	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے	رُسُلُهُمْ	ان کے رسول
مِنْ قَبْلُ	پہلے سے	عَذَابٌ اَلِيْمٌ	دردناک عذاب ہے	بِالْبَيِّنٰتِ	واضح نشانوں کے ساتھ



فَقَالُوا أَبَشْرٌ يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوْا وَأَسْتَعْتَفُوا اللَّهُ وَاللَّهُ	پس انہوں نے کہا کیا کوئی انسان ہمیں راہ بچھائے گا؟ پس نہیں مانا انہوں نے اور منہ پھیرا انہوں نے اور بے نیاز ہو گئے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ	عَتَفُوا حَمِيدٌ زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ لَّنْ يُبْعَثُوا قُلْ يٰٓأَيُّهَا	بڑے بے نیاز تعریفوں والے ہیں گمان کیا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا کہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے وہ کہو: کیوں نہیں!	وَدَرَبْتَنِي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنْبِتُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ	میرے رب کی قسم! ضرور اٹھائے جاؤ گے تم پھر ضرور جنٹلائے جاؤ گے تم وہ کام جو تم کیا کرتے تھے اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر آسان ہے
---	---	--	---	---	---

### پہلے بہت قومیں ہلاک کی گئیں، اور آخرت کا عذاب الگ رہا

اب اہل مکہ سے خطاب ہے کہ تم سے پہلے بہت سی قومیں عاد و ثمود وغیرہ تکذیب رسل اور کفر و انکار کی پاداش میں ہلاک کی گئی ہیں، پس تم کس شمار میں ہو! اور آخرت میں وہ دردناک عذاب سے دوچار ہو گئی، پس ان سے سبق لو! ارشاد فرماتے ہیں: — کیا تمہیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے (تم سے) پہلے انکار کیا، پس انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا — یعنی دنیا میں عذاب سے ہلاک ہوئے — اور (آخرت میں) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وہ لوگ دنیا میں عذاب سے ہلاک کیوں کئے گئے؟ جواب: رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے، ان کی سمجھ میں انسان کا رسول ہونا نہیں آیا، اس لئے انہوں نے رسولوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا، اور ہلاکت سے دوچار ہوئے، مکہ والے بھی انہیں کی روش چل رہے ہیں، پس وہ بھی اپنا انجام سوچ لیں، ارشاد فرماتے ہیں: — یہ (دنوی سزا) بایں سبب ہے کہ ان کے پاس ان کے پیامبر واضح نشانات کے ساتھ پہنچے، پس انہوں نے کہا: کیا انسان ہمیں راہ دکھائے گا! پس انہوں نے انکار کیا، اور انہوں نے منہ موڑا، اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہو گئے — یعنی اللہ نے ان کی کچھ پرواہ نہ کی، سب کو ہلاک کر دیا — اور اللہ تعالیٰ بڑے بے نیاز ستودہ صفات ہیں — یعنی کوئی رہے یا نہ رہے اللہ کا کیا نقصان ہے؟ اور فاسد عضو کو کاٹ دینا حکیم کا کمال ہے، ظلم نہیں!

اور منکرین: آخرت کے عذاب سے بے فکر اس لئے تھے کہ وہ موت کے بعد زندگی کے قائل نہیں تھے، جبکہ وہ برحق زندگی ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — منکرین نے گمان کیا کہ وہ ہرگز دوبارہ زندہ نہیں کئے جائیں گے، آپ کہیں: کیوں نہیں! میرے پروردگار کی قسم! تم ضرور زندہ کئے جاؤ گے، پھر تم ضرور جنٹلائے جاؤ گے وہ کام جو تم نے کئے ہیں، اور یہ بات

اللہ پر بہت آسان ہے۔

فَامِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ يَوْمَ يُجْمَعُ كُفْرُكُمْ يَوْمَ الْجَمْعِ ذَلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۚ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَبئْسَ الْمَصِيرُ ۝

۱۵

ان میں ہمیشہ یہ کامیابی ہے بڑی اور جنھوں نے انکار کیا اور جھٹلایا ہماری باتوں کو وہ لوگ آگ والے ہیں ہمیشہ رہنے والے اس میں اور بری ہے لوٹنے کی جگہ	فَامِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ يَوْمَ يُجْمَعُ كُفْرُكُمْ يَوْمَ الْجَمْعِ ذَلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۚ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَبئْسَ الْمَصِيرُ ۝	فریب ظاہر ہونے کا اور جو شخص یقین رکھتا ہے اللہ پر اور کرتا ہے نیک کام مثالیں گے وہ اس سے اس کی برائیاں اور داخل کریں گے وہ اس کو باغات میں بہتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں رہنے والے وہ	التَّغَابُنِ وَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيَعْمَلُ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَبئْسَ الْمَصِيرُ ۝	پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس روشنی پر جو اتاری ہم نے اور اللہ تعالیٰ ان کاموں کی جگہ کرتے ہو پوری خبر رکھنے والے ہیں (یاد کرو) جس دن اکٹھا کریں گے وہ تم کو دن میں جمع ہونے کے وہ دن ہے
--	--	---	---	--

## اعتقادی منافقین سے خطاب اور مومنین و منکرین کا انجام

پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس روشنی پر جو ہم نے اتاری — یعنی قرآن کریم پر، اسی سے ہدایت کا راستہ واضح ہوتا ہے — اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں — کہ کون دل سے ایمان لایا ہے اور کس نے صرف زبانی جمع خرچ کیا ہے — (یاد کرو) جس دن وہ تم کو جمع کریں گے جمع ہونے کے دن میں — جس دن سب اولین و آخرین اکٹھا کئے جائیں گے — وہ دن فریب (ظاہر ہونے) کا دن ہوگا — اس دن منافقین کا فریب کھل کر سامنے آجائے گا، اور ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے۔

اور جو شخص ایمان لایا اللہ پر اور اس نے نیک عمل کیا: اللہ تعالیٰ اس سے اس کی برائیاں مٹائیں گے، اور وہ اس کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں — اس لئے وہ سد بہار ہوں گے — جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے — اور جن لوگوں نے نہیں مانا اور ہماری باتوں کو جھٹلایا وہ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور وہ برا ٹھکانہ ہے!

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٠﴾ وَاطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ ۗ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلْغُ الْمُبِينُ ﴿١١﴾ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۗ وَعَلَىٰ اللَّهِ قَلْبُتُوكُلِّ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٢﴾

ہمارے رسول کے ذمہ	عَلَىٰ رَسُولِنَا	اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ	نہیں پہنچتی	مَا أَصَابَ
کھول کر پہنچاتا ہے	الْبَلْغُ الْمُبِينُ	ہر چیز کو	بِكُلِّ شَيْءٍ	کوئی مصیبت	مِنْ مُصِيبَةٍ
اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	خوب جاننے والے ہیں	عَلِيمٌ	مگر اجازت سے	إِلَّا بِإِذْنِ
کوئی معبود نہیں	لَا إِلَهَ	کہا مانو اللہ کا	وَاطِيعُوا اللَّهَ	اللہ کے	اللَّهُ
مگر وہی	إِلَّا هُوَ	اور کہا مانو	وَاطِيعُوا	اور جو یقین رکھتا ہے	وَمَنْ يُؤْمِنُ
اور اللہ تعالیٰ پر	وَعَلَىٰ اللَّهِ	اللہ کے رسول کا	الرَّسُولَ	اللہ پر	بِاللَّهِ
پس چاہئے کہ بھروسہ کریں	قَلْبُتُوكُلِّ	پس اگر تم منہ موڑو گے	فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ	راہ دکھاتے ہیں وہ	يَهْدِي
مومنین	الْمُؤْمِنُونَ	تو اس کے سوا نہیں کہ	فَإِنَّمَا	اس کے دل کو	قَلْبَهُ

کوئی مصیبت اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں پہنچتی، پس مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ!

یہ آیات پاک ایک سوال کا جواب ہیں کہ مصائب تو مومن پر بھی آتے ہیں تو کیا وہ بھی عذاب ہوتے ہیں؟ جواب وہ عذاب نہیں ہوتے، پہلے ایک قاعدہ سمجھ لیں: کوئی بھی مصیبت اذن الہی کے بغیر نہیں آتی، ایک پتہ بھی بدوں حکم خداوندی کے نہیں پھڑکتا، مگر جب مومن پر کوئی مصیبت آتی ہے تو توفیقِ خداوندی اس کے شامل حال ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو تسلیم و رضا کی راہ سجھاتے ہیں، پس وہ رضا بہ قضا رہتا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ وہ بندہ ہے کہ جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو خوش رہتا ہے، اور جان لیتا ہے کہ مصیبت اللہ کی طرف سے ہے (بخاری سورۃ التغابن کی تفسیر)۔

پس مومن کو ہر حال میں اللہ و رسول کا حکم ماننا چاہئے، اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اللہ و رسول کا کیا بگڑے گا، اسی کا دل پر آگندہ ہوگا، رسول تو سب نیک و بد کھول کر سمجھا چکا۔ ارشاد فرماتے ہیں: کوئی مصیبت بغیر اذنِ خداوندی کے نہیں پہنچتی، اور جو شخص اللہ پر یقین رکھتا ہے: اللہ تعالیٰ اس کے دل کو راہ سجھاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ کون صبر و استقامت اور تسلیم و رضا کی راہ پر چلا، اس کو سکونِ قلبی کی دولت عطا فرماتے ہیں، اور کون ہائے ہائے کرتا رہا، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور دل کی تخصیص اس لئے کی کہ دل ہی سجھتا ہے، کان تو سنی ان سنی کر دیتا ہے، جیسے: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ۗ عَلَى قَلْبِكَ﴾: اس (قرآن) کو امانت دار فرشتے نے آپ کے دل پر اتارا۔ اور حکم مانو اللہ کا، اور حکم مانو رسول کا، پس اگر روگردانی کی تم نے تو ہمارے رسول کے ذمہ صاف صاف پہنچا دینا ہی ہے۔ یعنی ہر حال میں احکام الہی کو پیش نظر رکھو، اگر ایسا نہیں کرو گے تو تمہارا ہی نقصان ہوگا، اللہ و رسول کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی پر پس چاہئے کہ بھروسہ کریں مومنین!۔ یعنی معبود اور مستعان تمہارا ہی کی ذات ہے، نہ کسی اور کی بندگی، نہ کوئی دوسرا بھروسہ کے لائق (نوائد)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عُدُوَّكُمْ فَأَحْذَرُوا هُمُومًا  
تَعَفُّوا وَتَصَفَّحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ  
فِتْنَةٌ ۗ وَاللَّهُ عِنْدَ أَجْرٍ عَظِيمٍ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَسْمَعُوا وَأَطِيعُوا  
وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ ۗ وَمَنْ يُوقِ شَهْرَ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝  
إِنْ تَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضْعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ شَكُورٌ

## حَلِيمٌ ۝ عَلِيمُ الْغَيْبِ ۝ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

ہم الْمُفْلِحُونَ	ہم المفلحون	اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ	اے لوگو جو	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
اگر قرض دو تم	اگر قرض دو تم	ان کے پاس	عِنْدَهُ	ایمان لائے	آمَنُوا
اللہ کو	اللہ	بڑا ثواب ہے	أَجْرٌ عَظِيمٌ	پیشک تمہاری کچھ بیویاں	إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ
اچھا قرضہ	قَرْضًا حَسَنًا	پس ڈرو	فَاتَّقُوا	اور تمہاری کچھ اولاد	وَأَوْلَادِكُمْ
(تو) دو چند کریں گے	يُضْعِفُهُ	اللہ سے	اللَّهُ	تمہاری دشمن ہے	عَدُوًّا لَكُمْ
وہ اس کو	وہ اس کو	جہاں تک تم سے ہو سکے	مَا اسْتَطَعْتُمْ	پس محتاط رہو ان سے	فَاتَّخَذُوا لَهُمْ
تمہارے لئے	لَكُمْ	(امکان بھر)	(امکان بھر)	اور اگر معاف کرو	وَمَا تَعَفَّوْا
اور بخشیں گے وہ تمہارے گناہ	وَيَغْفِرَ لَكُمْ	اور سنبھلو	وَاسْعُرُوا	اور درگزر کرو	وَتَضَفَّرُوا
اور اللہ تعالیٰ	وَاللَّهُ	اور کہا مانو	وَاطِيعُوا	اور بخشو	وَتَغْفِرُوا
بڑے قدر دان	شَكُورٌ	اور خرچ کرو	وَأَنْفِقُوا	تو بے شک اللہ تعالیٰ	فَإِنَّ اللَّهَ
بڑے بردبار ہیں	حَلِيمٌ	بھلے کو	خَيْرًا	بڑے بخشنے والے	غَفُورٌ
جاننے والے ہیں	عَلِيمٌ	اپنی ذاتوں کے	لِأَنْفُسِكُمْ	بڑے رحم والے ہیں	رَحِيمٌ
چھپی	الْغَيْبِ	اور جو چھپایا گیا	وَمَنْ يُوقَ	اس کے سوا نہیں کہ	إِنَّمَا
اور کھلی چیزوں کو	وَالشَّهَادَةِ	حرص سے	شَحْرٌ	تمہارے اموال	أَمْوَالِكُمْ
زبردست	الْعَزِيزُ	اپنے جی کے	نَفْسِهِ	اور تمہاری اولاد	وَأَوْلَادِكُمْ
بڑے حکمت والے ہیں	الْحَكِيمُ	پس وہ	فَأُولَٰئِكَ	آزمائش ہے	فِتْنَةٌ

اعمال میں کوتاہی کا ایک خاص سبب: نانہجاری بیوی/شوہر اور نالائق اولاد کی موافقت

ان آیات میں اعمال میں کوتاہی کرنے والے مسلمانوں (عملی منافقوں) کا تذکرہ ہے، ایمان کے باوجود اعمال میں کوتاہی کے بہت سے اسباب ہیں، مثلاً: (۱) دین سے ناواقفیت (جہالت) (۲) برے ماحول کے اثرات (۳) اچھی تربیت کا فقدان (۴) غیر ضروری علوم (ایجوکیشن) وغیرہ۔ اور ایک خاص سبب جس کا یہاں تذکرہ ہے: وہ یہ ہے کہ بدچلن بیوی اور بد اطوار شوہر کے جذبات کی ناجائز پاسداری، اور اولاد کی حد سے بڑھی ہوئی ناز برداری دینی اعمال میں کوتاہی کا

سبب بنتی ہے۔ مثلاً: فیشن پسند بیوی اصرار کرتی ہے کہ گھر میں ٹی وی لاؤ، اور شوہر اس کی خاطر سانپوں کی یہ پٹاری گھر میں لے آتا ہے، اور گھر تباہ ہو جاتا ہے، یا جذبات سے مغلوب شوہر اصرار کرتا ہے، اور بیوی جس زمانہ میں نماز نہیں پڑھتی، شب باشی میں اس کی موافقت کرتی ہے، اور دونوں گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں، اسی طرح اولاد کے لئے آدمی حلال و حرام کا خیال کئے بغیر مال حاصل کرتا ہے، اور جس گھر میں حرام یا مشتبہ مال آجاتا ہے وہ گھر دینی اعتبار سے برباد ہو جاتا ہے، ایسی ہی بیوی/شوہر اور اولاد آدمی کے دشمن ہیں، ان سے محتاط رہنے کا حکم ہے، تاکہ وہ دین کی بربادی کا سبب نہ بنیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن مِّنْ أَرْوَاحِكُمْ وَ أَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ﴾

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے! بے شک تمہاری کچھ بیویاں اور تمہاری کچھ اولاد تمہاری دشمن ہے، پس تم ان سے محتاط رہو۔

### دین کی دشمن بیوی/شوہر اور اولاد کی نرمی سے اصلاح

کچی (ٹیڑھاپن) پہلے نرمی سے دور کرنی چاہئے، بد اطوار بیوی/شوہر اور نالائق اولاد کی اصلاح کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ نرمی کی جائے: (۱) ان کو معاف کیا جائے یعنی ان کی غلطی نظر انداز کی جائے (۲) ان سے درگزر کیا جائے یعنی ایکشن نہ لیا جائے، تادیب نہ کی جائے، مارا نہ جائے (۳) اور بخش دیا جائے یعنی ان سے راضی ہو جائے، اللہ تعالیٰ بھی جب بندے کا گناہ بخش دیتے ہیں تو اس سے راضی ہو جاتے ہیں، پس یہ ترقی من الادی الی الہی ہے۔ جب انسان اپنی بری زندگی کا ورق پلٹ دیتا ہے، اور اچھی زندگی اختیار کر لیتا ہے تو وہ اس کی فعلی توبہ ہو جاتی ہے، اور گناہ سے توبہ کرنے والے مانند گناہ نہ کرنے والے کے ہو جاتا ہے۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ (مشکات حدیث ۲۳۶۳) ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَأَن تَغْفُوا وَتُصَفِّحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

ترجمہ: اور اگر تم معاف کرو، اور درگزر کرو، اور بخش دو تو بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

### مال اور اولاد آزمائش ہیں، اس امتحان میں پورا اترنا چاہئے

اموال: یعنی دولت اور اولاد فتنہ ہیں، فتنہ دودھاری تلوار کو کہتے ہیں، ایسی تلوار اگر احتیاط سے چلائی جائے تو دشمن کا سر پھوٹے گا، اور بے احتیاطی کی جائے تو پہلے اپنا ہی سر پھوٹے گا، اب بیوی کو نہیں لیا کہ اس سے گلو خلاصی کا راستہ ہے، مگر اموال و اولاد کا کیا کیا جائے؟ وہ فتنہ ہیں، اللہ ان کے ذریعہ بندے کا امتحان کرتے ہیں، لہذا مال جائز طریقہ پر کمایا جائے، اس میں بھی ثواب ہے، اور اچھی جگہوں پر خرچ کیا جائے اس کا بھی اجر عظیم ملے گا، اسی طرح اولاد کی شروع ہی سے اچھی

تربیت کی جائے، دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جائے، ان کے عمل سے بھی موت کے بعد اجر آتا رہے گا، ورنہ بری اولاد دنیا میں بھی وبال ہے اور آخرت میں بھی ان کی جواب دہی کرنی پڑے گی۔

﴿ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَكُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴾

ترجمہ: تمہاری دولت اور تمہاری اولاد آزمائش ہے، اور اللہ کے پاس اجر عظیم ہے — جائز طریقوں سے اموال کمانے میں اور اچھی راہوں میں خرچ کرنے میں اور اولاد کی دینی تربیت کرنے میں بڑا ثواب ہے۔

مامورات میں امکان بھر عمل مطلوب ہوتا ہے، اور منہیات میں کلی اجتناب ضروری ہے

پہلے ایک ضابطہ سمجھ لیں: مامورات (کرنے کے کاموں) میں حسب استطاعت (امکان بھر) عمل مطلوب ہوتا ہے، اور منہیات (ناجائز کاموں) میں کلی اجتناب (بچنا) ضروری ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مامورات کے مختلف درجات ہیں، فرض، واجب، سنت مؤکدہ، عام سنت، اور مستحبات و مندوبات، اول دو پر تو عمل ضروری ہے، مگر وہ بہت تھوڑے احکام ہیں، اور سنت مؤکدہ کو بھی مستقل چھوڑنے والا گنہگار ہوتا ہے، باقی احکام پر عمل ضروری نہیں، وہ مستحبات ہیں، امکان بھران میں عمل مطلوب ہے اور ایسے احکام بہت ہیں، اسی لئے مامورات کی جانب میں ”امکان بھر“ کی قید لگاتے ہیں۔

اور منہیات (ناجائز کاموں) میں کلی اجتناب (پوری طرح بچنا) ضروری ہے، کیونکہ ان کے دو ہی درجات ہیں، حرام اور مکروہ تحریمی، اور دونوں سے بچنا ضروری ہے، مکروہ تحریمی بھی حرام ہی ہوتا ہے، مگر اس کا ثبوت ظنی ہوتا ہے، زنا کے تعلق سے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْنِ ﴾: زنا کے پاس بھی مت پھٹکو (بنی اسرائیل ۳۲) یعنی زنا کے مقدمات سے بھی بچو، اور حائضہ بیوی کے تعلق سے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا هُنَّ حَتَّىٰ يَضْهَبَ عَنْهُنَّ الْحَيْضُ ﴾: ان کے نزدیک مت جایا کرو، جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں (البقرہ ۲۲۲) یعنی ایک ساتھ مت لیٹو، ورنہ گناہ میں مبتلا ہو گے، اور ابن ماجہ کے شروع ہی میں حدیث ہے: إذا أمرتكم بشيء فخذوا منه ما استطعتم، وإذا نهيتكم عن شيء فانتهوا: جب میں تمہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو امکان بھر اس پر عمل کرو، اور جب میں تمہیں کسی بات سے روکوں تو اس سے (کلی طور پر) رک جاؤ (حدیث ۲) اور جب نبی ﷺ خواتین سے بیعت لیتے تھے، اور جائز کاموں میں نافرمانی نہ کرنے کا عہد لیتے تھے تو فیما استطعن وأطعنن برهنواتن تھے کہ ہم حتی الامکان جائز کاموں پر عمل کریں گی، نافرمانی نہیں کریں گی (درمنثور سورۃ مجتہد) ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مامورات میں امکان بھر عمل مطلوب ہوتا ہے، اور منہیات میں کلی اجتناب ضروری ہے۔

تقویٰ کے مفہوم میں مامورات و منہیات دونوں شامل ہیں، اور حسب موقع معنی مراد لئے جاتے ہیں

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ ﴿ اتَّقُوا اللَّهَ ﴾: اللہ سے ڈرو! کے مفہوم میں مامورات و منہیات دونوں شامل ہیں،

مامورات کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہئے، اور منہیات کار اور تکاب نہیں کرنا چاہئے، دونوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔ اور اللہ سے ڈرنا: سانپ، شیر اور دشمن سے ڈرنے کی طرح نہیں، یہ ڈرنا بر بنائے خوف ہوتا ہے، اللہ سے ڈرنا بر بنائے محبت ہے، جیسے سعادت مند بیٹا، علم کا خواہش مند شاگرد اور اللہ کے وصل کا طالب مرید: باپ، استاذ اور پیر سے ڈرتے ہیں، یہ ڈرنا بر بنائے محبت ہے، وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں کہ کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جس سے باپ، استاذ اور پیر ناراض ہو جائیں، ورنہ وہ نیک بختی، علم کی دولت اور وصل خداوندی سے محروم رہیں گے۔

اور مومنین کو اللہ تعالیٰ سے بے حد محبت ہوتی ہے: اس کی دلیل یہ ارشاد پاک ہے: ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ اور جو لوگ مومن ہیں ان کو اللہ کے ساتھ بے حد محبت ہوتی ہے، اس لئے وہ اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کر کے اللہ کی ناراضگی سے بچتے ہیں، یہی اللہ سے ڈرنا ہے۔

اور آیت پاک: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُونَنَّ إِلَّا وَآنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ میں تقویٰ سے منہیات مراد ہیں، ان میں کلی اجتناب ضروری ہے، اس لئے فرمایا: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے، اور قرینہ آیت کا آخر ہے کہ تمہاری موت مکمل اطاعت کی حالت میں آئی چاہئے، اور زہر تفسیر آیت میں ﴿اتَّقُوا اللَّهَ﴾ کے ساتھ ﴿مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ کی قید اس لئے لگائی کہ یہاں مامورات مراد ہیں، ان میں امکان بغیر عمل مطلوب ہوتا ہے۔

﴿كَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا﴾

ترجمہ: پس ڈرو اللہ سے جہاں تک تم سے ہو سکے، اور بات سنو اور حکم مانو۔ یعنی تمام مامورات عمل کی کوشش کرو۔

### عام خرچ کرنے میں بھی مومن کی بہتری ہے

اموال اور اولاد آزمائش ہیں، مال غریبوں پر اور وجوہ خیر میں خرچ کیا جائے تو وہ بہتر ہے، اور اولاد کا معاملہ موخر کیا ہے، اس کا ذکر سورۃ التحریم میں آئے گا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا﴾: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ، گھر والوں میں اولاد بھی شامل ہے، اور جائز ذرائع سے مال کمانے کا حکم قرآن میں دوسری جگہ (سورۃ النساء آیت ۲۹) اور حدیثوں میں ہے۔ اور عام انفاق کی بہتری کی دلیل یہ حدیث ہے: بندہ کہتا ہے: یہ مال میرا ہے، وہ مال میرا ہے! حالانکہ اس کے اموال تین ہیں: (۱) کھاپی لیا اور ختم کر دیا (۲) پہن لیا اور پرانا کر دیا (۳) خیرات کر دیا اور آخرت کی بینک میں جمع کر دیا۔ ان کے سوا جو کچھ ہے وہ دوسروں کے لئے چھوڑ جانا ہے۔

(رواہ مسلم مشکات حدیث ۵۱۶۹)

﴿وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ﴾

ترجمہ: اور خرچ کرو تمہارے لئے بہتر ہوگا۔



بخل فطری صفت ہے، مگر اس میں افراط و تفریط بری چیز ہے

بخل کی حقیقت ہے روکنا، مگر اس کا استعمال کنجوسی کے لئے عام ہو گیا ہے، بخل کی وجہ سے انسان اندوختہ کرتا ہے، اور انسان میں یہ صفت مٹی سے آئی ہے، دوسرے جانور جمع نہیں کرتے، صبح چلتے ہیں اور شام پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں، اور انسان حاجت کے وقت کے لئے جمع رکھتا ہے، مگر اچھی صفت میں بھی افراط و تفریط بری چیز ہے، سورہ بنی اسرائیل (آیت ۲۹) میں ہے ﴿لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾: تو اپنا ہاتھ نہ تو گردن سے باندھ لے اور نہ بالکل ہی کھول دے، پھر بخل میں افراط کا نام شح ہے، یعنی خود غرضی، اپنا مفاد پیش نظر رکھنا، غریب کے لئے جیب سے کچھ نہ نکلے، یہ بری صفت ہے، کامیابی میاں رومی میں ہے۔

﴿وَمَنْ يُؤْتِكْ شِحْمَ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

ترجمہ: اور جو شخص اس کے جی کی لالچ سے محفوظ رکھا گیا، تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

جہاد کے کار کے لئے خرچ کرنے کا صلہ دنیا میں ملتا ہے

دوسرا حکم: خاص انفاق کا ہے، یعنی جہاد کے مقصد کے لئے خرچ کرنا، دور اول میں حکومت کے پاس فنڈ نہیں تھا، صحابہ جان و مال سے جہاد کرتے تھے، یہ مال کس کو دیا؟ امیر کو یا حکومت کو؟ نہیں، اللہ کو قرض دیا، اور قرض بہر حال واپس آتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس قرض کو نعمت کی صورت میں دو چند کر کے واپس کرتے ہیں، اور آخرت میں بخشش نفع میں رہی! مگر شرط یہ ہے کہ قرض: حسنہ (خوبی والا قرض) ہو، یعنی امیر یا حکومت پر احسان نہ رکھے کہ وہ دل آزاری کا سبب ہوگی۔

﴿إِنْ تَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضْعِفْهُ لَكُمْ وَيَعْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ﴾ ۝ عَلِيمٌ  
وَ الشَّهَادَةُ الْعَزِيزُ الْمُحْكِمُ ۝ ﴿﴾

ترجمہ: اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض دو گے اچھی طرح قرض دینا تو وہ اس کو تمہارے لئے دو چند کریں گے، اور تمہارے گناہ بخشیں گے، اور اللہ بڑے قدر دان ہیں — اس لئے قرض بڑھا کر لوٹاتے ہیں — اور وہ بڑے بردبار ہیں — اس لئے آخرت میں بخشش فرماتے ہیں — وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے ہیں — پس جس کا انفاق جس درجہ کا ہوگا اس کے بقدر صلہ دیں گے — زبردست بڑی حکمت والے ہیں — یعنی وہ خود جہاد کے لئے سامان فراہم کر سکتے ہیں، وہ زبردست ہیں، مگر مسلمانوں سے خرچ کراتے ہیں اس میں حکمت ہے، اور وہ مومنین کا نفع ہے۔

﴿۱۵﴾ اشوال ۱۴۳۷ھ = ۲۰ جولائی ۲۰۱۶ء، سورۃ المنافقون کے بعد سفر امریکہ کی وجہ سے وقفہ رہا، دوبارہ

کام ۱۷ اشوال سے شروع کیا ﴿﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ الطلاق

رابط: گذشتہ سورت کے آخر میں عمل میں کوتاہی کرنے والے مسلمانوں (عملی منافقین) کا ذکر تھا، اور کوتاہی کا سبب ازواج و اولاد کو قرار دیا تھا، وہ اعمال میں کوتاہی کا باعث بنتے ہیں، پھر یہ بیان تھا کہ نرمی سے ان کی اصلاح کی جائے، ان کو معاف کیا جائے، درگزر کیا جائے اور بخش دیا جائے، سورۃ النساء (آیات ۳۳ و ۳۵) میں بھی بیوی کی اصلاح کے چار طریقے بیان کئے ہیں: (۱) اس کو سمجھایا جائے، فہم اش کی جائے (۲) اس کا بستر میں بائیکاٹ کیا جائے، ساتھ نہ لٹایا جائے (۳) تادیب کی جائے، سزا دی جائے (۴) کمیشن مقرر کیا جائے، ایک آدمی شوہر کی طرف سے اور ایک عورت کی طرف سے، دونوں اصلاح حال کی کوشش کریں، مگر کبھی صورت حال سنگین ہو جاتی ہے، معاملہ کسی طرح قابو میں نہیں آتا تو آخری علاج جدائی ہے، اب اس سورت میں طلاق اور اس کے متعلقات عدت و رضاعت وغیرہ کا بیان ہے، اور یہی سورت کا موضوع ہے۔

سورت کے مضامین: پہلے رکوع میں طلاق، عدت اور رضاعت کا بیان ہے، اور دوسرے رکوع میں ان معاشرتی احکام پر عمل کی تاکید ہے، اگر مسلمان ان احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو دنیا میں سخت سزا پائیں گے، اور آخرت میں گھائلے میں رہیں گے، اور اگر اطاعت کریں گے تو دنیا میں بھی سرخ رو ہوں گے، اور آخرت میں جنت کے سدا بہار باغات کے وارث ہوں گے — پھر آخری آیت میں یہ مضمون ہے کہ کائنات بہت وسیع ہے، آسمان سات ہیں، اور زمینیں بھی اسی قدر ہیں، اور سب میں احکام نازل ہوتے ہیں، اور سب مخلوقات ان کی تعمیل کرتی ہے، اس زمین میں بھی اللہ نے احکام بھیجے ہیں، لوگوں کو ان کی تعمیل کرنی چاہئے، ورنہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں، اور وہ ہر چیز کو اپنے احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہیں۔

عدتیں دو ہیں: عدت التطلق اور عدت الطلاق: عدت التطلق یعنی طلاق دینے کا مقررہ وقت، اور عدت الطلاق کا دوسرا نام عدت النساء بھی ہے، عدت التطلق کا تعلق مرد سے ہے اور عدت الطلاق کا تعلق عورت سے، ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ﴾ (سورۃ البقرہ آیت ۲۲۸) میں عدت الطلاق کا ذکر ہے، اور یہاں ﴿لِيَعْلَمَ تَبَيَّنَ﴾ میں عدت التطلق کا ذکر ہے۔

اور امام اعظم اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک قروء سے مراد حیض ہیں، اور امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک طہر مراد ہیں، اور تمام ائمہ متفق ہیں کہ طلاق طہر میں دی جائے، حیض میں طلاق دینا گناہ ہے، پھر قائلین طہر کے نزدیک عورت عدت طہر سے گزارے گی، اور جس طہر میں طلاق دی ہے وہ طہر عدت میں شمار ہوگا، چاہے طہر کے بالکل آخر میں طلاق دی ہو، اور قائلین حیض کے نزدیک عدت حیض سے گزارے گی، اور ثمرۃ اختلاف اس طرح ظاہر ہوگا کہ قائلین طہر کے نزدیک تیسرا حیض عدت میں داخل نہیں ہوگا، اور قائلین حیض کے نزدیک داخل ہوگا۔

قرآن کریم مسئلہ کی احسن اور حسن صورتیں بیان کرتا ہے، اور انہی کو پیش نظر رکھتا ہے

قرآن کریم کا یہ خاص اسلوب ہے کہ وہ مسئلہ کی احسن اور حسن صورتوں ہی کو بیان کرتا ہے، اور انہی کو پیش نظر رکھتا ہے، فقہ (بدعی) صورتوں کو بیان نہیں کرتا، نہ ان کو پیش نظر رکھتا ہے، تاکہ ان کو اعتباریت حاصل نہ ہو، مثلاً: طلاق دینے کے تین طریقے ہیں: احسن، حسن اور بدعی:

احسن طریقہ: یہ ہے کہ ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ کی ہو ایک صریح طلاق دے، پھر مزید طلاق نہ دے، عدت گزرنے دے، اس صورت میں رجوع کا حق حاصل رہے گا، اور عدت کے بعد بھی تدارک ممکن ہوگا، اس لئے یہ افضل طریقہ ہے۔

اور طلاق حسن: یہ ہے کہ جس طہر میں صحبت نہ کی ہو اس میں ایک صریح طلاق دے، پھر دوسرے طہر میں دوسری صریح طلاق دے، پھر عدت گزرنے دے، تیسری طلاق نہ دے، اس صورت میں بھی عدت کے ختم تک غور و فکر اور رجوع کا موقع رہے گا، اور عدت کے بعد بھی تدارک ممکن ہوگا، اس لئے یہ اچھا طریقہ ہے، اور چونکہ دوسری طلاق بے ضرورت دی ہے اس لئے اس کا نمبر دوسرا ہے۔

طلاق بدعی: مذکورہ دونوں طریقوں کے علاوہ طلاق دینے کی ہر صورت بدعی (بری) ہے، مثلاً: ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں صحبت کی ہے یا حیض کی حالت میں طلاق دینا یا ایک ساتھ ایک سے زیادہ طلاقیں دینا ہے۔ کیونکہ جب طہر میں صحبت کی پھر طلاق دی تو احتمال ہے کہ حمل ٹھہر گیا ہو، پس عورت حیض آنے تک شش و پنج میں مبتلا رہے گی کہ اسے عدت حیض سے گزارنی ہے یا وضع حمل سے؟ عورت کو اس الجھن سے بچانے کے لئے ایسے طہر میں طلاق دینے کا حکم ہے جس میں صحبت نہ کی ہو، اور یہ قید حدیث نے بڑھائی ہے — اور حیض میں طلاق دینا اس لئے ممنوع ہے کہ وہ شوہر کی فطری نفرت کا زمانہ ہے، اور طہر میں فطری میلان ہوتا ہے، پس اس وقت بیوی سے فائدہ نہ اٹھانا، بلکہ طلاق دینا واقعی ضرورت کی علامت ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر حیض میں طلاق دی جائے گی تو عورت کی عدت لمبی ہو جائے گی کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک عدت طہر سے گذرتی ہے اور جس طہر میں طلاق دی گئی ہے وہ طہر عدت میں شمار کیا جاتا ہے، پس یہ حیض جس میں طلاق دی گئی ہے خواہ مخواہ گذرنا پڑے گا۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حیض سے عدت گذرتی ہے مگر یہ حیض جس میں طلاق دی گئی ہے شمار نہیں کیا جاتا اس لئے عدت لمبی ہو جائے گی۔

اور ایک طہر میں تین طلاقیں دینا، یا ایک مجلس میں یا ایک لفظ میں تین طلاقیں دینا بھی طلاق بدعی ہے، چونکہ اس صورت میں معاملہ تنگ ہو جاتا ہے اور عدت کے اندر اور عدت کے بعد تدارک کی کوئی راہ باقی نہیں رہتی اور کبھی کف افسوس ملنے کی نوبت آتی ہے اس لئے اس طرح سے طلاق دینا ناپسندیدہ ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک من حیث الوقت طلاق بدعی ہوتی ہے، من حیث العدد نہیں ہوتی، ان کے نزدیک ایک سے زیادہ طلاقیں ایک ساتھ دینا جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔

سورۃ البقرۃ (آیت ۲۲۹) میں ارشاد پاک ہے: ﴿الطَّلَاقُ مَثْرَتَانِ﴾ طلاق دو بار ہے، مرقان کے ایک معنی ہیں: مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ یعنی دو طہروں میں دو طلاقیں دے اور بس کرے، یہی طلاق کا حسن طریقہ ہے، اور اسی سے احسن طریقہ کی فضیلت بھی سمجھ میں آ جاتی ہے۔

سوال: ارشاد پاک: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ﴾ (آیت ۲۳۰) میں تیسری طلاق کا بھی ذکر ہے، جبکہ تیسری طلاق دینا اچھا نہیں، پھر یہ کہنا کیسے درست ہو گا کہ قرآن نامناسب صورت ذکر نہیں کرتا! جواب: اس آیت میں تیسری طلاق کی قباحت کا بیان ہے کہ اگر تیسری طلاق دے گا تو حلالہ کی ضرورت پیش آئے گی، جو شوہر کی غیرت کے خلاف ہوگا۔

### طلاق اور اس کے متعلقات کے بیان میں تقویٰ کا بار بار تذکرہ

احکام کی پابندی قانون اور دباؤ سے نہیں کرائی جاسکتی، حکومتیں قانون بناتی ہیں اور لوگ چور دوازے کھول لیتے ہیں، احکام پر عمل اسی وقت ممکن ہے جب دل میں اللہ کا ڈر ہو، اور آخرت میں مواخذہ کا یقین ہو، اس لئے احکام کی آیات میں تقویٰ کا ذکر ضرور آتا ہے، پھر جن احکام کی تعمیل نفس پر شاق ہوتی ہے، جیسے طلاق اور اس کے متعلقات ان میں بار بار تقویٰ کا تذکرہ کیا جاتا ہے، چنانچہ پہلے رکوع میں پانچ بار تقویٰ کا ذکر کیا ہے، اور ہر بار تقویٰ کا نیا فائدہ بھی بیان کیا ہے۔



(۶۵) سُورَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ (۹۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ لَا تَذَرُنِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا ۝

اور جو شخص بڑھے گا	وَمَنْ يَتَعَدَّ	مت نکالوان کو	لا تُخْرِجُوهُنَّ	اے پیغمبر	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ
حدوں سے	حُدُودَ	ان کے گھروں سے	مِنْ بُيُوتِهِنَّ	جب تم طلاق دو	إِذَا طَلَقْتُمُ
اللہ کی	اللَّهُ	اور نہ نکلیں وہ	وَلَا يَخْرُجْنَ	عورتوں کو	النِّسَاءَ
تو یقیناً ظلم کیا اس نے	فَقَدْ ظَلَمَ	مگر یہ کہ	إِلَّا أَنْ	تو ان کو طلاق دو	فَطَلِّقُوهُنَّ
اپنی ذات پر	نَفْسَهُ	ارتکاب کریں وہ	يَأْتِيَنَّ	ان کی عدت شروع میں	لِعَدَّتِهِنَّ <sup>(۱)</sup>
نہیں جانتی وہ	لَا تَذَرُنِي <sup>(۲)</sup>	بے حیائی کا	بِفَاحِشَةٍ	اور شمار کرو	وَأَحْصُوا
شاید اللہ تعالیٰ	لَعَلَّ اللَّهَ	صریح	مُبِينَةٍ	عدت کو	الْعِدَّةَ
نئی پیدا کریں	يُحْدِثُ	اور یہ	وَتِلْكَ	اور ڈرو	وَاتَّقُوا
اس کے بعد	بَعْدَ ذَلِكَ	مقرر کی ہوئی حدیں ہیں	حُدُودُ	اللہ سے	اللَّهُ
کوئی صورت	أَمْرًا	اللہ کی	اللَّهُ	جو تمہارے پروردگار ہیں	رَبَّكُمْ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

طلاق طہر میں دی جائے اور عدت یاد رکھی جائے

ارشاد پاک ہے: — اے پیغمبر! جب آپ لوگ اپنی بیویوں کو طلاق دیں تو ان کو ان کی عدت کے شروع میں طلاق

(۱) لِعَدَّتِهِنَّ: میں لام وقفیہ ہے، ای فی قُبُلِ عَدَّتِهِنَّ: عدت کے شروع میں یعنی طہر میں تاکہ عدت حیض سے شروع ہو

(۲) لا تَذَرُنِي: واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے اور ہی کا مرجع مطلقہ ہے۔

دیں — یہ حکم امت کو دیا ہے، اور خطاب پیغمبر علیہ السلام سے کیا ہے، ایسا دو وجہ سے کیا ہے:

پہلی وجہ: قدیم دستور یہ تھا کہ بادشاہ قوموں کو حکم دیا کرتے تھے سرداروں کو مخاطب کر کے، یہی طریقہ یہاں اپنایا ہے۔  
دوسری وجہ: طلاق جائز کاموں میں بھی اللہ کو نہایت ناپسند ہے، مگر بوقتِ ضرورت ناپسند نہیں، حتیٰ کہ پیغمبر ﷺ بھی بوقتِ ضرورت طلاق دے سکتے ہیں، پس آپ کا تذکرہ امت کے قلوب کی تطہیب کے لئے ہے، جیسے غنیمت و فی کے مصارف میں اللہ پاک کا تذکرہ باقی مصارف کے قلوب کی تطہیب کے لئے ہے۔

طلاق دینے کا حکم: جیسے نکاح کرنا کبھی واجب ہوتا ہے، کبھی سنت مؤکدہ اور کبھی مکروہ تحریمی: بے تابی کی حالت میں (عند التَّوَقَّانِ) نکاح کرنا واجب ہے، اعتدال کی حالت میں سنت مؤکدہ، اور بیوی پر ظلم کے اندیشہ کے وقت مکروہ تحریمی (در مختار) اسی طرح طلاق دینا کبھی واجب ہوتا ہے، کبھی مستحب، کبھی مباح، اور کبھی مکروہ تحریمی: جب شقاق (کشاکش) اس حد تک بڑھ جائے کہ حکمین (ثالثوں) سے بھی مسئلہ حل نہ ہو تو طلاق دینا واجب ہے، اور عورت بدکار ہو تو طلاق دینا مستحب ہے، اور بوقتِ حاجت مباح ہے، اور بلا وجہ (محض چکھنے کے لئے) طلاق دینا مکروہ تحریمی ہے۔

آگے ارشادِ پاک ہے: — اور عدت کو یاد رکھو، اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا پروردگار ہے — عدت تو کبھی مطلقات اور متوفی عنہا پر واجب ہے، اور وہ وقت کے ساتھ خود بخود گزر جاتی ہے، مگر اس کی خاص اہمیت ان عورتوں کے لئے ہے جن کو عدت کے بعد نکاح کرنا ہے، ان عورتوں کی چونکہ نکاح کے ساتھ دلچسپی ہوتی ہے، اس لئے عدت کے شمار میں پہلا کر سکتی ہیں، اس لئے مردوں کو حکم دیا کہ تم عدت کو یاد رکھو، تاکہ کوئی بے عنوانی نہ ہونے پائے۔  
اور طلاق رجعی میں شوہر رجوع کر سکتا ہے، پس وہ بھی غلِ فصل (فریب) کر سکتا ہے اس لئے حکم دیا کہ اللہ سے ڈرتے رہو، ورنہ پکڑے جاؤ گے۔

عورت عدت میں اسی گھر میں رہے جس میں شوہر کے ساتھ رہتی تھی

آگے ارشاد فرماتے ہیں: — ان (مطلقہ) عورتوں کو ان کے (رہنے کے) گھروں سے مت نکالو، اور وہ خود بھی نہ نکلیں، ہاں مکروہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں (تو اور بات ہے) اور یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، اور جو شخص اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کرے گا اس نے بالیقین اپنا ہی نقصان کیا، اسے (مطلقہ) کو کیا خبر شاید اللہ تعالیٰ اُس (طلاق) کے بعد کوئی نئی بات پیدا کر دیں۔

تفسیر: ان آیات میں پیش نظر یہ ہے کہ شوہر نے ایک یا دو رجعی طلاقیں دی ہیں، پس عورت عدت میں شوہر کے ساتھ اسی گھر میں رہے جس میں طلاق سے پہلے رہتی تھی، کسی پردہ وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں، کیونکہ رجعی طلاق میں عورت

نکاح میں رہتی ہے، ہاں اگر بانسہ یا مغلظہ طلاق دی ہے تو پردہ یا علاحدہ کمرہ ضروری ہے، اور اس کا انتظام نہ ہو تو شوہر نکلے، عورت بہر حال اسی گھر میں عدت گزارے، شوہر اس کو وہاں سے نکال نہیں سکتا، ناجائز ہے۔ اور وہ خود بھی نکل کر میکے وغیرہ نہ چلی جائے، ایسا کرنا صریح بے حیائی کا کام ہے، اور یہ احکام اللہ کی مقرر کی ہوئی باؤنڈری ہیں، ان سے نکلنے کی اجازت نہیں، اگر عورت ایسی حرکت کرے گی تو وہ اپنا نقصان کرے گی اسے کیا معلوم! شاید اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کر دیں یعنی مصالحت ہو جائے اور شوہر رجوع کر لے، اور کہیں اور چلی گئی تو یہ راہ مسدود ہو جائے گی۔

فائدہ (۱): حدیں (دائرے) دو ہیں: چھوٹا اور بڑا: پہلا دینداری کا دائرہ ہے اور دوسرا دین کا، جو پہلے دائرے سے نکل جاتا ہے وہ فاسق کہلاتا ہے، وہ دیندار نہیں رہتا، اور جو دوسرے دائرے سے نکل جاتا ہے وہ مسلمان ہی نہیں رہتا، یہاں پہلا دائرہ مراد ہے، پس مطلقہ کا شوہر کے گھر سے نکل کر میکے وغیرہ جا کر عدت گزارنا کبیرہ گناہ ہے، ایسی عورت فاسقہ اور ناشزہ (نافرمان) ہے، اور وہ عدت کے نطق کی بھی مستثنیٰ نہیں۔

فائدہ (۲): عورت کی خوبی گھر میں رہنے میں ہے، اس کا بے ضرورت گھر سے نکلنا برا ہے، اور مطلقہ کا نکلنا تو کھلی بے حیائی ہے، اللہ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے، فاحشہ مبینہ سے یہی خروج مراد ہے۔

فائدہ (۳): آیت کے آخر میں شوہر کے گھر میں عدت گزارنے کی حکمت کا بیان ہے کہ رجوع کی صورت نکل سکتی ہے، وہ شوہر کو راضی کر لے، اور شوہر اس کو رکھ لے، اور چلی گئی تو اصلاح کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَن كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۚ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ	پس جب پہنچیں وہ	فَأَمْسِكُوهُنَّ	تور دو کو ان کو	أَوْ فَارِقُوهُنَّ	یا جدا کرو ان کو
بِمَعْرُوفٍ	اپنی مقررہ مدت کو	بِمَعْرُوفٍ <sup>(۱)</sup>	اچھے انداز سے	بِمَعْرُوفٍ	اچھے انداز سے

(۱) معروف: بہرہ قول یا فعل جس کی خوبی عقلاً یا شرفاً ثابت ہو، یعنی اچھا کام، اچھی بات، اس کی ضد منکر ہے۔

وَأَشْهِدُوا ذَوْنَهُ عَدْلٍ رَفِئْتُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ذَلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ	اور گواہ بناؤ دو معتبر آدمیوں کو تم میں سے اور ٹھیک ٹھیک دو گواہی اللہ کے لئے یہ بات نصیحت کی جاتی ہے اس کے ذریعہ اس کو جو ایمان لایا	بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ وَمِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يُتَوَكَّلْ	اللہ پر اور پچھلے دن پر اور جو کوئی ڈرتا ہے اللہ سے گردانتے ہیں اس کیلئے کوئی نکلنے کی راہ اور روزی دیتے ہیں اس کو جہاں سے خیال نہیں ہوتا اور جو بھروسہ کرتا ہے	عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللَّهَ بِالْغَيْبِ أَمِيرٌ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا	اللہ پر تو وہ اس کے لئے کافی ہیں بے شک اللہ تعالیٰ پہنچنے والے ہیں اپنے معاملہ کو تحقیق ٹھہرایا ہے اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ
---	--	---	--	---	--

جب عدت پوری ہونے کو آئے تو شوہر کو دو اختیار ہیں

ایک یا دو طلاقِ رجعی میں جب عدت ختم ہونے کو آئے تو شوہر کو دو اختیار ہیں: (۱) یا عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کو دستور کے موافق رجعت کر کے اپنے نکاح میں رکھ لے (۲) یا عدت پوری ہونے پر معقول طریقہ سے اس کو جدا کر دے یعنی رکھنا ہو تب اور الگ کرنا ہو تب آدمیت اور شرافت کا برتاؤ کرے، تطویلِ عدت کے لئے رجعت نہ کرے۔ ارشاد فرماتے ہیں: پس جب وہ عورتیں اپنی مقررہ مدت کو پہنچیں تو تم ان کو بھلے طریقہ پر نکاح میں رکھو یا ان کو بھلے طریقہ پر جدا کرو۔

مراجعة یا مفارقت پر گواہ بنانا مستحب ہے، اور گواہ گواہی بغیر رورعایت کے دیں نکاح میں تو گواہ بنانا ضروری ہے، مگر مراجعة یا مفارقت میں گواہ بنانا ضروری نہیں، مستحب ہے، بنا لے تو بہتر ہے تاکہ لوگوں میں مہم نہ ہو، ارشاد فرماتے ہیں: اور اپنوں میں سے (مسلمانوں میں سے) دو معتبر آدمیوں (یا ایک آدمی اور دو عورتوں) کو گواہ بنا لو، اور وہ اللہ کے لئے (بغیر رورعایت کے) ٹھیک ٹھیک گواہی دیں۔

مذکورہ احکام بندوں کی خیر خواہی کے لئے ہیں

شروعِ سورت سے اب تک جو احکام بیان ہوئے ہیں وہ بندوں کے لئے نصیحت (خیر خواہی) ہیں، مگر ان پر عمل وہی

(۱) ذَوْنِي: اصل میں ذَوْنِي تھا، اضافت کی وجہ سے نون گر گیا ہے (۲) ذَلِكُمْ کا مشارالیه مذکورہ تمام احکام ہیں۔



شخص کرتا ہے جو اللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے، دوسرے تو سنی اُن سنی کر دیتے ہیں، اور اپنا ہی نقصان کرتے ہیں جیسے قرآن کریم: ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ ہے، سبھی لوگوں کی راہ نمائی کے لئے اتر ہے [البقرہ آیت ۱۸۵] مگر اس سے فائدہ متقی ہی اٹھاتے ہیں، اس لئے فرمایا: ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾ [البقرہ آیت ۲]

یہی معاملہ مذکورہ احکام کا ہے، جاہل مسلمان جب غصہ چڑھتا ہے تو فوراً فیئر کر دیتے ہیں، چاہے جنس کی حالت ہو، اور دھڑا دھڑتین فیئر کرتے ہیں، پھر سر پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں یا عورت یا شوہر نکاح اور رجعت میں بے عنوانی کرتے ہیں، یا شوہر مطلقہ کو گھر سے چلنا کرتا ہے یا عورت خود صریح بے حیائی کا ارتکاب کرتی ہے اور میکہ چلی جاتی ہے، اس طرح نادان مسلمان اللہ کی حدود کو پار کر جاتے ہیں اور اپنا ہی نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

﴿ذٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾

ترجمہ: ان احکام سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے۔

مشکلات میں بھی اللہ کے احکام پر عمل کرے، اللہ تعالیٰ گلو خلاصی کی راہ نکالیں گے

عام بات: احکام الہی کی تعمیل بہر حال کرنی چاہئے، خواہ کتنی ہی مشکلات اور شدائد کا سامنا کرنا پڑے، اللہ تعالیٰ مشکلات سے نکلنے کا دیر سویر راستہ بناتے ہیں، مثلاً: معیشت کی تنگی ہو تو گھبرائے نہیں، ہمت مرداں مدد خدا!  
خاص مراد: مطلقہ کو شوہر کے گھر میں عدت گزارنے میں کبھی پریشانی پیش آتی ہے، گھر کے افراد کی نظریں پھری ہوئی ہوتی ہیں یا شوہر سے جھگڑا ہوا ہے اور وہ شوہر کو ایک آنکھ نہیں بھاتی، ایسی صورت میں مطلقہ تین ماہ اس گھر میں کیسے رہے؟ فرماتے ہیں: گھبرائے نہیں، اللہ کے حکم پر عمل کرے، اس میں اس کی مصلحت ہے، اور عدت کے دن کتنے ہیں؟ بہت جلد اللہ تعالیٰ اس گھر سے نکلنے کی راہ بنائیں گے، عدت پوری ہوتے ہی چلی جانا، ابھی صبر و سکون سے رہیں رہ!

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لِّهٖ مَخْرَجًا ۝﴾

ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نکلنے کی راہ بناتے ہیں۔

عدت کے بعد عورت کا کیا ہوگا؟ مطلقہ اس الجھن میں نہ پڑے، اللہ تعالیٰ اس کا انتظام کریں گے

عام بات: تقویٰ کامیابی کی کلید ہے، اس مشعل کی آسانی ہوتی ہے، بے قیاس و گمان روزی ملتی ہے، اور کون وطمینان کی دولت لگ نصیب ہوتی ہے، لہذا بندہ اللہ پر بھروسہ رکھے، اسباب پر تکیہ نہ کرے، اللہ کی قدرت اسباب کی پابند نہیں، ان کو جو کام کرنا ہے وہ پورا ہو کر رہتا ہے، سب اسباب اسی کی مشیت کے تابع ہیں، البتہ ہر چیز کا اس کے یہاں ایک اندازہ

ہے، اسی کے موافق وہ ظہور پذیر ہوتی ہے، اس لئے اگر کسی چیز کے حاصل ہونے میں دیر لگے تو متوکل کو گھبرانا نہیں چاہئے۔ خاص مراد: معتدہ اس الجھن میں مبتلا رہتی ہے کہ عدت کے بعد اس کا کیا ہوگا؟ میکہ میں عدت گزارتی تو رشتہ دار اس کی فکر کرتے، یہاں شوہر کے گھر میں کس کو اس کی پڑی ہے؟ فرماتے ہیں: معتدہ اس الجھن میں مبتلا نہ ہو، عدت کے بعد اللہ تعالیٰ اس کا انتظام کر دیں گے، ایسی جگہ سے اس کی روزی روٹی (نکاح) کا انتظام ہو جائے گا کہ اس کو اس کا سان گمان بھی نہیں ہوگا، میکہ والے اپنی جگہ اس کے بارے میں سوچیں گے، اور نکاح کے خواہش مند بھی نظریں دوڑائیں گے، اس طرح عدت کے بعد اس کا حل نکل آئے گا، شوہر کے گھر سے نکل کر میکہ میں عدت گزارنے پر یہ بات موقوف نہیں، اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں، اور اللہ کا فیصلہ بہر حال پورا ہو کر رہتا ہے، خواہ کچھ دیر لگے، کیونکہ اللہ نے ہر کام کا ایک اندازہ ٹھہرا رکھا ہے، ہر کام اس کے وقت پر ہوتا ہے، کل امر مرہون بوقتہ: ہر کام اس کے وقت پر ہوتا ہے۔

﴿وَيَزُفُّهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَخْتَسِبُ، وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

ترجمہ: اور اس کو روزی پہنچاتے ہیں ایسی جگہ سے جس کا خیال بھی نہیں ہوتا، اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہو جاتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہتے ہیں، البتہ اللہ نے ہر کام کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

وَالَّذِي يَكْتُمُ مِنَ الْمَجِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِذَا رْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ  
وَالَّذِي لَمْ يَحْضَنْ ۖ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۖ  
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۝ ذَلِكُمْ أَهْرُ اللَّهِ أَنْزَلَهُ  
إِلَيْكُمْ ۖ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ سُبُلًا مَخْرُجًا ۖ وَيُخْرِجْهُ مِنْ جَاهٍ مُبَارَكٍ  
مَخْرُجًا ۖ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۖ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۖ

وَالَّذِي	اور جو عورتیں	إِن رْتَبْتُمْ	اگر تمہیں شک ہو	لَمْ يَحْضَنْ	حیض نہیں آیا
يَكْتُمُ	نا امید ہو گئیں	فَعِدَّتُهُنَّ	تو ان کی عدت	وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ	اور حمل والیاں
مِنَ الْمَجِيضِ	حیض سے	ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ	تین ماہ ہے	أَجَلُهُنَّ	ان کا مقررہ وقت
مِنْ نِسَائِكُمْ	تمہاری عورتوں میں سے	وَالَّذِي	اور جن عورتوں کو	أَنْ يَضَعْنَ	یہ ہے کہ رکھ دیں وہ

حَنَكُهُنَّ وَمَنْ يَتَّبِقِ اللَّهُ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْوَالِهِ	اپنے حمل کو اور جو ڈرے اللہ سے بنائیں گے وہ اس کے لئے اس کے معاملہ میں	يُسْرًا ذَلِكَ أَعْرَأَ اللَّهُ أَنْزَلَكَ إِلَيْكُمْ وَمَنْ يَتَّبِقِ	آسانی یہ اللہ کا حکم ہے اتارا ہے اس کو تمہاری طرف اور جو ڈرے	اللَّهُ يَكْفُرُ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظِمُ لَهُ أَجْرًا	اللہ سے مٹائیں گے اس سے اس کی برائیاں اور بڑا کریں گے اس کے لئے ثواب
--	---	---	---	---	---

### آئیہ اور نابالغہ مطلقہ کی عدت تین ماہ ہے

سورۃ البقرۃ (آیت ۲۲۹) میں مطلقہ کی عدت تین حیض آئی ہے، سوال ہوا کہ اگر کبر سن کی وجہ سے حیض بند ہو گیا ہو یا لڑکی نابالغ ہو، ابھی حیض نہیں آیا، ان کو اگر طلاق ہو جائے تو عدت کیا ہوگی؟ اس آیت میں بتایا کہ ان کی عدت تین ماہ ہے۔  
ترجمہ: اور تمہاری جو عورتیں حیض سے ناامید ہو چکی ہیں، اگر تمہیں ان کا حکم معلوم نہ ہو، تو ان کی عدت تین ماہ ہے، اور جن کو ابھی حیض نہیں آیا — ان کی بھی یہی عدت ہے۔

### حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، اور حمل کی مدت لمبی ہو جائے تو گھبرائے نہیں

حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے، خواہ ایک منٹ کے بعد ولادت ہو جائے خواہ لمبا زمانہ گذر جائے، اور اس میں مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہ کا حکم یکساں ہے، اور حمل خواہ کامل پیدا ہو یا ناقص، بشرطیکہ کوئی عضو بن گیا ہو، گواہیکہ انگی ہی سہی، اور حمل کی مدت لمبی ہو جائے تو حاملہ گھبرائے نہیں، اگر وہ اللہ سے ڈرے گی اور حمل ضائع نہیں کرے گی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے آسانی کریں گے۔

﴿ وَأُولَاتُ الْأَحْسَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ، وَمَنْ يَتَّبِقِ اللَّهُ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْوَالِهِ

يُسْرًا ﴿۲۲۹﴾

ترجمہ: اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل بچن دیں، اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے لئے اس کے کام میں آسانی کریں گے۔

### تقویٰ (اللہ سے ڈرنے) کے دو اخروی فائدے

تقویٰ کا مضمون بار بار مختلف پیرایوں میں دوہرایا گیا ہے تاکہ رنگ چڑھے اور احکام پر عمل کرنا آسان ہو، اب اتقا کے

دو اخروی فائدے بیان کرتے ہیں: ایک: اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں دوم: آخرت میں اجر عظیم ملتا ہے۔ اس لئے احکام الہی کی تعمیل میں پس پیش نہیں کرنی چاہئے۔

﴿ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهُ اِلَيْكُمْ، وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَكْفِرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُعْظَمْ لَهُ اَجْرًا﴾

ترجمہ: یہ (مذکورہ احکام) اللہ کا حکم ہے جس کو اس نے تمہاری طرف اتارا ہے، اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا — اور اس کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرے گا — اللہ اس سے اس کی برائیاں مٹائیں گے، اور اس کو بڑا اجر عطا فرمائیں گے۔

اَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وَّجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۗ وَإِنْ كُنَّ اُولَاتٍ حَمِيْلٍ فَانْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۗ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَارْتُوهُنَّ اُجُورَهُنَّ ۗ وَاْتِمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ ۗ وَاِنْ تَعَاَسَرْتُمْ فَتَرْضِعُوْهُ لَكُمْ اُخْرٰى ۗ فَلْيُنفِقْ دُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۗ وَمَنْ قَدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنفِقْ ۗ مِمَّا اَتٰهُ اللّٰهُ ۗ لَا يَكْفِ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَّا اَشَاءَ ۗ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۗ

اَسْكِنُوهُنَّ	رکھوان کو	اُولَاتٍ حَمِيْلٍ	حمل والیاں	اُجُورَهُنَّ	ان کی اجرت
مِنْ حَيْثُ	جہاں	فَاَنْفِقُوا	تو خرچ کرو	وَاْتِمِرُوا <sup>(۳)</sup>	اور مشورہ کرو
سَكَنْتُمْ	تم رہتے ہو	عَلَيْهِنَّ	ان پر	بَيْنَكُمْ	باہم
مِّنْ وَّجْدِكُمْ	اپنی آسودگی سے	حَتّٰى يَضَعْنَ	تا آئکہ جن دیں وہ	بِمَعْرُوفٍ	اچھے انداز سے
وَلَا تُضَارُّوهُنَّ	اور ضرمت پہنچاؤ ان کو	حَمْلَهُنَّ	اپنا حمل	وَاِنْ تَعَاَسَرْتُمْ	اور اگر اختلاف کرو تم
لِتُضَيِّقُوا	تا کہ تنگی کرو	فَاِنْ اَرْضَعْنَ	پھر اگر دودھ پلائیں وہ	فَتَرْضِعُوْهُ	تو دودھ پلائے گی
عَلَيْهِنَّ	ان پر	لَكُمْ	تمہارے لئے	لَكُمْ	اس کو
وَإِنْ كُنَّ	اور اگر ہوں وہ	فَاْتُوهُنَّ	تو دو ان کو	اُخْرٰى	کوئی دوسری عورت

(۱) وُجْد: آسودگی، مالی وسعت (۲) ضَارُّهُ مُضَارَّةٌ: نقصان پہنچانا (۳) اَتَمَرْتُ بِمَعْنَى تَأَمَّرْتُ: باہم مشورہ کرنا (۴) تَعَاَسَرَ: الرجال: اختلاف کرنا۔

کسی کو	نَفْسًا	تو چاہئے کہ خرچ کرے وہ	فَلْيَنْفِقْ	چاہئے کہ خرچ کرے	رَبِّئِنْفِقْ
مگر اس کا جو	إِلَّا مِمَّا	اس میں سے جو	مِمَّا	گنجائش والا	ذُو سَعَةٍ
دیا ہے اس کو	أَنْفَقَهَا	دیا ہے اس کو	أَنْفَقَهَا	اپنی گنجائش سے	مِنْ سَعَتِهِ
عنقریب بتائیں گے	سَيَجْعَلُ اللَّهُ	اللہ نے	اللَّهُ	اور جو شخص تنگ کی گئی	وَمَنْ قُدَّارَ
تنگی کے بعد	بَعْدَ عُسْرٍ	نہیں حکم دیتے	لَا يُكَلِّفُ	اس پر	عَلَيْهِ
آسانی	يُسْرًا	اللہ	اللَّهُ	اس کی روزی	رِشْقًا

### معتدہ رجعیہ کا سکنی اور حاملہ کا نفقہ

تمام ائمہ متفق ہیں کہ مطلقہ رجعیہ کو نفقہ بھی ملے گا اور سکنی بھی، کیونکہ وہ ابھی نکاح میں ہے، اسی طرح حاملہ کو بھی دونوں چیزیں ملیں گی، خواہ اس کو رجعی طلاق دی ہو یا بائنہ یا مغلظہ، اور ممتوتہ حاملہ کے بارے میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک اسے بھی دونوں چیزیں ملیں گی، اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو دونوں چیزیں نہیں ملیں گی، اور امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک صرف سکنی ملے گا، نفقہ نہیں ملے گا۔ اور ممتوتہ کے معنی ہیں: کاٹی ہوئی، یعنی وہ عورت جس کو ایک یا دو بائنہ طلاقیں دی ہوں، اور جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہیں وہ تو ممتوتہ ہے ہی، اور حاملہ کے معنی ہیں: غیر حاملہ۔

آیت پاک: تم ان (مطلقہ رجعیہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کی جگہ دو — وہ عدت میں شوہر کے ساتھ بغیر پردہ کے رہے، کیونکہ وہ ابھی نکاح میں ہے — اور ان کو تکلیف مت پہنچاؤ، تاکہ ان کو تنگ نہ کرو — یعنی ستاؤ نہیں کہ وہ تنگ آ کر نکلنے پر مجبور ہو جائیں — اور اگر وہ حاملہ ہوں تو (سکنی کے ساتھ) ان پر خرچ (بھی) کرو، یہاں تک کہ وہ اپنا حمل بخن دیں — حمل کی مدت کبھی طویل ہو جاتی ہے، اس لئے خصوصیت سے بتلایا کہ پوری مدت میں خرچ کرتے رہو، خواہ مدت کتنی ہی طویل ہو، وضع حمل تک اس کو نفقہ دینا ہوگا۔

اجرت رضاعت: منکوحہ پر اپنے بچہ کو دودھ پلانا واجب ہے، البتہ اگر بچہ کا باپ مالدار ہو اور وہ کوئی اور لائق تلاش کر سکے تو ماں کا دودھ نہ پلانے میں بھی کوئی گناہ نہیں (بہشتی زیور) اور مطلقہ پر شوہر کے بچے کو دودھ پلانا واجب نہیں، خواہ بچہ طلاق سے پہلے کا ہو یا اسی کو جنم سے عدت پوری ہوئی ہو۔

پھر اگر وضع حمل کے بعد ماں بچہ کو صفت دودھ نہ پلائے تو جو اجرت کسی اور لائق کو دیتے ہیں اس کو دی جائے، اور معقول طریقہ سے باہم مشورہ کر کے اجرت طے کی جائے، فریقین خواہ مخواہ کج روی اختیار نہ کریں، نہ عورت دودھ پلانے سے انکار کرے نہ زیادہ اجرت مانگے، ورنہ کوئی اور عورت دودھ پلانے والی مل جائے گی، نہ شوہر ماں کو چھوڑ کر دوسری کا دودھ

پلائے، کیونکہ اس کو بھی تو اجرت دینی پڑے گی، پھر ماں ہی کو کیوں نہ دے۔

بچہ کا خرچ: وضع حمل کے بعد بچہ کی پرورش کا خرچ باپ کے ذمہ ہے، وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق اور کم حیثیت والے کو اپنی حیثیت کے مناسب خرچ کرنا چاہئے، اگر کسی شخص کو زیادہ فراخی نصیب نہ ہو، محض نبی تلی روزی اللہ نے دی ہو، وہ اس میں سے اپنی گنجائش کے موافق خرچ کرے، اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، جب تنگی کی حالت میں اس کے حکم کے موافق خرچ کرو گے: وہ تنگی اور سختی کو فراخی اور آسانی سے بدل دے گا (فوائد)

﴿ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَارْتُدُّنَّ جُورَهُنَّ ۖ وَأَنْتُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَإِنْ نَعَّسْتُمْ فَهَسْتُمْ ذُخْرَكُمْ لَكُمْ ۖ فَانزِلْ عَلَيْهِم مِّنْ لَّدُنَّ تَحِيَّةً ۚ إِنَّهُ يَكْفِيكَ اللَّهُ ۗ ﴾

ترجمہ: پھر اگر وہ تمہاری خاطر دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو، اور اجرت کے معاملہ میں باہم مناسب طور پر مشورہ کر لو، اور اگر تم باہم کشمکش کرو گے تو اس کو کوئی دوسری عورت دودھ پلائے گی۔

﴿ رَّيْبُكَ ذُو سَعْتِكَ مِّنْ سَعَتِهِمْ ۚ وَمَنْ قُدِّرَ عَلَيْكَ رِزْقُهُ فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاكَ اللَّهُ ۗ وَلَا يَكْفِيكَ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مِمَّا آتَاكَ ۗ سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا ۖ ﴾

ترجمہ: چاہئے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے موافق خرچ کرے، اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا چاہئے کہ وہ اس میں سے خرچ کرے جو اس کو اللہ نے دیا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کو حکم نہیں دیتے مگر اسی کا جو اس کو دیا ہے، جلد ہی اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی کر دیں گے۔

وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَدَّ بِنَاهَا عَذَابًا نُّكَرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ۗ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۖ رَّسُولًا يَنْتَلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَمَنْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ

رِزْقًا ۝ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۚ  
يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۚ وَأَنَّ  
اللَّهَ قَدِيرٌ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝

روشنی کی طرف اور جو یقین رکھتا ہے اللہ پر اور کرتا ہے نیک کام داخل کریں گے اس کو باغات میں بہتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں رہنے والے ان میں سدا تحقیق بہترین بنائی اللہ نے اس کے لئے روزی اللہ تعالیٰ	إِلَى السَّمَوَاتِ وَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَيَعْمَلُ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا اللَّهُ	سخت عذاب پس ڈرو اللہ سے اے عقل مندو جو ایمان لائے ہو تحقیق اتاری ہے اللہ نے تمہاری طرف خاص نصیحت (بھیجا) عظیم رسول پڑھتا ہے تمہارے سامنے اللہ کی آیتیں واضح تا کہ نکالیں وہ ان کو جو ایمان لائے اور کئے انھوں نے نیک کام تاریکیوں سے	عَذَابًا شَدِيدًا فَاتَّقُوا اللَّهَ يَأْتِيهِ الْأَنْبَاءُ الَّذِينَ آمَنُوا قَدْ أَنْزَلَ اللَّهُ لِلَّذِينَ آمَنُوا ذِكْرًا رَسُولًا (۲) يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ	کتنی ہی بستیاں نافرمانی کی انھوں نے حکم کی اپنے رب کی اور اس کے رسولوں کی پس داروگیری ہم ان کی سخت داروگیری کرنا اور سردی ہم نے ان کو سخت سزا دینا پس چکھا انھوں نے اپنے معاملہ کا وبال اور تھا آخری انجام ان کے معاملہ کا گھانا تیار کیا ہے اللہ نے ان کے لئے	وَكَايِنٍ مِّنْ قَرِيْبَةٍ عَمَّتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَمَا سَبَتْهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَابُهَا عَذَابًا يُزَكَّرُ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرَهَا وَكَانَ عَاقِبَتُهُ أَمْرَهَا خُسْرًا أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ
--	---	--	--	--	---

(۱) الذین آمنوا: منصوب ہے، اور منادی اولی الألباب کی صفت یا عطف بیان ہے یا اُغنیٰ مقدر ہے (۲) رسولاً سے پہلے  
اُرسلنا محمد و ف ہے اور قرینہ اُنزلنا ہے، اور غایت اتحاد کی وجہ سے حرف عطف نہیں لایا گیا اور ذکر اُسے بدل بھی ہو سکتا ہے۔

الَّذِي	جنھوں نے	يَسْتَنْزِلُ	اترتا ہے	قَدِيرٌ	پوری قدرت رکھنے
خَلَقَ	پیدا کئے	الْأَمْرَ	حکم	وَاللَّهُ	والے ہیں
سَبْعَ	سات	بَيْنَهُنَّ	ان کے درمیان	وَأَنَّ اللَّهَ	اور یہ کہ اللہ نے
سَمَوَاتٍ	آسمان	لِتَعْلَمُوْا	تا کہ جانو تم	قَدْ أَحَاطَ	تحقیق گھیر رکھا ہے
وَمِنَ الْأَرْضِ	اور زمین سے	أَنَّ اللَّهَ	کہ اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
مُتَلَكِّئًا	ان کے مانند	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر	عِلْمًا	علم کے اعتبار سے

### احکام الہی کی نافرمانی کا وبال اور اطاعت کا صلہ

احکام الہی کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے کتنی ہی بستیاں تباہ کی جا چکی ہیں، دنیا میں ان کی سخت پڑتال کی گئی، اور آخرت میں ان کو سخت سزا ملے گی، وہ گھائے ٹے میں رہیں گے اور ان کے لئے سخت عذاب تیار ہے، ان عبرتناک واقعات سے عقل مند اہل ایمان سبق لیں، کہیں حکم عدولی کی سزا میں پکڑے نہ جائیں اور ان کی آخرت برباد نہ ہو۔

اللہ نے نصیحت نامہ (قرآن کریم) اتارا ہے، ساتھ ہی عظیم رسول بھیجا ہے، جو قرآن کی صاف صاف آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں میں ایمان کی صلاحیت ہے: کفر و جہل کی اندھیروں سے نکال کر ایمان و عمل صالح کی شاہ راہ پر ڈالیں، پھر جو ایمان لے آئیں اور نیک کام کریں ان کو جنت کے سدا بہار باغات میں داخل کریں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں، اور جنت سے بہتر مقام کیا ہو سکتا ہے؟

پھر آخری آیت ہے، کائنات بہت وسیع ہے، آسمان سات ہیں اور زمینیں بھی اتنی ہی ہیں، اور سب میں احکامات بھیجے جاتے ہیں، انسانوں کی زمین میں بھی یہ تشریحی احکام بھیجے جا رہے ہیں، ان کی تعمیل کرو، ورنہ یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں، اور ہر چیز کو اپنے احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہیں، ان سے کیسے بچ سکو گے؟ ہر نافرمانی کی سزا پاؤ گے!

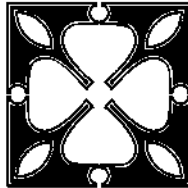
آیات پاک: — اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کے اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرتابی کی، پس ہم نے ان کی سخت پڑتال کی اور ہم نے ان کو سخت سزا دی، پس انھوں نے اپنے معاملہ (نافرمانی) کا وبال چکھا، اور ان کا آخری انجام گھانا ہے، اللہ نے ان کے لئے سخت سزا تیار کی ہے، پس اللہ سے ڈرو اور عقل مند جو ایمان لائے ہو، یقیناً اللہ نے تمہاری طرف نصیحت اتاری ہے، عظیم رسول (بھیجا ہے) جو تمہارے سامنے اللہ کی واضح آیتیں پڑھتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ نکالیں ان کو جو (بالقوة) ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے: تاریکیوں سے روشنی کی طرف، اور جو شخص



(بالفعل) اللہ پر ایمان لایا، اور اس نے نیک کام کئے: اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یقیناً اللہ نے ان کے لئے بہترین روزی کا انتظام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ وہ ہیں جنہوں نے سات آسمان پیدا کئے، اور زمین سے ان کے مانند، ان کے درمیان احکامات اترتے ہیں، تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں اور یہ بات کہ اللہ نے ہر چیز کو اپنے احاطہ علمی میں لے رکھا ہے — کوئی چیز ان کے علم سے باہر نہیں۔

تفسیر: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک اثر (قول) ہے، حدیث نہیں کہ سب زمینوں میں مکلف مخلوقات ہیں، اور اس زمین کے آدم کی طرح آدم، نوح، ابراہیم اور محمد (ﷺ) ہیں۔ یہ روایت معلوم نہیں کیسی ہے؟ بعض نے اس کو موضوع (گھڑی ہوئی) کہا ہے (بیان القرآن، روح المعانی) اور اکثر حضرات نے اس کا اعتبار کیا ہے، اور حضرت مائتوی قدس سرہ نے ”فتویٰ تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس“ میں اس کی شرح کی ہے، یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ﴿يَسْتَأْذِنُ الْاِلٰهَ مَرْبِّيْنَهُمْ﴾ کی دلالت: تشریح احکامات پر صریح نہیں، بلکہ کوئی احکامات کو بھی یہ ارشاد شامل ہے، اور زمینوں کی ہیئت کذائی کیا ہے؟ یہ بات قرآن و حدیث میں مصرح نہیں، پس اس میں سرکھپانا بے فائدہ ہے، مقصود آیت صرف یہ ہے کہ اللہ کی وسیع کائنات میں احکامات بھیجے جاتے ہیں، اور تمام مخلوقات ان کی تابعداری کرتی ہیں، حسب دستور اس زمین میں بھی یہ معاشرتی احکام بھیجے جا رہے ہیں، ان کی اطاعت کرو، ورنہ منہ کی کھاؤ گے!



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## سورۃ التحريم

تحريم: کے معنی ہیں: حرام کرنا، ناجائز بنانا، چونکہ پہلی آیت میں حضرت ماریہ قبٹیہ رضی اللہ عنہا کو حرام کرنے پر خٹکی کا اظہار ہے، اس لئے سورت کا نام التحريم رکھا ہے، اور سورت کا موضوع اصلاح و تربیت ہے، گذشتہ سورت میں طلاق، اور اس کے متعلقات کا بیان تھا، طلاق کی نوبت اس وقت آتی ہے جب پانی سر سے اوپر ہو جائے، اگر شروع ہی سے اصلاح کی جائے تو طلاق کی نوبت نہیں آئے گی، یہ سورت کا سابق سے ربط ہے۔

سورت کے مضامین: سورت کی پہلی آیت میں یہ بات بیان کی ہے کہ بیوی کی دلداری ایک حد تک ہی مناسب ہے ہر معاملہ میں بیوی کی خوشنودی کی خواہش: کردنی ناکردنی کراتی ہے، آدمی حلال کو حرام کر بیٹھتا ہے، پھر دوسری آیت میں یہ بیان ہے کہ ایسا ہو جائے تو قسم کا کفارہ دے، اس کے حرام کرنے سے وہ چیز حرام نہیں ہوگی۔

اس کے بعد کی دو آیتوں میں یہ بیان ہے کہ عورت کو شوہر کا راز فاش نہیں کرنا چاہئے، یہ بات غضب ڈھا سکتی ہے، پھر پانچویں آیت میں یہ مضمون ہے کہ بیویوں میں کیا صفات مطلوب ہیں۔ پھر خود کو اور فعلی کو دوزخ سے بچانے کا حکم ہے، یہ بات اصلاح اور دینی تربیت کے ذریعہ ممکن ہے، ورنہ قیامت کے دن کوئی معذرت نہیں چلے گی، مگر یہ بات راست نہیں کہی، بلکہ گفتہ آید در حدیث دیگر ان کے طور پر کہی ہے کہ قیامت کے دن کفار سے کہا جائے گا: ﴿لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ﴾ آج بہانے مت بناؤ، یہ بات گنہگار مومنین کو بھی ذہن میں رکھنی چاہئے، ان کا بھی کوئی بہانہ نہیں چلے گا، البتہ آج دنیا میں اصلاح کا موقع ہے، سچی توبہ کریں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو رسوا نہیں کریں گے، بلکہ بل صراط پر روشنی عطا فرمائیں گے، جو جنت تک ان کا ساتھ دے گی۔

پھر آیت ۹ میں نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ کفار و منافقین سے ٹکر لیں، ان کے ساتھ سختی برتیں، یہاں منافقین عام ہے، اعتقادی اور عملی دونوں کو شامل ہے، عمل میں کوتاہی کرنے والا نفس، بیوی اور بچے سب اس میں داخل ہیں، نفس بے راہ ہو جائے تو اس کو لگام دے، فعلی پر لٹھی کا ہوا لٹکائے رکھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے تاکید فرمائی ہے: لَا تَرَفَّعْ عَصَاكَ عَنْهُمْ أَدْبَابًا وَأَخْفَهُمْ فِي اللَّهِ: تربیت کے لئے لٹھی ان سے اٹھامت دو، یعنی وہ بے خوف نہ ہو جائیں، اور اللہ کے دین کے معاملہ میں ان کو ڈراتے رہو، فہمائش کرتے رہو، تاکہ وہ دین دار بنیں۔

پھر آخر میں چار عورتوں کی مثالیں ہیں، دو کی کافروں کے لئے اور دو کی مومنین کے لئے، پہلی دو نے اپنی اصلاح نہیں کی تو وہ تباہ ہوئیں، اور دوسری دو نے اپنی اصلاح کی تو وہ کامیاب ہوئیں۔

ذکواتھا ۱۲

(۶۶) سُورَةُ التَّحْرِيمِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۶)

آیاتھا ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ، تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ، وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ، وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ، وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ وَإِذْ أَسْرَ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا، فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ، فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا، قَالَ نَبَأَنِي الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ۝ إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا، وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجَدْرِبِلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ، وَالسَّلَاطَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ۝ عَلَيْهِ رَبُّهُ، إِنْ طَلَقْتُمْ أَنْ يُبَدَلَ لَكُمْ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُمْ مَسْلُومَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قُنَيْتٍ شَبِيحَاتٍ سَابِحَاتٍ تَشَبِهْنَ أَهْلَهُنَّ فِي الْكِبَرِ ۝

اور اللہ تعالیٰ	وَ اللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	وَ اللّٰهُ	اے پیامبر	يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ
تمہارے کارساز ہیں	مَوْلَاكُمْ	بڑے بخشنے والے	غَفُورٌ	کیوں حرام کرتے ہیں آپ	لِمَ تُحَرِّمُ
اور وہ خوب جاننے والے	وَ هُوَ الْعَلِيمُ	بڑے رحم والے ہیں	رَّحِيمٌ	اس کو جس کو حلال کیا	مَا أَحَلَّ
بڑی حکمت والے ہیں	الْحَكِيمُ	تحقیق مقرر کیا ہے	قَدْ فَرَضَ	اللہ نے	اللّٰهُ
اور (یا اور) جب	وَ اِذْ	اللہ نے	اللّٰهُ	آپ کے لئے	لَكَ
چپکے سے کہی	أَسْرًا	آپ کے لئے	لَكُمْ	چاہتے ہیں آپ	تَبْتَغِي
پیامبر نے	النَّبِيَّ	کفاروں کے دردمست کرنا	تَحِلَّةً <sup>(۱)</sup>	خوشنودی	مَرْضَاتَ
اپنی کسی	إِلَىٰ بَعْضِ	اپنی قسموں کا	أَيْمَانِكُمْ	اپنی بیویوں کی	أَزْوَاجِكَ

(۱) تَحِلَّةٌ: مصدر باب حَلَّلَ، تَحْلِيلًا اور تَحْلِيلًا بھی مصادر ہیں، حَلَّلَ الْيَمِينَ: قسم کو کفارہ دے کر درست کرنا۔

اَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَاَتْ بِهِ وَ اَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضَهُ وَ اَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَاَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هَذَا قَالَ	بیوی سے کوئی بات پس جب خبر کر دی اس نے اس کی اور ظاہر کر دیا اس کو اللہ نے اس پر جتلایا اس نے اس کا کچھ اور ظاہر کیا کچھ پس جب خبر دی نبی نے اس کو اس کی پوچھا اس نے کس نے بتلایا آپ کو یہ بات جواب دیا اس نے	تَبَاَيْفِ الْعَلِيمِ الْحَبِيْبِ اِنَّ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَعَتُ <sup>(۱)</sup> قُلُوْبُنَا وَ اِنَّ تَظْهَرَا <sup>(۲)</sup> عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَانِ وَ حَمِيْرِي وَ صَالِحِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمَلَائِكَةُ	بتلانی مجھے خوب جاننے والے بڑے باخبر نے اگر توبہ کرو تم دونوں اللہ کے سامنے پس بالیقین جھک گئے ہیں تم دونوں کے دل اور اگر جوش و جذبات کا اظہار کرو گی تم دونوں اس کے خلاف پس بے شک اللہ تعالیٰ اس کے رفیق ہیں اور جبریل اور نیک مسلمان اور فرشتے	بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيْرًا عَلَيْهِ رَبُّنَا اِنَّ طَلَقْتُمْ اَنْ يُّبْدَا لَكُمْ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُمْ مُّسْلِمِيْنَ مُؤْمِنِيْنَ فَتَبَيَّنَتْ لَيْسَتْ عِيْدَاتٍ سَبِيْحَاتٍ <sup>(۳)</sup> تَبَيَّنَتْ وَ اَنْبَاَا	اس کے بعد مددگار ہیں ہو سکتا ہے ان کا رب اگر طلاق دیدیں وہ تم کو تبادلہ میں دیدے وہ ان کو بیویاں بہتر تم سے سر اقلندہ ایمان دار اطاعت شعار توبہ کرنے والیاں عبادت گزار (اللہ کی راہ میں) سفر کرنے والیاں بیوائیں اور کنواریاں
---	---	---	--	--	---

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

بیوی کی دلداری ایک حد تک ہونی چاہئے

گھر کے بگاڑ کا ایک سبب بیوی کی حد سے زیادہ خاطر داری ہے، اس کی ہر روانار وابات نہیں مانتی چاہئے، ورنہ گھر تباہ  
(۱) حَصَا يَصْفُو صَفْوًا (ن) جھکنے (۲) مَظْهَرًا: اظہار ناراضگی کے لئے لوگوں کا اکٹھا ہونا، مظاہرہ کرنا (۳) سَانِحَات: سَانِحَة کی جمع، سَاحِ الْمَاءِ کے معنی ہیں: پانی کا سطح زمین پر بہنا اور سَاحِ فِي الْاَرْضِ کے معنی ہیں: زمین میں پانی کی طرح بہہ پڑنا، چل کھڑا ہونا، عورتوں کے لئے بھی حج کے لئے سفر کرنا فرض ہے۔

ہوگا، بیوی بے شک محبت کرنے کی چیز ہے، اس سے محبت نہیں کرے گا تو کس سے کرے گا، مگر اس کی محبت میں پاگل نہیں ہو جانا چاہئے، جو شخص بیوی کی حد سے زیادہ رضامندی چاہتا ہے وہ کبھی اس کی محبت میں نامناسب کام کر بیٹھتا ہے، اس کی ایک مثال پہلی آیت کے شان نزول کے واقعہ میں ہے۔

شان نزول کا واقعہ: حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا: نبی ﷺ کی سز یہ تھیں، اسکندریہ کے بادشاہ نے ان کا ہدیہ بھیجا تھا، ان کو قبائلیں رکھا گیا تھا اور گاہ بہ گاہ آپ ان کے پاس تشریف لے جاتے تھے، ایک مرتبہ وہ آپ سے ملنے آئیں، آپ اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے، اور وہ اپنے ابا کے گھر گئی ہوئی تھیں، اس لئے گھر خالی تھا، نبی ﷺ نے حضرت ماریہ سے اس گھر میں مقاربت فرمائی، جب یہ بات حضرت حفصہ کے علم میں آئی تو ان کو سخت غیرت آئی، اور انھوں نے کہا: آپ اس کو میرے گھر میں لائے، کسی اور بیوی کے گھر میں نہیں لے گئے، معلوم ہوا کہ میری حیثیت آپ کی نظر میں چار پیسے کی بھی نہیں اُتدِخُلُہَا فِی بیتی، ما صنعتَ ہذا من بین نساتک إلا من ہوانی علیک! نبی ﷺ نے فرمایا: تم یہ بات عائشہ سے ذکر مت کرنا، وہ مجھ پر حرام ہے میں اس سے صحبت نہیں کروں گا: لاخذ کری ہذا لعائشۃ، فہی علی حرام إن قوبتہا، حضرت حفصہ نے کہا: وہ آپ پر حرام کیسے ہوگی وہ تو آپ کی باندی ہے؟ آپ نے ان کو خوش کرنے کے لئے قسم کھائی کہ آپ اس سے صحبت نہیں کریں گے، اس پر پہلی آیت نازل ہوئی، اس میں خشکی کا اظہار ہے کہ آپ نے اپنی بیوی کی خوشی کے لئے ایک حلال چیز کو حرام کیوں کیا! خیر اللہ نے آپ کو معاف کیا۔

ملاحظہ: یہ روایت دارقطنی میں ہے اور یہی آیت کی اچھی تفسیر ہے، قرطبی رحمہ اللہ یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں: وأما من روى أنه حرم ماریة القبطیة فهو أمثل فی السند وأقرب إلى المعنی، ولكنه لم یُدون فی الصحیح، وروی مرسلًا: [الجامع لأحكام القرآن]

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ، تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ، وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

ترجمہ: اے نبی! آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں! اور اللہ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔

تحلیل و تحریم سے قسم ہو جاتی ہے

حلال چیز کو حرام کرنے سے وہ حرام نہیں ہوتی، وہ حلال ہی رہتی ہے، اسی طرح حرام چیز کو حلال کرنے سے وہ حلال نہیں ہو جاتی، بدستور حرام رہتی ہے، مگر اس نامناسب اقدام کی سزا ہے، جیسے ظہار میں بیوی کو ماں کی پیٹھ کی طرح حرام کیا

جاتا ہے، مگر وہ حرام نہیں ہوتی، بیوی ہی رہتی ہے، مگر اس اوپری بات کی سزا ہے، اور وہ کفارہ ادا کرنا ہے، کفارہ ادا کرنے کے بعد ہی مقاربت کر سکتا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے اوپر کسی حلال چیز کو حرام کر لے یا حرام کو حلال کر لے تو قسم ہو جائے گی، جیسے ٹماٹر کو حرام کیا یا شراب کو حلال کیا، پھر پہلی صورت میں اس حلال چیز کو استعمال کرے گا تو کفارہ دینا ہوگا، نبی ﷺ نے حضرت ماریہؓ سے مقاربت فرمائی اور قسم کا کفارہ ادا فرمایا، اور دوسری صورت میں فوراً کفارہ دینا ہوگا، کیونکہ اس چیز کو استعمال کر ہی نہیں سکتے۔

﴿قَدْ فَوَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحْلِيلَةَ أَيْمَانِكُمْ، وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ، وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ﴾

ترجمہ: بالتحقیق اللہ نے تمہارے لئے (کفارہ دے کر) اپنی قسموں کو درست کرنے کا طریقہ مقرر کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کارساز ہیں — تحلیل و تحریم کو یمن میں پلٹ دینا اور کفارہ ادا کر کے محذور سے نکل آنا کارساز ہی ہے — اور وہ خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں!

### شوہر کاراز فاش کرنا غضب ڈھا سکتا ہے

شوہر کو بیوی کی خلقی اور خلقی حالت اجنبی کے سامنے بیان نہیں کرنی چاہئے، ورنہ رقابت پیدا ہو سکتی ہے۔ اور بیوی بھی شوہر کی خلقی اور خلقی حالت کسی عورت سے بیان نہ کرے، ورنہ وہ اس کو دھکا دے گی یا شریک کار ہو جائے گی — اور بیوی شوہر کی راز دار ہوتی ہے، اس کو چاہئے کہ شوہر کاراز فاش نہ کرے، خاص طور پر جب کسی کی متعدد بیویاں ہوں، اور راز ازواج سے متعلق ہو تو اس کا فاش کرنا غضب ڈھا سکتا ہے، اس کی ایک مثال آئندہ دو آیتوں کے شان نزول کا واقعے میں ہے، اس میں اگر بات حضرت زینب رضی اللہ عنہا تک پہنچ جاتی تو محاذ آرائی شروع ہو جاتی، پھر بات کہاں تک بڑھتی اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے!

شان نزول کا واقعہ: نبی ﷺ کا معمول تھا کہ آپ عصر کے بعد سب ازواج کے پاس مزاج پرسی اور ضروریات معلوم کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے، اس موقع پر بیوی کی خواہش ہوتی تھی کہ آپ اس کے پاس زیادہ سے زیادہ رہیں، اور نبی ﷺ کو شہد پسند تھا، چنانچہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے جو آپ کی پھوپھی زاد بہن بھی تھیں: شہد منگوا لیا، جب آپ ان کے پاس پہنچتے تو وہ پوچھتیں: کیا آپ شہد نوش فرمائیں گے؟ آپ خواہش کا اظہار فرماتے تو وہ شربت بنا تیں اور باتیں کرتیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان سے حسن میں مقابلہ تھا، جب انہوں نے دیکھا کہ آپ زینب کے یہاں زیادہ ٹھہرتے ہیں تو وہ ٹوہ میں لگ گئیں، جب پتہ چلا کہ انہوں نے شہد منگوا رکھا ہے اور وہ شربت کے بہانے روکتی ہیں تو انہوں نے حضرات حفصہ و سودہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ مل کر ایک اسکیم بنائی کہ جب

نبی ﷺ شہد نوش فرما کر جس کے پاس بھی آئیں تو وہ کہے: یا رسول اللہ! آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ (یہ ایک بدبودار گوند ہے) آپ کہیں گے: نہیں! میں نے شہد پیا ہے تو وہ کہے: شاید شہد کی مکھی نے مغافیر کے پھول کا رس چوسا ہوگا، اور نبی ﷺ کو یہ بات نہایت ناپسند تھی کہ ازواج آپ کے منہ سے بدبو محسوس کریں، اسی لئے گھر میں آتے ہی مسواک کرنے کا معمول تھا، چنانچہ جب نبی ﷺ حضرت سوڈہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے یہ بات کہی آپ نے وہی جواب دیا تو انھوں نے وہی وجہ بتائی، پھر آپ حضرت حصہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے بھی یہی بات کہی، آپ نے ان کو بھی یہی جواب دیا، پھر جب آپ حضرت عائشہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے بھی یہی بات کہی، آپ نے ان سے فرمایا: اب میں وہ شہد نہیں پیونگا، مگر تم کسی سے ذکر نہ کرنا، خیال تھا کہ اگر یہ بات زینب کو پہنچے گی تو ان کا دل ٹوٹے گا، دوسرے دن آپ حضرت زینب کے پاس پہنچے تو انھوں نے شہد کی پیش کش کی، آپ نے فرمایا: مجھے شہد نہیں پینا، اور آپ تھوڑی دیر رک کر آگے بڑھ گئے، حضرت عائشہ سمجھ گئیں کہ پلان کامیاب ہو گیا، اور انھوں نے یہ بات حصہ کو بتادی، کیونکہ وہ بھی شریک کار تھیں (اس واقعہ میں شہد کو حرام کرنے کا ذکر کسی روایت میں نہیں آیا)

ادھر زینب بھی ٹوہ میں لگ گئیں کہ اب آپ شہد کیوں نوش نہیں فرماتے، اور ازواج میں ان کی بھی ہم نوا تھیں، پس اندیشہ لاحق ہوا کہ بات بڑھ جائے، چنانچہ وحی نازل ہوئی، اور آپ کو صورت حال سے واقف کیا گیا، آپ نے عائشہ سے فرمایا: تم نے راز فاش کر دیا، مگر یہ نہیں بتایا کہ کس کو بتایا؟ مگر ان کا ماتھا ٹھنکا، انھوں نے خیال کیا کہ حصہ نے بتایا ہوگا، کیونکہ انھوں نے صرف حصہ کو بتایا تھا، انھوں نے پوچھا: آپ کو یہ بات کس نے بتلائی؟ اگر حصہ نے بتلائی ہے تو وہ ان کے سر ہو جائیں گی، آپ نے جواب دیا: مجھے علیم و خیر اللہ نے یہ بات بتلائی ہے۔

﴿وَإِذْ أَسْرَأَ الشَّيْءُ إِلَىٰ بَعْضِ أَرْوَاحِهِ حَدِيثًا ۖ فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَفَ بَعْضُهُ ۖ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۖ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعِلْمُ الْغَيْبِيُّ ۖ﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب نبی نے چپکے سے اپنی ایک بیوی سے — عائشہ سے — کوئی بات کہی: پھر جب بتلائی اس بیوی نے وہ بات — حصہ کو — اور اللہ نے اس کو آپ پر ظاہر کر دیا تو آپ نے اس میں سے کچھ بات بتلائی — یعنی اتنا بتلایا کہ تم نے راز فاش کر دیا — اور کچھ بات بتلائی — یعنی یہ نہیں بتلایا کہ تم نے کس کو بتلایا — پھر جب آپ نے بیوی کو وہ بات بتلائی تو اس نے پوچھا: آپ کو یہ بات کس نے بتلائی؟ — آپ نے فرمایا: مجھے علیم و خیر اللہ نے بتلائی — یعنی حصہ نے مجھے نہیں بتلایا۔

﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۚ وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ

وَ جَبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ، وَ الْمَلِكُ كُتُبًا بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيْرٌ ﴿٥٠﴾

ترجمہ: اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرو تو تمہارے دل — نبی کی مخالفت کی طرف — مائل ہوئے ہیں، اور اگر تم دونوں نبی کے خلاف مظاہرہ کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ ہی ان کے کارساز ہیں، اور جبرئیل اور نیک مومنین اور فرشتے بعد ازاں — اللہ کی کارسازی کے بعد — مددگار ہیں۔

سوال: اللہ کی کارسازی کے بعد اتنے بڑے لاؤشکر کی کیا ضرورت تھی؟

جواب: کارساز تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں، مگر مظاہرہ کے جواب میں مظاہرہ چاہئے، دونوں ازواج اپنی پارٹی کی ازواج کے ساتھ مل کر جوش و خروش کے ساتھ سامنے آئیں گی تو مظاہرہ کے جواب میں بھی مظاہرہ چاہئے، مثلاً: بدر میں کفار نے مظاہرہ کیا، وہ ایک ہزار کاشکر لے کر چڑھ آئے، اور مسلمان تین سو تیرہ تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی کمک اتاری، جس سے مسلمانوں کی نفری بڑھ گئی، فرشتے لڑے نہیں تھے، لڑنا مسلمانوں کا کام تھا، مگر ان کو دیکھ کر کافروں کے پچھلے جھوٹ گئے۔

### ازواج میں مطلوبہ اوصاف

﴿عَلَيْهِ رُبُّنَا اِنْ طَلَقْتُمْ اَنْ يُبَدِلَ لَكُمْ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُمْ مِّنْ مُّسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَنِيْتٍ تَسِيْبَتِ غِيْبَاتٍ تَسِيْحَتِ تَسِيْبَتٍ وَ اَنْبَاكَ اَزَا﴾

ترجمہ: ہو سکتا ہے ان کے پروردگار — اگر وہ تمہیں طلاق دیدیں — ان کو بدل کر دیں تم سے بہتر بیویاں: فرمان بردار، ایمان دار، اطاعت شعار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزہ رکھنے والیاں، غیر کنواریاں اور کنواریاں۔  
تفسیر: اسکیم بنانے والی ازواج کو سنایا کہ تم یہ وسوسہ دل میں نہ لانا کہ آخر مردوں کو بھی تو بیویوں کی ضرورت ہوتی ہے؟ اور ہم سے بہتر عورتیں کہاں ہیں؟ پس لامحالہ ہماری سب باتیں سہی جائیں گی! یہ سوچ کر تم مظاہرہ شروع کرو ایسا ہرگز نہ کرنا، یاد رکھو! نبی ﷺ اگر تم کو چھوڑ دیں اور اللہ چاہیں تو تم سے بہتر بیویاں اپنے نبی کے لئے مہیا کر دیں، جن میں سات خوبیاں ہوں۔

اسلام: اعمال ظاہری پر عمل کا نام ہے اور ایمان: صحیح عقائد کا، اہل السنہ والجماعہ کے عقائد ہی صحیح عقائد ہیں، اور اسلام کا درجہ ایمان کے بعد ہے، مگر عمل کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے مسلمات کو مقدم لائے ہیں، جیسے میراث میں وصیت کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے تین مرتبہ اس کو دین (قرض) پر مقدم کیا ہے۔

اور قانتات سے مراد: شوہر کی اطاعت کرنے والیاں ہیں، سورۃ النساء (آیت ۳۴) میں بھی یہ خوبی آئی ہے، اور اللہ کی اطاعت کا ذکر مسلمات میں آگیا۔ اور سائحات کے اصل معنی تو اللہ کی راہ میں سفر کرنے والیاں ہیں، عورتوں پر بھی سفر



کرنا مردوں کی طرح لازم ہے، وہ حج کے لئے علم حاصل کرنے کے لئے سفر کر سکتی ہیں، اور روزہ اس کا متبادل ہے، تفصیل کے لئے سورۃ التوبہ (آیت ۱۱۲) کی تفسیر دیکھیں۔ اور کنواری اور بیوہ نکاح کے تعلق سے یکساں ہیں، ہر ایک میں فوائد ہیں جو دوسری میں نہیں، پس شیات و ابکارا ایک صفت ہیں، خواہ بیوہ ہو خواہ کنواری اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ إِنَّمَا تُجْرُونَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُم جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا نُورُنَا وَأَعْفَرُنَا، إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَايُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ

مضبوط	شِدَادٌ <sup>(۳)</sup>	جس کی تھپٹیاں	وَقُودُهَا <sup>(۲)</sup>	اے لوگو جو	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
نہیں نافرمانی کرتے	لَا يَعْصُونَ	لوگ	النَّاسُ	ایمان لائے	قُوا <sup>(۱)</sup>
اللہ کی	اللَّهُ	اور پتھر ہیں	وَالْحِجَارَةُ	بچاؤ	أَنفُسَكُمْ
ان کاموں میں جن کا	مَا	ان پر (مقرر ہیں)	عَلَيْهَا	اپنے آپ کو	وَأَهْلِيكُمْ
ان کو حکم دیا ہے	أَمَرَهُمْ	فرشتے	مَلَائِكَةٌ	اور اپنے گھر والوں کو	نَارًا
اور کرتے ہیں	وَيَفْعَلُونَ	تدخو	غِلَاظٌ <sup>(۳)</sup>	ایسی آگ سے	

(۱) قُوا: امر، جمع حاضر، وقتی یقی و قیاً و وقایة: بچانا، حفاظت کرنا (۲) وَقُودُ: ایدھن، چھٹی، لکڑی کی چھیلن (۳) غِلَاظُ: غلیظ کی جمع بخت دل، بے رحم (۴) شِدَادُ: شدید کی جمع، زبردست، مضبوط۔

اے ہمارے رب	رَبَّنَا	تمہاری برائیاں	سَيِّئَاتِكُمْ	جو حکم دیئے جاتے ہیں وہ	مَا يُؤْمَرُونَ
پورا سمجھے ہمارے لئے	أَنْتُمْ لَنَا	اور داخل کرے تم کو	وَيُذْخِلْكُمْ	اے لوگو جو	يَأْتِيهَا الَّذِينَ
ہماری روشنی کو	نُورَنَا	بانغات میں	بَحْتٍ	منکر ہوئے	كَفَرُوا
اور بخش دیجئے ہمیں	وَاعْفِرْ لَنَا	بہتی ہیں	تَجْرِبَةٍ	مت بہانہ بناؤ	لَا تَعْتَذِرُوا
بے شک آپ	إِنَّكَ	ان کے نیچے سے	مَنْ تَخْتَبِئْهَا	آج کے دن	الْيَوْمَ
ہر چیز پر	عَلَى كُلِّ شَيْءٍ	نہریں	الْأَنْهَارِ	اس کے سوائیں کہ	إِنَّمَا
پوری قدرت رکھنے	قَدِيرٌ	جس دن	يَوْمَ	بدلہ دیئے جاتے ہوتے	تُجْزَوْنَ
والے ہیں		نہیں رسوا کریں گے	لَا يُخْزِي	ان کاموں کا جو تھے تم	مَا كُنْتُمْ
اے پیامبر	يَأْتِيهَا النَّبِيُّ	اللہ تعالیٰ	اللَّهُ	کرتے	تَعْمَلُونَ
نکر لیجئے	جَاهِدٍ	نبی کو	النَّبِيِّ	اے لوگو جو	يَأْتِيهَا الَّذِينَ
منکرین	الْكُفَّارِ	اور ان کو جو	وَالَّذِينَ	ایمان لائے	آمَنُوا
اور منافقین سے	وَالْمُنْفِقِينَ	ایمان لائے	آمَنُوا	توبہ کرو	تُوبُوا
اور سختی سمجھئے	وَاعْلَظْ	اس کے ساتھ	مَعَهُ	اللہ کے سامنے	إِلَى اللَّهِ
ان پر	عَلَيْهِمْ	ان کی روشنی	نُورُهُمْ	توبہ	تُوبَةً
اور ان کا ٹھکانہ	وَمَا دِيْنُهُمْ	دوڑتی ہوگی	يَنْبَغِي	خالص	نُصُوحًا <sup>(۱)</sup>
دوزخ ہے	جَهَنَّمُ	ان کے سامنے	بَيْنَ أَيْدِيهِمْ	ہوسکتا ہے تمہارا رب	عَلَيْهِ رَبُّكُمْ
اور بری ہے وہ	وَبِئْسَ	اور ان کے دائیں	وَيَأْتِيكُمْ مِنْهُمْ	کہ مٹا دے وہ	أَنْ يُكْفَرَ
لوٹنے کی جگہ	النَّصِيدُ	دعا کرتے ہو گئے وہ	يَقُولُونَ	تم سے	عَنْكُمْ

### خود کو اور گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ

سورت کا موضوع اصلاح و تربیت ہے، تمام مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دین کی راہ پر ڈالو، اور جہنم کی آگ سے بچاؤ، سمجھا کر، ڈرا کر، پیار سے، مار سے، جس طرح بھی ہو سکے ان کو سچا مسلمان بنانے کی فکر کرو، انسان اپنی ذات کے علاوہ زیر نگرانی افراد کا بھی ذمہ دار ہے، حدیث میں ہے: کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ: (۱) النُّصُوح: بالکل خالص، بے غل و غش۔

تم میں سے ہر شخص چرواہا (گنہبان) ہے، اور تم میں سے ہر ایک سے اس کے ریوڑ کے بارے میں باز پرس ہوگی (کہ ایک بکری گم کیوں ہوئی؟ یا بکریاں بھوکی کیوں رہیں؟ وغیرہ) — اور حدیث میں ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز سکھلاؤ، اور جب دس سال کا ہو جائے تو اس کو (نماز نہ پڑھنے پر) مارو اور ان کو علاحدہ سلاؤ — آج کل مدارس میں بچے ایک ساتھ سوتے ہیں، ان میں تکیہ کے علاوہ کوئی فصل نہیں ہوتا، یہ خرابی کا باعث ہے، ارباب مدارس اس کا نظم سوچیں۔

اگر مسلمان نے اپنی اور اپنے گھر والوں کی اسلامی تربیت نہ کی، اور وہ بد عملی میں مبتلا ہو گئے تو گنہگار مومنین کو بھی جہنم میں جانا پڑ سکتا ہے، اس کی آگ بہت تیز ہے، کفار و اصنام سے اس کو دکھایا جائے گا، اور اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو سخت دل طاقتور ہیں، وہ کسی کے ساتھ رورعایت نہیں کریں گے، وہ نہ رحم کھا کر کسی کو چھوڑیں گے، نہ کوئی طاقتور ان کی گرفت سے بچ سکے گا، کیونکہ فرشتے اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، ان کو جو حکم دیا جاتا ہے وہ بجالاتے ہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ٥﴾

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے! خود کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ، جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر تندخو مضبوط فرشتے مقرر ہیں، وہ اللہ کی اس بات میں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے نافرمانی نہیں کرتے، اور جو بھی ان کو حکم دیا جاتا ہے بجالاتے ہیں۔

قیامت کے دن کوئی بہانہ بازی نہیں چلے گی، اس میں گنہگار مسلمانوں کے لئے اشارہ ہے

قیامت کے دن جب جہنم کا عذاب سامنے ہوگا: اس وقت منکروں سے کہا جائے گا کہ حیلے بہانے مت بناؤ، آج کوئی بہانہ چلنے والا نہیں، بلکہ تم جو کچھ کرتے تھے اس کی پوری پوری سزا بھگتتے کا دن ہے، ہماری طرف سے کوئی ظلم زیادتی نہیں، تمہارے ہی اعمال ہیں جو عذاب کی صورت میں نظر آ رہے ہیں (فوائد) یہی جواب نافرمان مسلمانوں کو بھی مل سکتا ہے، اسی مناسبت سے یہ آیت یہاں آئی ہے، پس آج موقع ہے، مسلمان سنبھل جائیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۚ إِنَّكُمْ تَعْمَلُونَ ٥﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جنہوں نے انکار کیا! آج بہانے مت بناؤ، تمہیں انہی کاموں کی سزا دی جا رہی ہے جو تم کیا کرتے تھے۔

ابھی زندگی سنوارنے کا موقع ہے، اس سے فائدہ اٹھاؤ

ابھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا، گنہگار بندہ اگر صاف دل سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ ہر گناہ بخش دیں گے، اور آخرت میں

سدا بہار باغات میں داخل کریں گے، اور نبی ہی کو نہیں، اس کے ساتھیوں کو بھی ذلیل نہیں کریں گے، اور پل صراط پر لمبی روشنی ملے گی جو جنت تک ساتھ رہے گی۔ اور سچی پکی توبہ یہ ہے کہ پھر اس گناہ کا خیال دل میں نہ آئے، ورنہ زبانی جمع خرچ ہوگا۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا لِي اللَّهُ تَوْبَةً تَصَوحًا عَنِّي رَبُّكُمْ أَنْ يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ الشَّيْءَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَنْتُمْ لَنَا نُورٌ وَغُفْرَانًا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٥﴾﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے! تم اللہ کے سامنے سچی پکی توبہ کرو، ہو سکتا ہے تمہارا پروردگار تمہاری برائیاں مٹا دے۔ ہو سکتا ہے: شاہی محاورہ ہے یعنی رپکا وعدہ ہے۔ اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جس دن اللہ تعالیٰ نبیؐ کو اور ان کے ساتھ والوں کو سونا نہیں کریں گے۔ یعنی محروم نہیں رکھیں گے، بلکہ اپنے فضل و کرم سے مالا مال کر دیں گے۔ ان کی روشنی ان کے ساتھ ان کے سامنے اور ان کے دائیں دوڑ رہی ہوگی۔ یہ ایمان کی روشنی ہوگی، اور چونکہ مومنین پل صراط پر تیزی سے گزر رہے ہونگے، اس لئے روشنی بھی ان کے ساتھ دوڑ رہی ہوگی۔ اور سورۃ حدید (آیت ۱۳) میں ہے کہ منافقین کی روشنی پل صراط پر بجھ جائے گی، وہ گپ اندھیرے میں رہ جائیں گے، اس وقت۔ وہ دعا کرتے ہونگے: اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ہماری روشنی آخر تک باقی رکھے، اور ہمارے گناہ بخش دیجئے، بے شک آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

### اصلاح و تربیت سختی چاہتی ہے

تربیت و اصلاح سختی چاہتی ہے، بہت نرمی سے معاملہ بگڑتا ہے، اس لئے جب بچہ کی عمر دس سال کی ہو جائے، اور وہ نماز میں کوتاہی کرے تو تادیب کا حکم ہے، اور نافرمان عورتوں کی تادیب کا حکم بھی سورۃ النساء میں آیا ہے، جہاد بھی اسی مقصد سے ہے، نبی ﷺ کو حکم دیتے ہیں کہ وہ کفار اور اعتقادی منافقوں سے ٹکر لیں، ان سے سیف و سناں سے جہاد کریں حکومت کی گرفت بھی عمل میں کوتاہی کرنے والے مسلمانوں پر مضبوط ہونی چاہئے، نبی ﷺ نے جماعت میں شریک نہ ہونے والوں کو جلا دینے کا ارادہ فرمایا تھا، پھر کسی مصلحت سے اس پر عمل نہیں کیا، یہ حکم اس جگہ اسی مناسبت سے آیا ہے، ساتھ ہی کفار و منافقین کا اخروی انجام بھی بیان کیا ہے، یہ قرآن کریم کا اسلوب ہے، وہ مومنین کے اچھے انجام کے بعد کفار کا برا انجام بھی بیان کرتا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ، وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمُ وَايُسَ

المصیون ﴿۱﴾

ترجمہ: اے پیامبر! آپ کفار و منافقین سے ٹکر لیجئے، اور ان پر سختی کیجئے، اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور وہ میری لوتے کی جگہ ہے!

ضَرَبَ اللهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحِينَ فَخَانَتَهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدَّٰخِلِينَ ﴿۱﴾ وَضَرَبَ اللهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ إِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَبَعْنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۲﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتِبَ عَلَيْهَا مِنَ الْقَنَاتِ نِعْمٌ ﴿۳﴾

۳۳۳

ضَرَبَ اللهُ (۱)	ماری اللہ نے	مَثَلًا	ایک مثال	ضَرَبَ اللهُ	ماری اللہ نے	مَثَلًا	ایک مثال
لِلَّذِينَ كَفَرُوا	مکرین کے لئے	امْرَأَتَ نُوحٍ	نوح کی بیوی کی	وَضَرَبَ اللهُ	اور ماری اللہ نے	مَثَلًا	ایک مثال
وَامْرَأَتَ لُوطٍ	اور لوط کی بیوی کی	كَانَتَا تَحْتَ	دونوں تھیں نیچے	لِلَّذِينَ آمَنُوا	مومنین کے لئے	امْرَأَتَ فِرْعَوْنَ	فرعون کی بیوی کی
عَبْدَيْنِ	دو بندوں کے	ادْخُلَا النَّارَ	ادھلے جاؤ	عِنْدَكَ	تو تمہارے پاس	بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ	گھر جنت میں
مِنْ عِبَادِنَا صَالِحِينَ	ہمارے بندوں میں سے	وَقِيلَ	کہا گیا	مِنْ رُوحِنَا	اپنے پاس	وَصَدَّقَتْ	سچائی
		الَّتِي أَحْصَنَتْ	جس نے	فَنَفَخْنَا فِيهِ	پھونکا	مِنْ رُوحِنَا	اپنے پاس
		فَرْجَهَا	اپنی	مِنْ رُوحِنَا	اپنے پاس	وَصَدَّقَتْ	سچائی
		بِكَلِمَاتِ	کلمات	مِنْ رُوحِنَا	اپنے پاس	وَصَدَّقَتْ	سچائی
		رَبِّهَا	اپنی	مِنْ رُوحِنَا	اپنے پاس	وَصَدَّقَتْ	سچائی
		وَكَتِبَ	لکھا	مِنْ رُوحِنَا	اپنے پاس	وَصَدَّقَتْ	سچائی
		عَلَيْهَا	پر	مِنْ رُوحِنَا	اپنے پاس	وَصَدَّقَتْ	سچائی
		مِنَ الْقَنَاتِ	بندوبستوں	مِنْ رُوحِنَا	اپنے پاس	وَصَدَّقَتْ	سچائی
		نِعْمٌ	بہتر	مِنْ رُوحِنَا	اپنے پاس	وَصَدَّقَتْ	سچائی

(۱) ترکیب: ضرب الله: فعل فاعل، ضرب: جعل کے معنی کو ضمن ہے، اس لئے وہ متعدی بدو مفعول ہے، مثلاً: مفعول ثانی مقدم، للذین کفروا: ظرف مستقر مثلاً کی صفت، امرأة نوح اور امرأة لوط: معطوف معطوف علیہ لکرمفعول اول مؤخر۔ (۲) ابن: امر حاضر معروف، بنی یبنی بناء: بنانا۔

ہماری روح سے	مِنْ رُوحِنَا	ظلم پیشہ	الظَّالِمِينَ <sup>(۲)</sup>	ایک گھر	بَيْتًا
اور تصدیق کی اس نے	وَصَدَّقَتْ	اور مریم بیٹی	وَمَرْيَمَ ابْنَتَ	جنت میں	فِي الْجَنَّةِ
باتوں کی	بِكَلِمَاتٍ	عمران کی	عِمْرَانَ	اور بچا مجھے	وَنَجَّيْنِي
اپنے رب کی	رَبِّهَا	جس نے پاک رکھا	الَّتِي أَحْصَنَتْ	فرعون سے	مِنْ فِرْعَوْنَ
اور اس کی کتابوں کی	وَكِتَابِهِ	اپنے گریبان کو	فَرَجَهَا <sup>(۳)</sup>	اور اس کے کام سے	وَعَمَلِهِ <sup>(۱)</sup>
اور تھی وہ	وَكَاثَتْ	پس پھونکا ہم نے	فَنَفَخْنَا	اور بچا مجھے	وَنَجَّيْنِي
تا بعد اوروں میں سے	مِنَ الْقَائِمِينَ	اس میں	رَفِيهِ	لوگوں سے	مِنَ الْقَوْمِ

### اصلاح اور عدم اصلاح کے عواقب

دو عورتوں نے اپنی اصلاح نہیں کی، وہ تباہ ہوئیں، اور دو نے اصلاح کی وہ اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوئیں۔ حکم آیا تھا کہ اپنی اصلاح کرو، اور دوزخ سے بچو، یہ حکم مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی ہے، وہ بھی مکلف ہیں، ان پر بھی اپنی اصلاح واجب ہے، اب چار عورتوں کی مثالیں بیان فرماتے ہیں، دو نے اپنی اصلاح نہیں کی، وہ نفاق اعتقادی میں مبتلا تھیں، اپنے بہترین شوہروں سے اپنا کفر چھپائے رکھا، ان کی بے ایمانی کا پتہ اس وقت چلا جب کشتی میں سوار ہونے کا اور ساتھ چلنے کا وقت آیا، نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام وَالْعَةِ لکھتے ہیں، وہ آپ کے ایک بیٹے کی طرح درپردہ کافر تھی، کشتی میں سوار نہیں ہوئی، دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا ہوئی، اور آخرت میں جہنم رسید ہوئی۔ اور لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام وَاَهْلَةَ لکھتے ہیں، وہ ساتھ نہیں چلی، عذاب سے ہلاک ہوئی اور جہنم میں پہنچ گئی، دونوں کے شوہر نامدار: پیغمبر تھے، مگر ان کا تعلق دونوں کو عذاب سے نہیں بچا، بس ضرورت ہے کہ ہر شخص اپنی اصلاح کرے، وہی کام آئے گا۔ تیسری خاتون: فرعون کی بیوی آسیارضی اللہ عنہا ہیں، وہ موسیٰ علیہ السلام کی صحابیہ تھیں، وہ آل فرعون کی طرح موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی تھیں، آل فرعون پر تو فرعون کا بس نہیں چلا، مگر اہلیہ کو چومے مخا کر کے تڑپا تڑپا کر شہید کر دیا، اور وہ کامیاب ہو گئیں، کافر کی بیوی ہونے سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، کیونکہ انھوں نے اپنی اصلاح کر لی تھی۔

چوتھی خاتون: حضرت مریمؑ ہیں، آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحابیہ تھیں، آپ کنواری مگر عقیقہ تھیں، انھوں نے (۱) عمل سے فرعون کی تعذیب مراد ہے (۲) ظالم لوگ: یعنی فرعون کے ہم نوا (۳) فرج: دو چیزوں کے درمیان کشادگی، فاصلہ، پھینکنا، یہاں مراد چاک گریبان ہے، احصنت فرجھا: اس نے اپنے گریبان کو پاک رکھا یعنی کسی کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچنے دیا، پس یہ کنایہ ہے عفت و عصمت سے، جیسے اردو محاورہ میں پاک دامن اور عربی محاورہ میں نَفِي الْجَبِيبِ اور ظاہر الذیل: صاف گریبان، پاک دامن یعنی عقیقہ انفس یہ بلیغ کنایہ ہیں۔

بھی اپنی اصلاح کی تو وہ بھی اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوئیں، نبی ﷺ نے ان کے باکمال ہونے کی شہادت دی ہے۔ خلاصہ: دو عورتوں کو اصلاح کے مواقع حاصل تھے، ان کے شوہر پیغمبر تھے، وہ ایمان لائیں اور نیک عمل کرتیں تو کامیاب ہوئیں، مگر ہائے رے شومی قسمت! — اور حضرت آسیہ فرعون کے شکنجہ میں تھیں، انھوں نے مصائب سہے، مگر ایمان کی باگ ہاتھ سے نہیں چھوڑی تو وہ کامیاب ہوئیں، جنت کا محل ان کو دنیا میں دکھایا گیا — اور حضرت مریم آزاد تھیں، ان کی شادی نہیں ہوئی تھی، وہ ہر طرح سے پاک دامن رہیں، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود کا سبب بنیں، وہ اللہ کی چھوٹی بڑی کتابوں پر ایمان لائیں، اور ان کے احکام پر عمل کیا تو کامیاب ہوئیں، پہلی دو عورتوں کی مثال کافروں کی عبرت کے لئے ہے اور آخری دو عورتوں کی مثال مسلمانوں کے فائدے کے لئے!

آیات پاک کا ترجمہ: اللہ تعالیٰ کافروں (کی عبرت) کے لئے نوح و لوط (علیہما السلام) کی بیویوں کی مثالیں بیان فرماتے ہیں، دونوں ہمارے بندوں میں سے دونیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پس انھوں نے دونوں سے بے ایمانی کی (دل میں کفر چھپایا اور بظاہر مسلمان بنی رہیں) پس وہ دونوں ان کو اللہ (کے عذاب) سے ذرا بچا نہیں سکے، اور حکم ہوا کہ دونوں دوزخ میں جاؤ، جانے والوں کے ساتھ!

اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں (کے فائدے) کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی، (یاد کرو) جب اس نے دعا کی اے میرے رب! میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک گھر (ٹھکانہ) بنا، اور مجھے فرعون سے اور اس کے کام (سزا سے) نجات عطا فرما، اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما! — یہ دعا انھوں نے اس وقت کی تھی جب فرعون نے چومینا کر کے ان کو قتل کیا تھا۔

اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثال بیان کی) جس نے اپنا گریبان پاک رکھا، پس ہم نے اس (چاک گریبان) میں اپنی روح میں سے پھونکا — اضافت تشریف کے لئے ہے، انسانوں کی سبھی ارواح معزز ہیں، ان میں سے ایک عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی ہے، سورۃ الحجر (آیت ۲۹) میں آدم علیہ السلام کے تعلق سے آیا ہے: ﴿وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوحِيْ﴾ اور میں اس میں اپنی روح میں سے پھونکوں یعنی محترم روح ڈالوں — اور ﴿فَنفَخْنَا﴾ میں اسناد مجازی ہے، بظاہر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پھونک ماری تھی، مگر حقیقت میں اللہ نے روح پھونکی تھی، جیسے: ﴿وَمَا رَمَيْتْ اِذْ رَمَيْتْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰهُ﴾ اور جب آپ نے ہٹھی مٹی پھینکی تو آپ نے نہیں پھینکی، حقیقت میں اللہ نے پھینکی [انفال ۱۷]

اور اس نے اپنے رب کی باتوں کی اور ان کی کتابوں کی تصدیق کی — یعنی ایمان لائیں، کلمات اور کتب ایک ہیں، عطف تفسیری ہے — اور وہ عبادت کرنے والوں میں سے تھیں — یعنی اللہ کے احکام پر عمل پیرا تھیں، اس لئے باکمال ہوئیں اور اونچا مرتبہ پایا۔

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورۃ الملک

رابط: گذشتہ سورت کا موضوع اصلاح و تربیت تھا، اصلاح: عقائدِ حقہ اور اعمالِ صالحہ سے ہوتی ہے، اور ان میں بھی اہم عقائد ہیں، اور بنیادی عقیدے تین ہیں: توحید، رسالت اور آخرت، سورۃ الملک میں توحید اور اس کے متعلقات کا بیان ہے، پھر سورۃ نون و اقلیم میں رسالت اور اس کے متعلقات کا بیان آئے گا، پھر کئی سورتوں میں آخرت کا بیان ہے، یہ دور تک سورتوں میں ارتباط کا بیان ہے۔

فضیلت: جن سورتوں اور آیتوں میں توحید اور صفاتِ باری کا بیان ہوتا ہے ان کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، چنانچہ اس سورت کے بھی فضائل وارد ہوئے ہیں، ترمذی شریف کی حدیث (۲۸۹۹) میں اس سورت کو واقیۃ (قبر کے عذاب سے بچانے والی) اور منجیۃ (آخرت کے عذاب سے بچانے والی) قرار دیا ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتاب اللہ میں ایک ایسی سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں، یعنی زیادہ بڑی نہیں، وہ قیامت کے دن ایک شخص کی سفارش کرے گی، یہاں تک کہ اس کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرے گی، اور وہ سورۃ تبارک ہے۔

سورت کے مضامین: پہلی آیت میں یہ مضمون ہے کہ کائنات (آسمان و زمین) پر راجع اللہ کا ہے، اور وہ عالی شان ہیں، اس لئے وہی برحق معبود ہیں، دوسرا کوئی ان کا شریک نہیں، اور تہا کائنات کا سنبھالنا ان کے لئے کچھ مشکل نہیں، وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں، وہ اسباب اور فرشتوں سے کام ضرور لیتے ہیں، مگر ان کی حیثیت نوکروں کی ہے، وہ یوس (مالک) کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے۔

پھر دوسری آیت میں یہ مضمون ہے کہ اللہ نے مرنا اور جینا یعنی اس دنیا کی زندگی انسان کی آزمائش کے لئے بنائی ہے کہ کون ان میں سے سب سے اچھا عمل کرتا ہے، اور اس کی راحت کے لئے مضبوط اور خوشنما آسمان بنایا ہے، پھر پہلے رکوع میں آسمان کے تعلق سے مضامین ہیں، اور دوسرے رکوع میں زمین کا ذکر ہے، زمین میں اللہ نے انسان کی تمام ضروریات کا انتظام کیا ہے، زمین کو اللہ نے انسان کے لئے رام کیا ہے، وہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کر سکتا ہے، پھر دلائلِ قدرت کا بیان ہے، اور دلائلِ امتنان سے توحید پر استدلال کر کے ایمان کی دعوت دی ہے۔



اِنَّا نَحْنُ ۛ (۶۷) سُوْرَةُ الْمَلِكِ مَكِّيَّةٌ (۷۷) كُوْنَا نَحْنُ ۛ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبْرَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيْكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۝

تَبْرَكَ <sup>(۱)</sup>	بڑی عالی شان ہے	قَدِيْرٌ	پوری قدرت رکھنے والے ہیں	لِيَبْلُوَكُمْ	تا کہ آزمائے وہ تم کو
الَّذِي	وہ ذات	الَّذِي	جس نے	اَيْكُمْ <sup>(۳)</sup>	کہ تم میں سے کون
بِيَدِهِ	جس کے قبضہ میں	خَلَقَ	پیدا کیا	اَحْسَنُ	اچھا ہے
الْمُلْكُ	سلطنت ہے	الْمَوْتَ <sup>(۲)</sup>	مرنا	عَمَلًا	عمل کے اعتبار سے
وَهُوَ	اور وہ	وَالْحَيٰوةَ	اور جینا	وَهُوَ الْعَزِيْزُ	اور وہ زبردست
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ ۛ	ہر چیز پر			الْغَفُوْرُ	بڑا بخشنے والا ہے

### توحید کا بیان

توحید کے معنی ہیں: وحدانیت، یکتائی یعنی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، دوسرا کوئی معبود نہیں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ عالی شان ہیں، دوسرا کوئی ان کے برابر نہیں، پھر کوئی دوسرا معبود کیسے ہو سکتا ہے؟ اور اللہ کے عالی شان ہونے کی دلیل یہ ہے کہ کائنات (آسمان و زمین) کی حکومت انہی کی ہے، سب کچھ ان کے قبضہ قدرت میں ہے، اور اگر کوئی خیال کرے کہ اتنی بڑی کائنات وہ تھا کیسے سنبھال سکتے ہیں؟ تو آخر آیت میں اس کا جواب ہے کہ وہ غیر معمولی قدرت رکھتے ہیں، تنہا ان کے لئے کائنات کا سنبھالنا کچھ مشکل نہیں۔

فائدہ: ید (ہاتھ) اللہ کی صفت ہے، اور صفات متشابہات میں سے ہے، جس کے حق ہونے پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کی کیفیت و حقیقت کو اللہ کے حوالے کرنا ضروری ہے، صفات متشابہات کے بارے میں سلف کا مذہب (۱) تبارک پر سورۃ الفرقان کی پہلی آیت کا حاشیہ دیکھیں (ہدایت القرآن ۶: ۱۱۳) (۲) موت کی حیات پر تقدیم اس کا یقین بٹھانے کے لئے ہے، اور موت: عدم محض کا نام نہیں، بلکہ روح کا بدن سے تعلق منقطع کر کے اس کو عالم برزخ میں منتقل کرنے کا نام ہے، جو ایک وجودی چیز ہے۔ (۳) ایکم: جملہ اسمیہ، لیلوکم کا مفعول ثانی ہے۔

تزیین مع اتقویض ہے یعنی یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے، مگر مخلوق کے ہاتھ کے مانند نہیں، پھر کیسا ہے؟ اس کو اللہ کے علم کے حوالے کرنا ضروری ہے۔

﴿ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۶ ﴾

ترجمہ: بڑی عالی شان ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں (کائنات کی) سلطنت ہے، اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی دنیوی زندگی اپنی بندگی کے لئے بنائی ہے

سورۃ الذاریات میں ہے: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِي ۝ ﴾ میں نے جنات اور انسانوں کو اپنی بندگی ہی کے لئے پیدا کیا ہے، بندگی کا مفہوم عام ہے، اللہ کے تمام احکام کی اطاعت کا نام بندگی ہے، صرف نماز روزہ ہی کا نام بندگی نہیں — اور اس بندگی کا فائدہ بندوں کی طرف لوٹتا ہے، جو اطاعت کریں گے وہ بڑا رتبہ پائیں گے، اور جو نافرمانی کریں گے وہ سخت عذاب میں مبتلا ہونگے — دنیا کی یہ مختصر زندگی اسی مقصد سے بنائی ہے، پھر جزا و سزا کے لئے ابدی زندگی ہے — اور فرمان برداروں میں بھی اعلیٰ درجہ کے لوگوں کو چھانٹنے کے لئے یہ عالم پیدا کیا ہے، مرنے جینے سے مراد نبوی لائف ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں نیا نہیں پیدا ہوتا، اس دنیا میں صرف انسان کا جسم نیا بنتا ہے کیونکہ یہ عالم اجساد ہے اور اس کی روح اس سے بہت پہلے پیدا کی جا چکی ہے اور تمام روہیں عالم ارواح میں موجود ہیں، وہاں سے وہ روح شکم مادر میں بننے والے جسد خاکی میں منتقل کی جاتی ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۷۲ ہے۔

﴿ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِن بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ ۖ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۚ قَالُوا بَلَىٰ ۗ شَهِدْنَا ۗ أَن تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ۝ ﴾

ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا: کیوں نہیں! ہم سب گواہ بنتے ہیں، تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہو کہ ہم تو اس سے بے خبر تھے۔

یہ عہد است اور عالم دُور کا واقعہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی پشت سے ان کی صلیبی اولاد پیدا کی گئی جیسا کہ حدیث میں تفصیل ہے، پھر اولاد کی پشت در پشت سے ان کی اولاد نکالی گئی اور اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنے سامنے پھیلا دیا یعنی ان پر اپنی تجلی فرمائی، اپنا جلوہ دکھایا، اس طرح دیدار کرا کر اپنی معرفت اور پہچان کرائی، پھر ان

سے پوچھا: ”کیا میں تمہارا رب نہیں؟“ سب نے کہا! کیوں نہیں! ہم سب گواہی دیتے ہیں یعنی اقرار کرتے ہیں۔ یہ مضمون مسند احمد ج ۶ ص ۲۷۲ اور مستدرک حاکم ج ۶ ص ۵۳۳ کی روایت میں ہے جس کی سند صحیح ہے۔

پھر وہ روحیں اصلاب میں واپس نہیں کی گئیں بلکہ عالم ارواح میں ان کو خاص ترتیب سے رکھ دیا گیا، بخاری شریف میں روایت ہے الأرواحُ جنودٌ مُجَنَّدَةٌ: عالم ارواح میں روحیں خاص ترتیب سے جیسے کہ فوج کی پلٹنیں ہوتی ہیں رکھی ہوئی ہیں پھر شکم مادر میں تیار ہونے والے جسم میں وہیں سے روح لاکر فرشتہ پھونکتا ہے۔

یہ جسم کی حیات ہے، پھر ایک مدت کے بعد روح جسم میں سے پرواز کر جاتی ہے، اور عالم برزخ میں پہنچ جاتی ہے، یہ جسم کی موت ہے، روح جو اصل انسان ہے وہ بحالہ باقی رہتی ہے، اور حیات مقدم ہے اور موت بعد میں، مگر آیت میں موت کو اس کا یقین بٹھانے کے لئے مقدم کیا ہے، کیونکہ انسان کو اپنے وجود کا توحق الیقین حاصل ہے، اور موت کا بھی یقین ہے، اس لئے کہ وہ رات دن لوگوں کو مرتاد دیکھتا ہے، تاہم وہ موت سے غفلت میں ہے، اس لئے اس کو پہلے لائے ہیں۔

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَسْأَلَكُمْ اَيْنُكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُوْرُ﴾

ترجمہ: (عالی شان اللہ وہ ہے:) جس نے مرنا اور جینا پیدا کیا — یعنی دنیا کی یہ زندگی بنائی — تاکہ وہ تمہیں آزمائے — بندگی کا حکم دے کر — کہ کون تم میں سے سب سے زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے، اور وہ زبردست ہے — جو چاہے کرے، اس کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے؟ — بڑا بخشنے والا ہے — یہ بندگی میں کوتاہی کرنے والوں کی ڈھارس بندھائی ہے۔

ملاحظہ: ایسی ہی آیت سورۃ الکہف میں بھی آئی ہے، وہاں کی تفسیر بھی دیکھ لیں (ہدایت القرآن ۱۵۱:۵)

فائدہ: دنیا کی یہ زندگی یہ دیکھنے کے لئے نہیں ہے کہ کون برے کام کرتا ہے، یا کون بُرے سے بُرے کام کرتا ہے؟ اگرچہ یہ بات بھی ضمناً سامنے آہی جائے گی، مثلاً: تعلیم گاہ اس لئے قائم کی جاتی ہے کہ دیکھا جائے کہ کون اعلیٰ نمبرات حاصل کرتا ہے، اور کس کو طلائی یا نقرئی تمغہ ملتا ہے۔ اگرچہ امتحان کے نتیجے میں بعض بدشوق طلبہ قیل بھی ہو جاتے ہیں اور وہ سرزنش کے مستحق بھی ہوتے ہیں، مگر تعلیم گاہ کے قیام کی غرض وہ طلبہ نہیں ہوتے۔ اسی طرح یہ عالم رنگ و بو بہتر سے بہتر کام کرنے والوں کو چھانٹنے کے لئے ہے تاکہ ان کو جنت کے بلند سے بلند درجے عطا فرمائے جائیں — یہ حضرات سابقین اولین ہیں اور نسبتاً کچھ کم نمبر حاصل کرنے والے اصحاب الیمین ہیں، جو جنت کے فروتر درجات حاصل کریں گے اور بُرے کام کرنے والے بھی چھٹ جائیں گے جو جہنم رسید ہوں گے، بلکہ بد سے بدتر اعمال کرنے والے بھی ہوں گے،

جن کو جہنم میں سخت سے سخت سزا دی جائے گی، مگر مقصد حیات صرف قسم اول کو چھانٹنا ہے، تاکہ ان کا پوری طرح اعزاز کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بہتر سے بہتر اعمال کی توفیق عطا فرمائیں اور جنت کے بلند سے بلند درجات سے سرفراز فرمائیں (آمین)

خلاصہ: عالم ارواح میں روح کی صرف حیات تھی، موت نہیں تھی، اور اصل انسان روح کا نام ہے، اور باڈی روح کی چلت پھرت اور عمل کے لئے ایک کار ہے، اور آخرت میں بھی حیات ہی ہوگی، مرنے نہیں ہوگا، اور بدن کا جینا اور مرنے اسی دنیا میں ہے، اور یہ زندگی مختصر برائے عمل ہے۔

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ۚ مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِن تَفْوُتٍ ۚ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۖ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ ۗ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ۗ وَلَقَدْ رَأَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا عَصَافٍ رَّجُومًا لِلشَّيْطٰنِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۗ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورٌ ۖ تَكَادُ تَمَيِّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلْتَهُمْ خَزَنَتُهُمْ أَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ۗ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ ۗ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ ؕ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ كَبِيرٍ ۗ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۗ فَاعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ ۗ فَنَسْحَقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۗ إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ۖ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۗ وَأَسْرًا قَوْلِكُمْ أَوْاجِهُهُنَّ لِيُرَاهُنَّ ؕ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۗ

الَّذِي خَلَقَ مَنْ خَلَقَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۗ

الَّذِي خَلَقَ	جس نے پیدا کئے	مَا تَرَىٰ	نہیں دیکھتا تو	مِن تَفْوُتٍ	کوئی غلط
سَبْعَ سَمَاوَاتٍ	سات آسمان	فِي خَلْقِ	بناوٹ میں	فَارْجِعِ	پس لوٹا تو
طِبَاقًا	تہ بہ تہ	الرَّحْمٰنِ	مہربان اللہ کے	الْبَصَرَ	نگاہ

ہَل تَرَىٰ	کیا دیکھتا ہے تو	وَالَّذِينَ	اور ان کے لئے جنہوں	الْمَرِيءَاتُ	کیا نہیں آیا تمہارے پاس
مِن فَطُورٍ	کوئی شکاف؟	كَفَرُوا	نے انکار کیا	تَذِيرٍ	کوئی ڈرانے والا
ثُمَّ ارْجِعِ	پھر لوٹا	يَذِيبُهُمْ	اپنے رب کا	قَالُوا	جواب دیں گے وہ
الْبَصَرَ	نگاہ	عَذَابٍ جَهَنَّمَ	دوزخ کی سزا ہے	بَلَّ	کیوں نہیں
كَزَّابِينَ <sup>(۱)</sup>	بار بار	وَيُبَيِّنُ	اور بری ہے وہ	قَدْ جَاءَنَا	بالیقین آیا ہمارے پاس
يَنْقَلِبُ	پلٹ آئے گی	الْمَصِيدُ	لوٹنے کی جگہ	تَذِيرٍ	ڈرانے والا
إِلَيْكَ الْبَصَرُ	تیری طرف نگاہ	إِذَا أَلْقُوا	جب ڈالے جائیں گے وہ	فَكَذَّبْنَا	پس جھٹلایا ہم نے
خَاسِرًا <sup>(۲)</sup>	ذلیل ہو کر	رَفِيهَا	اس میں	وَقُلْنَا	اور کہا ہم نے
وَهُوَ	در انحالیکہ وہ	سَمِعُوا لَهَا	سنیں گے وہ اس کیلئے	مَا نَزَّلَ	نہیں اتاری
حَسِيرًا <sup>(۳)</sup>	در ماندہ ہوگی!	شَهِيقًا <sup>(۵)</sup>	دھاڑنا (زور کی آواز)	اللَّهُ	اللہ نے
وَلَقَدْ	اور البتہ واقعہ یہ ہے	وَهِيَ	در انحالیکہ وہ	مِن شَيْءٍ	کوئی چیز
زَيَّنَّا	مزین کیا ہم نے	تَفَوُّزًا <sup>(۶)</sup>	جوش مار رہی ہوگی	إِنَّ أَنْتُمْ	نہیں ہوتے
السَّمَاءِ الدُّنْيَا	قریبی آسمان کو	تَكَادُ	قریب ہوگی	إِلَّا فِي ضَلَالٍ	مگر گمراہی میں
بِعَصَابٍ	چراغوں سے	بِمَيِّزٍ	(کہ) پھٹ پڑے	كَبِيرٍ	بڑی
وَجَعَلْنَاهَا	اور بنایا ہم نے ان کو	مِنَ الْغَيْظِ	غصہ سے	وَقَالُوا	اور کہا انہوں نے
رُجُومًا <sup>(۴)</sup>	پھینک مارنا (میزائل)	كُلَّمَا أَلْقَى	جب جب ڈالا جائے گا	كُلُّكُمْ نَسَعًا	اگر سنا ہوتا ہم نے
لِلشَّيْطَانِ	شیاطین کے لئے	فِيهَا	اس میں	أَوْ نَعْقِلُ	یا سمجھا ہوتا
وَاعْتَدْنَا	اور تیار کیا ہے ہم نے	فَوْجًا	کوئی گروہ	مَا كُنَّا	نہ ہوتے ہم
لَهُمْ	ان کے لئے	سَأَلَهُمْ	پوچھیں گے ان سے	فِي أَصْحَابِ	دوزخ والوں میں
عَذَابِ السَّعِيرِ	دوزخ کا عذاب	خَزَنَتُهَا	جہنم کے ذمہ دار فرشتے	السَّعِيرِ	

(۱) کرتین: ہشتمیہ، تکرار کے لئے ہے (۲) خَسَا الْكَلْبُ: کتے کو دھتکارنا، دور کرنا، ذلیل کرنا (۳) حَسِيرٌ: بھفت مشہ، حَسْرَ البعير: تھکنا، تھکانا (۴) رُجُومًا: مصدر ما يُرْجَم به کے معنی میں ہے، اس لئے اسم جادہ ہو گیا ہے اور رُجُومًا کی جمع ہے (۵) شَهِيقًا: گدھے کے ریسنے کی آخری آواز (۶) فَارَ الْقِدْرِ: ہانڈی کا جوش مارنا۔

بھیدوں کو	بِدَاتٍ	دیکھے بغیر	بِالْغَيْبِ	پس اقرار کر لیا انھوں نے	فَاعْتَرَفُوا
سینوں کے	الصُّدُورِ	ان کے لئے بخشش ہے	لَهُمْ مَغْفِرَةٌ	اپنے گناہ کا	بِدَا فِيهِمْ
کیا نہیں جانے گا	أَلَا يَعْلَمُ	اور بڑا صلہ ہے	وَاجْرُكِيئًا	پس دوری ہو	فَسُحْقًا <sup>(۱)</sup>
جس نے پیدا کیا	مَنْ خَلَقَ	اور چپکے سے کہو تم	وَاسْمًا	دوزخ والوں کے لئے	لَا صَاحِبَ
در انحالیکہ وہ	وَهُوَ	اپنی بات	قَوْلَكُمْ		السَّعِيرِ
باریک ہیں	اللَّطِيفُ	یا زور سے کہو	أَوْ اجْهَرُفَا	بے شک جو لوگ	إِنَّ الَّذِينَ
باخبر ہے	الْخَبِيرُ	اس کو	بِهِ	ڈرتے ہیں	يَخْشَوْنَ
		پیشک وہ جانتے ہیں	لَا تَكُ عَلَيْهِمُ	اپنے رب سے	رَبَّهُمْ

بندوں کی چارہ سازی کے لئے اللہ نے مضبوط بار و لوق آسمان بنایا

اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہیں، انھوں نے مکلف مخلوقات (جن و انس) کو اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے، پس ضروری ہے کہ وہ ان کی یاری کریں، ان کی ضروریات کا انتظام کریں، چنانچہ اللہ نے زمین پر تہ بہ تہ مضبوط سات آسمان بنائے، اور اس چھت کو جگمگاتے ستاروں سے مزین کیا، اور آسمان کی چھت اتنی اونچی بنائی کہ اس کی اونچائی کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا، تاہم وہ زمین کے کناروں سے ملتا نظر آتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک قبہ (خیمہ) ہے جو زمین پر تان دیا ہے، انسان اسی قدر ترقی گھر میں آرام سے زندگی بسر کر رہا ہے، اور یہ خیمہ اتنا مضبوط بنایا ہے کہ مدت مدید گزرنے کے بعد بھی نہ اس میں کوئی شکاف پڑا نہ اس کا رنگ پھیکا پڑا، انسان اس کو بار بار دیکھے اور غور کرے اسے اللہ کی کاریگری میں کوئی خلل نظر نہیں آئے گا، پھر چھت میں فانوس لٹکادیئے، رات کے ستارے میں ان کو دیکھ کر جی خوش ہوتا ہے، یہ بندوں کی چارہ سازی ہے۔

﴿الَّذِينَ خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا مَّا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِن تَفْوُوتٍ فَانزِجِ الْبَصَرَ ۖ هَلْ تَرَىٰ مِن فُطُورٍ ۗ ثُمَّ انزِجِ الْبَصَرَ كَازَيْنٍ يَنْقَلِبُ اِلَيْكَ الْبَصَرُ حَاسِمًا وَهُوَ حَسِيرٌ ۝﴾

ترجمہ: جس نے اوپر تلے سات آسمان پیدا کئے، آپ اللہ کی کاریگری میں کوئی خلل نہیں دیکھیں گے، آپ نگاہ پھیریں، کیا آپ کو کوئی شکاف نظر آتا ہے؟ پھر بار بار دیکھیں: نگاہ ذلیل اور در ماندہ ہو کر آپ کی طرف لوٹ آئے گی! — مگر آسمان میں کوئی کمی نظر نہیں آئے گی۔

(۱) سُحْقًا: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، تقدیر عبارت: اَسْحَقَهُمُ اللّٰهُ ہے، سُحْقًا: دور کرنا۔

فائدہ: طباقاً: مصدر: سبع کی صفت ہے، اور ذَاتُ طِبَاقٍ کے معنی میں ہے، اور اللہ نے سات آسمان تہ بہ تہ کیسے بنائے ہیں؟ اس کی حقیقت و کیفیت نہیں جانی جاسکتی، البتہ مقصد واضح ہے، جیسے مکان پر بالائی منزل بناتے ہیں تاکہ تپش نیچے نہ آئے، اسی طرح سات آسمان بنائے تاکہ عالم بالا کے زیادہ اثرات زمین پر نہ آئیں، اور اگر سات آسمان پیاز کے چھلکوں کی طرح ہیں تو ان کا مقصد آسمان کی مضبوطی ہے۔ واللہ اعلم

ستاروں کے دو مقصد: آسمان کی زینت اور شیاطین کی مار

اللہ کے کاموں کی حکمتوں کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، ہر کام میں متعدد حکمتیں ہوتی ہیں، ناک: ہونٹ کے قریب کیوں رکھی ہے؟ سوچو! اس میں حکمتیں ہیں، اسی طرح تارے بھی مختلف مقاصد سے بنائے ہیں، یہاں دو مقصد ذکر فرمائے ہیں: اول: ستارے آسمان دنیا کے لئے زینت ہیں، ان چراغوں سے آسمان کتنا خوبصورت معلوم ہوتا ہے، اور اسی مقصد سے لوگ چھت میں جھاڑ فانوس لٹکاتے ہیں۔

دوم: شیاطین: فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے آسمان کے قریب جاتے ہیں، پس ستارے میزائل بن کر ان پر گرتے ہیں، وہ مر جاتے ہیں یا جھٹی ہو جاتے ہیں، اور کبھی کوئی بات نیچے ڈال دیتے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے انسان، جنات اور فرشتے سب جنت تک جاسکتے تھے، دادا دادی کو زمین میں پیدا کر کے جنت میں بسایا تھا، اور اہلیس نے جنت میں پہنچ کر ان کو ورغلا یا تھا، پھر دونوں کو آسمان سے نیچے اتارا، اب انسان آسمان کے قریب نہیں جاسکتا، اور جنات: انسان کی بہ نسبت لطیف ہیں، وہ فضا میں آسمان کے قریب جاسکتے ہیں، اور وہاں فرشتوں میں زمینی معاملات کے سلسلہ میں جو گفتگو ہوتی ہے اس کو سننے کی کوشش کرتے ہیں، ان کو تاروں سے مارا جاتا ہے، سورۃ الصافات (آیات ۷۷-۸۰) میں بھی اس کا تذکرہ ہے (ہدایت القرآن ۷: ۵۵) اور یہ شیاطین کے لئے دنیوی عذاب ہے، اور آخرت میں ان کے لئے دوزخ کا عذاب تیار ہے۔

﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيْطَانِ وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ﴾  
ترجمہ: اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے قریبی آسمان کو چراغوں سے مزین کیا، اور ہم نے ان (ستاروں) کو شیطانوں (کافر سرکش جنات) کے مارنے کا ذریعہ (میزائل) بنایا، اور ہم نے ان کے لئے دوزخ کا عذاب تیار کیا ہے۔

کافر انسانوں کے لئے بھی دوزخ تیار ہے

شیاطین ہی کے لئے نہیں کافر انسانوں کے لئے بھی آخرت میں دوزخ کی سزا تیار ہے، اور دنیا میں بھی ہلاکت سے

محفوظ نہیں، زمین دھنس سکتی ہے سنگ بار ہوا چل سکتی ہے، اور فضا میں اڑتے ہوئے بھی گر سکتے ہیں، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَذُوقُوا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ وَيَبْسُ الْمَصِيدُ ۝﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا دوزخ کا عذاب ہے، اور وہ بری لوٹنے کی

جگہ ہے!

جب کفار دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو دوزخ دانت پیسے گی!

جب کفار کا کوئی گروہ دوزخ میں ڈالا جائے گا تو وہ ان پر سخت غضبناک ہوگی، کفار اس کی ڈانٹ ڈپٹ اور چنگھاڑ سنیں گے، اور وہ ایسا جوش مارے گی جیسے غصہ سے پھٹ پڑے گی، اور جہنم کے ذمہ دار فرشتے بھی ان کی خبر لیں گے، وہ پوچھیں گے: کم بخواتمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے جو تم یہاں آدھمکے؟ وہ جواب دیں گے: آئے، مگر ہم نے ان کی اور ان کی وحی کی تکذیب کی، اس لئے آج یہ برادوں دیکھنا پڑا! کاش ہم ان کی بات سنتے اور سمجھتے تو آج ہم کو یہ بردن نہ دیکھنا پڑتا!

﴿إِذَا الْقَوَارِبُ اجْتَمَعُوا لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ۖ تَكَادُ تَمَّيزُ مِنَ الْعَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلْتَهُمْ خَزَنَتُهُمْ أَمْ يَا تَكُ نُذِيرُ ۚ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ ۚ فَكَلَّمْنَا وَكَلَّمْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ ۖ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ۝ وَقَالُوا كُونُوا كَسَمْعٍ أَوْ تُعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝﴾

ترجمہ: جب وہ لوگ دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو وہ اس کی زور کی آواز سنیں گے، اور وہ جوش مار رہی ہوگی، قریب ہوگی کہ غصہ سے پھٹ پڑے، جب بھی اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ فرشتے ان سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ جواب دیں گے: کیوں نہیں! واقعی ہمارے پاس ڈرانے والا آیا، مگر ہم نے اس کو جھٹلایا اور ہم نے کہا: اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا، تم بڑی غلطی میں ہو، اور انہوں نے کہا: کاش ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے!

## دل کی بات زبان پر آگئی

دیکھو! منکرین نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا، میدانِ قیامت میں تو انہوں نے شرک و کفر کا انکار کیا تھا، کہا تھا: ﴿وَاللَّهُ رَبُّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ﴾: ہمارے پروردگار اللہ کی قسم! ہم مشرک نہیں تھے [الانعام ۲۳] مگر فرشتوں کے سامنے دل کی بات زبان پر آگئی!

﴿فَاعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ ۖ فَسُحِقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝﴾



ترجمہ: پس انھوں نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا، سلطنت ہو دوزخ والوں پر!

مؤمنین کا نیک انجام: قرآن کریم کا اسلوب ہے کہ وہ کفار کے انجام کے بعد مؤمنین کا انجام بیان کرتا ہے، قاعدہ ہے، تُعَرَفُ الْأَشْيَاءُ بِأَضْدَادِهَا: بیٹھے سے کڑو اور کڑوے سے میٹھا پہچانا جاتا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: جو لوگ پروردگار کو دیکھے بغیر، رسولوں کے بتلانے سے ایمان لاتے ہیں، اللہ سے ڈرتے ہیں اور احکام الہی کی پیروی کرتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لئے بخشش اور بڑا بدلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہیں

آخر میں ایک خلیجان کا جواب ہے، کفار خیال کر سکتے ہیں کہ ہم دوزخ کے ذمہ دار فرشتوں کو جو جواب دیں گے اس کی اللہ کو کیا خبر؟ پس وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ آہستہ کبھی ہوئی باتوں کو بھی جانتے ہیں اور زور سے کبھی ہوئی باتوں کو بھی جانتے ہیں، انھوں نے فرشتوں سے چپکے سے جو کہا ہے وہ بھی اللہ کے علم میں ہے اور قیامت کے میدان میں جو بر ملا کہا ہے وہ بھی اللہ کے علم میں ہے، اللہ تعالیٰ دلوں کے رازوں سے بھی واقف ہیں، بھلا جس نے ان کو پیدا کیا وہ مخلوق کے احوال سے بے خبر ہوگا، جبکہ وہ باریک بین باخبر بھی ہیں؟

ایک واقعہ: ہجرت سے پہلے چند کفار ایک جگہ جمع ہوئے، ایک نے نبی ﷺ کی بدگوئی کی، دوسرا بولا: آہستہ بول محمد کا خدا ن لے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ خدا تو دل کی باتوں کو بھی جانتا ہے، کیا خالق اپنی مخلوق کے احوال سے بے خبر ہوگا؟

﴿وَأَيُّهَا تَوَكَّلْكُمْ أَوْ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ﴾ الْآيَةَ الْكُبْرَى ﴿وَهُوَ الْأَطِيفُ الْخَبِيرُ﴾

ترجمہ: اور تم خواہ چپکے سے بات کہو یا اس کو زور سے کہو، وہ یقیناً دلوں کے بھیدوں سے واقف ہیں، کیا وہ نہیں جانے گا جس نے پیدا کیا ہے، اور وہ باریک بین باخبر ہیں؟

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَأَمْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهَا ۚ وَإِلَيْهِ  
الْشُّورُ ۚ وَأَمَّا مَنْ مَنَّ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ۚ  
أَمَّا مَنْ مَنَّ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۚ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ ۚ

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝ اَوْلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَفَّتْ وَ يَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۚ اِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيْرٌ ۝

ہو الٰذی	وہی ہے جس نے	بِکُمْ الْاَرْضَیْنَ	تمہارے ساتھ زمین کو	فَکَيْفَ كَانَ	پس کیسا تھا
جَعَلَ لَکُمْ	بنایا تمہارے لئے	فَاِذَا هِیَ	پس اچانک وہ	نَکِیْرٍ	میرا انکار کرنا
الْاَرْضَیْنَ	زمین کو	تَسُوْرٌ	لرزنے لگے	اَوْلَمْ یَرَوْا	کیا اور نہیں دیکھتے وہ
ذُلُوْلًا	رام (پست)	اَمْ اَوْسِنْتُمْ	کیا نڈر ہو گئے تم	اِلَى الطَّیْرِ	پرندوں کو
فَاَمْشُوْا	پس چلو تم	مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ	اس سے جو آسمان میں ہے	فَوْقَهُمْ	اپنے اوپر
فِیْ مَنَاکِبِهَا	اس کے کندھوں میں	اَنْ یُّرِیْسَ	کہ چھوڑ دے وہ	صَفَّتْ	پر کھولے ہوئے
وَکُلُوْا	اور کھاؤ تم	عَلٰیکُمْ	تم پر	وَ یَقْبِضْنَ	اور ہر جھپکتے ہیں وہ
مِنْ رِزْقِہٖ	اس کی روزی سے	حٰصِبًا	پتھر برسانے والی ہوا	مَا یُمْسِکُهُنَّ	نہیں تھامے ہوئے ہے
وَ اٰیٰتِہٖ	اور اسی کی طرف	فَسَتَعْلَمُوْنَ	پس عنقریب جان لو گے تم	اِلَّا الرَّحْمٰنُ	ان کو
النُّشُوْرُ	اٹھنا ہے	کَيْفَ نَذِیْرٍ	کیسا ہے میرا ڈرانا	اِنَّہٗ	مگر مہربان اللہ
اَمْ اَوْسِنْتُمْ	کیا نڈر ہو گئے تم	وَلَقَدْ کَذَّبَ	اور تحقیق جھٹلایا	بِکُلِّ شَیْءٍ	بے شک وہ
مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ	اس سے جو آسمان میں ہے	الذِّیْنَ	ان لوگوں نے جو	بَصِیْرٌ	ہر چیز کو
اَنْ یَّخْسِفَ	کہ دھنسا دے وہ	مِنْ قَبْلِہُمْ	ان سے پہلے ہوئے		خوب دیکھنے والا ہے

اللہ تعالیٰ نے بندوں کی چارہ سازی کے لئے زمین کو رام کیا، اور اس میں ان کی معیشت کا انتظام کیا اللہ تعالیٰ نے بندوں کی مصلحت کے لئے اوپر سات مضبوط اور خوبصورت آسمان بنائے، اور دوسرا انتظام یہ کیا کہ یہ چوڑی چکلی زمین بنائی، اور اس کو انسان کے لئے مسخر کیا، تاکہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے، کودے پھاندے، بوئے جوتے، اس کی راہوں میں چلے پھرے، اور پیروں سے اس کو پامال کرے، اور اس میں روزی کے اسباب پھیلا دیئے، تاکہ اللہ کا رزق تلاش کرے، مگر یاد رکھے کہ: کہیں بھی نکل جائے مرے گا ضرور، پھر قیامت کے دن زندہ ہو کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہونا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْاَرْضَ ذُلُوْلًا فَاَمْشُوْا فِيْ مَنَاکِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِزْقِہٖ ۚ وَاٰیٰتِہٖ النُّشُوْرُ ۝﴾

ترجمہ: وہی اللہ ہیں جنہوں نے تمہارے لئے زمین کو رام کیا، پس تم اس کے کندھوں (راہوں) میں چلو پھرو، اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ، اور اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے!

انسان زمین میں کہیں بھی جائے اللہ کی پکڑ سے باہر نہیں

انسان زمین میں آزاد ہے، جہاں چاہے جائے اور رہے، مگر یاد رکھے کہ وہ اللہ کی پکڑ سے باہر نہیں، اللہ تعالیٰ اس کو زمین میں دھنسا سکتے ہیں، زمین تھر تھر کا پھٹنے لگے اور وہ زمین میں اترتا چلا جائے: ایسا ممکن ہے، یا اس پر سنگریزے اڑانے والی آندھی چھوڑ دے، جو اس کا بھر تابا دے، کیا اس نے گذشتہ قوموں کے واقعات نہیں سنے! قارون زمین میں دھنسا گیا، اور عاد پر سنگ بار ہوا چھوڑی گئی جس سے وہ مر کھ پ گئے، اور اگر فضا میں پرواز کرے تو وہاں سے بھی گر سکتا ہے، کیا لوگ دیکھتے نہیں! پرندے فضا میں اڑتے ہیں، ان کو کون روکتا ہے؟ رحمان روکتے ہیں، فضا ثقل کو نہیں روک سکتی، اور زمین کی کشش بھی ثقل چیز کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے، مگر پرندے نہیں گرتے، اور کوئی خیال کرے کہ پرندے پڑ پھیلا کر اڑتے ہیں، ان کے پڑ ان کو روکتے ہیں، تو پرندے پڑ جھپکتے بھی ہیں اس وقت ان کو کون روکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی روکتے ہیں، اسی طرح ہوائی جہازوں کو بھی اللہ تھامتے ہیں، کیونکہ جب ان میں کوئی سیکینکل خرابی پیدا ہوتی ہے تو وہ زمین پر گر جاتے ہیں، معلوم ہوا کہ فضا میں بھی انسان اللہ کی گرفت سے باہر نہیں، اللہ تعالیٰ اس کے سب احوال سے واقف ہیں۔

﴿أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخِفَّ بِكُمْ مِنَ الظَّهِيرِ فَإِذَا هِيَ تَمُورٌ﴾ أَمَّا أَنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرٍ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرٍ ۝ أَوْلَمْ يَرَوْا إِلَى الظَّهِيرِ فَوَقَّهُمْ ظِلْفٌ وَيَقْبِضُنَّ مَا يُمِسُّكُنَّ إِلَّا الرَّحْمَنُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ ۝ ﴿

ترجمہ: کیا تم لوگ اس ہستی سے نڈر ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے، پس اچانک وہ تھر تھر کا پھٹنے لگے؟ — یا تم لوگ اس ذات سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر سنگ بار ہوا چھوڑ دے، پس عنقریب تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟ — اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ان (مکہ والوں) سے پہلے والوں نے جھٹلایا، پس کیسا رہا میرا انکار! — کیا انہوں نے نہیں دیکھا اپنے اوپر پرندوں کو پڑ پھیلائے ہوئے اور وہ ہر سیٹھے بھی ہیں، ان کو مہربان اللہ ہی تھامتے ہیں، بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھ رہے ہیں!

فائدہ: ﴿مَنْ فِي السَّمَاءِ﴾: جو آسمان میں ہے، یہ صفت تشابہ ہے، اور صفات تشابہات کے بارے میں سلف کا مذہب تنزیہ مع التوفیض ہے، جیسا کہ ابھی گذرا، پس اللہ کا آسمان سے تعلق تو ماننا ہوگا، مگر وہ اللہ کی جہت اور مکان نہیں،

کیونکہ آسمان مخلوق ہے، اور مخلوق: خالق کا مکان اور جہت نہیں ہو سکتی، پس یہ ارشاد: ﴿الرَّحْمٰنُ عَلٰی الْعَرْشِ اسْتَوٰی﴾ کے قبیل سے ہوگا۔

اور اگر تاویل کی راہ اختیار کی جائے تو صفت محلو (بلندی) مراد ہوگی، اللہ تعالیٰ کی صفت علیٰ ہے، ہندوستان کے لوگ بھی دعائیں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں اور امریکہ کے مسلمان بھی یہی علو ہے، وہ کسی جہت میں نہیں، ورنہ کوئی ایک زمین کی طرف ہاتھ لٹکا کر دعا کرتا، یہ راہ بھی جائز ہے، اور یہ تزیین مع التاویل ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۗ اِنَّ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ۙ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِي يَزِيْزُكُمْ اِنَّ اَمْسٰكَ رِيْزْقَهٗ ۗ بَلْ لَّجُوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ۙ اَمَّنْ يَّمْتَشِيْ مُكِبًا عَلٰى وَّجْهِهٖۙ اَهْدٰى اَمَّنْ يَّمْتَشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ

مُسْتَقِيْمٍ ۙ

چلے گا	يَمْتَشِيْ	کیا کون یہ ہے	اَمَّنْ هٰذَا <sup>(۱)</sup>	کیا یہ	اَمَّنْ هٰذَا <sup>(۱)</sup>
اوندھا	مُكِبًا	جو روزی دے گا تمہیں	الَّذِي يَزِيْزُكُمْ	جو وہ	الَّذِي هُوَ
اپنے چہرے کے بل	عَلٰى وَّجْهِهٖۙ	اگر روک لیں وہ	اِنَّ اَمْسٰكَ	تمہارا لشکر ہے	جُنْدٌ لَّكُمْ
زیادہ راہ یاب ہے	اَهْدٰى	اپنی روزی	رِيْزْقَهٗ	(کیا) مدد کریگا تمہاری	يَنْصُرُكُمْ
یا جو شخص چلے گا	اَمَّنْ يَّمْتَشِيْ	بلکہ گھسے ہیں وہ	بَلْ لَّجُوْا	سوائے	مِّنْ دُوْنِ
سیدھا	سَوِيًّا	سرکشی میں	فِيْ عُتُوٍّ	مہربان اللہ کے	الرَّحْمٰنِ
راستے پر	عَلٰى صِرَاطٍ	اور نفرت میں	وَّ نُفُوْرٍ	نہیں ہیں کفار	اِنَّ الْكٰفِرُوْنَ
سیدھے	مُسْتَقِيْمٍ	کیا پس جو شخص	اَمَّنْ	مگر دھوکے میں	اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ

### شُرک کا بطلان

اب دو آیتوں میں شرک کی مخالفت (کمزوری) کا بیان ہے، عبادت کسی نفع کی امید پر کی جاتی ہے، مشرکین بتائیں:

(۱) دونوں جگہ اَمَّنْ دو لفظ ہیں، اَم: استفہامیہ اور من بھی استفہامیہ، میم کا میم میں ادغام ہے، اور دونوں ساتھ ہیں، مگر ایک دوسرے پر داخل نہیں، حرف پر حرف داخل نہیں ہوتا، اَم کا مدخول ہذا ہے اور من کا مدخول ینصرکم اور یوزقکم ہیں، اس لئے اس کا ترجمہ وہاں کیا ہے۔

۱- کیا ان کے معبودوں کی بھیڑ (لشکر) — اللہ کو چھوڑ کر — ان کی کچھ مدد کرتی ہے؟ نہیں کرتی، مگر مشرکین فریب خوردہ ہیں، وہ اپنے معبودوں سے اس لگائے بیٹھے ہیں!

۲- بتاؤ! اگر اللہ تعالیٰ تمہاری روزی روٹی روک دیں تو کیا تمہارے معبودوں کا یہ لشکر تمہیں روزی پہنچا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! وہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں، تاہم مشرکین اللہ سے سرکشی اور نفرت میں پیر پسرے ہوئے ہیں! غرض: جب معبودانِ باطل سے کسی نفع کی امید نہیں، تو وہ ان کی سادھی پر اسن جمائے کیوں بیٹھے ہیں؟

﴿ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ ۗ اِنَّ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ۙ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِي يَزِيْرُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِسْقَتَهُ ۗ بَلْ لَجُوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ۙ ﴾

ترجمہ: کیا یہ جو کہ وہ تمہارا لشکر (بھیڑ) ہے: کون تمہاری مدد کرتا ہے اللہ کے سوا؟ نہیں ہیں کافر مگر دھوکہ میں! — کیا یہ جو (بھیڑ ہے) کون روزی پہنچائے گا تمہیں اگر اللہ اپنی روزی روک دیں؟ بلکہ وہ سرکشی اور نفرت میں گھسے ہوئے ہیں!

### مشرک اور موحد کی چال میں فرق

دنیا میں بھی اور محشر میں بھی مشرک اور موحد کی چال مختلف ہے، مشرک ناہموار راستہ پر اوندھا چلتا ہے، اس کے منزل مقصود تک پہنچنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے؟ اور موحد سیدھے راستہ پر آدمیوں کی طرح سیدھا چلتا ہے، وہ ضرور منزل مقصود تک پہنچے گا — اور میدانِ محشر میں بھی کفار اوندھے منہ چہرے کے بل چلیں گے اور موحدین سیدھے چلیں گے، نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اوندھے منہ چہرے کے بل کیسے چلے گا؟ آپ نے فرمایا: جو اللہ پیروں سے چلانے پر قادر ہے وہ چہرے کے بل بھی چلا سکتا ہے یعنی اس پر اجمالی ایمان رکھنا چاہئے۔

﴿ اَمَّنْ يَمِشِيْ مُكِبًا عَلٰٓى وُجُوْهِهٖۙ اِهْدٰى اَمَّنْ يَمِشِيْ سَوِيًّا عَلٰٓى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ ۙ ﴾

ترجمہ: کیا پس جو شخص اپنے چہرے کے بل اوندھا چلے گا/ چلتا ہے: وہ زیادہ راہ یاب ہے یا جو سیدھے راستہ پر سیدھا چلتا ہے؟

قُلْ هُوَ الَّذِيۓ اَنْشَاكُمْ وَجَعَلَ لَكُمْ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۙ قُلْ هُوَ الَّذِيۓ ذَرَاكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ مَنۢ هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۙ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاِنَّمَا

اَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً سَيِّئَتْ وُجُوهُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَدَّعُونَ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكْنِي اللَّهُ وَمَنْ مَعِيَ أَوْ رَحِمَنَا ۚ فَمَنْ يُجِيزُ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۝ قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ أَمَنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسْتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ ۝

۲۷۲

قُلْ هُوَ	کہو: وہی ہے	وَيَقُولُونَ	اور کہتے ہیں وہ	سَيِّئَتْ	بگڑ جائیں گے
الَّذِينَ	جس نے	فَعَنَ هَذَا	کب ہوگا یہ	وُجُوهُ	چہرے
أَنْفُسَكُمْ	تم کو پیدا کیا	الْوَعْدُ	وعدہ	الَّذِينَ	ان کے جنھوں نے
وَجَعَلَ لَكُمْ	اور تمہارے لئے بنائی	إِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	كَفَرُوا	انکار کیا
السَّمْعَ	سماعت	صَادِقِينَ	سچے	وَقِيلَ	اور کہا جائے گا
وَالْأَبْصَارَ	اور آنکھیں	قُلْ	کہو	هَذَا الَّذِي	یہ ہے وہ جو
وَالْأَفْئِدَةَ	اور دل	إِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ	كُنْتُمْ بِهِ	تھے تم اس کو
تَلِينًا مَّا	بہت ہی کم	الْعِلْمُ <sup>(۱)</sup>	(قیامت کا) علم	تَدَّعُونَ	مانگتے
تَشْكُرُونَ	شکر بجالاتے ہو تم	عِنْدَ اللَّهِ	اللہ کے پاس ہے	قُلْ	کہو
قُلْ هُوَ	کہو: وہی ہے	وَأَنَّمَا	اور اس کے سوا نہیں کہ	أَرَأَيْتُمْ <sup>(۳)</sup>	بتلاؤ
الَّذِي	جس نے	أَنَا نَذِيرٌ	میں ڈرانے والا ہوں	إِنْ أَهْلَكْنِي	اگر ہلاک کریں مجھے
ذَرَأْتُمْ	پھیلا یا تم کو	مُّبِينٌ	صاف صاف	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ
فِي الْأَرْضِ	زمین میں	فَلَمَّا	پس جب	وَمَنْ مَعِيَ	اور ان کو جو میرے
وَأَيْنِهِ	اور اسی کی طرف	رَأَوْهُ <sup>(۲)</sup>	دیکھیں گے وہ اس کو		ساتھ ہیں
تُحْشَرُونَ	جمع کئے جاؤ گے تم	زُلْفَةً	قریب	أَوْ رَحِمْنَا	یا میری فرمائیں ہم پر

(۱) العلم: الف لام عہدی ہے (۲) زلفہ: مصدر: اسم فاعل کے معنی میں ہے (۳) أَرَأَيْتُمْ: مماشات مع انھیں ہے یعنی تھوڑی

دور پٹا کر مخالف کو ساتھ لے چلنا، پھر جب موقع آئے جوت بجانا۔

فَمَنْ يُجِزْ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ أَمْتًا بِهِ	پس کون پناہ دے گا مکروں کو سزا ہے دردناک کہو وہ مہربان اللہ ہیں ایمان لائے ہم ان پر	وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي صَلْبِ مُبِينٍ قُلْ	اور انہی پر بھروسہ کیا ہم نے پس عنقریب جان لو گے تم کون ہے وہ گمراہی میں کھلی کہو	أَذَى يَبْتَلُو لَا تَأْخُذْ مَّا ذُكِّرْ عَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِنَسَاءٍ فَمُحِبِّينَ	بتلاؤ اگر صبح کو ہو جائے تمہارا پانی زمین میں اتر اہوا تو کون لائے گا تمہارے پاس چشمہ دار پانی
---	---	---	---	---	--

تین احسانات سے توحید پر استدلال اور ایمان کی ترغیب

اور درمیان میں قیامت کے بارے میں جلدی مچانے کا جواب

شرک کے بطلان کے بعد اب آخر میں تین احسانات سے توحید پر استدلال کر کے مشرکین کو ایمان کی دعوت دیتے ہیں:

۱- اللہ نے انسان کو پیدا کیا، اس کو سماعت، بصارت اور سمجھنے والا دل عطا فرمایا، علم کے ذرائع حواسِ خمسہ ہیں (سننا، دیکھنا، سو گھنا، چکھنا اور شٹلنا) مگر ہم آنکھ اور کان ہیں، زیادہ تر علوم انہی دو سے حاصل ہوتے ہیں، اس لئے انہی کا تذکرہ کیا ہے، اور دل اور اک کرتا ہے، ان گھوی سے کام لے کر انسان آسمان زمین کے قلابے (کرٹیاں) ملاتا ہے، اور ستاروں پر کندیس پھینکتا ہے۔ اسی سے انسان کو اشرف المخلوقات کا اعزاز حاصل ہوا ہے، مگر کفار و مشرکین اس احسان کی ذرا قدر نہیں کرتے، یہ محسن کا انکار ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ نے زمین میں انسانوں کو پھیلایا، زمین کا چپہ چپہ انسانوں کے وجود سے بھر گیا، آباد غیر آباد ہر جگہ انسان ملیں گے، بلکہ اب تو انسان سمندر کی تہ میں بھی آبادیاں بسانے کی سوچ رہا ہے، بلکہ زمین سے اٹھ کر ستاروں اور سیاروں پر جھنڈے گاڑنے جا رہا ہے، یہ کتنا بڑا احسان ہے! مگر انسان نے اس کی کیا قدر کی؟ یہ قدر کی کہ اس نے اپنے خالق و مالک کا انکار کر دیا یا اس کو چھوڑ کر اینٹ پتھر کو پوجنے لگا، مگر یاد رکھے! وہ جہاں تک بھی پھیلے گا: مرے گا ضرور! پھر قیامت کو دوبارہ زندہ ہو کر خدا کے حضور میں پہنچے گا، اور وہاں اس کا نامہ اعمال کھلے گا، لہذا اس کی فکر ضرور کرے!

ضمنی مضمون: جب بات یہاں تک پہنچی کہ: ﴿وَالَّذِينَ نَحْنُزُونَ﴾ تو مکرر قیامت بے تاب ہو کر بول

پڑے: ﴿هَٰذَا الْوَعْدُ﴾: لوگ کب اکٹھے کئے جائیں گے؟ قیامت کب آئے گی؟ اگر تم سچے ہو تو جلدی لے آؤ! ان کو رسول اللہ ﷺ کی زبان سے جواب دیا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم اللہ ہی کو ہے، اور میرا کام تو بس کھول کر بتا دینا ہے، تاکہ کوئی دھوکہ میں نہ رہے، البتہ تم جان لو کہ جب قیامت برپا ہوگی تو تمہاری شامت آئے گی، تمہارے چہرے گٹڑ جائیں گے، اور تم سے کہا جائے گا: یہ ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے!

پھر اس دن میرا اور میرے ساتھیوں کا کیا ہوگا؟ اس کو چھوڑو، اگر اس دن اللہ ہمیں سزا دیں یا ہم پر مہربانی فرمائیں تو ہمیں سب منظور ہے (یہ مماشات مع الخصم ہے) تم اپنی سوچو! تمہیں اس دن اللہ کے دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟ تمہارے لئے عذاب طے ہے! اور ہمیں تو رحمان (مہربان اللہ) بچائے گا، کیونکہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں، اور ہمارا بھروسہ انہی پر ہے، اس لئے وہی ہمارے کارساز ہونگے، مگر اس دن تمہارا کیا بنے گا؟ اس دن تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ آج دنیا میں گمراہی میں کون تھا: ہم یا تم؟ مگر اس دن معلوم ہونے سے کیا فائدہ ہوگا؟ فائدہ تو جب ہے کہ آج جان لو، اور اللہ پر اور اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ (مضمیٰ مضمون پورا ہوا)

۳- پانی حیوانات کی بنیادی ضرورت ہے، ہر جاندار کی نشوونما پانی سے ہوتی ہے: ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ مَحَلًّا لِّشَيْءٍ حَيٍّ﴾: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی تین چوتھائی پر سمندر پیدا کئے، وہاں سے پانی اٹھا کر ہر جگہ برساتے ہیں پھر اس کو زمین میں اسٹور کرتے ہیں، اور زیر زمین اس کے سوت چلتے ہیں، اور جگہ جگہ آبشاروں اور چشموں کی شکل میں پانی نمودار ہوتا ہے اور لوگ اور جاندار اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھی تالاب، آبشاریں اور چشمے ہیں، سوچو! اگر یہ سوت نیچے چلے جائیں تو چشمے کون بہا سکتا ہے۔ مگر انسان اس احسان کی کیا قدر کرتا ہے، محسن کا انکار کرتا ہے یا غیر سے کو لگاتا ہے۔

فائدہ: پہلے آبشاریں ٹپکتی تھیں اور چشمے پھوٹتے تھے، اور بے مشقت پانی ملتا تھا، پھر لوگوں نے کنویں بنانے شروع کئے تو سوت نیچے چلا گیا، پھر بجلی دریافت ہوئی اور ٹیوب ویل بننے لگے تو سوت اور نیچے چلا گیا اور کنویں خشک ہو گئے، مگر ٹیوب ویل بھی گرمیوں میں خشک ہو جاتے ہیں یا بجلی بھاگ جاتی ہے تو انسانوں اور جانوروں کے پینے کے پانی کے لالے پڑ جاتے ہیں، پس لوگو! اس نعمت کی قدر کرو!

﴿قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝﴾

ترجمہ: (پہلا احسان:) کہو: اس نے تم کو پیدا کیا، اور تمہارے لئے سماعت، بصارت اور دل بنائے، بہت ہی کم شکر



بجالاتے ہو تم! — (دوسرا احسان:) کہو: اسی نے تم کو زمین میں پھیلا دیا، اور اسی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے!  
﴿ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَلَمَّا رَاوْهُ زُلْفَةً سَيِّئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ يٰه تَدَّعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَايْتُمْ اِنْ اَهْلَكْنٰى اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمْنٰى ۙ فَمَنْ يُجِزِيْ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذٰبِ اِلٰهِمْ ۝ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اَمْتًا يٰه وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنٰى ۙ فَسْتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾

ترجمہ: (ضمنی مضمون:) اور وہ کہتے ہیں: کب پورا ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو؟ جواب دو: اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، اور میں صاف صاف ڈرانے والا ہی ہوں — پس جب دیکھیں گے وہ اس (قیامت کے دن) کو نزدیک تو بگڑ جائیں گے مکروں کے چہرے، اور کہا جائے گا: یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے — پوچھو! بتلاؤ: اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کریں یا ہم پر مہربانی فرمائیں — یعنی ہمیں دونوں باتیں منظور ہیں: یہ مماشات مع الخصم ہے — پس کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا — یعنی تم اپنی سوچو! — آپ کہیں: (یہ مماشات مع الخصم کے بعد تھپڑ ہے) وہی مہربان اللہ ہیں، ہم ان پر ایمان لائے ہیں، اور ہم نے ان پر بھروسہ کیا ہے — اس لئے قیامت کے دن وہ ہماری کار سازی فرمائیں گے — پس جلد تم جان لو گے اس شخص کو جو (آج دنیا میں) صریح گمراہی میں ہے — مگر اس دن جاننے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

﴿ قُلْ اَرَايْتُمْ اِنْ اَضْبَحَ مَآءٌ وَّكُنْهٖ غَوْرًا فَمَنْ يٰٓاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝ ﴾

ترجمہ: (تیسرا احسان:) پوچھو: بتلاؤ: اگر تمہارا پانی صبح کو زمین میں اتر جائے تو کون پانی کا چشمہ بہائے گا؟ — کوئی نہیں بہا سکتا!

﴿ جمعہ ۸ رزی قعدۃ ۱۴۳۷ھ = ۱۲ اگست ۲۰۱۶ء ﴾



کو عاتقا

(۶۸) سُورَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ (۲)

ایاتھا ۵۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا  
غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ فَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝ بِآيَاتِكَ الْمَفْتُونُ ۝  
إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۝ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝

ن	وَالْقَلَمِ	وَمَا	يَسْطُرُونَ <sup>(۱)</sup>	مَا أَنْتَ	بِنِعْمَةِ	رَبِّكَ	بِمَجْنُونٍ
نون	قلم کی قسم	اور جس کو	لوگ لکھتے ہیں	نہیں آپ	فضل سے	اپنے رب کے	دیوانے
وَإِنَّ	لَكَ	لَأَجْرًا	غَيْرَ مَمْنُونٍ	وَإِنَّكَ	لَعَلَىٰ خُلُقٍ	عَظِيمٍ	فَتُبْصِرُ
اور بیشک آپ کے لئے	البتہ بدلہ ہے	بے انتہا	اور بے شک آپ	البتہ اخلاق پر ہیں	بڑے	پس غریب دیکھیں آپ	اور دیکھیں گے وہ
بِآيَاتِكَ	الْمَفْتُونُ <sup>(۲)</sup>	إِنَّ رَبَّكَ	هُوَ أَعْلَمُ	بِمَنْ ضَلَّ	عَنْ سَبِيلِهِ	وَهُوَ أَعْلَمُ	بِالْمُهْتَدِينَ
کہ کون تم میں سے	فتنہ میں مبتلا ہے	بے شک آپ کا رب	وہ خوب جانتا ہے	اس کو جو بہکا	اس کے راستہ سے	اور وہ خوب جانتا ہے	راہ پانے والوں کو

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

### سورۃ القلم

اس سورت کا موضوع رسالت ہے، سورۃ الملک کا موضوع توحید تھا، یہ سورت ابتدائی دور کی ہے، اس وقت مخالفت زوروں پر تھی، جب نبی ﷺ نے دعوت کا آغاز کیا تو مشرکین نے آپ پر دیوانہ کی پھبتی کسی، کیونکہ آپ نے قوم کے عقائد کے خلاف دعویٰ کیا تھا کہ مورتیاں معبود نہیں ہو سکتیں، عبادت کے قابل اللہ کے سوا کوئی نہیں، بت بے علم و شعور ہیں اور کسی نفع و ضرر کے مالک نہیں، یہ باتیں مشرکین کے گلے نہیں اتریں، وہ اس دعوت کو پاگل پن اور آپ کو دیوانہ کہنے لگے،

(۱) ما: موصولہ کی طرف عائد محذوف ہے ای یسطرونہ (۲) المفتون: اسم مفعول: فتنہ میں مبتلا کیا ہوا اور فتن الشیء فلانا کے معنی ہیں: دیوانہ بنانا، پس مفتون کا ترجمہ مجنون بھی کرتے ہیں۔

سورت کے شروع میں چار طرح سے اس کی تردید کی ہے۔

مسئلہ: قسم صرف اللہ کی اور اللہ کی صفات کی جائز ہے، غیر اللہ کی قسم جائز نہیں، حدیث میں اس کو شرک کہا ہے، یعنی کبیرہ گناہ قرار دیا ہے، اب سوال یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ کائناتی چیزوں کی قسمیں کیوں کھائی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قسم کا روپ (صورت) ہے، حقیقت نہیں، قسم: بات کی تاکید کے لئے کھائی جاتی ہے، اور یہ قسمیں شہادت ہیں، ان کے بعد دعویٰ یا تو صراحتاً مذکور ہوتا ہے یا محذوف ہوتا ہے، اور آگے کی عبارت اس کا قرینہ ہوتی ہے، معارف القرآن شفیعی میں ہے: ”علماء نے فرمایا ہے کہ قرآن کریم میں حق تعالیٰ جس چیز کی قسم کھاتے ہیں وہ مضمون قسم پر ایک شہادت ہوتی ہے“ (۵۳۱:۸) یہ بات یاد رکھیں، آخری پاروں میں ایسی قسمیں بہت ہیں۔

قلم سے کونسا قلم مراد ہے؟ اس سورت کے شروع میں جو قلم کی قسم کھائی ہے: اس سے کونسا قلم مراد ہے؟ تین رائیں ہیں:

۱- تقدیر لکھنے والا قلم مراد ہے، عبد الواحد جو ضعیف راوی ہے کہتا ہے: میں مکہ پہنچا، میری ملاقات حضرت عطاء رحمہ اللہ سے ہوئی، میں نے کہا: اے ابو محمد! کچھ لوگ ہمارے یہاں (بصرہ میں) تقدیر میں گفتگو کرتے ہیں، یعنی تقدیر کا انکار کرتے ہیں، پس حضرت عطاء نے ولید سے، اور انھوں نے اپنے ابا حضرت عبادۃ بن الصامتؓ سے یہ حدیث روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، اور اس سے کہا: لکھ! پس وہ چلی اس چیز کے ساتھ جو اب تک ہونے والی ہے یعنی سب کچھ قلم تقدیر نے لکھ دیا (یہ حدیث ترمذی شریف ابواب القدر کے آخر (تحفہ: ۵۱۶:۵) میں مفصل ہے) — اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی تفسیر مروی ہے (درمنثور)

۲- فرشتوں کے قلم مراد ہیں جو انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں، یا ملا اعلیٰ کے قلم مراد ہیں، جو معاملات الہی لکھتے ہیں۔

۳- انسانوں کے عام قلم مراد ہیں جو علوم و تاریخ انسانی کے واقعات لکھتے ہیں، اور جس کا ذکر ﴿عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ میں آیا ہے، یا انسانوں کے خاص قلم مراد ہیں جو ”سیرت نبوی“ رقم کرتے ہیں — یہ آخری احتمال سب سے احسن ہے، آیتوں کے ساتھ زیادہ فٹ یہی احتمال ہے۔

چار طرح سے نبی ﷺ کے دیوانہ ہونے کی تردید

اس سب سے پہلے سیرت نبوی لکھنے والے قلم کی شہادت پیش کی ہے، اپنوں نے اور پراپوں نے، نظم و نثر میں اتنا کچھ لکھا ہے اور لکھیں گے کہ ایک کتب خانہ تیار ہو گیا ہے، کیا کسی دیوانے کے اتنے سوانح (حالات) لکھے گئے ہیں؟ ابھی ماضی قریب میں ایک عیسائی نے تاریخ انسانیت کے: ”سو بڑے آدمی“ (The 100) نامی کتب لکھی، اس میں اول نمبر نبی ﷺ کو دیا، جب وہ کتاب چھپی تو عیسائی دنیا میں کھلبلی مچ گئی، دوسرے ایڈیشن میں اس نے جواب دیا کہ میں نے

معیاریہ بنایا ہے کہ کس نے لوگوں کو کتنا متاثر کیا ہے؟ اور واقعہ یہ ہے کہ محمدؐ نے جتنا لوگوں کو متاثر کیا ہے اتنا کسی اور نے نہیں کیا، اس لئے میں نے ان کو ان کا صحیح مقام دیا ہے — دیوانہ تو بڑبڑاتا ہے، عقل و فہم کا پتلا ہی لوگوں پر اثر ڈالتا ہے: آفاقہا گردیدہ ام، مہربتاں ورزیدہ ام ❁ بسیار خوباں دیدہ ام، لیکن تو چیزے دیگری! (دنیا گھوم چکا ہوں، محبوبوں کی محبت دیکھ چکا ہوں ❁ بہت خوبیوں والے دیکھے ہیں، مگر آپؐ کوئی اور ہی چیز ہیں!)

۲- دوسری آیت میں: ﴿بِسْمِغَنَّا رَبِّنَا﴾ بڑھا کر ایک اور دلیل دی ہے، جس شخص پر اللہ کی نعمت و رحمت ہو وہ مجنون کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کو مجنون کہنے والا خود مجنون ہوتا ہے۔

۳- آپ ﷺ کا لایا ہوا دین دنیا کے آخر دن تک باقی رہے گا، ارشاد پاک ہے: ﴿وَرَضِينَا لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا یعنی قیامت تک تمہارا ہی دین رہے گا، اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین تجویز نہیں کیا جائے گا (تھانوی) اور ارشاد پاک ہے: ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ اور ہم نے آپؐ کے فائدے کے لئے آپؐ کا آواز بلند کیا، پس جب تک آپؐ کا لایا ہوا دین باقی رہے گا آپؐ کا ثواب جاری رہے گا: اللہ اعلیٰ الخیر کفاحلہ، اور واقعہ یہ ہے:

۱- اک نام مصطفیٰ ہے جو بڑھ کر گھٹا نہیں ❁ ورنہ پنہاں ہر عروج میں زوال ہے

۲- اور نبی ﷺ بلند اخلاق اور اعلیٰ خوبیوں کے مالک تھے، ایسی بلندی پر تھے کہ کوئی کوہ یا اس چوٹی کو سر نہیں کر سکا: حسن یوسف دم عیسیٰ، ید بیضا داری ❁ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری (یوسفؑ کی خوب صورتی، عیسیٰؑ کی پھونک، موسیٰؑ کے ہاتھ کی روشنی آپؐ رکھتے ہیں)

جو خوبیاں متفرق طور پر لوگ رکھتے ہیں وہ آپؐ تمہارے رکھتے ہیں

بتاؤ! تاریخ انسانیت میں کوئی ایسی خوبیوں والا پاگل گزرا ہے؟ سو عنقریب دنیا دیکھ لے گی کہ دیوانہ کون ہے: آپؐ یا آپؐ کو دیوانہ کہنے والے؟ اور بے راہ کون ہے اور سیدھی راہ پر کون ہے؟ یہ بھی سامنے آجائے گا۔

آیاتِ کریمہ: — ن — یہ عربی حروفِ ہجاء کا پچیسواں حرف ہے، اس کی مراد اللہ ہی، بہتر جانتے ہیں، قرآنِ کریم میں جو حروفِ مقطعات ہیں وہ آخری درجہ کے تشابہات ہیں، ان کے معانی سمجھنے کی سعی لا حاصل ہے — قلم کی اور ان تحریروں کی قسم جن کو لوگ لکھیں گے — یہ جنون کی نشانی کی ایڈوانس دلیل ہے — آپؐ اپنے پروردگار کے فضل سے دیوانہ نہیں — فرزانے (ہوشیار) ہیں، یہ نئی مع الدلیل ہے، جس پر اللہ کی نعمت و رحمت ہو وہ دیوانہ کیسے ہو سکتا ہے؟ — اور بے شک آپؐ کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے — اس میں اشارہ ہے کہ آپؐ کا لایا ہوا دین آخر تک رہے گا، اور کیا کسی پاگل کی تحریک دو دن بھی چلی ہے؟ یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ آپؐ مجنون نہیں — اور بے شک آپؐ

اخلاق کے اعلیٰ رتبہ میں ہیں۔ اور کیا پاگل میں اخلاق ہوتے ہیں؟ پس عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے دیوانہ کون ہے؟ بے شک آپ کا پروردگار اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے۔ اور اللہ کے سچے اور عظیم رسول کو دیوانہ بتلا رہا ہے۔ اور وہ خوب جانتا ہے اس کو جو اس کی راہ پر چلنے والا ہے۔ یعنی آپ ﷺ کی دعوت کے نتائج جب سامنے آئیں گے تو سب کو نظر آجائے گا کہ شیطان نے کس کی راہ ماری اور کون کامیابی کی منزل پر پہنچا۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ۝ وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ۝ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ  
مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۝ مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتْلٍ بَعْدَ ذَاكَ  
زَنِيمٍ ۝ اِنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝ اِذَا تُنْتَلَىٰ عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝  
سَسِمَةُ عَلِي الْخُرْطُوْمِ ۝

فَلَا تُطِعِ	پس نہ کہہ مائیں آپ	ہَمَّازٍ	بہت طعنے دینے والے کا	بَعْدَ ذَاكَ	اس کے بعد
الْمُكَذِّبِينَ	جھٹلانے والوں کا	مَشَّاءٍ	بہت چلنے والے کا	زَنِيمٍ	بدنام کا
وَدُّوا	چاہتے ہیں وہ	بِنَمِيمٍ	چغلی کے ساتھ	اِنْ كَانَ	اس وجہ سے کہ وہ
لَوْ تُدْهِنُ	اگر ڈھیلے پڑیں آپ	مَنَّاعٍ	بہت روکنے والے کا	ذَا مَالٍ	مال والا
فَيُدْهِنُونَ	تو ڈھیلے پڑیں وہ	لِّلْخَيْرِ	بھلے کاموں سے	وَبَنِينَ	اور بیٹوں والا ہے
وَلَا تُطِعْ	اور نہ کہہ مائیں آپ	مُعْتَدٍ	حد سے بڑھنے والے کا	اِذَا تُنْتَلَىٰ	جب پڑھی جاتی ہیں
كُلَّ حَلَّافٍ	بہت قسمیں کھانے والے کا	اَثِيمٍ	بڑے گنہگار کا	عَلَيْهِ	اس کے سامنے
مَّهِينٍ	بے قدر کا	عُتْلٍ	اجڑ کا	اٰيٰتُنَا	ہماری آیتیں

(۱) اَذْهَنَ فِي الْأَمْرِ: ڈھیلا پڑنا، نرمی برتنا (۲) حَلَّافٍ: صیغہ مبالغہ..... مہین: صفت مشبہ، مَهْنٌ (ک) حقیر ہونا..... هَمَّازٍ: صیغہ مبالغہ، هَمَزَةٌ (ض، ن) هَمَزًا: عیب لگانا، طعنہ دینا..... مَشَّاءٍ: صیغہ مبالغہ: بہت چلنے والا..... مَشَىٰ بِالنَّمِيمَةِ: چغلی لگانا..... مَنَّاعٍ: اسم مبالغہ، بہت روکنے والا..... مُعْتَدٍ: اسم فاعل، اعتدلی عن الحق: حق سے ہٹنا..... أَثِيمٍ: فعلیل: برائے مبالغہ: بڑا گنہگار، اَثِمٌ (س) اِثْمًا: گناہ کرنا..... عُتْلٍ: صیغہ صفت: سخت بد مزاج، اجڑ، عُتْلَةٌ (ض) سختی سے گھسیٹنا..... زَنِيمٍ: صفت مشبہ: بدنام، حرامی، زَنَمَ الشَّاةُ: بکری کے کان کا ایک حصہ کاٹ کر لٹکا ہوا چھوڑ دینا۔

فَالَ اَسْطُوذِ <sup>(۱)</sup>	(تو) کہتا ہے وہ: جھوٹی داستانیں ہیں	اَلَا وَاَلَيْبِنَ سَنَسِيْمَةُ <sup>(۲)</sup>	انگلوں کی ابھی داغ دین گے ہم اسکی	عَلَى الْخَطُوْمِ <sup>(۳)</sup> سونڈ پر!	سورة اقلیم
-----------------------------------	--	---	--------------------------------------	--	------------

### مشرکین نبی ﷺ کو دیوانہ کیوں کہتے تھے؟

مشرکین نبی ﷺ کو جو کائنات میں سب سے زیادہ فرزانے تھے دیوانہ اس لئے کہتے تھے کہ وہ اپنے ریوڑ (عوام) کو آپ سے دور رکھنا چاہتے تھے، لوگ آپ سے قریب ہو گئے تو متاثر ہو گئے اور ایمان لائیں گے، جیسے بدعتی: جب اہل حق ان کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہیں وہ مسجد کو دھوتے ہیں، اور کتا گھس جائے تو نہیں دھوتے، درحقیقت وہ چاہتے ہیں کہ ان کے عوام اہل حق سے قریب نہ ہوں، اس لئے دلوں میں اہل حق کی نفرت بٹھانے کے لئے وہ مسجد دھوتے ہیں، اسی طرح مشرکین نبی ﷺ کو پاگل کہہ کر بدنام کرتے تھے، تاکہ ان کے عوام آپ سے قریب نہ ہوں۔

البتہ اگر اہل حق ڈھیلے پڑ جائیں اور بدعتیوں کی ہاں میں ہاں ملائیں تو وہ ان کو گلے لگائیں گے، اس لئے فرماتے ہیں: آپ ان کی بات کا اثر قبول نہ کریں، اپنی بات پر مضبوط رہیں۔

﴿فَاَلَا نُنَبِّئُ الْمُنَافِقِينَ ﴿۱﴾ وَذُوًا لَّوْنًا ذٰهَبًا ﴿۲﴾ فَيَذَرُوهُمْ كَمَا يَذَرُوهٖمُ كَمَا يَذَرُوهٖمُ كَمَا يَذَرُوهٖمُ﴾

ترجمہ: پس آپ ان تکذیب کرنے والوں کی نہیں — ان کی بکواس سے دل گیر نہ ہوں — وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ ڈھیلے پڑیں — یعنی صورتوں کی نسبت اپنا رویہ بدل دیں — تو وہ بھی ڈھیلے پڑیں — یعنی پھر آپ ان کو بھانے لگیں گے، آپ عقلمند ہو جائیں گے، اور وہ آپ کے قریب آئیں گے، مگر ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟

### نبی ﷺ کو دیوانہ کون کہتا ہے؟

چھلنی کہتی ہے جس میں ستر سوراخ ہوتے ہیں!

مکہ میں ایک شخص تھا، مالدار اور جتھے والا، ولید بن مغیرہ اس کا نام لکھتے ہیں، وہ بدنام زمانہ اور عیوب کی پوٹ تھا، لوگوں میں اس کی چار پیسے کی وقعت نہیں تھی، مال اور اولاد کے ذریعہ رعب جماتا تھا، سورۃ المدثر آیت گیارہ اور اس کے بعد کی آیات میں بھی اس کا ذکر ہے، وہ نبی ﷺ کے بارے میں کہتا پھرتا تھا کہ یہ شخص پاگل ہے، اس سے بچو! جبکہ وہ خود برائیوں کا پلندہ تھا، قرآن نے اس کے نو عیوب ذکر کئے ہیں: ۱- وہ بات بات میں قسم کھاتا تھا، ایسا شخص جھوٹا ہوتا ہے ۲- لوگوں میں اس کی کچھ وقعت نہیں تھی ۳- عزت داروں کو طعنے دیتا تھا ۴- لگائی بھائی اس کا مشغلہ تھا ۵- بھلے کاموں

(۱) اَسْطُوذِہ کی جمع: مذہبی جھوٹی داستان (۲) نَسِيْمُ: ہم نشان لگائیں گے، مضارع، جمع متکلم و سَمَمَہ (ض) و سَمَمَا و سَمَمَا: داغ لگانا (۳) خَرَطُوْم: جمع خَرَطِيْم: درندہ کی ناک، اور زیادہ تر اس کا اطلاق ہاتھی اور خنزیر کی ناک پر ہوتا ہے۔

سے لوگوں کو روکتا تھا ۶۔ شرارتوں میں حد سے بڑھا ہوا تھا ۷۔ گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا ۸۔ اجڈ اور سخت مزاج تھا ۹۔ اور بدنام (حرامی) بھی تھا، وہی آپ گو بدنام کرتا تھا۔

وہ یہ حرکت کیوں کرتا تھا؟ اس وجہ سے کہ وہ مال دار اور اولاد والا تھا، کہتے ہیں: اس کے دل لڑکے تھے، اور سب مجلس مشاورت کے ممبر تھے، ان کے ذریعہ لوگوں پر دھونس بٹھاتا تھا، جب نبی ﷺ اس کو قرآن سناتے تو وہ اس کو اگلوں سے منقول مذہبی جھوٹی داستانیں قرار دیتا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”ہم عنقریب اس کی سوند (ناک) پر داغ لگائیں گے“ جس سے وہ اور بدنام ہوگا، جزاء سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٍ مِثْلُهَا!

﴿وَلَا تُطِئْ كُلَّ حَلْفٍ مَّهِينٍ ۚ هَكَذَا مَثَلٌ ۚ بَنِيهِمْ ۚ مَنَاءٌ تَلْخِيْرٌ مُّغْتَدٍ اٰثِيْمٍ ۚ عْتَلٍ بَعْدَ ذٰلِكَ زَيْمٍ ۚ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِيْنَ ۚ اِذَا تُنْتَلٰٓءُ عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسٰطِيْرٌ اَلَا وَاٰلِيْنَ ۚ سَنَسِفُهٗ عَلَی الْخٰرِطُوْمِ ۙ﴾

ترجمہ: اور آپ اس شخص کی بات نہ مانیں جو: (۱) بہت زیادہ قسمیں کھانے والا (۲) بے وقعت (۳) طعنہ دینے والا (۴) چغلیاں کھانے والا (۵) نیک کاموں سے روکنے والا (۶) سرکشی میں حد سے گزرنے والا (۷) گناہوں کا ارتکاب کرنے والا (۸) اجڈ (سخت مزاج) ہے (۹) اور ان (عیوب) کے علاوہ وہ بدنام (حرامی) بھی ہے، بایں سبب (وہ یہ حرکت کرتا ہے) کہ وہ مال والا اور اولاد والا ہے، جب ہماری آیتیں اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے: اگلوں سے منقول بے سند باتیں ہیں! ہم عنقریب (دنیا میں یا آخرت میں) اس کی سوند پر داغ لگائیں گے!

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرُنَّهٗنَّا مُصْبِحِيْنَ ۙ وَلَا يَسْتَشْنُوْنَ ۙ فَطَافَ عَلَيْهَا طٰٓئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نٰٓسٌ مُّؤْمِنُوْنَ ۙ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۙ فَتَنَّا دُوًّا مُّصْبِحِيْنَ ۙ اِنْ اَعْدُوْا عَلٰٓى حٰزِرِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۙ فَاَنْطَلَقُوْا وَهُمْ يَخٰفَتُوْنَ ۙ اِنْ لَا يَدُ خُلِنَہَا الْيَوْمَ عَلَيكُمْ مَّسْكِيْنَ ۙ وَغَدَا عَلٰٓى حٰرِدٍ قٰدِرِيْنَ ۙ فَكَلِمًا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَصٰٓلُوْنَ ۙ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُوْنَ ۙ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَكُمْ لَوْ لَا تَسْبِحُوْنَ ۙ قَالُوْٓا سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۙ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰٓى بَعْضٍ يَتَتَلٰٓءَا وَمُوْتٌ ۙ قَالُوْٓا يٰوَيْلَنَا اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۙ عَسٰ رَبُّنَا اَنْ يُبَدِّلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا اِنَّا اِلٰٓهَ رَبِّنَا لَمَرْغُوبُوْنَ ۙ كَذٰلِكَ الْعٰدَابُ ۙ وَلِ الْعٰدَابِ الْاٰخِرَةُ

## اَكْبُرُ مَلَكًا تَوَّابًا يَعْلَمُونَ ۝

اِنَّا لَنَصَّاتُونَ	پیشک ہم راستہ بھول گئے	مُضِجِينَ	پیشک ہم نے ان کو آزما یا	اِنَّا لَنَكُونُهُمْ	پیشک ہم نے ان کو آزما یا
بَلْ نَحْنُ	بلکہ ہم	اِنَّ اَعْدَا	جس طرح ہم نے آزما یا	كَمَا بَاكُونَآ	جس طرح ہم نے آزما یا
مَعْرُومُونَ	محروم ہیں	عَلَىٰ حَرْثِكُمْ	باغ والوں کو	اَصْحَابِ الْجَنَّةِ	باغ والوں کو
قَالَ	کہا	اِنَّ كُنْتُمْ	جب تمہیں کہا میں انھوں نے	اِذْ اَقْبَمُوا	جب تمہیں کہا میں انھوں نے
اَوْ سَطَّهْمُ (۵)	ان کے بہتر نے	طَبْرٍ مِّبِينَ	کہ ضرور پھل توڑیں	لِيَصْرُفَهُمْهَا (۱)	کہ ضرور پھل توڑیں
اَلَمْ اَقُلْ	کیا نہیں کہا تھا میں نے	فَاَنْطَلَقُوا	گے وہ اس کا	مُضِجِينَ (۲)	گے وہ اس کا
لَكُمْ	تم سے	وَهُمْ	صبح کے وقت	وَلَا يَسْتَشْتُونَ	صبح کے وقت
كُلُوا تَسْبِخُونَ	کیوں نہیں پاکی بیان کرتے تم	يَتَخَفَتُونَ	اور ان شاء اللہ نہیں کہا	اِنھوں نے	اور ان شاء اللہ نہیں کہا
قَالُوا	کہا انھوں نے	اِنَّ لآ	پس اس پر گھا	فَطَافَ عَلَيْهَا	پس اس پر گھا
سُبْحٰنَ رَبِّنَا	پاک ہیں ہمارے پروردگار	اَلْيَوْمَ	ایک گھومنے والا	طَافٌ	ایک گھومنے والا
اِنَّا كُنَّا	بے شک تھے ہم	عَلَيْكُمْ	تیرے رب کی طرف سے	مِّنْ رَبِّكَ	تیرے رب کی طرف سے
ظٰلِمِيْنَ	ظسور وار	وَسٰكِيْنَ	در انحالیکہ وہ	وَهُمْ	در انحالیکہ وہ
فَاَقْبَلَ	پس متوجہ ہوا	وَقَدَا	سوائے ہوئے تھے	نَا يَبُونَ	سوائے ہوئے تھے
بَعْضُهُمْ	ان کا بعض	عَلَىٰ حَرْثٍ (۳)	پس صبح میں ہو کر رہ گیا وہ	فَاَصْبَحَتْ	پس صبح میں ہو کر رہ گیا وہ
عَلَىٰ بَعْضٍ	بعض کی طرف	فَلِدَارِيْنَ	پھل توڑے ہوئے	كَالصَّيْرِ (۴)	پھل توڑے ہوئے
يَتَكَلَّمُونَ	ملامت کر رہے ہیں وہ	فَاَتَارَاؤَهَا	درخت کی طرح	فَكُنَّا دَا	پس ایک دوسرے کو
	ایک دوسرے کو	قَالُوا	پکارا انھوں نے		پکارا انھوں نے

(۱) لِيَصْرُفَهُمْ: مضارع، لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ، صیغہ جمع مذکر غائب، صَرَمَ النخل: پھل توڑنا (۲) مَصْبِحِينَ: قائل سے حال ہے (۳) صَرِيم: فعلیل بمعنی اسم مفعول: کاٹا ہوا (۴) علی حرد: قادرین سے متعلق ہے، اور حرد کے معنی ہیں: روکنا، ندوینا (تھاوی) (۵) او وسط: درمیانی یعنی افضل۔



اور البتہ سزا	وَلَعَذَابُ	اس بارغ سے بہتر	خَيْرًا مِّنْهَا	کہا انھوں نے	قَالُوا
آخرت کی	الْآخِرَةِ	بے شک ہم	إِنَّا	ہائے کم بختی ہماری!	يُؤَيِّنَنَا
(اس سے) بڑی ہے	أَكْبَرُ	اپنے رب کی طرف	إِلَىٰ رَبِّنَا	بے شک تھے ہم	إِنَّا كُنَّا
کاش ہوتے وہ	لَوْ كَانُوا	رغبت کرنے والے ہیں	مُرْغَبُونَ	حد سے بڑھنے والے	طُغْيَانٌ
جانتے	يَعْلَمُونَ	یوں	كَذَلِكَ	ہو سکتا ہے ہمارا پروردگار	عَنْ رَبِّنَا
❁	❁	آفت آتی ہے	الْعَذَابُ	کہ بدل دے ہمیں	أَنْ يُبَدِّلَنَا

### اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو خوش حالی سے آزما یا

سنتِ الہی یہ ہے کہ جب کسی قوم میں کوئی نبی مبعوث کیا جاتا ہے، اور قوم مخالفت پر کمر بستہ ہو جاتی ہے تو پہلے ان کو تنگ حالی سے آزما یا جاتا ہے، پھر اگر وہ سیدھے نہیں ہوتے تو تنگ حالی کو خوش حالی سے بدل دیا جاتا ہے، اس پر بھی شکر گزار نہیں ہوتے تو عذابِ الہی آتا ہے، سورۃ الاعراف کی (آیات ۹۳ و ۹۵) ہیں:

﴿ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَضْتَرُّونَ ۝ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السُّبُتِ الْحُسْنَىٰ حَتَّىٰ عَفَوْا وَقَالُوا قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ فَأَخَذْنَاهُمْ بَعْتَةً ۝ وَهُمْ لَا يُشْعُرُونَ ۝ ﴾

ترجمہ: اور ہم نے کسی ہستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے محتاجی اور بیماری میں نہ پکڑا ہو، تاکہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں ۰ پھر ہم نے اس بد حالی کی جگہ خوش حالی بدل دی، یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی، اور وہ (خوش فہمی سے) کہنے لگے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو بھی تنگی اور راحت پیش آئی تھی، پس ہم نے ان کو دفعہ پکڑ لیا، اور ان کو خبر بھی نہ تھی! (تھاوئی)

مگر مکہ کے مشرکین کے ساتھ — جب انھوں نے نبی ﷺ کی دعوت کی مخالفت کی — برعکس معاملہ فرمایا، پہلے ان کو خوش حالی سے آزما یا، جب وہ ایمان نہیں لائے اور مخالفت تیز کر دی تو نبی ﷺ نے ان کے لئے بد دعا کی: اللھم! سنین کسینین یوسف: الہی! ان پر یوسف علیہ السلام کے زمانے جیسا سات سالہ قحط مسلط فرما! چنانچہ ہجرت کے بعد سخت قحط پڑا، مردار، چمڑے اور ہڈیاں کھانے کی نوبت آئی، فضا میں دھواں نظر آنے لگا، ابوسفیان مدینہ آیا، اور ناتے کا واسطہ دے کر دعا کی درخواست کی، آپؐ نے دعا فرمائی اور لوگ نہال ہو گئے، اس سورت میں جو ابتدائی دور کی ہے یہ مضمون ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے: گفتہ آید در حدیث دیگران! اور آخر میں اشارہ کیا ہے کہ اگر مشرکین سنبھل جائیں اور ایمان لے

آئیں تو ان کی خوش حالی باقی رہے گی، جیسے باغ والے اللہ کی طرف رجوع ہوئے تو اللہ نے ان کو بہتر باغ اور کھیت عنایت فرمائے، ورنہ ان پر اچانک آفت آئے گی۔

باغ والوں کا واقعہ: یمن میں ایک نیک آدمی تھا، اللہ نے اس کو بڑا باغ اور اس میں کھیتی کی زمین دی تھی، اس کا معمول تھا کہ جب باغ اترتا اور کھیت کٹتا تو وہ غریبوں اور مسکینوں کو نوازتا، اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے وارث ہوئے، ان کی نیت بگڑی، انھوں نے سوچا: غریب غریب کیوں لے جائیں، ہمیں سب کیوں نہ رکھ لیں! چنانچہ جب باغ اور کھیت کے کٹنے کا وقت آیا اور مساکین امید باندھے بیٹھے تھے کہ انھوں نے رات میں مشاورت کی کہ صبح جلدی چلو، اور غریبوں کو بھٹک نہ پڑے اس طرح باغ اور کھیت کاٹ لاؤ، اور ایسا پکا پلان بنایا کہ ان شاء اللہ کہنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی، پھر صبح سویرے ایک دوسرے کو اٹھایا، اور سب چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے تاکہ مساکین جاگ نہ جائیں کہ آج کسی غریب کو موقع ہی نہ دو کہ آدھمکے!

ادھر رات میں باغ اور کھیت پر کوئی آفت آئی، بگولا آیا اس نے سب کچھ خاکستر کر دیا، جب وہ لوگ موقع پر پہنچے تو وہاں سنسان میدان پایا، پہلے تو انھوں نے سمجھا: ہم راستہ بھول کر غلط جگہ آ گئے، پھر گرد و نواں میں غور کیا تو کہنے لگے: ہماری قسمت پھوٹی! سب کچھ برباد ہو گیا! اس موقع پر جو بیٹہ اچھا بھائی تھا: اس نے کہا: میں نے رات میں مشورے کے وقت کہا نہ تھا کہ ایسا مت سوچو! غریبوں کا حق مارنا اچھا نہیں! اور اب اللہ کی پائی کیوں بیان نہیں کرتے کہ یہ اللہ نے ظلم نہیں کیا، ہمارے چٹھن (کرتوت) کی سزا ہے۔ پھر سب بھائی ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے، اور سب نے اپنے جرم کا اعتراف کیا، تو اللہ نے ان کو اس سے بہتر باغ اور کھیت دیا۔

اور اس میں مشرکین کے لئے اشارہ ہے کہ تم بھی اگر اپنی خوش حالی پر شکر بجالاؤ گے تو تمہاری خوب چاندی ہوگی، ورنہ اچانک آفت آئے گی اور تم کفِ افسوس ملتے رہ جاؤ گے، اور آخرت کا عذاب جو تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے وہ تو اس سے کہیں زیادہ بڑا ہے، کاش تم سمجھو!

آیاتِ پاک: — ہم نے ان (مکہ والوں) کی آزمائش کی — اور ان کو خوش حال اور نہال کیا — جیسے باغ والوں کی آزمائش کی، جب ان لوگوں نے باہم قسمیں کھائیں — یعنی پکا پلان بنایا — کہ وہ ضرور باغ کا پھل صبح چل کر توڑ لیں گے! اور انھوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا — کیونکہ ان کو اپنے پلان کی کامیابی کا یقین تھا، اس لئے انھوں نے ان شاء اللہ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھی!

ایک واقعہ: ایک شخص جیب میں دس ہزار روپے ڈال کر بیٹھ میں گھوڑا خریدنے چلا، راستہ میں ایک دوست ملا، پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ کہا: بیٹھ میں گھوڑا خریدنے جا رہا ہوں، دوست نے کہا: ان شاء اللہ کہہ لو، کہنے لگا: جیب میں پیسے ہیں،

بازار میں گھوڑا ہے، ان شاء اللہ کی کیا ضرورت ہے!

خیر! پیٹنڈھ میں پہنچا، بھیڑ میں جیب کٹ گئی، گھوڑے کا سودا کیا، جیب میں ہاتھ ڈالا تو آر پار! مجبوراً سودا ختم کر کے گھر لوٹا، راستہ میں اور دوست ملا، پوچھا: کہاں سے آرہے ہو؟ کہنے لگا: ان شاء اللہ گھر سے چلا تھا، ان شاء اللہ دس ہزار روپے جیب میں ڈالے تھے، ان شاء اللہ پیٹنڈھ میں پہنچ کر گھوڑے کا سودا کیا، ان شاء اللہ پیسوں کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا ان شاء اللہ جیب کٹ چکی تھی، اس لئے ان شاء اللہ اب گھر جا رہا ہوں! اب ان شاء اللہ کی قدر معلوم ہوئی۔

پس اس باغ پر ایک پھرنے والا پھر گیا آپ کے پروردگار کی طرف سے — رات کو گولا اٹھا، آگ لگی یا اور کوئی آفت آئی، اور سب کھیت اور باغ صاف ہو گیا — اور وہ سورہے تھے، پس صبح کو وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کٹا ہوا کھیت، پس وہ صبح کے وقت ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو: اگر تمہیں پھل توڑنا ہے — پس وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے کہ آج تم تک کوئی محتاج نہ آنے پائے! اور خود کو نہ دینے پر قادر سمجھ کر چلے! پھر جب اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے: واقعی ہم راستہ بھول گئے، بلکہ ہماری قسمت پھوٹی!

ان میں جو اچھا آدمی تھا اس نے کہا: کیا میں نے تم سے کہا تھا! — کہ ایسی بات مت سوچو؟ اب — تم اللہ کی پائی کیوں بیان نہیں کرتے! — کہ یہ اللہ نے ظلم نہیں کیا بلکہ ہماری حرکت کی سزا ہے — سب نے کہا: ہمارا پروردگار پاک ہے، بے شک ہم قصور وار ہیں — یہ سب نے توبہ کی — پھر ایک دوسرے کو الزام دینے لگے — ناکامی کے وقت ایک دوسرے کو الزام دینے کا معمول ہے — انہوں نے کہا: بے شک ہم حد سے نکلنے والے تھے — یعنی سب نے اپنے قصور کا اعتراف کیا — ہو سکتا ہے ہمارا پروردگار ہمیں اس کے بدلے میں اس سے اچھا باغ دیدے، بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہوتے ہیں — یہ ان بھائیوں نے اللہ تعالیٰ سے امید باندھی، اور یہی ان کی دعا تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی امید پوری کی، اور ان کو بہتر باغ دیا۔

مشرکین سے خطاب: — (دنیا میں) عذاب اسی طرح آتا ہے، اور آخرت کا عذاب (اس سے) بڑا ہے، کیا خوب ہوتا جو وہ لوگ سمجھتے! — اور متقیوں کا انجام آگے آرہا ہے۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٍ النَّعِيمِ ۝ أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ۝  
مَا لَكُمْ لَوْ كُنْتُمْ كَافِرِينَ ۝ أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ۝ إِنْ لَكُمْ فِيهِ لَمَّا  
تَخَيَّرُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ آيْمَانٌ عَلَيْنَا بِالْغَيْبِ ۝ إِنْ لَكُمْ لَمَّا تَحْكُمُونَ ۝

سَلَّمَهُمْ أَيُّهُمْ يَدْلِكُ زَعِيمٌ ۖ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ ۖ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِنْ  
كَانُوا صَادِقِينَ ﴿۱۰﴾

بے شک	فِيهِ	جس میں	لَمَّا	البتہ وہ ہے جو
پرہیزگاروں کے لئے	تَذَرُّونَ	تم پڑھتے ہو	تَحْكُمُونَ	تم فیصلہ کرتے ہو
ان کے رب کے پاس	إِنْ لَكُمْ	(کہ) بیشک تمہارے لئے	سَلَّمَهُمْ	پوچھوان سے
باغات ہیں	فِيهِ	اس (کتاب) میں	أَيُّهُمْ	ان میں سے کون
نعمتوں کے	لَمَّا	البتہ وہ ہے جو	يَدْلِكُ	اس کا
کیا پس گردا نہیں گہم	تَخَيَّرُونَ	پسند کرتے ہو تم	زَعِيمٌ	ذمہ دار ہے
فرمان برداروں کو	أَمْرًا لَكُمْ	یا تمہارے لئے	أَمْ لَهُمْ	یا ان کے لئے
گنہگاروں کی طرح	أَيَّمَانٍ	کوئی عہد و پیمان ہے	شُرَكَاءُ	ساتھی ہیں
تمہیں کیا ہوا	عَلَيْكُمْ	ہمارے ذمے	فَلْيَأْتُوا	پس چاہئے کہ لائیں وہ
کیسے فیصلہ کرتے ہو	بِالْعَهْدِ	بچنے والا	بِشُرَكَائِهِمْ	اپنے ساتھیوں کو
یا تمہارے لئے	إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ	قیامت کے دن تک	إِنْ كَانُوا	اگر ہوں وہ
کوئی کتاب ہے	إِنْ لَكُمْ	(کہ) بیشک تمہارے لئے	صَادِقِينَ	سچے

### متقیوں کا انجام اور مشرکوں کی خام خیالی

قرآن کریم کفار و مشرکین کا انجام بیان کرنے کے بعد متقیوں کا انجام بیان کرتا ہے، اور یاد ہو گا کہ یہ سورت ابتدائی دور کی ہے، اس وقت کفار مکہ کو خوش حالی سے آزما جا رہا تھا، فرماتے ہیں: تم دنیا کے باغ و بہار پر کیا رتھ رہے ہو: آخرت میں کفر و شرک سے بچنے والوں کے لئے باغات ہوں گے جو تمہاری موجودہ حالت سے کہیں بہتر ہوں گے، جن میں ہر قسم کی نعمتیں ہوں گی۔

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ النَّعِيمِ ﴿۱۰﴾﴾

ترجمہ: بے شک پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس — یعنی آخرت میں — نعمتوں کے باغات ہیں! مشرکین کی خام خیالی: مشرکوں کے دماغ میں یہ بھوسا بھرا ہوا تھا کہ اگر قیامت کے دن مسلمانوں پر عنایت ہوگی تو ہم پر ان سے بہتر اور بڑھ کر ہوگی، اور جس طرح دنیا میں ہم کو اللہ نے عیش و رفاہیت میں رکھا ہے، وہاں بھی یہی معاملہ

رہے گا، اس کو فرماتے ہیں کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وفادار غلام اور مجرم باغی کبھی برابر ہو سکتے ہیں؟ ایسا ہو تو خالی مونگ پھلی اور گری والی مونگ پھلی برابر ہو گئیں! اس کو عقل سلیم اور فطرت صحیحہ رد کرتی ہے۔ پھر کیا کوئی نقلی دلیل تمہارے خیال کی تائید میں ہے؟ کیا کسی آسمانی کتاب میں یہ بات پڑھتے ہو کہ جو تم اپنے لئے پسند کرو گے وہی تمہیں ملے گا؟ اور تمہاری خواہشات پوری کی جائیں گی۔ اور اللہ نے اس دنیا میں تو سب کو روزی پہنچانے کا وعدہ کیا ہے: پس کیا آخرت میں بھی اس کا وعدہ ہے؟ جو ایسا دعویٰ کرتا ہے وہ اس کو ثابت کرے۔ اور اگر مشرکین اس خیال میں ہیں کہ ان کے دیوتا ان کا کلیان (صاحب اقبال) کریں گے تو بلا لائیں ان کو اور اپنی من مانی کاروائی کرادیں، لیکن یاد رکھیں! وہ عابدوں سے بھی زیادہ عاجز اور بے بس ہیں، وہ ان کی کیا مدد کریں گے، خود اپنی مدد نہیں کر سکتے۔

آیات پاک:۔ پس کیا ہم فرمان برداروں کو (آخرت میں) نافرمانوں کے برابر کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہوا: تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو کہ بالیقین تمہارے لئے اس (کتاب) میں وہ چیز (لکھی) ہے جس کو تم پسند کرتے ہو؟ یا تمہارے لئے ہمارے ذمہ کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں، جو قیامت کے دن تک پہنچنے والی ہیں کہ تمہیں (آخرت میں) وہ چیز ملے گی جس کا تم فیصلہ کر رہے ہو، ان سے پوچھو: ان میں سے کون اس کا ذمہ دار ہے؟ کیا ان کے کچھ سا جھی ہیں؟ پس پیش کریں وہ اپنے ساتھیوں کو اگر وہ سچے ہیں۔

تفسیر: قسمیں چڑھی ہوئی ہیں: یعنی تم نے اللہ پر واجب کر رکھا ہے، اس دنیا میں تو اللہ نے خود اپنے ذمہ رزق رسائی واجب کی ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآئِبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا عَلَی الْاَلْوَانِیِّ رِزْقًا﴾ رہا آخرت کا معاملہ تو وہاں کفار سے اللہ نے کوئی وعدہ نہیں کیا کہ ان کو آخرت میں بھی نعمتیں دیں گے، قیامت کے دن تک پہنچنے والی: کا یہی مطلب ہے۔

یَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعُونَ اِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَجِيبُونَ ﴿٥﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرَاهُمْ ذَلَّةً ۗ وَقَدْ كَانُوا يُدْعُونَ اِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَلِيمُونَ ﴿٦﴾

یَوْمَ	جس دن	فَلَا يَسْتَجِيبُونَ	پس وہ طاقت نہیں کھیں گے	وَقَدْ كَانُوا	اور تحقیق تھے وہ
يُكْشَفُ	کھولی جائے گی	خَاشِعَةً	جھکی ہوئی ہوگی	يُدْعُونَ	بلائے جاتے تھے
عَنْ سَاقٍ	پنڈلی	اَبْصَارُهُمْ	ان کی نگاہیں	اِلَى السُّجُودِ	سجدوں کی طرف
وَيُدْعُونَ	اور وہ بلائے جائیں گے	تَرَاهُمْ	چھائی ہوئی ہوگی ان پر	وَهُمْ	در انحالیکہ وہ
اِلَى السُّجُودِ	سجدہ کرنے کی طرف	ذَلَّةً	رسوائی	سَلِيمُونَ	صحیح سلامت تھے

## میدانِ قیامت میں حق تعالیٰ ساق کی تجلی ظاہر فرمائیں گے

حق تعالیٰ میدانِ قیامت میں اپنی ساق (پنڈلی) کھولیں گے یعنی معمولی تجلی فرمائیں گے اور اہل محشر کو سجدہ کرنے کی دعوت دیں گے اس وقت تمام مومنین و مومنات سجدہ میں گر پڑیں گے، مگر اعتقادی منافقین اور کفار کی کمر نہیں مڑے گی، ان کی کمر تختہ ہی ہو کر رہ جائے گی، محشر میں ایسا اس لئے کیا جائے گا کہ مومن و کافر اور مخلص و منافق صاف طور پر کھل جائیں، اور ہر ایک کی اندرونی حالت حسی طور پر مشاہد ہو جائے۔

اس دن منافقین و کفار کی ندامت و شرمندگی دکھی نہیں جائے گی، ان کے چہروں پر بولیٹ (سیاہی) برس رہی ہوگی، کیونکہ دنیا میں ان کو سجدہ کا حکم دیا گیا تھا جبکہ وہ صحیح سالم تھے، اپنے اختیار سے سجدہ کر سکتے تھے، مگر کبھی اخلاص سے سجدہ نہیں کیا، اس کا اثر یہ ہوا کہ استعداد ہی ختم ہو گئی، اب وہ چاہتے ہوئے بھی سجدہ نہیں کر سکے۔

آیاتِ پاک: — جس دن پنڈلی کھولی جائے گی، اور وہ (کفار) سجدہ کرنے کے لئے بلائے جائیں گے: پس وہ سجدہ نہ کر سکیں گے، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوگی، ان پر رسوائی چھائی ہوئی ہوگی، وہ لوگ سجدے کرنے کے لئے (دنیا میں) بلائے جاتے تھے دراصل خالیکہ وہ صحیح سالم تھے۔

فائدہ: ساق (پنڈلی) يد (ہاتھ) اور وجہ (چہرہ) کی طرح صفتِ تشابہ ہے، اور صفاتِ تشابہات کے بارے میں سلف کا مذہب تزییح التفویض ہے، پس اس کو ماننا اور اس کی کیفیت کو اللہ کے حوالے کرنا ضروری ہے، اور اس کی تاویل ”معمولی تجلی“ ہے، اور اس کی شرح بخاری شریف کی حدیث میں ہے:

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: ”ہمارے پروردگار اپنی پنڈلی کھولیں گے، پس سجدہ کرے گا اس کو ہر مومن مرد و زن، اور باقی رہ جائے گا وہ شخص جو دنیا میں دکھانے اور سنانے کے لئے سجدہ کرتا تھا، یعنی منافق، وہ سجدہ کرنا چاہے گا، پس ہو جائے گی اس کی پیٹھ ایک تختہ!“

تشریح: پنڈلی اللہ کی صفت ہے ہاتھ اور چہرے کی طرح، اس کی حقیقت اللہ ہی جانتے ہیں، اور سمجھانا یہ ہے کہ اس خاص تجلی کے ظہور کے وقت سب سجدہ میں گر پڑیں گے، مگر کافروں اور منافقوں کی کمر اکڑ کر رہ جائے گی، وہ دن پس تختہ کے مانند ہو جائے گی، اس وقت مومن و کافر، اور مومن و منافق کافر فرق کھل جائے گا۔

فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَذَا الْحَدِيثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥﴾  
أَمْ لِي لَهُمْ مِرَاتٍ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿٦﴾

اور ڈھیلے سہا ہوں میں ان کو	وَأَمِلَى كُهُمَّ	بندرتج پکڑ رہے ہیں ہم ان کو	سَنَسْتَدْرِجُهُمْ قَوْنٍ حَيْثُ لَا يَعْشُرُونَ	پس چھوڑیے مجھے اور اس کو جو جھٹلاتا ہے اس بات (قرآن) کو	فَذَارِعْنِي وَمَنْ يُكْذِبْ بِهَذَا الْعَدْوِيَّتِ
--------------------------------	----------------------	--------------------------------	--	--	--

### اللہ کی لالچی میں آواز نہیں

مکہ کے مشرکین کو عذاب ہونا تو یقینی ہے، مگر جو تھوڑی دیر ہو رہی ہے وہ آپ کے لئے باعثِ تشویش نہ ہو، اللہ تعالیٰ گناہ کی سزا اس طرح دیتے ہیں کہ مجرم کو گمان بھی نہیں ہوتا، آپ ان کا معاملہ میرے حوالے کریں، میں خود ان سے نمٹ لوں گا، میں ان کو اس طرح آہستہ آہستہ دوزخ کی طرح لے جاؤں گا کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلے گا، رتی ڈھیلی چھوڑتا رہوں گا، وہ اپنی حالت پر لگن ہونگے کہ میرا عذاب ان کو آ پکڑے گا، میری تدبیر ایسی پکی ہے کہ کوئی اس کا توڑ نہیں کر سکتا، یہ ایک پیشین گوئی ہے جو اسلام کی ابتدا میں کی گئی، اس کا ظہور ہجرت کے بعد بدر وغیرہ میں ہوا۔

آیاتِ پاک: پس چھوڑیے مجھے اور ان لوگوں کو جو اس کلام کو جھٹلاتے ہیں، ہم ان کو آہستہ آہستہ لے جا رہے ہیں اس طرح کہ ان کو خبر بھی نہیں، اور میں ان کو ڈھیل دے رہا ہوں، بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ۗ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ ۗ  
فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۗ وَلَا  
أَنْ تَدْرِكَهُ نِعْمَةُٰ رَبِّهِ لِيُبْذِيَ بِالْعَرَاءِ ۗ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۗ فَاجْتَبِهْ رَبَّهُ فَجَعَلَهُ  
مِنَ الصَّالِحِينَ ۗ وَإِنْ يَكْفُرُوا الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا  
الذِّكْرَ وَبِقَوْلُونَ إِنَّهُ لَكَجُنُودٌ ۗ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۗ

کیا مانگتے ہیں آپ ان سے	مُثْقَلُونَ	دبے ہوئے ہیں	يَكْتُمُونَ	(اس کو) لکھتے ہیں
کوئی معاوضہ	أَمْ عِنْدَهُمْ	یا ان کے پاس	فَاصْبِرْ	پس انتظار کریں آپ
پس وہ	الْغَيْبُ	غیب (کی خبر) ہے	لِحُكْمِ	حکم کا
تاوان سے	فَهُمْ	پس وہ	رَبِّكَ	اپنے رب کے

اپنی نظروں کے ذریعہ	بِأَبْصَارِهِمْ	در انحالیکہ وہ	وَهُوَ	اور نہ ہوں آپ	وَلَا تَكُنْ
جب	لَمَّا	الزام خوردہ ہوتا	مَذْمُومٌ	مچھلی والے کی طرح	كَصَاحِبِ الْعُوتِ
سنی انہوں نے	سَمِعُوا	پس چن لیا اس کو	فَأَجْتَبَاهُ	جب پکارا اس نے	إِذْ نَادَىٰ
نصیحت	الذَّكْرَ	اس کے رب نے	رَبَّهُ	در انحالیکہ وہ دکھتا ہوا تھا	وَهُوَ مَكْظُومٌ
اور کہتے ہیں وہ	وَيَقُولُونَ	پس گردانا اس کو	فَجَعَلَهُ	اگر نہ ہوتی یہ بات کہ	لَوْلَا أَن
بے شک وہ	رَأَيْتَهُ	نیک لوگوں میں سے	وَمِنَ الصَّالِحِينَ	سنجال لیا اس کو	تَذَكَّرَهُ
یقیناً پاگل ہے	لَعَجْنُونَ	اور بے شک قریب ہیں	وَأَن يَكَادُ	مہربانی نے	نِعْمَتَهُ
حالانکہ نہیں ہے وہ	وَمَا هُوَ	جنھوں نے	الَّذِينَ	اس کے رب کی	مِن رَّبِّهِ
مگر نصیحت	إِلَّا ذِكْرٌ	انکار کیا	كَفَرُوا	(تو) البتہ ڈالاجاتا	كُنِيدًا
سارے جہانوں کیلئے	لِلْعَالَمِينَ	کہ پھسلا دیں آپ کو	لِيُذْفِقُونَكَ	چٹیل میدان میں	بِالْعَرَاءِ

### رسول کی بات نہ ماننے کی وجہ

افسوس! مشرکین جہاں کی طرف جارہے ہیں مگر آپ کی بات نہیں مانتے، آخر نہ ماننے کی وجہ کیا ہے؟ (۱) کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں جو ان کو بھاری پڑ رہا ہے؟ (۲) یا ان کے پاس وحی آتی ہے: جس کو وہ قرآن کی طرح لکھ لیتے ہیں؟ اس لئے آپ کی اتباع کی ضرورت نہیں سمجھتے! آخر کوئی وجہ تو ہونی چاہئے! — جب ان پر کچھ بار بھی نہیں ڈالاجاتا اور وحی سے استغناء بھی نہیں تو بات نہ ماننے کا سبب، جبر و عناد اور مٹ دھری کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

﴿أَفَرَأَيْتَهُمْ إِجْرًا فَهُمْ مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ۗ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ ۗ﴾

ترجمہ: کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ اس تاوان (بوجھ) سے دبے جارہے ہیں؟ یا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے، پس وہ اس کو لکھ لیتے ہیں۔

ابھی وطن چھوڑنے کا وقت نہیں آیا، آپ یونس علیہ السلام کی طرح جلدی نہ کریں

مشرکین نے نبی ﷺ کے لئے مکہ میں جینا حرام کر دیا تھا، ہر طرف سے پاگل! پاگل! کی آوازیں آتی تھیں، ایسی صورت میں آدی سوچتا ہے کہ کہیں اور نکل جاؤں، ملک خدا تنگ نیست پائے گدا تنگ نیست! اس لئے ارشاد فرماتے ہیں: ابھی وطن چھوڑنے کا وقت نہیں آیا، آپ حضرت یونس علیہ السلام کی طرح جلدی نہ کریں، جب وقت آئے گا حکم الہی آئے گا، اس وقت قدم نکالیں۔



حضرت یونسؑ نبوی والوں کی ہدایت کے لئے سمعوٹ کئے گئے تھے، یہ شہر دریائے نمرات کے کنارے پر تھا، آپ نے عرصہ تک ان پر محنت کی مگر نتیجہ صفر رہا، بالآخر آپ نے عذاب کی اطلاع دی، پھر چونکہ یہ ہوئی کہ ہجرت کی اجازت کے بغیر چل دیئے، یہ خیال کر کے کہ جب عذاب آنا ہے تو میرا یہاں کیا کام! حالانکہ وہاں ان کی ضرورت تھی، قوم توبہ کرنے والی تھی، اور عذاب ٹل جانے والا تھا، اس لئے کشتی میں ان کو ابتلا پیش آیا، اس لئے فرمایا کہ آپ ان کی طرح جلدی نہ کریں، اور یونس علیہ السلام کا تذکرہ سورۃ یونس (آیت ۹۸) سورۃ الانبیاء (آیات ۸۷ و ۸۸) اور سورۃ الصافات (آیات ۱۳۹-۱۴۸) میں آچکا ہے۔

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْهُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۗ لَوْلَا أَن تَذَرِكَهُ نِعْمَةٌ مِّن رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۖ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝﴾

ترجمہ: پس آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں اور مچھلی والے (پنچمبر) کی طرح نہ ہوں، جب اس نے دعا کی درانحالیکہ اس کا دم گھٹنا ہوا تھا۔ یعنی مچھلی کے پیٹ میں دعا کی۔ اگر احسانِ الہی اس کی دستگیری نہ کرتا تو وہ بد حالی کی حالت میں کھلے میدان میں ڈالا جاتا، پس اس کو اس کے رب نے برگزیدہ کیا، اور اس کو نیک لوگوں میں شامل کیا۔ اور حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ نبی ﷺ یونس بن متی سے بہتر ہیں!

مشرکین آپ کو گھبرا کر مقام صبر سے ڈمگانا چاہتے ہیں، آپ اپنی جگہ جمے رہیں

اِذْ لَقِيَ فُلَانًا بَيْصُرَهُ (باب افعال) کے معنی ہیں: کسی کو انتہائی غضبناک نگاہ سے دیکھنا کہ وہ لڑکھڑا جائے یا لڑکھڑانے کے قریب ہو جائے، مجرد لَقِيَ بَيْصُرَهُ کے بھی یہی معنی ہیں، کفار مکہ آپ کو غضبناک اور ترچھی نگاہوں سے دیکھتے تھے، تاکہ آپ کو اپنے مقام سے لغزش دیدیں اور جب وہ اللہ کا کلام سنتے تھے تو کہتے تھے: یہ دیوانے کی بڑ ہے! اسے مت سنو! فرماتے ہیں: یہ کلام تو تمام جہاں والوں کے لئے نصیحت اور ان کی صلاح و فلاح کا ضامن ہے، ایسا کلام کہیں کوئی پاگل کہہ سکتا ہے؟ شروع سورت میں کفار کے اسی طعن کا مدلل جواب دیا ہے، ختم سورت پر اسی کا ایک دوسرے انداز سے جواب دیا ہے۔

﴿وَأَن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُنزِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَعَوْا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَنْجُونٌ ۖ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝﴾

ترجمہ: بے شک (شان یہ ہے کہ) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منکرین جب قرآن سنتے ہیں تو آپ کو غضبناک نظروں سے دیکھ کر اپنے مقام سے پھسلا دیں گے، اور کہتے ہیں: بالیقین وہ پاگل ہے! حالانکہ یہ قرآن جہانوں کے لئے نصیحت ہے!

کسی انسان کو نظر لگ جائے تو اِن یکا د سے آخر تک پڑھ کر دم کریں اثر زائل ہو جائے گا (حسن بصریؒ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ الحاقہ

اس سورت کا اور آئندہ سورت کا موضوع آخرت (قیامت) ہے، بالترتیب مضامین چل رہے ہیں، سورۃ الملک میں توحید کا اور اقلیم میں رسالت کا بیان تھا، یہ تینوں مضامین مالف سے بعید ہیں، اس لئے مکی دور کی پچاسی سورتوں میں یہی مضامین بار بار مختلف پیرایوں میں بیان کئے گئے ہیں، اور کلام الہی کا اعجاز یہ ہے کہ تکرار کہیں محسوس نہیں ہوتی، اس سورت میں قیامت کے تحقق وقوع کا بیان ہے، یعنی قیامت کا آنا ایک پکی بات ہے، اس میں ذرا شک کی گنجائش نہیں، اور آئندہ سورت میں منکرین قیامت کی تہذیب کی تفصیل ہے، اور اس سورت میں چار مضامین ہیں:

۱- قیامت کی خبر ایک پکی بات ہے، اور اس کو اس طرح مدلل کیا ہے کہ جن قوموں نے اس کا انکار کیا وہ ہلاک کی گئیں، اقوامِ خمسہ (قوم نوح، عاد، ثمود، فرعون اور قوم لوط) کا ذکر کیا ہے، انھوں نے پیغمبروں کا انکار کیا، توحید کو نہیں مانا اور انھوں نے آخرت کی جو خبر دی اس کو جھٹلایا، اس لئے صرفہ ہستی سے مٹا دی گئیں، یہ دلیل ہے کہ قیامت کی خبر پکی ہے، جو اس کا انکار کرے گا وہ تباہ ہوگا (یہ مضمون آیت بارہ تک ہے)

۲- قیامت کا حادثہ کس طرح رونما ہوگا؟ اس دن آسمانوں کا کیا حال ہوگا؟ (یہ مضمون آیت ۱۸ تک ہے)

۳- قیامت کے دن لوگ دو قسموں میں منقسم ہونگے: دائیں ولے اور بائیں ولے، پھر ہر ایک کی جزاؤں کا بیان ہے (یہ مضمون پہلے رکوع کے ختم تک ہے)

۴- قیامت کے وقوع کو نزول قرآن کی مثال سے سمجھایا ہے، یہ اہم مضمون ہے، کچھ حقائق مرنی اور کچھ غیر مرنی ہوتے ہیں، دونوں کے مجموعہ سے قرآن کا نزول ہوا ہے، تفصیل آگے آئے گی، اسی طرح آخرت جو غیر مرنی ہے دنیا سے قریب آئے گی جو مرنی ہے، اور دونوں کے امتزاج سے قیامت قائم ہوگی، پھر دنیا کا آخرت کی طرف عروج ہوگا، پھر آخرت تاابد چلتی رہے گی۔





سوار کیا تم کو	مَحَلِّكُمْ	گناہوں کے ساتھ	بِالْخَاطِئَةِ	کھوکھلے	خَاوِيَةً
چلتی کشتی میں	فِي الْجَارِيَةِ	پس نافرمانی کی انھوں نے	فَعَصَوْا	پس کیا دیکھتا ہے تو	فَهَلْ تَرَى
تا کہ بنا میں ہم اس کو	لِنَجْعَلَهَا	اپنے رب کے رسول کی	رَسُولَ رَبِّهِمْ	ان میں سے	لَهُمْ
تمہارے لئے	لَكُمْ	پس پکڑا ان کو	فَاَخَذَهُمْ	کوئی بچا ہوا؟	مَنْ بَاقِيَةٍ
یادگار	تَذَكُّرًا	پکڑنا	اَخَذَ ذُّ	اور آیا	وَجَاءَ
اور یاد رکھیں اس کو	وَعِبْرَةً (۲)	تباہ کرنے والا (سخت)	رَّأْيِيَّةٌ (۱)	فرعون	فِرْعَوْنَ
کان	اُذُنٌ	بے شک ہم نے جب	اِنَّا لَنَا	اور جو ان سے پہلے ہوئے	وَمَنْ قَبْلَكَ
یاد رکھنے والے	وَاَعْيُنًا	پانی ابلا	طَعْنَا الْمَاءَ	اور لٹی ہوئی بستیوں والے	وَالْمُؤْتَفِكُتْ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

قیامت کا واقعہ ایسا قطعی ہے کہ جس نے اس کا انکار کیا ہلاک ہوا

سوال کبھی احتضار (ذہن حاضر کرنے) کے لئے ہوتا ہے، اور یہاں استفہام (سوال) کا جواب محذوف ہے، یعنی وہ پکا واقعہ: قیامت کا واقعہ ہے، اور قرینہ پانچ قوموں کا ذکر ہے جو قیامت کا انکار کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں، ارشاد فرماتے ہیں: وہ پکلی بات! وہ پکلی بات کیا ہے؟ اور آپ جانتے ہیں وہ پکلی بات کیا ہے؟ — وہ قیامت ہے — شمود اور عاد نے اس کھٹکھٹانے والے واقعہ کو جھٹلایا، پس شمود تو ایک زور کی آواز سے ہلاک کئے گئے — بھونچال آیا، اس کی بھیا تک آواز سے سب کھیت رہے! — اور رہے عاد تو وہ بے قابو ہونے والی نہایت ٹھنڈی تیز تند ہوا سے ہلاک کئے گئے، اللہ نے اس کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن مسلط کیا، پس دیکھتا ہے تو ان لوگوں کو ان دنوں میں کچھڑا ہوا، گویا وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں — وہ لوگ قدر آور تھے، اس لئے کھجور کے تنوں سے تشبیہ دی اور بے جان ہو گئے تھے اس لئے کھوکھلے کہا — پس کیا تجھے ان میں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے؟ — نہیں! بچے اور عورتیں سب ہلاک ہو گئے — اور فرعون نے اور اس سے پہلے والوں نے — یعنی قوم نوح اور عاد و شمود نے۔

سوال: عاد و شمود کا ذکر آگیا؟ جواب: وہ ان کی ہلاکت کا ذکر تھا، اب ان کے ارتکاب جرم کا ذکر ہے — اور لٹی ہوئی بستیوں نے بڑے قصور کئے — کیا قصور کئے؟ — سو انھوں نے اپنے پروردگار کے پیامبر کی نافرمانی کی (۱) راویہ: سختی میں بڑھا ہوا، رَبَا الشَّيْءُ: زیادہ ہونا (۲) وَعَى يَعَى وَعَيًْا: یاد رکھنا۔

— اس کی باتوں کو نہیں مانا — پس اللہ نے ان کو بہت سخت پکڑا — یہ چار قوموں کا ذکر ہوا: عاد، ثمود، فرعون اور قوم لوط کا، آگے پانچویں قوم کا ذکر ہے — بے شک ہم نے جب پانی میں طغیانی آئی تو تمہیں چلتی کشتی میں سوار کیا، تاکہ ہم اس واقعہ کو تمہارے لئے ایک یادگار بنائیں، اور اس کو یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں!

سوال: کان کی تخصیص کیوں کی؟ بوجھتا تو دل ہے!

جواب: بعد کے لوگ کتابوں میں یہ واقعہ پڑھیں گے یا سنیں گے جہی دل یاد رکھے گا، اس لئے ابتدائی مرحلہ کا ذکر کیا۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْحَةٌ وَاحِدَةٌ ۖ وَ حُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً ۖ فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۖ وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ ۖ وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَنِيَةٌ ۗ فَيَوْمَئِذٍ نَعْرِضُنَا لَكَ تَخْفٌ مِّنْكُمْ خَافِيَةٌ ۗ

فَإِذَا	پس جب	دَكَّةً وَاحِدَةً <sup>(۲)</sup>	ایک بار کوٹنا	وَيَحْمِلُ	اور اٹھائے ہوئے ہوں گے
نُفِخَ	پھونکا جائے گا	فَيَوْمَئِذٍ	پس اس دن	عَرْشَ رَبِّكَ	آپ کرب کے تخت کو
فِي الصُّورِ	ترنگے میں	وَقَعَتِ	ہو پڑے گا	فَوْقَهُمْ	اپنے اوپر
نَفْحَةٌ <sup>(۱)</sup>	پھونکنا	الْوَاقِعَةُ	ہو پڑنے والا واقعہ	يَوْمَئِذٍ	اس دن
وَاحِدَةٌ	ایک بار	وَانْشَقَّتِ	اور پھٹ جائے گا	ثَمَنِيَةٌ	آٹھ (فرشتے)
وَ حُمِلَتِ	اور اٹھائی جائے گی	السَّمَاءُ	آسمان	يَوْمَئِذٍ	اس دن
الْأَرْضُ	زمین	فَهِيَ يَوْمَئِذٍ	پس وہ اس دن	نَعْرِضُنَا	تم پیش کئے جاؤ گے
وَالْجِبَالُ	اور پہاڑ	وَاهِيَةٌ	بودا ہوگا	لَا تَخْفَىٰ	نہیں پوشیدہ ہوگی
فَدُكَّتَا	پس کوٹ دیئے جائیں گے دونوں	وَالْمَلَكُ	اور فرشتے	مِّنْكُمْ	تمہاری
		عَلَىٰ أَرْجَائِهَا <sup>(۳)</sup>	آسمان کناروں پر ہوں گے	خَافِيَةٌ	ادنیٰ سی بات

(۱) نفحۃ: ہو مزدوف کی خبر ہے، نائب فاعل نہیں، جیسے: ضُرب فی ظہرہ ضربۃً واحِدَةً اُمی ہو ضربۃً واحِدَةً (۲) دکۃ واحِدۃ: مفعول مطلق ہے (۳) ارجا کی جمع: جانب، کنارہ۔

جب قیامت کا حادثہ رونما ہوگا تو آسمان، زمین اور پہاڑوں وغیرہ کا کیا حال ہوگا؟

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا، ارشاد فرماتے ہیں: — پس جب صور میں پھونکا جائے گا: (وہ) ایک پھونکنا (ہے) — یعنی یکبارگی پھونکنا ہے یا تھوڑی دیر کے لئے پھونکنا ہے — اور زمین اور پہاڑ اٹھائے جائیں گے — وہ اپنے تئیں کو چھوڑ دیں گے — پھر دونوں ایک ہی مرتبہ میں باہم ٹکرائیں جائیں گے — اور کوٹ پیٹ کر ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے — تو اس دن ہونے والا واقعہ ہو پڑے گا — یعنی وہی وقت قیامت کے برپا ہونے کا ہوگا — اور آسمان پھٹ جائے گا — وہ آسمان جس میں لاکھوں سال گزرنے پر بھی کہیں شکاف نہیں پڑا پھٹنا شروع ہوگا — اور وہ اس دن بالکل بودا ہوگا — جیسے پُرانا بوسیدہ کپڑا پھٹتا ہے آسمان پھٹنے لگے گا — اور فرشتے اس کے کناروں پر آجائیں گے — آسمان درمیان سے پھٹنا شروع ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر چلے جائیں گے — اور آپ کے پروردگار کے شاہی تخت کو اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہونگے — اب عرش عظیم کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں، اُس دن چار اور ساتھ لگیں گے، اور ایسا اظہار جلال و اکرام کے لئے ہوگا — اس دن تمہاری پیشی ہوگی — سب اللہ کی عدالت میں حاضر کئے جائیں گے — تمہاری ادنیٰ بات پوشیدہ نہیں ہوگی — کسی کی کوئی نیکی بدی چھپی نہیں رہے گی، سب کچھ اللہ کے علم میں ہوگا، اور انصاف سے فیصلہ ہوگا۔

فائدہ: جس طرح مادرائے طبعی دنیا (حاکم آخرت) کے معاملات کو ابھی پوری طرح نہیں سمجھ سکتے، جنت کے نیچے نہریں کیسے بہ رہی ہیں؟ اس کے میوے کس طرح جھکے ہوئے ہیں؟ حور و غلمان کی حقیقت کیا ہے؟ اسی طرح جہنم کے احوال کو بھی تقریباً ہی سمجھ سکتے ہیں، یہ معاملات اچھی طرح اس وقت سمجھ میں آئیں گے جب ہم آخرت میں پہنچیں گے۔

اسی طرح مستقبل (آئندہ) کے معاملات بھی ابھی ہم پوری طرح نہیں سمجھ سکتے، دھندلا سا تصور کر سکتے ہیں، جیسے یا جوج و ما جوج آسمان کی طرف جو تیر چلائیں گے: ان کی نوعیت کیا ہوگی؟ وہ وقت بتائے گا، ابھی ہم اس کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے — قیامت میں پیش آنے والے معاملات بھی مستقبل کی باتیں ہیں، زمین اور پہاڑ کیسے ٹکرائیں گے؟ آسمان کیسے پھٹے گا؟ یہ باتیں وقت پر سمجھ میں آئیں گی، ابھی ان کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے، لہذا اس سلسلہ میں دماغ سوزی کی ضرورت نہیں، میں بھی قیامت سے متعلق آیات کا صرف ترجمہ کر رہا ہوں، میں ابھی اس کی کوئی تشریح نہیں کر سکتا۔

فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِمِيزَانٍ ۖ فَيَقُولُ هَذَا مَا أَدْرَاكَ ۖ إِنَّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلْئِقٌ حِسَابِيَّ ۖ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۖ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۖ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ۖ

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۖ وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ  
بِشْمَالِهِ ۖ فَيَقُولُ يَلِيَّتَنِي كَمْ أُوْتِيَ كِتَابِيهِ ۖ وَلَمْ أَدْر مَا حِسَابِيهِ ۖ يَلِيَّتَهَا  
كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۖ مَا آغْنَىٰ عَنِّي مَالِيهِ ۖ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيهِ ۖ  
خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ۖ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۖ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا  
فَأَسْلُكُوهُ ۖ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۖ وَلَا يَحِضُّ عَلَىٰ طَعَامِ  
الْمُسْكِينِ ۖ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هُمْنًا حَمِيمٌ ۖ وَلَا طَعَامًا إِلَّا مِنْ غَسِيلِينَ ۖ لَا  
يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ۖ

فَأَمَّا مَنْ	پس رہا جو	فِي عَيْشَةٍ	گذران میں ہوگا	الْخَالِيَةِ	گذرے ہوئے
أُوْتِيَ	دیا گیا	رَاضِيَةً	من مانے	وَأَمَّا مَنْ	اور رہا جو
كِتَابَهُ	اس کی کتاب	فِي جَنَّتِهِ	باغ میں	أُوْتِيَ	دیا گیا
بِشْمَالِهِ	اس کے بائیں ہاتھ میں	عَالِيَةً	اونچے	كِتَابَهُ	اس کی کتاب
فَيَقُولُ	پس کہے گا وہ	فُطُوفُهَا	اس کے میوے	بِشْمَالِهِ	اس کے بائیں ہاتھ میں
هَٰؤُلَاءِ	لو	دَارِنِيَّةٌ	جھکنے والے ہیں	فَيَقُولُ	پس وہ کہے گا:
اِقْرَأُوا	پڑھو	كُلُوا	کھاؤ	يَلِيَّتَنِي	کیا اچھا ہوتا
كِتَابِيهِ	میری کتاب	وَاشْرَبُوا	اور پیو	كَمْ أُوْتِيَ	نہ دیا جاتا میں
إِنِّي كَلَنْتُ	پیشک میں نے گمان کیا	هَنِيئًا	رجح کر	كِتَابِيهِ	میری کتاب
أَنِّي مُلِقٌ	کہ مجھے ملنے والا ہے	بِمَا أَسْلَفْتُمْ	ان اعمال کے بدل جو	وَلَمْ أَدْر	اور نہ جانتا میں
حِسَابِيهِ	میرا حساب	فِي الْأَيَّامِ	آگے بھیجے تم نے	مَا حِسَابِيهِ	کیا حساب ہے میرا
فَهُوَ	پس وہ		دنوں میں	يَلِيَّتَهَا	کیا اچھا ہوتا وہی موت

(۱) هَٰؤُلَاءِ: اسم فعل بمعنی خذوا (۲) کتابیہ: مضاف الیہ، اور آخر میں ہا سکتہ کی ہے (۳) ہنیا ای اکلًا وشربا ہنیا، مفعول مطلق ہے۔

کھلانے پر	عَلَا طَعَامٍ	پھر	ثُمَّ	ختم کر دینے والی ہوتی	كَانَتْ الْقَاضِيَةَ
فقیر کے	الْيَسْكِينِ	ایک زنجیر ہے	فِي سِلْسِلَةٍ	کچھ کام نہیں آیا	مَا آغْنَى
پس نہیں ہے	فَلَيْسَ	جس کی پیائش	ذَرَعَهَا	میرے	عَقْبِي
اس کے لئے	لَهُ	ستر	سَبْعُونَ	میرا مال	مَالِيَهُ
آج	الْيَوْمَ	گزرے	ذِرَاعًا	برباد ہوئی	هَكَكَ
یہاں	هَهُنَا	پس اس کو جکڑو	فَأَسْلُكُوهُ	مجھ سے	عَقْبِي
کوئی غم گسار دوست	حَمِيمٍ	بے شک وہ تھا	إِنَّهُ كَانَ	میری سلطنت	سُلْطَنِيَّةَ
اور نہیں ہے کھانا	وَلَا طَعَامٍ	نہیں ایمان لایا تھا	لَا يُؤْمِنُ	پکڑو اس کو	خُذُوهُ
مگر دھوون سے	لَا مِنْ غَسِيلِينَ	اللہ پر	بِاللَّهِ	پس طوق پہناؤ اس کو	فَعَلُوهُ
نہیں کھاتے اس کو	لَا يَأْكُلُهُ	سب سے بڑے	الْعَظِيمِ	پھر دوزخ میں	ثُمَّ أَجْحِلِمِ
مگر گنہگار	إِلَّا الْخَاطِئُونَ	اور نہیں ابھارتا تھا	وَلَا يَحْضُنُّ	ٹھونسو اس کو	صَلْوَةَ

قیامت کے دن لوگوں کی دو قسمیں ہوں گی: اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال، اور دونوں کے احوال اصحاب الیمین: — پھر جس شخص کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا — سابقین کو بھی دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا — وہ کہے گا: لو، پر پھر میرا نامہ اعمال! مجھے یقین تھا کہ میرے سامنے میرا حساب آنے والا ہے، پس وہ شخص پسندیدہ عیش میں بہشت بریں میں ہوگا، جس کے میوے جھلکے ہوئے ہوں گے — ان سے فرشتے کہیں گے: — مزے سے کھاؤ پیو، ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے گذشتہ ایام میں کئے ہیں!

اصحاب الشمال: — اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ کہے گا: کیا اچھا ہوتا جو مجھ کو میرا نامہ اعمال نہ دیا جاتا، اور مجھ کو میرے حساب کی خبر ہی نہ ہوتی، کیا اچھا ہوتا کہ پہلی موت ہی پر خاتمہ ہو جاتا، میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا، میرا جاہ بھی گیا گذرا ہوا — فرشتوں کو حکم ہوگا: — اس کو پکڑو، اور اس کو طوق پہناؤ، پھر اس کو دوزخ میں جھونکو، پھر ایک ایسی زنجیر میں اس کو باندھو جس کی پیائش ستر گز ہے — زنجیر کا لمبا اور بھاری ہونا ایک مستقل عذاب ہے — وہ شخص خدائے بزرگ پر ایمان نہیں رکھتا تھا، نہ غریب کو کھلانے کی ترغیب دیتا تھا، پس یہاں آج اس شخص کا نہ کوئی غم گسار دوست ہے، اور نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز نصیب ہوگی، سوائے (جنہیوں کے) زخموں کے دھوون کے، جس کو بڑے گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا!



فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصَرُونَ ۚ وَمَا لَا تُبْصَرُونَ ۚ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۙ  
 وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُوْمَنُونَ ۚ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا  
 تَدَّكَّرُونَ ۚ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۚ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۚ  
 لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۚ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۚ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ  
 أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ۚ وَإِنَّهُ لَتَذِكْرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ۚ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ  
 مُّكَذِّبِينَ ۚ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِينَ ۚ وَإِنَّهُ لِحَقِّ الْيَقِينِ ۚ فَسَبِّحْ بِاسْمِ  
 رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۙ

۲۰

فَلَا <sup>(۱)</sup>	پس نہیں	وَلَا بِقَوْلِ	اور نہیں ہے بات	لَأَخَذْنَا	ضرور پکڑتے ہم
أُقْسِمُ	قسم کھاتا ہوں میں	كَاهِنٍ	کسی غیب کی خبریں	مِنْهُ	اس کو
بِمَا تُبْصَرُونَ	ان کی جن کو تم دیکھتے ہو	وَمَا لَا	دینے والے کی	بِالْيَمِينِ <sup>(۲)</sup>	دائیں ہاتھ سے
وَمَا لَا	اور ان کی جن کو تم نہیں	تَدَّكَّرُونَ	بہت ہی کم	ثُمَّ لَقَطَعْنَا	پھر ضرور کاٹ دیتے ہم
تُبْصَرُونَ	دیکھتے	تَنْزِيلٌ	دھیان دیتے ہو تم	مِنْهُ	اس کی
إِنَّهُ لَقَوْلُ	بے شک وہ (قرآن)	مِّن رَّبِّ	(وہ) اتارنا ہے	الْوَتِينَ	دل کی رگ کو
رَسُولٍ كَرِيمٍ <sup>(۲)</sup>	بات سمعہ زفر ستار کی	الْعَالَمِينَ	پروردگار کی طرف سے	فَمَا مِنْكُمْ	پس نہ ہوتا تم میں سے
وَمَا هُوَ	اور نہیں ہے وہ	وَلَوْ تَقَوَّلَ <sup>(۳)</sup>	جہانوں کے	مِنْ أَحَدٍ	کوئی بھی
بِقَوْلِ	بات	عَلَيْنَا	اور اگر گھڑتا وہ (پیغمبر)	عَنْهُ	اس کو
شَاعِرٍ	کسی شاعر کی	بَعْضَ	ہمارے نام پر	حَاجِزِينَ	بچانے والا
قَلِيلًا مَّا	بہت ہی کم	الْأَقَاوِيلِ	کچھ	وَإِنَّهُ لَتَذِكْرَةٌ	اور بیشک وہ یاداشت ہے
تُوْمَنُونَ	یقین کرتے ہو تم		باتیں	لِّلْمُتَّقِينَ	پرہیزگاروں کے لئے

(۱) یہ جو کہا جاتا ہے کہ فعل قسم پر لا زائد ہوتا ہے: وہ خود ساختہ قاعدہ ہے (۲) رسول: سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں (۳) بابِ تَعْلُلِ میں تکلف یعنی بناوٹ ہوتی ہے (۴) یقین سے اللہ کا ہاتھ مراد ہے جو تشابہات میں سے ہے (مظہری) اور منہ ہی بعضاً منہ

وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِينَ	اور بے شک ہم یقیناً جانتے ہیں کہ بعض تم میں سے جھٹلانے والے ہیں	وَإِنَّا لَنَعْلَمُ عَلَى الْكَافِرِينَ وَإِنَّا	اور بیشک وہ (قرآن) پچھتاوا ہے منکرین پر اور بے شک وہ	لَكَيْفَ الْيَقِينِ فَتَسْتَبِخِرُ يَا سَمِيعُ رَبَّنَا الْعَظِيمُ	یقین کے قابل ہے پس پاکی بول تیرے رب کے نام کی سب سے بڑا
--	--	---	---	---	--

### نزول قرآن سے وقوع قیامت پر استدلال

عالم (ماسوی اللہ) میں کچھ چیزیں محسوس (مرئی) ہیں اور کچھ چیزیں غیر محسوس (غیر مرئی) اور دونوں عالم الگ الگ ہیں، مرئی عالم کا نام دنیا ہے، اور غیر مرئی کا آخرت، پھر کبھی مرئی اور غیر مرئی مل کر اس دنیا میں کوئی چیز وجود میں آتی ہے، قرآن کریم کا اس دنیا میں وجود (نزول) اسی طرح ہوا ہے۔

قرآن کلام الہی ہے، اور اللہ تعالیٰ غیب الغیب اور وراء الوراء ہیں، پھر ان کا کلام لوح محفوظ میں ریکارڈ ہوا، لوح محفوظ: عرش کی قوت خیالیہ کا نام ہے، جو سدرۃ المنتہی (باڈر کی پیری) سے پڑے ہے، وہاں تک جبرئیل علیہ السلام کی رسائی نہیں، اور انبیاء پر شریعتوں کا نزول بواسطہ جبرئیل علیہ السلام طے ہے، اس لئے پورا قرآن یکبارگی ساتویں آسمان پر اللہ کے گھر بیت معمور میں اتارا گیا، تاکہ وہاں سے جبرئیل علیہ السلام حسب حکم نبی ﷺ پر تھوڑا تھوڑا اتاریں، یہاں تک سب وسائط غیر مرئی ہیں، پھر نبی ﷺ کا تبین وحی اور صحابہ جن کو آپ قرآن سنا کر یاد کرایا کرتے تھے سب مرئی (محسوس) ہیں، اس طرح قرآن کریم کا اس دنیا میں وجود (نزول) ہوا، یعنی مرئی اور غیر مرئی کے امتزاج سے ایک چیز دنیا میں موجود ہوئی۔

اسی طرح مرئی اور غیر مرئی حقائق کے امتزاج سے زمین پر قیامت قائم ہوگی، صور پھونکا جائے گا، آسمان پھٹے گا، فرشتے زمین پر اتریں گے، عرش کو اٹھ فرشتے اٹھا کر زمین پر لائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ خود زمین پر جلوہ افروز ہونگے، یہ سب غیر مرئی حقیقتیں ہیں، اور زمین اور اس کے شب و روز، اور اس کی مخلوقات نظر آنے والی چیزیں (مرئی) ہیں، اس طرح دونوں کے امتزاج (ملنے) سے قیامت برپا ہوگی، یہ نزول قرآن سے وقوع قیامت پر استدلال ہے، اور یہی مابعد آیات کا ماسبق سے ربط ہے۔

قرآن کریم بواسطہ جبرئیل علیہ السلام نازل کیا ہوا اللہ کا کلام ہے

اور فرضی تین احتمالات باطل ہیں

رسول کریم: (برگزیدہ پیامبر) سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں اور ما تبصرون اور مالا تبصرون یعنی مرئی

اور غیر مرئی کی شہادت سے ثابت ہے کہ قرآن کریم: رسول کریم کا نازل کیا ہوا کلام الہی ہے، اور تین فرضی احتمالات قطعاً باطل ہیں، وہ احتمالات یہ ہیں:

۱- قرآن: نبی ﷺ کی شاعری ہو۔

۲- نبی ﷺ کا ہن ہوں، اور قرآن: جن پر ی سے لی ہوئی باتیں ہوں۔

۳- قرآن: نبی ﷺ نے خود بنایا ہو، اور اللہ کے نام لگایا ہو۔

یہ تینوں احتمال باطل ہیں:

پہلا احتمال: اس لئے باطل ہے کہ شاعری کو عرب جانتے تھے، وہ ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، اس میں اوزان، بحر اور قوافی ہوتے ہیں، اور قرآن میں ان کا پتہ نہیں، اور شاعروں کی باتیں اکثر بے اہل ہوتی ہیں، وہ جو مضامین باندھتے ہیں ان کے اکثر ذہمی اور خیالی ہوتے ہیں، اور قرآن کریم حقائق ثابتہ اور یقینی باتیں پیش کرتا ہے، اس لئے یہ آزاد شاعری بھی نہیں ہو سکتی۔

اور دوسرا احتمال: اس لئے باطل ہے کہ کاہن: عرب میں وہ لوگ تھے، جو بھوت پریت اور جنوں پر یوں سے مناسبت رکھتے تھے، وہ ان کو کچھ غیب کی باتیں بتاتے تھے، وہ ان میں ننانوے جھوٹ ملا کر منہج کلام کے ذریعہ پیشین گوئی کرتے تھے، ان کے کلام میں بہت سے کلمات بھرتی کے ہوتے تھے، اور قرآن کی ہر بات کانٹے کے تول پوری ہے، اس میں بھرتی کا ایک لفظ بھی نہیں، اور آج تک اس کی کوئی بات جھوٹی ثابت نہیں ہوئی، پس قرآن کی کاہنوں کے کلام سے کیا مناسبت!

اور تیسرا احتمال: اس لئے باطل ہے کہ اگر قرآن کو نبی ﷺ نے گھڑ لیا ہے اور یہ ان کا خود ساختہ کلام ہے، اور اس کو اللہ کے نام لگایا ہے، تو اول ان کے دشمن اللہ ہوئے، وہ ان کو دائیں ہاتھ سے یعنی قوت سے پکڑتے، اور رگِ دل کاٹ دیتے، پٹنے نہ دیتے، اور تم میں سے کوئی ان کو بچا نہ سکتا، مگر تم دیکھ رہے ہو کہ ان کا معاملہ دن بہ دن ترقی کر رہا ہے، پس یہ احتمال بھی باطل ہے۔

غرض: قرآن کریم ان کا گھڑا ہوا کلام نہیں، اللہ کا کلام ہے، جو متقیوں کی نصیحت کے لئے نازل کیا گیا ہے، اور اللہ جانتے ہیں کہ سب لوگ اس کو قبول نہیں کریں گے، کچھ لوگ اس کی تکذیب کریں گے اور اس سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے، وہ قیامت کے دن کفِ افسوس ملیں گے، پس کان کھول کر سن لو! یہ کتاب ایسی ہے جس پر یقین سے بڑھ کر یقین کیا جاسکتا ہے، اور لازم ہے کہ جس عظیم ہستی نے اس کو نازل کیا ہے اس کی تعریف کے گن گائے جائیں، وہ ہر عیب سے

پاک ہیں: سبحان ربی العظیم! سبحان ربی العظیم! سبحان ربی العظیم!

آیاتِ پاک: — پس نہیں! — یعنی قیامت کا انکار مت کر — میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو، اور ان چیزوں کی جن کو تم نہیں دیکھتے — یعنی مرئی اور غیر مرئی چیزوں کے امتزاج سے بھی چیزیں وجود میں آتی ہیں، جیسے قرآن کریم، قیامت بھی اسی طرح برپا ہوگی — یہ قرآن ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا ہے — جو غیر مرئی ہے — اور وہ کسی شاعر کا کلام نہیں، تم بہت ہی کم ایمان لاتے ہو! اور نہ وہ کسی کاہن کا کلام ہے، تم بہت ہی کم سمجھتے ہو، وہ جہانوں کے پائتھار کا نازل کیا ہوا ہے، اور اگر یہ پیغمبر ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگاتا تو ہم اس کو داہنے ہاتھ سے پکڑتے — اور اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں یعنی دونوں ہاتھوں میں یکساں قوت ہے، کوئی ہاتھ کمزور نہیں — پھر ہم اس کی رگِ دل کو کاٹ دیتے، پھر تم میں سے کوئی اس کو ہلاکت سے بچانے والا نہ ہوتا!

اور یہ قرآن بلاشبہ متقیوں کے لئے نصیحت ہے، اور ہمیں بالیقین معلوم ہے کہ تم میں سے بعضے تکذیب کرنے والے ہیں، اور یہ قرآن کافروں کے حق میں موجبِ حسرت ہے، اور یہ قرآن کچی یعنی بات ہے، پس اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی پاکی بیان کر! — اس میں تسبیح اور تقدیس دونوں ہیں، اور اسی کو نبی ﷺ نے رکوع میں تسبیح پڑھنے کے لئے مقرر فرمایا ہے۔

فائدہ: آیات ۲۳-۲۷ میں فرمایا ہے کہ اگر خدا نخواستہ رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے کوئی بات گھر کر اللہ کی طرف منسوب کر دیتے تو آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا جاتا، اس میں کوئی عام ضابطہ بیان نہیں کیا گیا کہ جو شخص بھی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے، ہمیشہ اس کو ہلاک ہی کر دیا جائے، یہی وجہ ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، ان پر کوئی ایسا عذاب نہیں آیا (معارف القرآن شفیعی ۸: ۵۲۸)

﴿اتوار ۷ ارزی قعدہ ۷ ۱۳۳۷ھ = ۲۱ اگست ۲۰۱۶ء﴾



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورة المعارج

یہ سورت مکی دور کے آخر کی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۷۹ ہے، مکی سورتیں کل ۸۵ ہیں، پس یہ سورت ہجرت کے قریب نازل ہوئی ہے، اس کے آخر میں پیشین گوئی ہے کہ اگر قریش ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ دوسری قوم کو ان کی جگہ کھڑا کریں گے، اللہ کے لئے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں، چنانچہ مدینہ کے انصار نے قریش کی جگہ لے لی اور ان کی نصرت سے اسلام کا ستارہ چمکا!

اس سورت کا موضوع بھی آخرت ہے، گذشتہ سورت میں قیامت کے تحقق (یقینی وقوع) کے دلائل تھے، اور اس سورت میں آخرت میں کفار کی سزا کا بیان ہے، اور ابتدائی آیات کے شان نزول میں جو نصر بن الحارث کے مطالبہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ محل نہیں، اس کا مطالبہ سورة الانفال (آیت ۳۲) میں ہے:

﴿وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِن كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَابًا مِّنَ السَّمَاءِ  
اَوْ اِغْثِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝﴾

ترجمہ: اور جب انھوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا، ہم پر کوئی اور دردناک عذاب واقع کر دے!

یہ مطالبہ صرف نضر کا نہیں تھا سبھی کفار کا تھا، پھر وہ مطالبہ دنیا کے عذاب کا تھا، اور اس سورت میں عذابِ آخرت کا ذکر ہے، پس یہ حقیقی شخص کا سوال نہیں، بلکہ تقدیری (مانے ہوئے) شخص کا سوال ہے۔

قیامت کے دن کی درازی: اس سورت میں قیامت کے دن کی درازی پچاس ہزار سال بیان کی گئی ہے، اگرچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تلمیذ عکرمہ رحمہ اللہ نے اس کی ایک دوسری تفسیر کی ہے، ان کے نزدیک جب سے آسمان وزمین کی یہ دنیا وجود میں آئی ہے: جب اس کے پچاس ہزار سال پورے ہوں گے تو قیامت قائم ہوگی، مگر اس تفسیر کو پسند نہیں کیا گیا، آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے اس کی تردید کی ہے، اس لئے جمہور کے نزدیک یہ قیامت کے دن کی درازی ہے۔

پھر سورة السجدة (آیات ۵۴) سے تعارض پیدا کیا جاتا ہے، اس میں ایک دن کی درازی ایک ہزار سال بیان کی ہے۔

ارشاد پاک ہے:

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ ۗ مَا لَكُمْ مِّنْ دُونِهِ مَن وَّجْهٌ وَلَا شَفِيعٌ إِلَّا مَنِ اتَّقَىٰ ۗ يُكَذِّبُ الْأَكْمَرُونَ ۝ يَكْبِتُونَ السَّمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يُعْرِضُ بِالنَّفْسِ فِي يَوْمِهِ كَانَ مَقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ۝﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور دونوں کی درمیانی چیزوں کو چھ دنوں میں، پھر وہ تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوئے تمہارے لئے اللہ سے ورے نہ کوئی کارساز ہے نہ کوئی سفارش کرنے والا، کیا پس تم سمجھتے نہیں! اللہ تعالیٰ معاملہ کا انتظام کرتے ہیں آسمان سے لے کر زمین تک، پھر وہ معاملہ ان کے حضور میں پہنچ جاتا ہے، ایک ایسے دن میں جس کی مقدار ہزار سال ہے تمہاری گنتی کے اعتبار سے۔

ان آیات میں آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کرنے کا ذکر ہے، ان دنوں کی مقدار کیا تھی؟ کیونکہ اس وقت نظام شمسی پیدا نہیں ہوا تھا، اس لئے معروف ایام مراد نہیں ہو سکتے۔

جواب: زمان و مکان مخلوق (موجود خارجی) ہیں، محض اعتباری نہیں، سر اقبال رحمہ اللہ نے زمان و مکان پر پی، ایچ، ڈی کی ہے، اور اللہ تعالیٰ نہ زمانی ہیں نہ مکانی، شرح عقائد کے متن العقائد النسفیہ میں ہے: لا یتمکن فی مکان، ولا یجری علیہ زمان: نہ تو اللہ تعالیٰ کسی جگہ میں قرار پکڑے ہوئے ہیں، نہ ان پر زمانہ گذرتا ہے، پس اللہ کا یوم: مطلق وقت کے معنی میں ہوگا، اور دنیا کا یوم زمانہ کی مقدار کا نام ہوگا۔

اور زمانہ ربڑ کی مثال ہے، اس کو دونوں سروں سے پکڑ کر کھینچیں تو لمبا ہو جائے گا، کتنا لمبا ہوگا؟ اس کا مدار کھینچنے کی مقدار پر ہوگا، پس وہ چھ دن کتنے لمبے تھے؟ اس کی وضاحت کسی جگہ نہیں آئی، البتہ اس دنیا کی تدبیر (نظم و انتظام) ایک ہزار سال میں چڑھتی ہے اور نیا انتظام نازل ہوتا ہے، یہ اللہ کے یہاں کا ایک دن ہے، اور قیامت کی درازی پچاس ہزار سال ہے: یہ بھی اللہ کے یہاں کا ایک دن ہے، اس کو زیادہ کھینچ دیا تو زیادہ لمبا ہو گیا!

فائدہ: پھر وقت گذرنے کے ساتھ زمانہ کاربڑ ہٹتا جاتا ہے، ہماری گذری ہوئی زندگی لمحہ بھر کی معلوم ہوتی ہے، اور جو باقی ہے وہ لمبی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ مستقبل میں ربڑ کھینچنا ہوا ہے اور ماضی میں سمٹنا ہوا۔

الروح سے کیا مراد ہے؟ قرآن کریم میں الروح کا استعمال تین معنی میں ہوا ہے: (۱) دو جگہ دین و شریعت کے معنی میں، سورۃ النحل آیت ۲ اور سورۃ الشوریٰ آیت ۳۲ میں ہے: ﴿رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا﴾ (۲) متعدد جگہ انسان کی روح مراد ہے ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ﴾ (۳) اور تین جگہ الروح سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں، اس سورت میں بھی جمہور مفسرین نے جبرئیل علیہ السلام کو مراد لیا ہے لیکن اگر مکلف مخلوقات کی ارواح مراد لی جائیں تو اس میں بھی کچھ استبعاد نہیں۔

## سُورَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ (۷۹)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۝ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ ۝ مِّنَ اللّٰهِ فِيهِ  
 الْمَعَارِجُ ۝ تُعْرَجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّؤُومُ ۝ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ  
 أَلْفَ سَنَةٍ ۝ فَاَصْبَرَ صَبْرًا جَمِيلًا ۝ إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝ وَنَرَاهُ قَرِيبًا ۝

سَأَلَ	مانگا	ذیۃ الْمَعَارِجِ <sup>(۳)</sup>	سیڑھیوں والے	سَنَةِ	سال ہے
سَائِلٌ	ایک مانگنے والے نے	تُعْرَجُ	چڑھتے ہیں	فَاَصْبَرَ	پس صبر کریں آپ
بِعَذَابٍ	عذاب	الْمَلَائِكَةُ	فرشتے	صَبْرًا جَمِيلًا	خوبصورت صبر کرنا
وَاقِعٍ <sup>(۱)</sup>	پڑنے والا	وَالرُّؤُومُ <sup>(۴)</sup>	اور روحیں	إِنَّهُمْ	بے شک وہ
لِلْكَافِرِينَ	منکروں پر	إِلَيْهِ	اس کی طرف	يَرَوْنَهُ	دیکھتے ہیں اس کو
لَيْسَ لَهُ	نہیں اس کو	فِي يَوْمٍ <sup>(۵)</sup>	ایک دن میں	بَعِيدًا	دور
دَافِعٌ	کوئی ہٹانے والا	كَانَ مِقْدَارُهُ	اس کی مقدار	وَ نَرَاهُ	اور ہم دیکھتے ہیں اس کو
مِّنَ اللّٰهِ <sup>(۲)</sup>	اللہ کی طرف سے	خَمْسِينَ أَلْفَ	پچاس ہزار	قَرِيبًا	نزدیک

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

کافروں کو دائمی عذاب قیامت کے دن ہوگا، اور قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہے

دنیا میں کافروں کا عذاب مصلحت کے تابع ہے، آج بھی سکتا ہے اور ٹل بھی سکتا ہے، مگر قیامت کے دن لامحالہ ان پر عذاب پڑے گا، جس کو کوئی ہٹا نہیں سکے گا، اور قیامت کا دن دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، اس دن میں فیصلے ہونگے، پھر آسمان سے اترے ہوئے اور زمینی فرشتے اور مکلف مخلوقات (جن و انس) کی ارواح آخرت (ہرے کی دنیا) کی طرف چڑھیں گی، ان کے چڑھنے کے لئے اللہ نے سیڑھیاں بنا رکھی ہیں، جن کی حقیقت ابھی نہیں جانی جاسکتی، جیسے

(۱) واقع: عذاب کی صفت ہے (۲) من اللہ: واقع سے متعلق ہے (۳) معارج: معراج کی جمع، سیڑھی، زینہ، چڑھنے کا ذریعہ (۴) الروح: ام جنس ہے، قلیل و کثیر پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (۵) فی یوم: معراج سے متعلق ہے (۶) جملہ کان: یوم کی صفت ہے۔

آج کی لفٹ: پرانے زمانہ کی سیڑھی ہے، پھر یہ دنیا ختم کر دی جائے گی، کفار اس دن کو دور سمجھ رہے ہیں، حالانکہ کل ماہو آت فہو قریب، وہ دن آیا ہی چاہتا ہے۔

آیات پاک: — ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کے بارے میں سوال کیا جو منکرین پر واقع ہونے والا ہے، جس کو کوئی ہٹانے والا نہیں، سیڑھیوں والے اللہ کی طرف سے (واقع ہوگا) فرشتے اور روحیں اللہ کی طرف چڑھیں گی ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے، پس آپ صبر کریں خوبصورت صبر کرنا — جس میں دل گیری نہ ہو — وہ (کافر) اس دن کو دور سمجھتے ہیں اور ہم اس کو قریب دیکھتے ہیں!

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ۖ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۖ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيماً ۖ  
 يُبْصِرُونَهُمْ ۖ يَوْمَذُ الْمُجْرِمِ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابٍ يَوْمِيذٍ بِبَنِيهِ ۖ وَصَاحِبَتِهِ  
 وَآخِيهِ ۖ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤَيِّدُ ۖ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً ۖ ثُمَّ يُنْحِيهِ ۖ  
 كَلَّا ۚ إِنَّهَا لَظَىٰ ۖ نَزَاعَةٌ لِّلشَّوْءِ ۖ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ۖ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ۖ

یَوْمَ تَكُونُ	جس دن ہو جائے گا	وَلَا يَسْأَلُ	اور نہیں پوچھے گا	يَوْمِيذٍ	اس دن کے
السَّمَاءُ	آسمان	حَمِيمٌ	جگری دوست	بِنِيهِ	اپنے بیٹوں سے
كَالْمُهْلِ <sup>(۱)</sup>	پگھلے ہوئے تانبے (تیل)	حَمِيماً	جگری دوست کو	صَاحِبَتِهِ	اور اپنی بیوی سے
	کی تلچھٹ) کی طرح	يُبْصِرُونَهُمْ <sup>(۲)</sup>	دکھلائے جائیں گے وہ ان کو	وَآخِيهِ	اور اپنے بھائی سے
وَتَكُونُ	اور ہو جائیں گے	يَوْمَذُ	تمنا کرے گا	وَفَصِيلَتِهِ	اور اپنے کنبے سے
الْجِبَالُ	پہاڑ	الْمُجْرِمِ	گنہگار	الَّتِي تُؤَيِّدُ <sup>(۳)</sup>	جو اس کو ٹھکانہ دیتا ہے
كَالْعِهْنِ <sup>(۲)</sup>	رنگین دھکی ہوئی اون	لَوْ يَفْتَدِي	کاش بدلہ دیتا وہ	وَمَنْ فِي الْأَرْضِ	اور ان سب جو زمین میں ہیں
	کی طرح	مِنْ عَذَابٍ	عذاب سے	جَمِيعاً	سبھی سے

(۱) مہل کے تین ترجمے کئے گئے ہیں: (۱) پگھلی ہوئی دھات (جیسے سونا، چاندی، لوہا، تانبا) (۲) اونٹوں کو ملنے کا تار کول نما پتلا تیل (۳) تیل کی گاد (نیچے بیٹھا ہوا میل) (۲) عِهْن: رنگی ہوئی اون (۳) یبصر ونہم: مستقل جملہ ہے، یُبْصِرُونَ: فعل مع نائب فاعل (فاعل اللہ ہیں جو محذوف ہے) ہم: مفعول ثانی (۴) الٹی توویدہ: موصول صلہ ل کر فصیلہ کی صفت، فصیلہ: آدمی کا کنبہ جو قریبی رشتہ داروں پر مشتمل ہوتا ہے۔



پہیچھیری	أَذْبَرُ	کھینچ لینے والی ہے	نَزَاعَةٌ <sup>(۳)</sup>	پھر وہ اس کو پچالے	شَعْرٌ يُجْحِنُهُ <sup>(۱)</sup>
اور روگردانی کی	وَتَوَلَّى	کلیجے (سر کی کھال) کو	لِلشَّوْءِ <sup>(۴)</sup>	ہرگز نہیں	كَأَنَّ
اور اکٹھا کیا	وَجَمَعَ	بلائے گی وہ	تَذْعُوًا	بے شک وہ	إِنَّهَا
پس ہیئت کر رکھا	فَأَوْعَى <sup>(۵)</sup>	اس کو جس نے	مَنْ	شعلہ زن (تپتی آگ) ہے	لَطْفٌ <sup>(۲)</sup>

### قیامت کے دن کے احوال

جس دن آسمان تیل کی گادی کی طرح ہو جائے گا — یعنی سیاہی مائل ہو جائے گا — اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے — پہاڑ مختلف رنگوں کے ہیں، اس لئے جب وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو ان کی گرد دھنکی ہوئی رنگین اون کے گالوں کی طرح ہو جائے گی — اور کوئی جگہری دوست دوسرے جگہری دوست کو نہیں پوچھے گا — سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی — وہ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے — یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ ملاقات نہ ہو، ملاقات ہوگی مگر کوئی کسی کا حال نہیں پوچھے گا۔

(اس دن) گنہگار تمنا کرے گا: کاش وہ بدلہ دیتا: اس دن کے عذاب سے: اپنے بیٹوں، اپنی بیوی، اپنے بھائی اور اپنے کنبے کے ذریعہ جس میں وہ رہتا ہے، اور سبھی اہل زمین کے ذریعہ، پھر وہ اس کو پچالے — ہرگز نہیں — یعنی کوئی نہیں بچا سکتا — بے شک وہ آگ شعلہ زن ہے، کھال کھینچ لینے والی ہے! — وہ اس شخص کو بلائے گی جس نے پیچھیری اور بے رخی برتی اور مال جمع کیا اور اس کو ہیئت کر رکھا — اور اس میں جو اللہ کا حق ہے وہ نہیں دیا۔

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۖ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۖ  
 إِلَّا الْمُصَلِّينَ ۚ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۗ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ  
 مَّعْلُومٌ ۗ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُورِ ۗ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بَيْعَ الْوَالِدِينَ ۗ وَالَّذِينَ هُمْ  
 عَنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ۗ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ۗ وَالَّذِينَ هُمْ  
 لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۗ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ

(۱) بیجہ: مستقل جملہ ہے اور فاعل ہو ضمیر من کی طرف لوتی ہے (۲) لطفی: مُنْتَظِيَّة کے معنی میں ہیں: شعلہ زن، لَطِيفِ النَّارِ: آگ کا بھڑکنا (۳) نزاعہ: صیغہ مبالغہ: سخت کھینچنے والی (۴) شوی: شِوَاة کی جمع: سر اور انگلیوں کی کھال، کلیجہ بھی اس کے معنی ہیں (۵) أَوْعَى الشیء: کسی چیز کو برتن میں رکھنا، ہیئت کر رکھنا۔

مَلُومِينَ ۖ فَمَنْ ابْتغَىٰ وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُونَ ۗ وَالَّذِينَ هُمْ لِامْتِنٰتِهِمْ  
وَ عَهْدِهِمْ رٰعُونَ ۗ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قٰٓئِمُونَ ۗ وَالَّذِينَ هُمْ عَلٰٓ  
صَلٰتِهِمْ يَحَافِظُونَ ۗ اُولٰٓئِكَ فِي جَنٰتٍ مُّكْرَمُونَ ۗ

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا <sup>(۱)</sup> اِذَا مَسَّهُ الْفُرُّ جَزُوْعًا <sup>(۲)</sup> وَ اِذَا مَسَّهُ الْحَبِيْذُ مُنُوْعًا	بے شک انسان پیدا کیا گیا ہے جی کا کچا (کم ہمت) جب اس کو لپکتی ہے برائی (تو) گھبرا جاتا ہے اور جب اس کو لپکتی ہے بھلائی (تو) بہت روکنے والا ہوتا ہے مگر نمازی مستثنیٰ ہیں <sup>(۳)</sup> جو کہ وہ اپنی نمازوں پر ہمیشہ رہنے والے ہیں اور جو ان کے مالوں میں مقررہ حق ہے	لَسٰٓءَلِیْ وَالْمَعْرُوْر وَ الَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَعُوْرِ الدِّیْنِ وَ الَّذِیْنَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُوْنَ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ عَیْبٌ مَّا مُؤْمِنٍ وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِیَفْرُوْجِهِمْ حٰقِقُوْنَ اِلَّا عَلٰٓ اٰزْوَاجِهِمْ	مانگنے والوں کا اور بے نصیب کا اور جو تصدیق کرتے ہیں قیمت کے دن کی اور جو کہ وہ عذاب سے اپنے رب کے ڈرنے والے ہیں بے شک عذاب ان کے رب کا بے خوف نہیں اور جو کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں سے	اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُمْ قٰٓئِمُهُمْ عَیْبٌ مَّلُومِیْنَ فَمَنْ ابْتغٰی وَ رَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمْ الْعٰدُوْنَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِامْتِنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قٰٓئِمُوْنَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰٓ صَلٰتِهِمْ	یا جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ پس بے شک وہ ملامت کے ہوئے نہیں پس جس نے چاہا اس کے سوا تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں اور جو کہ وہ اپنی امانتوں کی اور اپنے پیانوں کی رعایت کرنے والے ہیں اور جو کہ وہ اپنی گواہیوں پر قائم ہیں اور جو کہ وہ اپنی نمازوں کی
---	--	---	--	---	---

(۱) ہلوعاً: خُلِقَ کی ضمیر سے حال ہلوع (س) ہلوعاً: گھبرا جانا، بے صبر ہو جانا (۲) جزوعاً اور منوعاً: یکون محذوف کی خبر، پھر جملہ اذا کی جزاء (۳) مصلین سے مؤمنین مراد ہیں، کیونکہ نماز مؤمن کی سب سے بڑی علامت ہے۔

عزت کئے ہوئے ہیں	مُكْرَمُونَ	یہی لوگ	أُولَئِكَ	حفاظت کرنے والے	يُحَافِظُونَ
❁	❁	باغوں میں	فِي جَنَّاتٍ	ہیں	

اللہ نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا ہے

پھر اس کو اختیار ہے کہ خود کو نیچے گرائے یا اوپر اٹھائے

سورۃ اتین میں ہے اللہ نے انسان کو خوبصورت سانچے میں ڈھالا، پھر اللہ تعالیٰ اس کو پست سے پست تر کر دیتے ہیں، مگر جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے وہ بلند سے بلند تر ہو جاتے ہیں، یہی مضمون سورۃ الشمس میں ہے، اللہ نے نفس انسانی کو درست بنایا، اور اس کو اس کی بد کرداری اور نیکو کاری الہام کی، اب وہ نفس کو مزگی (ستھرا) بھی کر سکتا ہے اور گدلا بھی یعنی بلند بھی کر سکتا ہے اور پست بھی۔

یہاں بھی یہی مضمون ہے، انسان خود کو اپنے لیول سے گرائے گا تو کم ہمت ہو جائے گا، ذرا تکلیف پہنچے گی گھبرا جائے گا، اور خوش حال ہوگا تو بے توفیق ہو جائے گا، اللہ کے دیئے ہوئے مال میں جو غریبوں کا حق ہے وہ بھی نہیں دے گا، یہ کافر اور نام نہاد مسلمانوں کا حال ہے، اور جو خود کو اپنے لیول سے اونچا اٹھاتے ہیں، ان کی قیامت کے دن جنت میں پذیرائی ہوگی، اور یہ مومن بندے ہیں، جن کی خاص علامت نماز ہے، ان میں نو خوبیاں ہوتی ہیں: ۱- وہ پابندی سے نماز پڑھتے ہیں ۲- وہ مانگنے والوں کو بھی دیتے ہیں اور نہ مانگنے والوں کو بھی پہنچاتے ہیں ۳- وہ قیامت پر یقین رکھتے ہیں ۴- وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں ۵- وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ۶- وہ امانتوں کا خیال رکھتے ہیں ۷- وہ عہد و پیمان (وچن) کا پاس رکھتے ہیں ۸- وہ گواہیاں ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں ۹- وہ نمازوں کی نگہداشت رکھتے ہیں، اس میں کوئی خلل پیدا نہیں ہونے دیتے (ان خوبیوں کا ذکر اٹھارہویں پارے کے شروع میں بھی آیا ہے، تفصیل وہاں ہے ہدایت القرآن ۵: ۵۲۱)

آیات پاک: — یقیناً انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے، جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا جاتا ہے، اور جب اس کو خوش حالی پہنچتی ہے تو بے توفیق ہو جاتا ہے — یعنی خرچ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، یہ ان بندوں کا ذکر ہے جو خود کو نیچے گراتے ہیں، یہ بندے کفار تو ہیں ہی، نام کے مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے، کوئی بڑا نقصان ہو جاتا ہے تو ہارٹ فیل ہو جاتے ہیں یا خودکشی کر لیتے ہیں، گویا اب اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر نہیں۔

سوال: کم ہمت تو اللہ نے پیدا کیا ہے، انسان نے خود کو کہاں گرایا ہے؟

جواب: بندوں کے اختیاری افعال کی دو جہتیں ہیں: کسب کی جہت اور خلق کی جہت، کبھی پہلی جہت کے لحاظ سے فعل کو بندوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے: ﴿مَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنَ نَفْسِكَ﴾ اور تجھے جو کوئی برائی پہنچتی ہے تو وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے [النساء ۷۹] اور کبھی دوسری جہت سے بندوں کے فعل کو اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، یہاں ایسا ہی کیا گیا ہے، ورنہ وہ اپنی بے ایمانی سے کم ہمت ہوا ہے۔

مگر نمازی بندے — مستثنیٰ ہیں، اور نمازیوں سے مراد مومنین ہیں، ایماندار بندے با حوصلہ ہوتے ہیں، مگر کامل مومن: — (۱) جو پابندی سے نماز پڑھتے ہیں — یعنی ٹھاٹھ کے نمازی ہیں، آٹھ کے اور تین سوساٹھ کے نمازی نہیں — (۲) اور جن کے مالوں میں سوائی اور غیر سوائی کا مقررہ حق ہے — یعنی زکات ادا کرتے ہیں — (۳) اور جو قیامت کے دن کی تصدیق کرتے ہیں — یعنی دل کی تھاہ سے قیامت کو مانتے ہیں — (۴) اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں — اس لئے حرام کاموں کا ارتکاب نہیں کرتے — بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں — (۵) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، مگر اپنی بیویوں سے یا اپنی باندیوں سے، پس وہ ملامت کئے ہوئے نہیں، البتہ جو اس کے علاوہ چاہے وہی لوگ حد سے نکلنے والے ہیں — (۶) اور جو اپنی امانتوں اور اپنے پیانوں کا لحاظ کرنے والے ہیں — (۸) اور جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرنے والے ہیں — (۹) اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں — یعنی نمازوں میں آداب و سنن کا لحاظ رکھتے ہیں — انہی کی جنت کے باغوں میں پذیرائی ہوگی!

فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قَبْلَكَ مُهْطِعِينَ ۝ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ۝  
 أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ۝ كَلَّا إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُونَ ۝  
 فَلَا أُقِيمُ رَبِّ الشَّرِيقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا لَقَدِيرُونَ ۝ عَلَىٰ أَنْ تُبَدَّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۝  
 وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝ فَذَرْنَهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي  
 يُوعَدُونَ ۝ يَوْمَ يُخْرِجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَانَتْهُمْ إِلَيْ نَصِيبٍ يُؤْفَضُونَ ۝  
 خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهُقُهُمْ ذِلَّةٌ ذٰلِكَ الْيَوْمِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝

فَمَالِ	پس کیا ہوا	الَّذِينَ	ان کو جنہوں نے	كَفَرُوا	انکار کیا
---------	------------	-----------	----------------	----------	-----------

جس کا	الَّذِي	قسم کھاتا ہوں میں	أَقِيمُ	آپ کی طرف	قَبْلَكَ
وہ وعدہ کئے جاتے ہیں	يُوعِدُونَ	مشرقوں کے رب کی	بِرَبِّ الْمَشْرِقِ	دوڑنے والے ہیں	مُهْطِعِينَ <sup>(۱)</sup>
جس دن	يَوْمَ	اور مغربوں کی	وَالْمَغْرِبِ	دائیں سے	عَنِ الْيَمِينِ
ٹکلیں گے وہ	يَخْرُجُونَ	بے شک ہم	إِنَّا	اور بائیں سے	وَعَنِ الشَّمَالِ
قبروں سے	مِنَ الْأَجْدَاثِ <sup>(۲)</sup>	یقیناً قادر ہیں	لَقَادِرُونَ	ٹولیاں بنا کر	عِزِينَ <sup>(۲)</sup>
تیزی کے ساتھ	سِرَاعًا <sup>(۵)</sup>	اس بات پر کہ	عَلَىٰ أَنْ	کیا امید رکھتا ہے	أَيُّظْمُ
گویا وہ	كَأَنَّهُمْ	بدل دیں	تُبَدِّلَ	ہر انسان	كُلُّ أَمْرِيٍّ
پرستش گاہوں کی طرف	إِلَىٰ نَصَبٍ <sup>(۶)</sup>	ان سے بہتر کو	خَيْرًا مِّنْهُمْ	ان میں سے	مِنْهُمْ
دوڑے جارہے ہیں	يُؤْفِقُونَ <sup>(۷)</sup>	اور نہیں ہیں ہم	وَمَا نَحْنُ	کہ داخل کیا جائے گا وہ	أَنْ يُدْخَلَ
جھکی ہوئی ہیں	خَائِسَةً	ہارنے والے	بِمَسْبُوقِينَ <sup>(۳)</sup>	نعت کے باغ میں	جَنَّةٍ نَّعِيمٍ
ان کی نگاہیں	أَبْصَارُهُمْ	پس چھوڑیں ان کو	فَدَذَّاهُمْ	ہرگز نہیں	كَلَّا
چھائی ہوئی ہے ان پر	تَرْهَقُهُمْ	باتوں میں گھسے رہیں	يَخْوَضُوا	بے شک ہم نے	إِنَّا
رسوائی	ذِلَّةٌ	اور کھلتے رہیں	وَيَلْعَبُوا	ان کو پیدا کیا ہے	خَلَقْنَاهُمْ
یہ وہ دن ہے	ذَلِكَ الْيَوْمِ	یہاں تک کہ	حَتَّىٰ	اُس سے جس کو	مِمَّا
جس کا تھے وہ	الَّذِي كَانُوا	ملاقات کریں وہ	يُلْقَوْنَ	وہ جانتے ہیں	يَعْلَمُونَ
وعدہ کئے جاتے	يُوعِدُونَ	ان کے اس دن سے	يَوْمَهُمْ	پس نہیں	فَلَا

### پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھیے!

جب نبی ﷺ قرآن کی تلاوت فرماتے تو کفار ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع ہو جاتے، اور ٹھٹھا محول کرتے، سورة حم السجدة میں ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ﴾ اور منکرین نے کہا: اس قرآن کو مت سنو، اور اس میں غل مچا دیا کرو، تاکہ تم غالب رہو، دیکھو! پستی کا حد سے گذرنا، کفار نیچے گر کر کہاں پہنچ (۱) مُهْطِعٌ: اسم فاعل، اُهْطَعَ فِي سِرِّهِ: تیز چلنا، دوڑنا (۲) عِزِينَ: عِزَّةٌ کی جمع: ٹولی، لوگوں کی جماعت (۳) مَسْبُوقٌ: سابق کی ضد، جیسے مَخْدُومٌ: خادم کی ضد (۴) اَجْدَاثٌ: جَدَثٌ کی جمع: پرانی قبر (۵) سِرَاعًا: حال یخروجون کے فاعل کا (۶) نَصَبٌ: مفرد: پوجا کا پتھر، پرستش گاہ، جمع اَنْصَابٌ (۷) اِيْفَاضٌ: تیز چلنا۔

گئے؟ اللہ کے کلام کا، اللہ کے عظیم رسول کا مذاق اڑانے لگے، کیا ان کو اس حرکت کی سزا نہیں ملے گی؟

﴿مَسَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَبِكَأَمْرِكَ مَهْطَعِينَ ۖ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ۝﴾

ترجمہ: پس کافروں کو کیا ہوا کہ آپ کی طرف دوڑے آرہے ہیں، دائیں اور بائیں سے غول کے غول!

یہ منہ اور مسور کی دال!

مشرکین آخری درجہ کی پستی میں گر چکے ہیں، مگر امیدوار ہیں کہ وہ جنت کے باغوں میں داخل کئے جائیں، سورۃ النحل (آیت ۶۲) میں ہے: ﴿وَتَصِفُ أَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ أَنَّ لَهُمُ الْحُسْنَىٰ﴾: ان کی زبانیں یہ جھوٹے دعوے کرتی ہیں کہ (آخرت کی) بھلائی انہی کے لئے ہے یعنی اگر ان کو لوٹ کر اللہ کی طرف جانا ہوا تو وہاں بھی ان کے لئے بہتری ہی، بہتری ہوگی — اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ منہ اور مسور کی دال! تم جانتے ہو کہ ہم نے تم کو مٹی سے سات مراحل سے گزار کر انسان بنایا ہے، یعنی ان کے مادہ تخلیق میں کوئی خوبی نہیں، انسان اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری! خوبی انسان بننے کے بعد ایمان و عمل صالح سے پیدا ہوتی ہے، اور وہ ان میں ہے نہیں! پھر وہ کس منہ سے جنت کے دعویدار ہیں!

﴿يَظُنُّ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُدْخَلَ جَنَّةً نَّعِيمًا ۖ كَلَّا إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِمَّا يَعْلَمُونَ ۝﴾

ترجمہ: کیا ان میں سے ہر ایک امیدوار ہے کہ وہ نعمتوں کے باغ میں داخل کیا جائے گا؟ ہرگز نہیں! ہم نے ان کو ایسی چیز سے پیدا کیا ہے جس کو وہ جانتے ہیں!

پیشین گوئی کہ قریش آگے نہ بڑھے تو کوئی بہتر قوم ان کی جگہ لے گی

یاد ہو گا یہ سورت مکی دور کے آخر کی ہے، اب پیشین گوئی فرماتے ہیں کہ قریش پر کچھ موقوف نہیں، وہ آگے نہیں بڑھتے تو دوسری قوم ان سے بہتر اسلام کا جھنڈا اٹھائے گی، اور یہ تبدیلی اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں، وہ ہر روز سورج کے نکلنے کا اور ڈوبنے کا نقطہ بدلتے ہیں، ان کے لئے قریش کی جگہ بہتر لوگوں کو لانا کیا مشکل ہے!

یہ پیشین گوئی مدینہ کے انصار کے حق میں پوری ہوئی، وہ آئے اور عقبہ میں بیعت کی، اور آپ کو اور مسلمانوں کو مدینہ آنے کی دعوت دی، اور ہر طرح مدد کا وعدہ کیا، اس طرح اسلام کا بول بالا ہوا۔

﴿فَلَا أَقِيمُ بَيْتَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا الْقَادِرُونَ ۖ عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۚ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝﴾

ترجمہ: پس نہیں — قریش پر کچھ موقوف نہیں — میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی!

بے شک ہم اس پر قادر ہیں کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں، اور ہم عاجز نہیں!

قریش کو ان کے مشغلہ میں چھوڑیے، ان کو سزا قیامت کے دن ملے گی

آخری بات یہ ہے کہ قریش کو تھوڑے دنوں کی ڈھیل ہے، ان کو ان کی لغویات میں مشغول رہنے دیجئے، ان کو سزا قیامت کے دن ملے گی، جب وہ پرانی قبروں سے نکل کر میدانِ حشر کی طرف تیزی سے دوڑیں گے جیسے اب وہ پرستش گاہوں کی طرف عقیدت اور شوق سے دوڑتے ہیں، اس دن ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، اور ان پر رسوائی چھائی ہوئی ہوگی، یہی دن ان کی سزا کا ہے، اور اسی کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

﴿فَذَرْنَهُمْ يَخْضَوْنَ وَيَلْعَبُونَ حَتَّىٰ يَلْقَوُا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۗ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَانَهُمْ إِلَىٰ نُصْبٍ يُؤْفَضُونَ ۗ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذُلَّةٌ ۗ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۗ﴾

ترجمہ: پس آپ ان کو اسی مشغل اور تفریح میں چھوڑیں، یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ پڑے، جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، جس دن وہ قبروں سے تیزی سے نکلیں گے گویا وہ پرستش گاہوں کی طرف دوڑے جا رہے ہیں، ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر رسوائی چھائی ہوئی ہوگی، یہی ان کا وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔

﴿۱۹﴾ رزی قعدہ ۱۴۳۷ھ = ۲۳ اگست ۲۰۱۶ء ﴿﴾



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ النوح

یہ سورت بھی مکی دور کے آخر کی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۷۷ ہے، اور اس سورت کا موضوع توحید ہے، اس میں توحید کی دعوت، فوائد اور دلائل ہیں، اور آخر میں انکار و عناد پر عام تباہی کا ذکر ہے، نوح علیہ السلام نے دعا کی تھی: الہی! زمین پر کافروں میں سے ایک باشندہ بھی نہ چھوڑیے، یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ایسی بددعا کیوں کی، انبیاء تو رحمت ہوتے ہیں، سورۃ الانبیاء کے آخر میں ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ﴾ اور ہم نے آپؐ کو جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے، اس آیت میں رحمت کا حصر کیا گیا ہے، ذات پاک ﷺ کا حصر نہیں کیا گیا، کیونکہ نبوت مطلقاً رحمت ہے، پھر نوح علیہ السلام نے ایسی بددعا کیوں کی؟

اس کا جواب: سورۃ یونس (آیت ۸۸) کی تفسیر میں دیا ہے کہ مقبولانِ بارگاہِ الہی وحی کے ذریعہ یا الہام سے یا قرآن سے: منہا خداوندی کو پہچانتے ہیں، اور وہی کہتے ہیں جو استوا ازل (اللہ تعالیٰ) کہلانا چاہتا ہے، عام لوگوں کو ایسے مواقع میں الجھن کا سامنا ہوتا ہے، ان کے خیال میں دعا یا بددعا: مناسب یا نامناسب ہوتی ہے، مگر مقبولانِ بارگاہِ الہی کے یہاں معاملہ کچھ اور ہوتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعونوں کے لئے بددعا، اور رحمتہ للعالمین ﷺ نے مسلسل سات سالہ قحط کے لئے جو بددعا فرمائی تھی (بخاری شریف، کتاب التفسیر، سورۃ دخان) وہ سب اسی شان کی دعائیں ہیں، اور اسی لئے دراجابت فوراً آتا ہوتا ہے — اور اس کی نظیر: قیامت کے دن شفاعتیں ہیں، مقبولانِ بارگاہِ الہی اللہ تعالیٰ کی مرضی جان کر ہی شفاعتیں کریں گے، آیت الکرسی میں ہے: ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ وہ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش کر سکے؟ — اور اس کی مثال: تیماردار جب بیمار کے کسی فاسد عضو سے مایوس ہو جاتا ہے تو ڈاکٹر سے درخواست کرتا ہے کہ وہ آپریشن کر کے اس فاسد عضو کو کاٹ دے، تاکہ باقی جسم فساد سے بچ جائے!





۲۸ آیات

(۷۱) سُورَةُ نُوحٍ مَكِّيَّةٌ (۷۱)

۲۸ آیات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝  
 قَالَ يَقَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُوا ۝ يَعِزُّ لَكُمْ  
 مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُخَذِّرُكُمْ إِلَىٰ آجَلٍ مُّسَمًّى ۝ إِنَّ آجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ ۝  
 لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

اور ڈھیل دیں گے تم کو	وَيُؤَخِّرُكُمْ	اے میری قوم!	يَقَوْمِ	بے شک ہم نے بھیجا	إِنَّا أَرْسَلْنَا
ایک مدت تک	إِلَىٰ آجَلٍ	بیشک میں تمہارے لئے	إِنِّي لَكُمْ	نوح کو	نُوحًا
مقررہ	مُسَمًّى	کھول کر ڈرانے والا ہوں	نَذِيرٌ مُّبِينٌ	اس کی قوم کی طرف	إِلَىٰ قَوْمِهِ
بے شک مقررہ وقت	إِنَّ آجَلَ	کہ بندگی کرو تم	أَنْ اعْبُدُوا	(ہم نے حکم دیا) کہ ڈرا	أَنْ أَنْذِرْ
اللہ کا	اللَّهِ	اللہ کی	اللَّهِ	اپنی قوم کو	قَوْمَكَ
جب آجاتا ہے	إِذَا جَاءَ	اور ڈرو اس سے	وَاتَّقُوهُ	اس سے پہلے	مِنْ قَبْلِ
ٹلایا نہیں جاتا	لَا يُؤَخَّرُ	اور کہنا ما نو میرا	وَأَطِيعُوا	کہ پہنچان کو	أَنْ يَأْتِيَهُمْ
کاش ہوتے تم	لَوْ كُنْتُمْ	بخشیں گے تمہارے لئے	يَعِزُّ لَكُمْ	دردناک عذاب	عَذَابٌ أَلِيمٌ
جاننے	تَعْلَمُونَ	تمہارے گناہوں سے	مِنْ ذُنُوبِكُمْ	کہا اس نے	قَالَ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

نوح علیہ السلام قوم کو توحید کی دعوت دینے کے لئے مبعوث کئے گئے

حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول اور انسانوں کے دوسرے دادا ہیں، اب سب انسان نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں، ان سے پہلے انبیاء مبعوث ہوتے تھے، نبی، مومنین کی طرف بھیجا جاتا ہے، اور رسول: کفار و مشرکین کی طرف، وہی اس کی امت دعوت ہوتے ہیں، پھر جو ایمان لاتے ہیں وہ اس کی امت اجابت ہوتے ہیں، نوح علیہ السلام کے زمانہ تک انسان

بہت زیادہ نہیں پھیلے تھے، مگر وہ شرک میں پکے ہو گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو توحید کی دعوت دینے کے لئے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، تاکہ وہ ان کو شرک کے بھیانک انجام سے ڈرائیں، نوح علیہ السلام نے پہلے قوم کو اپنا شناختی کارڈ دکھایا فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، تمہیں شرک کے انجام سے صاف صاف ڈرانے کے لئے آیا ہوں، پھر فرمایا:

”مورتیوں کو چھوڑ دو، اور ایک اللہ کی عبادت کرو، اور اللہ کے احکام کی خلاف ورزی مت کرو، اور میں جو باتیں تم سے کہوں ان کو مانو، اللہ تعالیٰ اب تک کی تمہاری ساری کوتاہیاں معاف کریں گے، اور تمہیں موت تک مہلت دیں گے، عذاب میں نہیں پکڑیں گے، ہاں موت وقت پر ضرور آئے گی، اللہ کا مقررہ وقت جب آتا ہے ٹلتا نہیں، کیا اچھا ہو جو تم میری باتیں بوجھو!“

آیاتِ پاک کا ترجمہ: — ہم نے بالیقین نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا، اس سے پہلے کہ ان کو دردناک عذاب پہنچے، اس نے کہا: ”اے میری قوم! میں تمہارے لئے صاف صاف ڈرانے والا ہوں، کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اور اس سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو، وہ تمہارے کچھ گناہ (سابقہ گناہ) معاف کر دے گا، اور تمہیں مقررہ وقت (موت) تک ڈھیل دے گا، بے شک اللہ کا مقررہ وقت جب آتا ہے ٹلتا نہیں، کیا خوب ہو جو تم یہ باتیں جان لو“

قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا ۚ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا ۖ  
وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ  
وَأَصْرُوا ۖ وَاسْتَكْبَرُوا ۖ اسْتَكْبَرُوا ۚ ثُمَّ إِنِّي دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۚ ثُمَّ إِنِّي أَعْلَنْتُ  
لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ۚ

قَالَ رَبِّ	کہا اس نے	إِلَّا فِرَارًا	مگر بھاگنا	فِي آذَانِهِمْ	اپنے کانوں میں
وَإِنِّي دَعَوْتُ	اے میرے پروردگار!	وَأَسْرُوا	اور بے شک میں نے	وَاسْتَغْشَوْا	اور اوڑھ لئے انھوں نے
قَوْمِي	بے شک میں نے بلایا	وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا	جب بھی	ثِيَابَهُمْ	اپنے کپڑے
لَيْلًا وَنَهَارًا	اپنی قوم کو	وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا	بلایا ان کو	وَاسْتَغْشَوْا	اور اوڑھ لئے انھوں نے
فَلَمْ يَزِدْهُمْ	شب و روز	وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا	تاکہ بخشیں آپ ان کو	وَاسْتَغْشَوْا	اور گھمنڈ کیا انھوں نے
دُعَائِي	پس نہیں بڑھایا ان کو	وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا	ٹھوسے انھوں نے	وَاسْتَغْشَوْا	گھمنڈ کرنا بڑا
	میرے بلانے نے	وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا	اپنی انگلیاں	ثُمَّ إِنِّي	پھر بے شک میں نے

دَعَوْتُهُمْ	بلا یا ان کو	ثُمَّ لَآتَىٰ	پھر بے شک میں نے	وَاسْرَزْتُ لَهُمْ	اور چپکے سے کہا ان سے
جَهَنَّمَ	بر ملا	اَخْلَلْتُ لَهُمْ	کھول کر کہا ان سے	اِسْرَارًا	بالکل چھپ کر

### نوح علیہ السلام کی دعوت صدابہ صحر اثابت ہوئی

نوح علیہ السلام نے قوم پر ساڑھے نو سو سال تک محنت کی مگر نتیجہ صفر رہا، ارشاد فرماتے ہیں:

نوح نے عرض کیا: اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو شب و روز بلایا، مگر میرے بلانے پر وہ اور زیادہ بھاگتے رہے، اور میں نے جب بھی ان کو بلایا کہ آپ ان کو بخشیں تو انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھوسیں — کیونکہ میری بات سننا ان کو گوارا نہ تھا، چاہتے تھے کہ میری آواز ان کے کان میں نہ پڑے — اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے — تاکہ وہ مجھے نہ دیکھیں اور نہ میں ان کو دیکھوں — اور وہ اپنی بات (شکر) پراڑے رہے، اور انھوں نے غایت درجہ گھمنڈ کیا پھر میں نے ان کو باواز بلند بلایا، پھر میں نے ان کو علانیہ سمجھایا، اور ان کو بالکل خفیہ بھی سمجھایا — مگر سب لاج حاصل رہا!

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَمُمْدِدًا لَكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا ۝ أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا ۝ وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا ۝ وَاللَّهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۝ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ بِسَاطًا ۝ لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝

فَقُلْتُ	پس میں نے کہا	يُرْسِلِ	چھوڑے گا	وَبَنِينَ	اور بیٹوں سے
اسْتَغْفِرُوا	گناہ بخشو اور تم	السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ	آسمان کو تم پر	وَيَجْعَلْ لَكُمْ	اور بنائے گا تمہارے لئے
رَبَّكُمْ	اپنے پروردگار سے	مِدْرَارًا	موسلا دھار	جَنَّتٍ	باغات
إِنَّهُ كَانَ	بے شک وہ ہے	وَمُمْدِدًا	اور بڑھائے گا تم کو	وَيَجْعَلْ لَكُمْ	اور بنائے گا تمہارے لئے
غَفَّارًا	بڑا بخشنے والا	بِأَمْوَالٍ	مال سے	أَنْهَارًا	نہریں

(۱) مِدْرَار: صیغہ مبالغہ، دَرُّ الدَّرِّ (ن، ض) دَرًّا: دودھ کا کثرت سے ہونا، جاری ہونا، بہنا۔

مَا لَكُمْ لَا تَتَذَكَّرُونَ لِلَّهِ وَقَارًا <sup>(۱)</sup> وَقَدْ خَلَقَكُمْ	تمہیں کیا ہوا نہیں امید رکھتے تم اللہ کے لئے عظمت کی حالانکہ پیدا کیا ہے اس نے تم کو	طِبَاقًا وَجَعَلَ النَّعْمَ فِيهِنَّ نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا وَاللَّهُ أَنْتَبِتْكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا <sup>(۳)</sup>	تہ بہ تہ اور بنایا چاند کو ان میں نور اور بنایا سورج کو چراغ اور اللہ نے اگایا تم کو زمین سے خاص انداز سے اگانا	ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا <sup>(۲)</sup> وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ بِسَاطًا لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِي جَاثَا	پھر لوٹائے گا وہ تم کو اس میں اور نکالے گا تم کو خاص انداز سے نکالنا اور اللہ نے بنایا تمہارے لئے زمین کو فرش تاکہ چلو تم اس کی راہوں میں کشادہ
---	---	---	---	--	---

نوح علیہ السلام نے قوم کو انفس و آفاق کے دلائل سے توحید اور اللہ کی عظمت سمجھائی

جو گناہوں سے توبہ کرے وہ نہال اور مالا مال ہو جائے گا۔ پس میں نے — نوح علیہ السلام نے —

کہا: تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشاؤ — یعنی شرک سے توبہ کرو — بے شک وہ بڑے بخشنے والے ہیں، وہ بکثرت تم پر بارش برسا سکیں گے، اور تمہیں مال اور اولاد میں ترقی دیں گے، اور تمہارے لئے باغات لگائیں گے، اور تمہارے لئے نہریں بہائیں گے!

انفس و آفاق میں غور کرو اللہ کی عظمت سمجھ میں آئے گی: — (نوح علیہ السلام نے کہا): تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ

کی عظمت کے معترف نہیں ہوتے، حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے پیدا کیا — مٹی سے غذا نکالی، غذا سے خون بنایا، خون سے مادہ بنایا، مادہ رحم مادر میں پہنچا تو خون بستہ (کلیبی جیسا) بنا، پھر وہ گوشت کی بوٹی بن گیا، پھر اس میں ہڈیاں ابھریں، پھر ان پر گوشت چڑھا، پھر اشرف المخلوقات انسان وجود میں آیا، فَتَبَرَّكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْمَخْلُوقِينَ! — کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے ہیں، اور ان میں چاند کو نور بنایا، اور سورج کو چراغ

(۱) وقار: مصدر، وَقُرُ (ک) باوقار ہونا، یہاں عظمت کے معنی ہیں (۲) أطوار: طوور کی جمع مختلف حالتیں (۳) نباتا اور إخراجا: مفعول مطلق بیان نوع کے لئے ہیں (۴) فجج: جمع کی جمع: کشادہ۔

بنایا، اور اللہ نے تم کو زمین سے خاص طور پر اگایا۔ جس کی تفصیل ابھی گزری — پھر وہ (موت کے بعد) تم کو اس میں لوٹائے گا، پھر وہ تمہیں (قیامت کے دن) خاص طور سے نکالے گا — اجسام زمین سے گھاس کی طرح اگیں گے، پھر ارواح عالم بزرخ سے ریوں آئیں گی، اور اپنی اپنی باڈیوں میں داخل ہونگی تو نئی زندگی شروع ہوگی — اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا، تاکہ تم اس کے کشادہ راستوں میں چلو! — مکہ میں پہاڑ ہی پہاڑ ہیں، مگر درمیان میں کشادہ راہیں بھی ہیں جن کی وجہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنا آسان ہو گیا ہے، اگر یہ راہیں نہ ہوتیں تو انسان ایک جگہ گھر کر رہ جاتا!

قَالَ نُوحٌ رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالَهُ وَوَلَدًا إِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكْرُوهًا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۝ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ۝

اور نہ سواع کو	وَلَا سُوَاعًا	مگر گھما	إِلَّا خَسَارًا	نوح نے کہا	قَالَ نُوحٌ
اور نہ یغوث کو	وَلَا يَغُوثَ	اور داؤ چلے وہ	وَمَكْرُوهًا	اے رب!	رَبِّ
اور یعوق کو	وَيَعُوقَ	داؤ	مَكْرًا	بے شک انھوں نے	إِنَّهُمْ
اور نسر کو	وَنَسْرًا	بڑے	كُبَّارًا <sup>(۲)</sup>	میری نافرمانی کی	عَصَوْنِي
اور بتحقیق گمراہ کیا انھوں نے	وَقَدْ أَضَلُّوا	اور کہا انھوں نے	وَقَالُوا	اور پیروی کی انھوں نے	وَاتَّبَعُوا
بہت سوں کو	كَثِيرًا	ہرگز مت چھوڑو	لَا تَذَرُنَّ	اس کی جس کو	مَنْ <sup>(۱)</sup>
اور نہ بڑھائیں آپ	وَلَا تَزِدِ	اپنے معبودوں کو	آلِهَتَكُمْ	نہیں بڑھایا اس کو	لَّمْ يَزِدْهُ
خالموں کی	الظَّالِمِينَ	اور ہرگز مت چھوڑو	وَلَا تَذَرُنَّ	اس کے مال نے	مَالَهُ
مگر گمراہی	إِلَّا ضَلَالًا	وڈو کو	وَدًّا	اور اس کی اولاد نے	وَوَلَدًا

قوم نے نوح علیہ السلام کی بات نہیں مانی، اپنے سرداروں کی بات مانی

نوح نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا، اور ایسے لوگوں کا کہنا مانا جن کے مال اور (۱) من: موصولہ، صلہ سے مل کر اتبعوا کا مفعول بہ (۲) کُتِبَار: صیغہ مبالغہ، اس میں کُتِبَار سے معنی کی زیادتی ہے، اور کُتِبَار میں کبیر سے معنی کی زیادتی ہے۔

اولاد نے ان کو نقصان ہی پہنچایا — یعنی اپنے رئیسوں اور مالداروں کا کہنا مانا، جن کے مال اور اولاد میں کچھ خوبی اور بہتری نہیں، بلکہ وہ ان پر ٹوٹا ہے، اُن ہی کے سبب دین سے محروم رہے (فوائد) — اور وہ (میرے خلاف) بڑی بڑی چالیں چلے، اور انھوں نے (لوگوں سے) کہا: تم اپنے معبودوں کو ہرگز مت چھوڑو! اور تم (خاص طور پر) ہرگز مت چھوڑو وَدَّ كُوۡرِنۡہٗ سُوۡءًا وَّ كُوۡرِنۡہٗ یُفۡسِدُ كُوۡہٗ وَّ یُعۡوِقُ اُوۡرۡنِسُوۡہٗ كُوۡہٗ وَّ اُوۡرِنۡہٗوۡنَ لَیۡسَ یُہۡتَوٰی كُوۡرِنَہٗ كَمَا یَاۡتِیۡہٗمُۡنَ اُوۡرِنۡہٗوۡنَ اٰیۡمٰنَ لَآئِنَ تَحۡتَہٗ — اور آپ ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھاد مت سمجھئے!

فائدہ (۱): نوح علیہ السلام کی قوم میں بت پرستی کا رواج کیسے ہوا؟ پہلے زمانہ میں کچھ بزرگ لوگ تھے، ان کی وفات کے بعد شیطان کے اغواء (بہکانے) سے قوم نے ان کی تصویریں بطور یادگار کھڑی کر لیں، پھر ان کی تعظیم ہونے لگی، پھر پرستش ہونے لگی، یہی صورتیاں عرب میں آگئی تھیں: بخاری شریف کی حدیث (نمبر ۳۹۲۰) ہے:

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو صورتیاں قوم نوح میں رائج تھیں وہ بعد میں عرب میں رائج ہو گئیں: وَدَّ دُوۡمَۃُ الْجَدۡلِ مِیۡنَ قَبِیۡلَہٗ کَلۡبَہٗ كَمَا تَحۡتَہٗ سُوۡءًا قَبِیۡلَہٗ ہٰذِیۡلَہٗ كَمَا یُعۡوِقُ قَبِیۡلَہٗ مَرَادَا، بَعۡدَ مِیۡنَ وَہٗ سَبَآءَ كَمَا یَاۡتِیۡہُمُۡنَ مِیۡنَ جَوۡفِ مَقَامِ مِیۡنَ قَبِیۡلَہٗ غَطَفَانَہٗ كَمَا ہُوَ یُعۡوِقُ قَبِیۡلَہٗ ہَمَدَانَہٗ كَمَا، اُوۡرِنَسُوۡہٗ جَمِیۡرِ قَبِیۡلَہٗ كَمَا ذَاکُلَاۡعِ خَانَہٗنَ كَمَا تَحۡتَہٗ — اور نَسُوۡہٗ (اور باقی چار) قوم نوح علیہ السلام کے نیک لوگوں کے نام ہیں، جب ان کا انتقال ہوا تو شیطان نے ان کی قوم کو مٹی پڑھائی کہ ان کی ان مجلسوں میں جن میں وہ بیٹھا کرتے تھے ان کے مجسمے کھڑے کر دو، اور ان کے ناموں سے نامزد کر دو، چنانچہ انھوں نے ایسا کیا، پس وہ پوجے نہیں گئے یہاں تک کہ جب وہ نسل ختم ہو گئی، اور علم مٹ گیا تو ان کی پرستش شروع ہو گئی۔

فائدہ (۲): دیوبندیت کا امتیاز اکابر کی قبروں کے ساتھ اعتدال برتنا ہے، سنت سے جو ثابت ہے اسی تک رہنا ہے، آگے نہیں بڑھنا، مگر اب دیوبند میں اکابر کے فوٹو بننے لگے ہیں، ان کی قبروں پر کتبے لگ گئے ہیں، مراقبے ہونے لگے ہیں، یہ سلسلہ بڑھا تو سجدے بھی ہونے لگیں گے، اور دور دور سے لوگ اکابر کی قبروں کی زیارت کے لئے آنے لگے ہیں، یہ سلسلہ بڑھا تو عرس بھی ہونے لگے گا، اور بڑوں کی قبریں مسجد یا مدرسہ کے احاطے میں بننے لگی ہیں، جب دیوبندیوں میں جہالت آئے گی تو ان قبروں کی پرستش ہوگی، اللہ ہماری حفاظت فرمائیں۔

مِمَّا خَطَبْتِهِمْ اَعْرِضُوۡا فَاۡدۡخُلُوۡا نَارًا ۗ فَلَمَّ یَجِدُوۡا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَنْصَارًا ۝ وَقَالَ نُوۡحٌ رَبِّ لَا تَذَرۡ عَلٰی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیۡنَ دَیۡۡۡرًا ۝ اِنَّکَ اِنَّ تَذَرۡہُمۡ یُضِلُّوۡا عِبَادَکَ وَلَا یَلۡدُوۡا اِلَّا فَاۡجِرًا کَفَّارًا ۝ رَبِّ

اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيْ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝۱

بخشش مجھے	اغْفِرْ لِيْ	زمین پر	عَلَىٰ اِلَّا زِدْ	ان کی غلطیوں کی وجہ سے	مِنَّا خَطِيْئَتِهِمْ <sup>(۱)</sup>
اور میرے ماں باپ کو	وَلِوَالِدَيَّ	کافروں کا	مِنَ الْكَافِرِيْنَ	وہ ڈبائے گئے	اُغْرِقُوْا
اور اس کو جو	وَلِمَنْ	کوئی بسنے والا گھر	دِيَارًا <sup>(۲)</sup>	پس داخل کئے گئے	فَاَدْخِلُوْا
آیا	دَخَلَ	بے شک آپ اگر	اِنَّكَ اِنْ	آگ میں	تَاۡذًا
میرے گھر میں	بَيْتِيْ	چھوڑیں گے ان کو	تَذَرُهُمْ	پس نہیں پایا انھوں نے	فَلَمَّ يَجِدْ وَا
مؤمن ہو کر	مُؤْمِنًا	گمراہ کریں گے وہ	يُضِلُّوْا	اپنے لئے	لَهُمْ
اور مؤمن مردوں کو	وَالْمُؤْمِنِيْنَ	آپ کے بندوں کو	عِبَادَكَ	اللہ سے ورے	مَنْ دُوْنَ اللّٰهِ
اور مؤمن عورتوں کو	وَالْمُؤْمِنَاتِ	اور نہیں جنیں گے وہ	وَلَا يَلِدْ وَا	کوئی مددگار	اَنْصَارًا
اور نہ بڑھائیں آپ	وَلَا تَزِدِ	مگر بدکار	اِلَّا قٰلِحًا	اور دعا کی نوح نے	وَقَالَ نُوْحٌ
ظالموں کی	الظَّالِمِيْنَ	حق کے منکر کو	كَفًا وَا	اے میرے رب!	رَبِّ
مگر تباہی!	اِلَّا تَبَارًا <sup>(۳)</sup>	اے میرے رب	رَبِّ	نہ چھوڑیں آپ	لَا تَذَر

نوح علیہ السلام کی قوم اپنی غلطیوں کی وجہ سے غرقاب ہوئی، بددعا مرز تھا

ارشاد فرماتے ہیں: اپنے ان ہی گناہوں کے سبب وہ غرقاب کئے گئے، پھر وہ دوزخ میں داخل کئے گئے — یعنی دنیا کی سزا پر اکتفا نہیں کیا گیا — اور اللہ کے سوا ان کو کوئی مددگار میسر نہیں آیا — آگے نوح علیہ السلام کی بددعا آرہی ہے، اس آیت کی تقدیم میں اشارہ ہے کہ ان کی ہلاکت کا اصل سبب ان کی نافرمانی تھی۔

اور نوح نے دعا کی: اے میرے رب! کافروں میں سے زمین پر ایک بھی باشندہ نہ چھوڑیں، اگر آپ ان کو چھوڑیں گے تو وہ آپ کے بندوں کو (ان مؤمنین کو جو نجات پائیں گے) گمراہ کریں گے، اور ان کی کافر و فاجرہی اولاد پیدا ہوگی! — اے میرے پروردگار! مجھے، میرے ماں باپ کو، اور جو مؤمن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں آئے اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دیں، اور ان ظالموں کی ہلاکت ہی بڑھائیں!

(۱) ممانا: میں ما زائد ہے، اور من اجلیہ ہے (۲) دیار: بسنے والا، رہنے والا، دور سے جس کے معنی ہیں: گھومنا (۳) تبار: مصدر: ہلاکت، ہلاک کرنا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ الجن

اس سورت کا موضوع بھی توحید ہے، یہ سورت مکی دور کے وسط کی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۴۰ ہے، گذشتہ سورت میں انسان (نوح علیہ السلام) نے انسانوں کو توحید کی دعوت دی تھی، اس سورت میں جنات نے جنات کو توحید کی دعوت دی ہے، اور دوسرے رکوع میں بھی نفی شرک اور توحید سے متعلق مختلف مضامین ہیں۔

زمین میں تین مخلوقات ایک ساتھ بسی ہوئی ہیں: زمین میں بے شمار مخلوقات ہیں: ﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ﴾ اور آپ کے رب کے لشکروں کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا! مگر ان میں خاص مخلوقات تین ہیں: زمینی فرشتے (ملائکات)، جنات اور انسان، اور تینوں میں لطافت و کثافت کا پارٹیشن ہے، لطیف مخلوق کو کثیف مخلوق نظر آتی ہے، اور کثیف کو لطیف نظر نہیں آتی، ان میں سے فرشتے مکلف نہیں، جیسے اور مخلوقات (حیوانات) مکلف نہیں، فرشتوں کی فطرت میں دیگر مخلوقات کی طرح سلامتی ہے، وہ ہر وقت اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں: ﴿وَإِنْ مِنْكُمْ شَآءٌ إِلَّا لِأَنبِيَّهِ بِحَمْدِهِ﴾ کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو!

اور جنات اور انسان مکلف مخلوق ہیں، ان کی فطرت میں خیر و شر دونوں ہیں، وہ اپنے اختیار سے ایک پہلو اختیار کر سکتے ہیں، اور پہلے زمین پر فرشتے پیدا کئے گئے، پھر جنات، پھر انسان، یہ آخری دونوں ہدایت کے محتاج ہیں، پہلے جنات میں بھی رسالت کا سلسلہ ہوگا، مگر جب سے انسان پیدا ہوا ہدایت و رسالت میں جنات انسانوں کے تابع کئے گئے، اب وہ انسان رسول کی امت ہیں، اور ان میں بھی وہ تمام فرقے ہیں جو انسانوں میں ہیں، ان میں یہود و نصاریٰ، ہندو اور مسلمان سب ہیں۔

سورۃ جن میں جنات کی رپورٹ نازل کی گئی ہے: جنات پہلے آسمان کے قریب جاتے تھے، فرشتوں کی باتیں سنتے تھے اور کاہنوں کے کانوں میں ڈالتے تھے، پھر جب قرآن کا نزول شروع ہوا تو ان پر پابندی لگ گئی، اب وہ آسمان کے قریب نہیں جاسکتے، جاتے ہیں تو میزائل دانے جاتے ہیں، شہاب ثاقب سے ان کی خبر لی جاتی ہے، اس صورت حال نے شیاطین کے لئے لمحہ فکریہ پیدا کیا، انھوں نے عالمی کانفرنس بلائی، اس میں غور و فکر کے بعد طے پایا کہ ضرور زمین میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے جس کی وجہ سے یہ پابندی لگی ہے، چنانچہ نئی بات جاننے کے لئے کمیشن بنائے گئے جو زمین کا دورہ کریں گے، اور ان کو ڈویژن تقسیم کر کے دیئے گئے، ان میں ایک وفد نصیبین کے جنات کا تھا، ان کو تہامہ کا جائزہ لینے کی



ذمہ داری سپرد کی گئی۔

ہجرت سے پہلے نبی ﷺ عکاظ میلے میں لوگوں کو دین کی دعوت دینے کے لئے تشریف لے جا رہے تھے، رات میں نخلہ مقام میں قیام فرمایا، وہاں آپ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، اور زور سے قرآن پڑھ رہے تھے اچانک وہاں سے جنات کا وفد گذرا، جب قرآن کی آوازان کے کان میں پڑی تو وہ یکدم رک گئے، اور غور سے سننے لگے، قرآن سن کر وہ سمجھ گئے کہ یہی وہ کلام ہے جس کی وجہ سے ان پر پابندی لگی ہے، وہ قرآن پر ایمان لے آئے، اور نبی ﷺ سے ملاقات کئے بغیر قوم کی طرف لوٹ گئے، اور اپنی منفصل رپورٹ پیش کی، جو سورۃ الجن میں نازل کی گئی، اور جنات کی آمد کی اور ایمان قبول کرنے کی اطلاع آپ کو سورۃ الاحقاف آیات (۲۹-۳۲) کے ذریعہ دی گئی۔

اور یہ مضمون بخاری شریف کی حدیث (نمبر ۷۷۳) میں آیا ہے، جو درج ذیل ہے:

حدیث: رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ بازار عکاظ کی طرف جانے کی نیت سے چلے در انحالیکہ شیاطین کے درمیان اور آسمان کی خبروں کے درمیان روک لگادی گئی تھی یعنی اس واقعہ سے پہلے جنات کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا تھا، اور ان پر انگارے برسائے جاتے تھے (میزائل دانغے جاتے تھے) پس شیاطین اپنی قوم کی طرف لوٹے، پس قوم نے پوچھا: کیا بات ہے؟ یعنی خبریں کیوں نہیں لائے؟ انھوں نے کہا: ہمارے درمیان اور آسمان کی خبروں کے درمیان پہرہ بٹھا دیا گیا ہے اور ہم پر آگ کے گولے دانغے جاتے ہیں، انھوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان جو رکاوٹ پیدا ہوئی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے، لہذا تم مشرق و مغرب کا دورہ کرو، پس دیکھو وہ کیا نئی بات ہے جو تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوئی ہے؟ پس پھر وہ لوگ جو تمہارے کی طرف متوجہ ہوئے تھے، نبی ﷺ کی طرف، در انحالیکہ آپ مقام نخلہ میں تھے، اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بازار عکاظ جانے کا ارادہ رکھتے تھے، اور آپ وہاں صحابہ کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، پس جب ان جنات نے قرآن سنا تو وہ بغور سننے لگے، پس انھوں نے کہا: قسم بخدا! یہی وہ کلام ہے جو ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوا ہے، پس وہی جگہ ہے جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے، کہا انھوں نے: اے ہماری قوم! بے شک ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو نیک راستے کی راہنمائی کرتا ہے، پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیات اتاریں ﴿فَلْيُؤْحَىٰ إِلَيْكُمْ﴾ (سورۃ الجن) اور آپ کی طرف جنات کی بات ہی وحی کی گئی یعنی جنات نے اپنی قوم میں جو رپورٹ پیش کی تھی وہ سورۃ الجن میں نازل کی گئی، اس وقت وہ جنات آپ سے نہیں ملے تھے، سورۃ احقاف (آیت ۲۹) میں ان جنات کی آمد کی اطلاع دی گئی۔

﴿سُوْرَةُ الْجِنِّ﴾

(۶۲) سُورَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ (۴۰)

﴿بَابُهَا ۲۸﴾

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اُوْحٰی اِلَیَّ اَنْتَ اَللهُ اَسْمَعُ نَفْرًا مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ یَهْدِیْ  
 اِلَی الرُّشْدِ فَاَمَّا بِهٖ وَاَلَمْ یَكُنْ لَّشُرْکُ بَرِیِّنَا اَحَدًا ۙ وَاَنْتَ تَعْلٰی جَدُّ رَبِّنَا  
 مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ وَاَنْتَ کَانَ یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَی اللّٰهِ شَطَطًا ۙ  
 وَاِنَّا ظَنَنَّا اَنْ لَّنْ نَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا ۙ وَاَنْتَ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ  
 الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَاَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۙ وَاَنْتَ هُمْ ظَنُّوْا کَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ  
 لَّنْ یَبِیْعَتْ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ وَاِنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنَهَا مِلْئًا حَرَسًا شَدِیْدًا وَاَشْهُبًا ۙ  
 وَاِنَّا کُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۙ فَمَنْ یَسْمِعُ الْاِنَّ یَجِدْ لَهُ شَهَابًا  
 رَّصَدًا ۙ وَاِنَّا لَا نَدْرِیْ اَشْرًا اُرِیْدَ بَعْنَ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهٖمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ  
 وَاِنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنُ ذٰلِکَ کُنَّا طَرَآئِقَ قَدَدًا ۙ وَاِنَّا ظَلَمْنَا اَنْ لَّنْ  
 نُعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَلَنْ نُعْجِزَهُ هَرَبًا ۙ وَاِنَّا لَنَسَمِعُ عَلَی الْاَرْضِ اَمَّا بِهٖ ۙ فَمَنْ  
 یُّؤْمِنُ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۙ وَاِنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ  
 فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُوْلٰئِکَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۙ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَکَاثِرُوْا جَهَنَّمَ حَطَبًا ۙ  
 وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَی الطَّرِیْقَةِ لَا سَقِیْنٰهُمْ مَّآءٌ عَذَقًا ۙ لِنُفْتِنَهُمْ فِیْهِ ۙ وَمَنْ  
 یُّعْرِضْ عَن ذِکْرِ رَبِّهٖ یَسْلُکْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۙ وَاَنْ السَّجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ  
 اللّٰهِ اَحَدًا ۙ وَاَنْتَ لَنَا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ کَاذُوْا یُکُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ۙ

میری طرف

اِلَیَّ

وہی کی گئی

اُوْحٰی

آپ کہیں

قُلْ

اِنَّهُ (۱)	شان یہ ہے کہ	وَ اَنَّهُ	اور شان یہ ہے کہ	اِلَیْنِیْ وَ اِلَیْجِیْ	اِس وَ جِیْ
اَسْمَعُ	غور سے سنی بات	تَعْلٰی	برتر ہے	عَلٰی اللّٰهِ	اللّٰہِ پَر
نَفَرٌ	ایک جماعت نے	جَدُّ (۳)	نصیبہ	کَذِبًا	جھوٹی بات
مِنَ الْجِیْنِ	جنات کی	رَبِّیْنَا	ہمارے رب کا	وَ اَنَّهُ	اور شان یہ ہے کہ
فَقَالُوْا	پس کہا انھوں نے	مَا اِتَّخَذَ	نہیں بنائی اس نے	كَانَ رِجَالٌ	کچھ مرد تھے
اِنَّا سَیَعْنَا (۲)	بے شک ہم نے سنا	صَاحِبَةً	کوئی بیوی	مِّنَ الْاِنْسِی	انسانوں میں سے
قُرَآنًا	پڑھنا	وَ لَا وِلْدًا	اور نہ کوئی اولاد	یَعُوْذُوْنَ	پناہ لیتے تھے
عَجَبًا	عجیب	وَ اَنَّهُ	اور شان یہ ہے کہ	یْرِجَالٌ	کچھ مردوں کی
یَهْدٰی	راہ دکھاتا ہے	كَانَ یَقُوْلُ	کہا کرتا تھا	مِنَ الْجِیْنِ	جنات میں سے
اِلَی الرُّشْدِ	بھلائی کی	سَفِیْهُنَا	ہمارے بے وقوف	قَوَادُوْهُمْ	پس بڑھائی انھوں نے انکی
فَاَمَّا	پس ایمان لائے ہم	عَلٰی اللّٰهِ	اللّٰہ پَر	رَهَقًا (۵)	بددماغی
یٰہ	اس پَر	شَطَطًا (۴)	بڑھی ہوئی بات	وَ اَنَّهُمْ ظَنُّوْا	اور یہ کہ گمان کیا انھوں نے
وَ لَنْ نُّشْرِکَ	اور ہرگز شریک نہیں	وَ اَنَّا	اور یہ کہ ہم نے	کَمَا ظَنَنْتُمْ	جیسا گمان کیا تم نے
یَرْبِیْنَا	کریں گے ہم	ظَنُّنَا	خیال کیا	اَنَّ لَنْ یَّبْعَثَ	کہ ہرگز نہیں بھیجیں گے
اَحَدًا	ہمارے رب کے ساتھ	اَنْ لَّن	کہ ہرگز نہیں	اللّٰہِ اَحَدًا	اللّٰہ کسی کو
	کسی کو	تَقُوْلُ	کہیں گے	وَ اَنَّا لَمَسْنَا	اور یہ کہ ہم نے ٹٹول لیا

(۱) اس ان پر آگے جو پندرہ جگہ ان آ رہا ہے: معطوف ہے، پھر سب اوحی کا نائب فاعل (مفعول بہ) ہیں، جنات کی یہ پوری رپورٹ جو سولہ دفعات پر مشتمل ہے: وحی کی گئی ہے۔ قاعدہ: ان (بالکسر) اور ان (بافتح) دونوں حروف مشبہ بالفعل ہیں، دونوں مضمون جملہ کی تاکید کے لئے ہیں، ان: جملہ کے شروع میں آتا ہے اور ان درمیان میں، جیسے ان اللہ علیم: بے شک اللہ جاننے والے ہیں اور علمت انک عالم: بے شک مجھے معلوم ہے کہ آپ جانتے ہیں، اور دونوں کا اسم منصوب اور خبر مرفوع ہوتی ہے، اور دونوں کا اسم کبھی ضمیر ہوتی ہے، پھر ضمیر کبھی خالی ہوتی ہے، اس کا مرجع نہیں ہوتا، وہ ضمیر شان کہلاتی ہے، اور کبھی ضمیر بھری ہوتی ہے، اس کا مرجع ہوتا ہے، جنات کی رپورٹ میں پانچ جگہ ضمیر شان ہے، اس کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔

(۲) یہ ان: قال کے ماتحت ہے (۳) جد: شان، نصیبہ، عظمت (۴) شطط: مصدر، شطط: شططًا: حد سے تجاوز کرنا۔ (۵) رَهَقًا: مصدر: زیادتی، بددماغی رَهَقًا (س) رَهَقًا: ظلم و زیادتی کرنا، گناہوں میں مبتلا ہونا، بددماغی: حاصل مصدر ہے۔

اور نہ کسی زبردستی سے	وَلَا رَهَقًا	اور یہ کہ ہم میں سے بعض	وَأَنَا مِنَّا	آسمان کو	السَّمَاءَ
اور یہ کہ ہم میں سے بعض	وَأَنَا مِنَّا	نیک ہیں	الضَّالِّحُونَ	پس پایا ہم نے اس کو	فَوَجَدْنَاهَا
فرمان بردار ہیں	الْمُسْلِمُونَ	اور ہم میں سے بعض	وَمِنَّا	بھرا گیا ہے	مِلْمَاتٍ
اور ہم میں سے بعض	وَمِنَّا	اس سے ورے ہیں	ذُوتَ ذَلِكَ	سخت چوکیداروں سے	حَرَسًا شَدِيدًا
ناانصاف ہیں	الْقَاسِطُونَ	تھے ہم راہیں	كُنَّا طَرَائِقَ	اور انگاروں سے	وَشُهَبًا
پس جو فرمان بردار ہوا	فَمَنْ أَسْكَمَ	پھٹی ہوئی	قَدَدًا <sup>(۱)</sup>	اور یہ کہ تھے ہم	وَأَنَا كُنَّا
پس انھوں نے	فَأُولَٰئِكَ	اور یہ کہ خیال کیا ہم نے	وَأَنَا خَلَقْنَا	بیٹھتے تھے	نَقَعْدُ
سو جلی	تَحَكَّرُوا	کہ ہرگز نہیں	أَنْ لَنْ	آسمان سے	مِنْهَا
بھلائی	رَشَدًا	عاجز کر سکتے ہم اللہ کو	نُحْجِزَ اللَّهُ	نشست گا ہوں میں	مَقَاعِدَ
اور رہے ناانصاف	وَأَمَّا الْفَاسِقُونَ	زمین میں	فِي الْأَرْضِ	سننے کے لئے	لِللَّسَعِ
پس وہ جہنم کا	فَكَانُوا لِحَبَّتِهِمْ	اور ہرگز نہیں عاجز کر	وَلَنْ نُحْجِزَهُ	پس جو سنتا ہے	فَمَنْ يَسْمِعِ
ایندھن ہیں	حَطْبًا	سکتے اس کو	سَكْتًا	اب	الآنَ
اور یہ کہ اگر	وَأَنْ لَّوِ	بھاگ کر	هَرَبًا	پاتا ہے اپنے لئے	يَجِدْ لَهُ
سیدھے رہتے وہ	اسْتَقَامُوا	اور یہ کہ جب	وَأَنَا لَنَّا	انگارا گھاٹ میں لگا ہوا	شَهَابًا زَصَدًا
راستے پر	عَلَى الطَّرِيقَةِ	سنی ہم نے	سَمِعْنَا	اور ہم نہیں جانتے کہ	وَأَنَا لَا نَذَرُ
تو ضرور پلاتے ہم ان کو	لَا نَسْقِينَهُمْ	ہدایت (راہ نمائی)	الْهُدَى	آیا برائی	أَشْرًا
کثیر پانی	مَا لَعَدَدْنَا	ایمان لگائے ہم اس پر	أَمْتًا بِهِ	چاہی گئی ہے	أُرِيدًا
تا کہ جانچیں ہم ان کو	لِنَفْتَحَهُمْ	پس جو ایمان لایا	فَمَنْ يُؤْمِنِ	ان کے ساتھ جو زمین	بِمَنْ فِي الْأَرْضِ
اس (پانی) میں	فِيهِ	اپنے رب پر	يَرْكَبْهُ	میں ہیں	
اور جو روگردانی کرے گا	وَمَنْ يُعْرِضْ	پس نہیں ڈرتا وہ	فَلَا يَخَافُ	یا چاہی ہے ان کے ساتھ	أَمْرًا أَرَادَ بِهِمْ
اپنے رب کے ذکر سے	عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ	کسی کمی سے	بِخَسَا	ان کے رب نے بھلائی	رَهْمًا رَشَدًا

(۱) قَدَدٌ: جمع مختلف الخيال لوگوں کی جماعت۔

(۲) عَدَدًا: مصدر باب سجع: کثیر پانی، غَدِيقُ الْمَطَرِ: خوب بارش ہونا۔

پکارتا ہے وہ اس کو	يَدْعُوهُ	اللہ کے ساتھ	مَعَ اللّٰهِ	چلائیں گے وہ اس کو	يَسْلُكُهُ
قریب ہیں وہ	كَادُوا	کسی کو	اَحَدًا	سخت عذاب میں	عَذَابًا صَعَدًا <sup>(۱)</sup>
ہو جائیں	يَكُونُونَ	اور شان یہ ہے کہ	وَ اِنَّكَ	اور یہ کہ عبادت گاہیں	وَ اَنَّ الْمَسْجِدَ
اس پر	عَلَيْهِ	جب کھڑا ہوا	لَمَّا قَامَ	اللہ کے لئے ہیں	لِلّٰهِ
ٹھٹھے (جھم گٹا)	لِبَدَا	اللہ کا بندہ	عَبْدُ اللّٰهِ	پس مت پکارو	فَلَا تَدْعُوا

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

جنات کی سولہ دفعات پر مشتمل تحقیقاتی رپورٹ

جنات نے اپنی اتھارٹی کو یہ تحقیقاتی رپورٹ سولہ دفعات پر مشتمل پیش کی ہے، آج بھی کمیشن اسی طرح دفعہ دار رپورٹ لکھتے ہیں، ذیل میں ان کو دفعہ دار لکھا ہے، تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

﴿قُلْ اَوْحِيَ اِلَيَّ﴾

ترجمہ: آپ (لوگوں سے) کہیں: میری طرف وحی کی گئی:

﴿اِنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَآءِ الرُّشْدِ فَامْتٰنٰ بِهٖ وَلٰكِن نُّشْرِكُ بِرَبِّنَا اَحَدًا ۙ﴾

۱- کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن سنا، پس انھوں نے (اپنی قوم سے) کہا: بے شک ہم نے ایک عجیب پڑھنے کی کتاب سنی، جو راہ ہدایت دکھاتی ہے، پس ہم تو اس پر ایمان لے آئے، اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے!

﴿وَ اِنَّكَ تَعَلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۙ﴾

۲- اور یہ کہ ہمارے پروردگار کا بڑا رتبہ (شان) ہے، اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ اولاد!

﴿وَ اِنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْضًا عَلٰى اللّٰهِ شَطَطًا ۙ﴾

۳- اور یہ کہ ہمارا بے وقوف اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی بات کہا کرتا تھا — یعنی وہ اللہ کے لئے بیوی اور اولاد مانتا ہے، جو اس کی بے وقوفی ہے، جنات کے احمقوں نے اللہ کا جنات کے ساتھ دامادی کا رشتہ قائم کیا تھا، اور وہ اللہ کو صاحب اولاد مانتے تھے، مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں اور عیسائی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں، سورۃ (۱) صَعَدًا: سخت، مصدر باب سَعِ اَمِ غَذَابًا عَالِيًا يَغْمُرُهٗ وَيَعْلُو عَلِيْهٖ۔

الصافات میں اس کی تردید ہے (ہدایت القرآن ۷: ۸۳)

﴿وَأَنَّا ظَلَمْنَا أَن لَّنْ نَقُولَ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا﴾

۴- اور یہ کہ ہمارا خیال تھا کہ انسان اور جنات کبھی اللہ کے بارے میں جھوٹ نہیں کہیں گے — یہی خیال کر کے ہم بھی بہک گئے، اب قرآن سن کر قلعی کھلی، اور ان احمقوں کی اندھی تقلید سے نجات ملی۔

﴿وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا﴾

۵- اور یہ کہ کچھ انسان جنات کی پناہ لیا کرتے تھے، پس اُن آدمیوں نے اُن جنات کی بددماغی اور بڑھادی — عرب میں یہ جہالت بہت پھیلی ہوئی تھی: جنوں سے غیب کی خبریں پوچھتے، ان کے نام کی نذر و نیاز کرتے، چڑھاوے چڑھاتے، اور جب کسی قافلہ کا گذر پڑا تو کسی خوفناک وادی میں ہوتا تو کہتے کہ اس حلقہ کے جنوں کا جو سردار ہے ہم اس کی پناہ میں آتے ہیں، تاکہ وہ اپنے ماتحت جنوں سے ہماری حفاظت کرے، ان باتوں سے جن اور زیادہ مغرور ہو گئے اور سر چڑھنے لگے، اب قرآن نے آکر ان خرابیوں کی جڑ کاٹی (فوائد)

﴿وَأَنَّهُمْ كَانُوا كَمَا ظَلَمْنَاهُمْ أَن لَّنْ يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا﴾

۶- اور یہ کہ انھوں نے خیال کر رکھا تھا جیسا تم نے خیال کر رکھا ہے کہ (اب) اللہ تعالیٰ کسی کو (نبی بنا کر) مبعوث نہیں فرمائیں گے — یعنی جیسا تمہارا خیال ہے بہت آدمیوں کا بھی یہی خیال ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کوئی پیغمبر مبعوث نہیں فرمائیں گے، جو رسول پہلے ہو چکے سو ہو چکے، اب قرآن سے معلوم ہوا کہ اس نے ایک عظیم الشان رسول بھیجا ہے، اور اس پر اپنی آخری کتاب نازل فرمائی ہے۔

﴿وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلْتَأَةً فَخَفْنَا مِنهَا خِيفًا﴾

۷- اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹول لیا، پس ہم نے اس کو سخت پھرے اور شعلوں سے بھرا پایا — یہ کانفرنس کے موضوع کا جواب ہے، کانفرنس اس لئے بلائی گئی تھی کہ جنات آسمان سے خبریں کیوں نہیں لاتے؟ جواب یہ ہے کہ کیسے لائیں، وہاں سخت پہرہ لگا ہوا ہے اور میزائل داغے جاتے ہیں، اور یہ رسول اور قرآن کے برحق ہونے کی علامت ہے، نزول قرآن کی تقریب ہی سے یہ سیکورٹی قائم کی گئی ہے۔

﴿وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدًا لِلسَّمْعِ ، فَمَن يَسْمِعِ الْإِنَّ يَجِدْ لَهُ مِنَّا بُرْهَانًا مُّضْمَرًا﴾

۸- اور یہ کہ ہم آسمان کی نشست گاہوں میں باتیں سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے، پس اب جو کوئی بات سننا چاہتا ہے اپنے لئے ایک تیار شعلہ پاتا ہے — یہ پہلی ہی بات انداز بدل کر کہی۔

﴿وَإِنَّا لَا نَذَرُنَّكَ أَشَرًُّا زُرِينًا بِسَبِّ فِي الْأَرْضِ أَمْرًا آرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝﴾

۹- اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا ان کے رب نے ان کی ہدایت کا قصد کیا ہے؟ — یعنی یہ جدید انتظامات اور سخت ناکہ بندیاں خدا جانے کس غرض سے عمل میں آئی ہیں؟ یہ تو ہم سمجھ چکے کہ قرآن کریم کا نزول اور پیغمبر عربی کی بعثت اس کا سبب ہوا، لیکن نتیجہ کیا ہونے والا ہے؟ آیا زمین والے قرآن کو مان کر راہ پر آئیں گے، اور اللہ ان پر اللطافِ خصوصی مبذول فرمائیں گے یا یہی ارادہ ٹھہر چکا ہے کہ لوگ قرآنی ہدایات سے اعراض کرنے کی پاداش میں تباہ و برباد کئے جائیں گے؟ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے، اس کا علم علام الغیوب کو ہے (فوائد)

﴿وَإِنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِمَّا دُونَ ذَلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قَدَدًا ۝﴾

۱۰- اور یہ کہ ہم میں سے بعض نیک اور بعض اور طرح کے ہیں، ہم مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے تھے — یعنی جنات میں بھی فرقے اور جماعتیں ہیں، کوئی مشرک، کوئی عیسائی، کوئی یہودی، کوئی بدھست اور کوئی مسلمان ہے، اور سب صحیح نہیں، صحیح کوئی ایک ہے، اس کا فیصلہ قرآن کریم نے کیا۔

﴿وَإِنَّا ظَلَمْنَا أَنْ لَنْ نُعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَنْ نُعْجِزَهُ هَرَبًا ۝﴾

۱۱- اور یہ کہ ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے، اور نہ بھاگ کر اس کو ہر سکتے ہیں — یعنی اگر ہم نے قرآن کو نہ مانا تو ہم اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے، نہ زمین میں کسی جگہ چھپ کر، نہ ادھر ادھر بھاگ کر، نہ ہوا میں اڑ کر، پس سلامتی کا راستہ قرآن پر ایمان لانا ہے۔

﴿وَإِنَّا لَنَسْمَعُكَ الْهُدَىٰ أَمَّا بِهِ ؕ فَمَنْ يُؤْمِنُ بِهِ بِرَبِّهِ فَلَا يَحْتَفِ بِحَسَا وَلَا رَهَقًا ۝﴾

۱۲- اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے، پس جو شخص اپنے رب پر ایمان لائے گا اس کو نہ کسی کمی کا اندیشہ ہوگا اور نہ زیادتی کا — یعنی ہمارے لئے فخر کا موقع ہے کہ جنوں میں سب سے پہلے ہم نے قرآن سن کر بلا توقف قبول کیا، اور ایمان لانے میں ایک منٹ کی دیر نہیں کی اور سچے ایمانداروں کو اللہ کے ہاں کوئی کھٹکا نہیں، نہ نقصان کا کہ اس کی کوئی نیکی اور محنت یونہی رائگاں چلی جائے، نہ زیادتی کا کہ زبردستی کسی دوسرے کے جرم اس کے سر تھوپ دیئے جائیں، غرض وہ نقصان، تکلیف اور ذلت و رسوائی سب سے مأمون و محفوظ ہے (فوائد)

﴿وَإِنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِمَّا الْقَاسِطُونَ ؕ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّفُوا رَشَدًا ۝ وَإِنَّا الْقَاسِطُونَ فَكُنَّا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝﴾

۱۳- اور یہ کہ ہم میں سے بعض فرمان بردار ہیں، اور بعض ہم میں سے ناانصاف ہیں، سو جو مسلمان ہو گیا تو انھوں نے

بھلائی کا راستہ تلاش کر لیا، اور جو نا انصاف ہیں وہ دوزخ کا بندھن ہیں — یہ ایمان لانے کا فائدہ اور انکار کا انجام سمجھایا، پس یہ ایمان لانے کی دعوت ہے۔

﴿وَإِنْ لَوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَهُمْ مَاءً غَدَقًا ۖ لَنْفَقْتَهُمْ فِيهِ ، وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسُدَّ لَهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝﴾

۱۴- اور یہ کہ اگر وہ سیدھے راستے پر قائم ہو جاتے تو ہم ان کو کثیر پانی سے سیراب کرتے، تاکہ ہم اس (پانی) سے ان کا امتحان کریں، اور جو اپنے رب کی یاد سے روگردانی کرے گا اللہ اس کو سخت عذاب میں داخل کریں گے۔ بہت سے مفسرین یہاں سے اللہ کا ارشاد مانتے ہیں یعنی جنات کی رپورٹ ختم ہوگئی، مگر التفات ہو سکتا ہے، اور التفات قرآن کریم کا خاص اسلوب ہے، پس یہ بھی ایمان کی دعوت ہے اسلوب بدل کر کہ جو ایمان لائیں گے ان کی خوب چاندی ہوگی، اللہ تعالیٰ ان کو مائے کثیر سے سیراب کریں گے، اور اللہ کی ہر نعمت کے ذریعہ امتحان مقصود ہوتا ہے اور عرب میں پانی، بہت کم تھا، اور جو ایمان نہیں لائے گا اس کو سخت عذاب سے سابقہ پڑے گا۔

﴿وَإِنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا ۝﴾

۱۵- اور یہ کہ سجدہ گا ہیں سب اللہ کے لئے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت مت کرو — یہ توحید کی دعوت کے بعد شرک سے بچنے کی ہدایت ہے، ہر عبادت اللہ ہی کے لئے خالص ہونی چاہئے، اس میں شرک کا شائبہ نہیں ہونا چاہئے، ورنہ وہ عبادت منہ پر مار دی جائے گی، اور مساجد (عبادت گاہوں) کی تخصیص ان کی اہمیت کی وجہ سے ہے، ورنہ ہر عبادت کا یہی حکم ہے، کسی عبادت میں شرکت گوارا نہیں۔

﴿وَإِنَّكَ لِنَا قَامر عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝﴾

۱۶- اور یہ کہ جب اللہ کے بندے (رسول اللہ ﷺ) اللہ کی عبادت کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگ ان پر بھیڑ لگانے کو تیار ہو گئے — کاد: محل اثبات میں فعل کی نفی کرتا ہے، صرف کُرب بتلاتا ہے اور عبادت سے مراد دعوت بھی ہے، اور یہ درمیانی دور کی سورت ہے، اس وقت لوگ پل پڑتے تھے — اور لوگوں کا جو برتاؤ اللہ کے رسول کے ساتھ ہوتا ہے وہی ان کے ورثاء کے ساتھ ہوتا ہے، پس اس آخری بات میں اشارہ ہے کہ تم ہماری باتیں سن کر چراغ پا ہو جاؤ گے، مگر ہمیں اس کی پروا نہیں، یہ تو ہمارے رسول کی سنت ہے!

قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ۝ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ۝ قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ



مُلْتَحِدًا ۞ إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَتِهِ ۚ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ قَانَ لَهُ نَارُ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۞ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ فَيَسْعَلُونَ مَن أضعف ناصراً وَاَقْلَ عَدَدًا ۞ قُلْ إِن أَدْرِي أَقْرَبُ مَّا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا ۞ عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۞ إِلَّا مَن ارْتَضَىٰ مِّن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ۞ لِّيَعْلَمَ أَن قَدْ أبلغُوا رِسَالَتِي ربيهم وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۞

۲۰۲

سدا	ابَدًا	اللہ سے	مِنَ اللَّهِ	آپ کہیں:	قُلْ
یہاں تک کہ جب دیکھیں گے وہ	حَتَّىٰ إِذَا	کوئی	أَحَدًا	اس کے سوا نہیں کہ میں پکارتا ہوں	إِنَّمَا
اس کو جس کا وعدہ کئے گئے ہیں وہ	رَأَوْا	اور ہرگز نہیں پاؤں گے	وَلَكِنْ آجِدُ	میرے رب کو	أَدْعُوا
پس عنقریب جان لیں گے وہ	مَا يُوعَدُونَ	اس سے ورے	مِن دُونِهِ	اور میں شریک نہیں کرتا	رَبِّي
کون کمزور ہے مددگار کے اعتبار سے اور کم ہے گنتی کے اعتبار سے	فَيَسْعَلُونَ	کوئی جائے پناہ مگر پہنچانا	مُلْتَحِدًا <sup>(۲)</sup>	اس کے ساتھ کسی کو	وَلَا أُشْرِكُ
آپ کہیں:	مَن أضعف	اللہ کی طرف سے	إِلَّا بَلَاغًا	آپ کہیں:	بِهِ أَحَدًا
نہیں جانتا میں کیا نزدیک ہے جس کا وعدہ کئے جاتے ہوں	نَاصِرًا	اور اس کے پیغامات	وَرِسَالَتِهِ <sup>(۳)</sup>	بے شک میں نہیں مالک ہوں تمہارے لئے	قُلْ
	وَأَقْلَ	اور جو نافرمانی کرے گا	وَمَن يَعْصِ	کسی برائی کا	لَا أَصْلِكَ
	عَدَدًا	اللہ کی	اللَّهُ	اور نہ کسی بھلائی کا	لَكُمْ
	قُلْ	اور اس کے رسول کی	وَرَسُولُهُ	آپ کہیں: بیشک میں ہرگز نہیں چائے گا مجھے	صَدًّا
	إِن أَدْرِي	پس بیشک اس کے لئے	قَانَ لَهُ		وَلَا رَشَدًا
	أَقْرَبُ	دورخ کی آگ ہے	نَارُ جَهَنَّمَ		قُلْ إِنِّي
	مَّا تُوعَدُونَ	ہمیشہ رہنے والا اس میں	خَالِدِينَ فِيهَا		لَنْ يُجِيدَنِي <sup>(۱)</sup>

(۱) آجارِ إجارة: بچانا، پناہ دینا، مادہ جود، باب نصر: پناہ کا طالب ہونا جار علیہ: ظلم کرنا (۲) مُلتحد: اسم ظرف از باب افعال: پناہ کی جگہ (۳) رسالات کا بلاغاً پر عطف ہے، اور استثناء منقطع ہے، ہی لا املك شيئا ما إلا بلاغاً۔

پہنچائے انھوں نے	أَبْلَغُوا	رسول سے	مِن رَّسُولٍ	یابنائی ہے	أَمْرٌ يَجْعَلُ
پیغامات	رِسَالَاتٍ	پس بے شک وہ	فَاتَتْهُ	اس کیلئے میرے رب نے	لَهُ رَبِّي
ان کے رب کے	رَبِّهِمْ	چلاتے ہیں	يَسْأَلُكَ	کوئی دراز مدت	أَمَدًا
اور گھیر لیا ہے	وَأَحَاطَ	اس کے آگے	مِن بَيْنِ يَدَيْهِ	بھیدوں کے جانے والے	عِلْمُ الْغَيْبِ
اس کو جو ان کے پاس	بِمَا لَدَيْهِمْ	اور اس کے پیچھے	وَمِنْ خَلْفِهِ	پس نہیں ظاہر کرتے	فَلَا يُظْهِرُ
اور محفوظ کر لیا ہے	وَأَحْصَى	چوکیدار	رَّصَدًا <sup>(۱)</sup>	اپنے بھید پر	عَلَى غَيْبِهِ
ہر چیز کو	كُلِّ شَيْءٍ	تاکہ وہ جانیں	لَيَعْلَمَنَّ	کسی کو	أَحَدًا
گن کر	عَدَدًا	کہ تحقیق	أَنْ قَدْ	مگر جس کو پسند کیا	إِلَّا مَنِ ارْتَضَى

### نبی ﷺ کی زبان مبارک سے شرک کی تردید

کمیشن نے اپنی رپورٹ شرک کی تردید سے شروع کی ہے، کیونکہ نفی شرک کی اہمیت توحید کے برابر ہے، بلکہ توحید کا حصہ ہے، اور جنات نے آخری دفعہ میں نبی ﷺ کا ذکر کیا ہے، اور سورت کا موضوع توحید ہے، اس لئے اللہ پاک نبی ﷺ کی زبان مبارک سے شرک کی تردید فرماتے ہیں:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا﴾

ترجمہ: آپ کہیں: میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

### نبی ﷺ کا خدائی میں کوئی حصہ نہیں!

اگر کوئی خیال کرے کہ کائنات میں سب سے اونچا مقام رسول اللہ ﷺ کا ہے، اس لئے شاید ان کا خدائی میں کوئی حصہ ہوگا، وہ اپنی امت اجابہ کو نفع اور امت دعوت کو ضرر پہنچانے کا اختیار رکھتے ہونگے؟ اس لئے آپ ہی کی زبان سے تردید کراتے ہیں کہ آپ کو ایسا کوئی اختیار نہیں۔

﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ صَدًّا وَلَا رَشَدًا﴾

ترجمہ: آپ کہیں: میں تمہارے لئے نہ کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا!

آپ ﷺ کے سوا اور بھی کوئی خدائی اختیار نہیں رکھتا

اگر کوئی خیال کرے کہ شاید آپ کے سوا کوئی اور نبی ولی ایسا اختیار رکھتا ہوگا تو اس کی بھی زبان مبارک سے تردید

(۱) رَصَدٌ: مصدر بمعنی اسم فاعل: بگھبانی کرنے والا، چوکیدار، رَصَدٌ (ن) رَصَدًا: کھات میں بیٹھنا، نگاہ رکھنا۔

کراتے ہیں کہ اگر مجھ پر اللہ کی طرف سے کوئی افتاد پڑے تو مجھے اس سے کوئی نہیں بچا سکتا، نہ مجھے کوئی پناہ کی جگہ ملے گی، جہاں چھپ کر اللہ کی پکڑ سے بچ جاؤں، معلوم ہوا کہ اور بھی کوئی خدائی اختیار نہیں رکھتا۔

﴿قُلْ إِنِّي لَنْ يُخَيِّرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ ۚ وَلَٰكِنْ آجِدُ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝﴾

ترجمہ: آپ کہیں: مجھ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا، اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ پاؤں گا۔

### نبی ﷺ کا منصب و مقام

اگر کوئی سوچے کہ نبی ﷺ کا خدائی میں کوئی حصہ نہیں تو آخر آپ کا منصب و مقام کیا ہے؟ اس کا اعلان بھی آپ ہی کی زبان مبارک سے کراتے ہیں کہ میرا منصب و مقام اور میری ذمہ داری صرف اللہ کے احکام پہنچانے کی اور پیغام رسانی کی ہے، پھر جو اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانے گا وہ جہنم رسید ہوگا، وہ وہاں ہمیشہ مڑے گا، اور جو مانے گا وہ جنت نشین ہوگا، اور وہاں ہمیشہ مزے لوٹے گا۔

﴿إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتٍ مِّنْهُ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا أَبَدًا ۝﴾

ترجمہ: مگر اللہ کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغامات کا ادا کرنا (میرا کام ہے) اور جو اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانے گا: اس کے لئے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا!

### توحید کی دعوت کب کامیاب ہوگی؟

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کے نبی کی تحریک کامیاب ہوگی، مگر ابھی کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے، ابھی کئی دور کا وسط ہے، مسلمان کفار کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر جیشہ چلے گئے ہیں، مکہ مکرمہ میں گنتی کے چند مسلمان رہ گئے ہیں، مگر جلد وہ وقت آرہا ہے کہ آپ کی تحریک کامیاب ہوگی، اس وقت لوگوں کو معلوم ہوگا کہ کس کے مددگار کمزور اور کس کی جماعت کم ہے۔ یہ وعدہ فتح مکہ کے دن پورا ہوا، اس سورت کے نزول کے چند سال بعد نبی ﷺ دس ہزار قیدیوں کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور قریش کی آنکھیں کھل گئیں!

﴿حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ فَيَسْتَعْجِلُونَ مِّنْ أضعْفٍ نَّاصِرًا ۚ وَأَقَلِّ عَدَدًا ۝﴾

ترجمہ: یہاں تک کہ جب لوگ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے: اس وقت وہ جانیں گے کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے!

ابھی یہ بھید ہے کہ توحید کی دعوت کب کامیاب ہوگی؟ اور بھیدوں کو صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں دعوت توحید کی کامیابی میں کتنے دن باقی ہیں؟ ابھی یہ ایک بھید ہے، اور غیب کو صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، اس لئے

نبی ﷺ ابھی نہیں بتلا سکتے کہ کامیابی کا وعدہ قریب ہے یا اس کے لئے اللہ نے کوئی دراز مدت مقرر کی ہے؟

﴿قُلْ إِنْ أَدْرَيْتُمْ مَا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا ۗ عَلَيْهِ الْغَيْبُ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ۝﴾

ترجمہ: آپ کہیں: مجھے معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ نزدیک ہے یا میرے پروردگار نے اس کے لئے کوئی مدت دراز مقرر کر رکھی ہے، غیب کا جاننے والا وہی ہے، وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔

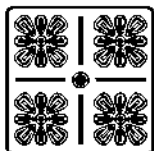
### قرآن کریم کی وحی فرشتوں کے پہرے میں آتی ہے

غیب: یعنی وہ باتیں جو یس پر وہ ہیں، جو حواس کی گرفت سے باہر ہیں: جن سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہیں، جب ان میں سے کسی بات سے اللہ تعالیٰ انبیاء کو مطلع کرنا چاہتے ہیں تو وحی کے ذریعہ اطلاع دیتے ہیں، اور وحی لانے والے فرشتہ کے ساتھ دوسرے فرشتوں کا پہرہ ہوتا ہے، تاکہ کسی طرح شیطان اس میں دخل کرنے نہ پائے، اور وحی بالیقین انبیاء تک پہنچ جائے، قرآن کریم کی وحی اسی طرح آئی ہے، جنات نے اپنی رپورٹ میں اسی کا ذکر کیا ہے۔

﴿إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَيَمْنُ خَلْفَهُ ۚ رَصَدًا ۝ لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رَسُولَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝﴾

ترجمہ: (اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا) مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو، پس بے شک وہ اس (وحی) کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتے چلاتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ جان لیں کہ انھوں نے (فرشتوں نے) بالیقین اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچا دیئے، اور اللہ تعالیٰ ان (فرشتوں) کے تمام احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور ان کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے!

فائدہ: غیب: وہ چیزیں ہیں جو یس پر وہ ہیں، جب انبیاء کو ان کی اطلاع دیدی جاتی ہے تو وہ غیب نہیں رہتیں، جیسے قرآن کریم پس پردہ اور غیب تھا، جب نبی ﷺ پر اس کا نزول ہوا تو اب وہ غیب نہیں رہا۔



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورة المزمل

اب دوسورتوں کا موضوع رسالت ہے، گذشتہ سورت میں توحید کا بیان تھا، مگر اس کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے متعدد اعلان کرائے تھے، اس طرح اب رسالت کا بیان شروع ہو گیا، یہ اس سورت کا گذشتہ سورت سے ربط ہے۔ اس سورت کے شروع میں رسول اللہ ﷺ کے لئے تہجد کا حکم ہے، یہ حکم امت کے لئے بھی ہے، آخری آیت میں صحابہ کے تہجد پڑھنے کا ذکر ہے، پھر امتِ دعوت (کفار) کا مختصر تذکرہ ہے، پھر آخری آیت میں امتِ اجابہ (مومنین) کا ذکر ہے اور آئندہ سورت کے شروع میں رسول اللہ ﷺ کے لئے چند احکام ہیں، پھر پوری سورت میں کفار کا ذکر ہے، پہلے ایک کٹر مخالف کا ذکر ہے، پھر عام کفار کا، اور سورتِ آخرت کے عذاب کے بیان پر پوری ہوگی، چنانچہ آگے کئی سورتیں آخرت کے عنوان پر آئیں گی۔

یہ سورت بالکل ابتدا میں نازل ہوئی ہے، مطلقاً پہلی سورت: اعلق ہے، اس کی ابتدائی پانچ آیتیں سب سے پہلے نازل ہوئی ہیں، پھر چھ ماہ وحی بند رہی، یہ زمانہ فرقت کہلاتا ہے، پھر دوسری مرتبہ: پہلی وحی سورۃ المدثر کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئی ہیں، اور یہ سورت اس کے بعد نازل ہوئی ہے، خیال رہے کہ یہ ترتیب ابتدائی آیات کے اعتبار سے ہے، باقی حصہ بعد میں نازل ہوا ہے۔

### حکم کبھی عمل سے پہلے تخفیفاً منسوخ کیا جاتا ہے

حکم کبھی تخفیف (سہولت) کے لئے عمل شروع کرنے سے پہلے منسوخ کیا جاتا ہے، ایسی صورت میں اصل حکم کا احتیاب باقی رہتا ہے، جیسے معراج میں پہلے پچاس نمازیں فرض کیں، پھر عمل سے پہلے پانچ کر دیں، مگر پچاس نمازوں کا احتیاب اب بھی باقی ہے، نبی ﷺ اور خواص امت رات دن میں پچاس رکعتیں پڑھتے تھے، کیونکہ اصل نماز ایک رکعت ہے، دورِ کعتیں شفعہ (جوڑی) ہیں۔

اس کی دوسری مثال یہاں ہے، پہلے رات بھر عبادت کا حکم دیا، تھوڑی دیر کو مستثنیٰ کیا، پھر دوسری آیت میں اس حکم کو عمل شروع کرنے سے پہلے منسوخ کر کے آدھی رات یا کم بیش عبادت کرنے کا حکم دیا، اس میں مصلحت یہ ہے کہ اس طریقہ سے عمل آسان ہو جاتا ہے، اب بندے خوشی خوشی پانچ نمازیں پڑھیں گے، اسی طرح اب بندے خوشی سے آدھی رات

عبادت کریں گے۔

کیا شروع میں تہجد واجب تھا؟ مشہور یہ ہے کہ ابتداء میں تہجد فرض تھا، پھر ایک سال کے بعد آخری آیت سے اس کی فرضیت ختم کی گئی، مگر آخری آیت میں ہے: ﴿وَ طَلَّافَةٌ مِنَ الَّذِينَ مَعَكَ﴾ یعنی صحابہ کی ایک جماعت بھی تہجد پڑھتی ہے، اگر تہجد واجب ہوتا تو سب صحابہ پڑھتے، پس صحیح یہ ہے کہ شروع ہی سے تہجد مستحب ہے، اور امر ﴿فِيمَ﴾ استحباب کے لئے ہے، اور استحباب کے بھی متفاوت درجات ہیں، آخری آیت کے ذریعہ درجہ استحباب میں بھی تخفیف کر دی ہے۔

کیا نبی ﷺ پر آخر تک تہجد واجب تھا؟ اب یہ مسئلہ طے کرنا ضروری نہیں، اور وجوب کا قول مرجوح ہے، صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ اگر کسی دن آپ کی آنکھ نہ کھلتی یا سونے کا تقاضا ہوتا تو آپ سورج نکلنے کے بعد اس کا بدل بارہ رکعتیں پڑھتے، تہجد واجب ہوتا تو آپ کیسے چھوڑتے؟ اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حجۃ اللہ میں لکھا ہے کہ آپ نے مزدلفہ کی رات میں بالقصد تہجد نہیں پڑھا تھا تا کہ اس کے وجوب کا گمان نہ ہو، اس لئے راجح یہ ہے کہ آپ کے لئے بھی تہجد مستحب تھا، اور ﴿نَافِلَةٌ لَّكَ﴾ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

### ﴿آیاتھا ۳۰﴾ (۷۳) سُورَةُ الْمَزْمَلِ مَكِّيَّةٌ ﴿۳﴾ ﴿تجوّباتھا ۲﴾

#### بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلُ ۖ قُمْ الْيَلَّ إِلَّا قَلِيلًا ۖ نِصْفَهُ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۖ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ ۖ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۗ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۗ اِنْ نَّاشِئَةَ الْيَلِّ هِيَ اَشَدُّ وُطْأً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ۗ اِنْ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْعًا طَوِيْلًا ۗ وَاذْكُرْ اِسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبَتُّلًا ۗ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۗ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝

یٰٰ اَیُّهَا الْمَزْمَلُ (۱) اے کپڑے میں لپٹنے والے قُمْ الْیَلَّ قلم الْیَلَّ کھڑے ہوں رات بھر إِلَّا قَلِيْلًا مگر تھوڑی دیر

(۱) مَزْمَل: باب تفعّل سے اسم قائل: کپڑے میں لپٹنے والا، اصل میں مُزْمَل تھا، تاء کو زاء میں ادغام کیا، تَوَزَّمَل: کپڑا اوڑھنا، کپڑے میں لپٹنا، یا باب افعل سے اسم قائل ہے، اس کے بھی یہی معنی ہیں۔

پوری طرح کٹ جانا	تَبَيَّنَا	رات کا	الْبَيْلِ	(کھٹے ہوں) آدھی رات	يَصْفَا <sup>(۱)</sup>
وہ مشرق کے رب	رَبِّ الْمَشْرِقِ	وہ سخت ہے	هِيَ أَشَدُّ	یا کم کریں	أَوْ انْقُصْ
اڈھرب (کے رب ہیں)	وَالْمَغْرِبِ	کچلنے کے اعتبار سے	وَوَطْأ <sup>(۳)</sup>	اس سے	مِنْهُ
کوئی معبود نہیں	لَا إِلَهَ	اور زیادہ سیدھا ہے	وَأَقْوَمُ	تھوڑا	قَلِيلًا
ان کے سوا	إِلَّا هُوَ	بات کے اعتبار سے	قَلِيلًا <sup>(۴)</sup>	یا زیادہ کریں اس پر	أَوْ زِدْ عَلَيْهِ
پس ان کو بنا	فَاتَّخِذْهُ	بے شک آپ کے لئے	إِنَّ لَكَ	اور ٹھہر ٹھہر کر رہیں	وَسَرَاتِلِ
کار ساز	وَكَيْلًا	دن میں	فِي النَّهَارِ	قرآن	الْقُرْآنِ
اور صبر کر	وَاصْبِرْ	تیرنا (مشغلہ) ہے	سَبْحًا	صاف صاف	تَزْتِينًا
اس پر جو	عَلَىٰ مَا	لبا	كَلِيلًا	بے شک ہم	إِنَّا
وہ کہتے ہیں	يَقُولُونَ	اور ذکر کریں	وَأَذْكُرْ	عنقریب ڈالیں گے	سَنُلْقِي
اور چھوڑ ان کو	وَاهْجُرْهُمْ	اپنے رب کا نام	اسْمَ رَبِّكَ	آپ پر	عَلَيْكَ
چھوڑنا	هَجْرًا	اگرٹ جائیں (لوگا لیں)	وَتَبَيَّنْ <sup>(۵)</sup>	بھاری بات	قَوْلًا ثَقِيلًا
خوبصورت	جَمِيلًا	اس کی طرف (اس سے)	إِلَيْهِ	بے شک اٹھنا	إِنَّ نَاشِئَةَ <sup>(۲)</sup>

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

ابتدائے اسلام میں پانچ مقاصد سے آدھی رات یا کم و بیش تہجد پڑھنے کا حکم

ابتدائے اسلام میں نبی ﷺ کو مخاطب بنا کر امت کو آدھی رات یا کم و بیش تہجد پڑھنے کا استنباطی حکم دیا تھا: اور یہ حکم پانچ مقاصد سے تھا:

- ۱- صحابہ نے قرآن بڑی عمروں میں حفظ کیا تھا، ایسا حفظ کچا ہوتا ہے، جبکہ حافظ اہل لسان بھی ہو، اس لئے حفظ پکا کرنے کے لئے ہر رات نازل شدہ سارا قرآن اللہ پاک کو سنانا ہوتا تھا، نماز میں پڑھنا اللہ کو سنانا ہے، اور چونکہ اس (۱) نصفہ کا عامل فمُ محذوف ہے، قلیلا سے بدل کل نہیں، آدھی یا کم و بیش رات سونا نہیں، تہجد پڑھنا ہے، جیسا کہ آخری آیت میں ہے۔ اور اللیل سے بدل بعض بھی نہیں، ورنہ الا قلیلا سے تعارض ہوگا اور ناقابل قبول توجیہ کرنی پڑے گی۔ (۲) ناشئۃ: مصدر نشأ اللیل (ف) ناشئۃ: رات کو سو کر اٹھا (۳) ووطأ: مصدر، ووطی (س): روندنا، کچلنا (۴) قیلا: مصدر (ن): کہنا، بولنا (۵) تبیل (تفعل) کٹ جانا، یکسو ہو جانا، تبیلا: مصدر باب تفعل، بمعنی تبیل۔

وقت تھوڑا قرآن نازل ہوا تھا، اس لئے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا حکم دیا، تاکہ سارا وقت مشغول ہو جائے، اور تلاوت کا حق بھی ادا ہو جائے۔

۲- آگے دعوت کی مشغولیت بڑھے گی، اس لئے ذمہ داری بڑھے گی، اس سے پہلے قرآن خوب پکا کر لیا جائے، بعد میں صحابہ کو وقت نہیں ملے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: تَعْلَمُوا قَبْلَ أَنْ تَسْؤَفُوا: سردار بنائے جاؤ یعنی ذمہ داری سرپے آجائے: اس سے پہلے علم حاصل کر لو، یعنی پھر موقع نہیں ملے گا۔

۳- رات میں اٹھ کر عبادت کی ریاضت نفس کی اصلاح کے لئے بہت مفید ہے، اس سے نفس خوب پامال ہوتا ہے۔  
۴- رات میں پڑھنا دل کی بہ نسبت آسان ہے، زبان سے بات سیدھی نکلتی ہے، کیونکہ دل و دماغ زبان کے پیچھے راست کام کرتے ہیں، کسی اور چیز میں دل و دماغ مشغول نہیں ہوتے، علاوہ ازیں: رات کے مزاج میں انبساط ہے اور دن کے مزاج میں انقباض، اسی لئے رات کی نمازیں جبری ہیں اور دن کی سڑی، یہ وجہ ﴿أَقْوَمُ قِيْلًا﴾ میں بیان کی ہیں۔

۵- دن میں آدمی کے مشاغل ہوتے ہیں، انسان ادھر ادھر دوڑتا بھاگتا ہے، اور رات میں آدمی فارغ ہوتا ہے، اس لئے بھی رات کا وقت طویل نفل عبادت کے لئے موزون ہے۔

آیات پاک: — اے کپڑا پیننے والے رات بھر عبادت کریں، مگر تھوڑی دیر (آرام کریں) — یہ پہلا حکم تھا، پھر اس کو عمل سے پہلے منسوخ کرتے ہیں — (عبادت کریں) آدھی رات، یا اس سے کچھ کم کریں یا اس سے کچھ زیادہ کریں — ابتدا میں توجرت مؤکدہ تھا، پھر آخری آیت سے اس کی تاکید ختم کی۔

اور یہ حکم پانچ مصلحتوں سے تھا: (پہلی مصلحت) — اور آپ قرآن کو خوب صاف صاف پڑھیں — اس ارشاد میں تین باتیں ہیں:

۱- صحابہ حفظ کیا ہوا پارہ ہر رات اللہ پاک کو سنائیں، تاکہ ان کا حفظ پکا ہو جائے — اور حفظ سنانے کے ترتیب وار چار درجے ہیں:

(الف) خود کو سنانا، یہ سب سے آسان درجہ ہے، بچہ جب سبق یاد کر لیتا ہے تو منہ اٹھا کر پڑھتا ہے، یہ خود کو سنانا ہے، یہ کچا پکا بھی سنا دیتا ہے۔

(ب) استاذ کو سنانا، یہ اول سے مشکل ہے، اسی لئے بچہ فجر کی اذان کے ساتھ اٹھتا ہے، اور رات کا یاد کیا ہوا دوبارہ یاد کرتا ہے تب فجر کی نماز کے بعد سنا تا ہے۔



(ج) اللہ کو سنانا یعنی نماز میں پڑھنا، اس کے لئے مضبوط یاد ہونا ضروری ہے، ورنہ نماز میں بھولے گا۔

(د) لوگوں کو سنانا یعنی تراویح میں پڑھنا، یہ سب سے مشکل ہے، حافظ ادا بین میں پارہ پڑھتا ہے، پھر بھی تراویح کے رکوع سجدے میں اگلی رکعت کا قرآن دماغ میں گھماتا ہے، ایسا خوف کی وجہ سے کرتا ہے — پس اس آیت میں ایک تو اللہ کو پارہ سنانے کا ذکر ہے۔

۲- ایک سوال مقدر کا جواب بھی ہے، سوال یہ ہے کہ ابتداء میں تھوڑا قرآن نازل ہوا تھا، حافظ اس کو تھوڑی دیر میں پڑھ کر فارغ ہو جائے گا، راجدھانی حافظ دس منٹ میں پارہ سنا دیتا ہے، پھر آدھی رات تک کیا کرے گا؟ جواب: ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھے، پس تھوڑا بھی لمبا ہو جائے گا، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ چھوٹی سورت ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے کہ وہ بڑی سے بڑی سورت کے بقدر ہو جاتی تھی۔

۳- اس آیت میں قرآن پڑھنے کے ادب کی بھی تعلیم ہے، نماز میں اور خارج نماز قرآن خوب صاف صاف پڑھنا چاہئے، یہاں قراء والی ترتیل مراد نہیں، وہ امر حادث ہے، پہلے بچوں کو پلین (ہوائی جہاز) میں بٹھا کر حفظ کراتے تھے، اس لئے وہ تراویح میں اس طرح پڑھتے تھے کہ یعلمون تعلمون کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا، اب الحمد للہ! حفظ کا طریقہ بدل رہا ہے، حفظ صاف صاف پڑھا کر کرایا جائے، تاکہ حفاظ اسی طرح تراویح میں پڑھیں۔

دوسری مصلحت: — بے شک ہم جلد ہی آپ پر بھاری ذمہ داری ڈالیں گے — مراد دعوت کی ذمہ داری ہے، اور جو ذمہ داری آپ پر ڈالی جائے گی وہ صحابہ پر بھی ڈالی جائے گی، لہذا صحابہ اس سے پہلے اپنا حفظ پکا کر لیں۔

تیسری اور چوتھی مصلحت: — بیشک رات میں اٹھنا ہی سخت کھنچنے والا ہے، اور بہت زیادہ سیدھی بات والا ہے۔

پانچویں مصلحت: — بے شک آپ کے لئے دن میں لمبا پیرنا ہے — یعنی ادھر ادھر بھاگنا ہے، جیسے مچھلی حوض میں ادھر ادھر بھاگتی ہے، آدمی کو بھی چاروں طرف دوڑنا پڑتا ہے، اس لئے ان میں عبادت مشکل ہوتی ہے، اور رات فرصت کا وقت ہے، اس لئے تہجد کے لئے رات کا وقت موزون ہے۔

تہجد کے علاوہ بھی اللہ کا ذکر جاری رہے، اور جب زبان خاموش رہے تو دل اللہ کی طرف متوجہ رہے

مومن تہجد کے علاوہ بھی ہمہ وقت اللہ کا نام لیتا رہے، حدیث میں ہے: لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا بِذِكْرِ اللَّهِ: تیری زبان برابر اللہ کا ذکر چٹھا رالے کر کرتی رہے، اور جس وقت زبان کسی شغل کی وجہ سے خاموش رہے تو دل اللہ کی طرف متوجہ رہے، اسی کو کار ساز سمجھے، اسباب ضرور اختیار کرے مگر ان پر نکیہ نہ کرے، اس لئے کہ کائنات کے خالق و مالک اللہ ہیں، وہی مشرق و مغرب کے رب ہیں، اور وہی معبود ہیں، پس ان ہی سے کو لگائے — اور کانٹوں بھرے کھیت سے

گذرنا پڑے اور کانٹے دامن سے الجھ رہے ہوں تو مخالفت کی پروا نہ کرے، صبر کرے، اور مخالفین کو اچھے انداز سے نظر انداز کرے۔

آیاتِ پاک: — اور آپ اپنے پروردگار کا نام لیتے رہیں، اور اسی سے پوری طرح کو لگائے رہیں، مشرق و مغرب کے مالک وہی ہیں، ان کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پس ان ہی کو اپنا کارساز بنائیں، اور مخالفین جو باتیں کرتے ہیں ان پر صبر کریں، اور ان کو خوبصورت انداز سے نظر انداز کریں۔

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهْلَهُمْ قَلِيلًا ۝ إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا ۝  
 وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ  
 الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا  
 أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِئْسَ  
 فَكِيفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ۝ السَّمَاءُ مُنْفِطِرَةٌ  
 بِهَا ۝ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ۝ إِنَّ هَذِهِ تَذْكَرَةٌ ۝ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝

وَذَرْنِي	اور چھوڑیں مجھے	وَطَعَامًا	اور کھانا ہے	مَهِيلًا <sup>(۳)</sup>	بہت ہی ریت کے
وَالْمُكَذِّبِينَ	اور جھٹلانے والوں کو	ذَا غُصَّةٍ <sup>(۲)</sup>	گلے میں پھنسنے والا	إِنَّا أَرْسَلْنَا	بیشک ہم نے بھیجا ہے
أُولِي النَّعْمَةِ	نعمتوں والے	وَعَذَابًا أَلِيمًا	اور دردناک عذاب ہے	إِلَيْكُمْ	تمہاری طرف
وَمَهْلَهُمْ	اور ڈھیل دیں ان کو	يَوْمَ تَرْجُفُ	جس دن لرزے کی	رَسُولًا	عظیم رسول
قَلِيلًا	تھوڑی	الْأَرْضُ	زمین	شَاهِدًا	گواہی دینے والا
إِنَّ لَدَيْنَا	بے شک ہمارے پاس	وَالْجِبَالُ	اور پہاڑ	عَلَيْكُمْ	تمہارے خلاف
أَنْكَالًا <sup>(۱)</sup>	بیڑیاں	وَكَانَتِ الْجِبَالُ	اور ہو گئے پہاڑ	كَمَا أَرْسَلْنَا	جیسے ہم نے بھیجا
وَجَحِيمًا	اور دوزخ ہے	كَثِيبًا	تودے	إِلَىٰ فِرْعَوْنَ	فرعون کی طرف

(۱) انکال: نکل کی جمع: بیڑی: لوہے کی زنجیر جو مجرموں کو ڈالتے ہیں (۲) غُصَّةٌ: گلے میں کوئی چیز پھنسا، اچھولگنا (۳) مہیل: بروزن فعلیل: بمعنی مفعول: بہائی ہوئی، بکھری ہوئی، ہمال الرمل: ریت کو بکھیرنا۔

رَسُولًا	عظیم رسول	إِنْ كَفَرْتُمْ	اگر ایمان نہ لائے تم	كَانَ وَعْدًا	ہے اللہ کا وعدہ
قَعَصَى	پس نافرمانی کی	يَوْمًا	اس دن میں	مَفْعُولًا	پورا ہو کر رہنے والا
فِرْعَوْنَ	فرعون نے	يَجْعَلُ	جو کر ڈالے گا	إِنَّ هَذِهِ	بے شک یہ
الرُّسُولَ	اس رسول کی	الْوَالِدَانَ	بچوں کو	تَذَكْرًا	یاد دہانی ہے
فَأَخَذْنَاهُ	پس پکڑا ہم نے اس کو	بِشِينَاءِ	بوڑھا	فَمَنْ شَاءَ	پس جو چاہے
أَخَذًا	پکڑنا	السَّمَاءِ	آسمان	اتَّخَذَ	بنائے
وَبَيْنَا <sup>(۱)</sup>	دوبال کا	مُنْقَطِعًا	پھٹنے والا ہے	إِلَىٰ نَجْوَاهِ	اپنے رب کی طرف
فَكَيْفَ تَتَّقُونَ	پس کیسے بچو گے تم	بِهِ <sup>(۲)</sup>	اس دن میں	سَيِّئًا	راستہ

رسول اللہ ﷺ کے مخالفین سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نمٹیں گے

آیات پاک: — اور مجھے اور جھٹلانے والے مالداروں کو چھوڑا اور ان کو ذرا ڈھیل دے، بالیقین ہمارے پاس بیڑیاں اور دوزخ ہے، اور گلے میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے — ان چیزوں سے مخالفین کو کس دن سابقہ پڑے گا؟ — جس دن زمین اور پہاڑ بٹے لگیں گے، اور پہاڑ ریگ رواں ہو جائیں گے — اس دن مخالفین عذاب سے دوچار کیوں ہونگے؟ — بے شک ہم نے تمہارے پاس عظیم رسول بھیجا ہے، جو قیامت کے دن تمہارے خلاف گواہی دے گا — کہ تم اس پر ایمان نہیں لائے تھے — جس طرح ہم نے فرعون کے پاس عظیم رسول بھیجا، پس فرعون نے رسول کی نافرمانی کی — جیسے تم کر رہے ہو — پس ہم نے اس کو سخت پکڑا — تمہیں بھی اسی طرح سخت پکڑا جاسکتا ہے، اور اگر تم دنیا کی پکڑ سے بچ گئے — تو کیسے بچو گے اگر ایمان نہیں لائے اس دن میں جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا — یہ اس دن کی شدت کی تعبیر ہے — آسمان اس دن پھٹ جائے گا، اللہ کا وعدہ بالیقین ہو کر رہے گا — بے شک یہ ایک یاد دہانی ہے، پس جس کا جی چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کرے!

إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِي اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِّنَ الَّذِينَ مَعَكَ وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ عَلِمَ أَنْ لَنْ تُحْصَوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

(۱) کو بیل: بروزن فعلیل جمع مشبہ، وَبَلَّتِ السَّمَاءُ: موسلا دھار بارش برسا، پس وقیل: وہ وبال جو پوچھنا چھوڑے (۲) بہ: اسی فیہ، اور باء سببیہ بھی ہو سکتا ہے یعنی اس دن کی شدت کی وجہ سے۔

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ ۗ عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْضَىٰ ۖ وَأَخْرُونَ يَصْرَبُونَ  
 فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ ۖ وَأَخْرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۗ  
 فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۖ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا ۗ  
 وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا ۗ  
 وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

۱۰۳

اِنَّ رَبَّكَ	بے شک آپ کا رب	تُحْصُوهُ	احاطہ کر سکتے تم اس کا	يُقَاتِلُونَ	لڑیں گے
يَعْلَمُ	جانتا ہے	فَتَنَابَ عَلَيْكُمْ	پس توجہ فرمائی تم پر	فِي سَبِيلِ	راہ میں
اِنَّكَ تَقُومُ	کہ آپ کھڑے ہوتے ہیں	فَاقْرَءُوا	پس پڑھو	اللَّهُ	اللہ کے
اَدْنَىٰ	ذرا کم	مَا تَيَسَّرَ	جو آسان ہو	فَاقْرَءُوا	پس پڑھو
مِن ثَلَاثِي	دو تہائی سے	مِن الْقُرْآنِ	قرآن سے	مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ	جو آسان ہو اس سے
الْبَيْتِ	رات کے	عَلِمَ	جانا اس نے	وَأَقِيمُوا	اور سیدھا کرو
وَنُصْفَةَ	اور اس کی آدھی	اَنْ سَيَكُونُ	کہ غفیر ہو گے	الصَّلَاةَ	نماز کو
وثلثه	اور اس کی تہائی	مِنْكُمْ	تم میں سے	وَآتُوا الزَّكَاةَ	اور روزکات
وَطَائِفَةَ	اور ایک جماعت	مَرْضَىٰ	بیمار	وَأَقْرِضُوا	اور قرضہ دو
مِنَ الَّذِينَ	ان لوگوں کی جو	وَأَخْرُونَ	اور دوسرے	اللَّهُ	اللہ کو
مَعَكَ	آپ کے ساتھ ہیں	يَصْرَبُونَ	(پیر) ماریں گے	قَرْضًا حَسَنًا	اچھا قرضہ
وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	فِي الْأَرْضِ	زمین میں	وَمَا	اور جو
يَقْدِرُ	اندازہ کرتے ہیں	يَبْتَغُونَ	چاہیں گے وہ	تَقَدِّمُوا	آگے بھیجے تم
الْبَيْتِ وَالنَّهَارِ	شب و روز کا	مِن فَضْلِ	مہربانی سے	لِأَنْفُسِكُمْ	اپنی ذاتوں کے لئے
عَلِمَ	جانا اس نے	اللَّهُ	اللہ کی	مِّن خَيْرٍ	نیکی میں سے
اَنْ لَّن	کہ ہرگز نہیں	وَأَخْرُونَ	اور دوسرے	تَجِدُوهُ	پاؤ گو تم اس کو

عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ <sup>(۱)</sup> وَاعْظَمُ	اللہ کے پاس وہ بہتر ہے اور بڑا ہے	أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهُ	ثواب کے اعتبار سے اور گناہ بخشاؤ اللہ تعالیٰ سے	إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ	بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں
---	---	---------------------------------------	---	-------------------------------------	---

### تہجد کا تاکید حکم ایک وقت کے بعد ہلکا کر دیا

آیت پاک: — بے شک آپ کے رب جانتے ہیں کہ آپ رات کے دو تہائی سے کچھ کم — یہ آدھی رات سے زیادہ ہے — اور آدھی رات اور تہائی رات — یہ آدھی رات سے کم ہے — عبادت میں مشغول رہتے ہیں، اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو آپ کے ساتھ ہیں، اور اللہ تعالیٰ شب و روز کا اندازہ کرتے ہیں، ان کو معلوم ہے کہ تم اس کو ہرگز ضبط نہیں کر سکتے، اس لئے اس نے تمہاری طرف توجہ فرمائی، پس قرآن میں سے جتنا آسان ہو اس کو پڑھو، وہ جانتے ہیں کہ تم میں سے بعضے بیمار ہونگے، اور دوسرے تلاش معاش میں زمین میں سرگرداں ہونگے، اور تیسرے راہِ خدا میں اعدائے اسلام سے لوہائیں گے، پس قرآن میں سے جتنا آسان ہو پڑھو، اور نماز کا اہتمام کرو، اور زکات ادا کرو، اور اللہ کو اچھے طریقہ پر قرض دو، اور جو بھی نیک کام تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے پاس بہتر اور ثواب میں بڑھا ہوا پاؤ گے، اور اللہ سے گناہ بخشاؤ، اللہ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

### چند وضاحتیں

۱- ﴿أَذْنُ مِنْ ثُلُثَيْ اللَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَثُلُثَهُ﴾ وہی تعبیر ہے جو شروع سورت میں آئی ہے: ﴿نِصْفَةَ آوْ أَنْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا﴾ آوْ زِدْ عَلَيْهَا ﴿: دو تہائی رات سے کچھ کم یعنی آدھی رات سے زیادہ۔ اور تہائی رات: یعنی آدھی رات سے کم۔ پس یہ تَفَقُّنْ (نیج بدلنا) ہے، اس سے کلام میں فصاحت پیدا ہوتی ہے۔

۲- ﴿وَاللَّهُ يُقَدِّرُ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ﴾: رات اور دن کی پلاننگ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں، کبھی رات کو دن سے گھٹاتے ہیں، کبھی بڑھاتے ہیں، کبھی برابر کرتے ہیں، پس رات کتنی گذری اور کتنی باقی ہے اس کا اندازہ گھڑیوں سے نہیں ہو سکتا، گھڑی سے تو اتنا معلوم ہوگا کہ رات کے دو بجے ہیں، مگر رات کتنی گذری اور کتنی باقی ہے اس کا صحیح اندازہ ہر شخص نہیں کر سکتا: ﴿أَنْ لَنْ تُحْصُوهُ﴾ کا یہی مطلب ہے۔

۳- قراءت نماز کا ایک رکن ہے، اور فاتحہ واجب ہے، یہ حدیث سے ثابت ہے، اور فاتحہ کے ضمن میں قراءت کا تحقق (۱) ہو خیراً: تجلدوہ کا مفعول ثانی ہے، اور اس کے بغیر سورة البقرة (آیت ۱۱۰) میں ہے۔

ہو جاتا ہے۔ نماز کے ارکان قرآن میں متفرق جگہ آئے ہیں، کسی جگہ تکبیر تحریمہ کا ذکر ہے، کسی جگہ قیام کا، یہاں قراءت کا، اور کسی جگہ رکوع و سجود کا۔ نبی ﷺ نے ان کو جمع کر کے نماز کی ہیئت کذائی بنائی ہے، پس حدیثوں کے بغیر نماز کی ہیئت نہیں جانی سکتی، اس لئے قرآن کی طرح حدیثیں بھی حجت ہیں۔

۴۔ یہ جو فرمایا کہ جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو پڑھو: اس میں قراءت قرآن سے تہجد کی نماز مراد ہے، نماز تہجد کو اس کے ایک رکن سے تعبیر کیا ہے، پس یہ تہجد کی تاکید میں تخفیف ہے، اب تہجد سنت مؤکدہ نہیں رہا، صرف سنت ہے۔

۵۔ ابھی قتال نبی سمیل اللہ جاری نہیں ہوا تھا، جیسے ابھی زکات کی تفصیلات نازل نہیں ہوئی تھیں، مگر دونوں کا ذکر کیا، یہ ایڈوانس ذہن سازی ہے۔

۶۔ فرائض میں سے دو اہم فرض عبادتیں: نماز اور زکات کا ذکر کیا، مگر مراد تمام فرائض ہیں۔

۷۔ اللہ کو قرض دینا: جہاد کے لئے خرچ کرنا ہے، ابتدا میں حکومت کے پاس فنڈ نہیں تھا، صحابہ جان و مال سے جہاد کرتے تھے، پس یہ بھی ایڈوانس ذہن سازی ہے۔

۸۔ مسلمان جو نیک عمل کرتا ہے وہ ضائع نہیں ہوتا، اللہ کے یہاں محفوظ ہو جاتا ہے، یہ بات سورۃ بقرہ (آیت ۱۱۰) میں ہے، اور وہ عمل قیامت کے دن بہتر حالت میں سامنے آئے گا اور اس کا ثواب کئی گنا بڑھ جائے گا: یہ بات یہاں ہے، حدیث میں ہے کہ مومن ایک کھجور خیرات کرتا ہے تو رحمان اس کو دائیں ہاتھ میں لیتے ہیں، پھر اس کو بڑھاتے ہیں، جیسے تم اپنے پچھیرے کی پرورش کرتے ہو، چنانچہ وہ کھجور قیامت کے دن پہاڑ سے بڑی ہو جائے گی۔

۹۔ غَفْر کے مادہ میں چھپانے کا مفہوم ہے، پس استغفار کے معنی ہیں: اللہ سے دعا کرنا کہ وہ اپنی رحمت میں چھپالیں، اس کا ہر بندہ محتاج ہے، بلکہ جو زیادہ پاکیزہ ہے وہ استغفار کا زیادہ حقدار ہے، نبی ﷺ روزانہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ المدثر

مصاحف میں سورتوں کے شروع میں بسم اللہ کی بائیں طرف نزول کا نمبر لکھا ہے، یہ ترتیب سیوطی رحمہ اللہ نے اتقان میں لکھی ہے، ان کے نقطہ نظر سے پہلی سورت اعلق، دوسری سورت اقلیم، تیسری سورت المزمل اور چوتھی سورت المدثر ہے، مگر صحیح حدیث کی رو سے پہلی سورۃ اعلق، دوسری المدثر اور تیسری المزمل ہے۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے سنا، درحالیکہ آپ وحی کے وقفہ کا تذکرہ فرما رہے تھے، آپ نے اپنی حدیث میں فرمایا: اس درمیان کہ میں چل رہا تھا، میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا، تو اچانک وہ فرشتہ جو میرے پاس غار حراء میں آیا تھا، آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، پس میں ہیبت سے اکھڑ گیا اور لوٹ گیا، اور گھر والوں سے کہا: مجھے کپڑا اوڑھاؤ! مجھے کپڑا اوڑھاؤ! لوگوں نے مجھے کبیل اوڑھا دیا، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں: ”لے کپڑے میں لپٹنے والے! اٹھو یعنی مستعد ہو جاؤ، پس (کافروں کو) ڈراؤ، اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو، اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو، اور بتوں کو چھوڑ دو“ یعنی لوگوں کو سمجھاؤ کہ وہ بتوں کو چھوڑ دیں۔

اس سورت کا موضوع بھی رسالت ہے، شروع سورت میں نبی ﷺ کو چند احکامات دیئے ہیں، جو ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں، پھر مخالفین کا تذکرہ ہے، پہلے ایک کٹر مخالف کا ذکر ہے، پھر عام مومنین کا، اور سورت آخرت کے ذکر پر پوری ہوئی ہے، اس لئے اگلی سورت آخرت کے موضوع پر آئے گی۔

پہلی وحی کے موقع پر نبی ﷺ کو نبوت کی اطلاع نہیں دی تھی، اور خطاب بھی ﴿اقْرَأ﴾ سے کیا تھا، اس سے کچھ پتہ نہیں چلا، مگر اس دوسری سورت کے نزول کے وقت اطلاع دی، اور احکام بھی مشعر نبوت تھے، مگر خطاب یا ایہا النبی یا یا ایہا الرسول سے نہیں کیا، بلکہ نزول وحی کے وقت آپ بحس حالت میں تھے اسی حالت سے خطاب کیا، اس سورت کے نزول کے وقت آپ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے، اور سورت المزمل کے نزول کے وقت آپ رات میں کبیل اوڑھے ہوئے تھے۔

اِنَّا نَحْنُ

سُورَةُ الْمُدَّثِرِ مَكِّيَّةٌ (۴)

اِنَّا نَحْنُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِرُ قُمْ فَأَنْذِرْ ۚ وَرَبِّكَ فَكَبِّرْ ۚ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۚ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۚ  
وَلَا تَمَنَّؤَنَّ تَسْتَكْبِرُ ۚ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۚ

اور احسان مت کیجئے	وَلَا تَمَنَّؤَنَّ	پس بڑائی بیان کیجئے	فَكَبِّرْ	اے	يَا أَيُّهَا
(کہ) زیادہ چاہیں	تَسْتَكْبِرُ	اور اپنے کپڑے	وَرَبِّكَ	کپڑا اوڑھنے والے	الْمُدَّثِرُ
اور اپنے رب کی خاطر	وَلِرَبِّكَ	پس پاک رکھیے	فَطَهِّرْ	اٹھیے	قُمْ
پس صبر کیجئے	فَاصْبِرْ	اور گناہ	وَالرُّجْزَ	پس ڈرائیے	فَأَنْذِرْ
❁	❁	پس چھوڑیے	فَاهْجُرْ	اور اپنے رب کی	وَرَبِّكَ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

دعوت کا آغاز

(چھ احکام جو ایک سلسلہ کی کڑیاں ہیں)

پہلے جو حکم دیا جاتا ہے وہ اہم ہوتا ہے، جیسے پہلی وحی میں امیوں (بے پڑھوں) کو پڑھنے کا حکم دیا، اس سے تعلیم کی اہمیت واضح ہوئی، اب چھ ماہ کے وقفہ کے بعد جو پہلی وحی آئی اس میں چھ احکام ہیں جو ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں، اس سے اس حکم کی اہمیت واضح ہوتی ہے، وہ چھ احکام یہ ہیں:

۱- دعوت کا کام شروع کریں، مشرکین کو مورتی پوجا سے ڈرائیں۔

۲- توحید کا ڈنکا بجائیں، اللہ کی بڑائی بیان کریں، وہی معبود ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳- کپڑے پاک صاف رکھیں، ناپاک کپڑا پہننا اگرچہ جائز ہے، مگر پاک کپڑا بہتر ہے، اور یہ مستقل حکم ہے، کیونکہ

(۱) المدثر: اسم فاعل، قدّثو مصدر، اصل میں متدثر تھا، شعاع: وہ کپڑا جو بدن کی کھال (بالوں) سے لگا رہے، جیسے بنیان اور دثار: وہ کپڑا جو اوپر سے پہنایا اوڑھا جائے، جیسے کرتا، چادر (۲) الرُّجْزُ کے معنی: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گناہ کئے ہیں، ان کے نزدیک زناء: سین سے مہبل ہے اور مجاہد نے مورتیاں مراد لی ہیں (بخاری شریف) درحقیقت یہ لفظ جس بمعنی گندگی ہے۔



نماز کا حکم ابھی نہیں آیا۔

۴- گناہوں سے بچیں، اپنی زندگی کو داغ دار نہ ہونے دیں۔

۵- کسی کو کوئی چیز مفت اس نیت سے نہ دیں کہ عوض زیادہ ملے گا۔

۶- دعوت کی راہ میں جو حالات پیش آئیں ان کو اللہ کی خاطر برداشت کریں۔

ان چھوں احکام میں ارتباط نبوت کے آغاز کے ساتھ توحید کی دعوت کا حکم ملا، یہی اصل الاصول ہے، اور توحید کی دعوت کے دو پہلو ہیں: مثبت اور منفی۔ منفی پہلو مقدم ہے، جلب منفعت سے دفع مضرت مقدم ہے، لہذا مشرکین کو مورتی پوجا سے ڈرائیے، پھر مثبت پہلو لیجئے اور اللہ کی بڑائی بیان کیجئے، وہی معبود ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، اور جب آپؐ لوگوں کو دعوت دینے جائیں تو صاف ستھرے کپڑے پہن کر جائیں، نبی ﷺ وفود عرب سے ملاقات کے وقت اور جمعہ کے لئے اچھے کپڑے پہننے کا اہتمام فرماتے تھے، اور داعی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا دامن داغدار نہ ہو، اگر اس کا دامن کسی گناہ میں ملوث ہوگا تو لوگوں کی اس پر انگلی اٹھے گی، اور دعوت کا فائدہ نہیں ہوگا، نیز داعی اپنی دعوت پر لوگوں سے کسی عوض کی امید بھی نہ رکھے، لوجہ اللہ فریضہ انجام دے، اور دعوت کی راہ میں جو مشقتیں پیش آئیں ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے، ان شاء اللہ دعوت کا ثمرہ ظاہر ہوگا۔

آیات پاک: اے کپڑا اوڑھنے والے! انھیں، اور ڈرائیں، اور اپنے رب کی پس بڑائی بیان کریں، اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں، اور گناہ کو چھوڑیں، اور اس غرض سے نہ دیں کہ زیادہ ملے گا، اور اپنے رب کی خاطر تکالیف برداشت کریں۔ فائدہ: عرب معاشرہ میں کسی کو کوئی چیز مفت (ہدیہ) دی جاتی ہے تو لازماً اس کا عوض دیا جاتا ہے، اور ہتر عوض دیا جاتا ہے، ہمارے معاشرہ کی طرح جزاء اللہ کہنے پر اکتفا نہیں کیا جاتا، اس پس منظر میں آیت سمجھیں۔

فَاِذَا نَقَرَ فِي الْتَاقُوْرِ ۙ فَاِنَّكَ يَوْمَ يَوْمِ عَسِيْرٍ ۙ عَلٰى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرٍ ۙ  
 ذُرِّيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۙ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ وَبَيْنَ يَدَيْهِ شُهُوْدًا ۙ وَمَهَّدْتُ  
 لَهُ تَمْهِيْدًا ۙ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَهُ ۙ كَلٰٓءِ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰتِنَا عٰنِيْدًا ۙ سَاۡرِهٖقُهٗ  
 صَعُوْدًا ۙ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۙ فَقَتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ قَتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ ثُمَّ نَظَرَ ۙ  
 ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۙ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاَسْتَكْبَرَ ۙ فَقَالَ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ يُؤْشَرُ ۙ اِنْ  
 هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۙ

کیسا دل میں ٹھہرایا پھر مارا جانیو!	کَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ قَتَلَ	اور تیار کیا میں نے اس کے لئے	وَمَهَّدَتْ لَهُ	پس جب پھونکا جائے گا زرنگے میں	قَادًا نُفْرًا <sup>(۱)</sup> فِي النَّاقُورِ
کیسا دل میں ٹھہرایا پھر اس نے دیکھا	كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ نَظَرَ	اور بھی تیار کرنا پھر امید رکھتا ہے وہ	تَمْهِيْدًا ثُمَّ يَظْمَعُ	پس وہ دن سخت دن ہوگا	فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيْرٌ
پھر تیر چڑھائے اور منہ بگاڑا	ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ	کہ زیادہ دوں میں ہرگز نہیں	اَنْ اَزِيْدَ كَلاَّ	کافروں پر آسان نہیں ہوگا	عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَذِيْبٌ يَّبِيْسٌ
پھر پیٹھ پھیری اور گھمنڈ کیا	ثُمَّ اَذْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ	بے شک وہ ہے ہماری آیتوں کا	اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا	چھوڑیے مجھے اور جس کو پیدا کیا میں نے	ذُرِّيًّا وَمَنْ خَلَقْتُ
پس کہا نہیں ہے یہ مگر جادو	فَقَالَ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ	مخالف اب اسے چڑھاؤنگا میں	عَوْنِيْدًا سَاذِھِقَةً	اکیلے اور گردانا میں نے	وَحٰمِيْدًا وَجَعَلْتُ
نقل کیا جاتا ہے نہیں ہے یہ مگر کہا	ثُمَّ اَشْرٰ اِنَّ هٰذَا	آگ کے پہاڑ پر بے شک اس نے سوچا	صَعُوْدًا اِنَّهٗ فَكَّرَ	اس کے لئے لمبا کیا ہو مال	لَهُ مَا لَا يَمْتَدُّ وَا
آدمی کا	اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ	اور دل میں ٹھہرایا پس مارا جانیو!	وَقَدَّرَ فَقَتَلَ	اور بیٹے حاضر باش	وَبَيِّنَ شٰھُوْدًا

### انذار کے لئے قیامت کا موضوع

داعی توحید کی دعوت انذار (ڈرانے) سے شروع کرے، وہ لوگوں کو بتائے کہ یہ دنیا ہمیشہ نہیں رہے گی، اس کا آخری دن آئے گا، جو منکروں پر بڑا سخت ہوگا، اور ایمان لانے والے اس دن مزے میں رہیں گے، ان کو میدانِ حشر میں اللہ کا سایہ ملے گا، اس طرح داعی قیامت کو موضوع بنا کر ایمان کی دعوت دے۔

﴿ قَادًا نُفْرًا فِي النَّاقُورِ ۚ فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيْرٌ ۚ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَذِيْبٌ يَّبِيْسٌ ۝ ﴾

ترجمہ: پس جب صور میں پھونکا جائے گا وہ دن سخت ہوگا، کافروں کے حق میں آسان نہیں ہوگا — تیسری آیت دوسری آیت کے لئے بمنزلہ استثناء ہے یعنی قیامت کا دن صرف کافروں پر سخت ہوگا، مومنین پر نہیں، پس اس میں تبشیر بھی آگئی۔

(۱) نَقَرَ بلسانہ: آواز نکالنا، نقر بضمہ: پھونکنا، سٹی بجانا..... الناقور: پھونکی، بگل، صور، زنگ۔

داعی کو کٹر مخالفوں سے بھی سابقہ پڑتا ہے

ولید بن مغیرہ نام کا ایک شخص قریش میں سردار تھا، یگانہ روزگار (وحید) کہلاتا تھا، اللہ نے اس کو ڈھیر سا رامال دے رکھا تھا، اس کے دس بیٹے قریش کی مجلس مشاورت کے ممبر تھے، اور بھی ہر طرح کا سامان اسے میسر تھا، پھر بھی زیادہ کا حریص تھا، مگر وہ نبی ﷺ کا کٹر مخالف تھا، اس لئے اب اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں آگے کچھ نہیں دیں گے، ہاں جہنم میں صعود نامی آگ کے پہاڑ پر چڑھائیں گے جس پر ستر سال میں چڑھے گا، پھر جہنم میں گرے گا، اور اسی طرح ہمیشہ کرتا رہے گا۔

(ترمذی شریف)

ولید نے ایک مرتبہ مجلس مشاورت کی، مسئلہ یہ زیر غور تھا کہ نبی ﷺ جو کلام پیش کر رہے ہیں، اور اس کو اللہ کا کلام بتا رہے ہیں: اس کے بارے میں کیا کہا جائے؟ ماننا تو ہے نہیں، مگر کوئی بات بنانی بھی ضروری ہے، کسی نے رائے دی: اس کو شاعری کہا جائے، ولید نے کہا: اس کو شاعری کون باور کرے گا؟ میں شاعری جانتا ہوں، قرآن کا شاعری سے کوئی تعلق نہیں، دوسرے نے رائے دی: محمد کا ہن ہیں، اور قرآن کہانت ہے، جن پر ی سے حاصل کی ہوئی باتیں ہیں، ولید نے کہا: کاہنوں کا کلام مستحج ہوتا ہے، اور اس میں بھرتی کے الفاظ ہوتے ہیں، اور قرآن میں سچ نہیں (فواصل ہیں) اور اس میں ایک لفظ بھی بھرتی کا نہیں، پھر اس کو کہانت کون باور کرے گا؟ — لوگوں نے کہا: صدر صاحب! آپ ہی فرمائیں: قرآن کے بارے میں کیا کہا جائے؟ اس نے منہ بگاڑا، تیور چڑھائے، اٹھ کر چلتے ہوئے گھمنڈ سے کہتا گیا: یہ جادو ہے، منتروں کی طرح زود اثر ہے، اور یہ محمد ہی کا کلام ہے، اور یہ باتیں اگلوں سے منقول چلی آرہی ہیں، لوگ آخرت، قیامت، جنت اور جہنم کی باتیں کرتے رہے ہیں، انہی باتوں کو محمد اپنے کلام میں پیش کر رہے ہیں، یہ کہو گے تو لوگ مان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کم بخت نے سوچ کر کیا بات تجویز کی! کیسی دور کی کوڑی لایا! ابھی وہ اس کی سزا پائے گا!

آیاتِ پاک: — مجھے اور اس شخص کو چھوڑیے جس کو میں نے اکیلے پیدا کیا ہے — ولید: وحید کہلاتا تھا، اس کا جواب دیا کہ وحید (یگانہ) وہ نہیں، ہم ہیں، ہم نے اسے پیدا کیا ہے — اور میں نے اس کو ڈھیر سا رامال دیا، اور حاضر باش بیٹھے دیئے، اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کیا، اب وہ ہوس رکھتا ہے کہ میں اس کو اور دوں! ہرگز نہیں!

کیونکہ — وہ ہاری آیتوں کا مخالف ہے میں عنقریب اس کو دوزخ کی آگ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا! — بے شک اس نے سوچا، اور ایک بات تجویز کی، سو اس پر خدا کی مار! کیسی بات تجویز کی! پھر اس پر خدا کی مار! کیسی بات تجویز کی! پھر اس نے (اہل مجلس کی طرف) دیکھا، پھر تیور چڑھائے — یعنی وہیں بہ جہنم ہوا — اور منہ بگاڑا، پھر پیٹھ پھیری اور گھمنڈ کیا، اور کہا: یہ تو جادو ہی ہے، جو منقول چلا آ رہا ہے، یہ تو آدمی ہی کا کلام ہے!

سَأَصْلِيهِ سَقَرٌ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرٌ ۝ لَا تُبْقَى وَلَا تَذَرُ ۝ لَوْ أَحَاطَ لِلْبَشَرِ ۝  
عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً ۝ وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ  
إِلَّا فِتْنَةً ۝ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ۝ لِيَسْتَيَقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزِدَّ الَّذِينَ آمَنُوا  
إِيمَانًا ۝ وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۝ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ  
مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا ۝ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ ۝  
وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۝ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۝ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْبَشَرِ ۝

سَأَصْلِيهِ سَقَرٌ <sup>(۱)</sup>	اب جو کوئی نگاہیں اس کو دوزخ میں	وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ	اور نہیں بنایا ہم نے ان کی تعداد کو	وَالْمُؤْمِنُونَ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ <sup>(۲)</sup> بِهَذَا مَثَلًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي	اور مؤمنین اور تاکہ کہیں وہ لوگ جو ان کے دلوں میں بیماری ہے اور منکرین کیا چاہا اللہ نے اس عجیب مضمون سے اسی طرح گمراہ کرتے ہیں اللہ جس کو چاہتے ہیں اور راہ دکھاتے ہیں
وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرٌ لَا تُبْقَى وَلَا تَذَرُ لَوْ أَحَاطَ <sup>(۲)</sup> لِلْبَشَرِ <sup>(۳)</sup> عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً	اور تجھے کیا پتہ دوزخ کیا ہے؟ نہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے جھلس دینے والی کھال کو اس پر ہیں انہیں اور نہیں بنایا ہم نے دوزخ کا ذمہ دار مگر فرشتوں کو	الَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيَقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزِدَّ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَانًا وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ	مکروں کے لئے تاکہ یقین کریں جو لوگ دیئے گئے آسمانی کتاب اور بڑھ جائیں جو ایمان لائے ایمان میں اور نہ شک کریں جو دیئے گئے آسمانی کتاب	وَالْمُؤْمِنُونَ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ <sup>(۲)</sup> بِهَذَا مَثَلًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي	اور مؤمنین اور تاکہ کہیں وہ لوگ جو ان کے دلوں میں بیماری ہے اور منکرین کیا چاہا اللہ نے اس عجیب مضمون سے اسی طرح گمراہ کرتے ہیں اللہ جس کو چاہتے ہیں اور راہ دکھاتے ہیں

(۱) سَقَرٌ: دوزخ کا نام، سَقَرَاتِ النَّارِ (ن): جھلس دینا (۲) لَوْ أَحَاطَ: اسم مبالغہ، لَاح (ن): جھلس دینا (۳) بَشَرِ: بشر کے دو معنی ہیں:  
کھال اور انسان (۴) مَثَلًا: ہذا کا حال، اور مَثَلِ کے معنی ہیں: عجیب بات، انوکھا مضمون۔

مگر	إِلَّا	تیرے رب کے	رَبِّكَ	جس کو چاہتے ہیں	مَنْ يَشَاءُ
نصیحت	ذِكْرِي	مگروہی	إِلَّا هُوَ	اور نہیں جانتا	وَمَا يَعْلَمُ
انسان کے لئے	لِلْبَشَرِ	اور نہیں ہے وہ (دوزخ)	وَمَا هِيَ	لشکر کو	جُنُودَ

### دعوتِ اسلام کے کٹر مخالف کا بھیانک انجام

اب ولید بن مغیرہ کا بھیانک انجام سنیں: — میں اس کو جلدی دوزخ میں جھونکوں گا! اور تم کو کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیا ہے؟ نہ باقی رہنے دے نہ چھوڑے! — یعنی جو دوزخ میں ڈالا جائے گا، دوزخ اس کا ستیاناس کر دے گی، اور چھوڑے گی بھی نہیں کہ چھٹک جائے، اور یہ ایسی ہی تعبیر ہے جیسی سورہ اہل میں ہے: ﴿لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَخْيَى﴾: نہ وہ اس میں مر ہی جائے گا اور نہ جنے گا — وہ کھال کو بگاڑ کر رکھ دے گی، اس پر انیس مقرر ہیں! — یعنی دوزخ کے انتظام پر جو بے شمار فرشتے مقرر ہیں ان کے افسرانہیں ہیں اور ان کے کمانڈر انچیف مالک ہیں۔

### جہنم پر جو انیس مقرر ہیں وہ فرشتے ہیں

انیس کا عدد دن کر مشرکین ٹھٹھا کرنے لگے کہ ہم ہزاروں ہیں، انیس ہمارا کیا کر لیں گے؟ ہمارے دس دس ان کے ایک ایک کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں گے، اور ایک پہلوان بولا: سترہ کے لئے تو میں اکیلا کافی ہوں، باقی دو کا تم سب مل کر تیا پانچا کر دینا، اس پر یہ آیت اتری کہ وہ انیس آدمی نہیں فرشتے ہیں، جن کی قوت کا یہ حال ہے کہ ایک فرشتہ نے قوم لوط کی ساری بستیاں ایک بازو پر اٹھا کر پٹک دی تھیں۔

اور آیتِ کریمہ میں آٹھ باتیں ہیں:

۱- انیس کا عدد کافروں کے لئے آزمائش ہے، دیکھتے ہیں وہ اس عدد پر ایمان لاتے ہیں یا ٹھٹھا کرتے ہیں؟ جیسے حروفِ مقطعات راز ہیں، ان کو کھولا نہیں گیا، ان کے ذریعہ امتحان مقصود ہے، اتنا تو سب جانتے ہیں کہ وہ حروف، ہجا ہیں، مگر مراد کیا ہے؟ یہ راز ہے، اسی طرح انیس کا عدد تو سب جانتے ہیں، مگر جہنم کے ذمہ دار فرشتوں کے افسرانہیں کیوں ہیں؟ اٹھارہ یا بیس کیوں نہیں؟ اس کو نہیں کھولا، اب دیکھنا ہے کہ اس کو کون مانتا ہے اور کون انکار کرتا ہے؟ پس جن اکابر نے ان کو کھولنے کی کوشش کی ہے: وہ ٹھیک نہیں کیا، جب اللہ نے نہیں کھولا تو اور کون یقینی طور پر ان کو کھول سکتا ہے؟ پس یہ راز سر بستہ ہی رہے: یہ بہتر ہے۔

۲- اہل کتاب اس عدد کو مان لیں گے، کیونکہ ان کی کتابوں میں بھی یہی عدد ہے۔

۳- جب اہل کتاب کی تائید حاصل ہوگی تو مؤمنین کا ایمان قوی ہو جائے گا۔

۴- باہم ایک دوسرے کی موافقت سے دونوں کو اطمینان حاصل ہوگا، کسی کو اس عدد میں شک نہیں رہے گا۔

۵- منافقین و منکرین تعجب کریں گے کہ یہی عدد کیوں ہے؟ جیسے یورپ اور امریکہ کے لوگ تیرہ کے عدد کو منحوس سمجھتے ہیں، پس لوگ تعجب کرتے ہیں کہ یہی عدد منحوس کیوں ہے؟

۶- قرآن کے بعض مضامین سے سلیم ذہنوں کو ہدایت ملتی ہے اور بیمار ذہن گمراہ ہوتے ہیں، جب قرآن کریم میں مکھی مکڑی جیسی چھوٹی چھوٹی اور حقیر چیزوں کی مثال بیان کی تو کافروں کو حیرت ہوئی، انھوں نے کہا: عظیم المرتبت اللہ تعالیٰ ایسی حقیر اور معمولی چیزوں کی مثال کیوں دیتے ہیں؟ سورۃ البقرۃ (آیت ۲۶) میں اس کا جواب نازل ہوا ہے:

﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۗ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝﴾ اللہ تعالیٰ ایسی مثالوں سے بہت سوں کو گمراہ کرتے ہیں، اور بہت سوں کو اس سے ہدایت دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس مثال سے صرف حد اطاعت سے نکلنے والوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ انیس کا عدد بھی ایسا ہی ہے، کسی کو اس سے ہدایت ملے گی کوئی گمراہ ہوگا۔

۷- انیس افسروں کے ماتحت بے شمار فرشتے ہیں، جن کی تعداد اللہ ہی جانتے ہیں جیسے ملک الموت (حضرت عزرائیل علیہ السلام) کے ماتحت بے شمار فرشتے مخلوق کی جانیں وصول کرتے ہیں، وہ سب ملک الموت (موت کے فرشتے) ہیں۔

۸- دوزخ کا تذکرہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ لوگ نصیحت پذیر ہوں، اور آخرت کے لئے تیاری کریں۔ جیسے قبر کا عذاب برحق ہے: یہ آدھا مضمون ہے، قبر میں عذاب گنہگاروں کو ہوگا، نیک مؤمنین قبر میں مزے لوٹیں گے، مگر اس کو ذکر نہیں کرتے تاکہ لوگ غفلت میں نہ پڑیں۔

﴿وَمَا جَعَلْنَا اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلَائِكَةً ۗ وَمَا جَعَلْنَا عَدُوِّنَهُمْۙ اِلَّا فِتْنَةًۭ ۗ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۗ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اٰتَوْا الْكِتٰبَ وَيَزِدَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِيْمَانًا ۗ وَلَا يَزِرْ تَابَ الَّذِيْنَ اٰتَوْا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۗ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۗ وَالْكَافِرُوْنَ مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۗ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَن يَشَآءُ ۗ وَ يَهْدِيْ مَن يَشَآءُ ۗ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَۙ اِلَّا هُوَ ۗ وَمَا هِيَۙ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشِيْرِ ۝﴾

ترجمہ: (۱) اور ہم نے ان کی تعداد کو کافروں کے لئے آزمائش بنایا ہے (۲) تاکہ اہل کتاب یقین کریں (۳) اور مؤمنین کا ایمان بڑھ جائے (۴) اور اہل کتاب اور مؤمنین کسی شک میں مبتلا نہ ہوں (۵) اور جن کے دلوں میں روگ ہے اور منکرین کہیں کہ اس عجیب مضمون سے اللہ تعالیٰ کو کیا مقصود ہے؟ (۶) اس طرح اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں گمراہ کرتے

ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں راہ راست پر لے آتے ہیں (۷) اور آپ کے رب کے لشکر کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا (۸) اور دوزخ صرف آدمیوں کی نصیحت کے لئے ہے۔

كَلَّا وَالْقَمَرَ ۚ وَالْيَلِيلِ إِذْ أَدْبَرَ ۚ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ۚ إِنَّهَا لِإِحْدَا ۙ الْكَبِيرِ ۚ نَذِيرًا  
لِّلْبَشَرِ ۚ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ۚ

کَلَّا	ہرگز نہیں (دوزخ کا انکار مت کر)	إِذَا أَسْفَرَ	جب وہ روشن ہوئی!	لِّلْبَشَرِ	انسانوں کو
وَالْقَمَرَ	چاند کی قسم!	إِنَّهَا	بے شک وہ (دوزخ)	لِمَنْ	اس کے لئے جو
وَالْيَلِيلِ	اور رات کی قسم	لِإِحْدَا ۙ	البتہ ایک ہے	شَاءَ	چاہے
إِذَا أَدْبَرَ	جب اس نے پیٹھ پھیری!	الْكَبِيرِ ۙ	بڑی بھاری چیزوں	مِنْكُمْ	تم میں سے
وَالصُّبْحِ	اور صبح کی قسم	نَذِيرًا	میں سے	أَنْ يَتَقَدَّمَ	کہ آگے بڑھے
			ڈرانے والی	أَوْ يَتَأَخَّرَ	یا پیچھے ہٹے

آخرت میں دوزخ بڑی بھاری مصیبت ہے، اور آخرت پر جوڑی کے قانون سے استدلال

گذشتہ آیت کی آخری بات تھی کہ دوزخ: انسانوں کے لئے ایک نصیحت ہے، اب فرماتے ہیں کہ دوزخ کا انکار مت کر، دوسری دنیا (آخرت) بالیقین قائم ہونے والی ہے، اور اس میں دوزخ ایک سنگین چیز ہوگی، اس سے سابقہ پڑنے والا ہے، ابھی وہ انسانوں کے لئے ڈراوا ہے، پس جس کا جی چاہے اس کی طرف بڑھے، دوزخ والے کام کرے اور جائے جہنم میں! اور جس کا جی چاہے اس سے ہٹے، جنت والے کام کرے اور جنت نشیں بنے!

آخرت پر جوڑی کے قانون سے استدلال: آخرت ضرور آئے گی، اس پر جوڑی کے قانون سے استدلال کرتے ہیں، جوڑی کے قانون کی وضاحت سورۃ الذاریات میں گذر چکی ہے، جوڑی: وہ دو چیزیں ہیں جو مل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتی ہیں، جیسے دو جوتے، کرنا پاجامہ، نرمادہ اور شب و روز۔

اسی طرح چاند سورج کی جوڑی ہے، سورج دن میں روشنی پھیلاتا ہے اور چاند رات میں چاندنی نکھیرتا ہے، اس طرح شب و روز روشن ہو جاتے ہیں، اور انسان آرام سے رات دن سفر کرتے ہیں۔

دوسری مثال: اسی طرح رات دن کی جوڑی ہے، رات گذرتی ہے تو صبح ہوتی ہے، اور شام ڈھلتی ہے تو رات آتی (۱) اِحْدَى: مضاف، واحد اور اِحْدَا کا مؤنث (۲) الْكَبِيرِ: کبھی کی جمع، اکبر کا مؤنث۔

ہے، دونوں سے زندگی کی راحت ہے، اگر ایک ہو: رات ہی رات رہے دن نہ آئے یا دن ہی دن رہے، رات نہ آئے تو انسان پریشان ہو جائے، دونوں مل کر انسان کی راحت کا سامان کرتے ہیں، اس لئے دونوں کی جوڑی ہے۔

اسی طرح دنیا کی جوڑی آخرت ہے، دونوں مل کر تکلیف (جزا و سزا) کا مقصد پورا کرتے ہیں، جوڑی کی اس دلیل سے آخرت کا آنا قطعی ہے، اور آخرت میں دوزخ ایک بھاری چیز ہے، ابھی اس سے اس لئے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ جو شخص اس کی طرف بڑھنا چاہے بڑھے، اور جو اس سے ہٹنا چاہے ہٹے۔

سوال: صرف چاند کی قسم کیوں کھائی ہے؟ سورج کی قسم کیوں نہیں کھائی؟ سورج کی قسم کے بغیر جوڑی کیسے بنے گی؟  
جواب: سورج کا ذکر: ﴿وَالضُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ﴾ میں آ رہا ہے، اگر اس کی الگ قسم کھائی جاتی تو تکرار ہو جاتی، اور کلام فصیح نہ رہتا، اور انسان کو اللہ نے عقلمند پیدا کیا ہے، اس کے لئے اشارہ کافی ہے۔

فائدہ: چاند کی قسم میں ایک اور مضمون بھی ہے، چاند خورد روشن نہیں، سورج سے فیض پاتا ہے، اسی طرح آخرت (جنت و جہنم) اس دنیا سے آباد ہیں، وہ یہاں کے اعمال کا نتیجہ ہیں، حدیث میں ہے: جب بندہ اللہ اکبر کہتا ہے تو جنت میں ایک کھجور کا درخت لگتا ہے، ورنہ جنت چٹیل میدان ہے، اسی طرح یہاں کی بدکاریاں جہنم کے سانپ بچھو بنتے ہیں، پس چاند کی قسم میں یہ مضمون بھی ہے۔

آیاتِ کریمہ: — ہرگز نہیں — یعنی دوزخ کا انکار مت کر — چاند کی قسم! اور رات کی قسم جب جانے لگے! اور صبح کی قسم جب وہ روشن ہو جائے — یہ جوڑیاں دلیل ہیں کہ دنیا کی جوڑی آخرت ہے، پس مدعی محذوف ہے، اور قرینہ اگلا ارشاد ہے: — بے شک دوزخ بڑی بھاری چیز ہے! — دوزخ آخرت میں ہے پس یہ مقسم علیہ کا قرینہ ہے — وہ انسانوں کے لئے بڑا ڈراوا ہے — یعنی اس دنیا میں اس کا تذکرہ اسی مقصد سے کیا جاتا ہے — اس کے لئے جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے — یعنی جو کنویں میں گرنا چاہے وہ علی وجہ البصیرت گرے — یا پیچھے ہٹنا چاہے — یعنی جنت والے کام کرنا چاہے تو کرے!

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۚ اِلَّا اَصْحَابَ الْيَمِيْنِ ۗ فِيْ جَنَّتٍ مُّتَسَاوِيْنَ ۗ لَوْ اَنَّ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۗ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرٍ ۗ قَالُوْا لِمَ نَكُ مِنَ الْمَصْلِيْنَ ۗ وَلَمْ نَكُ نَطْعُمُ الْمَسْكِيْنَ ۗ وَكُنَّا نَحُوْضُ مَعَ الْخَاطِيْنَ ۗ وَكُنَّا نَكْذِبُ بِیَوْمِ الدِّيْنِ ۗ حَتّٰى اٰتٰنَا الْیَقِيْنَ ۗ



کُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ فِي جَنَّاتٍ يَسْكَأُونَ عَنِ الْمُجْرِمِينَ	ہر شخص اپنے کئے میں گروں (پھنسا ہوا) ہے مگر دائیں والے باغوں میں (ہونگے) ایک دوسرے سے پوچھیں گے گنہگاروں کے بارے میں	مَا سَأَلَكُمْ فِي سَعَى قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمَسْكِينِ	کس چیز نے پہنچا تم کو دوزخ میں کہا انہوں نے نہیں تھے ہم نمازیوں میں سے اور نہیں تھے ہم کھلاتے غریبوں کو	وَكُنَّا نَحْنُ مَعَ الْخَاطِبِينَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِئْسَ الَّذِينَ حَتَّى آتَيْنَا الْيَقِينَ	اور تھے ہم گھتے گھنے والوں کے ساتھ اور جھٹلاتے تھے ہم دن کو قیامت کے یہاں تک کہ آیا ہمیں یقین (موت)
--	---	--	--	--	--

### دوزخیوں کے بالمقابل جنتیوں کا تذکرہ

قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ وہ آگ والوں کے بعد باغ والوں کا تذکرہ کرتا ہے، پہلے ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ میں مجبوس ہوگا، یہ ضابطہ دوزخ والوں کے لئے ہے، ان کو گناہ کے بقدر ہی سزا ملے گی، جنتی اس ضابطہ سے مستثنیٰ ہیں، ان کو ان کے اعمال سے کہیں زیادہ انعام ملے گا، وہ ایک باغ میں نہیں، بہت سے باغوں میں ہونگے، ادنیٰ جنتی کو دس دنیا کے بقدر باغ ملیں گے۔

علاوہ ازیں: وہ اپنے اعمال پر خوش ہونگے اور وہ ایک مستقل نعمت ہوگی، اور ان کو یہ خوشی اس وقت حاصل ہوگی جب وہ دوزخیوں کے بارے میں پوچھیں گے کہ تم دوزخ میں کیسے پہنچ گئے؟ وہ جواب دیں گے: ہم دو کام نہیں کرتے تھے اور دو کام کرتے تھے: اس وجہ سے جہنم کا منہ دیکھنا پڑا، ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور زکات نہیں دیتے تھے اور ہم اسلام کے خلاف باتیں بنانے والوں کی موافقت کرتے تھے، اور ہم قیامت کے دن کو نہیں مانتے تھے، یہاں تک کہ موت کے وقت ہمیں یقین آ گیا کہ قیامت آنے والی ہے، جب جنتی: دوزخیوں کے یہ احوال سنیں گے تو اپنی زندگی پر نازاں فرحاں ہونگے، اور وہ ان کے لئے مستقل نعمت ہوگی، جیسے محنتی طالب علم کامیاب ہوتا ہے، پس فیل ہونے والے طالب علم سے پوچھتا ہے: ارے تو فیل کیوں ہوا؟ وہ کہتا ہے: میں مطالعہ نہیں کرتا تھا، سبق سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا تھا، اور خواندہ یاد نہیں کرتا تھا تو کامیاب ہونے والا طالب علم اپنی محنت پر پھولا نہیں ساتا!

سوال: یہ بات طے ہے کہ کفار فرود کے مکلف نہیں، پھر نماز نہ پڑھنے اور زکات نہ دینے پر جہنم میں ان کو سزا کیوں

ہوگی؟

جواب: آیت میں کفار کی تخصیص نہیں، مجرمین عام لفظ ہے اور نافرمان مسلمانوں کو بھی جہنم میں جانا پڑ سکتا ہے، پس بے نمازی اور زکات ادا نہ کرنے والے مسلمان ہوشیار ہو جائیں!

آیاتِ کریمہ: — ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ میں محبوس ہوگا، مگر داہنے والی مستثنیٰ ہیں، وہ باغوں میں ہونگے، وہ مجرموں کا حال پوچھتے ہونگے، تم کو دوزخ میں کس چیز نے داخل کیا؟ وہ جواب دیں گے: ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے، اور نہ غریبوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے، اور (دین اسلام کے خلاف) باتیں چھانٹنے والوں کے ساتھ باتیں چھانٹا کرتے تھے، اور قیامت کے دن کو (عملاً) جھٹلایا کرتے تھے، یہاں تک کہ ہم کو (موت پر) یقین آ گیا — اب کیا ہوت ہے جب چڑیاں چک گئیں کھیت!

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشُّفَعَاءِ ۖ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكَرَةِ مُعْرِضِينَ ۚ كَأَنَّهُمْ حُمْرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۚ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۚ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُثُوتِي صُحْفًا مُّنْشَرَةً ۚ كَلَّا بَلْ لَا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ۚ كَلَّا إِنَّهُ تَذَكُّرٌ ۚ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ۚ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۗ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَعْفَرَةِ ۚ

فَمَا تَنْفَعُهُمْ	پس نہیں کا کہے گی ان کو	مِنْ قَسْوَرَةٍ <sup>(۲)</sup>	شیر (شور) سے	الْآخِرَةَ	آخرت سے
شَفَاعَةً	سفاش	بَلْ يُرِيدُ	بلکہ چاہتا ہے	كَلَّا	ہرگز نہیں
الشُّفَعَاءِ	سفاش کرنے والوں کی	كُلُّ امْرِئٍ	ہر انسان	لَا إِنَّهُ تَذَكُّرٌ	بیٹک وہ نصیحت نامہ ہے
فَمَا لَهُمْ	پس کیا ہوا ان کو	مِّنْهُمْ	ان میں سے	فَمَنْ شَاءَ	پس جو چاہے
عَنِ التَّذْكَرَةِ	نصیحت سے	أَنْ يُثُوتِي	کہ دیا جائے وہ	ذَكَرَهُ	اس سے نصیحت پذیر ہو
مُعْرِضِينَ	روگردانی کرنے والے ہیں	صُحْفًا	صحیفے (خطوط)	وَمَا يَذْكُرُونَ	اور نہیں نصیحت حاصل
كَأَنَّهُمْ حُمْرٌ	گو یا وہ گدھے ہیں	مُنْشَرَةً <sup>(۱)</sup>	کھلے ہوئے	إِلَّا	کریں گے وہ
مُسْتَنْفِرَةٌ	بدکنے والے	كَلَّا	ہرگز نہیں	أَنْ يَشَاءَ	مگر
فَرَّتْ	بھاگے جا رہے ہیں	بَلْ لَا يَخَافُونَ	بلکہ وہ نہیں ڈرتے		یہ کہ چاہیں

(۱) حُمْرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ: بدکنے والے گدھے یعنی وحشی گدھے: گورخر (۲) قسورۃ کے معنی: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے شیر کے ہیں، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے شور کئے ہیں۔ اصل معنی ہیں: نہایت سخت۔

اللَّهُ هُوَ	اللہ تعالیٰ وہ	أَهْلُ التَّقْوَىٰ ① اس کے حقدار ہیں کہ ان سے ڈرا جائے	وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ② اور وہ اس کے حقدار ہیں کہ گناہ بخشیں
-----------------	-------------------	--	--

دوزخیوں کا باقی تذکرہ: کوئی سفارش دوزخ سے نہیں بچا سکے گی

پہلی آیت: سابقہ آیات سے جڑی ہوئی ہے، مجرموں (کافروں اور بدکاروں) کا اگر یہ خیال ہے کہ مورتیاں، اولیاء یا شفیع المدین ﷺ سفارش کر کے دوزخ سے بچالیں گے تو یہ خام خیالی ہے، کیونکہ سفارش اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکے گی، اور کافروں کے لئے تو اجازت کا سوال ہی نہیں، اور بدکاروں کے لئے اجازت ملے گی، مگر دھلائی کے بعد!

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾

ترجمہ: پس ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہیں دے گی۔

کفار قرآن کی نصیحت سے سر پر پیر رکھ کر بھاگتے ہیں!

گورنر (جنگلی گدھے) شیر یا شکاریوں کے شور سے بے تحاشا بھاگتے ہیں، اسی طرح کفار قرآن کی باتیں سن کر بھاگتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ ان کے نام اللہ کی طرف سے کھلا خط آئے، جس میں ان کو ایمان کی دعوت دی ہو پس وہ ایمان لائیں، مگر یہ کیونکر ممکن ہے؟ اللہ جانتے ہیں جن کے پاس پیغام بھیجتے ہیں، ہر شخص میں رسالت (اللہ کا مخاطب بننے) کی صلاحیت کہاں ہے؟

درحقیقت وہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے، جبکہ آخرت سے بے خوف ہونا عقلمندی کی بات نہیں، پس لوگ سن لیں! قرآن ایک نصیحت نامہ ہے، ان کو چاہئے کہ قرآن سے نصیحت پذیر ہوں۔

﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكَرَةِ مُعْرِضِينَ ۚ كَذَّبَتْ قَوْمُ الْمُنْتَفِرَةِ ۚ فَذَرَتْ مِنْ قُنُورِهِمْ ۚ بَلْ يُرِيدُ كَلَّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُؤْتِي صُحُفًا مُنشَرَةً ۚ كَذَّبَ بَلْ لَا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ۚ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ۚ﴾

ترجمہ: پس ان کو کیا ہوا کہ نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں؟ گویا وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے (یا شور سے) بھاگے جا رہے ہیں! بلکہ ان کا ہر شخص چاہتا ہے کہ ان کو کھلے خط دیئے جائیں — یعنی ہر شخص کے نام الگ الگ خط آئے — ہرگز نہیں — یہ ممکن نہیں — بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے — ہرگز نہیں — یعنی آخرت سے

(۱) التقوی: مصدر مجہول ہے (۲) المغفرة: مصدر معروف ہے۔

بے خوف ہونا ٹھیک نہیں — یہ قرآن ایک نصیحت ہے، پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے!

بندوں کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے، پس اللہ سے توفیق مانگیں!

بندوں کا قرآن کریم سے نصیحت پذیر ہونا اللہ کی مشیت پر موقوف ہے، بندوں کا کوئی معاملہ اللہ کے اختیار سے باہر نہیں، ورنہ بندے خود خدا بن جائیں گے، پس بندوں کو چاہئے کہ اللہ سے توفیق مانگیں، اللہ تعالیٰ محروم نہیں کریں گے۔

﴿ وَمَا يَذُكُرُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ﴾

ترجمہ: اور بندوں اللہ کے چاہے وہ لوگ نصیحت پذیر نہیں ہو سکتے۔

اللہ تعالیٰ اس کے حقدار ہیں کہ ان سے ڈرا جائے اور وہی اس کے حقدار ہیں کہ گناہ بخشیں!

حدیث قدسی: نبی ﷺ نے آیت: ﴿ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں: ”میں اس کا حقدار ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے، پس جو مجھ سے ڈرتا ہے، اور میرے ساتھ کوئی اور معبود نہیں گردانتا تو میں اس کا حقدار ہوں کہ اس کی بخشش کر دوں“ یعنی جو اللہ سے ڈر کر شرک سے بچے گا: اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف کر دیں گے (ترمذی شریف حدیث ۳۳۵۱ تحفۃ الامی ۷: ۵۲۳)

﴿ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴾

ترجمہ: وہ اس کے حقدار ہیں کہ ان سے ڈرا جائے، اور وہ اس کے حقدار ہیں کہ گناہ بخشیں!

﴿ ۲۹ ذی قعدہ ۱۴۳۷ھ = ۲ ستمبر ۲۰۱۶ء ﴾



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ القیامہ

یہی دور کے وسط کی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۳۱ ہے، اور اس کا موضوع آخرت ہے، گذشتہ سورت کے آخر میں دوزخ کا ذکر تھا، دوزخ: آخرت میں ہے، اس لئے اب کئی سورتوں کا یہی موضوع ہے اور یہ سورت جوڑی دار ہے، اگلی سورت کے ساتھ مل کر اس کا مضمون مکمل ہوتا ہے، اس سورت میں کفار کا اور آخرت میں ان کی سزا کا بیان ہے، اور اگلی سورت میں مؤمنین کے اعمال کا اور ان کے انعام کا ذکر ہے۔

قیامت اور آخرت دو الگ الگ چیزیں ہیں، مگر گلوں ہیں، قیامت اس دنیا کا آخری دن ہے، اس لئے اس کو الیوم الآخر بھی کہتے ہیں، اور قیامت اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ متعین دن ہے، اور اس کا آنا یقینی ہے، اور آخرت: ساتھ والی دنیا کا نام ہے، جو فی الحال موجود ہے، وہاں جنت و جہنم ہیں، قیامت کے دن حساب کے بعد مکلف مخلوقات کو جزا و سزا کے لئے آخرت میں منتقل کیا جائے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

آخرت کا موضوع بھی توحید و رسالت کی طرح اہم ہے، لوگوں کو اس کا یقین ہی نہیں آتا، جو لوگ قیامت اور آخرت کو مانتے ہیں: ان کے عمل سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہیں مانتے، اس لئے اب کئی سورتیں اسی موضوع پر ہیں۔

ابَاتَمَّا ۴۰ (۷۵) سُورَةُ الْقِيَامَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۱) رَوَّعَاتِمَا ۴۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَمَةِ ۝ وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللّٰوَامَةِ ۝ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ  
 یَّجْمَعَ عِظَامَهُ ۝ بَلِی قَدْرِیْنَ عَلٰی اَنْ تُسَوِّیَ بَنَاتَهُ ۝ بَلِیُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لَیْفُجَّرَ  
 اَمَامَهُ ۝ یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمِ الْقِیَمَةِ ۝ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝ وَجُمِعَ الشَّمْسُ  
 وَالْقَمَرُ ۝ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَقَرُّ ۝ کَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلَی رَبِّكَ یَوْمَئِذٍ  
 الْمُسْتَقَرُّ ۝

اور گہنا (بے نور ہو) جائیگا	وَحَسَفَ	کیوں نہیں!	بلی	نہیں (آخرت کا انکار	لَا
چاند	الْقَمَرِ	(ہم) قادر ہیں	قَدِيرِينَ	مت کر)	أَقْسِمُ
اور اکٹھا کئے جائیں گے	وَجُمِعَ	اس پر کہ	عَلَىٰ أَنْ	میں قسم کھاتا ہوں	بِیَوْمِ
سورج	الشَّمْسِ	درست بنائیں	تُسْوَىٰ	دن کی	الْقِيَامَةِ
اور چاند	وَالْقَمَرِ	اس کی پوریوں کو	بِنَانَةٍ <sup>(۲)</sup>	قیامت کے	وَلَا
کہے گا	يَقُولُ	بلکہ چاہتا ہے	بَلْ يُرِيدُ	اور نہیں (سزا کا انکار	أَقْسِمُ
انسان	الْإِنْسَانَ	انسان	الْإِنْسَانَ	مت کر)	بِالْنَفْسِ
آج	بِیَوْمِئِذٍ	کہ بدکاریاں کرے	لَيُفْجَرَ	میں قسم کھاتا ہوں	اللَّوَامَةِ <sup>(۱)</sup>
کہاں بھاگوں؟	أَيْنَ الْمَقَرِّ	اس (دن) سے پہلے	أَمَامَةٍ <sup>(۳)</sup>	نفس کی	أَيَّصَبُ
ہرگز نہیں	كَلَّا	پوچھتا ہے	يَسْأَلُ	بہت ملامت کرنے والے	الْإِنْسَانَ
کوئی جائے پناہ نہیں	لَا وَاوَدَّرَ	کب (ہے)	أَيَّانَ	کیا گمان کرتا ہے	أَلَنْ
تیرے رب کے پاس	إِلَىٰ رَبِّكَ	قیامت کا دن	يَوْمَ الْقِيَامَةِ	انسان	تَجْمَعُ
آج	بِیَوْمِئِذٍ	پس جب	فَإِذَا	کہ ہرگز نہیں	عِظَامُهُ
ٹھہرنا ہے	الْمُسْتَقَرُّ	چکا چونکہ ہوگی	بِرِقِّ	اکٹھا کریں گے ہم	
		آنکھیں	الْبَصَرِ	اس کی ہڈیوں کو؟	

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

آخرت اور اس میں سزا کے برحق ہونے کے دلائل

آخرت کے برحق ہونے کی دلیل قیامت کا دن ہے، وہ اس دنیا کا آخری دن ہے، اس میں اولین و آخرین دوبارہ زندہ کئے جائیں گے، پھر حساب کتاب کے بعد مکلف مخلوقات آخرت میں منتقل کی جائے گی، اب اگر آخرت کو کوئی نہیں مانے گا تو جن و انس کہاں جائیں گے؟ یہ دنیا تو ختم کر دی جائے گی! اس کا تو آخری دن آ گیا، پس لامحالہ آخرت کو ماننا ہوگا، جو آخری ٹھکانا ہوگا۔

(۱) اللوامۃ: صیغہ مبالغہ نہت ملامت کرنے والا (۲) بنان: بنانہ کی جمع (۳) امامہ: ضمیر یوم القیامۃ کی طرف عائد ہے۔

اور مکلف مخلوقات کے لئے آخرت میں برائیوں کی سزا ہے: اس کی دلیل اس کا بہت زیادہ ملامت کرنے والا نفس ہے، انسان اور جانور کے احوال میں غور کریں، انسان خواہ کوئی ہو: اگر اس کی گاڑی کے پیسے میں غلطی سے کوئی معصوم بچہ آجائے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟ اس کا دل کتنا روتا ہے! اور بھینس کے پیروں میں بچہ کچل جائے تو اس کا نفس اس کو ذرا ملامت نہیں کرتا، یہ دلیل ہے کہ انسان کو یقین ہے کہ اس کی غلطی پر پکڑ ہوگی۔

﴿لَا أُقْسِمُ بِبُورِ الْقِيَامَةِ ۖ وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۖ﴾

ترجمہ: نہیں — یعنی آخرت کا انکار مت کر — میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں — یہ دلیل ہے جس کو قسم کے روپ میں پیش کیا ہے، اور مدعی وہ ہے جس کی لا کے ذریعہ نفی کی ہے — اور نہیں — یعنی سزا کا انکار مت کر — میں بہت زیادہ ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں۔

## قیامت کے احوال

اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن مخلوقات کو دوبارہ پیدا کرنے پر پوری قدرت ہے

اگر کوئی خیال کرے کہ آخرت اور سزا کا قصہ تو جب ہے کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کئے جائیں، کیا یہ ممکن ہے؟  
جواب: کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو اکٹھا نہیں کریں گے؟ کیوں نہیں! ہم اس کی پور پور دوبارہ ٹھیک ٹھیک بنانے پر قدرت رکھتے ہیں — جس نے پہلی بار پیدا کیا ہے وہ دوسری بار کیوں پیدا نہیں کر سکتا؟ دوسری بار کسی چیز کو بنانا پہلی بار سے آسان ہوتا ہے — اور پوریوں کی تخصیص شاید اس لئے کی کہ اطراف بدن میں باوجود چھوٹی ہونے کے صنعت کی رعایت زیادہ ہے، کسی بھی دو شخصوں کے فینگر پرنٹ یعنی پوریوں کی لکیریں یکساں نہیں ہوتیں، کچھ نہ کچھ فرق ہوتا ہے، یہ کتنا دشوار اور باریک کام ہے؟

## انسان قیامت کا انکار کیوں کرتا ہے؟

جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں اور دوبارہ زندہ کئے جانے کو محال جانتے ہیں: اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے، اور اللہ کی قدرتِ کاملہ کے دلائل و نشانات غیر واضح ہیں، بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے اپنی اگلی عمر میں — جو باقی رہ گئی ہے — بالکل بے باک ہو کر فسق و فجور کرتا رہے، اگر کہیں قیامت کا اقرار کر لیا اور حساب کتاب کا خوف دل میں بیٹھ گیا تو بے باکی اور ڈھٹائی سے بدکاری نہیں کر سکے گا، اس لئے ایسا خیال دل میں آنے ہی نہیں دیتا، بلکہ سینہ زوری سے سوال کرتا ہے: صاحب! آپ کی قیامت کب آئے گی؟ جواب: جب سورج سر سے قریب

ہو جائے گا، اور اس کی چمک سے آنکھیں پتھر اجائیں گی، اور سورج کے ساتھ تقابل نہ رہنے سے چاند بے نور ہو جائے گا، بلکہ سورج اور چاند ایک دوسرے کے مقابل نہیں رہیں گے، ایک ساتھ ہو جائیں گے: اس دن قیامت قائم ہوگی، اس وقت انسان بدحواس ہو کر پوچھے گا: آج کدھر بھاگوں؟ اور کہاں پناہ لوں؟ جواب ملے گا: اب نہ بھاگنے کا موقع ہے نہ کوئی جائے پناہ! اب سب کو پروردگار کی عدالت میں حاضر ہونا ہے!

آیاتِ پاک: — بلکہ انسان چاہتا ہے کہ روزِ جزاء سے پہلے بدکاریاں کر لے، پوچھتا ہے: قیامت کا دن کب ہے؟ — پس جب آنکھیں پتھر اجائیں گی، چاند گہنا جائے گا، اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے تو انسان کہے گا: اب کہاں بھاگوں؟ ہرگز نہیں (اب کہیں نہیں بھاگ سکتا) کوئی جائے پناہ نہیں، اب تیرے رب کے پاس ہی ٹھہرنا ہے!

يُنَبِّئُوا الْاِنْسَانَ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاٰخَرَ ۗ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرٌ ۗ وَّلَوْ اَلْفَىٰ مَعٰذِرَهٗ ۗ لَا تُحَرِّكُ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَجْعَلَ بِهٖ ۗ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۗ فَاِذَا قَرَأْنُهٗ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۗ ثُمَّ اِنَّا عَلَيْنَا بَيٰٰنُهٗ ۗ كَلَّا بَلِ تُحِبُّوْنَ الْعٰجِلَهٗ ۗ وَتَذُرُوْنَ الْاٰخِرَهٗ ۗ

یُنَبِّئُوا	بتلایا جائے گا	لَا تُحَرِّكُ	آپ نہ بلائیں	فَاتَّبِعْ	پس پیروی کریں آپ
الْاِنْسَانَ	انسان	بِهٖ	وہی کے ساتھ	قُرْاٰنَهٗ	اس کے پڑھنے کی
يَوْمَئِذٍ	اس دن	لِسَانَكَ	اپنی زبان	ثُمَّ اِنَّا	پھر بے شک
بِمَا قَدَّمَ	جو آگے بھیجا اس نے	لِتَجْعَلَ	تاکہ جلدی لیں آپ	عَلَيْنَا	ہمارے ذمہ ہے
وَاٰخَرَ	اور (جو) پیچھے چھوڑا اس نے	بِهٖ	اس (وہی) کو	بَيٰٰنَهٗ	اس کی وضاحت
بَلِ الْاِنْسَانَ	بلکہ انسان	اِنَّ عَلَيْنَا	بیشک ہمارے ذمہ ہے	كَلَّا	ہرگز نہیں
عَلٰى نَفْسِهٖ	اپنے بارے میں	جَمْعَهٗ	اس کو (دل و دماغ میں)	بَلِ تُحِبُّوْنَ	بلکہ پسند کرتے ہو تم
بَصِيْرٌ	با بصیرت ہے	وَقُرْاٰنَهٗ	جمع کرنا	الْعٰجِلَهٗ	جلدی کو
وَّلَوْ اَلْفَىٰ	اگر چہ ڈالے وہ (پیش)	فَاِذَا	اور اس کا پڑھنا	وَتَذُرُوْنَ	اور چھوڑتے ہو تم
مَعٰذِرَهٗ	اپنے غیر واقعی اعذار	قَرَأْنَهٗ	پس جب	الْاٰخِرَهٗ	پچھلے کو
			پڑھیں ہم اس کو		



قیامت کے دن جب انسان کو اس کے اعمال جتلائے جائیں گے

تو وہ غیر واقعی اعذار پیش کرے گا اور اس کی مثال اور مثال در مثال

اس دنیا میں 'بھول' ایک نعمت ہے، اسی کے سہارے آدمی پنپتا ہے، بڑے سے بڑا نقصان ہو جاتا ہے مگر چند دن کے بعد بھول جاتا ہے اور زندگی معمول پر آ جاتی ہے۔ قیامت کے دن اس نعمت کی ضرورت نہیں رہے گی، چنانچہ سب کیا کرایا یا آجائے گا، سورۃ النازعات میں ہے: ﴿يَوْمَ يَبْدَأُ لِلْإِنْسَانِ مَا كَانَ﴾: قیامت کے دن انسان کو اپنا کیا کرایا سب یاد آجائے گا۔ تاہم قیامت کے دن انسان کو اس کے اچھے برے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے سب اعمال جتلائے جائیں گے، اس وقت انسان اپنے اعمال کے بارے میں بالبعینت ہوگا، سب کو جانتا ہوگا، پھر بھی برے اعمال کے لئے بہانے تراشے گا، اور غیر واقعی اعذار پیش کرے گا کہ میں نے یہ گناہ اس مجبوری میں کیا۔

اس کی مثال: شروع میں نزولِ وحی کے وقت نبی ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ زبان سے سر اُڑھتے تھے، اس سے ڈوہرا بوجھ پڑتا تھا، ایک تو آپ کو ناسوت سے ملکوت کی طرف عروج کرنا پڑتا تھا، جس سے آپ سخت جاڑے میں پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے، دوسرے: وحی سننا بھی اور ساتھ ہی پڑھنا بھی، اس لئے آپ کو نزولِ وحی کے ساتھ پڑھنے سے روک دیا لیکن اگر آپ سے پوچھا جائے کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ جواب دیں گے: میں ایسا اس لئے کرتا ہوں کہ وحی یاد ہو جائے، کوئی حصہ بھول نہ جاؤں، یہ غیر واقعی عذر ہے، کیونکہ وحی بھولنے کا آج تک کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

مثال در مثال: انسان کی فطرت ہے کہ وہ جلد اور نقد کو پسند کرتا ہے، اگر چہ ادھار میں نفع ہوتا ہے جیسے کفار دنیا کے پیچھے مرتے ہیں اور آخرت کو چھوڑتے ہیں، کیونکہ دنیا عاجلہ (نقد) ہے اور آخرت (آخرۃ) ادھار ہے، اس کے ملنے میں ابھی دیر ہے، اسی طرح نزولِ وحی کی حالت عاجلہ ہے اور بعد کی حالت آخرۃ، اور وہ پچھلی حالت: پہلی حالت سے بہتر ہے، پہلی حالت میں تو ساری وحی یاد نہیں ہوتی، ابھی وحی اتر رہی ہے اور بعد میں ساری وحی یاد ہو جاتی ہے، مگر آپ عاجلہ کو آخرۃ پر ترجیح دیتے ہیں، جبرئیل کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

ملاحظہ: یہ آیتوں کے مضامین میں ارتباط ہے، اور ذرا دقیق ہے، غور سے آیات پڑھیں، اگر واضح نہ ہو تو تحفۃ القاری جلد اول صفحہ ۱۲۸ دیکھیں، وہاں بھی یہ مضمون ہے۔

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر: — قیامت کے دن انسان جتلا یا جائے گا جو کچھ اس نے آگے بھیجا اور جو کچھ اس

نے پیچھے چھوڑا — آگے بھیجا: یعنی مرنے سے پہلے وہ اعمال کئے، اور پیچھے چھوڑا: یعنی مرنے کے بعد بھی وہ اعمال جاری رہے، جیسے برا طریقہ چلا گیا، جب تک اس غلط راستے پر لوگ چلتے رہیں گے: ریت چلانے والے کو وبال پہنچتا رہے گا، جیسے قاتیل نے ظلماً قتل کیا، اور وہ ریت پڑ گئی تو قیامت تک جو ناحق قتل ہوگا اس کے گناہ کا ایک حصہ قاتیل کو پہنچے گا — بلکہ انسان اپنے بارے میں بالصیرت ہے — اس لئے جتلانے کی ضرورت نہیں تھی — اگرچہ وہ غیر واقعی اعذار (بہانے) تراشے!

غیر واقعی اعذار کی مثال: — آپ وحی کے ساتھ اپنی زبان نہ ہلائیں — یعنی سر اُٹھ پرھیں — تاکہ آپ وحی جلدی لے لیں — اس میں آپ کے غیر واقعی عذر کی طرف اشارہ ہے — بے شک ہمارے ذمہ اس کو (آپ کے ذہن میں) جمانا، اور اس کا پڑھنا ہے — یعنی آپ لوگوں کے سامنے جو پرھیں گے: وہ ہماری ذمہ داری ہے، اس میں نبی ﷺ کے پڑھنے کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے — پس جب ہم اس کو پرھیں تو آپ اس پڑھنے کی پیروی کریں — اس میں جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے — پھر بے شک ہمارے ذمہ اس کی وضاحت ہے — یعنی آپ جبرئیل سے وحی کا مطلب نہ پوچھیں، ہم آپ کو خود اس کا مطلب سمجھا دیں گے۔

مثال در مثال: — ہرگز نہیں — یعنی آخرت کو نظر انداز مت کر — بلکہ تم جلدی (دنیا) کو پسند کرتے ہو، اور پچھلی (آخرت) کو چھوڑتے ہو — جبکہ وہ پچھلی دنیا اصل ہے، پس پوری تو جس اس کی طرف رہنی چاہئے۔

وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ ۖ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۖ وَوُجُوهُ يَوْمَئِذٍ بِاَسْرَةٍ ۖ تَنْظُنُّ اَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۖ كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۖ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ ۖ وَظَنَّ اَنْهُ الْفِرَاقُ ۖ وَالتَّقَتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۖ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ۖ

وَجُودٌ (۱)	کچھ چہرے	ناظِرَةٌ	دیکھنے والے ہوں گے	تَنْظُنُّ	خیال کرتے ہونگے
يَوْمَئِذٍ	اس دن	وَوُجُوهُ	اور کچھ چہرے	اَنْ يُفْعَلَ	کہ کیا جائے گا
نَّاصِرَةٌ	ترو تازہ ہوں گے	يَوْمَئِذٍ (۲)	اس دن	بِهَا	ان (چہروں) کے ساتھ
اِلٰى رَبِّهَا	اپنے پروردگار کی طرف	بِاَسْرَةٍ	اداس ہونگے	فَاقِرَةٌ (۳)	کمر توڑ معاملہ

(۱) وجہ: بول کر ذات مراد لی ہے (۲) باسرة: بہت زیادہ منہ بگاڑنے والی، بد رفتاری کرنے والی، اداس: مرادی معنی ہیں (۳) ففقر الرجل: بڑھکی ہڈی توڑنا، مہرے توڑنا۔

پنڈلی	السَّائِقِ	جھاڑنے والا؟	رَاقٍ	ہرگز نہیں (جزا کا انکار)	كَلَّا
پنڈلی سے	بِالسَّائِقِ	اور گمان کرے گا وہ	وَوَظَنَ	مت کر	إِذَا بَلَغَتِ
تیرے رب کی طرف	إِلَى رَبِّكَ	(مرنے والا)	أَنَّهُ	جب پہنچ جائے گی روح	الشَّرَاقِيَّ <sup>(۱)</sup>
آج	يَوْمَئِذٍ	کہ وہ	الْفَرَافِ	ہنسلوں کو	وَقِيلَ
کھنچا جانا ہے	السَّائِقِ	جدائی ہے	وَالنَّفَقِ	اور کہا جائے گا	مَنْ
❁	❁	اور لپٹ جائے گی		کوئی ہے	

### آخرت: دنیا سے بہتر کیوں ہے؟

آخرت: دنیا سے بہتر اس لئے ہے کہ آخرت میں جنتیوں کو دیدارِ خداوندی نصیب ہوگا، پس یہ مثال در مثال در مثال ہے، معتزلہ اس کے منکر ہیں، اس لئے وہ محروم رہیں گے، ارشاد فرماتے ہیں: — کچھ چہرے اس دن تروتازہ ہونگے، اپنے رب کا دیدار کر رہے ہونگے — اور ان کے بالقابل — اور کچھ چہرے اس دن اداس ہونگے، وہ خیال کرتے ہونگے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ معاملہ کیا جائے گا!

### سفرِ آخرت کی ابتداء

اب پھر مضمون پیچھے کی طرف لوٹ رہا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: — ہرگز نہیں! — یعنی آخرت کی سزا کا انکار مت کر، انسان کو دنیا میں ہمیشہ کہاں رہنا ہے؟ — جب روح ہنسلوں تک پہنچ جائے گی — اور تیار دار مایوس ہو جائیں گے — اور کہا جائے گا: کوئی جھاڑنے والا ہے؟ — جب علاج معالجہ سے لوگ مایوس ہو جاتے ہیں تو جھاڑ پھونک کا سہارا لیتے ہیں — اور وہ (بیمار) گمان کرے گا کہ جدائی کا وقت آ گیا، اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ گئی — نیچے کے بدن کی روح نکل گئی — اس دن تیرے رب کے پاس کشاں کشاں جانا ہے — اور وہاں جزاء سے دوچار ہونا ہے۔

فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّى ۖ وَلَكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى ۖ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ آهْلِهِ يَمْتَسِكُ ۖ ۚ أُولَىٰ لَكَ فَأُولَىٰ ۖ ثُمَّ أُولَىٰ لَكَ فَأُولَىٰ ۖ أَيْحَسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدَّةً ۖ ۚ أَلَمْ يَكُنْ لُطْفَةً مِّنْ مَّيْنِي يُمْنِي ۖ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ فَخَلَقَ فَسُوِّءَ ۖ فَجَعَلَ مِنْهُ الزُّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۖ أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَدِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُبْحِيََ الْمَوْتَىٰ ۖ

(۱) الترافی: ترقی کی جمع، ہنسی، وہ ہڈی جو گردن کے نیچے ہوتی ہے۔

پس نہ تصدیق کی	فَلَا صَدَقَ	پس نہ تصدیق کی	أَيُّسَبَّ	کیا خیال کرتا ہے	فَسَوَّيْ	پس درست بنایا
اور نہ نماز پڑھی	وَلَا صَلَّى	اور نہ نماز پڑھی	الْإِنْسَانَ	انسان	وَجَعَلَ	پس بنائے
بلکہ جھٹلایا	وَلَكِنَّ كَذَّبَ	بلکہ جھٹلایا	أَنْ يُتْرَكَ	کہ چھوڑ دیا جائے گا	مِنْهُ	اس سے
اور منہ موڑا	وَوَلَّى	اور منہ موڑا	سُدَّةً	مہمل (بے سزا)	الزَّوْجَيْنِ	جوڑے
پھر گیا	ثُمَّ ذَهَبَ	پھر گیا	الْعَرِيكَ	کیا نہیں تھا وہ	الذَّكَرَ	نر
اپنے گھر والوں کے پاس	إِلَىٰ أَهْلِهِ	اپنے گھر والوں کے پاس	نُطْفَةً	ایک بوند	وَالْأُنثَىٰ	اور مادہ
اکڑتا ہوا	يَقْبُظُ <sup>(۱)</sup>	اکڑتا ہوا	مِنْ مَيِّتِي	منی کی	أَلَيْسَ ذَٰلِكَ	کیا نہیں ہے وہ
کم بختی ہو تیرے لئے	أَوَّلَىٰ لَكَ <sup>(۲)</sup>	کم بختی ہو تیرے لئے	يُمْنِي	جو پڑکائی گئی	يَقْدِرُ	قدرت رکھنے والا
پس کم بختی ہو	فَأَوْلَىٰ	پس کم بختی ہو	ثُمَّ كَانَ	پھر تھا وہ	عَلَىٰ أَنْ	اس پر کہ
پھر کم بختی ہو تیرے لئے	ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ	پھر کم بختی ہو تیرے لئے	عَلَقَةً	خون بستہ	يُحْيِي	زندہ کرے
پس کم بختی ہو	فَأَوْلَىٰ <sup>(۳)</sup>	پس کم بختی ہو	فَخَلَقَ	پس پیدا کیا (اس کو)	الْمَوْتَىٰ	مردوں کو؟

### دیکھو دنیا میں کیا کر کے آیا ہے؟

مر کر برزخ میں پہنچا، وہاں جائزہ لیا جائے گا کہ دنیا میں کیا کر کے آیا ہے؟ فرماتے ہیں: — پس نہ تو اس نے تصدیق کی — یعنی ایمان نہیں لایا، منافق اعتقادی بھی اس میں شامل ہیں — اور نہ نماز پڑھی، بلکہ جھٹلایا اور منہ موڑا پھرا کڑتا ہوا اپنے گھر والوں کے پاس گیا — گویا بڑی بہادری اور ہنرمندی کا کام کر کے آیا ہے — کم بختی ہو تیرے لئے! پس کم بختی ہو! پھر کم بختی ہو تیرے لئے، پس کم بختی ہو!

انسان اشرف مخلوق ہے اس لئے اس کو بے سزا نہیں چھوڑا جاسکتا: — کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ بے سزا چھوڑ دیا جائے گا؟ — ہرگز نہیں، اس کو سزا ضرور ملے گی اس لئے کہ وہ فرزند ہے۔

انسان اپنی پہلی پیدائش میں غور کرے تو دوبارہ پیدا ہونا اس کی سمجھ میں آجائے گا:

کیا وہ منی کی ایک بوند نہیں تھا، جو رحم مادر میں پڑکائی گئی، پھر وہ خون بستہ بنا، پھر اللہ نے اس کو ٹھیک بنایا، اور اس (بوند) سے نرمادہ کے جوڑے بنائے، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو زندہ کرے؟ — بے شک قادر ہے!

(۱) حَمَطِي: باب تفعل: غرور سے اکڑ کر چلنا، اترتے ہوئے چلنا، مجرد مطأ (ن) پھیلا نا، بڑھانا (۲) أَوْلَىٰ لَكَ: محاورہ ہے ای الہلاک لک (۳) فَأَوْلَىٰ لَكَ کے بعد لک محذوف ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ الدھر

یہ مدنی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۹۸ ہے، سورۃ القیامہ کے بعد یہ سورت اس لئے ہے کہ یہ اس کی جوڑی ہے، سورۃ القیامہ کے ساتھ مل کر مضمون مکمل ہوتا ہے، سورۃ القیامہ میں کفار کی تکذیب کا ذکر تھا، مومنین کا ذکر نہیں تھا اور قرآن کا اسلوب ہے کہ وہ ایک فریق کے بعد دوسرے فریق کا ذکر کرتا ہے، اس لئے اب دوسرے فریق (مومنین) کا ذکر اس سورت میں ہے۔

اِنَّا نَحْنُ ۙ  
سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَدِيْنَةٌ (۹۸)  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ اٰتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنَ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا ۙ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ  
مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۙ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۙ اِنَّا هَدٰیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا  
وَ اِمَّا کَفُوْرًا ۙ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ سَلَیْلًا وَاَغْلٰلًا وَّسَعِیْرًا ۙ

ہل (۱)	تحقیق	شَیْئًا	کوئی چیز	اَمْشَاجٍ (۲)	مخلوط
آئی	گذرا ہے	مَّذْکُوْرًا	زبان پر آئی ہوئی	نَّبْتَلِیْهِ (۳)	التے پلٹے رہے ہم اسکو
عَلَى الْاِنْسَانِ	انسان پر	اِنَّا	بے شک ہم نے	فَجَعَلْنٰهُ	پس بنایا ہم نے اس کو
حِیْنَ	ایک وقت	خَلَقْنَا	پیدا کیا	سَمِیْعًا	سننے والا
مِّنَ الدَّهْرِ	لمبے زمانہ سے	الْاِنْسَانَ	انسان کو	بَصِیْرًا	دیکھنے والا
لَمْ یَكُنْ	نہیں تھا وہ	مِنْ نُّطْفَةٍ	بونہ سے	اِنَّا هَدٰیْنٰهُ	بیشک دکھائی ہم نے اس کو

(۱) ہل: استفہام تقریری ہے، اپنے مدخل کو ثابت کرتا ہے (۲) امشاج: جمع ہے، اس کے مفرد میں مختلف قول ہیں، ایک قول مشج ہے، مشج الشیء (ن) مشجًا: ملانا، مخلوط کرنا، یہاں نطفہ کی صفت ہے، دو نطفوں پر جمع کا اطلاق کیا گیا ہے (۳) نبلیہ: مستقل جملہ ہے۔

السَّبِيلِ	راہ	إِنَّمَا آخِذْنَا	بے شک تیار کی ہیں	سَلْسِلًا	زنجیریں
إِنَّمَا شَاكِرًا	یا شکر گزار		ہم نے	وَأَغْلَلَآ	اور بیڑیاں
وَأَمَّا كَفُورًا	اور یا ناشکر	لِلْكَافِرِينَ	منکروں کے لئے	وَسَعِيدًا	اور دکتے انگارے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

## انسان کی تاریخ

انسان کو غیر معمولی صلاحیتیں دے کر مکلف بنایا

زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزیں اللہ تعالیٰ نے چھ اودار میں پیدا کیں، پھر زمینی فرشتے (ملائکے) پیدا کئے، لمبے عرصہ تک وہ زمین کو آباد کئے رہے اور اللہ کی عبادت کرتے رہے، وہ مکلف نہیں تھے، دیگر مخلوقات کی طرح اپنی فطرت سے تسبیح میں مشغول رہے۔

پھر ایک وقت کے بعد اللہ نے جان کو پیدا کیا، ان کی اولاد جنات کہلائی، یہ مکلف تھے، وہ بھی لمبے زمانے تک زمین کو آباد کئے رہے، مگر ان کی فطرت میں آگ کا غلبہ تھا، اس لئے انھوں نے سرکشی کی، اور زمین کو فتنہ و فساد سے بھر دیا، پس اللہ نے اپنے نائب انسان کو پیدا کیا۔

انسان کی پیدائش کے وقت اللہ نے فرشتوں کے سامنے ڈکھیر کیا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ پیدا کرنے جا رہا ہوں، اب کائنات میں انسان کا چرچا شروع ہوا، اس سے پہلے اس کا کوئی ذکر نہیں تھا۔

پھر آدم علیہ السلام کو اور دادی حواء رضی اللہ عنہا کو مٹی سے پیدا کیا، اس لئے کہ انسان کی تخلیق مٹی سے مقدر تھی، پھر دونوں کو جنت میں بسایا، وہاں ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی، اولاد کو بھی مٹی سے پیدا کرنا مقدر تھا، پھر جب دونوں نے شجر ممنوعہ کھایا تو دونوں زمین پر اتارے گئے، انھوں نے زمین سے پیدا ہونے والی غذا کھائی تو ان کے بدن میں خون بنا، اس سے مادہ بنا، پھر مرد و زن کے مادے بچہ دانی میں پہنچے، وہاں اللہ تعالیٰ نے اس کو مختلف مراحل میں گزارا، اس کو علقہ بنایا، پھر مضغ، پھر ہڈیاں، پھر ان پر گوشت چڑھا، اور جب باڈی مکمل ہوگئی تو اس میں فرشتہ نے عالم ارواح سے روح لا کر پھونکی، یہ روحیں تخلیق آدم کے بعد وجود میں لائی گئی تھیں، اور ان سے ربوبیت کا اقرار لے کر ان کو عالم ارواح میں خاص ترتیب سے رکھ دیا ہے، وہاں سے روح لا کر فرشتہ نے باڈی میں ڈالی تو ماں کے پیٹ میں جسم زندہ ہو گیا، پھر ایک وقت تک اس کو بچہ دانی میں رکھا، پھر جب وہ دنیا کی آب و ہوا برداشت کرنے کے قابل ہو گیا تو پیدا (ظاہر) ہوا، اور بتدریج بڑھ کر جوان ہوا، پس اللہ نے اس کو عقل و فہم سے بہرہ ور کیا اور احکامات دیئے۔

اللہ نے انسان میں خیر و شر کی دونوں صلاحیتیں رکھی ہیں، اس کو دونوں راہیں سنبھائی ہیں، وہ اپنی مرضی سے اللہ کا شکر گزار بندہ بھی بن سکتا ہے اور ناشکر بھی، جب اس میں دونوں طرح کی صلاحیتیں ہیں تو اس کو ایک راہ پر ڈالنا مناسب نہیں، اس لئے اس کو ایسے احکام دیئے کہ اس کی دونوں صلاحیتیں بروئے کار آئیں، اب اگر وہ احکام کی خلاف ورزی کرے گا تو اللہ کے یہاں اس کے لئے زنجیریں، بیڑیاں اور دہکتے انگارے ہیں، اور احکام کی فرمان برداری کرے گا تو اللہ کے پاس پہنچ کر مزے لوٹے گا، اس کا ذکر آگے آئے گا۔

آیات پاک: — یقیناً انسان پر ایک لمبا زمانہ ایسا گزارا ہے کہ کائنات میں اس کا کوئی چرچا نہیں تھا — اس کا تذکرہ اس وقت سے شروع ہوا جب اللہ نے فرشتوں کے سامنے ظاہر کیا کہ وہ زمین میں اپنا خلیفہ پیدا کرنے والے ہیں — بے شک ہم نے انسان کو — یعنی اولادِ آدم کو — ایک مخلوط قطرہ سے پیدا کیا — جب مرد کے مادے کے جراثیم: عورت کے مادے کے خلیے میں داخل ہوتے ہیں تو حمل ٹھہرتا ہے، ورنہ مادہ باہر نکل آتا ہے — ہم اس (مادہ) کو لٹے پلٹتے ہیں — اس کی تفصیل سورۃ المؤمنین کے شروع میں اور سورۃ نوح میں گذری ہے، مٹی سے سات مراحل میں گزار کر انسان کا جسم تیار کرتے ہیں — پھر ہم نے اس کو سننے والا دیکھنے والا بنایا — مراد سمجھی قوی عقلیہ اور علمیہ ہیں، پھر — بے شک ہم نے اس کو راہ دکھائی: خواہ شکر گزار بنے یا ناشکر! — بے شک ہم نے منکروں کے لئے زنجیریں، بیڑیاں اور انگارے تیار کئے ہیں!

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۖ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۖ يُوفُونَ بِالْقَدْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۖ وَطُغْيُونٍ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِمْ مُسْكِنًا وَ يَتِيمًا وَ أَسِيرًا ۖ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَ لَا شُكُورًا ۖ إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۖ فَوَقَّهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّهْم نَصْرَةً وَ سُورًا ۖ

إِنَّ الْأَبْرَارَ	بے شک نیکوکار	مِنْ كَأْسٍ	ایک جام سے	كَافُورًا	کافور کی
يَشْرَبُونَ	پھیں گے	كَانَ مِزَاجُهَا	جس میں ملونی ہے	عَيْنًا (۲)	ایک چشمہ

(۱) میزاج: حاصل مصدر: ملونی جیسے شربت میں عرق گلاب ک ملونی (۲) عینا: من کاس کے محل سے بدل ہے، من کاس محلاً منصوب ہے، و پیشربوون کا مفعول ہے۔

ہمارے رب سے	مِنْ رَبِّنَا	اللہ کی محبت میں	عَلَىٰ حُبِّهِ	پہنیں گے اس سے	يَشْرَبُ بِهَا
ایک ایسے دن سے	يَوْمًا	غریبوں	مِنْ سَكِينِنَا	اللہ کے بندے	عِبَادُ اللَّهِ
جو سخت	عَبُوسًا <sup>(۱)</sup>	قییموں	وَيَسْتَيْمِنَا	بہالے جائیں گے وہ اس کو	يَفْجَرُونَهَا
تکلیف دہ ہے	قَمَطِيرًا <sup>(۲)</sup>	اور قیدیوں کو	وَأَسِيرًا	بہالے جانا	تَفْجِيرًا
پس بچایا ان کو	فَوَقَّحَهُمْ	اس کے سوا نہیں کہ	إِنشَا	پورا کرتے ہیں وہ	يُوقُونَ
اللہ نے	اللَّهُ	کھلاتے ہیں ہم تم کو	نُطْعِمُكُمْ	منتوں (واجبات) کو	بِالتَّذْرِ
برائی سے	شَرًّا	اللہ کی خوشنودی کیلئے	لَوْجِبَهُ اللَّهُ	اور ڈرتے ہیں وہ	وَيَعَاثُونَ
اس دن کی	ذَلِكَ الْيَوْمِ	نہیں چاہتے ہم	لَا تُرِيدُ	ایک دن سے	يَوْمًا
اور کچھ کرائی ان کو	وَأَقْضَهُمْ <sup>(۳)</sup>	تم سے	مِنْكُمْ	جس کا برائی (تکلیف)	كَانَ كَثْرًا
تازگی	نَضْرَةً	کوئی بدلہ	جَزَاءً	پھینکنے والی (عام) ہے	مُسْتَطِيرًا
اور خوشی	وَسُرُورًا	اور نہ شکرگذاری	وَلَا شُكُورًا	اور کھلاتے ہیں	وَيُطْعِمُونَ
●	●	بے شک ہم ڈرتے ہیں	إِنَّا لَنَحَافٍ	کھانا	الطَّعَامَ

### نیک لوگوں کے کام اور ان کا انعام

نیک لوگوں کے دو کام اور ان کے دو انعام ذکر فرمائے ہیں: دو کام یہ ہیں:

۱- وہ جو بھی منت مانتے ہیں اس کو پورا کرتے ہیں، اور جب خود اپنی لازم کی ہوئی چیز کو پورا کرتے ہیں تو اللہ کی لازم کی ہوئی باتوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں (فوائد) دوسری تفسیر: منت سے مراد واجبات ہیں یعنی تمام ضروری احکام پر عمل کرتے ہیں (بیان القرآن)

۲- اللہ کی محبت میں مسکینوں، قییموں اور قیدیوں کو یعنی محتاجوں کو کھلاتے ہیں، دوران میں حکومت کے پاس فنڈ نہیں تھا، اس لئے جنگوں میں جو قیدی (کافر) پکڑے جاتے ان کو لوگ کھلاتے تھے۔

اور یہ دونوں کام نیک لوگ لوجہ اللہ اور قیامت کے ڈر سے کرتے ہیں، وہ محتاجوں سے کسی بدلہ یا شکر یہ کے طالب نہیں ہوتے، اور قیامت کے دن سے اس لئے ڈرتے ہیں کہ وہ سخت تکلیف دہ دن ہے، اور اس کی تکلیف سب کو عام

(۱) عبوسا: صفت مشہ: سخت، عَبَسَ الْيَوْمُ: سخت ہونا، ترش ہونا (۲) قمطیر: اسم: بہت زیادہ سخت، تکلیف دہ، تلخ (۳) لَقَاهُ الشَّيْءُ (التفعل): کسی کی طرف کوئی چیز ڈالنا تاکہ وہ لپے، یعنی کچھ کرانا۔



ہے مگر اللہ تعالیٰ جس کو محفوظ رکھیں وہ محفوظ رہے گا، ابرار کو اللہ تعالیٰ اس دن کی تکالیف سے محفوظ رکھیں گے۔  
اور ابرار کے دو انعام یہ ہیں:

۱- وہ آخرت میں ایسے جام سے شاد کام کئے جائیں گے، جس میں تھوڑا سا کافور ملایا گیا ہوگا، اور یہ کافور دنیا کے کافور کی طرح نہیں ہوگا، بلکہ وہ جنت کا ایک چشمہ ہے، اس میں سے ملونی کی جائے گی، اور وہ چشمہ نیک بندوں کے اختیار میں ہوگا، جہاں چاہیں گے بہالے جائیں گے، عرب کافور کی خوشبو پسند کرتے ہیں، جیسے ہم گلاب اور کیوڑے کی خوشبو پسند کرتے ہیں۔

۲- ابرار میدان قیامت میں خوش و خرم اور تروتازہ ہونگے، جبکہ قیامت کا دن سخت تکلیف دہ ہوگا، اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کی تکالیف سے محفوظ رکھیں گے۔

آیات پاک: — بے شک نیکو کار ایسے جام سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی، جو ایک چشمہ ہے، جس سے اللہ کے بندے پئیں گے، وہ اس کو جہاں چاہیں گے بہا کر لے جائیں گے، وہ منتوں (واجبات) کو پورا کرتے ہیں، اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہے، اور وہ اللہ کی محبت میں غریب، یتیم اور قیدی کو کھلاتے ہیں ہم تم کو اللہ کی خوشنودی کے لئے کھلاتے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ! ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت تلخ دن کا اندیشہ رکھتے ہیں، پس اللہ نے ان کو اس دن کی سختی سے بچایا، اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرمائی!

وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ۖ مُتَّكِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۖ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ۖ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا وَذُلَّتْ قُطُوفُهَا تَدْلِيلًا ۖ  
وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِانِّيَةِ مِنْ فِضَّةٍ وَ أَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرًا ۖ قَوَارِيرًا مِنْ فِضَّةٍ قَدَرُوهَا تَقْدِيرًا ۖ وَيَسْقُونَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۖ  
عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا ۖ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُونَ ۖ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَنثورًا ۖ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمَلَكًا كَبِيرًا ۖ عَلَيْهِمْ شِيَابٌ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ ۖ وَحُلُوا بِأَسَاوِرٍ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۖ إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَ كَانَ سَعْيَكُمْ مَشْكُورًا ۖ

وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا مُتَّكِنِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرْبَابِ لَا يِرُونَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَهْرًا وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذَلِيلًا وَإِطَافٌ عَلَيْهِمْ بِأَيْتِهِ مِنْ فَضْوَةٍ وَ أَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرًا قَوَارِيرًا	اور بدلہ دیا (اللہ نے) انکو ان کے صبر کرنے کی وجہ سے باغ اور ریشم کا ایک لگانے والے اس میں مسہریوں پر نہیں دیکھیں گے اس میں سورج اور نہ ٹھہر (سخت جاڑا) اور جھکنے والے ہیں ان پر ان کے سایے اور تابع کر دیئے گئے ان کے خوشے تابع کرنا اور گھمائے جائیں گے ان پر برتن چاندی کے اور پیالے جو شیشے کے ہونگے شیشے	مِنْ فَضْوَةٍ قَدَرُوهَا تَقْدِيرًا وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأَسَا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا عَيْنًا فِيهَا تُسْقَى سَلْسَبِيلًا وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وَلِدَانٌ مُخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لَوْلَوْ أَمْنُورًا وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ	چاندی کے ہونگے اندازہ کیا انھوں نے ان کا اندازہ کرنا اور پلائے جائیں گے وہ اس میں ایک ایسا پیالہ جس میں طونی ہوگی سوٹھکی ایک چشمہ ہے اس میں کہلاتا ہے سلسیل (بہتا پانی) اور گھومیں گے ان پر لڑکے سدا رہنے والے جب دیکھیں آپ ان کو خیال کریں آپ ان کو بکھرے موتی اور جب دیکھیں آپ وہاں دیکھیں	نُعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا خَلِيهِمْ ثِيَابٌ سُنْدُسٍ خُضْرٍ وَاسْتَبْرَقٍ وَحُلُودًا أَسَاوِرَ مِنْ فَضْوَةٍ وَسَفْهُمٍ رَبُّهُمْ مَكْرَابًا طَهُورًا إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمُ جَزَاءً وَ كَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا	نعمتیں اور ملک بڑا ان کی بالائی پوشاک کپڑے ہیں باریک ریشم کے ہرے رنگ کے اور دبیز ریشم کے اور پہنئے جائیں گے وہ کنگن چاندی کے اور پلائیں گے ان کو ان سے پروردگار پاک کرنے والا مشروب بے شک یہ ہے تمہارا بدلہ اور ہے تمہاری محنت شکریہ ادا کی ہوئی
---	--	---	---	---	--

### ابرار (نیک لوگوں) کی جنت کے احوال

نیک لوگ دنیا میں اعمال پر جمے رہے، اور معاصی سے رکے رہے، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں عیش کرنے کے لئے باغات اور پہننے کے لئے ریشم عنایت فرمائیں گے، ان کی جنت کے دس احوال بیان فرمائے ہیں:

۱- مجلس کا حال — جنتی جنت میں مسہریوں پر ٹیک لگا کر بیٹھیں گے، وہ وہاں شہنشاہ بے تاج ہوں گے۔

۲- موسم کا حال — وہاں نہ تپش ہوگی نہ ٹھہر، موسم نہایت معتدل ہوگا۔

۳- سایوں اور خوشوں کا حال — درختوں کے سایے قریب اور خوشے لٹکے ہوئے ہوں گے، جنتی ہر حال میں ان سے استفادہ کر سکیں گے۔ سوال: جب سورج نہیں ہوگا تو سایہ کیسے ہوگا؟ جواب: سایہ چاندنی میں بھی ہوتا ہے، چودھویں رات میں تجربہ کر کے دیکھیں، اور جنت میں اندھیرا نہیں ہوگا، چاندنا ہوگا۔

۴- برتنوں اور پیالوں کا حال — جنت میں برتن چاندی کے اور پیالے کانچ کے ہوں گے، اور کانچ چاندی سے بنائے گئے ہوں گے، دنیا میں کانچ خاص مٹی سے بنائے جاتے ہیں، اس میں سے چمکدار اجزاء نکال کر شیشہ بناتے ہیں، جنت میں چاندی میں سے چمکدار اجزاء نکال کر شیشے بنائے جائیں گے، خدام ان برتنوں اور پیالوں کو خوب اندازے سے بھر کر لائیں گے کہ پینے کے بعد نہ خواہش باقی رہے نہ برتن میں کچھ بچے۔

۵- مشروب میں سوٹھ کی ملونی — جنت میں سلسبیل نامی ایک چشمہ ہے، اس کی جام شراب میں ملونی کی جائے گی پس سوٹھ کی خوشبو آئے گی، عرب اس کو بہت پسند کرتے ہیں، جیسے ہمارے بچے بلکہ بڑے بھی فرودنی کو پسند کرتے ہیں، اس میں آم کا فلیور ہے۔

۶- خدام کا حال — جنت میں حوروں کی طرح خدام ہوں گے، جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، جنت میں ان کو آتے جاتے دیکھیں تو بکھرے موتی معلوم ہوں گے۔

۷- جنت کی وسعت — جنت نعمتوں سے بھری ایک بڑا ملک ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ بڑا ملک فرمائیں اس کی وسعت کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

۸- لباس کا حال — جنتیوں کی شیروانیاں اور صدریاں ہنر باریک ریشم اور دبیر ریشم کی ہوں گی۔

۹- زیور کا حال — جنتیوں کو سونے چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، زیورز نانہ پن پیدا کرتا ہے، مگر جنت کے زیور میں یہ بات نہیں ہوگی، جیسے شراب میں نشہ ہے اس لئے حرام ہے، مگر جنت کی شراب میں نشہ نہیں ہوگا، اس لئے حلال ہوگی۔

۱۰- شراب طہور — جنتیوں کو اللہ تعالیٰ شراب طہور کا ایک خاص جام پلائیں گے، جس سے باطن روشن ہو جائے گا، یہ دیدار خداوندی کی طرح ایک عظیم نعمت ہے۔

حوصلہ افزائی: اور جنتیوں سے کہا جائے گا: یہ تمہارے اعمال کا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی! یہ سن کر جنتی

پھولے نہیں سائیں گے!

آیاتِ کریمہ: — اور ان (ابرار) کو ان کے صبر کرنے کی وجہ سے باغ اور ریشم عطا فرمایا — یہ تمہید ہے —  
 (۱) وہ وہاں مسہریوں پر ٹیک لگانے والے ہیں (۲) وہ وہاں نہ سورج دیکھیں گے نہ سخت سردی (۳) ان پر جنت کے درختوں کے سایے نزدیک ہونے والے ہونگے، اور ان کے میوے ان کے اختیار میں ہونگے (۴) اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جائیں گے، اور پیالے شیشے کے ہونگے، شیشے چاندی کے ہونگے، جن کو خدام خوب اندازے سے بھریں گے (۵) اور وہاں وہ ایسا جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی طوٹی ہوگی، یہ جنت میں ایک چشمہ ہے، جس کا نام سلسبیل ہے (۶) اور ان کے پاس ایسے لڑکے آتے جاتے رہیں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، اگر آپ ان کو دیکھیں تو ان کو خیال کریں بکھرے موتی! (۷) اور جب آپ اس جگہ کو دیکھیں تو نعمتیں اور بڑی حکومت دیکھیں (۸) ان کا اوپر کا لباس سبز باریک ریشم اور پیر ریشم کا ہوگا (۹) اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے (۱۰) اور ان کو ان کا رب پاک کرنے والا شروب پلائے گا (حاصلہ افزائی): بے شک یہ تمہارا صلہ ہے، اور تمہاری محنت پسندیدہ ہے!

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ۝ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ  
 آيَةً أَوْ كَفُورًا ۝ وَأَذْكُرُ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ  
 وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۝ إِنَّ هَؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذُرُونَ وَرَاءَهُمْ  
 يَوْمًا ثَقِيلًا ۝ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ، وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَلَهُمْ  
 تَبْدِيلًا ۝ إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ۝ وَمَا  
 نَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ يُدْخِلُ مَنْ  
 يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

۲۶۹

إِنَّا نَحْنُ	فَاصْبِرْ	بِسْ أَوْ كَفُورًا	يَا نَاشِرُكَ	نَزَّلْنَا عَلَيْكَ	بے شک ہم نے
الْقُرْآنَ	لِحُكْمِ رَبِّكَ	وَأَذْكُرُ اسْمَ رَبِّكَ	اور لیں آپ	قرآن	اتارا آپ پر
تَنْزِيلًا	وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ	بُكْرَةً وَأَصِيلًا	اپنے رب کا نام	تھوڑا تھوڑا	تھوڑا تھوڑا
	أَيًّا		کسی گنہگار کا		

وَمِنَ اللَّيْلِ فَأَسْجُدْ لَهُ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا إِنَّ هَؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَ يَذُرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَ شَدَدْنَا	اور کسی قدر رات میں پس سجدہ کریں اس کو اور اسکی پاکی بیان کریں لمبی رات تک بے شک یہ لوگ پسند کرتے ہیں جلدی (دنیا) کو اور چھوڑتے ہیں اپنے آگے بھاری دن کو ہم نے پیدا کیا ان کو اور مضبوط بنائے ہم نے	اِسْرَهُمْ وَ اِذَا شِئْنَا بَدَلْنَا اَمْثَلَهُمْ تَبَدَّلْنَا إِنَّ هَذِهِ تَذَكْرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ سَبِيلًا وَمَا	ان کے جوڑ بند اور ہم جب چاہیں گے بدل دیں گے ان کے مانند بدلنا بے شک یہ نصیحت ہے پس جو چاہے بنائے اپنے رب کی طرف راستہ اور نہیں	تَشَاءُونَ لَا اِنَّ يَشَاءُ اللهُ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا يَدْخُلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِمْ وَ الظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا	چاہو گے تم مگر یہ کہ چاہیں اللہ تعالیٰ بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں داخل کرتے ہیں جس کو چاہتے ہیں اپنی مہربانی میں اور نا انصاف تیار کیا ہے ان کے لئے دردناک عذاب
---	--	--	---	--	--

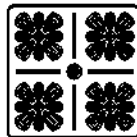
### سیدالابرار ﷺ کو تسلی

ابرار کے ذکر کے بعد اب سیدالابرار ﷺ کا ذکر ہے، یہ سورت ہجرت کی ابتدا میں نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۹۸ ہے، مکی سورتیں ۸۵ ہیں، باقی سورتیں مدنی ہیں، یہ زمانہ سخت ابتلاء کا تھا، مکہ والے مسلسل مدینہ پر حملے کر رہے تھے، اس لئے دن کا چین اور رات کا سکون ختم ہو گیا تھا، اور آگے کیا ہونا ہے؟ یہ معلوم نہیں تھا، ایسے پر آشوب زمانہ میں یہ سورت نازل ہوئی ہے، اس لئے ان آیات میں نبی ﷺ کو تسلی دی ہے، اور فی الحال کرنے کے جو کام ہیں ان کی راہ نمائی کی ہے، اور آگے اللہ کے حکم کے انتظار کا حکم دیا ہے۔ اور کفار کی ہم نوائی سے روکا ہے، ارشاد فرمایا کہ کفار دنیا کے پیچھے رال پٹکار ہے ہیں، اور آگے جو سخت دن آرہا ہے اس کو بھولے ہوئے ہیں، اور اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم طاقت ور ہیں، وہ جان لیں کہ ان کو ایسا ہم نے بنایا ہے، اور ہم اس میں انقلاب بھی لاسکتے ہیں — پھر آخر میں فرمایا کہ قرآن ایک نصیحت نامہ ہے، کفار کو چاہئے کہ اس سے نصیحت پذیر ہوں، مگر یاد رکھیں: انسان کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے، اس لئے ہدایت اسی سے مانگیں، وہ جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت میں داخل کرتے ہیں، ہدایت سے سرفراز کرتے ہیں، اور جو لوگ اپنے پیروں پر کھڑی مارتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے، جس کا تذکرہ اگلی سورت میں ہے۔

آیات پاک: — بے شک ہم نے آپ پر تھوڑا تھوڑا قرآن اتارا ہے — اس لئے آخر تک کی بات ابھی نہیں بتائی — پس آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں — کہ آگے کیا ہونا ہے؟ — اور ان میں سے گنہگار اور ناشکرے کا کہنا نہ مانیں — یعنی اپنے موقف پر جمے رہیں — اور اپنے پروردگار کا صبح و شام نام لیں — یعنی پانچ نمازیں پڑھیں، اسمیل کا ترجمہ شام پورا مفہوم ادا نہیں کرتا، اسمیل: زوال سے رات چھانے تک کا وقت ہے، اس میں چار نمازیں ہیں، وہ سب مراد ہیں — اور کچھ رات میں بھی اس کو سجدہ کریں — یعنی تہجد پڑھیں — اور لمبی رات تک اس کی پاکی بیان کریں!

بے شک یہ لوگ (کفار) دنیا سے محبت رکھتے ہیں، اور اپنے آگے ایک بھاری دن (قیامت) کو چھوڑے ہوئے ہیں، ہم نے ان کو پیدا کیا ہے، اور ہم نے ان کے جوڑ بند مضبوط بنائے ہیں — یعنی ان کو اپنی طاقت کا زعم ہے تو جان لیں ان کو ایسا قوتور ہم نے بنایا ہے — اور ہم جب چاہیں ان کے مانند کو بدل سکتے ہیں — یعنی ان کی جگہ دوسروں کو طاقتور بنا سکتے ہیں۔

بے شک یہ قرآن ایک نصیحت ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنائے — یعنی قرآن سے نصیحت حاصل کر کے ایمان لائے — اور نہیں چاہو گے تم مگر یہ کہ چاہیں اللہ تعالیٰ — کیونکہ بندوں کا کوئی فضل اللہ کے اختیار سے باہر نہیں، اور بندوں کا چاہنا بھی ایک فعل ہے جو اللہ کے اختیار میں ہے، اور بندوں کا اختیار ایک حد تک ہے، اور وہ کسب کا اختیار کہلاتا ہے، جیسا کہ سورۃ المدثر کے آخر میں گذرا، اور مقصد یہ ہے کہ ایمان کی توفیق اللہ سے مانگو، وہ چاہیں گے تب تم چاہو گے — بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں — وہ جانتے ہیں کہ کس کی استعداد و قابلیت کس قسم کی ہے، اسی کے موافق اس کی مشیت کام کرتی ہے — وہ جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت میں داخل کرتے ہیں — یعنی جس کی استعداد اچھی ہوتی ہے اس کو ایمان لانے کی توفیق دیتے ہیں، اور اپنی رحمت و فضل کا مستحق بناتے ہیں — اور اس نے ناانصافوں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے — یعنی ان کو گمراہی میں پڑا چھوڑ دیتے ہیں تاکہ ان کو آخرت میں دردناک عذاب سے واسطہ پڑے، جس کی تفصیل اگلی سورت میں ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ المرسلات

یہ یکی دور کے وسط کی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۳۳ ہے، یہ دو سخت ابتدا کا تھا، مخالفت زوروں پر تھی، اس لئے اس کا لہجہ بھی سخت ہے، اس وقت کفار زور شور سے مطالبہ کرتے تھے کہ ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ اس سورت میں ان کو جواب دیا ہے کہ سزا قیامت کو ملے گی، اور اس کا وقت متعین ہے، اس کا انتظار کرو۔

اور گذشتہ سورت کا آخری مضمون تھا کہ ظالموں کے لئے اللہ نے دردناک عذاب تیار کیا ہے، اسی کا بیان اس سورت میں ہے کہ وہ دردناک عذاب قیامت کے دن ہوگا، اور اس دن قیامت کو جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم سختی ہوگی، یہ بات اس سورت میں دس مرتبہ آئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
(۷۷) سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ (۳۳)

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۙ فَالْعَصْفِ عَصْفًا ۙ وَالنَّشْرِ نَشْرًا ۙ فَالْفِرْقِ  
فِرْقًا ۙ فَالْمَلِیْقِ ذِكْرًا ۙ عُدْرًا اَوْ نُدْرًا ۙ اِنَّمَا تُوعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۙ  
فَاِذَا التُّجُوْمُ طُبِسَتْ ۙ وَاِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ ۙ وَاِذَا الْجِبَالُ سُفَّتْ ۙ وَاِذَا الرَّسُلُ  
اُقْتَتَتْ ۙ لِاٰیِ یَوْمٍ اُحْجِلَتْ ۙ لَیَوْمِ الْفَصْلِ ۙ وَمَا اَدْرٰکَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ۙ  
وَبِیْلٍ یَّوْمَیْدٍ لِّلْمُكْذِبِیْنَ ۙ

وَالْمُرْسَلٰتِ <sup>(۱)</sup>	قسم چلتی ہواؤں کی	فَالْعَصْفِ <sup>(۲)</sup>	پس آنڈھیوں کی	وَالنَّشْرِ <sup>(۳)</sup>	اور پھیلانے والیوں کی
عُرْفًا	عام طور پر	عَصْفًا	تیز ہو کر	نَشْرًا	خوب پھیلانا

(۱) المرسلات: اسم مفعول: بھیجی ہوئی، چھوڑی ہوئی..... عُرْفًا: عام طور پر، معمول کے مطابق، یہ عرف و عادات والا لفظ ہے، کوئی غیر لفظ نہیں، اور مفعول مطلق من غیر لفظ ہے ہی المرسلات ارسالا عادیبا، عرفہ: پہچاننا، معمول سے لوگ واقف ہوتے ہیں (۲) اعاصفہ: آندھی، تیز چلنے والی ہوا، عصف الریح: ہوا کا تیز چلنا..... عصفًا: مفعول مطلق ہے (۳) اناشرة: پھیلانے والی، نشر الشیء: پھیلانا۔

وہ موخر کئے گئے ہیں	اُجْحَدَتْ	پس جب ستارے	فَإِذَا النُّجُومُ	پس جدا کرنے والیوں کی	فَأَنْفَرَتْ <sup>(۱)</sup>
فیصلہ کے دن کے لئے	لَيَوْمِ الْفَصْلِ	بے نور کر دیئے جائیں گے	طُهِسَّتْ	بانٹ کر	فَرَقًا
اور کیا تو جانتا ہے	وَمَا أَدْرَاكَ	اور جب آسمان	وَإِذَا السَّمَاءُ	پس ڈالنے والیوں کی	فَالْمَلَقِيَّتْ <sup>(۲)</sup>
کیا ہے دن	مَا يَوْمُ	کھول دیا جائے گا	فُرِجَتْ	نصیحت کو	ذِكْرًا
فیصلہ کا	الْفَصْلِ	اور جب پہاڑ	وَإِذَا الْجِبَالُ	توبہ کرنے کے لئے	عُدْرًا <sup>(۳)</sup>
بڑی کم سختی ہے	وَنِيلٌ	اڑا دیئے جائیں گے	سُيْفَتْ	یا ڈرانے کے لئے	أَوْ نَذْرًا <sup>(۴)</sup>
اس دن	بَيَّصِيدٍ	اور جب رسول	وَإِذَا الرُّسُلُ	بے شک جو	إِنشَاءً <sup>(۵)</sup>
جھٹلانے والوں کیلئے	لِلْمَكذِبِينَ	وقت مقرر کئے جائیں گے	أُقِدَّتْ <sup>(۶)</sup>	وعدہ کئے جاتے ہو تم	تَوْعْدُونَ
		کس دن کے لئے	لِأَيِّ يَوْمٍ	ضرور پورا ہونے والا ہے	لَوَاقِعٍ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوتا ہے، جیسے بارش کا وعدہ اور اس کے لئے اسباب بنتے ہیں

اسی طرح قیامت کا وعدہ ضرور پورا ہوگا، اور اس کے لئے بھی اسباب بنیں گے

اللہ نے بندوں سے بارش کا وعدہ کیا ہے، چنانچہ پہلے ہوائیں حسب معمول چلتی ہیں، پھر تیز ہو کر آندھی بن جاتی ہیں، اور بادلوں کو آسمان میں پھیلا دیتی ہیں، پھر حسب مصلحت خداوندی بادلوں کو بانٹ کر جدا کرتی ہے، اور وہ لوگوں کے لئے نصیحت ہوتی ہیں، کوئی توبہ کرتا ہے اور کوئی خوف کھا کر رہ جاتا ہے، حدیث میں ہے: جب بارانی ہوا چلتی تھی تو نبی ﷺ کبھی گھر میں آتے کبھی باہر جاتے اور چہرے پر پریشانی ظاہر ہوتی، صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: میں کیا جانوں بادل میں کیا ہے؟ عاد کے بادل کی طرح آگ بھی تو ہو سکتی ہے! — اس طرح بارش ہوتی ہے اور اللہ کا وعدہ پورا ہوتا ہے۔

اسی طرح قیامت کا وعدہ بھی سچا ہے، جب اس کا وقت آئے گا ستارے بے نور ہو جائیں گے، آسمان پھٹ جائے گا، پہاڑ گرد بن کر اڑ جائیں گے، انبیاء کی قوموں کی سزا دہی کے لئے یہی دن متعین کیا گیا ہے، یہی فیصلہ کا دن ہے، اس دن

(۱) الفارقة: جدا کرنے والی، فرق بین الشیئین: جدا کرنا..... فرقا: مفعول مطلق (۲) الملکیة: ڈالنے والی، القی الشیئ: ڈالنا..... ذکرا: مفعول بہ (۳) عذر: مصدر: معذرت یعنی توبہ (۴) نذر: مصدر: ڈرانا (۵) انما: کلمہ حصر نہیں، اس میں ما کا قہ ہوتا ہے، یہ ان اور ما موصولہ ہے (۶) اقت: اصل میں وقت تھا: وقت مقرر کرنا۔



جنہوں نے قیامت کو جھٹلایا ہے ان کے لئے بڑی کم سختی ہوگی۔

آیات پاک: — قسم ہے عام طور پر چلنے والی ہواؤں کی! پھر آندھی بن کر چلنے والی ہواؤں کی! پھر خوب بادلوں کو پھیلانے والی ہواؤں کی! پس بانٹ کر جدا کرنے والی ہواؤں کی! پھر نصیحت ڈالنے والی ہواؤں کی! توبہ کرنے کے لئے اور ڈرانے کے لئے، بے شک تم سے جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور پورا ہونا ہے۔

پس جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے، اور جب آسمان کھول دیا جائے گا، اور جب پہاڑ اڑا دیئے جائیں گے، اور جب رسولوں کے لئے وقت مقرر کیا جائے گا، کس دن کے لئے ان کو موز کیا گیا ہے؟ فیصلہ کے دن کے لئے! اور آپ جانتے ہیں: فیصلہ کا دن کیا ہے؟ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم سختی ہے!

أَلَمْ نُهْلِكِ الْآوَالِينَ ۚ ثُمَّ نُنْبِئُهُمُ الْآخِرِينَ ۚ كَذَلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِينَ ۚ  
وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۚ أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۚ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ  
مَّكِينٍ ۚ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ۚ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقَدِيرُونَ ۚ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ  
لِّلْمُكَذِّبِينَ ۚ أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا ۚ أَحْيَاءَ وَآمَوَاتًا ۚ وَجَعَلْنَا  
فِيهَا رَوَاسِيَ شَامِخَاتٍ وَأَسْقَيْنَكُم مَّاءً فُرَاتًا ۚ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۚ

پس کیسے اچھے ہیں ہم	فَعِمْ	کیا نہیں پیدا کیا ہم	أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ	کیا ہلاک نہیں کیا ہم	أَلَمْ نُهْلِكِ
اندازہ کرنے والے	الْقَدِيرُونَ	نے تم کو		انگلوں کو	الْآوَالِينَ
بڑی کم سختی ہے	وَيْلٌ	پانی سے	مِنْ مَّاءٍ	پھر پیچھے بھیجا ہم نے ان کے	ثُمَّ نُنْبِئُهُمُ
اس دن	يَوْمَئِذٍ	بے قدر	مَّهِينٍ	پچھلوں کو	الْآخِرِينَ
جھٹلانے والوں کیلئے	لِّلْمُكَذِّبِينَ	اور گردانا ہم نے اس کو	فَجَعَلْنَاهُ	اسی طرح	كَذَلِكَ
کیا نہیں بنایا ہم نے	أَلَمْ نَجْعَلِ	ٹھہرنے کی جگہ میں	فِي قَرَارٍ	کرتے ہیں ہم	نَفْعَلُ
زمین کو	الْأَرْضَ	اطمینان سے	مَّكِينٍ	گنہگاروں کے ساتھ	بِالْمُجْرِمِينَ
سمیٹنے والا	كِفَاتًا	ایک وقت تک	إِلَىٰ قَدَرٍ	بڑی کم سختی ہے	وَيْلٌ
زندوں کو	أَحْيَاءَ	جانے ہوئے	مَّعْلُومٍ	اس دن	يَوْمَئِذٍ
اور مردوں کو	وَآمَوَاتًا	پس اندازہ کیا ہم نے	فَقَدَرْنَا	جھٹلانے والوں کیلئے	لِّلْمُكَذِّبِينَ

وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ	اور گردانے ہم نے اس میں بھاری پہاڑ	شِخَاطٍ وَاسْقَيْنَكُم مَاءً فُورَاتًا	اونچے اونچے اور پلایا ہم نے تم کو پیاں بجھانے والا پانی	وَيَلٍ يَوْمَئِذٍ لِّلْمَكِّذِينَ	بڑی کم سختی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے
------------------------------------	--	--	---	---	--

جس قوم نے بھی قیامت کا انکار کیا وہ ہلاک ہوئی، اس میں قریش کے لئے اشارہ ہے

ارشاد فرماتے ہیں: — کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہیں کیا — اگلے قوم نوح اور عاد ہیں — پھر دوسروں کو ان کے پیچھے چلتا کیا — بعد میں جس نے بھی قیامت کا انکار کیا ان کو ہلاک کیا — ہم گنہگاروں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں — اس میں قریش کو تشبیہ ہے کہ تم انکار پر مصر رہے تو تم بھی ہلاک کئے جاؤ گے — اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم سختی ہے!

انسان اپنی پہلی پیدائش میں غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ وہ دوسری مرتبہ پیدا کیا جاسکتا ہے

ارشاد فرماتے ہیں: — کیا ہم نے تم کو بے قدر پانی (منی) سے پیدا نہیں کیا؟ پھر اس پانی کو ہم نے اطمینان سے ٹھہرنے کی جگہ میں گردانا — مراد بچہ دانی ہے — ایک معلوم وقت تک — یعنی نو ماہ تک — پھر ہم نے اندازہ کیا — کہ کیا بنانا ہے — پس ہم بہترین اندازہ کرنے والے ہیں — یعنی اس سے اشرف المخلوق انسان کو بنایا — اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم سختی ہے! — اس دن یعنی جس دن اس کو دوبارہ بنایا جائے گا، اس کی کم سختی آئے گی!

زمین میں اللہ نے بے پناہ صلاحیتیں رکھی ہیں

ارشاد فرماتے ہیں: — کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والا نہیں بنایا؟ — یعنی تم پیدا ہوئے کہاں سے؟ زمین سے! پھر مر کر کھپو گے کہاں؟ زمین میں! پھر اسی زمین سے دوبارہ کیوں پیدا نہیں ہو سکتے؟ — اور ہم نے اس میں اونچے اونچے اونچے بھاری پہاڑ رکھے — یہ پہاڑ اسی زمین سے ابھرے ہیں، پھر اس سے تم جیسی کمزور مخلوق کیوں نہیں ابھر سکتی؟ — اور ہم نے تم کو پیاں بجھانے والا پانی پلایا — ساری زمین کے نیچے سوت بہتے ہیں، پھر چشموں اور دریاؤں میں پانی بہتا ہے اور کنوں اور ٹیوب ویل سے میٹھا پانی نکلتا ہے، جس سے تمہاری پیاں بچھتی ہے، اسی پانی سے اللہ نے ہر چیز بنائی ہے، پھر تم کو اس سے دوبارہ کیوں نہیں بنا سکتا؟ — اس دن (قیامت کو) جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم سختی ہے — اس دن یعنی جس دن زمین کے پانی سے تمہیں دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔

إِنطَلِقُوا إِلَىٰ مَا كُنْتُمْ بِهِ كَذِبُونَ ۖ إِنطَلِقُوا إِلَىٰ ظِلِّ ذِي ثُلُثِ شَعْبٍ ۖ

لَا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ ۖ إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرِّهَا كَالْقَصْرِ ۖ كَأَنَّهُ  
 جَمَلٌ صَفْرٌ ۖ وَيَلُّ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۖ هَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُونَ ۖ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ  
 فَيَعْتَدُونَ ۖ وَيَلُّ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۖ هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۖ جَمَعْنَاكُمْ وَالْأُولَىٰ ۖ  
 فَإِن كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُوا ۖ وَيَلُّ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۖ

بڑی کم بختی ہے	وَيَلُّ	جیسے بڑے محل	كَالْقَصْرِ	چلو	إِنطَلِقُوا
اس دن	يَوْمَئِذٍ	گویا وہ	كَأَنَّهُ	اس چیز کی طرف	إِلَىٰ مَا
جھٹلانے والوں کیلئے	لِّلْمُكَذِّبِينَ	اوث ہیں	جَمَلٌ	جس کو تھم	كُنْتُمْ بِهِ
یہ دن ہے	هَذَا يَوْمٌ	پیلے	صَفْرٌ	جھٹلاتے	تُكَذِّبُونَ
فیصلہ کا	الْفَصْلِ	بڑی کم بختی ہے	وَيَلُّ	چلو	إِنطَلِقُوا
اکٹھا کیا ہے ہم نے تم کو	جَمَعْنَاكُمْ	اس دن	يَوْمَئِذٍ	ایک سایے کی طرف	إِلَىٰ ظِلِّ
اور اگلوں کو	وَالْأُولَىٰ	جھٹلانے والوں کیلئے	لِّلْمُكَذِّبِينَ	تین	ذِي ثَلَاثِ
پس اگر ہو	فَإِن كَانَ	یہ ایسا دن ہے	هَذَا يَوْمٌ	شاخوں والا	شُعَبٍ
تمہارے لئے کوئی داؤ	لَكُمْ كَيْدٌ	کہ نہیں بولیں گے وہ	لَا يَنْطِقُونَ	نہ ٹھنڈی چھاؤں	لَا ظَلِيلٍ
تو چل دیکھو میرے ساتھ	فَكِيدُوا	اور نہیں اجازت دی	وَلَا يُؤْذَنُ	اور نہ بے نیاز کرے	وَلَا يُغْنِي
بڑی کم بختی ہے	وَيَلُّ	جائے گی	لَهُمْ	لپٹ سے	مِنَ اللَّهَبِ
اس دن	يَوْمَئِذٍ	ان کو	فَيَعْتَدُونَ	پیشک دوزخ پھینکیگی	إِنَّهَا تَرْمِي
جھٹلانے والوں کیلئے	لِّلْمُكَذِّبِينَ	پس معافی مانگیں وہ		چنگاریاں	بِشَرِّهَا

### قیامت کے تین ہولناک مناظر

۱- کافر دوزخ کے سیاہ دھوئیں میں ہونگے، اور اس میں سے بڑے محل جیسے شرارے اڑیں گے

ارشاد فرماتے ہیں: (میدانِ حشر میں کافروں سے کہا جائے گا: — چلو! اس عذاب کی طرف جس کو تم جھٹلایا کرتے

تھے، چلو! تین شاخوں والے سایے کی طرف، نہ ٹھنڈی چھاؤں نہ لپٹ میں کام دے — قتادہ وغیرہ سے مروی ہے کہ کافروں کے سایہ کے لئے ایک دھواں دوزخ سے اٹھے گا جو پھٹ کر کئی ٹکڑے ہو جائے گا، کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر شخص کو

تین طرف سے گھیرے گا، ایک ٹکڑا سر کے اوپر سائبان کی طرح چھبرے گا، دوسرا ٹکڑا داہنے اور تیسرا بائیں ہو جائے گا، حساب سے فارغ ہونے تک وہ لوگ اسی سایہ کے نیچے رہیں گے (فوائد) — دوزخ بڑے محل کے برابر چنگاریاں پھینکے گی، گویا وہ زردافٹ ہیں — آگ سے شرارہ اڑتا ہے تو پھٹ کر چھوٹے ٹکڑے ہو جاتا ہے، شرارے کو بڑے محل سے اور چھوٹے ٹکڑوں کو زردافٹوں سے تشبیہ دی ہے — اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم سختی ہے!

### ۲- قیامت کے دن نہ کوئی بول سکے گا نہ کوئی معافی مانگ سکے گا

ارشاد فرماتے ہیں: — یہ ایسا دن ہے جس میں لوگ نہیں بولیں گے — سورۃ طہ میں ہے: ﴿وَأَخْشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا﴾ اور تمام آوازیں نہایت مہربان اللہ کے سامنے دب جائیں گی پس آپ پیروں کی چاپ کے سوا کچھ نہیں سنیں گے — اور ان کو اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں — کیونکہ معذرت اور توبہ کے قبول ہونے کا وقت گذر گیا — اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم سختی ہے!

### ۳- قیامت کے دن کوئی چال اللہ کی گرفت سے نہ بچا سکے گی

ارشاد فرماتے ہیں: — یہ فیصلہ کا دن ہے، ہم نے تم کو اور انگوٹوں کو اکٹھا کیا ہے، پس اگر تمہارے پاس کوئی داؤہ تو اس کو میرے خلاف چل دیکھو! اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم سختی ہے!

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلِّ وَعُيُونٍ ۖ وَقَوَّاعٍ مِمَّا يَشْتَهُونَ ۗ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۗ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۗ وَيَلِيَّ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۗ كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُّجْرِمُونَ ۗ وَيَلِيَّ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۗ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ۗ وَيَلِيَّ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۗ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۗ

إِنَّ الْمُتَّقِينَ	بے شک پرہیزگار	مِمَّا	اس میں سے جو	هَنِيئًا	رغبت سے (رہچہچ کر)
فِي ظِلِّ	سایوں میں	يَشْتَهُونَ	چاہیں گے وہ	بِمَا كُنْتُمْ	ان کاموں کے عوض جو تم
وَعُيُونٍ	اور چشموں میں ہونگے	كُلُوا	کھاؤ	تَعْمَلُونَ	کیا کرتے تھے
وَقَوَّاعٍ	اور میوں میں	وَاشْرَبُوا	اور پیو	إِنَّا كَذَلِكَ	ہم اسی طرح

بَجْرَتَ الْمُحْسِنِينَ وَيَلُ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ كَلُوا وَسَمِعُوا قَلِيلًا	بدلہ دیتے ہیں نیکو کاروں کو بڑی کم بختی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے کھاؤ تم اور فائدہ اٹھاؤ تھوڑے وقت کے لئے	إِنَّكُمْ مُجْرِمُونَ وَيَلُ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ ارْكُوعُوا	بے شک تم گنہگار ہو بڑی کم بختی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے اور جب کہا جاتا ہے ان سے جھکو	لَا يَرْكُوعُونَ وَيَلُ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ فَمَا تَعْبَهُ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ	(پس) نہیں جھک سکیں گے بڑی کم بختی ہے اس دن جھٹلانے والوں کیلئے پس کونسی بات پر قرآن کے بعد ایمان لائیں گے وہ؟
---	--	--	--	--	--

### آخرت میں پرہیزگاروں کی خوش انجامی

سورت تو کفار کی سزا کے بیان کے لئے ہے، مگر قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ وہ ایک فریق کے بعد دوسرے فریق کا ذکر کرتا ہے، تاکہ توازن قائم ہو جائے، اور ضد سے ضد پہچانی جائے، اس لئے اب تھوڑا متقیوں کا انجام بیان فرماتے ہیں:

— بے شک پرہیزگار سایوں میں اور چشموں میں اور مرغوب میوں میں ہونگے (ان سے کہا جائے گا): خوب مزے سے کھاؤ پیو ان کاموں کے صلہ میں جو تم کیا کرتے تھے، ہم اسی طرح نیکو کاروں کو صلہ دیتے ہیں، اس دن جھٹلانے والوں کے لئے کم بختی ہے! — اپنی حالت کا متقیوں کی حالت سے موازنہ کریں گے تو کفِ فسوس ملیں گے۔

### اب پھر جھٹلانے والوں کو آڑے ہاتھوں لیتے ہیں

ارشاد فرماتے ہیں: — کھاؤ اور فائدہ اٹھا لو چند دن بے شک تم گنہگار ہو — آخر یہ کھایا پیا بہت بری طرح نکلے گا — اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے! اور جب ان سے کہا جائے گا کہ جھکو تو وہ جھک نہیں سکیں گے — میدانِ حشر میں پنڈلی کی تجلی ہوگی، اور اہل محشر سے سجدہ کے لئے کہا جائے گا، مؤمنین سجدہ کریں گے اور منافقین اور کفار کی کمر تختہ ہو جائے گی، وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے، اس کا ذکر ہے، تفصیل سورۃ القلم میں گذری ہے — اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے! پس کونسی بات پر قرآن کے بعد وہ ایمان لائیں گے؟ — یعنی قرآن سے بڑھ کر کمال اور موثر بیان کس کا ہوگا! اگر یہ مکذبین اس پر یقین نہیں لاتے تو اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟ کیا قرآن کے بعد کسی اور کتاب کے منتظر ہیں جو آسمان سے اترے گی؟ (نوائد)

(۱) اِذَا: ظرف برائے زمانہ مستقبل محض من معنی شرط ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ النبا

یہی سورت ہے، اس میں قیامت کا امکان و اثبات اور جزا و سزا کے وقوع کا بیان ہے۔ نبأ کے معنی ہیں: کوئی بھی خبر، اور النبا (معرفة) کے معنی ہیں: اہم خبر یعنی قیامت کی خبر، جو اہم واقعہ ہے، پہلے اللہ کی قدرتِ کاملہ کی نشانیاں بیان کی ہیں: زمین، پہاڑ، مردوزن، شب و روز، آسمان، سورج، بارش، کھیتی اور باغ، اللہ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں، کیا ان کی قدرت میں قیامت کو برپا کرنا نہیں؟ بے شک ہے، وہ قیامت لائیں گے، اس دن قیامت کا انکار کرنے والوں کا برا حال ہوگا اور متقیوں کو نعمتوں سے مالا مال کر دیا جائے گا۔

اِنَّا نَحْنُ  
(۷۸) سُوْرَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ (۸۰) وَكُوْنَهَا ۲  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ ۚ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۚ الَّذِي هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُونَ ۗ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۗ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ۗ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مَهْدًا ۙ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۙ وَخَلَقْنَاكُمْ اَزْوَاجًا ۙ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۙ وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا ۙ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۙ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شَدَادًا ۙ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَاجًا ۙ وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ۙ نَّجَّاجًا ۙ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَيًّا وَنَبَاتًا ۙ وَجَعَلْنَا الْفَاقَاطَ ۙ

عَمَّ (۱)	کس چیز کے بارے میں	عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ	خاص خبر کے بارے میں	فِيْهِ	اس میں
يَتَسَاءَلُونَ	ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں	الَّذِي هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُونَ	بہت بڑی جو کہ وہ	مُخْتَلِفُونَ (۲)	اختلاف کرنے والے ہیں
ثُمَّ كَلَّا		كَلَّا سَيَعْلَمُونَ		كَلَّا	ہرگز نہیں

(۱) عَمَّ: عن: جارہ اور ما: موصولہ ہے، آخر سے الف حذف کیا ہے (۲) اختلاف: باب افعال کے معنی ہیں: کسی دوسرے سے اختلاف کرنا، آپس میں اختلاف کرنا: اس کے معنی نہیں۔

سَيَعْلَمُونَ <sup>(۱)</sup>	ابھی جان لیں گے وہ	سَبَّأْنَا	آرام کا ذریعہ	يَبْرَأْنَا	چراغ
ثُمَّ كَلَّا	پھر ہرگز نہیں	وَجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے	وَهَجَّأْنَا <sup>(۲)</sup>	نہایت چمکدار
سَيَعْلَمُونَ	ابھی جان لیں گے وہ	الْيَلَّ	رات کو	وَأَنْزَلْنَا	اور اتارا ہم نے
أَلَمْ نَجْعَلِ	کیا نہیں بنایا ہم نے	لِبَاسًا	پہناوا	وَمِنَ الْمُعْصِرَاتِ <sup>(۳)</sup>	بادلوں سے
الْأَرْضَ	زمین کو	وَجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے	مَاءً	پانی
مُحْدًا	بچھونا	النَّهَارَ	دن کو	نَجَّأْنَا <sup>(۴)</sup>	موسلا دھار
وَالْحِبَالِ	اور پہاڑوں کو	مَعَاشًا	کمانے کا وقت	لِنُخْرِجَ	تاکہ نکالیں ہم
أَوْتَادًا	میخیں؟	وَبَنِينَا	اور بنائے ہم نے	بِهِ	اس کے ذریعہ
وَوَخَّلَفْنَاكُمْ	اور پیدا کیا ہم نے تم کو	فَوْقَكُمْ	تمہارے اوپر	حَبًّا	غلہ
أَزْوَاجًا	جوڑا جوڑا	سَبْعًا	سات	وَبِنَاتًا	اور سبزی
وَجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے	يَشَدَادًا	مضبوط (آسمان)	وَجَنَّتِ	اور باغات
تَوَكُّمًا	تمہاری نیند کو	وَجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے	الْفَأَقَا	گھنے (گنجان)

### قیامت کا برپا کرنا ہر طرح اللہ کی قدرت میں ہے

جب قرآن کریم نے لوگوں کو اطلاع دی کہ یہ دنیا ایک دن ختم ہو جائے گی، اس کا آخری دن آئے گا، اور وہ قیامت کا دن ہوگا، تو لوگوں نے یہ بات قبول نہیں کی، اور آپس میں باتیں کرنے لگے، کوئی پوچھتا: کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟ دوسرا کہتا: جی! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جب ہم مر کر مٹی ہو گئے تو دوبارہ کیسے پیدا ہونگے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ بے وقوفی کی باتیں ہیں، ابھی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہماری قدرت کتنی بڑی ہے، ہم نے کیسی کیسی چیزیں تمہارے لئے پیدا کی ہیں، ان چیزوں کو دیکھ کر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جس نے ایسی ایسی چیزیں پیدا کی ہیں اس کو یہ قدرت ضرور حاصل ہے کہ وہ وہ دن بھی لے آئے جسے قیامت کہتے ہیں۔

(۱) سین: مستقبل قریب کے لئے ہے، اس کا ترجمہ: اب، ابھی ہے، اور سوف: مستقبل بعید کے لئے ہے، اس کا ترجمہ: عنقریب ہے، یعنی ذرا دور۔ (۲) وھاج: انتہائی روشن، چمکدار، وَهَجَّتِ النَّارُ: آگ کا روشن ہونا (۳) مُعْصِرَاتٍ: اسم فاعل مَوْتِ، ازباب افعال: نچوڑنے والے یعنی بادل، وہ خود کو نچوڑتے ہیں تو بارش ہوتی ہے (۴) حجاج: زور سے برسنے، پہننے یا گرنے والا پانی، فَجَّ الْمَاءُ: پانی کا بہنا۔

آیات پاک: (منکرین قیامت) کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں؟ بڑے واقعہ کے بارے میں جس میں وہ لوگ (اہل حق سے) اختلاف کرتے ہیں، ہرگز نہیں! — یعنی اختلاف مت کرو، مان لو، قیامت ضرور آنے والی ہے — ابھی ان کو معلوم ہو جائے گا — جب اللہ کی قدرت کی نشانیاں ان کے سامنے لائی جائیں گی — پھر (کہتا ہوں): ہرگز نہیں! ابھی ان کو معلوم ہو جائے گا — تکرار کا مقصد اذہان کو ادھر متوجہ کرنا ہے۔

### اللہ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں

۱- کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو مٹین نہیں بنایا؟ — زمین پہلے لرزتی تھی، بچکولے لکھاتی تھی، اس کو قرار نہیں تھا، وہ مخلوقات کی رہائش کے قابل نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ پیدا کئے، جیسے خیمے کو تھامنے کے لئے کھونٹے گاڑتے ہیں، پہاڑوں سے توازن پیدا ہوا، اور زمین کا کپکپانا بند ہوا، اور وہ بستر کی طرح ہو گئی، اب انسان اس پر آرام سے زندگی گزارتا ہے، زمین کو ایسا پرسکون کس نے بنایا؟ اللہ نے بنایا! پس جو اللہ زمین کو ایسا کر سکتا ہے وہ کسی دن اس میں بھونچال بھی لاسکتا ہے: ﴿إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ﴾: قیامت کا زلزلہ یقیناً بھاری چیز ہے، قیامت سے پہلے زمین پوری طرح ہلادی جائے گی، اور زمین کی حالت اس کشتی جیسی ہو جائے گی جو موجوں کے تھیسڑوں سے ڈگمگا رہی ہو، یا اس قندیل جیسی ہو جائے گی جو ہوا کے جھونکوں سے جھول رہی ہو، اس وقت قیامت برپا ہوگی۔

۲- اور ہم نے تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا — ایک ہی مادے سے لڑکا بھی پیدا ہوتا ہے اور لڑکی بھی، پھر نرمادہ کے ذریعہ نسل بڑھتی ہے، اور دنیا آباد ہوتی ہے، یہ کس کی قدرت کا کرشمہ ہے؟ کیا وہ اس دنیا کا جوڑا (آخرت کو) پیدا نہیں کر سکتا؟ کر سکتا ہے! سورۃ الذاریات میں ہے: ﴿وَمَنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ ۖ خَلَقْنَا زَوْجَيْنَ لَكُمْ تَنْبَهُنَّ﴾: اور ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا، تاکہ تمہیں یاد آئے کہ اس دنیا کا بھی جوڑا ہے، اور وہ آخرت ہے، دونوں سے مل کر تکلیف اور جزا و سزا کا مقصد پورا ہوگا۔

۳- اور ہم نے تمہارے سونے کو راحت بنایا، اور ہم نے رات کو لباس بنایا، اور ہم نے دن کو کمانے کا وقت بنایا — اللہ نے دنیا کا نظام اس طرح سیٹ کیا ہے کہ وقت کو شب و روز میں تقسیم کیا ہے، آدمی دن میں کماتا ہے، پھر جب تھک کر چور ہو جاتا ہے تو رات میں پڑ کر سو جاتا ہے، اور اوڑھنے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی، رات ہی اوڑھنا ہوتا ہے، پھر صبح تازہ دم ہو کر اٹھتا ہے، سوچو! اگر دن ہی دن ہوتا تو انسان کام کرتے کرتے تھک جاتا، اور رات ہی رات ہوتی تو کب تک کر ڈیٹس بدلتا! اسی طرح یہ دنیا کام کرنے کے لئے ہے، پھر مر جانا ہے، موت: نیند کی بہن ہے، پھر قیامت کے دن تازہ دم ہو کر اٹھنا ہے، پھر آخرت میں یا تو مزے لوٹے گا یا کفِ افسوس ملے گا!



۴- اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے، اور ہم نے روشن چراغ بنایا، اور ہم نے پانی بھرے بادلوں سے موسلا دھار پانی برسایا، تاکہ ہم اس کے ذریعہ غلہ اور سبزی اور گنجان باغات اگائیں — یہ نظام شمسی کا بیان ہے، عالم دو ہیں: بالا اور زیریں، عالم بالا: سات آسمانوں کے اوپر ہے، وہی عالم آخرت ہے، اور عالم زیریں: ہماری یہ دنیا ہے، دونوں عالموں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے سات مضبوط آسمان بنائے ہیں، جن کی وجہ سے اوپر کی دنیا کے آثار یہاں نہیں جھلکتے، اور اس زیریں عالم میں نہایت روشن سورج بنایا، جو اپنے سارے نظام کو لے کر چل رہا ہے، اور بوقلموں (رنگارنگ) چیزیں وجود میں آ رہی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ سورج کی گرمی سے سمندر میں موجیں اٹھتی ہیں، اور بھاپ بنتی ہے، وہ اوپر اٹھ کر بادل بن جاتی ہے، پھر ہوائیں ان کو لے چلتی ہیں، اور وہ جگہ جگہ موسلا دھار برستے ہیں، اور اس سے غلہ، سبزہ اور پھل پیدا ہوتے ہیں، جن کو کھا کر لوگ عیش کرتے ہیں — اب سوچو! کیا وہ عالم بالا ہمیشہ خالی رہے گا؟ نہیں! اس دنیا کا ایک آخری دن آئے گا، اس کے بعد مکلف مخلوقات اس عالم بالا میں منتقل کر دی جائے گی، اور یہ دنیا ختم کر دی جائے گی۔

إِنَّ يَوْمَ الْفُصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ۝ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ قَتَانُونَ أَفْوَاجًا ۝ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۝ وَسَيَّرَتِ الْجِبَالَ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِلطَّاغِينَ مَابًا ۝ لِيَثْبِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ۝ لَيَذُبُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝ الْأَحْمِيَامُ وَالْعَسَاكُ ۝ جَزَاءُ وِفَاقًا ۝ لَأَنَّهُمْ كَانُوا لَا يُرْجُونَ حِسَابًا ۝ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَابًا ۝ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ۝ فَذُقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ۝

۱-  
۲-  
۳-  
۴-  
۵-  
۶-  
۷-  
۸-  
۹-  
۱۰-  
۱۱-  
۱۲-  
۱۳-  
۱۴-  
۱۵-  
۱۶-  
۱۷-  
۱۸-  
۱۹-  
۲۰-  
۲۱-  
۲۲-  
۲۳-  
۲۴-  
۲۵-  
۲۶-  
۲۷-  
۲۸-  
۲۹-  
۳۰-  
۳۱-  
۳۲-  
۳۳-  
۳۴-  
۳۵-  
۳۶-  
۳۷-  
۳۸-  
۳۹-  
۴۰-  
۴۱-  
۴۲-  
۴۳-  
۴۴-  
۴۵-  
۴۶-  
۴۷-  
۴۸-  
۴۹-  
۵۰-  
۵۱-  
۵۲-  
۵۳-  
۵۴-  
۵۵-  
۵۶-  
۵۷-  
۵۸-  
۵۹-  
۶۰-  
۶۱-  
۶۲-  
۶۳-  
۶۴-  
۶۵-  
۶۶-  
۶۷-  
۶۸-  
۶۹-  
۷۰-  
۷۱-  
۷۲-  
۷۳-  
۷۴-  
۷۵-  
۷۶-  
۷۷-  
۷۸-  
۷۹-  
۸۰-  
۸۱-  
۸۲-  
۸۳-  
۸۴-  
۸۵-  
۸۶-  
۸۷-  
۸۸-  
۸۹-  
۹۰-  
۹۱-  
۹۲-  
۹۳-  
۹۴-  
۹۵-  
۹۶-  
۹۷-  
۹۸-  
۹۹-  
۱۰۰-

اور چلائے جائیں گے	وَسَيَّرَتِ	پس آؤ گے تم	قَتَانُونَ	بے شک دن	إِنَّ يَوْمَ
پہاڑ	الْجِبَالُ	گروہ گروہ	أَفْوَاجًا	فیصلے کا	الْفُصْلِ
پس ہو جائیں گے وہ	فَكَانَتْ	اور کھولا جائے گا	وَفُتِحَتِ	مقررہ وقت ہے	كَانَ مِيقَاتًا
چمکتی ریت	سَرَابًا	آسمان	السَّمَاءِ	جس دن	يَوْمَ
بے شک دوزخ	إِنَّ جَهَنَّمَ	پس ہو جائے گا وہ	فَكَانَتْ	پھونکا جائے گا	يُنْفَخُ
گھات ہے	كَانَتْ مِرْصَادًا	دروازے دروازے	أَبْوَابًا	صورتیں	فِي الصُّورِ

زور سے جھٹلانا	كَذَّابًا	مگر کھولتا پانی	إِلَّا حِمِيًّا	سرکشوں کے لئے	لِلظَّالِمِينَ <sup>(۱)</sup>
اور ہر چیز کو	وَكُلَّ شَيْءٍ	اور ہتی پیپ	وَعَسَاقًا	ٹھکانا ہے	مَابًا
گن رکھا، ہم نے اس کو	أَحْصَيْنَاهُ	(چکھو) بدلہ	جَزَاءً <sup>(۲)</sup>	ٹھہرنے والے ہیں وہ	لِيُشِينَ
لکھ کر	كُنْبًا	پورا	وَفَاقًا	اس میں	فِيهَا
پس چکھو (عذاب)	فَذُخْرًا	بے شک وہ تھے	إِنَّهُمْ كَانُوا	قرنہا قرن	أَحْقَابًا
پس ہرگز نہیں	فَلَنْ	نہیں امید رکھتے تھے	لَا يَرْجُونَ	نہیں چکھیں گے وہ	لَا يُدْفِنُونَ
بڑھائیں گے ہم تمہارا	نَزِيدُكُمْ	کسی حساب کی	حِسَابًا	اس میں	فِيهَا
مگر	إِلَّا	اور جھٹلایا انھوں نے	وَكَذَّبُوا	ٹھنڈک	بُرْدًا
عذاب	عَذَابًا	ہماری باتوں کو	بِآيَاتِنَا	اور نہ کوئی اور مشروب	وَلَا شَرَابًا

### منکرین قیامت کو سزا کب ملے گی؟ اور کیا ملے گی؟

بلاشبہ فیصلہ کادن ایک معین وقت ہے۔ یعنی قیامت کے دن ان کو سزا ملے گی، اور اس کا وقت اللہ کے علم میں ٹھہرا ہوا ہے۔ جس دن صور پھونکا جائے گا، پس تم گروہ گروہ ہو کر حاضر ہوؤ گے۔ لوگوں کی الگ الگ جماعتیں اور ٹولیاں نہیں گی، اور تقسیم عقائد و اعمال کے اعتبار سے ہوگی۔ اور آسمان کھول دیا جائے گا، پس وہ دروازے دروازے ہو جائے گا۔ یعنی قیامت کے دن آسمان بہت کھول دیا جائے گا، کیونکہ دروازے تو آسمان میں اب بھی ہیں، مگر قیامت کے دن فرشتوں اور عرش الہی کے نزول کے لئے کشادہ دروازے کھولے جائیں گے۔ اور پہاڑ چلائے جائیں گے پس وہ چمکتی ریت ہو جائیں گے۔ یعنی گرد و غبار میں تبدیل ہو جائیں گے۔ بلاشبہ دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے۔ وہاں فرشتے دوزخیوں کی تاک میں ہیں، وہ۔ سرکشوں کا ٹھکانا ہے، وہ اس میں قرنہا قرن رہیں گے۔ تا ابد رہیں گے۔ وہ اس میں نہ کوئی ٹھنڈی چیز چکھیں گے اور نہ کوئی مشروب، سوائے کھولتے پانی اور ہتی پیپ کے! (چکھو) پورا بدلہ۔ یقیناً وہ لوگ حساب کتاب کی امید نہیں رکھتے تھے۔ یا ڈرتے نہیں تھے۔ اور ہماری باتوں کو خوب جھٹلاتے تھے۔ اس لئے ان کی سزا ہے۔ اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر رکھا ہے۔ کرانا کا تین لکھ رہے ہیں، زمین ریکارڈ کر رہی ہے اور اوپر بڑے بڑے ستارے (کیمرے) لگے ہوئے ہیں، وہ ریکارڈ کر رہے ہیں، اور اللہ کے علم محیط میں تو سب کچھ ہے۔ پس چکھو مزہ! ہم تمہاری سزا ہی بڑھائیں گے (۱) للظالمین: مآب سے متعلق ہے، اور وہ کانت کی دوسری خبر ہے۔ (۲) جزاء: ذوقاً: مقدر کا مفعول بہ ہے۔

عذاب میں تخفیف کا کوئی سوال نہیں!

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ۖ وَكَوَاعِبَ أَشْرَابًا ۖ وَكَأْسًا دِهَاقًا ۗ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِدًّا ۗ بَآءٌ جَزَاءٌ مِّن رَّبِّكَ عَطَاءٌ حِسَابًا ۗ رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَنُ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ۗ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا ۗ لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَن أذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ قَالًا صَوَابًا ۗ ذَلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۗ فَمَن شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ مَا يَآبَا ۗ إِنَّا أَنزَلْنَاكَ عَذَابًا قَرِيبًا ۗ يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدُهُ وَيَقُولُ الْكُفْرُ يَلَيْتَنِي كُنْتُ تُرْبًا ۗ

۳۶۷

جس دن	یَوْمَ	بدلہ	جَزَاءً (۳)	پیشک پر ہیزگاروں کیلئے	إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ
کھڑے ہو گئے	يَقُومُ	تیرے رب کی طرف سے	مِّن رَّبِّكَ (۴)	کامیابی ہے	مَفَازًا
ذی حیات	الرُّوحِ (۷)	عطیہ	عَطَاءٌ (۵)	باغات	حَدَائِقَ (۱)
اور فرشتے	وَالْمَلَائِكَةُ	کافی	حِسَابًا (۵)	اور انگور	وَأَعْنَابًا
قطار بانہد کر	صَفًّا	آسمانوں کے رب	رَبِّ السَّمَوَاتِ	اور دو شیزائیں	وَكوَاعِبَ
نہیں بولے گا (کوئی)	لَا يَتَكَلَّمُونَ	اور زمین کے	وَالْأَرْضِ	ہم عمر	أَشْرَابًا
مگر جسے	إِلَّا مَن	اور دونوں کی درمیان	وَمَا بَيْنَهُمَا	اور جام	وَكَأْسًا
اجازت دیں	أذِنَ لَهُ	چیزوں کے	الرَّحْمَنِ (۶)	لبالب بھرے ہوئے	دِهَاقًا
نہایت مہربان اللہ	الرَّحْمَنُ	نہایت مہربان اللہ	لَا يَمْلِكُونَ	نہیں سنیں گے وہ	لَا يَسْمَعُونَ
اور کہے گا	وَقَالَ	نہیں مالک ہو گئے وہ	مِنْهُ	اس میں	فِيهَا
درست بات	صَوَابًا	اس سے	يَقُومُ	بک بک	لَغْوًا
یہ دن	ذَلِكَ الْيَوْمِ	گھنگھو کرنے کے	يَقُولُ الْكُفْرُ	اور نہ جھٹلانا	وَلَا كِدًّا (۲)

(۱) حدائق: مغازا سے بدل یا عطف بیان ہے (۲) کذاب: مصدر: جھٹلانا۔ (۳) جزاء: فعل محذوف کا مفعول، ای جزاؤہم اللہ جزاء (۴) عطاء: جزا سے بدل (۵) حسابا: ای کافیاً کہتے ہیں: اعطانی فاحسبني: اس نے مجھ سے دیا پس میں نے کہا: میرے لئے کافی ہو گیا۔ (۶) الرحمن: رب سے بدل ہے (۷) الروح کا ترجمہ حضرت تھانوی نے تمام ذی ارواح کیا ہے، پس یہاں جبریل علیہ السلام مراد نہیں

الحق ہے	عَذَابًا	عذاب سے	يَذُوقُهُ	اس کے دونوں ہاتھوں نے
پس جو چاہے	قَرِينًا	نزدیک آنے والے	وَيَقُولُ	اور کہے گا
بنائے	يَوْمَ	جس دن	النَّكَرُ	کافر
اپنے رب کی طرف	يَنْظُرُ	دیکھے گا	يَلْتَمِسُنِي	اے کاش
ٹھکانا	النَّارُ	انسان	كُنْتُ	ہوتا میں
پیشک ہم نے ڈرایا تم کو	مَا أَقَامْتُ	جو کچھ آگے بھیجا	تُرَابًا	مٹی!

### پرہیزگاروں کا بہترین انجام

منکرین قیامت کی سزا کے بعد نیک بندوں کا انجام بیان فرماتے ہیں: — بلاشبہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے کامیابی ہے — یعنی کھجور کے — باغات اور انگور اور دوشیزہ ہم عمر عورتیں، اور لبالب بھرے ہوئے جام ہیں — سورۃ الواقعہ میں ہے: ﴿ اٰتْرَابًا ۙ لِاصْحَابِ النَّجْدَيْنِ ﴾: دلہنے والوں کی ہم عمر — وہ جنت میں بہبودہ بات نہیں سنیں گے نہ جھٹلانا — جنت میں کوئی جھوٹ نہیں بولے گا اس لئے جھٹلانے کا سوال ہی نہیں — یہ بدلہ ہے تیرے پروردگار کی طرف سے جو کافی انعام ہے، آسمانوں اور زمین اور درمیانی چیزوں کے نہایت مہربان پروردگار کی طرف سے — زب السماوات: من ربك سے بدل ہے — ان سے کوئی بات نہیں کر سکے گا! — یعنی باوجود اس قدر لطف و رحمت کے عظمت و جلال ایسا ہوگا کہ کوئی ان کے سامنے لب نہیں ہلا سکے — جس دن تمام ذی ارواح (جن و انس) اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہونگے — سب باادب ہوشیار ہونگے — کوئی بولے گا نہیں، مگر جس کو نہایت مہربان اللہ اجازت دیں، اور وہ بات بھی صحیح کہے گا — یعنی اس دربار میں جو بولے گا اللہ کی اجازت سے بولے گا اور معقول بات ہی کہے گا، یعنی سفارش کرے گا تو مستحق ہی کی کرے گا — یہی برحق دن ہے — جس کا آنا قطعی ہے — پس جو چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنائے — یعنی ایمان لائے اور نیک کام کرے۔

آخری بات: اب پھر روئے سخن منکرین کی طرف ہے: — ہم تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرا چکے، جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں، اور کافر کہے گا: کاش میں مٹی ہوتا! — یعنی انسان نہ بنا ہوتا یا غیر مکلف مخلوقات کی طرح مٹی بنا دیا جاتا، یا افسوس کرے گا کہ کاش میں خاک ہو جاتا! مگر اصلاح کا وقت گیا اب افسوس کرنے سے کیا ہوگا!

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورة النازعات

یہ سورت مکی دور کے آخر کی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۷۹ ہے، اور سورة الباقی کی طرح اس کا موضوع بھی قیامت کا وقوع اور اس کے بعض واقعات کا بیان ہے، شروع میں روحیں وصول کرنے والے فرشتوں کی صفات کی قسم کھائی ہے، اور جواب قسم محذوف ہے کہ مُردے ضرور زندہ کئے جائیں گے، اور قیامت آئے گی، اور روحوں کی وصولی کا نظام وقوع قیامت کی دلیل کیسے ہے؟ یہ تفصیل طلب ہے:

انسان اس دنیا میں نیا نہیں پیدا ہوتا، تمام انسان تخلیق آدم کے وقت پیدا کئے جا چکے ہیں، اس وقت صرف روحیں پیدا کی گئی تھیں، اور ان کو مثالی اجسام دیئے گئے تھے، پھر ان سے ربوبیت کا اقرار لینے کے بعد ان کو عالم ارواح میں خاص ترتیب سے رکھا گیا ہے، یہ بات بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔

اور انسان درحقیقت روح کا نام ہے، جسم تو آکہ کار ہے، جیسے عبدالرحمن کا ایکسیڈنٹ ہو گیا، دونوں پیر کٹ گئے، پھر بھی عبدالرحمن پورا ہے، پھر حادثہ پیش آیا اور دونوں ہاتھ کٹ گئے، اب بھی وہ پورا ہے، معلوم ہوا کہ عبدالرحمن روح کا نام ہے جو بحالہ باقی ہے۔

پھر جب کسی روح کے دنیا میں آنے کا وقت آتا ہے تو رحم مادر میں جسم بنتا ہے، پس فرشتہ اس روح کو لاکر جسم میں پھونک دیتا ہے جس کے لئے جسم تیار ہوا ہے، پس جسم زندہ ہو جاتا ہے، پھر چار ماہ بعد وہ دنیا میں پیدا (ظاہر) ہوتا ہے، پھر پلتا بڑھتا ہے، یہاں تک کہ موت کا وقت آجاتا ہے، پس فرشتے آتے ہیں اور روح کو جسم سے نکال کر بارگاہ خداوندی میں پیش کرتے ہیں، اور بدن مرجاتا ہے، اس کو مٹی کے حوالے کر دیا جاتا ہے، کیونکہ وہ مٹی سے بنا ہے۔

پھر ارواح قیامت تک عالم برزخ میں رہتی ہیں، قیامت کے دن جسم زمین سے دوبارہ بنے گا، اور روح اس میں واپس آئے گی، اور نئی زندگی شروع ہوگی، یہی قیامت ہے جو برحق ہے، اگر قیامت نہیں ہے تو روحوں کی وصولی اور ان کی حفاظت کا یہ نظام کیوں ہے؟ جب روحیں باقی ہیں تو اجسام ان کو دوبارہ ضرور ملیں گے۔



## سُورَةُ النَّازِعَاتِ مَكِّيَّةٌ (۸۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا ۝ وَالنَّشِطَاتِ نَشْطًا ۝ وَالسَّيِّحَاتِ سَبًّا ۝ فَالسَّيِّقَاتِ سَبْقًا ۝  
فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا ۝

دوڑ کر	سَبْقًا	سہولت سے	نَشْطًا	روحیں کھینچنے والے	وَالنَّازِعَاتِ <sup>(۱)</sup>
پس انتظام کرنے والے	فَالْمُدَبِّرَاتِ	اور پیرنے والے	وَالسَّيِّحَاتِ	فرشتوں کی قسم	غَرْقًا <sup>(۲)</sup>
معاملہ کی	أَمْرًا	تیزی سے	سَبًّا	سختی سے	وَالنَّشِطَاتِ <sup>(۳)</sup>
❁	❁	اور آگے بڑھنے والے	فَالسَّيِّقَاتِ	اور بندش کھولنے والے	

روحوں کی وصولی کا نظام دلیل ہے کہ مردے زندہ ہونگے اور قیامت آئے گی

۱- ان فرشتوں کی قسم جو سختی سے جانیں نکالتے ہیں — کن کی جانیں سختی سے نکالتے ہیں؟ کافروں کی جانیں سختی سے نکالتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: موت کے فرشتے کافروں کے اجسام سے، ہر بال کے نیچے سے، ناخنوں کے نیچے سے، اور دونوں پیروں کی جڑ سے سختی کے ساتھ روحوں کو کھینچ کر نکالتے ہیں، جیسے آکٹرا (گوشت بھننے کی سیخ) بھیگی ہوئی روئی سے نکالیں، پھر وہ روحوں کو جسم میں لوٹاتے ہیں، پھر کھینچ کر نکالتے ہیں، کافروں کی روحوں کے ساتھ فرشتے ایسا ہی کرتے ہیں (قرطبی) سوچو! اس نکالنے اور ڈالنے میں کتنی تکلیف ہوتی ہوگی؟

۲- اور ان فرشتوں کی قسم جو نرمی سے بندش کھول دیتے ہیں — روح بدن کے ساتھ مربوط (مضبوط بندھی ہوئی) ہے، فرشتے اس بند کو کھول دیتے ہیں تو روح آسانی سے نکل آتی ہے، آسانی سے روح اس شخص کی نکل سکتی ہے جس کی روح کو آخرت کا شوق ہو، اور جس کو دولت ایمان نصیب ہو۔ مشکوٰۃ شریف میں ایک طویل حدیث (نمبر ۱۶۳۰) ہے، نبی ﷺ نے ایک بار حاضرین کو سمجھایا کہ مومنوں کی روح کس طرح نکلتی ہے، اور کافروں کی روح کس طرح نکلتی ہے؟ فرمایا: جب کسی مومن بندے کا آخری وقت ہوتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، بہت خوبصورت، چمکتے سورج کی

(۱) النازعة: اسم فاعل مؤنث، تانیث بتاویل طائفہ ہے، نَزَعَ الشَّيْءُ: کھینچ کر نکالنا (۲) غَرْقًا: ڈوب کر یعنی سختی سے، مفعول مطلق ہے (۳) ناشطة: بندش کھولنے والے، نَشَطَ (ن، ض) نَشَطًا: کھولنا۔

طرح، ان کے ساتھ جنت کے کپڑے اور خوشبوئیں ہوتی ہیں، یہ فرشتے آکر مرنے والے سے ذرا دور بیٹھ جاتے ہیں، پھر موت کا فرشتہ آتا ہے، اور وہ کہتا ہے: اے پاک روح! نکل! اللہ کی خوشی اور بخشش تجھے حاصل ہوگی، روح یہ سنتے ہی ایسی نرمی اور آسانی سے نکل آتی ہے، جیسے پانی کی مشک سے پانی نکل آتا ہے۔

اور کافر کے پاس بھی فرشتے آتے ہیں، ان کے چہرے بہت کالے ہوتے ہیں، ایسے کہ دیکھ کر ہی دم نکل جائے، ان کے ساتھ موٹا ناٹ ہوتا ہے، یہ بھی آکر مرنے والے سے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں، اتنے میں موت کا فرشتہ آتا ہے، اور سر پر کھڑے ہو کر بڑی سختی سے کہتا ہے: اے غبیث (گندی) روح! نکل! اللہ کے غضب کی طرف چل، یہ سنتے ہی روح باہر نکلنے کے بجائے بدن کے ہر حصہ سے چمٹ جاتی ہے، موت کا فرشتہ اس کو زبردستی نکالتا ہے، جیسے بھگی ہوئی روٹی سے ٹیڑھے پھل والا آکٹرا نکالا جاتا ہے۔

۳- اور ان فرشتوں کی قسم جو تیزی سے تیرتے ہوئے جاتے ہیں — ملک الموت روح نکال کر ان فرشتوں کو دیتے ہیں جو فاصلہ سے بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، وہ مومن کی روح کو ریشم کے خوشبودار کپڑے میں لپیٹ کر اور کافر کی روح کو بدبودار ناٹ میں لپیٹ کر لے کر فضا میں تیزی سے چڑھتے ہیں، جیسے پانی میں تیر رہے ہوں!

۴- پھر ان فرشتوں کی قسم جو دوڑ کر آگے بڑھنے والے ہیں! — مومن کی روح کے بارے میں فرشتوں میں مسابقت ہوتی ہے، ہر فرشتہ چاہتا ہے کہ وہ اس روح کو پہلے بارگاہِ خداوندی میں پیش کرے، اس لئے وہ دوڑتے ہیں، پس یہ آدھا مضمون ہے، اس کا تعلق مومن کی روح سے ہے۔

۵- پھر حکم الہی کی تعمیل کرنے والے فرشتوں کی قسم! — یعنی بارگاہِ خداوندی سے مومن کی روح کے بارے میں جو حکم ملتا ہے: فرشتے اس کی تعمیل کرتے ہیں، اور اس کو اس کے انجام سے ہمکنار کرتے ہیں، پس یہ بھی آدھا مضمون ہے، کافر کی روح کا ذکر نہیں کیا، بھلا وہ بھی کوئی قابل ذکر ہے؟

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۙ تَتَّبِعَهَا الرَّادِفَةُ ۙ قُلُوبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۙ يَقُولُونَ ؕ اِنَّا لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَاوِرَةِ ۙ اِذَا كُنَّا عِظَامًا تَخْرَجُ ۙ قَالُوْا اِنَّا لَكِ اِذَا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۙ فَاِتْمَاهِي زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۙ

يَوْمَ	جس دن	تَرْجُفُ <sup>(۱)</sup>	زور سے ہلگی	الرَّاجِفَةُ	زور سے ہلنے والی چیز
--------	-------	-------------------------	-------------	--------------	----------------------

(۱) رَجَفَ (ن) رَجَفًا: زور سے ہلنا، مراد صور ہے، جب وہ پھونکی جائے گی تو خود بھی زور سے ہل جائے گی اور دوسری چیزیں بھی لرز جائیں گی۔

لَوْ شَاءَ	كَلَّمَهُ	کیا بے شک ہم	ءَاذَانَا	اس کے پیچھے آئے گی	تَتَّبِعُهُمَا
گھانٹے کا ہے!	خَلَّاسَهُمْ	البتہ لوٹائے گئے ہیں	لَمَرَدِّ وَوَدُونَ	پیچھے آنے والی چیز	الرَّادِفَهُ
پس اس کے سوانہیں کہ	فَأَمَّا	بچھل روش میں	فِي الْحَافِرَةِ (۱)	دل	فَلُوبُ
وہ	هِيَ	کیا جب ہو گئے ہم	ءَاذًا كُنَّا	اس دن	يَوْمَئِذٍ
جھڑکی ہے	زَجْرَةٌ	ہڈیاں	عِظَامًا	دھڑکتے ہوئے	وَأَجْفَةٌ
ایک	وَاحِدَةٌ	بوسیدہ؟	تَجْرَةٌ (۲)	ان کی آنکھیں	أَبْصَارُهَا
پس اچانک وہ	فَإِذَا هُمْ	کہا انھوں نے	قَالُوا	جھکی ہوئی ہوگی	خَاشِعَةٌ
میدان میں ہو گئے	بِالسَّاهِرَةِ (۳)	تب تو وہ	رَبَّكَ إِذَا	کہتے ہو گئے	يَقُولُونَ

### مُر دے کب زندہ ہو گئے؟ اور قیامت کب آئے گی؟

جس دن لرز نے والی چیز خوب لرز جائے گی! — یعنی خوب زور سے پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا جس سے زمین میں زلزلہ پڑے گا، ہر چیز بل جائے گی اور تمام مخلوقات بے ہوش ہو کر ختم ہو جائے گی — پھر اس کے پیچھے آئے گی ایک پیچھے آنے والی چیز! — یعنی تخریج اولیٰ سے چالیس سال بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا، اس کے بعد بارش ہوگی، اس کا اثر یہ ہوگا کہ انسانوں کے اجسام اس طرح زمین سے اُگیں گے جس طرح سبزہ اُگا کرتا ہے، اس کے بعد ارواح عالم برزخ سے آکر اپنے ابدان میں داخل ہوگی، اور حشر کا معاملہ شروع ہوگا۔

اس دن دل کانپ رہے ہو گئے، اور آنکھیں جھکی ہوئی ہوگی — گھبراہٹ ایسی کہ خدا کی پناہ اذلت ایسی کہ نگاہیں اٹھاتے بن نہ پڑے! — پوچھیں گے: کیا ہم پہلی روش میں لوٹائے ہوئے ہیں؟ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو گئے؟ تب تو یہ گھانٹے کا لوٹنا ہے — یعنی جیسے آدمی نیند سے بڑبڑا کر اٹھتا ہے اور حواس باختہ ہوتا ہے، اٹل محشر بھی قیامت کے دن جب دوبارہ زندہ ہو گئے تو حواس باختہ ہو گئے، وہ حیرت سے ایک دوسرے سے پوچھیں گے: کیا ہم جس راستہ سے آئے تھے اسی پر لوٹا دیئے گئے؟ ہم تو مرکز گل مرز کر مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تھے؟ اس کے باوجود کیا پھر زندہ ہو گئے؟ پھر جب انہیں ہوش آئے گا، اور یقین آئے گا کہ یہ پہلی ہی زندگی ہے تو کفِ افسوس ملیں گے، اور کہیں گے: یہ گھانٹے کا سودا رہا!

اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: — وہ بس ایک جھڑکی ہے — مراد دوسری مرتبہ صور پھونکنا ہے — جس سے (۱) حَفَرَ الطَّرِيقَ: راستہ میں چلنے کا نشان ڈالنا، الحافرة: پہلا راستہ، پہلی حالت (۲) تَجْرَةُ الشَّيْءِ: پرانا اور بوسیدہ ہو جانا (۳) مَسْجُورٌ (س): ساری رات جاگنا، الساهرة: میدان جس میں گھاس تیزی سے اگتی ہو، یہ اس کا جانگنا ہے۔



وہ میدانِ حشر میں آ موجود ہو گئے! — اس طرح قیامت کا دن شروع ہو جائے گا۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثٌ مُّوسَى ۖ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۗ إِذْ هَبَّ إِلَىٰ قُرْعُونَ إِنَّهُ طَعْنَى ۗ فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلَىٰ أَنْ تَزَكَّىٰ ۗ وَ أَهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ ۗ فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ ۗ فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ۗ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ ۗ فَحَشَرَ فَنَادَىٰ ۗ فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ ۗ فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْأَخْذَةِ وَالْأُولَىٰ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَخْشَىٰ ۗ

اور زور کی تقریر کی پس کہا:	فَنَادَىٰ	یہ بات کہ سنور جائے تو	إِلَىٰ أَنْ تَزَكَّىٰ	کیا پہنچا ہے تجھے موسیٰ کا واقعہ	هَلْ أَتَاكَ حَدِيثٌ مُّوسَى
میں ہی تمہارا رب ہوں سب سے بڑا پس پڑا اس کو	فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ	اور راہ دکھاؤں میں تجھے تیرے رب کی پس ڈرے تو	وَأَهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ	جب پکارا اس کو اس کے رب نے میدان میں	إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى
اللہ نے سزا میں آخرت کی اور دنیا کی بے شک اس میں البتہ عبرت ہے اس کے لئے جو ڈرے	فَأَخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْأَخْذَةِ وَالْأُولَىٰ	پس انھوں نے اس کو دکھائیں بڑی نشانیاں پس اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی پھر پیٹھ پھیری درانحالیکہ کوشش کر رہا ہے پس (لوگوں کو) جمع کیا	ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ ۗ فَحَشَرَ فَنَادَىٰ	پاک طوی نامی جائے فرعون کے پاس بیشک اس نے سرکشی کی ہے پس کہیں آپ کیا تو چاہتا ہے	فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ ۗ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعَىٰ ۗ فَحَشَرَ فَنَادَىٰ

### قریش کی عبرت کے لئے فرعون کی تباہی کا واقعہ

بارہ سال گذر گئے، قریش نبی ﷺ کی بات نہیں مان رہے، نہ ایک اللہ کو معبود مانتے ہیں نہ آخرت کو قبول کرتے ہیں، اب ان کو فرعون کا واقعہ سنایا جا رہا ہے، اس نے بھی موسیٰ علیہ السلام کی بات نہیں مانی تھی، اور اپنی سرکشی سے باز نہیں آیا (۱) مخاطب عام ہے مراد مشرکین مکہ ہیں، نبی ﷺ مراد نہیں۔ (۲) بہ ارادہ جنس مجموعہ عصا وید مراد ہیں (بیان القرآن) (۳) جملہ یسعی: ادبر کے قائل سے حال ہے (۴) نکال: اسم مصدر: عبرت ناک سزا۔

تھا، تو دنیا میں بھی عذاب اس کو پہنچا اور آخرت میں بھی عذاب سے ہم کنار ہوگا، اس میں قریش کے لئے عبرت (سبق) ہے، اگر وہ بھی اپنی شرارت سے باز نہ آئے تو ان کو بھی دنیا کی سزائیں پکڑا جاسکتا ہے۔

**آیات پاک:** — (اے مخاطب!) کیا تجھے موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے؟ جب ان کو آواز دی ان کے رب نے طوی نامی پاک میدان میں — موسیٰ علیہ السلام مدین سے فیملی کے ساتھ آبائی وطن کنعان (فلسطین) کے لئے چلے، راستہ بھول کر وادی سینا میں پہنچ گئے، وہاں انھوں نے ایک ٹھنڈی رات میں ایک پہاڑ پر آگ دکھی، جب وہ آگ لینے وہاں پہنچے تو ابھی فاصلہ پر تھے کہ اس درخت سے آواز آئی جو جل رہا تھا، وہ آگ نہیں تھی تجلی تھی — آپ فرعون کے پاس جاییے، اس نے سرکشی کی ہے، پس اس سے کہیے: کیا تیری خواہش ہے کہ تو سنور جائے، اور میں تجھے تیرے رب کی راہ دکھاؤں پس تو اس سے ڈرے؟ پس موسیٰ نے ان کو بڑی نشانیاں — عصا اور ید بیضا — دکھائیں، پس اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی، پھر پوٹھ پھیری در اسحالیکہ وہ کوشش کر رہا ہے — موسیٰ علیہ السلام کی کاٹ کرنے جا رہا ہے —

پس لوگوں کو جمع کیا، اور بہ آواز بلند تقریر کی کہ میں ہی تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں!  
پس اللہ نے اس کو آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑا — آخرت کا عذاب یقینی اور سخت ہے، اس لئے اس کو مقدم کیا — بے شک اس میں یقیناً سبق ہے، اس کے لئے جو اللہ سے ڈرے!

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَاۗءُ بَنَدْنَهَا ۗ رَفَعَ سَنۡكَهَا ۗ فَسَوَّيۡهَا ۗ وَاَغۡطَشَ لَيۡلَهَا وَاَخۡرَجَ ضَعۡفَهَا ۗ وَاَلۡاَرْضُ بَعۡدَ ذٰلِكَ دَحۡيَا ۗ اَخۡرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرَعۡمَهَا ۗ وَاِجۡبَالَ اَرۡسَهَا ۗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَاِلۡنَاعًا لَّكُمْ ۗ

اور زمین کو	وَالۡاَرْضُ	اس کی اونچ (ارتفاع)	سَنۡكَهَا	کیا تم	ءَاَنْتُمْ
اس کے بعد	بَعۡدَ ذٰلِكَ	پس ٹھیک بنایا اس کو	فَسَوَّيۡهَا	زیادہ سخت ہو	اَشَدُّ
پھیلا یا	دَحۡيَا	اور تاریک بنایا	وَاَغۡطَشَ	پیدا کرنے کے اعتبار سے	خَلْقًا
نکالا	اَخۡرَجَ	اس کی رات کو	لَيۡلَهَا	یا آسمان؟	اَمِ السَّمَاۗءُ
زمین سے	مِنْهَا	اور نکالا (روشن بنایا)	وَاَخۡرَجَ	اللہ نے اس کو بنایا	بَنَدْنَهَا
اس کے پانی کو	مَآءَهَا	اس کی چاشت کو	ضَعۡفَهَا	بلندی	رَفَعَ

(۱) بناھا: ضمیر کا مرجع سماء ہے، وہ مؤنث سماعی ہے، بعد کی ضمیریں بھی اسی کی طرف راجع ہیں۔

وَمَزَعَهَا وَالْحَبَالَ	اور اس کے چارے کو اور پہاڑوں کو	اس پر مضبوطی سے قائم کیا برتنے کے لئے	تہمارے اور تمہارے چوپایوں کے
-----------------------------	------------------------------------	--	---------------------------------

اللہ نے آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزیں پیدا کیں

پس کیا وہ انسانوں کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا؟

کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا؟ — یہ کافروں سے سوال ہے، اس کا ایک ہی جواب ہے کہ آسمان کا پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے، کیونکہ وہ انسان سے کہیں زیادہ بڑا ہے، پھر تم دوبارہ پیدا کئے جانے کو ناممکن کیوں سمجھتے ہو؟ — اللہ نے آسمان کو بنایا، پھر اس کی اوج (ارتفاع) کو اونچا کیا — آسمان چاروں طرف سے زمین کو چھوتا ہوا نظر آتا ہے، مگر سر پر بہت اونچا ہے، یہ اس کی اوج (ارتفاع) ہے، اس کی اونچائی کو دیکھو سائنس دان اس کی اونچائی کا اندازہ کرتے کرتے تھک گئے اور آسمان ہی کا انکار کر بیٹھے، کہہ دیا: یہ نیلگوں رنگ نظر کا منہا ہے! — پس اس کو درست بنایا — نظر اٹھا کر دیکھو! کہیں اونچ نیچ، درز اور شکاف نظر نہیں آئے گا، ایک صاف، ہموار، مربوط اور متصل چیز نظر آئے گی، جس میں زمانہ دراز گزرنے کے باوجود کوئی فرق نہیں پڑا — اور اس کی رات کو تاریک بنایا، اور اس کے دن کے شروع حصہ کو روشن بنایا — یعنی آسمان بنا کر اس کے نیچے نظام شمسی چلایا، اس کی گردش سے شب و روز پیدا ہوئے، رات تاریک اور دن روشن ہوا جس کا انسان کی مصلحت سے گہرا تعلق ہے، ہر شخص اس سے بخوبی واقف ہے۔

اور زمین کو اس کے بعد پھیلایا — زمین کی ہیئت کدائی تو آسمانوں سے پہلے بنائی ہے، مگر اس کی موجودہ صورت بعد میں بنی ہے — اس سے اس کا پانی اور چارا نکالا، اور پہاڑوں کو اس پر جمایا — یہ زمین کو پھیلانے کی شرح ہے — تمہارے اور تمہارے مومئی کے فائدہ کے لئے — یعنی یہ سب کچھ انسان کے لئے اور اس کے جانوروں کے لئے ہے، اللہ پاک نے انسان کے لئے کیا کیا سامان کیا ہے! ہر چیز میں اس کی ضرورت کا خیال رکھا ہے، اب اگر انسان اللہ کا ہو کر نہ رہے اور اس کی اور اس کے رسول کی باتیں نہ مانے تو اس سے بڑا ناانجان (بے راہ) کون؟

فَلَمَّا جَاءَتِ الطَّاقَةُ الْكُبْرَى ۖ يَوْمَ تَذُكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَى ۖ وَتُرْتَبِ الْجَحِيمُ لِمَنْ بَرِي ۖ  
فَاتَا مَنْ طَغَى ۖ وَآثَرَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَى ۖ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ  
وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى ۖ

ڈرا	خَافَ	اس کے لئے جو دیکھے گا	لِمَنْ يَّرَى	پس جب آئے گی	قُلَّا أَجَارَتِ الطَّاغُوتُ <sup>(۱)</sup>
اپنے رب کے سامنے	مَقَامَرِكُمْ	پس رہا وہ جس نے	فَأَتَا مَنْ	چھا جانے والی چیز	الْكُذْبَى
کھڑے ہونے سے	وَنَكَى	سرکشی کی	طَلَى	بہت بڑی	يَوْمَ يَتَذَكَّرُ
اور روکا	النَّفْسَ	اور ترجیح دی	وَأَشْرَى	جس دن یاد کرے گا	الْإِنْسَانَ
نفس کون	عَيْنَ الْمَوْتَى	دنیا کی زندگی کو	الْحَيَوَةَ الدُّنْيَا	انسان	مَا سَعَى
خواہش سے	فَأَنَّ الْجَنَّةَ	پس بے شک دوزخ	فَأَنَّ الْجَحِيمَ	جو اس نے عمل کیا	فَتُزَيَّنَتْ
پس بے شک جنت	هِيَ الْمَأْوَى	ہی ٹھکانا ہے	هِيَ الْمَأْوَى	اور ظاہر کی جائے گی	الْجَحِيمَ
ہی ٹھکانا ہے	هِيَ الْمَأْوَى	اور رہا وہ جو	وَأَمَّا مَنْ	دوزخ	

### قیامت کے دن دوزخ کا فیصلہ ہوگا یا جنت کا

پہلے چند باتیں ذہن نشین کر لیں:

۱- جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو کائناتِ ارضی تہس نہس ہو جائے گی، سورۃ الرحمن میں ہے: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾: زمین پر جو کچھ ہے سب ختم ہو جائے گا، اسی کو ﴿الطَّاغُوتُ الْكُذْبَى﴾ کہا ہے۔

۲- انسان کے اعمال ہر طرف ریکارڈ ہو رہے ہیں، زمین ریکارڈ کر رہی ہے، قیامت کو وہ جگہیں گواہی دیں گی جہاں انسان نے اچھا برا عمل کیا ہے، کراما کا تبین ریکارڈ تیار کر رہے ہیں، اسی طرح انسان کا نفس ریکارڈ کر رہا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ ایسا سمجھنا صحیح نہیں کہ انسان کے اعمال وجود میں آ کر ختم ہو جاتے ہیں، بلکہ نفس کے دامن کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں (ایک وقت تک یاد رہتے ہیں، پھر ان پر بھول کا پردہ پڑ جاتا ہے)

۳- اس دنیا میں بھول ایک نعمت ہے، اسی کی وجہ سے انسان پنپتا ہے، بڑا نقصان ہو جاتا ہے، آدمی بلبلا جاتا ہے، پھر چند دن کے بعد صدمہ بھول جاتا ہے اور زندگی نارمل ہو جاتی ہے، قیامت کے دن بھول کی نعمت کی ضرورت نہیں رہے گی، اس لئے جب دوبارہ زندہ ہوگا سب کرا کر ایسا یاد آ جائے گا۔

۴- دنیا اور آخرت ساتھ ساتھ چل رہے ہیں، درمیان میں گاڑھا پردہ ہے، عالم برزخ میں یہ پردہ مہین ہو جاتا ہے، (۱) الطَّامَةُ: قیامت کا نام، سب سے بڑی مصیبت جو ہر چیز کو محیط ہو جائے، طَمَّ الشَّيْءُ: کسی چیز کا زیادہ ہو کر پھیلنا اور زبردست ہو جانا۔

اس لئے وہاں آخرت کے احکام جھلکتے ہیں، قیامت کے دن یہ پردہ برائے نام رہ جائے گا، اس لئے میدانِ حشر سے جنت و جہنم نظر آئیں گے۔

قیامت کے دن فیصلے:

جس نے اس دنیا میں دو کام کئے ہیں اس کے لئے جہنم کا فیصلہ ہوگا:

۱- اللہ کے احکام سے سرکشی کی ہے، جیسے بیل بوجے کے نیچے سے سرکھینچ لیتا ہے، بندے نے بھی کرنے کے کام نہیں کئے، اور نہ کرنے کے کام کئے ہیں۔

۲- دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے، دنیا کے لئے مرتا رہا اور آخرت کو بھولا رہا۔

اور جس نے دوسرے دو کام کئے ہیں اس کے لئے جنت کا فیصلہ ہوگا:

۱- اللہ کے سامنے پیش ہونے سے ڈرتا رہا، جب بھی کوئی کام کرتا تو سوچتا کہ ایک دن مجھے اللہ کو حساب دینا ہے، اس لئے اللہ کی پسند والے کام کرتا، اور ناپسندیدہ کاموں سے بچتا۔

۲- ہمیشہ نفسِ امارہ کو لگام دینے رہا، اس کی بات نہ سنتا اور گناہ سے بچا رہتا۔

آیاتِ کریمہ: — پس جب ہر چیز پر چھا جانے والی بڑی آفت آئے گی — یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا، اور ہر چیز ختم ہو جائے گی، پھر چالیس سال کے بعد دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور انسان دوبارہ زندہ ہونگے — اس دن انسان کو اپنا کرا کر ایسا یاد آ جائے گا — کیونکہ اعمال اس کے نفس میں ریکارڈ ہیں، اور بھول کا پردہ ہٹ گیا، اس لئے سب کچھ یاد آ جائے گا، علاوہ ازیں: نلمہ اعمال بھی اڑائے جائیں گے، ان کو پڑھ کر بھی آدمی فیصلہ کرے گا کہ اس کا ٹھکانا کہاں ہے؟ — اور دوزخ دیکھنے والوں کے لئے ظاہر کی جائے گی — اسی طرح پرہیزگاروں کے لئے جنت بھی قریب کی جائے گی [اشعراء آیت ۹۰]

پس جس نے سرکشی کی، اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی: پس اس کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے! اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا، اور نفس کو خواہش سے روکا، پس اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے!

يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا ۗ قِيمَ أَنْتَ مِنْ ذِكْرِهَا ۗ إِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا ۗ إِنَّمَا أَنْتَ مُنذِرٌ مَّن يَخْشَاهَا ۗ كَانَتْهُمْ يَوْمَ يُرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عِشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ۗ

يَسْأَلُونَكَ | لوگ آپ سے پوچھتے ہیں | عَنِ السَّاعَةِ | قیامت کے بارے میں | أَيَّانَ | کب ہے

جس دن	یَوْمَ	اس کے سوا نہیں کہ	إِنَّمَا	اس کا نگر ڈالنا	مُرْسِلًا
دیکھیں گے اس کو	يُرْوِنَهَا	آپ	أَنْتَ	کس چیز میں آپ ہیں	فَيَمِرْ أَنْتَ
نہیں ٹھہرے ہونگے وہ	لَمْ يَلْبُثُوا	ڈرانے والے ہیں	مُنْذِرٌ	اس کے بیان کرنے سے	مَنْ ذَكَرَ بِهَا
مگر ایک شام	إِلَّا عَشِيَّةً	اس کو جو اس سڈرے	مَنْ يَخْشَهَا	تیرے پروردگار کی طرف	إِلَى رَبِّكَ
یا اس کی ایک چاشت	أَوْ ضُحًى	گویا وہ لوگ	كَانَتْهُمْ	اس کا آخری سرا ہے	مُنْتَهَبًا

### سوال کہ قیامت کب آئے گی؟

سمجھا کر تھک گئے مگر مرغ کی ایک ہی ٹانگ رہی! رو سائے بمشور کہیں بطور استہزاء پوچھتے تھے: قیامت کی کشتی کب لنگر انداز ہو رہی ہے؟ گویا وہ کشتی سے سامان اتارنے کے لئے بے تاب ہیں! ان کو ماننا تو تھا نہیں، بات میں فیہ زکالنی تھی، ان کو جواب دیا جا رہا ہے: یہ کام ہمارے رسول کی حدود سے باہر ہے، اس کا علم صرف اللہ کو ہے، وہی اس کا وقت جانتے ہیں، نبی کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ وہ اس آدمی کو آگاہ کرے جس کو آگاہی سے فائدہ پہنچ سکتا ہے، جس کا دل قیامت کی حقیقت کو محسوس کرتا ہے اور وہ اس سے ڈرتا ہے۔

البتہ یہ جان لو کہ دنیا کی زندگی کے لحاظ سے آخرت کی زندگی کیسی ہوگی؟ دنیا کی زندگی قیامت کے دن کے سامنے ذرا سی معلوم ہوگی، بڑی سے بڑی عمر کے واقعات لمحہ بھر کے محسوس ہونگے، کفار کو ایسا لگے گا جیسے وہ دنیا میں ایک شام یا ایک صبح رہے ہیں!

آیات پاک: — لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ کب وہ لنگر انداز ہو رہی ہے؟ سو اس کو بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق! آپ کے رب ہی کی طرف اس کا آخری سرا ہے! آپ تو صرف اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے، جس روز وہ اس کو دیکھیں گے تو ان کو ایسا محسوس ہوگا جیسے وہ صرف دن کا آخری حصہ یا شروع کا حصہ دنیا میں ٹھہرے ہیں!



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ عبس

یہ بھی مکی سورت ہے، اور النازعات سے متصل نازل ہوئی ہے، اب دور تک سورتیں مسلسل نازل ہوئی ہیں، ان کے نزول کے نمبرات بالترتیب ہیں، اس سورت کا موضوع بھی قیامت کے واقعات ہیں، اس کے آغاز میں اور گذشتہ سورت کے اختتام میں مناسبت ہے، گذشتہ سورت کے آخر میں رؤسائے مکہ کا ایک سوال تھا کہ قیامت کی کشتی کب لنگر انداز ہو رہی ہے؟ یہ سوال ناچننا نہیں آسگن ٹیڑھا کے طور پر تھا، نبی ﷺ ان سرداروں کی بہت زیادہ دلداری کرتے تھے، اس خیال سے کہ سربراہ آوردہ لوگ ایمان لے آئیں گے تو دوسروں کے لئے ایمان کی راہ کھل جائے گی، اس سلسلہ میں ایک واقعہ پیش آیا، آپ ﷺ چند رؤساء کے ساتھ بیٹھے تھے، ان کو قرآن سنارہے تھے اور دین کی دعوت دے رہے تھے کہ اچانک ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آگئے، اور انھوں نے بے خبری میں دخل در معقولات کیا، انھوں نے کوئی آیت پوچھی، آپ کو ان کی یہ خلل اندازی ناگوار ہوئی، اور آپ ان رؤساء کی طرف متوجہ رہے، اس پر اس سورت کے شروع میں ناگواری کا اظہار ہے۔

ان آیات میں آپ کی ایک اجتہادی چوک سے آپ کو مطلع کیا گیا ہے، آپ نے اہم کو مقدم فرمایا، کفر کی شاعت بہر حال اہم تھی، جیسے دوسریں ہوں، ہیضہ اور زکام کے، تو مقدم ہیضے والے کو رکھا جاتا ہے، ڈاکٹر پہلے اس کو دیکھتا ہے، مگر ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ زکام کا مریض طالب علاج ہے، اور ہیضہ کا مریض معرض، پس طالب کا پہلا حق ہے، یہاں شان نزول کے واقعہ میں یہی صورت تھی۔

اِنَّا نَحْنُ ۙ  
سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ (۲۷) ۙ  
وَدُّعُوْهَا ۙ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عَبَسَ وَتَوَلَّى ۙ اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰى ۙ وَمَا يُدْرِیْكَ لَعَلَّہٗ یَزِکَّ ۙ اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرُ ۙ ۙ  
اَمَّا مِنْ اَسْغٰتٰی ۙ فَاَنْتَ لَہٗ تَصَدِّی ۙ وَمَا عَلَیْكَ اِلَّا یَزِکُّ ۙ وَاَمَّا مَنْ جَاءَکَ یَسْعٰ ۙ وَهُوَ  
یَجْشَعُ ۙ فَاَنْتَ عَنْہُ تَلْهٰی ۙ کَلَّا ۙ اِنَّہَا تَذٰکِرَةٌ ۙ فَمَنْ شَاءَ ذَکِّرْہَا ۙ فِیْ صُحُفٍ مُّکْرَمٰتِہٖ ۙ

## قَرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝

عَبَسَ	چہرہ بگاڑا	فَأَنْتَ لَهُ	پس آپ اس کے	لَأَنْهَاهُ <sup>(۴)</sup>	بے شک قرآن
وَتَوَلَّى	اور منہ پھیرا	تَصَدَّى	درپے ہیں	تَذَكَّرَهُ	ایک نصیحت ہے
أَنْ <sup>(۱)</sup>	اس وجہ سے کہ	وَمَا عَلَيْكَ	اور نہیں آپ پر	فَمَنْ نَشَاءُ	پس جو چاہے
جَاءَهُ	ان کے پاس آیا	الْأَيْزُكَةَ <sup>(۳)</sup>	کہ نہ سنوے وہ	ذَكَرًا	اس نصیحت پذیر ہو
الْأَعْمَى	ایک نابینا	وَأَمَّا مَنْ	اور رہا وہ شخص جو	فِي ضُفْحٍ	(وہ) صحیفوں میں ہے
وَمَا يُدْرِيكَ	اور آپ کو کیا پتہ	جَاءَكَ	آیا آپ کے پاس	نُكْرَمَةً	معزز
لَعَلَّكَ يَبْزُكُ	شاید وہ سنوے جائے	يَسْبُكُ	لپکتا ہوا	قَرْفُوعَةٍ	بلند مرتبہ
أَوْ يَذُكُ	یا نصیحت پذیر ہو	وَهُوَ	اور وہ	مُطَهَّرَةٍ	پاکیزہ
فَتَنفَعُكُ	پس کام آئے اس کے	يُنْفَعُ	ڈرتا ہے (مومن ہے)	بِأَيْدِي	ہاتھوں میں
الذَّالِمِ	نصیحت پذیری	فَأَنْتَ عَنْهُ	پس آپ اس سے	سَفَرَةٍ	لکھنے والوں کے
أَمَّا مَنْ	رہا وہ شخص جو	تَكْفُهِي	غفلت برت رہے ہیں	كِرَامٍ	معزز
اسْتَعْفَى	بے نیاز ہوا	كَأَلَا	ہرگز ایسا نہ کریں	بَرَرَةٍ	نیک لوگ

احتمالی نفع اگرچہ بڑا ہو اس کی وجہ سے یقینی نفع کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اگرچہ وہ تھوڑا ہو

روسائے مکہ ایمان لاتے تو مکہ والوں کے لئے ایمان کا دروازہ کھل جاتا، یہ بہت بڑا نفع تھا، مگر مظنون تھا، اور ایک ایماندار بندے کو دین سکھایا جائے تو وہ بالفعل یا بالقوہ عمل کرے گا یعنی فوری عمل کرے گا یا امید ہے کہ عمل کرے، پس یہ یقینی نفع ہے، اگرچہ تھوڑا ہے، پس اول کی خاطر نبی ﷺ نے ثانی کو جو نظر انداز کیا وہ ٹھیک نہیں کیا، مرنے دیتے ان روساء کو! وہ نہ سنوے تو آپ کا کیا نقصان ہوتا؟ وہ خود ہی پہلو تپی کر رہے ہیں، پس ان کے ایمان کی امید تو درجہ صفر میں ہے، اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ لپک کر آئے ہیں اور وہ ایماندار بھی ہیں، اس لئے ان سے تغافل برتنا ٹھیک نہیں!

آیاتِ پاک: — وہ جیسے جہیں ہوئے اور منہ موڑا — عبس اور تولى: دونوں غائب کے صیغے ہیں، غائب (۱) ان سے پہلے لام اجلیہ محذوف ہے (۲) تَصَدَّى لِلْأَمْرِ: درپے ہونا (۳) الأ: میں ان تفسیر یہ ہے (۴) انہا: ضمیر کا مرجع قرآن ہے، بتاویل ضحیف، اللہ، رسول اور قرآن کی طرف ضمیر لوٹانے کے لئے مرجع کا ذکر ضروری نہیں، یہ مراجع قاری کے ذہن میں رہتے ہیں۔



کے صیغوں سے بات کہنے میں نبی ﷺ کی دلداری ہے کہ گویا یہ کام کسی اور نے کیا ہے، آپ نے نہیں کیا، آپ بھلا یہ کام کیسے کرتے! — اس وجہ سے کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا — لفظ اعمیٰ میں دو اشارے ہیں: (۱) نابینا ہونے کی وجہ سے وہ دیکھ نہیں سکا کہ آپ کن لوگوں کے ساتھ مشغول ہیں، اس لئے دخل در معقولات کیا (۲) نابینا ہونے کی وجہ سے وہ توجہ کا زیادہ محتاج تھا — اور آپ کو کیا پتہ وہ سنور جائے — یہ بالفعل نفع ہے اور یہاں التفات ہے، بات ملکی تھی اس لئے راست خطاب کیا — یا نصیحت پذیر ہو، پس نصیحت پذیر ہی اس کو نفع پہنچائے — یہ بالقوة نفع ہے۔

رہا وہ شخص جو لا پرواہ ہے — مراد روسائے مکہ ہیں — پس آپ اس کے درپے ہیں — اس کے پیچھے جان کھپا رہے ہیں کہ وہ کسی طرح سنور جائے — حالانکہ آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں کہ وہ نہ سنورے — آپ نے اپنا فریضہ انجام دیدیا، اس کو ایمان کی دعوت دیدی، آگے وہ جانے! — اور رہا وہ شخص جو آپ کے پاس لپک کر آیا، اور وہ اللہ سے ڈرتا بھی ہے — یعنی مؤمن ہے — پس آپ اس سے تغافل برت رہے ہیں، ہرگز ایسا نہ کریں۔

### قرآن کریم کا احترام اور کاتبینِ وحی کے فضائل

نبی ﷺ روسائے مکہ کو قرآن کریم سنارہے تھے، اس تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن کریم ایک نصیحت نامہ ہے، پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے، وہ زبردستی کسی کے سر تھوپنا نہیں جاسکتا!

دو راہوں میں قرآن کریم مصحف یعنی کتابی شکل میں نہیں تھا، ہر سورت علاحدہ علاحدہ لکھی ہوتی تھی، وہ صحیفے صحیفے تھیں، سورۃ البینہ میں ہے: ﴿رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾: ایک عظیم رسول جو ان کو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے، یہاں صحیفوں سے مراد سورتیں ہیں، یہ صحیفے کاتبینِ وحی کے پاس رہتے تھے، جو چاہتا ان سے نقل لیتا، پھر جب سورت مکمل ہو جاتی تو جو صحابی مانگتا اس کو دیدی جاتی، اس طرح قرآن امت کو سونپ دیا تھا، نبی ﷺ نے اپنے گھر میں اس کو نہیں رکھا تھا یعنی سرکاری ریکارڈ میں نہیں رکھا تھا۔

پھر دو صدیقی میں ایک مصلحت سے قرآن کو سرکاری ریکارڈ میں لیا گیا، اس وقت بھی سورتیں الگ الگ تھیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کو مصحف کی شکل دی گئی، یعنی سب سورتوں کو ایک ساتھ کتابی شکل میں لکھا گیا، پھر ان مصاحف کو ملک کے اطراف میں بھیج دیا۔

پس ابھی قرآن معزز، بلند رتبہ، پاکیزہ صحیفوں میں ہے، اور وہ صحائف بڑے درجہ کے نیکو کار کاتبینِ وحی کے قبضہ میں ہیں، ان میں کوئی تصرف نہیں کر سکتا، پس جو چاہے ان صحیفوں کو کاتبینِ وحی سے لے کر پڑھے اور فائدہ اٹھائے۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ قرآن کو نہایت عمدہ کاغذ پر چھاپا جائے، کتاب اچھی چھپی ہوئی ہوتی ہے تو وہ قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے، اور اس کو بلند جگہ رکھنا چاہئے، اور اس کو صاف ستھرے جزدان میں رکھنا چاہئے، یہ قرآن کا ادب ہے۔

﴿إِنَّمَا تَذَكُّرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ ۖ فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۖ مَرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۖ بِأَيْدِي سَفَرَةٍ ۖ كَوَامٍ بَرْدَةٍ ۖ﴾

ترجمہ: بلاشبہ قرآن ایک نصیحت نامہ ہے، پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے، وہ معزز، بلند مرتبہ، پاکیزہ

صحیفوں میں ہے، بڑے درجے کے نیکو کار لکھنے والوں کے قبضہ میں ہے!

قَاتِلِ الْإِنْسَانَ مَا أَكْفَرَهُ ۖ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ ۖ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَرَهُ ۖ  
ثُمَّ السَّبِيلَ يَسْرُهُ ۖ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ۖ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ ۖ

قَاتِلِ	مَآ أَكْفَرَهُ	مِنْ أَيِّ شَيْءٍ	خَلَقَهُ	مِنْ نُّطْفَةٍ	فَقَدَرَهُ	ثُمَّ السَّبِيلَ	يَسْرُهُ	ثُمَّ إِذَا شَاءَ	أَنشَرَهُ
قتل	انسان!	کس چیز سے	پیدا کیا اس کو	پس اندازہ ٹھہرایا اس کا	پھر زندگی کی راہ	اس کے لئے آسان کی	پھر اس کو مارا	پس اس کو دفن کیا	پھر جب
الإنسان	کس قدر ناشکرا ہے!	پیدا کیا اس کو	پس اندازہ ٹھہرایا اس کا	پھر زندگی کی راہ	اس کے لئے آسان کی	پھر اس کو مارا	پس اس کو دفن کیا	پھر جب	پھر اس کو مارا
مَا أَكْفَرَهُ	کس چیز سے	پیدا کیا اس کو	پس اندازہ ٹھہرایا اس کا	پھر زندگی کی راہ	اس کے لئے آسان کی	پھر اس کو مارا	پس اس کو دفن کیا	پھر جب	پھر اس کو مارا
مِنْ أَيِّ شَيْءٍ	پیدا کیا اس کو	پس اندازہ ٹھہرایا اس کا	پھر زندگی کی راہ	اس کے لئے آسان کی	پھر اس کو مارا	پس اس کو دفن کیا	پھر جب	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا
خَلَقَهُ	پس اندازہ ٹھہرایا اس کا	پھر زندگی کی راہ	اس کے لئے آسان کی	پھر اس کو مارا	پس اس کو دفن کیا	پھر جب	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا
فَقَدَرَهُ	پھر زندگی کی راہ	اس کے لئے آسان کی	پھر اس کو مارا	پس اس کو دفن کیا	پھر جب	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا
ثُمَّ السَّبِيلَ	اس کے لئے آسان کی	پھر اس کو مارا	پس اس کو دفن کیا	پھر جب	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا
يَسْرُهُ	پھر اس کو مارا	پس اس کو دفن کیا	پھر جب	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا
ثُمَّ إِذَا شَاءَ	پھر اس کو مارا	پس اس کو دفن کیا	پھر جب	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا
أَنشَرَهُ	پھر اس کو مارا	پس اس کو دفن کیا	پھر جب	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا	پھر اس کو مارا

انسان اپنی پیدائش میں غور کرے تو دوسری زندگی سمجھ سکتا ہے

انسان اگر اپنی اصل میں غور کرے کہ وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے؟ وہ منی جیسے گندے قطرے سے پیدا کیا گیا ہے، جس میں نہ حس و شعور تھا، نہ حسن و جمال، نہ عقل و فہم! سب کچھ اللہ نے انسان کو عطا فرمایا ہے، پھر اس کے لئے زندگی کی راہیں آسان کیں، پھر وقت پر مر گیا اور مٹی میں دفن کیا گیا، یہی اللہ پاک قیامت کے دن اس کو دوبارہ زندہ کریں گے۔

آیات پاک: — انسان مارا جائیو! — یعنی اس کا ناس ہو — کس قدر ناشکرا ہے — اللہ کی قدرت کو نہیں مانتا — کس چیز سے اس کو پیدا کیا ہے؟ منی سے! پس اس کا اندازہ ٹھہرایا، پھر زندگی کی راہ آسان کی، پھر اس کو مارا، پھر اس کو دفن کیا، پھر جب چاہیں گے اس کو دوبارہ زندہ کریں گے!

كَلَّا لِنَأْتِيَغُضَّ مَا أَمَرْنَا ۖ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَابِهِ ۖ أَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۖ ثُمَّ شَقَقْنَا  
الْأَرْضَ شَقًّا ۖ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۖ وَعَبْنَا وَقَضَبًا ۖ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۖ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۖ  
وَأَنْجَاهُ ۖ وَأَنْبَا ۖ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلَنَا عَالَمًا ۖ

كَلَّا	هَرگز نہیں	لِنَأْتِيَغُضَّ	اب تک پورا نہیں کیا	مَا أَمَرْنَا	جو حکم دیا اس کو
--------	------------	-----------------	---------------------	---------------	------------------

اور کھجور کے درخت	وَنَخْلًا	زمین کو	الْأَرْضِ	پس چاہئے کہ غور کرے	فَلْيَنْظُرِ
اور باغات	وَحَدَائِقَ	پھاڑنا	شَقًّا	انسان	الْإِنْسَانَ
گنجان	عُلْبًا	پس اگایا ہم نے	فَأَنْبَتْنَا	اپنے کھانے میں	إِلَى طَعَاوِنِهِ
اور میوہ	وَوَاكِعَةً	اس میں	فِيهَا	بے شک ہم نے	أَكَا
اور ہر اچارہ	وَأَبْنًا	غلہ	حَبًّا	ریڑھا	صَبَبًا
فائدہ اٹھانے کے لئے	فَمَنَّاغَا	اور انگور	وَعَنْبًا	پانی	لِللَّيْلِ
تمہارے	تَكْمًا	اور ترکاری	وَقَضْبًا	ریڑھنا	صَبًّا
اور تمہارے جانوروں کے	وَلَا تَعْلَمُكُم	اور زیتون	وَزَيْتُونًا	پھر پھاڑا ہم نے	ثُمَّ شَقَّقْنَا

انسان زمین کی پیداوار میں غور کرے تو بھی دوسری زندگی کو سمجھ سکتا ہے

انسان دوبارہ پیدا ہونے کا ہرگز انکار نہ کرے، اس کو جو اپنی پیدائش میں غور کرنے کا حکم دیا تھا اس سے تو نتیجہ کچھ نہ نکلا، اب وہ اپنی خوراک میں غور کرے، اللہ تعالیٰ آسمان سے چھاجوں پانی برساتے ہیں، پھر زمین کتنی سہولت سے پھلتی ہے، اور اس میں سے غلہ، انگور، ترکاری، زیتون، کھجور، گھنیرے، باغات، میوے اور مزیدار ہری گھاس اُگتی ہے، جن سے انسان اور ان کے جانور فائدہ اٹھاتے ہیں، اسی طرح زمین سے دوبارہ اجسام اُگیں گے، پھر ان کی طرف رحمتیں لوٹیں گی اور نئی زندگی شروع ہوگی۔

آیاتِ پاک: — ہرگز نہیں — یعنی دوبارہ زندہ ہونے کا انکار مت کر — اب تک اس نے وہ کام نہیں کیا جس کا اس کو حکم دیا تھا — اس کو حکم دیا تھا کہ اپنی پیدائش میں غور کر کے بعث بعد الموت کا اقرار کرے، مگر اس نے یہ کام نہیں کیا — پس چاہئے کہ انسان اپنے کھانے میں غور کرے، بے شک ہم نے موسلا دھار پانی برسایا، پھر ہم نے زمین کو سہولت پھاڑا، پس ہم نے اس میں غلہ، انگور، ترکاری، زیتون، کھجور، گنجان باغات، میوہ اور مزیدار ہری گھاس اُگائی، تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لئے!

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاحَّةُ ۖ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۖ وَأُمُّهُ وَأَبِيهِ ۖ وَصَاحِبَتِهِ  
وَبَنِيهِ ۖ لِكُلِّ أُمْرٍ ۖ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ۖ وَوَجُوهُ يَوْمَئِذٍ مُّسْفَرَةٌ ۖ صَاحَّةٌ  
مُّسْتَبْشِرَةٌ ۖ وَوَجُوهُ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۖ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ

## الْكَفْرَةُ الْفَجْرَةَ ۝

اور کتنے چہرے	وَوُجُوهُ	ان میں سے	مَنْهُمْ	پس جب آئے گی	فَإِذَا جَاءَتْ
اس دن	يَوْمَئِذٍ	اس دن	يَوْمَئِذٍ	کان پھوڑنے والی آواز	الصَّاحَّةُ (۱)
ان پر	عَلَيْهَا	ایک حال ہوگا	سَكَّانٌ	اس دن	يَوْمَ
گرد جمی ہوگی	غَبْرَةً	جو اس کو بے نیاز کئے	يُغْنِيهِ	بھاگے گا انسان	يَفْعُرُ الْمَرْءُ
چھائی ہوگی ان پر	تَرَاهُمْهَا	ہوئے ہوگا	وَجُوهُ	اپنے بھائی سے	مِنْ أَخِيهِ
سیاہی	قَاكْرَةً	کتنے چہرے	يَوْمَئِذٍ	اور اپنی ماں سے	وَأُمَّهُ
یہی لوگ	أُولَئِكَ	اس دن	مُسْفَرَةً	اور اپنے باپ سے	وَأَبِيهِ
وہ	هُمْ	روشن	صَاحِكَةً	اور اپنی بیوی سے	وَصَاحِبَتِهِ
منکرین	الْكَفْرَةَ	ہنسنے والے	مُسْتَبْشِرَةً	اور اپنے بیٹوں سے	وَبَنِيهِ
بدکار ہیں	الْفَجْرَةَ	خوشی منانے والے ہونگے		ہر شخص کے لئے	رِكْلِ امْرِئٍ

قیامت کے دن کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ایسی کرخت آواز ہوگی کہ کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا، پھر بارش ہوگی، اجسام زمین سے اُگیں گے، اور رومیں ریوس آئیں گی، اور لوگ زندہ ہو کر میدانِ حشر میں اکٹھا ہونگے، اس دن کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا، سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی، — اس سورت میں نوحہ اولیٰ کے بعد کا حال ہے، اس لئے بعد رشتہ سے شروع کیا ہے اور سورۃ المعارج میں قیامت کے دن کا منظر ہے اس لئے اقرب سے شروع کیا ہے اور لوگ دو حصے ہو جائیں گے: جہنمی اور جنتی، جنتی شاداں و فرحان ہونگے اور جہنمیوں کے چہروں پر سیاہی برس رہی ہوگی۔

آیاتِ پاک: — پس جب کان پھوڑنے والی آواز آئے گی، اس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا، ہر شخص کے لئے ان میں سے اس دن ایک حال ہوگا جو اس کو (دوسروں سے) بے نیاز کئے ہوئے ہوگا!

کتنے چہرے اس دن روشن، ہنسنے والے ہونگے، اور کتنے چہروں پر اس دن گرد جمی ہوئی ہوگی، ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی، یہی لوگ منکرین بدکار ہیں! — اور پہلے لوگ ایماندار نیکوکار ہیں!

(۱) الصَّاحَّةُ: کانوں کا پردہ پھاڑنے والا شور، صَخَّ الْأَذْنَ (ن) صَخَّ: آواز کا کان کو بہرہ کرنا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ التکویر

یہ سورت بھی لمبی ہے، اس میں دو باتیں ہیں:

پہلی بات: قیامت کی منظر کشی کی ہے کہ چھ باتیں پہلی مرتبہ صورت پھونکنے کے بعد یعنی قیامت کا دن شروع ہونے سے پہلے پیش آئیں گی، اور چھ باتیں دوسری مرتبہ صورت پھونکنے کے بعد یعنی قیامت کا دن شروع ہونے کے بعد پیش آئیں گی، اس دن ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا ساتھ لے کر آیا ہے۔

دوسری بات: قیامت کی یہ منظر کشی قرآن کریم کر رہا ہے، اور قرآن اللہ کا کلام ہے، اس کی ہدایت کا انکار مت کرو، پھر دو قسمیں کھائی ہیں جن کا مدعی محذوف ہے۔

پہلی قسم: سے یہ ثابت کرنا ہے کہ جس طرح پانچ سیارے چلتے چلتے پیچھے ہٹ جاتے ہیں، پھر پیچھے ہی چلتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ کبھی اپنے مطالع میں چھپ جاتے ہیں، اسی طرح حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آتے ہیں، پھر وحی پہنچا کر پیچھے لوٹ جاتے ہیں، اور اپنی روش پر چلتے ہوئے اپنے مستقر میں پہنچ جاتے ہیں۔

اور دوسری قسم: سے یہ ثابت کرنا ہے کہ جہالت کی تاریکی کے بعد ہدایت کی روشنی پھیلنی ضروری ہے، جیسے تاریک رات جاتی ہے تو صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔ اور یہ صبح ہدایت نزول قرآن سے شروع ہوئی ہے، پھر وحی لانے والے فرشتہ کی اور نبی ﷺ کی اعتباریت کا بیان ہے، اور یہ مضمون دونوں محذوف مقسم علیہ کا قرینہ ہے، تفصیل آگے آئے گی۔

﴿۸۱﴾ سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ ﴿۷﴾ ﴿كُوْعَمًا﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ اَنكَدَرَتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝  
 وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُوْشِرَتْ ۝ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝ وَاِذَا الْغُلُوْغُلُ سُجِّتْ ۝ وَاِذَا الْاَسْمٰكُ اُتْحِتَّتْ ۝  
 وَاِذَا الْاَشْجَارُ اُتْحِتَّتْ ۝ وَاِذَا الْاَنْجَامُ اُتْحِتَّتْ ۝ وَاِذَا الْاَرْضُ اُتْحِتَّتْ ۝  
 وَاِذَا الْجِبَالُ اُتْحِتَّتْ ۝ وَاِذَا الْاَرْضُ اُتْحِتَّتْ ۝ وَاِذَا الْجِبَالُ اُتْحِتَّتْ ۝

اڑائے جائیں گے	ثُشِرَتْ <sup>(۹)</sup>	اور جب سمندر	وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ <sup>(۶)</sup>	جب سورج	لَاذًا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ <sup>(۱)</sup>
اور جب آسمان کی	وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ <sup>(۱۰)</sup>	دہکائے جائیں گے	وَأِذَا الْفُجُورُ زُوجِحَتْ <sup>(۷)</sup>	لیپٹا جائے گا	وَإِذَا النُّجُومُ انكدرت <sup>(۲)</sup>
کھال اتاری جائے گی	وَإِذَا الْجَحِيمُ سُودَتْ <sup>(۱۱)</sup>	اور جب ارواح	وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ <sup>(۸)</sup>	اور جب ستارے	وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ <sup>(۳)</sup>
اور جب دوزخ	وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِقَتْ <sup>(۱۲)</sup>	ملائی جائیں گی	سُيَلَّتْ	میلے ہو جائیں گے	وَإِذَا الْعُشُورُ عُظِّلَتْ <sup>(۴)</sup>
بھڑکائی جائے گی	عَلِمَتْ	اور جب زندہ درگور کی	يَأْتِي ذَنْبٌ قَتَلَتْ	اور جب پہاڑ	وَإِذَا الْوُحُوشُ حُوِّرَتْ <sup>(۵)</sup>
اور جب جنت	نَفْسٌ	ہوئی لڑکی	وَإِذَا الضُّفُفُ	چلائے جائیں گے	
نزدیک لائی جائے گی	عَا أَحْضَرَتْ <sup>(۱۳)</sup>	پوچھی جائے گی		اور جب بیاہتی اونٹنیاں	
جان لے گا		کس گناہ میں		کھلی پھریں گی	
آدمی		وہ ماری گئی؟		اور جب درندے	
جو لے کر آیا ہے		اور جب نملہ اعمال		جمع کر دیے جائیں گے	

جو شخص قیامت کا منظر گویا آنکھوں سے دیکھنا چاہے وہ تکویر، انفطار اور انشقاق پڑھے

عنوان ترمذی شریف کی حدیث (نمبر ۳۳۵۶) ہے، اس سورت میں قیامت کی منظر کشی کی گئی ہے، اور بارہ واقعات بیان کئے ہیں، چھ واقعات پہلی مرتبہ صورت پھونکنے کے بعد یعنی قیامت کا دن شروع ہونے سے پہلے پیش آئیں گے، وہ قیامت کی تمہید ہونگے، اور دوسرے چھ واقعات دوسری مرتبہ صورت پھونکنے کے بعد یعنی قیامت شروع ہونے کے بعد پیش آئیں گے، اور چونکہ یہ آئندہ پیش آنے والے واقعات ہیں، اس لئے ان کی تفصیلات کوئی نہیں بتلا سکتا، پس جتنا قرآن نے بیان کیا ہے اس کو سمجھنا چاہئے۔

وہ چھ واقعات جو پہلے اولیٰ کے بعد پیش آئیں گے

۱- جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا — یعنی اس کی کرنیں اس میں ضم کر دی جائیں گی، پس سارا نظام شمسی معطل (۱) تکویر: لیپٹنا، جیسے سُورِ الثَّوْبِ: کپڑا لیپٹنا (۲) انکدر: میلانگلا ہونا، جیسے كَتَدَر (س) الماء۔ (۳) العشار: العشار کی جمع: دس ماہ کی گا بھن اونٹنی، اونٹنی دس ماہ میں بچہ دیتی ہے۔ (۴) تعطیل: چھٹی کرنا، جیسے عَطَّلَ الْإِبِلَ: اونٹوں کو چرنے کے لئے چرواہے کے بغیر چھوڑ دیا (۵) الوحوش: الوحش کی جمع: جنگلی جانور، خاص طور پر درندے۔ (۶) التسعیر: بھڑکانا (۷) التزويع: ملانا (۸) الموءودة: ام مفعول: وَأَد يَدُ وَإِذَا: زندہ دفن کرنا۔ (۹) انشور: کھولنا، پھیلانا (۱۰) كَشِطَ (ض) كَشِطًا: کھال اتارنا (۱۱) التسعير: دہکانا، بھڑکانا (۱۲) ازللاف: نزدیک کرنا (۱۳) احضار: حاضر کرنا، لے کر آنا۔

ہو جائے گا۔

۲- اور جب ستارے گد لے (بے نور) ہو جائیں گے — ستاروں کی روشنی بھی سورج کی طرح ذاتی ہے، وہ سورج سے مستفاد نہیں، پس جس طرح سورج بے نور جائے گا ستارے بھی بے نور ہو جائیں گے۔

۳- اور جب پہاڑوں کو چلایا جائے گا — یہی پہاڑ جن کے بوجھ سے زمین ٹھہری ہوئی ہے: اپنی جگہ نہیں چھوڑ دیں گے، گرد و غبار ہو کر ہوا میں اڑ جائیں گے، اور شاید سمندروں کی گہر بھر دیں۔

۴- اور جب بیاہتی اونٹنیاں لا وارث پھریں گی — عربوں کے نزدیک گا بھن اونٹنی جس کے بچہ دینے کا وقت قریب آ گیا ہو بہت ہی قیمتی چیز ہے، وہ اس کی دُم سے لگے رہتے ہیں، قیامت سے پہلے وہ لا وارث ادھر ادھر ماری ماری پھریں گی، کوئی ان کا پوچھنے والا نہیں ہوگا، اور یہی حال ہر قیمتی چیز کا ہو جائے گا، نہ تیار کھیتی اور فصل کا کوئی پرسان حال ہوگا، نہ باغ اور دھن دولت کا!

۵- اور جب وحشی جانور جمع کر دیئے جائیں گے — یعنی درندے جو کبھی یک جا نہیں ہوتے خوفزدہ ہو کر یک دم جمع ہو جائیں گے، یا جنگلی جانور بستیموں میں اتر آئیں گے، سوچو! جب جانوروں کا یہ حال ہوگا تو انسانوں کا کیا حال ہوگا؟

۶- اور جب سمندر کھولائے جائیں گے — وہ اہلقتی ہانڈی کی طرح اہلیں گے اور بھاپ بن کر ہوا میں تحلیل ہو جائیں گے، اور ان کی جگہ خشکی نکل آئے گی، آج تین چوتھائی زمین پانی چھپائے ہوئے ہے، اور بڑا حصہ پہاڑوں نے دبا رکھا ہے، یہ سب خالی میدان ہو جائیں گے، پھر اس وسیع زمین پر اولین و آخرین کا حشر ہوگا۔

وہ چھ واقعات جو حقہ ثانیہ کے بعد پیش آئیں گے

۱- اور جب ارواح جوڑی جائیں گی — یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد بارش ہوگی، اس سے اجسام زمین سے اُگ آئیں گے، پھر ارواح عالم برزخ سے ریوں (واپس) آئیں گی، اور اپنے اپنے ابدان میں داخل ہو جائیں گی، پھر حشر برپا ہوگا۔

۲- اور جب زندہ درگور کی ہوئی لڑکی پوچھی جائے گی کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی؟ — قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہے، اس لمبے دن میں تمام معاملات بارگاہِ خداوندی میں پیش ہو کر آخری مرتبہ فیصلہ ہوں گے، اس دن ایک سنگین مقدمہ یہ پیش ہوگا کہ جس نے اپنی لڑکی کو زندہ درگور کیا ہے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اس لڑکی کا کیا گناہ تھا جو تو نے اس کو زندہ دفن کر دیا؟ اس سے کوئی جواب بن نہ پڑے گا، پس وہ اپنی حرکت کی سزا پائے گا۔

سوال: زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کے بارے میں سوال کس سے ہوگا: لڑکی سے یا زندہ درگور کرنے والے سے؟  
جواب: لڑکی سے سوال ہوگا، مگر اس کے باپ کے سامنے ہوگا، تاکہ لڑکی کی مظلومیت اور باپ کا ظلم واضح ہو۔  
فائدہ: جاہلیت میں یعنی اسلام سے پہلے انسان اس درجہ بد بخت ہو گیا تھا کہ جھوٹی بے عزتی یا تنگ دستی کے ڈر سے بچیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیتا تھا، اللہ پاک نے قرآن پاک میں کئی جگہ اس بدترین عادت کی برائی بیان فرمائی ہے، یہاں بھی قیامت میں فیصلہ ہونے والے معاملات میں سے اس خاص معاملہ کا ذکر اسی نقطہ نظر سے کیا ہے، اس حرکت کی قباحت ذہنوں میں بٹھانی مقصود ہے کہ کسی زندہ جان کو — جبکہ وہ اس کی بیٹی بھی ہو — زمین میں گاڑ دینا کس قدر ناپاک حرکت ہے، قیامت میں اس پر سخت گرفت ہوگی۔

۳- اور جب اعمال نامے پھیلانے جائیں گے — ہر ایک کا کچا چٹھا اس کے ہاتھ میں تھمایا جائے گا، اس دن جو برائیاں لے کر گیا ہے اس کی کیسی شامت آئے گی!

۴- اور جب آسمان کی کھال اتاری جائے گی — اس کی کیا صورت ہوگی وہ وقت بتلائے گا۔

۵- اور جب دوزخ دہکائی جائے گی — دوزخ دہک رہی ہے، حدیث میں ہے: دوزخ کو ایک ہزار سال دہکایا تو وہ سرخ ہوئی، پھر ایک ہزار سال دہکایا تو وہ سفید ہوئی، پھر ایک ہزار سال دہکایا تو وہ سیاہ ہوئی، قیامت کے دن پھر اس کو دہکایا جائے گا، اس وقت اس کا حال معلوم نہیں کیا ہوگا؟

۶- اور جب جنت قریب لائی جائے گی — میدانِ حشر سے نظر آئے گی، دنیا و آخرت کے درمیان کا پردہ بس برائے نام رہ جائے گا، اس دن اللہ کے نیک بندے جنت کو دیکھ کر کس قدر شاداں فرحان ہوں گے: اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ جب یہ واقعات پیش آئیں گے — آدمی جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے — ادھر آفتوں اور مصیبتوں کا سلسلہ اور ادھر یہ معلوم ہونا کہ انجام کیا ہوگا؟ کیسا وحشت ناک دن ہوگا؟ ہاں آج کا سننا کل ضرور کام آئے گا۔

فَلَا أُقِيمُ بِأُخْتَسِ ۝ الْجَوَارِ الْكُنُوسِ ۝ وَالْبَيْلِ إِذْ أَعْسَعَسَ ۝ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ۝

فَلَا	پس نہیں!	بِأُخْتَسِ (۱)	پیچھے ہٹنے والے کی	الْكُنُوسِ (۳)	چھپ جانے والے کی
أُقِيمُ	قسم کھاتا ہوں میں	الْجَوَارِ (۲)	چلتے رہنے والے کی	وَالْبَيْلِ	اور رات کی

(۱) الْاُخْتَسِ: الخناس کی جمع: پیچھے کو ہٹنے والا سیارہ، خمسہ متحیرہ: زحل، مشتری، مریخ، زہرہ اور عطارد، خَنْسَ (ض) خَنْسًا: پیچھے ہونا، خَنْسَ اور اُخْتَسِ: کسی کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ جانا، خَنْسًا: شیطان، وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔  
(۲) الْجَوَارِ: الجارية کی جمع: چلتے رہنے والا (۳) الْكُنُوسِ: الكانس کی جمع: كَنْسَ الطَّبِي: ہرن کا اپنی پناہ گاہ میں چھپنا۔



إِذَا تَنَفَّسَ	اور صبح کی	وَالصُّبْحِ	جب وہ گذر جائے	إِذَا عَسَسَ <sup>(۱)</sup>
-----------------	------------	-------------	----------------	-----------------------------

قیامت کے یہ احوال قرآن بیان کر رہا ہے، اور قرآن جبریل علیہ السلام پہنچا کر لوٹ

جاتے ہیں، کیونکہ جہالت کی شب تار کے بعد صبح ہدایت کا نمودار ہونا ضروری ہے

ان آیات میں دو قسمیں ہیں، ان سے دو باتیں بیان کرنا مقصود ہے:

اول: پانچ سیارے ایسے ہیں جو کبھی سیدھے چلتے ہیں کبھی پیچھے چلتے ہیں، ان کو غم سے متحیرہ کہتے ہیں، وہ زحل، مشتری، عطارد، مریخ اور زہرہ ہیں، جب یہ پیچھے کو ہٹتے ہیں تو پیچھے ہی کو چلتے رہتے ہیں، اور کبھی پیچھے چلتے چلتے اپنے مطالع میں چھپ جاتے ہیں (بیان القرآن)

اس قسم سے یہ ثابت کرنا ہے کہ قرآن کریم کی وحی لے کر حضرت جبریل علیہ السلام آتے ہیں وہ وحی پہنچا کر پیچھے لوٹ جاتے ہیں، اور واپس چلتے چلتے اپنے مستقر میں پہنچ جاتے ہیں۔

دوم: رات کے گزرنے کی اور صبح کی نمودار ہونے کی قسم کھائی ہے، اس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ جہالت کا تاریک دور گذر گیا، اب صبح ہدایت قرآن کی شکل میں نمودار ہوئی ہے، اس کی قدر بچاؤ، موقع ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

آیات پاک: — پس نہیں — یعنی قرآن کے کتاب الہی ہونے کا انکار مت کرو — میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے، چلتے رہنے والے، چھپ جانے والے سیاروں کی — اور رات کی قسم کھاتا ہوں جب وہ گذر جائے، اور صبح کی جب وہ سانس لے — یعنی نمودار ہو۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ۝ ثُمَّ آمِينَ ۝ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ۝ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأَفْقِ الْمُبِينِ ۝ وَمَا هُوَ عَلَى الْعَيْبِ بِضَنِينٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيزٍ ۝ فَإِنَّ تَذَهَبُونَ ۝ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَن يَسْتَقِيمَ ۝ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

إِنَّهُ	بے شک قرآن	رَسُولٍ	بھیجے ہوئے	ذِي قُوَّةٍ	طاقت ور
لَقَوْلٍ	البتہ بات ہے	كَرِيمٍ	معزز فرشتے کی	عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ	عرش والے کے پاس

مگر نصیحت	لَاذِكْرُ	اور نہیں وہ	وَمَا هُوَ	ذی رتبہ	مَلِكِينَ
جہانوں کے لئے	لِلْعَالَمِينَ	غیب کی باتوں میں	عَلَى الصَّيْبِ	مقتدا	مُطَاعٍ
اس کے لئے جو چاہے	لِمَنْ شَاءَ	بخیل	بِضَنِينِ	وہاں (آسمانوں میں)	ثَمَّ
تم میں سے	مِنْكُمْ	اور نہیں وہ	وَمَا هُوَ	امانت دار	أَمِينٍ
کہ سیدھا چلے	أَنْ يَسْتَفِيمَ	بات	بِقَوْلِ	اور نہیں تمہارے ساتھی	وَمَا صَاحِبَكُمْ
اور نہیں چاہو گے تم	وَمَا تَشَاءُونَ	شیطان	شَيْطَانٍ	کچھ پاگل	يَبْجُنُونَ
مگر یہ کہ	إِلَّا أَنْ	مردود کی	تَحِينِهِ	اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ
چاہیں اللہ	يَشَاءَ اللَّهُ	پس کہاں	فَأَيُّنَ	دیکھا ہے انھوں نے اس کو	رَأَاهُ
پانہار	رَبِّ	جار ہے، ہوتم	تَذْهَبُونَ	آسمان کے کنارے میں	بِالْأَفْقِ
جہانوں کے	الْعَالَمِينَ	نہیں ہے وہ	إِنْ هُوَ	واضح	الْمُيِّنِينَ

### قرآن کریم جن دو واسطوں سے لوگوں تک پہنچا ہے ان کی اعتباریت کا بیان

قرآن کریم درحقیقت لوگوں کی طرف اتارا گیا ہے، سورۃ النحل (آیت ۴۴) میں ہے: ﴿لِنُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾ تاکہ آپ سکھوں کر سمجھائیں اس قرآن کو جو لوگوں کی طرف اتارا گیا ہے، یعنی سبھی لوگوں کی طرف اتارا گیا ہے، صرف مسلمانوں کے لئے نہیں، البتہ دو واسطوں سے قرآن لوگوں تک پہنچا ہے، ایک واسطہ: جبرئیل علیہ السلام کا ہے، دوسرا: نبی ﷺ کا، یہ دونوں واسطے معتبر اور قابل اعتبار ہیں، پہلے واسطہ میں پانچ اوصاف ہیں: (۱) وہ معزز و مکرم فرشتہ ہے (۲) وہ طاقت ور ہے (۳) وہ عرش کے مالک کے نزدیک ذی رتبہ ہے (۴) آسمانوں میں اس کی بات مانی جاتی ہے (۵) اور وہ امانت دار ہے، جو چیز اسے سونپی جائے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

اور نبی ﷺ کے تعلق سے چار باتیں بیان فرمائی ہیں: (۱) آپ فرزند ہیں، دیوانہ نہیں (۲) آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا ہے، پس آپ ان کو خوب پہچانتے ہیں، وہ آپ کے لئے انجانے نہیں (۳) آپ نجیب پر یعنی وحی کے ذریعہ جو باتیں آپ کو بتائی جاتی ہیں ان کو چھپاتے نہیں، اس بارے میں آپ بخیل نہیں (۴) قرآن شیطان مردود کی بات نہیں، وہ جتن پری سے باتیں لے کر کہانت نہیں کی۔

پھر تم کہاں جا رہے ہو؟ قرآن کریم کو اللہ کی کتاب کیوں نہیں مانتے؟ اور ایمان کیوں نہیں لاتے؟ قرآن کریم تو جہانوں کے پانہار کی طرف سے ایک نصیحت نامہ ہے، جو سیدھی راہ چلنا چاہے اس سے فائدہ اٹھائے، مگر جان لو کہ بندوں کی مشیت

اللہ کی مشیت کے تابع ہے، اللہ کے چاہے بغیر بندہ نہیں چاہ سکتا، پس اسی سے ایمان کی توفیق مانگو، محروم نہیں رہو گے!  
آیات پاک: — بے شک یہ قرآن ایک معزز بھیجے ہوئے فرشتہ کی بات ہے، جو قوت والا ہے، عرش کے مالک کے نزدیک ذی رتبہ ہے، وہاں آسمانوں میں اس کی بات مانی جاتی ہے، وہ قابل اعتماد ہے۔

اور تمہارے ساتھی (محمد ﷺ) کچھ دیوانے نہیں، اور بلاشبہ انھوں نے اس فرشتہ کو دیکھا ہے آسمان کے واضح کنارے میں — اس کی تفصیل سورۃ النجم میں ہے — اور وہ غیب کی باتوں میں تجھل بھی نہیں، اور وہ شیطان مردود کی بات بھی نہیں — پس تم کہاں جا رہے ہو؟ قرآن جہانوں کے لیے نصیحت ہی ہے، اس شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ چلنا چاہے، اور تم نہیں چاہو گے مگر یہ کہ اللہ رب العالمین چاہیں!

قرآن اللہ کا پاک کلام ہے، ہر اس انسان کے لئے ہے جو سیدھی راہ چلنا چاہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الانقطار

اس سورت میں بھی قیامت اور اس کے متعلقات کا بیان ہے، اور اس میں پانچ باتیں ہیں:  
پہلی بات: شروع میں قیامت کی منظر کشی کی ہے، جب قیامت کا وقت آئے گا تو تجھے اولیٰ کے بعد تین واقعات پیش آئیں گے، اور تجھے ثانیہ کے بعد ایک بات پیش آئے گی، یعنی قبریں الٹ دی جائیں گی، مردے نکل آئیں گے، اور قیامت شروع ہو جائے گی، اس دن ہر شخص اپنے اگلے پچھلے اعمال کو جان لے گا (شروع سورت سے آیت ۵ تک)  
دوسری بات: انسان کا گلہ شکوہ ہے کہ وہ اپنے رب کریم کے معاملہ میں کیوں دھوکہ کھائے ہوئے ہے؟ وہ ایسا کیوں خیال کرتا ہے کہ وہ سچی آقا اس کو دوبارہ پیدا نہیں کرے گا، حالانکہ جس آقا نے پہلی مرتبہ اس کو شاندار بنایا وہ دوسری مرتبہ بنانے سے کہوں عاجز ہو گیا (آیت ۶ سے آیت ۸ تک) (حضرت تھانوی قدس سرہ نے اس کو تفریع (دھمکانا) قرار دیا ہے)  
تیسری بات: انکار قیامت کی اصل وجہ بیان کی ہے کہ انسان اعمال کی جزاء سے دوچار ہونا نہیں چاہتا، اس لئے بعث بعد الموت کا انکار کرتا ہے، حالانکہ جزاء کے لئے ریکارڈ تیار کیا جا رہا ہے، کرنا کاتبین بندوں کے اعمال لکھ رہے ہیں، وہ اس کے تمام کاموں سے واقف ہیں، انسان سوچے! اگر جزا و سزا نہیں تو یہ ریکارڈ تیار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ (آیت ۹ سے آیت ۱۲ تک)

چوتھی بات: جزا و سزا بیان کی ہے کہ نیک لوگ جنت میں ہونگے اور بدکار دوزخ میں، وہ دوزخ میں قیامت کے دن

داخل ہونگے، پھر وہاں سے چھٹک نہیں سکیں گے (آیت ۱۳ سے آیت ۲۶ تک)  
 پانچویں بات: قیامت کے دن سارا اختیار اللہ کا ہوگا، اس دن کوئی شخص کسی شخص کے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا  
 (آیت ۷ سے آخر تک)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ (۸۲)  
 بِاَتْهَا ۱۹  
 وَبِوَعْدِهَا ۱

اِذَا السَّمَاءُ اِنْفَطَرَتْ ۙ وَاِذَا الْكُوْكُبُ اِنْتَثَرَتْ ۙ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِرَتْ ۙ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۙ عَلِمْتَ ۙ  
 نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ ۙ وَاٰخَرَتْ ۙ يَاۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ الَّذِي خَلَقَكَ  
 فَسَوَّكَ فَعَدَلَكَ ۙ فِيۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ۙ كَلَّا بَلْ تُكَدِّبُوْنَ بِالَّذِيْنَ ۙ وَاِنَّ  
 عَلَيْنٰكُمْ لَخٰفِظِيْنَ ۙ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۙ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۙ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيۤ نَعِيْمٍ ۙ  
 وَاِنَّ الْفٰجِرَ لَفِيۤ جَحِيْمٍ ۙ يَّصَلُوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۙ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغٰبِيْنَ ۙ وَمَا  
 اَدْرٰكَ مَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۙ ثُمَّ مَّا اَدْرٰكَ مَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۙ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ  
 شَيْۤآءًا وَّالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلّٰهِ ۙ

اِذَا السَّمَاءُ	جَبَّ اَسْمَانُ	وَاِذَا الْقُبُوْرُ	وَاِذَا السَّمَاءُ	اِذَا السَّمَاءُ
اِنْفَطَرَتْ (۱)	پھٹ جائے گا	بُعْثِرَتْ (۲)	وَاِذَا الْكُوْكُبُ	اِنْفَطَرَتْ (۱)
وَاِذَا الْكُوْكُبُ	اور جب ستارے	عَلِمْتَ	اِنْتَثَرَتْ (۲)	وَاِذَا الْكُوْكُبُ
اِنْتَثَرَتْ (۲)	جھڑ جائیں گے	نَفْسٌ	وَاِذَا الْبِحَارُ	اِنْتَثَرَتْ (۲)
وَاِذَا الْبِحَارُ	اور جب سمندر	مَّا قَدَّمَتْ	فُجِرَتْ (۳)	وَاِذَا الْبِحَارُ
فُجِرَتْ (۳)	اہل پڑیں گے	وَاٰخَرَتْ		فُجِرَتْ (۳)

(۱) انفطار: پھٹنا، باب الفعال (۲) انتثار: جھڑنا، نثر الشیء: کھیرنا (۳) تفعیر: (چشمہ) جاری کرنا (۴) بعثرة (فعللة) الٹ پلٹ دینا، قبروں کو اکھاڑ دینا، نیچے کی مٹی اوپر لے آنا (۵) کریم کارو میں ترجمہ نہیں ہو سکتا، کریم: ایسا بڑا سخی اور فیاض جس کی بخشش و عطا کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہو (القاموس الوحید)

خَلَقَكَ	تجھ کو پیدا کیا	يَعْلَمُونَ	جاننے ہیں	الَّذِينَ	الذہبن	جزاء کا
قَسَبَكَ	پس ٹھیک بنایا تجھ کو	مَا تَفْعَلُونَ	جو کرتے ہو تم	ثُمَّ مَا آذَرَكَ	پھر تجھے کیا پتہ	
فَعَدَلَكَ	پھر برابر کیا تجھ کو	إِنَّ الْأَبْرَارَ	بے شک نیک لوگ	مَا يَوْمُهُمْ	کیا ہے دن	
فِي آيَةِ صُورَةٍ مَّا	جوں ہی صورت میں بھی	لَفِي نَعِيمٍ	البتہ نعمتوں میں ہونگے	الَّذِينَ	جزاء کا	
شَاءَ	چاہا اس نے	وَأَنَّ الْفُجَّارَ	اور بے شک بدکار	يَوْمَهُمْ	اس دن	
رَكِبَكَ	تجھے جوڑ دیا	لَفِي جَحِيمٍ	البتہ دوزخ میں ہونگے	لَا تَمْلِكُ	نہیں مالک ہوگا	
كَلَّا	ہرگز نہیں	يُضِلُّونَهَا	داخل ہونگے وہ اس میں	نَفْسٌ	کوئی شخص	
بَلْ كَذَّبَتْ بَوْنٌ	بلکہ جھٹلاتے ہو تم	يَوْمَ الَّذِينَ	جزاء کے دن	لِنَفْسٍ	کسی شخص کے لئے	
بِالَّذِينَ	جزاء کو	وَمَا هُمْ	اور نہیں ہونگے وہ	شَيْئًا	کسی چیز کا	
وَأَنَّ عَلَيْكُمْ	اور بے شک تم پر ہیں	عَنْهَا	دوزخ سے	وَالْآخِرُ	اور معاملہ	
لِخَافِظِينَ	بالیقین نگہبان	بِعَابِيبِينَ	غائب ہونے والے	يَوْمَ يَدْعَا	اس دن	
كِرَامًا	عزت والے	وَمَا آذَرَكَ	اور تجھے کیا پتہ	لِلَّهِ	اللہ کے اختیار میں ہوگا	
كَاتِبِينَ	لکھنے والے	مَا يَوْمُهُمْ	کیا ہے دن			

### قیامت کی ہولناکی

جب آسمان پھٹ جائے گا، اور ستارے جھڑ جائیں گے، اور سمندر ابل پڑیں گے — یہ واقعات فتح اولیٰ کے بعد پیش آئیں گے — اور جب قبریں الٹ دی جائیں گی — اور مردے نکل پڑیں گے — اس وقت ہر انسان جان لے گا جو آگے بڑھایا اس نے اور جو پیچھے چھوڑا اس نے — آگے بڑھایا: یعنی عمل کر کے آگے بھیج دیا، جیسے نماز پڑھ کر اور زکات دے کر آخرت میں ذخیرہ کر لیا، اور پیچھے چھوڑا: یعنی کوئی ایسا کام کر کے گیا جس کا اثر موت کے بعد بھی جاری رہا، جیسے کوئی رفاہی کام کر گیا۔

جب یہ واقعات رونما ہونگے تو انسان پر کیا بیتے گی؟ فتح اولیٰ پر سارا کارخانہ آٹھل پٹھل ہو جائے گا، کوئی چیز اپنی حالت پر برقرار نہیں رہے گی، اس دن انسان کے بھی ہوش اڑ جائیں گے، پس اس دن سے ڈرو، اور اس کے لئے تیاری کرو۔

انسان کا گلہ شکوہ کہ وہ اپنے رب کریم کے معاملہ میں دھوکے میں کیوں پڑا ہوا ہے؟

انسان خیال کرتا ہے کہ اس کا کریم آقا اس کو دوبارہ پیدا نہیں کرے گا، حالانکہ اس نے پہلی مرتبہ اس کو شاندار بنایا ہے،

پس کیا وہ دوسری بار پیدا کرنے سے عاجز ہو گیا؟ — اے انسان! تجھے کس چیز نے دھوکہ میں ڈالا، تیرے رب کریم کے معاملہ میں؟ — رب کریم کے معاملہ میں: یعنی بعث بعد الموت کے معاملہ میں — جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے ٹھیک بنایا — تیرا بدن، بجوی اور شکل و صورت شاندار بنائی — پھر تجھے برابر کیا — یعنی اخلاق و عادات میں معتدل بنایا — اور اس نے جس صورت میں بھی چاہا تجھے جوڑ دیا — کوئی بھی دو انسان ایک شکل و صورت کے نہیں ہیں، ہر دو میں کچھ نہ کچھ فرق ہے، یہ اللہ کی کارگیری کا کمال ہے۔

انسان کو اللہ نے اپنا احسان و کرم یاد دلایا ہے کہ وہ اپنی شکل و صورت، بدن اور قد و قامت میں غور کرے، پھر اپنی صلاحیتوں کو سوچے: اللہ نے اس کو کیسا شاندار اور کیسا باکمال بنایا ہے؟ کیا اس کے اس احسان کا شکر یہ ہے کہ اس کو دوسری مرتبہ پیدا کرنے سے عاجز تصور کر لیا جائے!

بعث بعد الموت کے انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ انسان جزائے اعمال سے دوچار ہونا نہیں چاہتا ہرگز نہیں — یعنی دوبارہ زندہ ہونے کا انکار مت کر — بلکہ تم جزاء کے دن کو جھٹلاتے ہو — یعنی انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ تم نہیں چاہتے کہ تمہیں جزاء کے دن سے سابقہ پڑے — حالانکہ تم پر یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں، وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو — یہ ریکارڈ اسی لئے تیار کر لیا جا رہا ہے کہ ایک دن انصاف کیا جائے گا، اور ہر ایک کو قدر واقعی جزاؤں سے ملے گی۔

### انصاف کے دن کیا فیصلہ ہوگا؟

بے شک نیک لوگ جنت میں ہونگے، اور بدکار دوزخ میں، جس میں وہ انصاف کے دن داخل ہونگے، اور وہ دوزخ سے چھٹک نہیں سکیں گے! — سدا اس میں سڑیں گے۔

### انصاف کے دن سارا اختیار اللہ کا ہوگا

اور تجھے معلوم ہے انصاف کا دن کیا ہے؟ پھر (کہتا ہوں) تجھے معلوم ہے انصاف کا دن کیا ہے؟ اس دن کوئی کسی کے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا، اس دن سارا اختیار اللہ ہی کا ہوگا! — آج بھی سارا اختیار اللہ ہی کا ہے، مگر بظاہر دوسرے بھی دعویٰ رکھتے ہیں، مگر اس دن کوئی دعوے دار نہیں ہوگا: ﴿لَمِنَ الْمَلٰٓئِكِ الْيَوْمَ ۙ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾: قیامت کے دن سوال ہوگا: آج کس کی حکومت ہے؟ سب لرز جائیں گے، کسی میں جواب دینے کی ہمت نہ ہوگی، پس خود ہی جواب دیں گے: ایک غالب اللہ کی حکومت ہے، جزاء کے دن کے وہی مالک ہیں!

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورۃ التطفیف

اس سورت کے دو نام ہیں: التطفیف اور المطففین، طُفَّفَ المکیال کے معنی ہیں: پیمانے کو پورا نہ بھرنا، کم رکھنا۔ سورۃ الانفطار قیامت کے تذکرہ پر پوری ہوئی تھی، یہ اسی کے تذکرہ سے شروع ہو رہی ہے، وہ لوگ کم ناپتے تو لتے ہیں جن کو نہ خدا کا خوف ہے نہ قیامت کا ڈر! پس اس سورت کا موضوع بھی قیامت اور جزا و سزا کا بیان ہے، اور اس سورت میں بنیادی مضامین چار ہیں:

۱- شروع میں کم ناپنے تو لنے والوں کے لئے وعید ہے، جب وہ حساب کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونگے تو ان کے لئے بڑی کم سختی ہوگی۔

۲- بدکاروں کا ٹھکانا جمیل خانہ (دوزخ) ہے، پھر جنہیوں کے بارے میں پانچ باتیں بیان کی ہیں۔

۳- نیکو کاروں کا ٹھکانا بالا خانہ (جنت) ہے، پھر ان کی پانچ نعمتوں کا ذکر ہے۔

۴- دنیا میں جو لوگ مسلمانوں کا ٹھٹھا کرتے ہیں: آخرت میں جب پانسہ پلٹے گا تو مسلمان: کفار پر ہنسیں گے، اور

ان کو قہر واقعی سزا ملے گی۔



وَيْلٌ لِّلْمُطْفِفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا كُنْتَالُوْا عَلَيۡ النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وُزِنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ الْاَيۡظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنۡهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لَيُوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

وہ لوگ کہ جب

الَّذِيْنَ اِذَا

گھٹانے والوں کیلئے

لِلْمُطْفِفِيْنَ<sup>(۱)</sup>

بڑی کم سختی ہے

وَيْلٌ

(۱) مُطْفِفٌ: اسم فاعل: تطفیف: ناپ تول میں کمی کرنا۔

ایک بڑے دن میں	لَيَوْمٍ عَظِيمٍ	(تو) گھٹا کر دیتے ہیں	يُخْسِرُونَ	ناپ کر لیتے ہیں	الْكٰتِلٰٓؤُا۟ (۱)
جس دن	يَوْمَ	کیا گمان نہیں کرتے	اَلَا يَنْظُنُّ	لوگوں سے	عَلَى النَّٰسِ
کھڑے ہونگے	يَقُومُوۡرُ	وہ لوگ	اُو۟لٰٓئِكَ	(تو) پورا پورا لیتے ہیں	يَسْتَوْفُوۡنَ
لوگ	النَّٰسِ	کہ وہ	اَنۡتَهُمۡ	اور جب ان کو ناپ کر	وَاِذَا كَاۡلُوۡهُمۡ (۲)
رب کے لئے	لِرَبِّ	دوبارہ زندہ کئے جائیں	مَبْعُوۡثُوۡنَ	دیتے ہیں	
جہانوں کے	الْعٰلَمِيۡنَ	گے		یا ان کو تول کر دیتے ہیں	اَزُوۡرُوۡهُمۡ

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن بڑی کم سختی ہوگی

جو لوگ دوسروں سے تو پورا ناپ کر لیتے ہیں، مگر دوسروں کو کم ناپ تول کر دیتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن، بہت بڑی تباہی، بربادی اور عذاب ہوگا، ارشاد فرماتے ہیں: — بڑی کم سختی ہے گھٹانے والوں کے لئے! یہ وہ لوگ ہیں کہ جب وہ دوسروں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں۔ اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کمی کرتے ہیں، کیا ان کو خیال نہیں کہ وہ ایک بڑے دن میں زندہ کئے جائیں گے، جس دن تمام آدمی پروردگار عالم کے سامنے کھڑے ہونگے۔ تفسیر: ڈنڈی مارنا بہت بری عادت ہے، آج کل بعض دوکاندار ایسا کرتے ہیں، اور حدیث میں ہے کہ جن لوگوں میں بھی کم تولنے ناپنے کی بیماری پیدا ہوگی ان کی پیداوار گھٹ جائے گی، قحط پڑے گا اور کھانے کے لالے پڑ جائیں گے، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بازار سے گذرتے تو دوکانداروں سے فرماتے: اللہ سے ڈرو! پورا ناپ تولو! کیونکہ قیامت کے دن کم ناپنے تولنے والے اس طرح کھڑے کئے جائیں گے کہ وہ پسینہ میں شرابور ہونگے، اور ترمذی شریف میں حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کی حدیث (نمبر ۲۳۱۵) ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو سورج بندوں سے قریب کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ ایک یا دو میل (Mile) رہ جائے گا، پس سورج لوگوں کو پگھلا دے گا، لوگ اپنے اعمال کے بقدر پسینہ میں ہونگے، کسی کو پسینہ ایڑی تک پکڑے گا، کسی کو گھٹنوں تک، کسی کو کمر تک اور کسی کو پسینہ لگام دیدے گا یعنی پسینہ منہ تک پہنچ جائے گا اور کلام سے روک دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کیا کم ناپنے تولنے والوں کو اس بات کا اندیشہ نہیں کہ ان کو قیامت کے دن زندہ ہو کر اٹھنا ہے، اور رب العالمین کے سامنے کھڑا ہونا ہے، اس دن مصیبت کا جو عالم ہوگا اس کا ہم آج تصور بھی نہیں کر سکتے، پس جان لو کہ (۱) اٰتَمَالٍ مِنْهُ وَعَلَيْهِ: کسی سے اپنے لئے خود ناپ کر لینا (باب اِتِّعَالَ) (۲) كَالْوَهْمِ: اُمی كالوا لهم، اسی طرح وزونوهم: اُمی وزنوا لهم۔



ناپ تول میں دھوکہ مسلمانوں کا کام نہیں، یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جن کو نہ خدا کا خوف ہے نہ آخرت کا ڈر! اللہ تعالیٰ اس ناپاک حرکت سے ہماری حفاظت فرمائیں (آمین)

دوسری حق تلفیوں کا حکم: نبی ﷺ کا پاک ارشاد ہے: جس نے اپنے مسلمان بھائی کی کوئی حق تلفی کی، خواہ اس کا تعلق آبرو سے ہو یا کسی اور معاملہ سے، پس چاہئے کہ وہ اس سے آج معاف کر لے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جب نہ دینار ہوگا نہ درہم، اگر ظالم کے پاس نیکی ہوگی تو اس سے ظلم کے بقدر لیا جائے گا، اور اگر نیکی نہیں ہوگی تو مظلوم کی برائیوں میں سے اس پر لاداجائے گا (بخاری شریف حدیث ۲۴۳۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر حق تلفی خطرناک ہے، حقوق اللہ کی معافی تو ممکن ہے کہ اللہ کریم ہیں، مگر حقوق العباد کا معاملہ سنگین ہے، حدیث میں ہے کہ شہادت سے بھی قرضہ معاف نہیں ہوتا، حق العبد بندے کے معاف کرنے ہی سے معاف ہوگا، اور قیامت کے دن سب محتاج ہوں گے، ہر ایک اپنا حق وصول کرے گا، کوئی کسی کو معاف نہیں کرے گا۔

سوال: لینے کی طرف صرف ناپنے کا ذکر کیا، اور دینے کی طرف کم ناپنے تو لے کا ذکر کیا اس کی کیا وجہ ہے؟  
جواب: اپنا حق پورا وصول کرنا مذموم نہیں، اس کے ذکر سے مقصود کم دینے کی مذمت کو موملہ کرنا ہے، یعنی کم دینا اگر چہ فی نفسہ مذموم ہے لیکن اس کے ساتھ اگر لیتے وقت پورا لیا جائے تو اور بھی مذموم ہے، اس لئے پہلے اختصار کیا۔

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُتُورِ لَفِي سَجِينٍ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَجِينٌ ۝ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ۝ وَإِنَّ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ الَّذِينَ يَكْذِبُونَ يَوْمَ الدِّينِ ۝ وَمَا يَكْذِبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ إِذَا تُنْتَلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝

گلا	ہرگز نہیں	ما سَجِينٌ	قید خانہ کیا ہے؟	لِّلْمُكَذِّبِينَ	جھٹلانے والوں کیلئے
إِنَّ كِتَابَ	بے شک نوشتہ	كِتَابٌ	ایک نوشتہ ہے	الدِّينِ	وہ جو
الْفُتُورِ	بدکاروں کا	مَّرْقُومٌ	لکھا ہوا	يَكْذِبُونَ	جھٹلاتے ہیں
لَفِي سَجِينٍ <sup>(۱)</sup>	البتہ قید خانہ میں ہے	وَإِنَّ	بڑی کم بختی ہے	يَوْمَ	دن کو
وَمَا أَدْرَاكَ	اور تجھے کیا پتہ	يَوْمَئِذٍ	اس دن	الدِّينِ	جزاء کے

(۱) سَجِين اور سَجْن: مترادف ہیں: جیل، قید خانہ، یہ کوئی نیا لفظ نہیں، سورۃ بنی اسرائیل (آیت ۸) میں جہنم کے لئے حصیر آیا ہے، ما سَجِين: امی ما فی سَجِين۔

وَمَا يَكْتُمِبُ بِهِ الْأَكْمَلُ مُعْتَدٍ	اور نہیں جھٹلاتا اس کو مگر ہر حد سے بڑھنے والا	اَرْتَبِعْ اِذَا تَنَطَّلَ عَلَيْهِ اِيْتْنَا	گنہگار جب پڑھی جاتی ہیں اس کے سامنے ہماری آیتیں	قَالَ اَسَاطِيذُ الْاَكْوَابِيْنَ	کہتا ہے کہانیاں ہیں انگلوں کی!
---	---	--	--	---	--------------------------------------

کفار جو جزاء کے دن کو جھٹلاتے ہیں ان کے ناموں کا رجسٹر جیل (دوزخ) میں ہے

پہلے ترمذی شریف کی ایک حدیث (نمبر ۲۱۴۱) پڑھ لیں جس میں یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور جہنمیوں کے نام رجسٹروں میں لکھ لئے ہیں:

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ گھر میں سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے، در اس حالیکہ آپ کے ہاتھ میں دو رجسٹر تھے، پس فرمایا: ”جانتے ہو یہ دو رجسٹر کیا ہیں؟“ ہم نے کہا: نہیں، اے اللہ کے رسول! مگر یہ کہ آپ ہمیں بتلائیں (تو ہم جان سکتے ہیں) پس آپ نے اس رجسٹر کے لئے جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھا، فرمایا: ”یہ تمام جہانوں کے پالنہار کی طرف سے ایک رجسٹر ہے جس میں جنتیوں کے، ان کے باپ دادوں کے اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں، پھر ان کے آخر میں میزان لگادی گئی ہے یعنی ٹول کر دیا گیا ہے، پس کبھی بھی نہ تو ان میں کوئی اضافہ کیا جائے گا اور نہ ان میں کوئی کمی کی جائے گی“ پھر آپ نے اس رجسٹر کے لئے جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھا، فرمایا: ”یہ تمام جہانوں کے پالنہار کی طرف سے ایک رجسٹر ہے، اس میں جہنمیوں کے، ان کے باپ دادوں کے اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں، پھر ان کے آخر میں میزان لگادی گئی ہے، پس کبھی بھی نہ تو ان میں کوئی اضافہ کیا جائے گا اور نہ ان میں کوئی کمی کی جائے گی“

تشریح: یہ دو رجسٹر جو آپ کے ہاتھوں میں تھے: محسوس تھے یا معنوی؟ حدیث سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ محسوس تھے، اور دوسری دنیا کی چیزیں جس طرح انبیاء کے لئے متمثل ہوتی ہیں صحابہ وغیرہ کے لئے بھی کبھی متمثل ہوتی ہیں، مثلاً حضرت جبریل علیہ السلام کبھی صحابہ کو بھی نظر آتے تھے، اسی طرح اگر یہ رجسٹر صحابہ کو بھی نظر آئے ہوں تو اس میں کوئی استبعاد نہیں۔

رہا یہ سوال کہ اتنے سارے نام ایک ایک رجسٹر میں کیسے آگئے؟ اور اتنے بڑے بڑے رجسٹر ہاتھوں میں لے کر آپ کیسے تشریف لائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب کمپیوٹر اور ڈی جیٹل کا زمانہ ہے، بڑے سے بڑا کتب خانہ ایک چھوٹی سی چٹ میں آجاتا ہے، پس یہ سارے نام قابل تحمل رجسٹروں میں کیوں نہیں آسکتے؟

ارشاد پاک ہے: جزاء کا انکار مت کرو، بدکاروں کے ناموں کا رجسٹر جیل خانہ (دوزخ) میں ہے، اور جہاں ان کا رجسٹر ہے وہاں وہ خود بھی ہونگے، جیسے کتب خانہ کا رجسٹر کتب خانہ میں ہوتا ہے، اور جس دن دوزخی وہاں پہنچیں گے ان کے لئے بربادی اور ہلاکت ہوگی، اور وہ ان کی روز جزاء کی تکذیب کا نتیجہ ہوگی۔

﴿كَلَّا لَآ اَن كُتِبَ لَآ الْفَجْرَ لَفِي سِجِّينَ ۝ وَمَا اَذْرَاكَ مَا سِجِّينَ ۝ كَتَبْنَا قُرْآنًا وَمَا نُوْمِدُ لَلْمُكذِّبِينَ ۝  
الَّذِينَ يَكذِبُونَ يَوْمَ الذِّنِّ ۝﴾

ترجمہ: ہرگز نہیں — یعنی جزاء کا انکار مت کرو — بے شک بدکاروں کا رجسٹر جیل (دوزخ) میں ہے اور تجھے کیا خبر جیل کیا ہے؟ وہ ایک لکھا ہوا رجسٹر ہے — اُس رجسٹر میں جن کے نام ہیں جب وہ دوزخ میں پہنچیں گے تو — اُس دن بڑی کم سختی ہوگی جھٹلانے والوں کے لئے جو جزاء کے دن کو جھٹلاتے ہیں!

جزاء کے دن کا انکار سرکش گنہگار ہی کرتا ہے

سکشی اور گناہ سے دلچسپی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہیں، پھر اس کے اندھا پن کی کوئی حد نہیں رہتی، یہاں تک کہ جب اس کے سامنے اللہ کا کلام پڑھا جاتا تو کہہ دیتا ہے: اس میں کیا رکھا ہے؟ یہ تو اگلوں کی مذہبی جھوٹی داستانیں ہیں! حالانکہ قرآن کی باتوں کو سن کر کانپ جانا چاہئے تھا، عبرت حاصل کرنی چاہئے تھی، اللہ کے قانون قدرت سے ڈرنا چاہئے تھا، اس کی پکڑ سے کوئی بچ نہیں سکتا، مگر ہائے رے کم سختی! جب آدمی عقل سے پیدل ہو جائے تو کیسی کیسی حماقت بھری باتیں کرتا ہے!

﴿وَمَا يَكذِّبُ بِهَا اِلَّا كُلُّ مُعْتَدِلٍ اٰتِيهِمْ ۝ اِذَا نُنزِلَتْ عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: اور جزاء کے دن کو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے تجاوز کرنے والا گنہگار ہے، جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے: یہ پہلوں کی کہانیاں ہیں!

كَلَّا بَلْ سَرَّ اَن عَلٰٓ قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّا لَآ اِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمْ حٰجِبُوْنَ ۝  
ثُمَّ لَآ اِنَّهُمْ لَصَالُوْا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ تَكذِّبُوْنَ ۝

اے پروردگار سے	عَنْ رَبِّهِمْ	اس کا جو تھے	مَا كَانُوْا	ہرگز نہیں	كَلَّا
اس دن	يَوْمَئِذٍ	کماتے	يَكْسِبُوْنَ	بلکہ	بَلْ
البتہ پردے میں کئے	لَّمْ حٰجِبُوْنَ	ہرگز نہیں	كَلَّا	زنگ بیٹھ گیا ہے	رَانَ
ہوئے ہونگے	ثُمَّ لَآ اِنَّهُمْ لَصَالُوْا الْجَحِيْمِ ۝	بے شک وہ	ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهٖ تَكذِّبُوْنَ ۝	ان کے دلوں پر	عَلٰٓ قُلُوْبِهِمْ

یہ ہے جو	هَذَا الَّذِي	دوزخ میں	الْبَحِيمِ	پھر	ثُمَّ
تھے تم اس کو	كُنْتُمْ بِهِ	پھر	ثُمَّ	بے شک وہ	رَأَيْتُمْ
جھٹلاتے	تَكْتُمُونَ	کہا جائے گا	يُقَالُ	البتہ داخل ہونے والے ہیں	نَصَاوًا

تکذیب کی اصل وجہ یہ ہے کہ تکذیب کرنے والوں کے دلوں پر ان کے کرتوں کا رنگ بیٹھ گیا ہے دل انسان کا سب سے اہم عضو ہے، جب اس کو کوئی شخص برابر گناہ پر لگائے رہے تو وہ سیاہ ہو جاتا ہے، قبول حق کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے، اور بالآخر دل مردہ ہو جاتا ہے، ترمذی شریف کی حدیث (نمبر ۳۳۵۷) ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگا دیا جاتا ہے، پھر جب وہ گناہ سے نکل جاتا ہے اور بخشش طلب کرتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے، اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اس دھبہ میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے، اور یہی وہ رنگ ہے جس کا اللہ پاک نے: ﴿كَلَّا بَلْ عَصَاكَ﴾ میں ذکر کیا ہے“

﴿كَلَّا بَلْ عَصَاكَ عَلَا فَلَوْ يَرَوْنَ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾

ترجمہ: ہرگز نہیں — یعنی قرآن ان گلوں کی کہانیاں نہیں — درحقیقت ان کے دلوں پر رنگ بیٹھ گیا ہے ان کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے — اس وجہ سے قبول حق کی صلاحیت ختم ہو گئی، اور وہ قرآن کو اللہ کی کتاب ماننے کے لئے تیار نہیں!

مکذبین آخرت میں دیدارِ خداوندی سے محروم ہونگے اور وہ ان کے لئے بڑی سزا ہوگی

جھٹلانے والوں کو آخرت میں ایک بڑی سزا ملے گی کہ وہ جمالِ خداوندی کی زیارت سے محروم ہونگے اور یہ ان کے لئے بڑی سزا ہوگی، اور یہ محرومی اسی وقت سزا ہو سکتی ہے جب ان کے دلوں میں اللہ کی انتہائی محبت اور دیدار کا شوق ہو، عاشق کو معشوق کے دیدار سے محروم رکھا جائے تو اس کی جان نکل جائے گی اور غیر عاشق کو محروم رکھا جائے تو وہ کہے گا: میرے پاؤں سے! مجھے دیکھنا ہی نہیں!

انسان کی فطرت میں بھی اللہ کی محبت رچی بسی ہے، خالق و مخلوق کا رشتہ باپ بیٹے کے رشتے سے قوی ہے، بندہ اگر فرنٹ (FRONT) ہو جائے تو بھی دل میں کمزور محبت ختم نہیں ہوتی، اس لئے آخرت میں کفار بھی دیدارِ خداوندی کے مشتاق ہونگے، اور اُس نعمت بے بہا سے محرومی ان کے لئے بڑی سزا ہوگی۔

﴿ كَلَّا إِنَّكُمْ عَنْ رَبِّكُمْ يَوْمَئِذٍ لَمَخْجُونُونَ ﴾ ﴿

ترجمہ: ہرگز نہیں — جزاؤں کا انکار کرتے — بے شک وہ لوگ اس دن اپنے پروردگار سے پردے میں کئے ہوئے ہونگے!

بالآخر مکذبین دوزخ میں داخل کئے جائیں گے

اس کے بعد جزاؤں کا انکار کرنے والوں کو دوزخ میں ڈالا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا: تمہیں دنیا میں اپنے برے انجام کا یقین نہیں تھا، اب اپنی آنکھوں سے اس دوزخ کو دیکھ لو جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے!

﴿ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيمِ ۖ ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَكْتُمُونَ ﴾ ﴿

ترجمہ: پھر بے شک وہ دوزخ میں داخل کئے جائیں گے، پھر کہا جائے گا: ”یہی وہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے!“

كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ۖ وَمَا أَذْرُكَ مَا عِلِّيُّونَ ۖ كِتَابٌ مَرْقُومٌ ۖ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ۖ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ۖ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ۖ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ۖ يُسْقُونَ مِنْ رَاحِقٍ مُتَمَمَّةٍ ۖ خِتْمَهُ مِسْكٌَ فِي ذَاكٍ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ۖ وَرِزْقُهُمْ مِنْ تَحْتِهَا ۖ عَيْنًا يُشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ۖ

کَلَّا	ہرگز نہیں	کِتَابٌ	ایک رجسٹر ہے	عَلَى الْأَرَائِكِ	مسرہ یوں پر
إِنَّ كِتَابَ	بے شک رجسٹر	مَرْقُومٌ	لکھا ہوا	يَنْظُرُونَ	دیکھ رہے ہونگے
الْأَبْرَارِ	نیکیوں کا	يَشْهَدُهُ	دیکھیں گے اس کو	تَعْرِفُ	پہچانیں گے آپ
لَفِي عِلِّيِّينَ <sup>(۱)</sup>	البتہ بالاخانوں میں ہے	الْمُقَرَّبُونَ	مقرب بندے	فِي وُجُوهِهِمْ	ان کے چہروں میں
وَمَا أَذْرُكَ	اور تجھے کیا پتہ	إِنَّ الْأَبْرَارَ	بے شک نیک لوگ	نَضْرَةَ	تازگی
مَا عِلِّيُّونَ	بالاخانے کیا ہیں؟	لَفِي نَعِيمٍ	یقیناً نعمتوں میں ہونگے	النَّعِيمِ	نعمتوں کی

(۱) الْعِلِّيُّ: بلند ترین جگہ یا بلند ترین درجہ الْعِلِّيُّونَ: جنت کے اعلیٰ مقام کا نام، داؤنون اعرابی ہیں اور ما علیون؟ ای ما فی علیین؟ طرف بول کر مظرف مراد لیا ہے۔

یُسْقَوْنَ مِنْ لَدُنْحِنَا <sup>(۱)</sup> مَعْتَبَرًا خِزْمَةً مِنْ سُنْبُكٍ	پلائے جائیں گے خالص شراب سے مہر لگی ہوئی اس کی مہر مشک ہے	فِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَزَّلِ الْمُرْتَدُونَ وَهُرَّاجَةٌ مِنْ تَنْزِيمٍ	اور اس میں پس چاہئے کہ ریس کریں ریس کرنے والے اور اس کی ملونی تسним سے ہے	عَبْنًا يُنشَبُ رَبْعًا الْمُقَرَّبُونَ	ایک چشمہ پھیں گے اس سے مقرب بندے
---	---	---	---	--	---

نیک لوگوں کے ناموں اور کاموں کا رجسٹر جنت میں ہے، اور وہاں ان پر پانچ نوازشات جزا سزا کا انکرامت کرو، بدکاروں کی بد انجامی تم دیکھ چکے، اب نیکو کاروں کی نیک انجامی بھی دیکھو، ابرار کے ناموں اور کاموں کا دفتر جنت کے بالا خانوں میں ہے، پس وہ بھی وہاں ہونگے، اور وہاں ان پر پانچ نوازشات ہونگی:

۱- ان کے ناموں اور کاموں کے دفتر کو مقرب بندے: ملائکہ اور مومنین شوق سے دیکھیں گے، اور جب کسی کے کارنامہ کو اہل نظر سہرتے ہیں تو آدمی پھولا نہیں سماتا، محل بنایا، باغ لگایا یا کوئی چیز ایجاد کی، اور ماہرین نے اس کو شوق سے دیکھا اور تعریف کی تو یہ عامل کے لئے سب سے بڑا صلہ ہے۔

۲- جنتیوں کو جنت میں ہر نعمت حاصل ہوگی، کسی چیز کا ٹوٹا نہیں ہوگا، ان کو وہاں ہر طرح کی سہولت، خوشی، راحت اور عزت حاصل ہوگی۔

۳- وہ مسہریوں پر بیٹھے نظارہ کریں گے، مسہریاں کیسی ہونگی؟ جیسی جنت ہوگی ویسی ہی مسہریاں ہونگی! ابھی ان کی خوبی کوئی نہیں بتلا سکتا، اور کس چیز کا نظارہ کریں گے؟ گرد و پیش کا نظارہ کریں گے، جیسے آدمی لالہ زار میں بیٹھ کر چاروں طرف دیکھتا ہے اور خوش ہوتا ہے، اسی طرح جنتی جنت کے نظارے سے لطف اٹھائیں گے۔

۴- جنتیوں کے چہروں سے تازگی ٹپک رہی ہوگی، ایسے آدمی کے چہرے پر چمک دمک ہوتی ہے جس کو ہر طرح کا آرام اور اطمینان نصیب ہو، ایک جنت ہی ایسی جگہ ہے جہاں ہمیشہ جی لگا رہے گا۔

۵- نیک لوگوں کو جنت میں خالص سر بہر شراب ملے گی، جس کی ڈاٹ مشک کی ہوگی، اور اس میں تسنیم کی ملونی ہوگی، تسنیم جنت میں ایک چشمہ ہے، مقربین (سابقین) کو تو اسی چشمہ سے پلایا جائے گا، اور ابرار کے لئے اس میں سے ملونی کی جائے گی، اور یہ جام ایسی نعمت ہے کہ ریس کرنے والے اس کو حاصل کرنے کے لئے ریس کریں، یعنی نیک کام کریں تاکہ ان کو وہ جام نصیب ہو۔

(۱) الر حیق: صاف و خالص شراب (۲) تنافس القوم فی کذا: کسی چیز کے حاصل کرنے میں باہم مقابلہ کرنا، ریس کرنا، کسی کو نقصان پہنچانے بغیر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا۔

آیات پاک: — ہرگز نہیں — یعنی جزاء کا انکار مت کرو — بے شک نیک لوگوں کا رجسٹر جنت کے بالا خانوں میں ہے، اور تجھے کیا خبر ان بالا خانوں میں کیا ہے؟ وہاں لکھا ہوا ایک رجسٹر ہے: (۱) جس کو مقررین دیکھتے ہیں (۲) بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہونگے (۳) مسہریوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہونگے (۴) اور ان کے چہروں پر آپ نعمتوں کی تازگی دیکھیں گے (۵) وہ سب بھر خالص شراب پلائے جائیں گے، اور اس کی مہر مشک کی ہوگی، پس چاہئے کہ مقابلہ کرنے والے اس میں مقابلہ کریں، اور اس میں ملوثی تسنیم کی ہوگی، اور وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پیتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ أُجْرُمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ۖ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ۖ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ۖ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ۚ وَمَا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَفِظِينَ ۗ قَالَ يَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ۚ عَلَىٰ الْأَرَائِكِ ۚ يَنْظُرُونَ ۗ هَلْ ثَوَّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۗ

بج

جولوگ	الَّذِينَ	پلٹتے ہیں	انْقَلَبُوا	بے شک جنھوں نے	إِنَّ الَّذِينَ
ایمان لائے	آمَنُوا	خوش طبعی کرتے ہوئے	فَكِهِينَ <sup>(۲)</sup>	گناہ کیا	أُجْرُمُوا
کافروں سے	مِنَ الْكُفَّارِ	اور جب دیکھتے ہیں ان کو	وَإِذَا رَأَوْهُمْ	وہ ان سے جو	كَانُوا مِنَ الَّذِينَ
ہنسیں گے	يَضْحَكُونَ	کہتے ہیں	قَالُوا	ایمان لائے	آمَنُوا
مسہریوں پر	عَلَىٰ الْأَرَائِكِ	بے شک یہ لوگ	إِنَّ هَٰؤُلَاءِ	ہنستے ہیں	يَضْحَكُونَ
دیکھیں گے	يَنْظُرُونَ	یقیناً جبکہ ہوئے ہیں	لَضَالُّونَ	اور جب گذرتے ہیں	وَإِذَا مَرُّوا
واقعی	هَلْ <sup>(۳)</sup>	اور نہیں بھیجے گئے وہ	وَمَا أَرْسَلْنَا	ان کے پاس سے	بِهِمْ
بدلہ دیئے گئے	ثَوَّبَ	ان پر	عَلَيْهِمْ	آنکھیں مارتے ہیں	يَتَغَامَزُونَ <sup>(۱)</sup>
کافر	الْكُفَّارِ	نگہبان بنا کر	حَفِظِينَ	اور جب پلٹتے ہیں	وَإِذَا انْقَلَبُوا
ان کا مل کا جو کو کہتے تھے	مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ	پس آج	قَالِيَوْمَ	اپنے گھر والوں کی طرف	إِلَىٰ أَهْلِهِمْ

(۱) غمز (ض) بالعين: آنکھ سے اشارہ کرنا، آنکھ مارنا (۲) فکھین: فیکہ کی جمع: باتیں بنانے والا، مذاق اڑانے والا۔ (۳) هل: استفہام تقریری کے لئے ہے، جو ما بعد کو ثابت کرتا ہے۔

دنیا میں کفار مسلمانوں کی ہنسی اڑاتے ہیں مگر آخرت میں پانسہ پلٹ جائے گا

کفار مکہ ابو جہل، ولید اور عاص لعتہم اللہ۔ ضعفائے مسلمین بلال، عمار، خباب اور صہیب وغیرہ رضی اللہ عنہم کا کو بنایا کرتے تھے، جب ان کے پاس سے گذرتے تو ایک دوسرے کو آنکھ مارتے اور غمزہ کرتے، اور گھروں پر جا کر ان کی باتیں کر کے دل بہلاتے، اور جب ان سے ملتے تو کہتے: تم گمراہ ہو گئے ہو، اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: کیا تمہیں ان کا ٹھیکیدار بنا کر بھیجا گیا ہے! پس آج وہ کمزور مسلمان جنت میں پہنچ کر قوی ہو گئے ہیں، وہ ان کافروں پر ہنس رہے ہیں، مسہریوں پر بیٹھے ان کی تباہ حالی کا نظارہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: بالیقین ان کافروں کو ان کے کئے کا پورا بدلہ ملے گا!

آیات پاک: — بے شک جن لوگوں نے برے کام کئے — آخری درجہ کے برے کام مراد ہیں، یعنی کفر و شرک میں مبتلا رہے — وہ ایمان والوں پر ہنستے ہیں، اور جب وہ ان (مسلمانوں) کے پاس سے گذرتے ہیں تو (ایک دوسرے کو) اشارے کیا کرتے ہیں، اور جب وہ اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں تو بطور دل لگی مسلمانوں کا تذکرہ کیا کرتے ہیں، اور جب وہ مسلمانوں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں: یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں! اور ان کافروں کو مسلمانوں پر نگرانی بنا کر نہیں بھیجا گیا، پس آج ایمان والے کافروں پر ہنس رہے ہیں، مسہریوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہیں، بالتحقیق کافروں کو ان کے کئے کا بدلہ ملے گا۔

فائدہ: مکہ کے کافروں کا جو طریقہ تھا: آج جہاں بھی کافروں کا غلبہ ہوتا ہے، مسلمانوں کے ساتھ ان کا یہی وتیرہ ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ کوئی ملک ہو، کوئی زمانہ ہو، کوئی ماحول ہو، نیک لوگوں کے ساتھ بدکار کافروں کا طریقہ ایک ہی رہتا ہے، پس مسلمان برداشت کریں، جب دنیا کی بساط پلیٹ دی جائے گی تو پانسہ پلٹ جائے گا، آج کے کمزور کل قوی ہو جائیں گے، اور جوان پر ہنستے ہیں مسلمان ان پر ہنسیں گے۔





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورة الانشقاق

انشقاق کے معنی ہیں: پھٹنا، چرنا، شکاف پڑنا، کریم ہونا، اس سورت کا موضوع بھی حسب سابق قیامت اور مجازات ہے، اور اس سورت میں چار باتیں ہیں:

۱- انسان کا سب کرا کر آیا، اچھا برا قیامت کے دن اس کے سامنے آجائے گا۔

۲- اللہ نے انسان کی دنیوی زندگی پر مشقت بنائی ہے، موت تک سخت محنت میں لگا رہنا ہے اور اعمال کا فرق یہاں ظاہر نہیں ہوگا، مگر ایک دن اس کو اپنے اعمال سے سابقہ پڑے گا، کسی کو اس کا ندمہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اور کسی کو اس کی پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں تھمایا جائے گا، اور ایسا قیامت کے دن ہوگا، اس دن دونوں کے احوال مختلف ہونگے۔

۳- انسان کی موجودہ حالت آخری حالت نہیں، اس کو آگے درجہ بہ درجہ ترقی کرنی ہے، آگے دو زندگیاں ہیں، ایک قبر کی زندگی، دوسری: قیامت کی زندگی، یہ زندگی اس کی آخری حالت ہوگی، اور اس بات کو دو قسموں سے مدلل کیا ہے۔

۴- آخر میں کفار کے لئے زجر و توبخ ہے، ان کو دھمکایا ہے اور عذاب الیم کی خوش خبری سنائی ہے، اور نیک مومنین کو دائمی اجر کی خبر دی ہے۔



اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ<sup>(۱)</sup> وَاذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحَقَّتْ<sup>(۲)</sup> وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ<sup>(۳)</sup> وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ<sup>(۴)</sup> وَأَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحَقَّتْ<sup>(۵)</sup>

اِذَا	جب	انشَقَّتْ <sup>(۱)</sup>	چر جائے گا	لِرَبِّهَا	اپنے رب کا
السَّمَاءُ	آسمان	وَاذْنَتْ <sup>(۱)</sup>	اور حکم سن لے گا	وَحَقَّتْ <sup>(۲)</sup>	اور وہ اسی لائق ہے

(۱) اِذْنٌ (س) اِذْنًا لَهُ وَالِيهِ: کان لگا کر سننا (۲) حَقٌّ: حقُّ الامرُ کا مجہول ہے، حَقٌّ لَهُ اَنْ يَفْعَلَ كَذَا: اسے ایسا کرنا ضروری اور لازم ہے۔

وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ	اور جب زمین کھینچ دی جائے گی	وَأَلْقَتْ مَافِيهَا وَتَخَلَّتْ	اور ڈال دے گی جو کچھ اس میں ہے اور خالی ہو جائے گی	وَ أَذْنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ <sup>(۱)</sup>	اور حکم سن لے گی اپنے رب کا اور وہ اسی کے لائق ہے
---------------------------------	------------------------------------	--	--	---	---

انسان کا سب کرا کر ایسا اچھا برا قیامت کے دن اس کے سامنے آئے گا

جب (دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا، اور) آسمان پھٹ جائے گا — تاکہ فرشتے اور عرش پاک زمین پر اترے — اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گا، اور وہ اسی کے لائق ہے — یعنی اس کی حیثیت ہی یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار کا حکم مانے، اور اس کے سامنے مجبور ہو کر رہ جائے — اور جب زمین کھینچ دی جائے گی — یعنی بڑی کر دی جائے گی، حشر اسی زمین پر ہوگا، اولین و آخرین سب اسی زمین پر پیدا ہونگے، اس لئے زمین بڑی کر دی جائے گی، سمندر سوکھ جائیں گے، اور پہاڑ گرد ہو کر اڑیں گے اور سمندر کی گہر کو بھر دیں گے، اس طرح زمین پہاڑوں سے بھی خالی ہو جائے گی، علاوہ ازیں زمین کو بڑی کر طرح کھینچ دیا جائے گا، یا غبارے کی طرح ہوا بھر کر پھلا دیا جائے گا، پھر اس پر حشر ہوگا — اور وہ اپنے اندر کی چیزوں کو باہر ڈال دے گی اور خالی ہو جائے گی — مراد خاص ہے، یعنی مردے نکل آئیں گے، کوئی مرا ہو زمین کے اندر نہیں رہے گا، سب نکل آئیں گے — اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گی، اور وہ اسی کے لائق ہے — اس دن انسان اپنے اعمال کو دیکھے گا۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدًّا حَافِلٌ لِّقِيهِ ۚ فَمَا مَنَّ أُوْتَىٰ كِتَابَهُ بِمِثْنِهِ ۚ  
فَسَوْفَ يُحَاسِبُ حَسَابًا تَبِيْرًا ۚ وَيُنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۚ وَأَمَّا مَن أُوْتَىٰ كِتَابَهُ  
وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۚ فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا ۚ وَيَصْلُ سَعِيرًا ۚ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۚ  
إِنَّهُ ظَنَّ أَن لَّنْ يَحُورَ ۚ بَلَىٰ ۗ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ۚ

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ	اے انسان بے شک تو	كَادِحٌ <sup>(۲)</sup> إِلَىٰ رَبِّكَ	تکلیف اٹھانے والا ہے تیرے رب تک	كَدًّا فَمَلِّقِيهِ <sup>(۳)</sup>	سخت تکلیف اٹھانا پھر تو اس سے ملنے والا ہے
--------------------------------------	----------------------	--	------------------------------------	---------------------------------------	---

(۱) إذا کی جزاء محذوف ہے ای لقی الإنسان عمله: انسان کا کرا کر ایسا اس کے سامنے آجائے گا، اور حذف کا قرینہ انگی آیات ہیں۔ (۲) کادح: اسم فاعل: کدَحَ (ف) فی العمل: محنت کرنا، مشقت اٹھانا، جانفشانی سے کام کرنا، انتھک کوشش کرنا۔ (۳) ملّاق: اسم فاعل: ضمیر کی طرف مضاف ای ملّاق عملک المذكور من خیر أو شر یوم القیامة (جلالین)

فَاَمَّا مَنْ اَفْوَىٰ كَتَبَهُ بِیَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا بَیِّنًا وَيُنْقَلَبُ اِلَىٰ اَهْلِهِ	پس رہا جو دیا گیا اس کا نامہ اعمال اس کے دہائیں ہاتھ میں پس عنقریب حساب کیا جائے گا وہ آسان حساب اور پلٹے گا وہ اپنے گھر والوں کی طرف	مَسْرُورًا وَ اَمَّا مَنْ اُفْوَىٰ كَتَبَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا <sup>(۱)</sup> وَيَصِلُ سَعِيرًا	خوش خوش اور رہا جو دیا گیا اس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے پس عنقریب پکارے گا موت کو اور داخل ہوگا دوزخ میں	اِنَّهٗ كَانَ فِيْ اَهْلِهِ مَسْرُورًا اِنَّهٗ كَانُ اَنْ لَّنْ يَّخُوْرَ <sup>(۲)</sup> اِنَّ رَبِّيْ اِنَّ رَبِّيْ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا	بے شک وہ تھا اپنے گھر والوں میں خوش بیشک اس نے خیال کیا کہ ہرگز نہیں لوٹے گا وہ کیوں نہیں بیشک اس کا رب اس سے ہے خوب واقف
--	---	---	--	---	---

انسان مشقت بھری زندگی گزارتا ہے اور شمرہ سامنے نہیں آتا، وہ اگلی زندگی میں سامنے آئے گا

اللہ نے انسان کی دنیوی زندگی مشقت بھری بنائی ہے، یہاں کسی کو چین نہیں، ہر شخص اچھے برے کام میں لگا ہوا ہے، اور شمرہ سامنے نہیں آتا، پس کیا ہیر اور خرف برابر ہو جائیں گے؟ نہیں! ایک دن آئے گا جس میں انسان کو اپنے عمل سے سابقہ پڑے گا، اس دن لوگ دو طرح کے ہوں گے:

ایک: دائیں والے جن کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، ان کا آسان حساب ہوگا، اعمال دکھلا دیئے جائیں گے، پھر برائیوں سے درگزر کیا جائے گا، وہ میدان قیامت میں اپنے گھر والوں کے پاس خوش خوش لوٹے گا، جیسے ہم دنیا میں دیکھتے ہیں: اگر کسی کو کسی سنگین جرم میں عدالت میں جانا پڑتا ہے تو اس کے متعلقین کو اس کی واپسی کا کتنا سخت انتظار ہوتا ہے، پھر جب وہ بری ہو کر لوٹتا ہے تو خود اس کو اور اس سے مل کر اوروں کو کتنی خوشی ہوتی ہے؟ آخرت کی عدالت کا معاملہ دنیا کی عدالت سے زیادہ سخت اور سنگین ہے!

دوسرے: بائیں والے: جن کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جب نامہ اعمال اڑیں گے، اور بروں کے بائیں ہاتھ کی طرف آئیں گے تو وہ اپنا انجام سمجھ جائیں گے؟ اور بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ نہیں لینا چاہیں گے، وہ اپنا پایا ہاتھ پیٹھ کے پیچھے چھپا دیں گے، پس ان کو وہیں بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ تھمایا جائے گا، یہ شخص دنیا میں اپنی فیملی میں خوش خوش زندگی گزارتا تھا، اور اس کا گمان تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہونا، کیوں نہیں ہونا؟ مرنے کے بعد بھی اللہ

(۱) ثُبُور: مصدر: ہلاک ہونا، بابہ نصر (۲) حَسَارَ (ن) حَسُوْرًا: لوٹنا، واپس ہونا۔

تعالیٰ تیرے احوال سے باخبر ہیں، جس طرح انھوں نے تجھ کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے دوبارہ پیدا کریں گے!

جس کے ساتھ حساب میں روکد کی گئی اس کی لٹیا ڈوٹی!

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس سے بھی حساب لیا جائے گا وہ ہلاک ہوگا!“ صدیقہؓ نے عرض کیا: اللہ مجھے آپ پر قربان کریں! کیا اللہ تعالیٰ (سورۃ الانشقاق آیات ۷ و ۸ میں) نہیں فرماتے: ”جس کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا: اس سے آسان حساب لیا جائے گا؟“ آپ نے فرمایا: ”وہ پیش کرنا ہے، لوگ پیش کئے جائیں گے (بندے کو بلا کر اس کے سامنے اس کے سب اعمال رکھ دیئے جائیں گے، پھر اس کی مغفرت کر دی جائے گی) اور جس کے ساتھ حساب میں روکد کی گئی، وہ ہلاک ہو یعنی جس سے پوچھا گیا کہ یہ گناہ کیوں کیا؟ اور جب تک مجرم جواب نہیں دے گا حساب میں پیش رفت نہیں ہوگی: وہ سزا دیا جائے گا۔“

آیات پاک: — اے انسان! بے شک تو لپے پروردگار کے پاس پہنچنے تک مشقت بھری زندگی گزارنے والا ہے، پس تو اس سے — یعنی اپنے اعمال سے — ملنے والا ہے، پس رہا وہ شخص جس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا گیا، اس سے عنقریب آسان حساب لیا جائے گا، اور وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش لوٹے گا — اور رہا وہ شخص جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا گیا تو وہ عنقریب ہلاکت کو پکارے گا، اور وہ جہنم میں جائے گا — وہاں وہ بد بخت کیا کرے گا؟ موت کو پکارے گا، بے بسی کے ساتھ پکارے گا کہ شاید موت آجائے، اور جان بچ جائے، مگر اب موت بھی نہیں آئے گی، اب تو بس دوزخ ہے اور اس کا عذاب! — بے شک وہ (دنیا میں) اپنے متعلقین میں خوش خوش زندگی گزارتا تھا، اور اس نے خیال کر رکھا تھا کہ وہ ہرگز نہیں لوٹے گا — یعنی دوبارہ پیدا نہیں ہوگا — کیوں نہیں! اس کا پروردگار اس سے خوب واقف ہے!

فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۚ وَالْبَيْلِ وَمَا وَسَقَ ۚ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۚ لِتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ ۚ

طَبَقٍ ۚ

فَلَا أُقْسِمُ <sup>(۱)</sup>	پس نہیں	بِالشَّفَقِ	شفق کی	وَمَا	اور ان کی جن کو
أُقْسِمُ	قسم کھاتا ہوں میں	وَالْبَيْلِ	اور رات کی	وَسَقَ <sup>(۲)</sup>	سمیٹا اس نے

(۱) فلا: پس نہیں یعنی انسان کی موجودہ حالت آخری حالت نہیں، آگے لٹر کین: جواب قسم آ رہا ہے، اس کی ضد کی نفی ہے۔

(۲) وَسَقَ وَسَقًا: متفرق کو جمع کرنا (راغب) موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے ای وَسَقَهُ۔

وَالتَّعَبِ إِذَا	اور چاند کی جب	اشْتَقَّ <sup>(۱)</sup> لَتُرْكَبِينَ <sup>(۲)</sup>	پورا ہو جائے ضرورتاً کو چڑھتا ہے	طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ	(اوپر کے) درجہ میں (نیچے کے) درجہ سے
----------------------	-------------------	---	-------------------------------------	------------------------	---

انسان کی موجودہ حالت آخری حالت نہیں، آگے قبر اور قیامت کی زندگیاں آرہی ہیں

اوپر یہ بات آئی ہے کہ کافر گمان کرتا ہے کہ وہ دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، اس کا یہ خیال غلط ہے، انسان کی یہ دنیوی زندگی اس کی آخری حالت نہیں، آگے دو زندگیاں اور آرہی ہیں: ایک: قبر کی زندگی، دوسری: قیامت کی زندگی، اور اس کو دو قسموں سے مدلل کیا ہے۔

پہلی قسم: دن ختم ہوتا ہے تو رات شروع ہوتی ہے، کچھ دیر دن کا اثر شفق کی صورت میں باقی رہتا ہے، پھر رات چھا جاتی ہے، اور تمام حیوانات اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں، اسی طرح دنیا کی زندگی ختم ہوتی ہے تو موت آتی ہے اور لوگ چند دن یا درکھتے ہیں (یہ شفق ہے) پھر بھول جاتے ہیں (یہ رات چھا گئی) اور سب روحمیں بتدریج عالم برزخ میں سمٹ جاتی ہیں (یہ رات نے حیوانات کو سمیٹ لیا)

پھر عالم برزخ میں روحوں کی تربیت کی جاتی ہے، وہاں روحمیں قوی ہوتی ہیں، اس دنیا میں روح پانچ فنٹ اور ستر کلو وزن کے جسم کو ڈیل کر سکتی ہے، اور قیامت کے دن جسم ساٹھ ہاتھ کا ہوگا، اور اسی قدر روزنی بھی ہوگا، پس روحمیں جب ریوس آئیں گے تو وہ ان ابدان کو ڈیل کریں گی، روحمیں اتنی پاور فل کہاں بن گئیں؟ عالم برزخ میں ان کو ایسا قوی بنایا گیا۔

دوسری قسم: مہینہ شروع ہوتا ہے تو ہلال (نیا چاند) نمودار ہوتا ہے، پھر وہ دن بہ دن بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ چودھویں کو بدر کامل بن جاتا ہے، اسی طرح انسان درجہ بہ درجہ ترقی کرتا رہے گا، یہاں تک کہ قیامت کے دن کامل حالت میں پہنچ جائے گا۔

آیات پاک: — پس نہیں — یعنی انسان اپنی موجودہ حالت ہی میں نہیں رہے گا — میں شفق کی قسم کھاتا ہوں اور رات کی قسم کھاتا ہوں، اور ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جن کو رات سمیٹ لیتی ہے — یہاں تک ایک قسم ہے — اور چاند کی قسم کھاتا ہوں جب وہ پورا بھر جاتا ہے — یہ دوسری قسم ہے — تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں پہنچنا ہے — یہ جواب قسم اور مدعی ہے۔

(۱) اَشْتَقَّ الْقَمَرُ: چاند کا پورا ہونا، ماڈہ: وَسَقَ۔ (۲) لَتُرْكَبِينَ: رُكُوب سے، مضارع بانون تاکید ثقیلہ، صیغہ جمع مذکر حاضر، اصل لَتُرْكَبُونَ تھانوں جمع اور واد حذف ہوا ہے (جالین)

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۖ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۗ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا  
يَكْتُمُونَ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ۗ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۗ لَأَلَّا الَّذِينَ آمَنُوا  
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۗ

پس ان لوگوں کو کیا ہوا	کَفَرُوا	انکار کیا	اَلَيْمٌ	دردناک
ایمان نہیں لاتے	يَكْتُمُونَ	چھٹاتے ہیں	لَأَلَّا الَّذِينَ	مگر جو لوگ
اور جب پڑھا جاتا ہے	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	آمَنُوا	ایمان لائے
ان کے سامنے	أَعْلَمُ	خوب جانتے ہیں	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
قرآن	بِمَا يُوعُونَ <sup>(۱)</sup>	جس کو وہ جمع کرتے ہیں	الصَّالِحَاتِ	نیک کام
(تو) سجدہ نہیں کرتے	فَبَشِّرْهُمْ	پس خوشخبری سنائیں انکو	لَهُمْ أَجْرٌ	ان کے لئے اجر ہے
بلکہ جنھوں نے	بِعَذَابٍ	عذاب کی	غَيْرُ مَمْنُونٍ	نہ ختم ہونے والا

### قرآن کریم کی تکذیب کرنے والوں کو لتاڑ

پس ان لوگوں کو — یعنی قرآن کے مخاطبین کو — کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے، اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے؟ — یہ سجدہ کی آیت ہے، یہاں سجدہ واجب ہے — بلکہ منکرین (الٹے) تکذیب کرتے ہیں، اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو وہ بھرے ہوئے ہیں — یعنی دلوں میں جو تکذیب و انکار، بغض و عناد اور حق کی دشمنی بھری ہوئی ہے اس کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے (فوائد) — پس خوشخبری سنائیں ان کو دردناک عذاب کی، البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے ان کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والا صلہ ہے!



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ البروج

بُورُج: بُورُج کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: بڑے ستارے جو تنگی آنکھ سے نظر آتے ہیں، اور بَرَج (ن) بُورُج کے معنی ہیں: بلند اور نمایاں ہونا، سورت کے شروع میں بڑے ستاروں کی قسم کھائی ہے، اس لئے سورت کا یہ نام ہے، درمنثور میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں یہی تفسیر آئی ہے۔

یہ سورت مضمون کے اعتبار سے گذشتہ سورت کا تکملہ ہے، گذشتہ سورت کے آخر میں قرآن کی تکذیب کرنے والے کفار قریش کو لٹاڑا ہے، اب اس سورت کے شروع میں قیامت کے دن اصحابِ اخدود (کھائیوں والوں) کے مقدمہ کی کاروائی، فیصلہ اور ان کا انجام سنایا ہے، کیونکہ کفار قریش نے بھی کمزور مسلمانوں کو ستانے میں اور ان کی ایذا رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، ان ظالموں کو خندق والے ظالموں کا مال سنایا ہے کہ ان ظالموں کے خلاف قیامت کی کورٹ سے قصاصاً قتل کا فیصلہ ہوگا، اس سے سبق لیں۔

پھر مکذبین کو وارننگ دی ہے کہ اگر وہ مسلمانوں کو ستانا نہیں چھوڑیں گے اور ایمان نہیں لائیں گے تو ان کو دوزخ کے عذاب سے سابقہ پڑے گا۔ اس کے بالمقابل اہل ایمان کی ڈھارس بندھوائی ہے، اور ان کو بڑی کامیابی کا مژدہ سنایا ہے، پھر سورت کے ختم تک کفار مکہ سے خطاب ہے، ان کو اللہ کی پکڑ سے ڈرایا ہے اور قرآن کریم کی عظمت کا بیان ہے۔

### اصحابِ اخدود کا واقعہ

صحیح مسلم میں یہ واقعہ مفصل آیا ہے: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کافر بادشاہ کے پاس ایک کاہن (غیب کی خبریں دینے والا) تھا، اس نے بادشاہ سے کہا: مجھے کوئی ہوشیار لڑکا دو، تاکہ میں اس کو اپنا علم سکھا دوں، چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا، اس کے راستہ میں ایک عیسائی راہب رہتا تھا، جو اس وقت کے دینِ حق (مسیحیت) کا سچا پیرو تھا، اس لڑکے کی راہب کے پاس آمدورفت شروع ہوئی، اور وہ خفیہ طور پر مسلمان ہو گیا — ایک مرتبہ اس لڑکے نے دیکھا کہ ایک شیر نے لوگوں کا راستہ روک رکھا ہے، اور لوگ پریشان ہیں، اس نے ایک پتھر لے کر دعا کی: اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے! پتھر پتھر شیر کو مارا تو وہ مر گیا، لوگوں میں اس کا بڑا چرچا ہوا کہ اس لڑکے کو کوئی

عجیب علم آتا ہے، ایک اندھے نے یہ بات سنی، کہتے ہیں: وہ بادشاہ کا وزیر تھا، اس نے آکر لڑکے سے کہا: اگر میری آنکھیں اچھی ہو جائیں تو میں نواز دوں گا، لڑکے نے کہا: مجھے مال نہیں چاہئے، اگر تو مسلمان ہونے کا وعدہ کرے تو میں دعا کروں، اس نے وعدہ کیا، لڑکے نے دعا کی اور وہ بینا ہو کر مسلمان ہو گیا، بادشاہ کو یہ سب خبریں پہنچیں، اس نے لڑکے کو، راہب کو اور اندھے کو طلب کر لیا، جواب دینا تھا، پھر راہب اور بینا کو تو شہید کر دیا، اور لڑکے کے لئے حکم دیا کہ اسے پہاڑ سے گرا دیا جائے، مگر جو لوگ اس کو لے کر گئے تھے وہ گر کر ہلاک ہو گئے، اور لڑکا بچ آیا، پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو سمندر میں غرق کر دیا جائے، مگر جو ڈوبنے گئے تھے وہ سب غرق ہو گئے اور لڑکا زندہ سلامت نکل آیا تو بادشاہ سخت مضطرب ہوا۔ لڑکے نے بادشاہ سے کہا: اگر تو مجھے مارنا چاہتا ہے تو بسم اللہ کہہ کر تیرا مار: میں مر جاؤں گا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور لڑکا شہید ہو گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر ملک کے بہت سے عوام ایمان لے آئے، بادشاہ بدحواس ہو گیا، اس نے اراکانِ سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے دہرائیں، اور اعلان کیا کہ جو اسلام سے نہیں پھرے گا وہ نذر آتش کر دیا جائے گا، چنانچہ سب مسلمان زندہ جاوید بن گئے، ایک بھی دین سے نہیں پھرا۔

(۸۵) سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ (۲۷)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ ۝ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ ۝ وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ ۝ قَتَلَ اصْحٰبُ الْاِخْدُوْدِ ۝  
 النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْهُمْ عَلَيْهَا قٰعُوْدٌ ۝ وَهُمْ عَلٰی مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شٰهُوْدٌ ۝  
 وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّا اَنْ يُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝  
 وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شٰهِيْدٌ ۝

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ	آسمان کی قسم بڑے ستاروں والے	وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ <sup>(۱)</sup>	اور دن کی قسم وعدہ کے ہوئے	وَ شٰهِدٍ <sup>(۲)</sup> وَ مَشْهُودٍ <sup>(۳)</sup>	اور گواہوں کی قسم اور مقدمہ کفریقین کی قسم
----------------------------------	---------------------------------	--	-------------------------------	---	---

(۱) الموعود: وعدہ کیا ہوا: یعنی قیامت کا دن (۲) شاہد اور مشہود: اسم جنس ہیں، قلیل و کثیر پر بولے جاتے ہیں  
 (۳) مشہود کے بعد لہ و علیہ محذوف ہے، کورٹ میں گواہ مدعی پیش کرتا ہے، پس وہ مشہود لہ ہے، اور گواہی مدعی علیہ  
 (منکر) کی موجودگی میں سنی جاتی ہے، پس وہ مشہود علیہ ہے۔



ستودہ صفات وہ جس کے لئے حکومت ہے آسمانوں اور زمین کی اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں	الْحَمِيدُ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ	مسلمانوں کے ساتھ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور نہیں عیب پایا انھوں نے ان لوگوں میں مگر یہ کہ ایمان لائے تھے وہ اللہ تعالیٰ پر زبردست	بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ وَمَا نَقُوتُوا وَمِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ	مارے گئے کھائیوں والے! آگ والے بہت ایندھن والی جبکہ وہ کھائیوں پر بیٹھے تھے اور وہ اس کو جو وہ کر رہے تھے	قَاتِلٌ <sup>(۱)</sup> أَصْحَابُ الْأَخْدُودِ النَّارِ <sup>(۲)</sup> ذَاتِ الْاُكُودِ إِذْ هُمْ عَلَيْهَا مُتَوَدِّعُونَ وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ
---	---	--	--	--	--

قیامت کی کورٹ سے کھائیوں والوں کے لئے قتل کا فیصلہ

پہلے چار باتیں جان لیں:

۱- قیامت کے لمبے دن میں — جو پچاس ہزار سال کا ہے — اس دنیا کے تمام معاملات اللہ کی عدالت میں آخری فیصلہ کے لئے پیش ہونگے، خواہ دنیا میں ان کے فیصلے ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، اور خواہ فیصلے صحیح ہوئے ہوں یا غلط: سب کے دوبارہ آخری فیصلے ہونگے۔

۲- کھائیوں والوں کے خلاف اس دنیا میں کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا، کیونکہ وہ زبردست تھے، ان کے خلاف کون مقدمہ دائر کرتا اور کہاں کرتا؟ اب شہداء اللہ کی عدالت میں ان کے خلاف دعویٰ دائر کریں گے، اور کاروائی کے بعد ان کے خلاف قتل عمد میں قصاص کا فیصلہ ہوگا کہ قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

۳- انسان کے اعمال ہر طرف ریکارڈ ہو رہے ہیں، زمین محفوظ کر رہی ہے، وہ قیامت کے دن گواہی دے گی، انسان کے اعضاء محفوظ کر رہے ہیں، وہ قیامت کے دن بولیں گے، آسمان کے بڑے بڑے ستارے ریکارڈ کر رہے ہیں، وہ گویا واج کرنے والے کیمرے ہیں، وہ قرآن خارجیہ کے طور پر پیش ہونگے اور ستاروں کی یہ ریکارڈنگ ایک مثال ہے، ہر خارجی قرینہ پیش ہوگا۔

۴- مقدمہ میں مدعی (خندق کے شہداء) گواہ پیش کریں گے، وہ گواہ کون ہونگے؟ درمنثور میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ گواہ نبی ﷺ ہونگے، اور حضور گواہ ہونگے تو آپ سے پہلے آپ کی امت گواہ ہوگی اور وہ (۱) قاتل: مخدوف جو اب قسم کا قرینہ ہے، یعنی اصحاب اخدود کے خلاف قتل کا فیصلہ ہوگا (۲) النار: اصحاب الاخدود سے بدلہ ایشمال ہے، یعنی یہ دوزخ کی آگ نہیں، بہت سارے ایندھن میں لگائی ہوئی آگ ہے۔

حدیث جس میں جمعہ اور عرفات سے تفسیر آئی ہے وہ حدیث ضعیف ہے، اس کا ایک راوی موسیٰ بن عبیدہ کی حدیثی یادداشت اچھی نہیں تھی، اور یہ حدیث اسی راوی سے مروی ہے (تحفۃ اللمعی: ۷: ۵۲۱) پس شہداء مشہور دہم ہونگے، اور گواہی اصحاب الاخذہ کی موجودگی میں سنی جائے گی، اس لئے وہ مشہور علیہم ہونگے۔

مقدمہ کا فیصلہ: قیامت کے دن جس کا پکا وعدہ ہے، کھائیوں والے شہداء نے اصحاب الاخذہ کے خلاف مقدمہ دائر کیا، قرآنِ خارجیہ پیش ہوئے، مثلاً: بڑے ستاروں نے جو ریکارڈ کیا تھا وہ پیش ہوا، اور فریقین کی موجودگی میں گواہی گذری، اب انصاف سے فیصلہ کیا جاتا ہے کہ اصحاب الاخذہ کو قتل عمد کی سزا میں قصاصاً قتل کیا جائے، اس فیصلہ کی طرف لفظ قتل اشارہ کرتا ہے، البتہ آخرت کے قتل کی نوعیت الگ ہوگی۔

مقدمہ کی مسل: کسی زمانہ میں، کسی علاقہ میں، کچھ لوگ ایک کرشمہ دیکھ کر مسلمان ہوئے تھے، بادشاہ کافر اور ظالم تھا، اس نے سب ایمان لانے والوں کو گرفتار کر لیا، اور مرتد ہونے کا حکم دیا، مسلمانوں نے انکار کیا، اس نے گہرے کھڈے کھدوائے، اور ان میں سوختہ بھر کر دہرایا، پھر جو ایمان سے نہیں ہٹا اس کو آگ میں ڈال کر بھس دیا۔

ان مسلمانوں کا جرم کیا تھا: جس کی ان کو یہ سزا دی گئی؟ صرف ایک جرم تھا کہ وہ اللہ پر ایمان کیوں لائے، حالانکہ یہ کوئی جرم نہیں تھا، اللہ کا تو حق تھا کہ ان پر ایمان لایا جائے، وہ زبردست ستودہ صفات ہیں، آسمانوں اور زمین کی حکومت انہی کی ہے، ان پر ایمان نہیں لائیں گے تو اور کس پر ایمان لائیں گے؟

پھر آخر میں یہ بات ہے کہ مقدمہ کی یہ کاروائی اور فیصلہ: ضابطہ کی کاروائی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہیں، ان کو سزا دینے کے لئے کسی کاروائی کی ضرورت نہیں۔

آیاتِ پاک: — بڑے بڑے ستاروں والے آسمان کی قسم! — یہ مثال کے طور پر قرآنِ خارجیہ کا تذکرہ ہے — اور وعدہ کئے ہوئے دن کی قسم! — یعنی قیامت کے دن یہ مقدمہ چلے گا — اور گواہوں کی اور جن کے خلاف یا موافق گواہی دی جائے گی ان کی قسم! — یہ مقدمہ کے کردار ہیں — اور کیا فیصلہ ہوگا؟ یہ محذوف ہے، اور اس کا قرینہ یہ ہے: — مارے گئے کھائیوں والے یعنی بہت سے ایندھن میں آگ لگانے والے — مقدمہ کی مسل — جس وقت وہ لوگ اس آگ پر بیٹھے ہوئے تھے — یعنی بادشاہ اور اس کے وزیر و مشیر خندقوں کے آس پاس بیٹھے ہوئے نہایت سنگدلی سے مسلمانوں کے جلنے کا (دل دوز) تماشہ دیکھ رہے تھے، بد بختوں کو ذرا رحم نہ آتا تھا! (نوائد) — اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے — یہ کھائیوں والوں کے جرم کی سنگینی کا بیان ہے — اور انھوں نے ان مسلمانوں میں کوئی عیب نہیں پایا سوائے اس کے کہ وہ زبردست ستودہ صفات اللہ پر ایمان

لائے تھے۔ بس یہی ان کا جرم تھا۔ وہ جس کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں۔ یعنی حقیقی بادشاہ کی بات مانتی ضروری ہے، ظاہری بادشاہ کی بات کیوں مانی جائے؟ آخری بات:۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خوب واقف ہیں۔ ان کو مزادینے کے لئے کسی کاروائی کی ضرورت نہیں!

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ تَمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝  
 إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ذَلِكَ الْفَوْزُ  
 الْكَبِيرُ ۝

ان کیلئے باغات ہیں	کہم جنت	اور ان کے لئے	ولہم	بے شک جنھوں نے	إِنَّ الَّذِينَ
بہتی ہیں	تَجْرِي	عذاب ہے	عَذَابُ	ستایا	فَتَنُوا
ان کے نیچے سے	مِنْ تَحْتِهَا	آگ کا	الْحَرِيقِ	مسلمان مردوں کو	الْمُؤْمِنِينَ
نہریں	الْأَنْهَارُ	بے شک جو لوگ	إِنَّ الَّذِينَ	اور مسلمان عورتوں کو	وَالْمُؤْمِنَاتِ
یہ	ذَلِكَ	ایمان لائے	آمَنُوا	پھر توبہ نہیں کی انھوں نے	تَمَّ لَمْ يَتُوبُوا
کامیابی ہے	الْفَوْزُ	اور کئے انھوں نے	وَعَمِلُوا	تو ان کیلئے عذاب ہے	فَلَهُمْ عَذَابُ
بڑی	الْكَبِيرُ	نیک کام	الصَّالِحَاتِ	دوزخ کا	جَهَنَّمَ

### مکذبین کو وارننگ اور مسلمانوں کو تسلی

اب مشرکین مکہ سے خطاب ہے۔ بے شک جنھوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ستایا۔ ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے، اور ان کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ پھر انھوں نے توبہ نہیں کی۔ یعنی ایمان نہیں لائے، ایمان لانے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ تو ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔ دنیا میں ممکن ہے وہ سزا سے بچے رہیں۔ اور ان کے لئے جتنے عذاب ہے! یہ کھائیوں والوں کی سزا کی طرف اشارہ ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کو جلایا تھا اس لئے تو ان کو آخرت میں دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا۔

بیشک جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے: ان کے لئے (آخرت میں) باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ اس لئے وہ سدا بہار ہیں۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔ یعنی اس سے بڑی کسی کامیابی کا تصور کیا جاسکتا ہے۔

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ۖ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۖ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۖ هَلْ أَنتَكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ۖ فِرْعَوْنُ وَثَمُودَ ۖ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ ۖ وَاللَّهُ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطٌ ۖ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ ۖ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ۖ

رَبِّكَ لَشَدِيدٌ	بے شک پکڑ	الْمَجِيدُ <sup>(۳)</sup>	بڑی شان والا	فِي تَكْذِيبٍ	جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں
رَبِّكَ	تیرے رب کی	فَعَالٌ	کر ڈالنے والا	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ
لَشَدِيدٌ	البتہ سخت ہے	لِّمَا يُرِيدُ	جو کچھ بھی چاہے	مِنْ وَرَائِهِمْ <sup>(۵)</sup>	ان کو ہر طرف سے
رَبِّكَ هُوَ	بے شک وہی	هَلْ أَنتَكَ	کیا پہنچی تھے	مُحِيطٌ	گھیرے ہوئے ہیں بلکہ وہ
يُبْدِئُ <sup>(۱)</sup>	پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے	حَدِيثٌ	بات	بَلْ هُوَ	پڑھنے کی کتاب ہے عظمت والی
وَيُعِيدُ <sup>(۲)</sup>	اور وہی لوٹائے گا	الْجُنُودِ	لشکروں کی	قُرْآنٌ	تختی میں
وَهُوَ	اور وہ	فِرْعَوْنُ	فرعون	مَّجِيدٌ	حفاظت سے رکھی ہوئی
الْغَفُورُ	بڑا بخشنے والا	وَتَمُودَ	اور ثمود کی؟	فِي لَوْحٍ	
الْوَدُودُ	بڑا محبت کرنے والا ہے	بَلِ الَّذِينَ	بلکہ جنھوں نے	مَّحْفُوظٍ	
ذُو الْعَرْشِ	تختِ شاهی والا	كَفَرُوا	انکار کیا		

### قرآن کی تکذیب کرنے والوں کو اللہ کی پکڑ سے ڈرنا چاہئے

اللہ تعالیٰ میں ایک طرفہ صفات نہیں، دونوں طرح کی صفات ہیں، وہ غفور رحیم ہیں تو ان کی پکڑ اور سزا بھی سخت ہے، سورۃ الحجر کی (آیات ۴۹ و ۵۰) ہیں: ﴿يَتَّبِعُنِي عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۖ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ﴾: میرے بندوں کو آگاہ کر دیجئے کہ میں ہی بہت درگزر کرنے والا، بے حد مہربانی کرنے والا ہوں، اور (یہ بھی) کہ میری ہی سزا نہایت دردناک سزا ہے! پس ایک طرفہ صفات پر تکیہ کرنا نادانی ہے، جاہل مسلمان جو اللہ کی صفت (۱) أَبْدَأُ الشَّيْءَ: پیدا کرنا، باب افعال (۲) أَعَادَ إِعَادَةً: لوٹانا، باب افعال، (۳) الْمَجِيدُ: اللہ کی صفت ہے، العرش کی صفت نہیں (۴) فِرْعَوْنُ: الجنود سے بدل ہے (۵) اللہ تعالیٰ کسی جہت میں نہیں، اس لئے وراء کا ترجمہ آگے یا پیچھے نہیں کریں گے، ہر طرف کریں گے۔

رحمت پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں وہ فریبِ نفس میں مبتلا ہیں، یہاں بھی قرآن کی تکذیب کرنے والوں کو اللہ کی پکڑ اور عذاب سے ڈرایا ہے، مگر ان کو یہ سزا دوسری زندگی میں ملے گی۔

﴿ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ۝﴾

ترجمہ: بیشک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے، بے شک وہی پہلی بار پیدا کرتے ہیں اور وہی دوبارہ پیدا کریں گے۔ اس وقت مکذبین کی سخت پکڑ ہوگی، اللہ پاک ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، وہ اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔

### عظمتِ قرآن کا بیان

کسی ذات میں متعدد صفات ہوں تو بعض کا بعض پر اثر پڑتا ہے، جیسے باپ، شفیق، مہربان اور منصف مزاج ہو تو اس کے ہر فیصلہ سے مہربانی اور شفقت ٹپکے گی، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بھی پانچ صفات ہیں، اور چھٹی صفت: کلام ہے، پس ان صفاتِ خمسہ کا اثر قرآن میں ضرور آئے گا، وہ پانچ صفات یہ ہیں:

۱- وہ غفور: بڑے بخشنے والے ہیں، کفر و شرک کے سوا ہر خطا جس کے لئے چاہیں گے معاف کر دیں گے۔

۲- وہ ودود: بہت محبت کرنے والے ہیں، صالح کو اپنی مصنوعات سے محبت ہوتی ہے۔

۳- وہ شامی تحت والے ہیں، یعنی کائنات پر بلا شرکت غیرے انہی کا کنٹرول ہے۔

۴- وہ مجید: عظمت والے ہیں، ایسی عظمت جس کو کوئی چھو نہیں سکتا۔

۵- وہ جو چاہیں کر گزرنے والے ہیں، فرعون کو اس کے لاؤ لشکر کے ساتھ غرقاب کر دیا تو ان کا کیا نقصان ہوا؟ شمود

جیسی زور آور قوم کو صفحہ ہستی سے نابود کر دیا تو ان کا کیا بڑ گیا؟

اور چھٹی صفت: کلام ہے، کفار جس کی تکذیب میں لگے ہوئے ہیں، مگر اللہ ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں،

وہ تکذیب کی سزا سے بچ نہیں سکتے، عظمت والا کلام پہلے لوح محفوظ میں جلوہ گر ہوا، وہاں سے بیت معمور میں اتارا گیا، پھر

وہاں سے چوکیداری کے ساتھ نبی ﷺ پر اتارا گیا، جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہے، اس کی ہر طرح تعظیم کی جائے، اس

کو پڑھا سمجھا جائے اور اس کے احکام پر عمل کیا جائے، اور اس کو چار دانگ عالم میں پھیلا یا جائے۔

﴿ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝ فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝ هَلْ اَتَاكَ حَايِثُ الْجُنُودِ ۝ فَرَعَوْنَ

وَقَسُوۡدًا ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِيۡ تَكۡذِيۡبِ ۙ وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآٖهِمْ مُّجِيبٌ ۙ بَلْ هُوَ قَدَّارٌ مَّجِيدٌ ۙ فِيۡ كُوۡنٍ مَّخۡفُوۡطٍ ۙ﴾

ترجمہ: اور وہ بڑے بخشنے والے، بہت محبت کرنے والے، تختِ شامی کے مالک، عظمتوں والے، جو چاہیں کر

گزرنے والے ہیں، کیا آپ کو لشکروں کی بات پہنچی ہے، یعنی فرعون اور شمود کی، بلکہ مکرین تکذیب میں لگے ہوئے ہیں،

اور اللہ تعالیٰ ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، بلکہ وہ باعظمت پڑھنے کی کتاب ہے جو محفوظ سختی میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ الطارق

طارق کے معنی ہیں: رات میں طلوع ہونے والا روشن ستارہ، طوق النجم (ن) کے معنی ہیں: رات کو ستارہ کا نمودار ہونا، پہلی آیت میں ایسے ستارہ کی قسم ہے، اس لئے یہ سورت کا نام ہے۔

اس سورت کا موضوع بھی قیامت، بعثت بعد الموت اور قرآن کی حقانیت کا بیان ہے، اور اس سورت میں ترتیب وار چار باتیں بیان فرمائی ہیں:

۱- بات یہاں سے شروع کی ہے کہ ہر تنفس (سانس لینے والا) اللہ کی نگرانی میں ہے، اور اس کو دو دلیلوں سے مدلل کیا ہے، آسمان کی اور رات میں طلوع ہونے والے چمکدار ستارے کی قسم کھائی ہے، یہ دونوں غیر تنفس (جمادات) ہیں، جب ان پر نگرانی مقرر ہے، تو تنفس بلکہ انسان پر نگرانی بدرجہ اولیٰ مقرر ہوگی، وہ نگرانی کے زیادہ محتاج ہیں۔

۲- پھر بات آگے بڑھائی ہے کہ انسان اپنی تخلیق میں غور کرے، اس کو منی سے پیدا کیا ہے، جس کا مرکز دل ہے، جو پیٹھ اور سینہ کی پسلیوں کے درمیان ہے، مرکز سے لے کر آخری مرحلہ تک انسان اللہ کی نگرانی میں بنتا اور بڑھتا ہے، پس کیا انسان کو اللہ تعالیٰ دوبارہ بنانے پر قادر نہیں؟

۳- انسان کو دوبارہ اللہ تعالیٰ کب زندہ کریں گے؟ جب سینوں کے راز آشکارہ ہونگے، جس دن انسان کے پاس نہ کوئی طاقت ہوگی نہ مددگار یعنی قیامت کے دن اس کو دوبارہ زندہ کریں گے، پھر اس کو ایک نظیر سے سمجھایا ہے، آسمان برستا ہے تو زمین سبزہ اگاتی ہے، اسی طرح قیامت کے دن خاص بارش ہوگی، جس سے زمین سے مردے باہر نکل آئیں گے۔

۴- پھر آخر میں یہ بیان ہے کہ یہ سب باتیں قرآن کریم بیان کر رہا ہے، اور وہ دو ٹوک فیصلہ کرنے والی کتاب ہے، اس کی باتیں دل لگی نہیں ہیں، مگر منکرین قرآن کی دعوت کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بھی دعوت قرآن کے پھیلنے کی تدبیریں کر رہے ہیں، پس ذرا صبر کریں، مکذبین کو ذرا مہلت دیں، وہ جلد اسلام کی کامیابی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔



ذکوٰۃھا

سُورَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ (۳۶)

بآیاتھا ۱۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝ إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّنَّا عَلَيْهَا  
حَافِظٌ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ  
وَالثَّرَائِبِ ۝ إِنْهُ عَلَى رَجْعِهِ لِقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْسَرَائِرُ ۝ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝  
وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ ۝ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝  
إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۝ وَأَكِيدُ كَيْدًا ۝ فَمَهْلِكُ الْكَافِرِينَ آمِهْلَهُمْ رُويدًا ۝

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ	آسمان کی قسم اور رات میں آنے والے کی قسم!	فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ (۲) خُلِقَ	پس چاہئے کہ دیکھے انسان کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ؟	إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لِقَادِرٌ	بے شک وہ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر یقیناً پوری قدرت رکھتا ہے جس دن جانچے جائیں گے
وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ	اور تجھے کچھ معلوم ہے رات میں آنے والا کیا ہے؟	خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ	پیدا کیا گیا ہے وہ؟ پانی سے اچھلنے والے (جو) نکلتا ہے	يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالثَّرَائِبِ (۳)	جانچے جائیں گے سر بستہ راز پس نہیں ہوگی اس کیلئے کچھ طاقت اور نہ کوئی مددگار قسم آسمان کی بارش والے
النَّجْمُ الثَّاقِبُ	ستارہ ہے چمکنے والا نہیں کوئی بھی متنفس	يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالثَّرَائِبِ (۳)	پیدا کیا گیا ہے وہ پانی سے اچھلنے والے (جو) نکلتا ہے درمیان سے پہنچے کے اور سینہ کی پسلیوں کے	إِنَّهُ عَلَى رَجْعِهِ لِقَادِرٌ	بے شک وہ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر یقیناً پوری قدرت رکھتا ہے جس دن جانچے جائیں گے
وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ	اور تجھے کچھ معلوم ہے رات میں آنے والا کیا ہے؟	خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ	پیدا کیا گیا ہے وہ؟ پانی سے اچھلنے والے (جو) نکلتا ہے	يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالثَّرَائِبِ (۳)	جانچے جائیں گے سر بستہ راز پس نہیں ہوگی اس کیلئے کچھ طاقت اور نہ کوئی مددگار قسم آسمان کی بارش والے

(۱) ابن: نافیہ ہے، آگے لہذا معنی والا ہے، نفی اثبات سے حصر ہوا ہے (۲) مم: میں من جارہ اور ما موصولہ ہے، اس کا الف نہیں لکھا جاتا، اور نون کا میم میں ادغام ہوا ہے۔ (۳) الثرائب: قریبہ کی جمع: سینہ کی پسلیاں (۴) مستدرک حاکم میں ابن عباسؓ کی مرفوع روایت ہے کہ رجوع کے معنی بارش کے ہیں (لغات القرآن)





ہے، جو اس کی حفاظت کرتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

دل منی کا منبع کیسے ہے؟ — ہم جو غذا کھاتے ہیں وہ پانچ مرتبہ ہضم ہوتی ہے، ہضم کے معنی ہیں: توڑنا، کھانا پہلی مرتبہ منہ میں ہضم ہوتا ہے، وہاں سے ٹوٹ کر معدہ میں پہنچتا ہے، وہاں دوسری مرتبہ ہضم ہوتا ہے، معدہ غذا کے تین حصے کرتا ہے، سیال حصہ گردوں میں جاتا ہے، وہ اس کو فیلٹر کر کے مٹانے میں بھیجتے ہیں، وہاں سے پیشاب کے راستے باہر نکل جاتا ہے، اور غلیظ حصہ آنتوں میں جاتا ہے، وہاں سے وہ غلاظت بن کر نکل جاتا ہے، اور چاولوں کی پیک جیسا حصہ جگر میں جاتا ہے، وہاں تیسری مرتبہ ہضم ہوتا ہے، جگر پکا کر اس کے چار حصے کرتا ہے: سوداء، صفراء، بلغم اور خون، سوداء جوڑوں میں جاتا ہے، صفراء پت کی تھیلی میں جاتا ہے، اور غذا کے ہضم میں مددگار بنتا ہے، اور بلغم کھال کے نیچے پھیل جاتا ہے، وہاں وہ تحلیل ہو کر گوشت بنتا ہے، اور خون دل میں جاتا ہے، وہاں چوتھی مرتبہ ہضم ہوتا ہے، دل خون کو پکا کر تین حصے کرتا ہے، اعلیٰ درجہ کا خون منی بننے کے لئے رگوں میں اسٹور کر لیا جاتا ہے، پس دل منی کا مرکز ہے، اور وہ پیڑھ اور پسلیوں کے درمیان ہے، اور دوسرے درجہ کا خون گوشت بننے کے لئے کھال کے نیچے پھیل جاتا ہے، وہاں وہ بلغم کے ساتھ مل کر گوشت میں تحلیل ہو جاتا ہے، اور نکما خون رگوں میں دوڑتا ہے، اور اسی پر زندگی کا مدار ہے، یہ خون بار بار دل میں واپس آتا ہے، دل اس کو پھینچنے میں بھیجتا ہے، وہ اس میں سے کاربانڈ (زہریلی حصہ) سانس کے ذریعہ باہر کرتا ہے، اور باہر سے آکسیجن لے کر خون میں شامل کرتا ہے اور دل کو واپس کرتا ہے، دل اس کو پمپ کرتا ہے، یہ عمل ایک منٹ میں کئی مرتبہ ہوتا ہے، اس طرح یہ نظام فرشتوں کی نگرانی میں چلتا رہتا ہے۔ پھر بوقت صحبت فوطے منی بنتے ہیں، جس سے حمل ٹھہرتا ہے، غرض پانچواں ہضم اپنے اپنے محل میں ہوتا ہے، رہی یہ بات کہ مادہ بننے والا خون کہاں جمع رہتا ہے؟ اور فوطوں کا اس میں کس طرح دخل ہے؟ یہ اہل فن بتا سکتے ہیں، البتہ اتنی بات محسوس ہوتی ہے کہ جب فراغت کا وقت آتا ہے تو سینہ ہی سے مادہ چھٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

منی کو دیکھ کر کیوں نکلتی ہے؟ — بچہ دانی کا منہ مہبل (جماع کے راستے) سے ذرا فاصلہ پر ہے، تاکہ حالت حمل میں بھی جماع ہو سکے، مرد کا عضو بچہ دانی سے نہ ٹکرائے، اور صحبت کے وقت بچہ دانی کا منہ پھول کی طرح کھلتا بند ہوتا رہتا ہے، اگر فراغت کے وقت اتفاق سے بچہ دانی کا منہ کھلا ہے تو مادہ اس میں داخل ہوتا ہے، اور بند ہوتا ہے تو مادہ ٹکرا کر باہر آ جاتا ہے، اور منی گاڑھا مادہ ہے، اور سوراخ تنگ ہے، اس لئے پہلے مذی پورے راستے کو چکنا کر دیتی ہے، پھر منی کو دیکر نکلتی ہے، مرد کا مادہ باہر کی طرف کو دتا ہے اور عورت کا اندر کی طرف، جب دونوں مادے ایک ساتھ بچہ جانی میں پہنچتے ہیں تو جڑوے اندھا دھند حرکت کرتے ہیں، اگر وہ عورت کے مادہ کے کسی خلیہ میں داخل ہو گیا تو حمل ٹھہر جاتا ہے اور بچہ دانی کا منہ بند ہو جاتا ہے اور آگے کے مراحل شروع ہوتے ہیں۔

﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ۗ إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ﴾

ترجمہ: پس چاہئے کہ انسان غور کرے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ وہ اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے، جو پیٹھ اور سینے کی پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے، بے شک وہ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر پوری طرح قادر ہے!

انسان دوبارہ کب پیدا کیا جائے گا؟ اور بعث بعد الموت کی نظیر

انسان کو اللہ تعالیٰ دوبارہ قیامت کے دن پیدا کریں گے، اس دن انسان کے پوشیدہ بھید کھل جائیں گے، کوئی بھید چھپا نہیں رہے گا، پھر ان کا حساب ہوگا، اس دن انسان بے بس ہوگا، نہ خود میں کوئی طاقت ہوگی نہ دوسرا کوئی مددگار ہوگا۔ بعث بعد الموت کی نظیر: جیسے بارش برتی ہے تو زمین سے سبزہ اُگ آتا ہے، اسی طرح قیامت کے دن خاص بارش ہوگی اور مرنے والے زمین سے نکل آئیں گے اور قیامت برپا ہوگی۔

﴿يَوْمَ تُنْفَخُ السَّمَاوَاتُ كَالسَّمَاءِ ۗ وَالْأَرْضُ ذَاتُ الصُّدُوعِ ۗ﴾

ترجمہ: جس دن دلوں کے بھید جانچے جائیں گے — یعنی ان کا حساب ہوگا — پس انسان کے اندر نہ کچھ زور ہوگا اور نہ کوئی مددگار! بارش برسانے والے آسمان کی قسم! اور پھٹنے والی زمین کی قسم! — یہ نظیر کا بیان ہے کہ انسان اسی زمین سے دوبارہ پیدا ہونگے۔

قرآن کی باتیں برحق ہیں اور اس کی دعوت پھیل کر رہے گی

مذکورہ باتیں قرآن کریم بیان کر رہا ہے، اس کی باتیں دو ٹوک ہیں، وہ دل بہلانے والی باتیں نہیں، اور اس کی دعوت پھیل کر رہے گی، اگرچہ منکرین اس کی دعوت کو ناکام کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اس کی دعوت کی راہ ہموار کر رہے ہیں، البتہ اسلام کا بول بالا ہونے کے لئے تھوڑا وقت درکار ہے، لہذا مکذبین کو ان کے حال پر چھوڑیے، کرنے دیجئے ان کو جو کرنا چاہیں، جلد وہ اسلام کا بول بالا ہوتا ہوا دیکھ لیں گے۔

﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ فَضْلٍ ۗ وَنَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۗ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ۗ وَأَكِيدُ كَيْدًا ۗ فَمَهْلِكُ الْكٰفِرِينَ اٰمَنٰهُمْ رُوٰيْدًا ۗ﴾

ترجمہ: بے شک وہ یعنی مذکورہ باتیں فیصلہ کن باتیں ہیں، دل لگی کی باتیں نہیں! بے شک منکرین بڑے بڑے داؤ چل رہے ہیں، اور میں بھی بڑے داؤ چل رہا ہوں، پس آپ ان کافروں کو ڈھیل دیں، ان کو بس تھوڑے دنوں تک ڈھیل دیں!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ الاعلیٰ

الأعلى: اللہ کی صفت ہے، اس کے معنی ہیں: بلند و بالا، پہلی آیت میں یہ صفت آئی ہے، اس سے سورت کا نام رکھا ہے، یہ سورت نبی ﷺ کو بہت پسند تھی (درمنثور) جمعہ اور عیدین میں اکثر آپؐ یہ سورت اور آئندہ سورت پڑھتے تھے، وتر کی پہلی رکعت میں بھی اس کو پڑھتے تھے، اور اس سورت کو عشاء میں قراءت کا معیار بنایا ہے، جب اس سورت کی پہلی آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا: اس کو سجدہ کی تسبیح بناؤ، چنانچہ سجدہ میں سبحان ربی الأعلى کہتے ہیں۔

رابط: گذشتہ سورت کے آخر میں فرمایا ہے کہ قرآن فیصلہ کن کتاب ہے، اور اس سورت میں ہے کہ قرآن لوگوں کی دینی راہ نمائی کے لئے نازل کیا گیا ہے، پس دونوں سورتوں کا اول و آخر مربوط ہے۔ اور اس سورت میں چار باتیں ہیں:

۱- شروع میں انسان کا پیدائش سے لے کر موت تک کا تذکرہ ہے۔

۲- پھر یہ بیان ہے کہ قرآن کریم لوگوں کی ہدایت (دینی راہ نمائی) کے لئے نازل کیا گیا ہے۔

۳- اس کے بعد یہ بیان ہے کہ دعوتِ اسلامی اپنی آخری منزل تک ضرور پہنچے گی، البتہ اس کے لئے محنت ضروری ہے۔

۴- پھر آخر میں آخرت کی کامیابی اور ناکامی کا تذکرہ ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
سُبْحٰنَ اِسْمِ رَبِّكَ الْاَعْلٰی الَّذِیْ خَلَقَ فَسُوّیْ ۙ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۙ وَالَّذِیْ اَخْرَجَ  
الْمَرْعٰی ۙ فَجَعَلَهَا غُثًا ۙ اَھُوٰی ۙ

سُبْحٰنَ	پاک بیان کر	الْاَعْلٰی	برتر و بالا کی	وَالَّذِیْ	اور جس نے
اِسْمَ	نام کی	الَّذِیْ خَلَقَ	جس نے بنایا (انسان کو)	قَدَّرَ	اندازہ ٹھہرایا
رَبِّكَ	اپنے پروردگار	فَسُوّیْ	پس درست کیا	فَهَدٰی	پس راہ دکھائی

وَالَّذِي	اور جس نے	المَرْطَلُ	چارا	غُثَاثٌ <sup>(۱)</sup>	کوڑا
أَخْوَجَ	نکالا	فَجَعَلَهُ	پس کیا اس کو	أَخْوَجَ <sup>(۲)</sup>	کالا

### انسان پیداؤش سے موت تک

انسان کو برتر و بالا پروردگار نے بنایا ہے، جس میں کوئی عیب اور کوئی کمی نہیں، اللہ میں ساری خوبیاں جمع ہیں، پس ان کی بنائی ہوئی چیز میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی، چنانچہ انسان کو بھی ہر اعتبار سے ٹھیک بنایا، اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، پھر اس کی زندگی کی پلاننگ کی، اس کے لئے ہر ضرورت مہیا کی، اور اس کو زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھایا، پھر ایک وقت آیا کہ اس کو دنیا سے ہٹا دیا، جیسے بارش ہوتی ہے تو چراگاہ تیار ہوتی ہے، پھر ایک وقت کے بعد گھاس کالا کوڑا ہو جاتی ہے، یہی حال انسان کا ہے، ماں کے پیٹ سے نکلا، جوان رعنا ہوا، پھر آہستہ آہستہ بوڑھا پا آ گیا، پھر مر کھ پ گیا! از آدم تا اس دم کتنے انسان آئے اور گئے، کسی کا نام باقی ہے؟ صرف نیک کام کرنے والوں کا نام باقی ہے، پس لوگو! اچھے کام کرو تا کہ دنیا میں اچھا نام باقی رہے اور آخرت میں بھی چین و قرار آئے!

آیات پاک: — پاکی بیان کر اپنے سب سے برتر و بالا پروردگار کے نام کی! — اس آیت میں تسبیح و تحمید دونوں کو جمع کرنے کا حکم ہے، تسبیح میں پاکی بیان کرنے کا حکم ہے، اور الاعلیٰ میں تحمید کا<sup>(۳)</sup> اور قرآنی قسموں کی طرح یہ آیت بعد والے مضمون کی دلیل ہے۔ جس نے (انسان کو) بنایا، پس ٹھیک بنایا — اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی — اور جس نے اس کی زندگی کے لئے اندازہ کیا — یعنی اسباب زندگی مہیا کئے — پھر اس کو راہ سجھائی — یعنی عقل تام دی جس سے وہ اپنی دنیوی ضرورتیں پوری کرنے لگا — اور جس نے چارا اگایا، پس اس کو سیاہ کوڑا کر دیا — یہی انجام انسان کا ہونا ہے۔

سَقْرَتَاكَ فَلَا تَنْتَسَى ۚ اِلَّا مَا شَاءَ اللهُ مِرَاتَةً ۗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفَى ۗ

سَقْرَتَاكَ	اب پڑھائیں گے ہم آپ کو	فَلَا تَنْتَسَى	پس نہیں بھولیں گے آپ	اِلَّا مَا	مگر جو
-------------	------------------------	-----------------	----------------------	------------	--------

(۱) غُثَاثٌ: سوکھے سڑے گلے پتے، کوڑا، نعل نضر اور ضرب سے آتا ہے (۲) اُخْوَجَ: حُوَّةً سے صفت مشبہ: سیاہ بنی مائل یا سیاہ سرخی مائل۔ (۳) رُكُوعُ كِتَابِ التَّوْحِيدِ: سبحان ربی العظیم، اور جگہ کی تسبیح: سبحان ربی الاعلیٰ: سبلی اور شوقی معرفتوں کی جامع ہیں، اسی طرح سبحان اللہ و بحمدہ اور سبحان اللہ العظیم بھی دونوں علوم کے جامع ہیں، اس لئے اللہ کو بہت پسند ہیں، اور نہایت وزنی ہیں ۱۲

شَاءَ اللهُ إِنْفَاةً	چاہیں اللہ تعالیٰ بے شک وہ	يَعْلَمُ الْجَهْرَ	جاننے ہیں زور سے کہی ہوئی بات	وَمَا يُخْفَى	اور جو چھپی ہوئی ہے
--------------------------	-------------------------------	-----------------------	----------------------------------	------------------	------------------------

### قرآن ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے، اور اس میں حسبِ مصلحت تبدیلی کی جاتی تھی

انسان: روح اور بدن کا مجموعہ ہے، اصل روح ہے اور بدن تابع ہے، انسان کو بدن کی ضروریات پوری کرنے کے لئے غیر معمولی عقل دی ہے، جس سے اس کا کام چل رہا ہے، مگر وہ اپنی روحانی ضرورت اپنی عقل سے پوری نہیں کر سکتا، کیا آپ دیکھتے نہیں! انسانوں میں مذہبی امور میں کس قدر اختلافات ہیں! جبکہ سب کے پیش نظر روح کو سنوارنا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں آسمان سے ہدایت بھیجی، پہلا انسان ہی پہلا نبی تھا، معلوم ہوا کہ کوئی شخص اللہ کی راہ نمائی کے بغیر روح کو نہیں سنوار سکتا، چنانچہ سو سے زیادہ کتابیں نازل ہوئیں، پھر آخر میں اپنا کلام (قرآن) نازل کیا، اس نازل کرنے کو پڑھانے سے تعبیر کیا ہے، نزول کے ساتھ ہی نبی ﷺ کو قرآن یاد ہو جاتا تھا، اور پکا یاد ہو جاتا تھا، آپ بے تکلف اس کو لوگوں کے سامنے پڑھتے تھے، پھر آپ کوئی حصہ قرآن کا بھولتے نہیں تھے، ورنہ اللہ کے پڑھانے کا فائدہ کیا؟ البتہ جب کوئی آیت منسوخ کرنی ہوتی، یعنی احکام میں تبدیلی کرنی ہوتی تو آپ پرانی آیت بھول جاتے، اور اس کی جگہ نئی آیت یاد ہو جاتی، کیونکہ نسخ کی یہ بھی ایک صورت تھی، اور احکام میں یہ تبدیلی بندوں کی مصلحت سے ہوتی تھی، اللہ تعالیٰ بندوں کے سب کھلے چھپے احوال سے واقف ہیں، وہ بندوں کی جیسی مصلحت دیکھتے ہیں احکام بھیجتے ہیں۔

آیاتِ پاک: اور ہم آپ کو پڑھائیں گے، پس آپ بھولیں گے نہیں، مگر جو اللہ بھلانا چاہیں، بلاشبہ وہ زور سے کہی ہوئی بات جانتے ہیں، اور جو بات چھپی ہوئی ہے — اس کو بھی جانتے ہیں۔

وَنُبَيِّنُكَ لِّلْيُسْرَىٰ ۗ ۙ فَذَكِّرْ إِن نَّفَعَتِ الذِّكْرَىٰ ۗ ۙ سَبِّدًا كُرْمًا ۗ ۙ يُحْشَىٰ ۗ ۙ وَيَتَجَدَّبُهَا  
الرَّشْقَ ۗ ۙ الَّذِي يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرَىٰ ۗ ۙ ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ۗ ۙ

وَنُبَيِّنُكَ <sup>(۱)</sup>	اور آہستہ آہستہ پہنچائیں	لِّلْيُسْرَىٰ <sup>(۲)</sup>	آسانی تک	إِن نَّفَعَتِ <sup>(۳)</sup>	اگر نفع پہنچائے
فَذَكِّرْ	گے ہم آپ کو	فَذَكِّرْ	پس نصیحت کریں آپ	الذِّكْرَىٰ	نصیحت کرنا

(۱) يُبَيِّنُ: مضارع، جمع متکلم، مصدر تبيين، يُسْرَادُه، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا ہے: ”اور سچ سچ پہنچائیں گے ہم تجھ کو“ (۲) اليُسْرَى: اسم تفضیل واحد مؤنث، اس کا واحد مذکر ايسر ہے، یہ الطريفة کی صفت ہے، آسان طريفة یعنی وہ عمل جو رضائے الہی کے حصول کا سبب ہو (معالم) شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے ”آسانی تک“ ترجمہ ←

سَيِّدًا كَذِبًا مَنْ يَخْتَلِفُ وَيَتَّخِذُهَا	اب نصیحت پذیر ہوگا جو ڈرتا ہے اور دور ہٹے گا اس سے	الَا شَفَعُ الَّذِي يَخْلَى النَّارَ الْكُبْرَى	بد بخت جو داخل ہوگا بڑی آگ میں	ثُمَّ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَى	پھر نہیں مرے گا وہ اس میں اور نہ جنے گا
---	--	---	--------------------------------------	--	---

اللہ آپ کو آسان منزل تک بتدریج پہنچائیں گے، آپ لوگوں کو سمجھائیں

قرآن کی دعوت پھیلے گی، آہستہ آہستہ منزل سے جا لگے گی، اللہ تعالیٰ سچ سچ کام کو بڑھائیں گے، البتہ اس کے لئے محنت ضروری ہے، آپ لوگوں کو سمجھائیں، نصیحت ضرور سود مند ہوگی، جو اللہ سے ڈرے گا ایمان لائے گا، اور جنت میں جائے گا، اور بد بخت اعراض کرے گا اور جہنم میں جائے گا، وہاں وہ نہ مرے گا کہ تکلیفوں کا خاتمہ ہو، اور نہ آسائش کی زندگی جنے گا!

آیات پاک: — ہم آہستہ آہستہ آپ کو آسانی کی طرف لئے جا رہے ہیں، پس آپ لوگوں کو نصیحت کریں، اگر نصیحت کرنا سود مند ہو — یعنی نصیحت کا فائدہ ضرور ہوگا — ابھی نصیحت قبول کرے گا جو اللہ سے ڈرتا ہے، اور اس سے بڑا بد بخت اعراض کرے گا، جو بڑی آگ میں داخل ہوگا، پھر وہ اس میں نہ مرے گا نہ جنے گا!

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى ۝ بَلْ تُؤَثِّرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْآخِرَةَ خَيْرًا وَأَبْغَى ۝ إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى ۝ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى ۝

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى	بالحقین کامیاب ہوا جو ستھرا ہوا اور لیا اس نے اپنے رب کا نام پس اس نے نماز پڑھی	بَلْ تُؤَثِّرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ خَيْرًا وَأَبْغَى إِنَّ هَذَا	بلکہ تم ترجیح دیتے ہو دنیا کی زندگی کو جبکہ آخرت بہتر اور دیر پا ہے بے شک یہ بات	لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى	البتہ کتابوں میں ہے انگلی کتابیں ابراہیم اور موسیٰ کی
---	---	--	--	--	---

### آخرت کی کامیابی اور ناکامی

جس میں دو باتیں ہوں گی وہ آخرت میں بالحقین کامیاب ہوگا:

→ کیا ہے۔ (۳) ان شرط کے لئے ہے، مگر شرط مقصود نہیں، بلکہ نصیحت کرنے کا تاکید حکم دینا مقصود ہے، جیسے کہتے ہیں: اگر تو مرد ہے تو یہ کام کر، اس سے مقصود ابھارنا ہے، یعنی نصیحت سود مند ہے اسے ضرور کیجئے۔

۱- جو ظاہری اور باطنی، حسی اور معنوی نجا ستوں سے پاک ہوا، اور قلب و قالب کو عقائد صحیحہ، اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ کیا (فوائد) اور زکات اس میں آگئی، کیونکہ وہ محل کی برائی دور کرنے کے لئے ہے، اور اس کو نماز سے مقدم اس لئے کیا کہ نماز کے لئے پاکی شرط ہے۔

۲- تکبیر تحریرہ کہہ کر نماز پڑھی، نماز دین کا بنیادی ستون ہے، اسی پر دین کی عمارت استوار ہوتی ہے۔ مگر لوگ نماز اور زکات سے غافل ہیں، دنیا کے گورکھ دھندوں میں اور مال کی محبت میں پھنسے رہتے ہیں، اور نماز چھوڑتے ہیں، زکات ادا نہیں کرتے، ان کو آخرت کی فکر نہیں، حالانکہ آخرت بہتر اور ابدی زندگی ہے، اس کی تیاری سب سے اہم اور مقدم ہے۔ اور ان آیات میں جو مضمون ہے وہ اگلی کتابوں میں بھی ہے، پس یہ نہایت مؤکد احکام ہیں، حضرات ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کی کتابوں میں ہے۔

فائدہ (۱): ایک ضعیف روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے (سورتیں) نازل ہوئے تھے (فوائد) اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں سے مراد تورات کی پانچ کتابیں ہیں۔

فائدہ (۲): تکبیر تحریرہ نماز کے بارڈر پر ہے، کوئی اس کو شرط کہتا ہے کوئی رکن، اور قرآن نے نماز کے ارکان متفرق جگہ بیان کئے ہیں، یہاں تکبیر تحریرہ کا ذکر ہے، یہ پہلا رکن یا قرہبی شرط ہے، ان ارکان کو جوڑ کر نبی ﷺ نے نماز کی ہیئت کذائی بنائی ہے۔

آیات پاک: بلاشبہ کامیاب ہوا جو پاک صاف ہوا، اور اس نے اپنے پروردگار کا نام لیا، پس نماز پڑھی، بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، جبکہ آخرت بہتر اور دیرپا ہے، بے شک یہ مضمون پہلی کتابوں میں ہے، ابراہیم و موسیٰ (علیہما السلام) کی کتابوں میں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ الغاشیہ

غاشیہ: قیامت کا ایک نام ہے، اس کے معنی ہیں: محیط عام، ہر چیز پر چھا جانے والی آفت، قیامت کی آفت بھی ہر چیز کو گھیر لے گی۔ گذشتہ سورت کے آخر میں آخرت میں کامیاب اور ناکام لوگوں کا تذکرہ کیا تھا، اس سورت کے شروع میں ان کی تفصیل ہے، پہلے جہنمیوں کا ذکر ہے، پھر جنتیوں کا، اس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ قصہ جب ہے کہ مردے زندہ ہوں! اس لئے لوگوں کو چار دلائل قدرت میں غور کرنے کی دعوت دی ہے، تاکہ لوگوں کو یقین آئے کہ اللہ کی قدرت میں سب کچھ ہے۔ پھر آخر میں نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپ ایمان کی دعوت دیتے رہیں، لوگوں کو ایمان پر مجبور کرنا آپ کا کام نہیں، منکرین کا معاملہ ہمارے حوالے کریں، ہم ان سے نمٹ لیں گے۔

سُورَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ (۶۸) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۙ وَجُوْهُ يَوْمِيْذٍ خَاشِعَةٌ ۙ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۙ تَصْلٰ نَارًا  
حَامِيَةً ۙ تُسْفِىْ مِنْ عَيْنٍ اٰبِيْتِهٖ ۙ كَيْسَ لِمَنْ لَّمْ يَطْعَمْ اِلَّا مِنْ صَرِيْعٍ ۙ لَا يُسْمِنُ ۙ وَلَا يُغْنِيْ  
مِنْ جُوْعٍ ۙ

هَلْ اَتٰكَ	کیا پہنچی ہے آپ کو	یَوْمِيْذٍ	اس دن	تَصْلٰ	داخل ہو گئے
حَدِيْثُ	بات	خَاشِعَةٌ	ذلیل ہو گئے	نَارًا	آگ میں
الْغَاشِيَةِ	قیامت کی	عَامِلَةٌ	محنت کرنے والے	حَامِيَةً	دکھتی
وَجُوْهُ <sup>(۱)</sup>	بہت چہرے	نَّاصِبَةٌ	تھکنے والے	تُسْفِىْ	پانی پلائے جائیں گے وہ

(۱) وجوہ: چہرے: بول کر ذوات مراد ملی ہیں۔



چشمہ سے	طَعَامٌ	کوئی کھانا	لَا يُبۡسَمُونَ	جونہ موٹا کرے گا
کھولتے	لَا اَمِّنَ صَرِيحٌ	خاردار بد بودار نہایت	وَلَا يُعۡفَى	اور نہ بے نیاز کرے گا
نہیں ہوگا ان کے لئے		کڑوے درخت کے علاوہ	وَمِنۡ جُوۡرٍ	بھوک سے

### آخرت میں ناکام لوگوں کا تذکرہ

کفار: قیامت کے دن ذلیل ہونگے، انھوں نے دنیا میں آخرت کے لئے بہت کچھ محنت کی ہے، مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے وہ اجر سے محروم ہونگے، جب وہ اپنی محنت رائیگاں دیکھیں گے تو تھک ہار کر بیٹھ رہیں گے، وہ دوزخ میں داخل کئے جائیں گے، وہاں ان پر پیاس مسلط کی جائے گی، وہ پیاس! پیاس! پکاریں گے تو کھولتے چشمہ سے پینے کو پانی دیا جائے گا، جس سے ہونٹ کباب ہو جائیں گے، اور آنتیں کٹ جائیں گی، مگر فوراً ہی ٹھیک کر دی جائیں گی، پھر ایسا ہی ہوتا رہے گا، اسی طرح ان پر بھوک مسلط کی جائے گی، وہ کھانا! کھانا! پکاریں گے تو خاردار بد بودار نہایت کڑوے درخت صریح کھانے کو دیا جائے گا، جو کسی کام کا نہیں ہوگا، اس لئے کہ کھانا یا تو موٹا ہونے کے لئے کھایا جاتا ہے یا بھوک مٹانے کے لئے، صریح میں یہ دونوں باتیں نہیں۔

سوال: دوسری جگہ جہنمیوں کے کھانے میں زقوم اور غسلین (پیپ) کا بھی ذکر ہے، پھر صریح میں حصر کیسا؟

جواب: یہ حصر اذعائی ہے، حقیقی نہیں، جیسے کہیں کہ شہر میں مفتی یہی ہیں تو اس سے دوسرے مفتیوں کی نفی نہیں ہوتی۔

آیات پاک: — کیا آپ کو ہر چیز کو ڈھانکنے والی آفت کی خبر پہنچی ہے؟ — سوال: تو چہ طلب کرنے کے

لئے ہے، تاکہ سامع غور سے بات سنے۔ — بہت لوگ اس دن ذلیل ہونگے (دنیا میں آخرت کے لئے) محنت کرنے

والے (آخرت میں اجر سے محروم ہونے کی وجہ سے) تھکنے والے ہونگے — یعنی ہمت ہارے ہوئے ہونگے —

وہ وقتی آگ میں داخل ہونگے، وہ کھولتے چشمہ سے پلائے جائیں گے، ان کے لئے صریح (خاردار، بد بودار، نہایت

کڑوے درخت) کے علاوہ کھانے کو کوئی چیز نہیں ہوگی، وہ ایسا کھانا ہے کہ نہ فرہ کرے گا نہ بھوک مٹائے گا!

وَجُوۡدًا یَّوۡمَیۡدِ نٰعِمَۃٌ ۙ لِّسَعِیۡہَا رٰضِیۡۃٌ ۙ فِیۡ جَنۡتِ عَلِیۡۃٍ ۙ لَا تَسۡمَعُ فِیۡہَا  
لَاغِیۡۃً ۙ فِیۡہَا عِیۡنٌ جٰرِیۡۃٌ ۙ فِیۡہَا سُرٌّ مَّرۡقُوعَۃٌ ۙ وَاَكۡوَابٌ مَّوۡضُوعَۃٌ ۙ وَتَمٰرِقٌ  
مَّصۡفُوفَۃٌ ۙ وَزَرَابِیۡ مَبۡثُوثَۃٌ ۙ

اعلیٰ درجہ کی	مَنْ فُوعَةٌ	نہیں سنیں گے وہ	لَا تَسْمَعُ	دوسرے بہت چہرے	وَجُودٌ (۱)
اور پیالے ہیں	وَ اَكْوَابٌ	اس میں	فِيهَا	اس دن	يَوْمَئِذٍ
قرینہ سے رکھے ہوئے	مَوْصُوعَةٌ	بکواس	لَاغِيَةٌ	خوش و خرم ہونگے	نَاعِمَةٌ
اور تکیے ہیں	وَتَمَارِقٌ	اس میں چشمہ ہے	فِيهَا عَيْنٌ	اپنی کوشش پر	لَسْعِيهَا
قطار میں لگے ہوئے	مَصْفُوفَةٌ	بہتا ہوا	جَارِيَةٌ	خوش ہونگے	رَاحِيَةٌ
اور غالیچے ہیں	وَزُرَّابِيٌّ	اس میں	فِيهَا	باغ میں	فِي جَنَّتٍ
ہر طرف پھیلے ہوئے	مَبْنُوتَةٌ	چار پائیاں ہیں	سُرٌّ	اونچے درجہ کے	عَالِيَةٍ

### آخرت میں کامیاب لوگوں کا تذکرہ

دوسری قسم کے لوگ آخرت میں خوش و خرم ہونگے، انہوں نے دنیا میں آخرت کے لئے جو کام کئے ہیں: جب ان کا صلہ ملے گا تو وہ نازاں فرحاں ہونگے، وہ بہشت بریں میں ہونگے یعنی ان کو ہائے کلاس گارڈن ملے گا، وہاں وہ کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے، بک بک جھک جھک دماغ کو خراب کرتی ہے، جنت میں بہتے ہوئے چشمے ہیں، اس لئے پانی لینے کے لئے کہیں جانا نہیں پڑے گا، وہاں اعلیٰ درجہ کی چار پائیاں ہیں، اور چشموں پر سلیقہ سے رکھے ہوئے پیالے ہیں، اور قطار سے رکھے ہوئے گاؤتکیے ہیں، اور ہر طرف بچھے ہوئے مخملی قالین ہیں، یہ وہ نعمتیں ہیں جن کو حاصل کرنے کی مسلمان کوشش کریں، ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کریں، نام نہاد مسلمانوں کی طرح اعمال صالحہ سے غافل نہ رہیں۔

آیاتِ پاک: دوسرے چہرے اس دن تروتازہ ہونگے، اپنی (دنیا کی) کمائی پر (آخرت میں) خوش ہونگے، اس میں کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے، اس میں بہتا ہوا چشمہ ہے، اس میں اعلیٰ درجہ کی چار پائیاں ہیں، اور قرینہ سے رکھے ہوئے پیالے ہیں، اور لائن سے رکھے ہوئے تکیے ہیں، اور ہر طرف پھیلا ہوا مخملی فرش ہے!

أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبْرِيلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۵﴾ وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۶﴾ وَإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۷﴾ وَإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۱۸﴾

کیا پس نہیں دیکھتے وہ	کَيْفَ خُلِقَتْ	کیسے پیدا کیا گیا ہے وہ	كَيْفَ رُفِعَتْ	کیسے اونچا بنایا گیا ہے وہ
اونٹ کو	وَإِلَى السَّمَاءِ	اور آسمان کو	وَإِلَى الْجِبَالِ	اور پہاڑوں کو

(۱) وجوہ: نکرہ ہے، اور نکرہ کو نکرہ سے لوٹایا جائے تو ثانی غیر اول ہوتا ہے۔

کیسے پھیلائی گئی ہے	کیفَ سُرَّطَتْ	اور زمین کو	وَالِیَ الْأَرْضِ	کیسے کھڑے کئے گئے ہیں	کیفَ نُصَبَّتْ
---------------------	----------------	-------------	-------------------	-----------------------	----------------

### قدرتِ خداوندی میں غور کرنے کے لئے چار چیزیں

اب ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے، جو شخص دوسری زندگی کو نہیں مانتا وہ کہہ سکتا ہے کہ لوگوں کی یہ دو قسمیں: کامیاب اور ناکام: اس دن ہوگی جب مُردے زندہ ہوں گے، مگر یہ بات ناقابلِ فہم ہے! ایسے بندے کو اللہ کی قدرت میں غور کرنے کی دعوت دی ہے، اور اس کے ماحول کے اعتبار سے چار چیزوں کا انتخاب کیا ہے، یہی چار چیزیں قرآن کے اولین مخاطبین کے ارد گرد تھیں، قرآن کے اولین مخاطب مشرکین مکہ تھے، ان کی معیشت کا مدار اسفار پر تھا، اور جزیرۃ العرب کی فضا صاف ہے، ہمیشہ آسمان نظر آتا ہے، اور ملک پہاڑوں سے اُٹا پڑا ہے، اور موسم گرم ہے، وہاں لمبا سفر اونٹ ہی پر ہوتا ہے، اور اونٹ قطار میں چلتا ہے، اس کو چلانا نہیں پڑتا، سوار سوار ہوتا ہے یا سوچتا رہتا ہے، گھر تو کاروبار کے گھمیلوں میں سوچنے کا موقع نہیں ملتا، سفر میں اس کا خوب موقع ملتا ہے، اس لئے فرمایا کہ:

۱- اپنے اونٹ میں سوچ، اللہ نے اس کو کیا پیدا کیا ہے؟ عرب اونٹ سے سواری کا کام بھی لیتے ہیں، اور بار برداری کا بھی، اس کا دودھ، گوشت اور اون استعمال کرتے ہیں، کھال سے کپڑے، خیمے اور جوتے بناتے ہیں، وہ عربوں کی زندگی کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا سہارا ہے، اونٹ مطیع جانور ہے، ایک بچہ اس کی مہار پکڑ کر جہاں چاہے لے جاسکتا ہے، ایسے بڑے ڈیل ڈول کا جانور، مگر اس پر سوار ہونے کے لئے سیڑھی نہیں رکھنی پڑتی، وہ خود بیٹھ جاتا ہے اور اپنے سوار کو لے کر کھڑا ہو جاتا ہے، جبکہ گھوڑا نہیں بیٹھتا، اس پر کوڈر سوار ہونا پڑتا ہے، اسی طرح اس پر بوجھ لانا بھی آسان ہے، وہ خود بیٹھ جاتا ہے اور بھاری بوجھ لے کر اٹھ جاتا ہے، اس کا چارہ بڑی آسانی سے مل جاتا ہے، وہ کانٹے کھا کر بھی گزارہ کر لیتا ہے، بھوک پیاس، سردی گرمی اور محنت و شقت برداشت کرتا ہے، اور عرب میں پانی بہت کم ہے، اونٹ کے پیٹ میں ٹنکی ہے، وہ اس میں آٹھ دن کا پانی بھر لیتا ہے اور ہفتہ بھر بے آب و گیاہ بیابان میں چلتا رہتا ہے، اس لئے عربوں کو اول اونٹ کی بناوٹ میں غور کرنے کی دعوت دی۔

۲- پھر جب سوار سر اٹھاتا ہے تو سامنے آسمان نظر آتا ہے، اس کی بلندی میں غور کرے، اللہ نے اس کو کتنا اونچا بنایا ہے کہ انسان کی سوچ بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتی!

۳- پھر سر جھکاتا ہے تو پہاڑوں پر نظر پڑتی ہے، ان میں غور کرے کہ ان کو کس طرح زمین میں گاڑا ہے، کروڑوں سال گذر گئے، مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے!

۴- پھر اور نیچے دیکھے گا تو زمین پر نظر پڑے گی، اس میں غور کرے، اس کو کیسے بچھایا ہے؟ گول ہے مگر کسی کو گولائی کا

احساس نہیں ہوتا، جیسے گنبد پر چوٹی کو گولائی کا احساس نہیں ہوتا۔

منکر بعث ان چیزوں میں غور کرے تو اس کو قدرتِ خداوندی کا یقین آجائے گا، ایسے قادر مطلق خدا کے لئے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ کچھ مشکل نہیں! وہ دوبارہ پیدا کر سکتا ہے اور کرے گا!

آیاتِ کریمہ: کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے: کس طرح پیدا کیا گیا ہے؟ اور آسمان کو نہیں دیکھتے: کس طرح بلند کیا گیا ہے؟ اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے: کس طرح گاڑے گئے ہیں؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے: کس طرح بچھائی گئی ہے؟

فَذَكِّرْ شَرِيفًا اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ ۝ اِلَّا مَنْ تَوَلَّىٰ وَكُفِّرْ ۝ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝ اِنَّ الْيَتٰمٰ اِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝

فَذَكِّرْ	پس نصیحت کریں آپ	اِلَّا مَنْ	لیکن جس نے	الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ	سخت سزا
اَنْتَ	اس کے سوا نہیں کہ آپ	تَوَلَّىٰ	منہ موڑا	اِنَّ الْيَتٰمٰ	بے شک ہماری طرف
مُذَكِّرٌ	نصیحت کرنے والے ہیں	وَكَفِّرْ	اور انکار کیا	اِيَابَهُمْ	ان کی واپسی ہے
لَسْتَ عَلَيْهِمْ	نہیں ہیں آپ ان پر	فَيُعَذِّبُهُ	پس اس کو سزا دیں گے	ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا	پھر بیشک ہمارے ذمہ
بِمُصَيِّرٍ	داروغہ (زبردستی کرنے والے)	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	حِسَابَهُمْ	ان کا حساب ہے

### نبی ﷺ کو تسلی

جب لوگ باوجود قیامِ دلائل کے غور نہیں کرتے تو آپؐ بھی ان کی فکر میں نہ پڑیں، آپؐ کا کام صرف نصیحت کرنا اور سمجھانا ہے، اگر لوگ نہیں سمجھتے تو آپؐ داروغہ کی طرح ان پر مسلط نہیں کہ مار کر مسلمان بنائیں، اور ان کے دلوں کو پھیر دیں، یہ کام مقلب القلوب کا ہے۔

البتہ جو اطاعت سے روگردانی کرے گا، اور ایمان نہیں لائے گا اس کو آخرت میں سخت سزا دی جائے گی، وہ جانے گا کہاں؟ آئے گا اللہ کی طرف، اس وقت اللہ تعالیٰ اس سے رتی رتی کا حساب لیں گے!

آیاتِ پاک: — پس آپؐ نصیحت کریں، آپؐ کا کام صرف نصیحت کرنا ہے، آپؐ ان پر مسلط نہیں! ہاں جو روگردانی اور انکار کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ سخت سزا دیں گے، وہ بالیقین ہماری طرف لوٹیں گے، پھر بے شک ہمارے ذمہ ان کا حساب ہے!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ الفجر

پہلی آیت میں فجر کی قسم ہے، اس لئے سورت کا یہ نام ہے، یہ سورت گذشتہ سے پیوستہ سورت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، سورۃ الاطلیٰ کے آخر میں تھا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ۝ وَ ذَكَرْنَا مِنْ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ﴾: یعنی جو دو فرض عبادتوں کا اہتمام کرے گا وہ بالیقین کامیاب ہوگا، ایک: زکات ادا کرنا، دوسری: پابندی سے نماز پڑھنا، پھر سورت الفاشیہ میں کامیاب ہونے والوں کا صلہ بیان کیا ہے، اب اس سورت میں تین نفل عبادتوں کا بیان ہے، جو ان کو بجالائے گا وہ نہ صرف کامیاب ہوگا، بلکہ پوزیشن لائے گا۔

اِنَّا نَحْنُ  
(۸۹) سُورَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۰)  
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْفَجْرِ ۙ  
وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۙ  
وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۙ  
وَالْاَيْلِ اِذَا يَسِرُّهُ ۙ  
هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي  
حِجْرٍ ۙ

وَالْفَجْرِ	فجر کی قسم	وَالْوَتْرِ	اور طاق کی	هَلْ	کیا
وَلَيَالٍ	راتوں کی قسم	وَالْاَيْلِ	رات کی قسم	فِيْ ذٰلِكَ	ان میں
عَشْرٍ	دس	اِذَا	جب	قَسَمٌ	قسم (اشارہ) ہے
وَالشَّفْعِ	جفت کی قسم	يَسِرُّهُ	وہ جانے لگے	لِّذِيْ حِجْرٍ	تعلقند کے لئے؟

جو تین نفل عبادتیں، بجالائے گا وہ پوزیشن لائے گا

ان آیات میں قسمیں بظاہر چار ہیں، مگر حقیقت میں تین ہیں، جفت اور طاق کا دس راتوں سے تعلق ہے، اور جو اب قسم نہ محذوف ہے نہ مذکور، بلکہ اس کی جگہ: ﴿هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ﴾ آیا ہے، یعنی ان قسموں میں جو اشارہ ہے اس کو

عقل مند سمجھ لے گا، وہ اس پر عمل کرے گا، اور پوزیشن لائے گا۔

وہ تین نفل اعمال یہ ہیں: (۱) فجر کی نماز مسجد میں جماعت سے پڑھنا (۲) رمضان کی آخری دس راتوں میں عبادت کرنا، طاق راتوں میں بھی اور جفت راتوں میں بھی (۳) رات کے آخری حصہ میں تہجد پڑھنا۔

ان کی تفصیل یہ ہے کہ فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی خاص اہمیت ہے، سورۃ بنی اسرائیل میں ہے: ﴿إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا﴾ بے شک فجر کی قراءت یعنی نماز حاضری کا وقت ہے، اس میں اللہ کا کلام سننے کے لئے فرشتے جماعت میں شریک ہوتے ہیں، اور مدرسہ والے لے بھی فجر کی نماز کے بعد حاضری لیتے ہیں، پس ہر مومن کو اس کا خاص اہتمام کرنا چاہئے، اور سورۃ الصافات کے شروع میں بھی اس کا ذکر ہے، اس لئے پوچھتے ہی اٹھ جانا چاہئے، پھر سنتیں پڑھ کر سستی اڑالے، اور دلچسپی کے ساتھ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے، مگر یہ اس وقت ممکن ہے کہ عشاء کے بعد فوراً سو جائے۔

دوسری نفل عبادت ہے: رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں عبادت کرنا، عام طور پر انہی راتوں میں شب قدر آتی ہے، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، نبی ﷺ بھی آخری عشرہ میں کمر کس لیتے تھے، اور گھر والوں کو بھی عبادت میں لگاتے تھے، اور آخری عشرہ کی سب راتوں میں عبادت کرنی چاہئے، طاق راتوں میں بھی اور جفت راتوں میں بھی، سب کی اہمیت یکساں ہے، کیونکہ طاق اور جفت راتیں متعین نہیں، شروع سے شمار کریں گے تو ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹ طاق راتیں ہوں گی، اور آخر سے گنیں گے اور مہینہ تیس پر پورا ہوگا تو بھی طاق راتیں یہی ہوں گی اور دوسری راتیں جفت ہوں گی، اور اگر مہینہ ۲۹ کا ہوگا تو معاملہ برعکس ہو جائے گا۔ اس لئے سبھی راتوں میں عبادت کرنی چاہئے، اور اسی لئے دس راتوں کی قسم کھانے کے بعد طاق اور جفت کی قسم کھائی ہے۔

اور تیسری نفل عبادت تہجد کی نماز ہے، جب رات ختم ہونے پر آئے تو اٹھ جائے اور سر نیاز جھکائے، سورۃ بنی اسرائیل میں اس کا ذکر ہے، اور بڑے انعام کا وعدہ ہے، اور احادیث میں بھی اس کے بہت فضائل آئے ہیں۔

آیات پاک: فجر (پوچھنے) کی قسم — نبی ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی میں اول وقت جماعت ہوتی تھی، اور دیوبند میں بھی رمضان میں اول وقت فجر کی نماز پڑھی جاتی ہے، اس میں تہجد گزاروں کے لئے اور سحری کھانے والوں کے لئے سہولت ہے، اور عام مسجدوں کے لئے اسفار (روشنی کر کے) نماز پڑھنے کا حکم ہے، اس میں عام مسلمانوں کا فائدہ ہے، یہاں فجر یعنی پوچھنے کی قسم کھائی ہے، اس میں اول وقت میں فجر پڑھنے کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے، مگر لوگوں کی مجبوری کا حکم دوسرا ہے — اور (رمضان کے آخری عشرہ کی) دس راتوں کی قسم، اور جفت و طاق راتوں کی قسم! — جفت: جو برابر تقسیم ہو جائے، اور طاق: جو برابر تقسیم نہ ہو، کچھ بچ جائے، اور جس حدیث میں دس راتوں کی تفسیر ذی الحجہ

کے شروع کی دس راتوں سے آئی ہے وہ حدیث نہایت ضعیف ہے (فوائد) — اور رات کی قسم جب وہ جانے لگے — یہ تہجد کا وقت ہے، یہ تیسری نفل عبادت ہے — کیا ان میں کوئی قسم (اشارہ) ہے عقلمند کے لئے؟ — عقلمندوں کو یہ اشارہ سمجھنا چاہئے، اور یہ عبادتیں بجالانی چاہئیں، تاکہ ان کی پوزیشن آئے<sup>(۱)</sup>

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۖ إِرَامَ بِنْتِ الْعَمَادِ ۗ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۗ  
وَتَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۗ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ۗ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۗ  
فَاكْثَرُوا فِيهَا الْفُسَادَ ۗ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمُرْصَادِ ۗ

پس زیادہ کیا	فَاكْثَرُوا	اور تمود (کے ساتھ)	وَتَمُودُ	کیا نہیں دیکھا آپ نے	أَلَمْ تَرَ
ان میں	فِيهَا	جنھوں نے	الَّذِينَ	کیسا معاملہ کیا	كَيْفَ فَعَلَ
فساد	الْفُسَادَ	تراش	جَابُوا	آپ کے رب نے	رَبُّكَ
پس ریڑھا	فَصَبَّ	چٹائیں	الصَّخْرَ	عاد کے ساتھ	بِعَادٍ
ان پر	عَلَيْهِمْ	وادئ القری میں	بِالْوَادِ	یعنی ارم کے ساتھ	إِرَامَ <sup>(۲)</sup>
آپ کے رب نے	رَبُّكَ	اور فرعون (کے ساتھ)	وَفِرْعَوْنَ	ستونوں والے	ذَاتِ الْعِمَادِ
کوڑا	سَوْطَ	کھونٹیوں والے	ذِي الْأَوْتَادِ <sup>(۳)</sup>	جو	الَّتِي
عذاب کا	عَذَابٍ	جنھوں نے	الَّذِينَ	نہیں پیدا کئے گئے	لَمْ يُخْلَقْ
بے شک آپ کا رب	إِنَّ رَبَّكَ	سرکشی کی	طَغَوْا	ان کے مانند	مِثْلُهَا
البتہ گھات میں ہے	لَبِالْمُرْصَادِ	شہروں میں	فِي الْبِلَادِ	شہروں میں	فِي الْبِلَادِ

جو قوم اس درجہ دنیا کے پیچھے پڑتی ہے کہ آپے سے باہر ہو جاتی ہے تو وہ دنیا میں بھی سزا پاتی ہے

سورۃ الاعلیٰ میں فرمایا تھا کہ آخرت میں ناکام وہ لوگ ہونگے جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، ایمان نہیں لاتے، اور ان کی ساری توانائی دنیا کے پیچھے خرچ ہوتی ہے، پھر سورۃ الغاشیہ میں ان کا اخروی انجام بیان کیا تھا، اب یہ بیان ہے کہ جو قوم اس درجہ دنیا کے پیچھے پڑتی ہے کہ آپے سے باہر ہو جاتی ہے، مخلوق پر ظلم و ستم ڈھانے لگتی ہے، اللہ کی زمین کو فساد سے

(۱) درجہ میں جواول، دوم اور سوم آتا ہے اس کو پوزیشن لانے والا کہتے ہیں ۱۲

(۲) ارم: عاد کا عطف بیان یا بدل ہے، اور غیر منصرف ہے (۳) اوتاد: خیمہ باندھنے کی کھوٹی۔

بھردیتی ہے، اس کو دنیا میں بھی عبرتناک سزا ملتی ہے، ایسی تین قوموں کا تذکرہ کرتے ہیں: عاد اولیٰ، ثمود (عاد ثانیہ) اور فرعون، جو اپنی سرکشی کے نتیجے میں ہلاک ہوئیں۔

آیاتِ پاک: — کیا آپ نے دیکھا نہیں! کیسا معاملہ کیا تیرے رب نے ستونوں والے عاد و ارم کے ساتھ؟ جن کے مانند علاقہ میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا! — عاد: قرہبی دادا کا نام ہے، اور ارم: دور کے دادا کا، انہیں کو عاد اولیٰ کہا جاتا ہے، اور عاد ثانیہ کو ثمود کہا جاتا ہے، عاد اولیٰ نے بڑے بڑے ستون کھڑے کر کے اونچے اونچے چملات بنائے تھے، اس زمانہ میں اس قوم جیسی کوئی قوم مضبوط اور طاقتور نہیں تھی، اور ان کی عمارتیں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں، مگر جب ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل طوفانی ہوا چلی تو سب ڈھیر ہو گئے — اور ثمود کے ساتھ جنھوں نے وادی القریٰ میں چٹانیں تراش کر مضبوط عمارتیں بنائی تھیں — مگر جب بھونچال آیا تو سب کھیت رہے — اور کھوئیوں والے فرعون کے ساتھ — فرعون بڑے لاؤ لشکر والا تھا، اس کو کافی مقدار میں خیمے گاڑنے کے لئے کھوئیاں رکھنی پڑتی تھیں، وہ بھی اپنی فوج کے ساتھ غرقاب ہوا۔

ان سب قوموں نے علاقوں میں سرکشی کی، اور ان میں بہت زیادہ ادھم مچایا، پس ان پر آپ کے رب نے عذاب کا کوڑا بجایا، بالیقین آپ کے رب گھات میں ہیں — یعنی سب کے احوال دیکھ رہے ہیں، جب کسی کی شرارت کا پارہ چڑھ جاتا ہے تو اس کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهُ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُولُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۗ وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِشْقَهٗ فَيَقُولُ رَبِّيْٓ اِهَانِنِ ۗ كَلَّا بَلْ لَّا تَكْرُمُونَ الْبَيْنٰتِمْ ۗ وَلَا تَحْضُونَ عَلٰٓى طَعَامِ الْمُسْكِيْنَ ۗ وَتَاْكُلُوْنَ الْاَنْثٰثَ الْاَكْلًا لَّمَّآ ۗ وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبَّ اٰبٰتِمْ ۗ

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ	پس رہا انسان	وَنَعَّمَهٗ	اور اس کو نعمتیں دیتے ہیں	فَقَدَرَ	پس تنگ کرتے ہیں
اِذَا مَا	جب بھی	فَيَقُولُ	تو کہتا ہے	عَلَيْهِ	اس پر
ابْتَلٰهُ	جانچتے ہیں اس کو	رَبِّيْٓ	میرے رب نے	رِشْقَهٗ	اس کی روزی
رَبُّهُ	اس کے پروردگار	اَكْرَمَنِ	میری عزت بڑھائی	فَيَقُولُ	تو کہتا ہے
فَاَكْرَمَهٗ	پس وہ اس کی عزت	وَاَمَّا اِذَا	اور رہا جب	رَبِّيْٓ	میرے رب نے
مَا ابْتَلٰهُ	افزائی کرتے ہیں	تَاْكُلُوْنَ	بھی جانچتے ہیں اس کو	اِهَانِنِ	میری توہین کی



کَلَّا بَلْ	ہرگز نہیں، بلکہ	عَلَىٰ طَعَامٍ	کھانے پر	أَكَلًا لَّمَّا <sup>(۱)</sup>	سمیٹ کر کھانا
لَا تَكْرُمُونَ	عزت نہیں کرتے تم	الْمُسْكِينِ	غریب کے	وَتُحِبُّونَ	اور محبت کرتے ہو تم
الْيَتِيمِ	یتیم کی	وَتَأْكُلُونَ	اور کھا جاتے ہو تم	الْمَالَ	مال سے
وَلَا تَحْضُرُونَ	اور ابھارتے نہیں تم	الثَّرَاثَ	میت کا مال	حُبًّا جَمًّا <sup>(۲)</sup>	بہت زیادہ محبت کرنا

### انسان نہ خوش حالی میں شکر گزار نہ بد حالی میں صبر شعار

اللہ تعالیٰ بندوں کا خوش حالی اور تنگ حالی سے امتحان کرتے ہیں، جن کو نعمتیں دیتے ہیں ان کو اللہ کی نعمتوں کا شکر گزار ہونا چاہئے، اور مثال کے طور پر دو کام کرنے چاہئیں: (۱) یتیموں کی عزت کرنی چاہئے، ان کی خبر گیری کرنی چاہئے اور ان کا تعاون کرنا چاہئے (۲) غریبوں کا تعاون کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ان کا رزق مالداروں کے وایا بھیجتے ہیں، یا کم از کم ان کے تعاون کی شکلیں نکالنی چاہئیں کہ یہ بھی خیر کے کاموں پر ابھارنا ہے، مگر ناشکر انسان یہ کام نہیں کرتا، یتیم کو دھکے دیتا ہے اور غریب کو دیکھ کر منہ بگاڑتا ہے، اور اپنی خوش حالی کو اپنا ذاتی کمال سمجھتا ہے، کہتا ہے: میں اس لائق تھا اس لئے میرے رب نے میری عزت بڑھائی، اور مجھے نہال کیا!

اور جن کو جانچنے کے لئے تنگ حال رکھتے ہیں، روزی کم دیتے ہیں، اس کو رضابہ قضا رہنا چاہئے، اور اپنی تنگی ترشی پر صبر کرنا چاہئے، اور مثال کے طور پر دو کام نہیں کرنے چاہئیں: (۱) مرنے والے کا مال نہیں کھانا چاہئے، حق داروں کو ان کا حق دینا چاہئے (۲) مال کی حد سے بڑھی ہوئی محبت نہیں ہونی چاہئے، مگر وہ یہ کام کرتا ہے، پوری میراث سمیٹنے کی کوشش کرتا ہے، اور مال سے ٹوٹ کر محبت کرتا ہے، اور اپنی حالت کا شکوہ کرتا ہے کہ میرے رب نے میری عزت گھٹائی، میں قابل تو عزت افزائی کے تھا، مجھے خوب مال دیتے، مگر میرے رب نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا، مجھے مفلوک الحال رکھا!

آیات پاک: — پس رہا انسان: جب اس کو اس کے رب نے جانچا، اور اس کی عزت بڑھائی اور اس کو نعمتیں دیں تو کہتا ہے: میرے رب نے میری عزت بڑھائی! — اور رہا جب اس کو آزما یا، اور اس پر اس کی روزی تنگ کی تو کہتا ہے: میرے رب نے مجھے ذلیل کیا! — ہرگز نہیں! — یعنی عزت بڑھائی نہ ذلیل کیا، بلکہ دونوں حالتوں کے ذریعہ سے امتحان کیا — بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے، اور غریب کے کھلانے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے — ان دو باتوں کا تعلق پہلے شخص سے ہے — اور مرنے والے کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو، اور مال سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہو — ان دو باتوں کا تعلق دوسرے شخص سے ہے — اور چاروں باتیں بطور مثال ہیں۔

(۱) لَمَّا: باب نصر کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: جمع کرنا، سمیٹنا (۲) جَمًّا بھی مصدر ہے، زیادتی اور کثرت کے لئے آتا ہے۔

كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۖ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۖ وَجَاءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرُ ۚ يَقُولُ يَلْبِسُنِي قَدَمْتُ رِحَابِي ۚ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ ۚ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ۚ يَأْتِيهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۚ أَرْجَعِي إِلَىٰ رَبِّكَ رَاضِيَةً مُّرْضِيَةً ۚ فَأَدْخِلْنِي فِي عَبْدِي ۚ وَأَدْخِلْنِي جَنَّتِي ۚ

کلا	ہرگز نہیں	الإنسان	انسان	وَثَاقَهُ	اس کجکڑنے کی طرح
إِذَا دُكَّتِ (۱)	جب نشیب و فراز ہموار	وَأَنَّى لَهُ	اور کہاں مفید ہوگا اس	أَحَدٌ	کوئی
الْأَرْضُ	کئے جائیں گے	الذِّكْرُ	کے لئے	يَأْتِيهَا	اے
دَكًّا دَكًّا (۲)	زمین کے	يَقُولُ	یاد کرنا	النَّفْسُ	نفس
وَجَاءَ	خوب ہموار کرنا	يَلْبِسُنِي	کہے گا وہ	الْمُطْمَئِنَّةُ	چین پکڑنے والے
رَبُّكَ	اور آئیں گے	قَدَمْتُ	کاش میں	أَرْجَعِي	لوٹ جا
وَالْمَلَكُ	آپ کے پروردگار	رِحَابِي	آگے بھیجتا	إِلَىٰ رَبِّكَ	اپنے رب کی طرف
صَفًّا صَفًّا	اور فرشتے	فَيَوْمَئِذٍ	اپنی زندگی کے لئے	كَرَاضِيَةً (۳)	راضی خوش
وَجَاءَ	قطار قطار	عَذَابٌ	پس آج	مُرْضِيَةً	پسند کیا ہوا
يَوْمَئِذٍ	اور لائی جائے گی	أَحَدٌ	نہیں سزا دے گا	فَأَدْخِلْنِي	پس شامل ہو جا
بِجَهَنَّمَ	اس دن	وَلَا يُوثِقُ	اس کی سزا جیسی	وَأَدْخِلْنِي	میرے بندوں میں
يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ	دوزخ	وَأَدْخِلْنِي	کوئی	جَنَّتِي	اور پہنچ جا
	اس دن یاد کرے گا	جَنَّتِي	اور نہیں جکڑے گا		میری جنت میں

### رسوائی اور عزت افزائی قیامت کے دن ہوگی

دنیا کی خوش حالی عزت افزائی نہیں، نہ تنگ حالی رسوائی ہے، یہ دونوں حالتیں جانچ کے لئے ہیں، حقیقی رسوائی اور عزت افزائی قیامت کے دن ہوگی، اس دن کافر رسوا اور نیک مومن معزز ہوگا، دونوں کا حال پڑھیں:

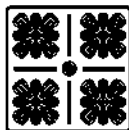
(۱) ذِكُّ الْأَرْضِ: زمین کے نشیب و فراز کو دور کر کے ہموار کر دینا (القاموس الوحید) (۲) دوسرا دُکَّا پہلے دُکَّا کی تاکید ہے

(۳) مُرْضِيَةٌ: اسم مفعول: پسندیدہ۔

قیامت کے دن کافر کی رسوائی: — ہرگز نہیں! — یعنی خوش حالی اور تنگ حالی، عزت افزائی اور بے قدری نہیں، یہ باتیں تو قیامت کے دن پیش آئیں گی — جب زمین کے نشیب و فراز خوب ہموار کر دیئے جائیں گے — سمندر خشک ہو جائیں گے، پہاڑ گرد بن کر اڑ جائیں گے، اور سمندروں کی گہرائی بھر دیں گے، اس طرح زمین بڑی ہو جائے گی — اور آپ کے پروردگار اور فرشتے قطار قطار آئیں گے — اللہ کا آنا تو ان کے شایانِ شان ہے، اور فرشتوں کا آنا انتظام اور جاہ و جلال کے اظہار کے لئے ہوگا — اور اس دن جنہم لائی جائے گی — اور جنت بھی قریب کی جائے گی — اس دن انسان کو سب کچھ یاد آجائے گا — کیونکہ بھول کی نعمت ختم ہوگئی — اور کہاں سود مند ہوگا اس کے لئے یاد آنا؟ — چڑیا چک گئیں کھیت! — کہہ گا وہ: لے کاش! میں اپنی آخری زندگی کے لئے کچھ آگے بھیج دیتا! — مگر اب کفِ افسوس ملنے سے کیا فائدہ! — پس آج اللہ کی سزا جیسی سزا کوئی نہیں دے سکتا! — یعنی اللہ تعالیٰ ایسی سخت سزا دیں گے کہ نانی یاد آجائے گی — اور اللہ کے جکڑنے کی طرح کوئی نہیں جکڑ سکتا — یہ عیاں کس کر باندھے گا کہ ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی۔

موت کے وقت اور قیامت کے دن نیک مومن کی عزت افزائی — موت کے وقت جب فرشتے روح وصول کرنے آئیں گے تو نیک بندے کی روح سے کہیں گے: — اے چین پکڑی ہوئی روح! چل اپنے رب کی طرف تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش — یہ سنتے ہی روح نکلنے کے لئے بے تاب ہو جائے گی، مگر وہ بدن سے بندھی ہوئی ہوگی، اس لئے جب فرشتے بند کھولیں گے مگر سے نکل جائے گی — پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: — اب میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا، اور میری جنت میں پہنچ جا! — یہ ہے آخری درجہ کی عزت افزائی!

نفس کی تین حالتیں: جو نفس بے باک ہوتا ہے، ہر وقت گناہ پر ابھارتا ہے، وہ نفس امارہ ہے، پھر جب وہ سنور جاتا ہے، اور برائی سرزد ہونے پر جھنجھوڑتا ہے، اور توبہ پر ابھارتا ہے تو وہ نفسِ لواہمہ کہلاتا ہے، پھر جب اس کو چین و قرار آ جاتا ہے اور دل میں گناہ کا خیال نہیں آتا تو وہ نفسِ مطمئنہ ہو جاتا ہے، اور یہ آخری درجہ کی کامیابی ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے نفوس کو اس درجہ تک پہنچائیں (آمین)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ البلد

البلد: سے مکہ مکرمہ مراد ہے پہلی آیت میں اس کی قسم ہے، اس لئے سورت کا یہ نام ہے۔ گذشتہ سورت میں خوش حال لوگوں کو کرنے کے دو کام بتائے تھے: یتیم کی عزت کرنا، اور عام حالات میں غریبوں کو کھانا کھلانا، یہ کام آسان تھے، اب اس سورت میں ان کو دوسرے دو کام بتلاتے ہیں جو سبب مشکل ہیں، ایک غلام کو آزاد کرنا، دوسرا: بھوک مری کے دنوں میں کھانا کھلانا، یہ دونوں کام مشکل ہیں، پہاڑوں میں تنگ راستے میں گھسنے کی طرح ہیں، اس لئے سورت اس مضمون سے شروع ہوئی ہے کہ انسان کی زندگی مشقت بھری ہے، پس اس کو یہ مشکل کام کرنے چاہئیں، مگر یہ کام بحالت ایمان ہونے چاہئے، آخر میں یہ شرط لگائی ہے، کیونکہ ایمان کے بغیر عمل بے گری کی مونگ پھلی ہے!

دوسرا مضمون: اس سورت میں یہ ہے کہ مخالفین اسلام جہاں مال خرچ کرنا چاہئے خرچ نہیں کرتے، البتہ اسلام کی مخالفت میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں، اور اس پر فخر کرتے ہیں، کہتے ہیں: میں نے ڈھیر سا مال خرچ کر دیا! کیا اللہ نے اس کو نہیں دیکھا؟ جس نے انسان کو دیکھنے اور بولنے کی صلاحیتیں دی ہیں، کیا وہ ان کی حرکتوں سے بے خبر ہوگا؟ اور کیا وہ اللہ کی قدرت سے باہر ہیں؟

پھر یہ بیان ہے کہ اللہ نے انسان کو دو طرفہ صلاحیت دی ہے، اس کو خیر و شر کی دونوں راہیں سمجھائی ہیں، وہ اپنی اچھی صلاحیت کو بروئے کار لا کر یہ مشکل کام کیوں نہیں کرتا؟ اسلام کی مخالفت میں کیوں مال اڑاتا ہے، پھر اعمال صالحہ کے لئے ایمان کی شرط لگائی ہے، اور آخر میں مؤمنین اور منکرین کا انجام بیان کیا ہے۔

سُورَةُ

(۹۰) سُورَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ (۳۵)

اَنَامًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اُقِیْمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حَلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ وَاِلٰدٍ وَّمَا وُلَدًا ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝

اور جس کو جتنا اس نے البتہ تحقیق پیدا کیا، ہم نے انسان کو مشقت میں	وَمَا وَلَدٌ <sup>(۳)</sup> لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ <sup>(۴)</sup>	در انحالیکہ آپ مقیم ہیں اس شہر میں اور جننے والے کی	وَأَنْتَ حَلٌّ <sup>(۲)</sup> بِهَذَا الْبَلَدِ وَالْوَالِدِ	نہیں! (انسان بے مشقت نہیں) میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی	لَا أُقِيمُ بِهَذَا الْبَلَدِ
---	--	--	---	---	-------------------------------------

### انسان کی زندگی مشقت بھری ہے

اللہ نے انسان کو محنت گمش زندگی دی ہے، یہاں کسی کوچھین نہیں، ہر شخص بیل کی طرح جُتھا ہوا ہے، اس مضمون کو دو مثالوں سے سمجھایا ہے:

پہلی مثال: مکہ مکرمہ ایک امن والا شہر ہے، جاہلیت میں بھی یہاں ہر طرح کا امن و امان تھا، آدمی باپ کے قاتل سے ملتا تھا، مگر اس کا خون نہیں کھولتا تھا، یہاں کا شکار اور گھاس تک کاٹنا جائز نہیں، مگر اشرف کائنات ﷺ کو اسی مکہ میں تکالیف کا سامنا ہے، مسلمان بھی سختیوں سے گزر رہے ہیں، یہ سورت مکی دور کے وسط کی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۴۵ ہے، ابھی ستم زدہ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت بھی نہیں کی تھی، وہ بھی شدائد و تکالیف سے گزر رہے ہیں، مگر یہ تو ہونا ہے، انسان کی مشقت بھری زندگی ہے، یہاں کسی کوچھین سکون نہیں، ہر ایک کو تکالیف کا سامنا ہے۔

دوسری مثال: ماں باپ اور اولاد کی ہے، ماں باپ: اولاد کی خاطر کیا کیا سختیاں جھیلتے ہیں؟ پیدا ہونے سے پروان چڑھنے تک ہر طرح کی مشقتیں برداشت کرتے ہیں، اور انسان کی اولاد نا تو اس پیدا ہوتی ہے، وہ سہارے کی محتاج ہوتی ہے، پھر جب ہوش سنبھالتی ہے تو تعلیم کی سختیاں شروع ہو جاتی ہیں، پھر شادی اور اولاد کی فکر سوار ہو جاتی ہے، پھر ان کے لئے کمانا اور ان کو بسانا ضروری ہو جاتا ہے اور بالآخر موت کا سامنا ہے!

ان دو مثالوں (قسموں) کے ذریعہ یہ بات سمجھائی ہے کہ اللہ نے انسان کو مشقت بھری زندگی دی ہے، اگر ایسا نہ کرتے تو انسان زندگی سے اُوب (اکتا) جاتا، خالی پڑا پڑا کیا کرتا، اب اسے ایک لمحہ کی فرصت نہیں، ہر آن غم دیگر! (ہر وقت دوسرے کام کا فکر!)

فائدہ: مفسرین کرام نے ﴿وَأَنْتَ حَلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ﴾ کو جملہ معترضہ قرار دیا ہے، اس کو حال اور قید نہیں بنایا، اور (۱) قسم سے پہلے جولا ہوتا ہے اس سے جواب قسم کی ضد کی نفی کی جاتی ہے (۲) حَلٌّ (ن) مصدر ہے، اور بمعنی اسم فاعل یا اسم مفعول ہے یعنی مقیم (۳) موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے، امی ولدہ (۴) کَبَدٌ (باء کے زیر کے ساتھ): مشقت، تکلیف اور کَبَدٌ (باء کے زیر کے ساتھ): جگر، کلیجہ۔

اس کو نبی ﷺ کی تسلی قرار دیا ہے کہ آپ کی مکہ کی پریشانیاں ایک دن ختم ہوں گی، آپ فاتحانہ اس شہر میں داخل ہونگے، اور اس دن اس شہر میں آپ کے لئے قتل و قتل بھی حلال ہوگا، حل: حلال کے معنی میں آتا ہے، مگر اس صورت میں مکہ کی قسم کا فائدہ ظاہر نہیں ہوگا۔

آیات پاک: — نہیں — یعنی انسان اس دنیا میں فری (FREE) نہیں ہے — میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں، دراصل ایک آپ اس شہر میں مقیم ہیں — آپ کو یہاں کسی پریشانیوں سے گزرنا پڑ رہا ہے! — اور ماں باپ اور اولاد کی قسم کھاتا ہوں — دونوں کو کتنے پا پڑ بیلنے پڑتے ہیں؟ — بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے! — یہ جواب قسم ہے، مذکورہ دونوں قسمیں اس کی شاہد ہیں۔

اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ ۙ يَقُولُ اَهْلَكْتُ مَا لَا لُبْدًا ۙ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرْكَ اَحَدًا ۙ اَلَمْ نَجْعَلْ لَكَ عَيْنَيْنِ ۙ وَّلِسَاكًا وَشَفْتَيْنِ ۙ وَهَدَيْنٰهُ النُّجْدَيْنِ ۙ

اَيَحْسَبُ	کیا خیال کرتا ہے	اَهْلَكْتُ	اڑا دیا میں نے	لَكَ	اس کے لئے
اَنْ لَّنْ	(انسان)	مَا لَا لُبْدًا <sup>(۱)</sup>	ڈھیر سا رامال!	عَيْنَيْنِ	دو آنکھیں
يَقْدِرَ عَلَيْهِ	کہ ہرگز نہیں	اَيَحْسَبُ	کیا خیال کرتا ہے	وَّلِسَاكًا	اور زبان
اَحَدًا ۙ	قادر ہے اس پر	اَنْ لَّمْ يَرْكَ	کہ نہیں دیکھا اس کو	وَشَفْتَيْنِ	اور دو ہونٹ
اَقُولُ	کوئی	اَحَدًا	کسی نے	وَهَدَيْنٰهُ	اور دکھلائی، ہم نے اس کو
	کہتا ہے	اَلَمْ نَجْعَلْ	کیا نہیں بنائی ہم نے	النُّجْدَيْنِ <sup>(۲)</sup>	دو چڑھائیاں

انسان زیر اختیار ہے، اور اس کو دو چڑھائیاں دکھائی ہیں

جاننا چاہئے کہ:

۱- پہاڑی علاقہ میں کسی اہم جگہ پہنچنے کے لئے کبھی چڑھائی چڑھنی پڑتی ہے، اور چڑھائی کبھی بلند اور سخت ہوتی ہے، جیسے غار حراء اور غار ثور کی چڑھائیاں اتنی سخت ہیں کہ آدھے لوگ تھک کر لوٹ جاتے ہیں، ایسی بلند جگہ نجد کہلاتی ہے، سعودیہ میں ریاض کا علاقہ جزیرۃ العرب کا اونچا حصہ ہے، اس لئے وہ نجد کہلاتا ہے۔

(۱) اللُّبْدُ: بہت سا رامال (۲) النُّجْدُ: بلند اور سخت جگہ، پہاڑ کی چوٹی۔

۲۔ پہاڑی علاقہ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے کہیں تنگ راستہ ہوتا ہے، وہاں سے گزرتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کوئی چٹان لڑھک نہ آئے، ایسے تنگ دشوار گزار راستہ کو عقبہ (گھائی) کہتے ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو شقت والی زندگی دی ہے، وہ ہر طرح سے قید میں ہے، مگر وہ خیال کرتا ہے کہ وہ فری ہے، اس پر کسی کا بس نہیں وہ بے بس چل رہا ہے، اس لئے شیخی بگارتا ہے، کہتا ہے: میں نے دعوتِ اسلام کو روکنے کے لئے ڈھیروں مال خرچ کر دیا! حالانکہ دھیلا خرچ نہیں کیا، پس کیا اس کو کسی نے دیکھا نہیں؟ جس نے دیکھنے کے لئے اس کو دو آنکھیں اور بولنے کے لئے زبان اور دو ہونٹ دیئے ہیں وہ اس کی حرکتوں کو نہیں دیکھ رہا اور اس کی باتوں کو نہیں سن رہا؟ اصل یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو دونوں چڑھائیاں دکھلا دی ہیں، اچھی بھی اور بری بھی، مگر وہ بری چڑھائی چڑھ رہا ہے، حالانکہ اس کے لئے مناسب یہ تھا کہ وہ اچھی چڑھائی چڑھتا۔

آیاتِ پاک: — کیا انسان سمجھتا ہے کہ اس پر ہرگز کوئی قادر نہیں — وہ مطلق العنان (بے لگام) ہے — وہ کہتا ہے: میں نے ڈھیر سا مال اڑا دیا! — اسلام کی دعوت کو روکنے میں — کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں؟ — ایسا سمجھنا خود کو دھوکہ دینا ہے — کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے؟ — جب اللہ نے اس کو دیکھنے کے لئے دو آنکھیں دی ہیں، تو کیا دینے والا اندھا ہوگا؟ وہ ضرور بینا ہے، وہ اس کی حرکتوں کو دیکھ رہا ہے کہ کہاں مال خرچ کر رہا ہے، اور کیا بک رہا ہے؟ زبان اور ہونٹ ملا کر آدمی بولتا ہے، منہ کھول کر نہیں بول سکتا، زبان مخرج سے نکلتی ہے تو ہوا پیدا ہوتی ہے، پھر وہ بند ہونٹوں سے نکلتی ہے اور آواز پیدا ہوتی ہے، پھر ہونٹ بار بار کھلتے ہیں تو آواز باہر نکلتی ہے اور کان سنتے ہیں — اور ہم نے اس کو دو چڑھائیاں دکھلائی ہیں — اچھی اور بری، پس اس کو اچھی راہ اپنانی چاہئے جس کا بیان آگے ہے۔

فَلَا اقْتَنَحَمَ الْعُقَبَةَ ۖ وَمَا اَدْرَاكَ مَا الْعُقَبَةُ ۗ فَكَرَبْتَهُ ۗ اَوْ لَطَعْتُمْ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْجَبَةٍ ۙ يَتَّبِعُنَا ذَا مَقْرَبَةٍ ۙ اَوْ مَسَكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۙ

فَلَا اقْتَنَحَمَ	پس نہیں داخل ہوا وہ	فَكَرَبْتَهُ	گردن کا چمڑانا	يَتَّبِعُنَا	یتیم
الْعُقَبَةَ	گھائی میں	اَوْ لَطَعْتُمْ	یا کھلانا	ذَا مَقْرَبَةٍ	رشتہ دار کو
وَمَا اَدْرَاكَ	اور تجھے کیا پتہ	فِي يَوْمٍ	دن میں	اَوْ مَسَكِينًا	یا غریب
مَا الْعُقَبَةَ	گھائی کیا ہے؟	ذِي مَسْجَبَةٍ	فاقہ والے	ذَا مَتْرَبَةٍ	خاک نشیں کو

## دو مشکل کام جو خوش حال لوگوں کو کرنے چاہئیں

سورۃ الفجر میں خوش حال لوگوں کو چار کام بتائے ہیں، دو مثبت اور دو منفی، مثبت کام: یتیموں کا اکرام کرنا، اور غریبوں کا تعاون کرنا، اور منفی کام: میراث سمیٹ کر نہ کھانا اور مال سے بہت زیادہ محبت نہ کرنا، اب دوسرے دو ذرا مشکل کام بتاتے ہیں: ایک غلاموں کو آزاد کرنا دوسرا بھوک مری میں کھانا کھلانا، کس کو؟ رشتہ دار یتیم کو اور خاک نشیں مسکین کو، یہ کام پہلے کاموں کی بہ نسبت مشکل ہیں، اس لئے ان کو گھائی میں گھسنے سے تعبیر کیا ہے۔

نجد کے معنی ہیں: بلند جگہ، اور عقبہ کے معنی ہیں: گھائی، دونوں ایک ہیں، تعبیر میں فرق تعلق ہے، اور مراد ملکیت اور بہیمیت ہیں، اگلی سورت میں ان کا ذکر آ رہا ہے: ﴿فَالْهَمَّهَا فُجُورُهَا وَتَقْوَاهَا﴾: بدکاری اور نیکوکاری فطرت میں رچی بسی ہیں، اور انسان کو اختیار ہے جو کسی راہ اختیار کرے، پس العقبة (معرّفہ) سے مراد نیکی کا راستہ ہے، اور اقصاحم کے معنی ہیں: کسی چیز میں زبردستی یعنی مشکل سے گھسنا، یہ دو کام کرتے ہوئے طبیعت پر بوجھ پڑتا ہے، اس لئے یہ تعبیر اختیار کی ہے۔ اس کے بعد جانتا چاہئے کہ غلامی کا مسئلہ اسلام نے شروع نہیں کیا، یہ طریقہ جنگی قیدیوں کے حل کے طور پر پہلے سے چلا آ رہا تھا، اسلام نے اس کو باقی رکھا ہے، کیونکہ اس سے بہتر کوئی حل نہیں، البتہ اسلام نے غلامی سے نکلنے کی راہیں کھولی ہیں، ایک راہ لوجہ اللہ غلام کو آزاد کرنا ہے، اس کا یہاں ذکر ہے۔

اور غریبوں کو کھلانا ہر حال میں ثواب کا کام ہے، اور خاص طور پر رشتہ دار یتیم کو کھلانے میں بڑا ثواب ہے، یتیم غریب ہوتا ہی ہے، اور رشتہ دار یتیم کی خبر گیری میں دو ہر ثواب ہے، اسی طرح قحط سالی میں لوگ بھوکوں مرتے ہیں، پس جو غریب مٹی پر پڑا ہوا ہے اس کو کھلانے میں بہت زیادہ ثواب ہے، اس کو نہیں کھلایا جائے گا تو وہ مر جائے گا!

آیات کریمہ: — پس وہ (خوش حال) گھائی میں کیوں نہیں گھسا؟ اور جانتے ہو گھائی کیا ہے؟ اگر دن کا چھڑانا اور بھوک مری کے دن میں کھلانا: رشتہ دار یتیم کو یا خاک نشیں غریب کو۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۗ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَا أَيُّهَا النَّارُ مَوْصَدَاتُ ۗ

ثُمَّ كَانَ	اور تھا وہ	آمَنُوا	ایمان لائے	بِالصَّبْرِ	برداشت کرنے کی
مِنَ الَّذِينَ	ان لوگوں میں سے جو	وَتَوَاصَوْا	اور باہم تاکید کی	وَتَوَاصَوْا	اور باہم تاکید کی

(۱) کلم: ترتیب ذکر کے لئے بمعنی واو ہے، تراخی کے لئے نہیں، کیونکہ ایمان شرط مقدم ہے (۲) کھواصی (باب تفاعل) ایک دوسرے کو وصیت (تاکید) کرنا۔



بائیں والے (بد نصیب) ہیں ان پر آگ ہے موندی ہوئی	أَصْحَابُ النَّارِ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُؤَصَّدَةٌ (۳)	اور جن لوگوں نے انکار کیا ہماری باتوں کا وہ	وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ	مہربانی کرنے کی یہی لوگ دائیں والے (خوش نصیب) ہیں	بِالْمَحْمَدَةِ (۱) أُولَئِكَ أَصْحَابُ (۲) الْمَيْمَنَةِ
---	--	---	--	---	--

اعمال کی اعتباریت کے لئے ایمان شرط ہے اور دوسری غیبی باتیں اور اچھوں بروں کا انجام آخرت میں اعمال صالحہ کی قبولیت کے لئے بنیادی شرط ایمان ہے، اگر یہ شرط نہیں پائی جائے گی تو سب کرا کر ایسا کارت جائے گا، دنیا میں ان کا بدلہ دیدیا جائے گا، پھر دوسری غیبی باتیں بیان کی ہیں:

ایک: لوگوں کو تاکید کرنا کہ دین پر عمل کرنے میں جو سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں ان کو انگیز کیا جائے، ہمت نہ ہارے، پیچھے نہ ہٹے، ہمت مرداں مدد خدا، دوم: خلق خدا پر رحم کھایا جائے، انسان ہی نہیں جانوروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جائے، آسمان والا ان پر رحم کرے گا۔

پھر لوگوں کا انجام بیان کیا ہے، جو شرط کے مطابق نیک عمل کریں گے وہ خوش نصیب ہوں گے، قیامت کے دن ان کو نئے اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ جنت میں عیش کریں گے — اور جو ایمان نہیں لائے اور انہوں نے قرآن کی باتوں کو جھٹلایا، وہ قیامت کے دن بد نصیب ہونگے، ان کو نئے اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اور وہ جہنم میں جائیں گے، جس کی آگ دنیا کی آگ سے بہتر (۶۹) درجہ بڑھی ہوئی ہے، پھر بھی اس کی پریش کو کر کی طرح موند کر گری بڑھائی جائے گی، پس وہ کس درجہ گرم ہو جائے گی؟ اللہ کی پناہ!

آیات کریمہ: — اور تھا وہ ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے، اور ایک دوسرے کو ہمبر کی تاکید کرتے رہے، اور مہربانی کرنے کی تاکید کرتے رہے، یہی خوش نصیب لوگ ہیں — اور جنہوں نے ایمان لانے سے انکار کیا، اور قرآن کریم کی باتوں کو جھٹلایا، وہ بد نصیب ہیں، ان پر موندی ہوئی آگ ہوگی!



(۱) المرحة: مصدر میمی بمعنی رحمت (۲) عرب سیدھے ہاتھ کو مینہ یعنی مبارک کہتے ہیں اور اٹے ہاتھ کو شوٹی اور مشمتہ کہتے ہیں، یعنی منوس (۳) مؤصدة: اسم مفعول، ایصاد (باب افعال): بند کرنا، موندنا، ڈھانپنا، منہ بند کرنا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
سورۃ الشمس

گذشتہ سورت میں آیا ہے: ﴿وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ﴾ ہم نے انسان کو دونوں اونچائیوں دکھلا دیں، یعنی اس کی فطرت میں خیر و شر کی دونوں صلاحیتیں رکھ دیں، اب اس سورت میں اسی بات کو مدلل کیا ہے، تین متقابلات کے ساتھ نفس کی دونوں حالتوں کو بھی ذکر کیا، یہی مدعی ہے۔

﴿۹۱﴾ سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ (۲۶) ﴿كُوْنُهَا﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلَّهَا ۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلَّهَا ۝ وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشَاهَا ۝  
وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا ۝ وَالْاَرْضِ وَمَا طَبَّهَا ۝ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوَّاهَا ۝ فَالْهَمَّهَا فُجُوْرَهَا  
وَتَقْوَاهَا ۝

اور اس کو پھیلانے کی نفس کی قسم	وَمَا طَبَّهَا وَنَفْسٍ	رات کی قسم جب ڈھانک لے	وَاللَّيْلِ اِذَا يَغْشَاهَا	سورج کی قسم اور اسکی دھوپ چڑھنے کی	وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا <sup>(۱)</sup>
اور اسکو ٹھیک بنانے کی پس بھائی اس کو	وَمَا سَوَّاهَا فَالْهَمَّهَا <sup>(۵)</sup>	رات سورج کو آسمان کی قسم	وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا <sup>(۳)</sup>	چاند کی قسم جب وہ سورج کے پیچھے آئے	وَالْقَمَرِ اِذَا تَلَّهَا <sup>(۲)</sup>
اس کی بدکاری اور اس کی نیکو کاری	فُجُوْرَهَا <sup>(۶)</sup> وَتَقْوَاهَا	اور اس کو بنانے کی زمین کی قسم	وَالْاَرْضِ	دن کی قسم جب روشن کئے دن سورج کو	وَالنَّهَارِ اِذَا جَلَّهَا <sup>(۴)</sup>

(۱) ضحی: چاشت، اس وقت دھوپ چڑھتی ہے، اور دن خوب روشن ہو جاتا ہے (۲) تلاھا: چودھویں کا چاند مراد ہے، وہ سورج کے غروب کے ساتھ نکلتا ہے (۳) جلی کا قائل ضمیر ہے جو نہار کی طرف لوتی ہے (۴) لها: یہاں اور آگے مصدر یہ ہے۔ (۵) فالھمھا: جواب قسم کی جگہ آیا ہے، یہی قسم بھی ہے اور جواب قسم بھی۔ (۶) فجور کی تقدیم اس کی خطرناکی ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

نفس میں دو متضاد کیفیات: ملکیت اور بے حیثیت جمع ہیں: اس پر تین متقابلات سے استدلال

۱- سورج کو دیکھو، جب چاشت کا وقت ہو جائے اور وہ خوب روشن ہو جائے، اور اس کے بالمقابل چاند کو دیکھو، جب وہ چودھویں رات میں سورج کے غروب کے ساتھ طلوع کرے، دونوں مل کر شب دروز کو روشن کرتے ہیں۔

۲- دن کو دیکھو! جب دن میں سورج خوب روشن ہو جائے، اور سارا جہاں جگمگا جائے، اور اس کے بالمقابل رات کو دیکھو، جب وہ سورج کی روشنی کو ڈھانک لے، اور رات خوب تاریک ہو جائے، دونوں کے ساتھ معاش اور راحت کا تعلق ہے۔

۳- آسمان کو دیکھو، اس کو کتنا مضبوط اور چوڑا چکلا بنایا ہے، اور اس کے بالمقابل زمین کو دیکھو، اس کو کیسا پھیلا یا ہے؟ دونوں کے ساتھ انسان کی معاش اور معیشت کا تعلق ہے۔

جوابِ قسم: اسی طرح نفس کو خوب ٹھیک بنایا ہے، اس میں بے حیثیت اور ملکیت دونوں صلاحیتیں جمع کی ہیں، اور دونوں کے ساتھ انسان کی ترقی اور تنزل کا تعلق رکھا ہے، اور بے حیثیت (بدکاری) کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ اس سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

آیاتِ کریمہ: — سورج اور اس کی دھوپ چڑھنے (چاشت) کی قسم، چاند کی قسم جب وہ سورج کے غروب پر طلوع ہو، دن کی قسم جب اس کو سورج خوب روشن کر دے، رات کی قسم جب وہ سورج کی روشنی کو ڈھانک لے، آسمان اور اس کی بنانے کی قسم، زمین اور اس کو پھیلانے کی قسم! (جوابِ قسم بصورتِ قسم) نفس کو ٹھیک بنانے کی قسم! اس طرح کہ اس کو الہام کی اس کی بدکاری اور اس کی نیوکاری!

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّهَا ۝ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا ۝ إِذِ انبَعَثَ أَشْقَاهَا ۝ فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا ۝ فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا ۝ فَذَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ يَذَّوْبِهِمْ فسنوها ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا ۝

قَدْ أَفْلَحَ	تحقیق کامیاب ہوا	مَنْ دَسَّهَا	جس نے اس کو ملیا میٹ	ثَمُودُ	شمود نے
مَنْ زَكَّهَا	جس نے اس کو سنوار لیا	كَذَّبَتْ	کر دیا	بَطْغَوَاهَا	اپنی سرکشی سے
وَقَدْ خَابَ	اور تحقیق نامراد ہوا	كَذَّبَتْ	جھٹلایا	إِذِ انبَعَثَ	جب اٹھا

ان کے گناہ کی وجہ سے	بَدَّ نَبِيَهُمْ	پس جھٹلایا تو تم نے صالح کو	فَكَذَّبُوهُ	ان کا بد بخت	أَشْقَىٰهَا
پس برابر کر دیا ان کو	فَسَوَّيْهَا	پس انھوں نے اس کے	فَعَقَرُوهَا	پس کہا	فَقَالَ
اور نہیں	وَلَا	پاؤں کاٹ ڈالے		ان سے	لَهُمْ
ڈرتے وہ	يَخَافُ	پس ناراض ہوئے	فَدَمَدَمَ	اللہ کے رسول نے	رَسُولُ اللَّهِ
اس کے انجام سے	عُقِبَهَا	ان پر	عَلَيْهِمْ	(بجوع) اللہ کی اونٹنی سے	نَاوَّةُ اللَّهِ
		ان کے پروردگار	رَبُّهُمْ	اور اسکی پینے کی باری سے	وَسُقِيَهَا

جوفس کو سنوارے گا وہ کامیاب ہوگا، اور جو اس کو خاک آلود کرے گا وہ ناکام ہوگا

جب نفیس میں دو متضاد کیفیات جمع ہیں تو دونوں کے احکام بیان کرنا ضروری ہیں، پس فرماتے ہیں: جو نفیس کو سنوارے گا وہ کامیاب ہوگا، اور جو اسے خاک آلود کرے گا وہ ناکام ہوگا، نفیس کو سنوارنے کی مثال آگے سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الانشراح میں آئے گی، اور وہ نبی ﷺ کی مثال ہے، سورۃ الضحیٰ میں آپ کا ابتدائی حال ہے اور سورۃ الانشراح میں اس کی شرح ہے، اور نفیس کو خاک آلود کرنے کی مثال یہاں ہے، اور وہ شمود کی مثال ہے، انھوں نے بہیمیت کی پیروی کی، اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی، اور معجزہ طلب کیا، صالح علیہ السلام نے ان کے مطالبہ کے مطابق پتھر کی چٹان سے اونٹنی نکال کر دکھائی، مگر وہ ایمان نہیں لائے، بلکہ اونٹنی کو مارنے کے درپے ہوئے، قذران نامی ایک سردار نے اس کی ذمہ داری لی، حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ اللہ کی اونٹنی کو اور اس کی پانی کی باری کومت چھیڑو! مگر انھوں نے نہیں مانا، اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں، جس سے وہ ہلاک ہوگئی، اللہ تعالیٰ ان کی اس حرکت سے ناراض ہوئے اور ان کا صفایا کر دیا، اور انجام کیا ہوگا؟ اس کی اللہ کو کچھ پروا نہیں!

آیات کریمہ: بِالْمُؤْمِنِينَ وَهُنَّ كَامِيَابٌ، ہوا جس نے نفیس کو سنوارا، اور وہ شخص ناکام ہوا جس نے اس کو بگاڑا (مثلاً) شمود نے اپنی سرکشی سے (اللہ کی دعوت کو) جھٹلایا (یاد کرو): جب قوم کا بد بخت کھڑا ہوا، پس اللہ کے رسول نے ان سے کہا: (بجوع) اللہ کی اونٹنی اور اس کی پانی پینے کی باری سے! پس انھوں نے ان کی یہ بات نہیں مانی، اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں (جس سے وہ ہلاک ہوگئی) پس اللہ قوم پر ان کی اس حرکت سے ناراض ہوئے اور ان کا صفایا کر دیا، اور وہ اس کے انجام سے نہیں ڈرتے! — وہ ان کی جگہ دوسری قوم پیدا کر دیں گے۔



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سورۃ المیل

اس سورت میں دو مضمون ہیں:

- ۱- انسان کی فطرت میں دو متضاد کیفیات (نیکی کاری اور بدکاری) ساتھ ساتھ ہیں، ان کے احکام گذشتہ سورت میں بیان کئے تھے، اب ان کے آثار بیان فرماتے ہیں، اور ان کا اختلاف دو نظیروں کے ذریعہ سمجھاتے ہیں۔
- ۲- اللہ نے انسان کو مجبور پیدا نہیں کیا، اس کو کسب کا اختیار دیا ہے، البتہ راہ نمائی اپنے ذمہ لی ہے، اور دنیا اور آخرت کی جوڑی ہے، یہاں کے اعمال کی جزا و سزا آخرت میں ہے، پس انسان کے سامنے دو راہیں ہیں، جنت کی اور جہنم کی، انسان کو جہنم کی راہ سے بچنا چاہئے اور جنت کی راہ اپنانی چاہئے۔

### بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (۹۴) سُوْرَةُ الْمَيْلِ مَكِّيَّةٌ (۹)

وَ الْمَيْلِ اِذَا يَغِيْطُ ۝ وَ النَّهَارِ اِذَا تَجَلَّى ۝ وَ مَا خَلَقَ الذَّكَوٰةَ وَالْاُنْثَى ۝ اِنْ سَعَيْكُمْ اِكْشَى ۝  
فَاَمَّا مَنْ اَعْطَى وَ اْتَقَى ۝ وَ صَدَقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنِيْرَةٌ لِّلْیُسْرِ ۝ وَ اَمَّا مَنْ بَخِلَ  
وَ اسْتَعْنَى ۝ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنِيْرَةٌ لِّلْعُسْرِ ۝ وَ مَا يَغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗ اِذَا تَرَدَّدَ ۝

اور ڈرا	وَ اْتَقَى	نرا اور مادہ کو	الذَّكَوٰةَ وَالْاُنْثَى	رات کی قسم	وَ الْمَيْلِ
اور تصدیق کی	وَ صَدَقَ	بیشک تمہارے اعمال	اِنْ سَعَيْكُمْ	جب وہ چھا جائے	اِذَا يَغِيْطُ
بہترین بات کی	بِالْحُسْنٰى	یقیناً مختلف ہیں	اِكْشَى	دن کی قسم	وَ النَّهَارِ
پس ہم اس کو آہستہ	فَسَنِيْرَةٌ	پس رہا وہ جس نے	فَاَمَّا مَنْ	جب وہ روشن ہو جائے	اِذَا تَجَلَّى
آہستہ لے جائیں گے	لِّلْیُسْرِ	دیا	اَعْطَى	پیدا کرنے کی قسم	وَ مَا خَلَقَ <sup>(۱)</sup>

اس کے	عَفْءٌ	بہترین بات کو	بِالْعُسْرِ	جنت میں	لِلْيُسْرِ
اس کا مال	مَالَهُ	پس ہم اس کو آہستہ	فَسَيُيْرُوكَ	اور روادہ جس نے	وَأَقَامَنَّ
جب وہ	إِذَا	آہستہ لے جائیں گے		ہاتھ روکا	بَغْلٍ
کھڑے میں گرے گا	تَوَدَّعَ	دوزخ میں	لِلْعُسْرِ <sup>(۱)</sup>	اور وہ بے پروا نہ بنا	وَأَسْتَفْعَنَ
		اور نہیں کام آئے گا	وَمَا يُغْنِي	اور جھٹلایا	وَكَذَّبَ

### انسان کے اختلاف اعمال کی نظیریں

انسان کو دو متضاد صلاحیتیں دی ہیں: اچھی اور بری، جیسا کہ گذشتہ سے پیوستہ سورت میں آیا، اب انسان جس قوت کو بڑھاوادے گا اس کے آثار ظاہر ہونگے، اور قوتیں چونکہ متضاد ہیں، اس لئے آثار بھی مختلف ہونگے، اور اس کی دو نظیریں ہیں:

۱- رات اور دن ٹائم (وقت) کے دو حصے ہیں، تاہم جب رات چھا جاتی ہے اور دن روشن ہو جاتا ہے تو دونوں کتنے مختلف ہو جاتے ہیں؟ اسی طرح انسانوں کے اعمال کے اختلاف کو سمجھنا چاہئے۔

۲- اللہ نے نوع کو تقسیم کر کے دو صنفیں بنائی ہیں: نر اور مادہ، ہر نوع کو اسی طرح تقسیم کیا ہے، اب ان دو صنفوں کا تفاوت دیکھیں: کس قدر ہے؟ اسی طرح انسانوں کے اعمال مختلف ہیں:

مومنین ایسے تین کام کرتے ہیں جو آہستہ آہستہ ان کو جنت میں پہنچاتے ہیں، وہ کار خیر میں خرچ کرتے ہیں، وہ تقویٰ والی زندگی گزارتے ہیں اور کلمہ حسنی: لا الہ الا اللہ کی تصدیق کرتے ہیں۔

اور کفار کے دوسرے تین کام ہیں جو آہستہ آہستہ ان کو دوزخ میں پہنچاتے ہیں، وہ کار خیر میں خرچ کرنے سے ہاتھ روکتے ہیں، ان کو اللہ کی کچھ پروا نہیں، اور وہ کلمہ حسنی کو نہیں مانتے، اس لئے وہ جہنم میں پہنچیں گے اور جب وہ جہنم کے کھڑے میں گریں گے تو ان کا مال ان کے کچھ کام نہیں آئے گا۔

آیات پاک: — رات کی قسم جب وہ چھا جائے، دن کی قسم جب وہ روشن ہو جائے — ان دو حالتوں میں دونوں کے آثار کتنے مختلف ہیں، جبکہ دونوں ٹائم کے حصے ہیں — نر اور مادہ کو پیدا کرنے کی قسم! — یہ دونوں نوع کے حصے ہیں، پھر بھی دونوں کے کام کتنے مختلف ہیں؟ — بے شک تمہارے اعمال یقیناً مختلف ہیں — یہ جواب قسم

(۱) یسوی اور عسوی: موصوف کے قائم مقام صفتیں ہیں، جیسے الدنیا اور الآخرة الدار الیسوی: آسان گھر یعنی جنت اور الدار العسوی: سخت گھر یعنی دوزخ، اور قرینہ ﴿وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى﴾ ہے یعنی جب جہنم کے کھڑے میں گرے گا تو مال کچھ کام نہیں آئے گا، اور نیسو کا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب نے کیا ہے: ”ہم اس کو سچ سچ پہنچائیں گے“

ہے یعنی دعویٰ ہے جس کو مذکورہ نظیروں سے سمجھایا ہے۔

اب رہا وہ شخص جس نے راہ خدا میں دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کی تصدیق کی، اس کو ہم آہستہ آہستہ جنت میں پہنچائیں گے، اور رہا وہ شخص جس نے نہیں دیا، اور بے پروا ہوا، اور اچھی بات کو جھٹلایا، اس کو ہم آہستہ آہستہ دوزخ میں پہنچائیں گے، اور جب وہ کھڑے میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ کام نہیں آئے گا — اور دونوں کے اعمال مختلف اس لئے ہیں کہ مومن نے ملکیت کی پیروی کی ہے پس اس کے آثار ظاہر ہوئے اور کافر نے بہیمیت کی پیروی کی ہے، اس لئے اس کے آثار ظاہر ہوئے، اور دونوں کے کاموں میں تقابل کی نسبت ہے یعنی تضاد ہے، کیونکہ ملکیت اور بہیمیت میں تضاد ہے۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ۖ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ۗ فَأَنْذَرْنَكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ۚ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ۖ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ۖ وَسَيَجْزِيهَا الْآتِفُ ۖ الَّذِي يُوْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ۖ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَىٰ ۖ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ۖ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ۖ

اور نہیں ہے کسی کیلئے	وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ	نہیں داخل ہوگا اس میں	لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى	بیشک ہمارے ذمہ ہے	إِنَّ عَلَيْنَا <sup>(۱)</sup>
اس کے پاس	عِنْدَهُ	مگر نہایت بد بخت	الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ	البتہ راہ نمائی	لَلْهُدَىٰ
کوئی احسان	مِنْ نِعْمَةٍ	جس نے جھٹلایا	وَالَّذِي يُوْتِي مَالَهُ	اور بیشک ہماری ملک	وَأَنَّ لَنَا <sup>(۱)</sup>
جس کا بدلہ دے رہا ہو	تُجْزَىٰ <sup>(۲)</sup>	اور منہ موڑا	وَالَّذِي يُوْتِي مَالَهُ	میں ہیں	لَلْآخِرَةَ
لیکن چاہتے ہوئے	إِلَّا ابْتِغَاءَ	اور اب بچا رہے گا اس	وَالَّذِي يُوْتِي مَالَهُ	یقیناً آخرت	وَالْأُولَىٰ
چہرہ (خوشنودی)	وَجْهِ	نہایت پرہیزگار	الَّذِي يُوْتِي مَالَهُ	اور دنیا	فَأَنْذَرْنَكُمْ
اپنے پروردگار کا	رَبِّهِ	جو دیتا ہے	وَالَّذِي يُوْتِي مَالَهُ	پس ڈراتا ہوں میں تم کو	نَارًا
برتر و بالا	الْأَعْلَىٰ	اپنا مال	يَتَزَكَّىٰ <sup>(۳)</sup>	آگ سے	تَلَظَّىٰ <sup>(۲)</sup>
اور غریب وہ راضی ہوگا	وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ	سترہ ہوتا ہے	وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ	جو بھڑک رہی ہے	

(۱) علینا اور لنا ظرف ہونے کی وجہ سے خبر مقدم ہیں (۲) جملہ تلطی: نارا کی صفت ہے، اور تلطی میں سے ایک تاء محذوف ہے۔ (۳) يتزكى: یوتی کے فاعل کا حال ہے (۴) جملہ تجزی: نعمة کی صفت ہے (۵) استثناء منقطع بمعنی لکن ہے۔

## اللہ کی راہ نمائی

پہلے دو باتیں سمجھ لیں:

۱- اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور پیدا نہیں کیا، اس کو جزوی اختیار دے کر دور رہے پر کھڑا کیا ہے، خیر و شر کی دونوں راہیں اس کے لئے کھول دی ہیں، اس کی فطرت میں ملکیت بھی رکھ دی ہے اور ہیمنیت بھی، وہ جس رخ پر پڑنا چاہے پڑ سکتا ہے، البتہ اس کی راہ نمائی کی ذمہ داری اللہ نے خود لی ہے، اس مقصد سے انسان کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے درسِ معرفت دیا، پچھ اسی نیچر کو لے کر دنیا میں آتا ہے، پھر انبیاء و رسل بھیجے، اپنی کتابیں نازل کیں، اور انسان کی مکمل راہ نمائی کی، تاکہ وہ غلط راہ پر نہ پڑے۔

۲- عالم دو ہیں: دنیا اور آخرت، دونوں اللہ کی ملک ہیں، اور اللہ نے دونوں کی جوڑی بنائی ہے، دونوں سے مل کر ایک مقصد کی تکمیل ہوگی، دنیا میں عمل کرنا ہے اور آخرت میں اس کی جزا و سزا پانا ہے، پس راہ نمائی میں اس کا لحاظ رہے گا کہ انسان کی آخرت آباد ہو، اسے جہنم کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اللہ کی راہ نمائی: — اللہ تعالیٰ بندوں کو جہنم کی بھڑکتی آگ سے ڈراتے ہیں، کیونکہ اس میں بڑا بد بخت ہی جائے گا، جو دعوتِ اسلام کو جھٹلائے گا، اس سے منہ موڑے گا اور ایمان نہیں لائے گا، پس جو آخرت میں خیر چاہتا ہے وہ ایمان لائے، اور اللہ کے دین پر عمل کرنے جیسی آخرت میں کامیابی اس کے قدم چومے گی۔

اور جو بندے نہایت پرہیزگار ہیں، آنکھ جھپکنے کے بقدر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہ پاک صاف ہونے کے لئے یعنی نجی کی بیماری دور کرنے کے لئے مال خرچ کرتے ہیں، ان پر کسی غریب کا کوئی احسان نہیں جسے اتارنا چاہتے ہوں، بلکہ محض لوجہ اللہ غریب پر خرچ کرتے ہیں، ان کو آخرت میں جنت ملے گی، جس سے وہ خوش ہو جائیں گے۔

آیاتِ کریمہ: — بے شک ہمارے ذمہ (انسانوں کی) راہ نمائی ہے — یہ پہلی بات ہے — اور بے شک

ہماری ملک ہیں آخرت اور دنیا — یہ دوسری بات ہے — پس میں تم کو بھڑکتی آگ سے ڈراتا ہوں — یہ نصیحت

شروع کی — اس میں بڑا بد بخت ہی داخل ہوگا — بڑا بد بخت یعنی کافر، اور داخل ہونا ہمیشہ کے لئے ہے —

جس نے (رسول کی) تکذیب کی، اور (دعوتِ ایمان سے) منہ موڑا — اور اب بچا رہے گا دوزخ سے نہایت پرہیزگار

جو پاک صاف ہونے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے، اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں جس کو وہ اتارنا چاہتا ہو، لیکن اپنے

پروردگار برتر و بالا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے، اور عنقریب وہ خوش ہو جائے گا — یعنی صلہ حسب نیت

ملے گا، اس کی نیت اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی تھی، پس صلہ ایسا دیا کہ وہ خوش ہو گیا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
سورۃ الضحیٰ

رابط: گذشتہ سے پیوستہ سورت میں (سورۃ الشمس میں) فرمایا ہے کہ اللہ نے انسانوں کی فطرت میں بدکاری اور نیکی کاری جمع کی ہیں، اب جو نفس کو سنوارے گا کامیاب ہوگا، اور جو اس کو خاک آلود کرے گا ناکام ہوگا، پھر نفس کو خاک آلود کرنے والوں کی مثال دی تھی کہ نمودنے سرکشی کی اور تباہ ہوئے، اور نفس کو سنوارنے والوں کی مثال نہیں دی تھی، اب دو سورتوں میں اس کی مثال ہے، اور سورۃ اللیل میں صلاحیتوں کے اختلاف سے اعمال کا اختلاف دکھلایا ہے۔

نفس کو سنوارنے والے مومنین ہیں، ان کے سردار سرور کو نبی ﷺ ہیں، وہ نفس کو سنوارنے والوں کا اعلیٰ فرد ہیں، ان کو مثال میں پیش کرتے ہیں، پھر سورۃ اتین میں عام لوگوں کا ذکر ہے، ان کے ضمن میں مومنین بھی آئیں گے، اور یہ سورت ابتدائی دور کی ہے، اس کا نزول کا نمبر گیارہ ہے، اور اگلی سورت اس کے فوراً بعد نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۱۲ ہے، پس اگلی سورت میں اسی سورت کی وضاحت ہے۔

سورۃ الضحیٰ مکیہ (۱۱) (۹۳) (رکوعہا ۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالضُّحٰی ۙ وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی ۙ مَا وَدَّعَاكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۙ وَ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّكَ مِنَ الْاَوَّلٰی ۙ وَ كَسُوْفٌ  
یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰهُ ۙ الْاَلْمِیْحَدٰك یَتَبَجَّ فَاوْمَ ۙ وَ وُجِدَكَ ضَالًّا فَهَدٰی ۙ وَ وُجِدَكَ  
عَابِدًا فَاَغْنٰی ۙ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تُفْهَرُ ۙ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرُ ۙ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۙ

وَالضُّحٰی	چاشت کے وقت کی قسم	مَا وَدَّعَاكَ	نہیں چھوڑا آپ کو	وَالْاٰخِرَةُ	اور البتہ سچھلی حالت
وَاللَّیْلِ	اور رات کی قسم	رَبُّكَ	آپ کے رب نے	خَيْرٌ لِّكَ	بہتر ہے آپ کے لئے
اِذَا سَجٰی (۱)	جب وہ چھا جائے	وَمَا قَلٰی (۲)	اور نہ وہ بیزار ہوا	مِن الْاَوَّلٰی	پہلی حالت سے

(۱) سَجَا اللَّیْلِ: چھپانا، ڈھانکنا (۲) قَلٰی فَلَا نَا قَلٰی: کسی سے تنفر ہو کر ترک تعلق کرنا۔

تومت ڈانٹ	فَلَا تَقْفَرْ	اور پایا اس نے آپ کو	وَوَجَدَكَ	اور البتہ عنقریب	وَلَسَوْفَ
اور رہا مانگنے والا	وَأَمَّا السَّائِلَ	دین سے بے خبر	صَيًّا	دیں گے آپ کو	يُعْطِيكَ
پس مت جھڑک	فَلَا تَنْهَمْ	پس باخبر کیا اس نے	فَهَدَى	آپ کے رب	رَبُّكَ
اور رہا	وَأَمَّا	اور پایا اس نے آپ کو	وَوَجَدَكَ	پس خوش ہو جائیں گے	فَاتْرَضْ
فضل	بِنِعْمَةِ	محتاج	عَائِلًا <sup>(۱)</sup>	کیا نہیں پایا اس نے آپ کو	أَلَمْ يَجِدْكَ
تیرے رب کا	رَبِّكَ	پس مالدار کیا	فَأَغْنَى	یتیم	يَتِيمًا
پس بیان کر	فَعَدِّثْ	اب رہا یتیم	فَأَمَّا الْيَتِيمَ	پس ٹھکانا دیا اس نے	فَأَوَّاهُ

### اللہ نے آپ کو نہ چھوڑا نہ بیزار ہوا

شروع کی تین آیتوں کا واقعی شانِ نزول معلوم نہیں، نزولِ وحی کے درمیان کبھی کسی مصلحت سے وقفہ ہو جاتا تھا، جیسے آپ سے تین باتیں پوچھی گئی تھیں: اصحابِ کہف کون ہیں؟ ذوالقرنین کا واقعہ کیا ہے؟ اور روح کی حقیقت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں کل جواب دونگا، اور ان شاء اللہ نہیں کہا، پس کئی دن وحی نہیں آئی، مشرکین نے کہنا شروع کیا: اللہ محمد سے بیزار ہو گئے اور ان کو چھوڑ دیا، شروع کی تین آیتوں میں اس کا جواب ہے۔

فائدہ: پہلی وحی کے بعد جو چھ ماہ فترت کا زمانہ ہے، وہ مراؤنہیں، کیونکہ پہلی وحی کے موقع پر آپ کو نبوت کی اطلاع نہیں دی تھی، نہ اس وقت آپ نے دعوت کا کام شروع کیا تھا، اس لئے اس وقت مخالف بھی کوئی نہیں تھا، نبوت کی اطلاع آپ کو دوسری وحی کے وقت دی گئی ہے، جب ﴿يَا أَيُّهَا الْمَدِينُ﴾ کی وحی آئی، اور اس کے بعد آپ نے دعوت کا کام شروع کیا ہے (فائدہ پورا ہوا)

اب آپ ایک مثال میں غور کریں: جب سورج چڑھتا ہے، چاشت کا وقت ہوتا ہے، اور روشنی خوب پھیل جاتی ہے تو کون گمان کر سکتا ہے کہ کچھ وقت کے بعد رات آئے گی؟ پس اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ رات سے بیزار ہو گئے، اور اس کو چھوڑ دیا، اب رات نہیں آئے گی تو ایسا سمجھنا غلط ہوگا، اسی طرح جب رات چھا جائے، اور ہر چیز کو اپنی تاریکی کی چادر میں چھپالے اس وقت کون تصور کر سکتا ہے کہ کچھ وقت کے بعد سورج نکلے گا، دن شروع ہوگا اور روشنی پھیلے گی، پس آدھی رات کو کوئی کہے کہ اللہ دن سے بیزار ہو گئے، اور اس کو چھوڑ دیا، اب سورج نہیں نکلے گا تو یہ بات غلط ہوگی، اسی طرح کسی مصلحت سے وحی میں وقفہ ہو گیا تو یہ کہنا درست نہیں کہ اللہ اپنے نبی سے بیزار ہو گئے اور ان کو چھوڑ دیا۔

﴿وَالضُّحَىٰ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ۝﴾

ترجمہ: دن چڑھنے کے وقت کی قسم! اور رات کی قسم جب وہ چھا جائے! — یہ دو دلیلیں ہیں کہ — نہ تو آپ کے رب نے آپ کو چھوڑا، نہ وہ بیزار ہوا!

بعد کے احوال آپ کے لئے سابقہ احوال سے بہتر ہیں، اور اس کی تین مثالیں

وقفہ کے بعد وحی موسلا دھار آئے گی، اور یہ پچھلی حالت آپ کے لئے پہلی حالت سے بہتر ہوگی، اللہ تعالیٰ آپ کی طرف اتنی وحی نازل فرمائیں گے کہ آپ خوش ہو جائیں گے، اور بعد کی حالت پہلی حالت سے بہتر ہوگی: اس کی تین مثالیں ہیں:

۱- آپ یتیم تھے، والد ماجد کا انتقال آپ کی ولادت سے پہلے ہو گیا تھا، اور پانچ سال کی عمر میں والدہ ماجدہ بھی غم مفارقت سے دی گئیں، گویا آپ ڈبل یتیم تھے، مگر فوراً دادا عبدالمطلب نے آپ کو اپنی گود میں لے لیا، اور ان کے انتقال کے بعد شفیق چچا ابوطالب نے آپ کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا، یہ بعد کی حالت پہلی حالت آپ کے لئے سابقہ حالت سے بہتر ہے۔

۲- آپ دین سے بے خبر تھے، ملت اسماعیلی باقی نہیں رہی تھی، اور اللہ کی راہ نمائی کے بغیر انسان آخرت میں کامیاب نہیں ہو سکتا، چنانچہ جب وقت آیا تو آپ کو نبوت سے سرفراز کیا، اور دین سے واقف کیا، یہ بعد کی حالت سابقہ حالت سے بہتر ہے۔

۳- آپ محتاج تھے، آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال میں مضاربت کی، اس میں اللہ نے خوب نفع دیا، پھر آپ کے حسن اخلاق سے متاثر ہو کر حضرت خدیجہ نے آپ سے نکاح کر لیا، اور اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا، اس طرح آپ بے نیاز ہو گئے، یہ پچھلی حالت بھی سابقہ حالت سے بہتر ہے۔

﴿وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِينِكَ رَبُّكَ ۝ فَتَرْضَىٰ ۝ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ ۝ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۝ وَوَجَدَكَ عَابِدًا فَأَغْنَىٰ ۝﴾

ترجمہ: اور پچھلی حالت یقیناً آپ کے لئے پہلی حالت سے بہتر ہے، اور اب آپ کو آپ کے رب اتادیں گے کہ آپ خوش ہو جائیں گے — آیات کا ماسبق لاجلہ الکلام (مقصود) تو وحی ہے، مگر الفاظ کے عموم سے آخرت اور اس کی نعمتیں بھی مراد ہیں — کیا اللہ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پس اس نے ٹھکانا دیا، اور آپ کو دین سے بے خبر پایا، پس آپ کو باخبر کیا، اور آپ کو محتاج پایا، پس آپ کو بے نیاز کیا۔

## تین نعمتوں کی شکرگذاری کے لئے تین کام

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر تین فضل فرمائے ہیں پس شکرگذاری کے طور پر تین احکام دیتے ہیں:

۱- جب آپؐ نے یتیمی کا دوریکھا ہے تو اب آپ یتیم کونہ ڈانٹیں! اس کا دل نہ توڑیں، اس کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کریں۔

۲- جب آپؐ پر غریبی کا زمانہ گذرا ہے تو اب آپؐ کسی محتاج سائل کونہ جھڑکیں، دھکانہ دیں، اس کی غریبی نے اس کو سوال پر مجبور کیا ہے، پس اس کی حاجت روائی کریں۔

۳- آپؐ کو اللہ نے نبوت سے سرفراز کیا ہے، دین سے واقف کیا ہے اور بے شمار علوم عطا فرمائے ہیں، پس آپؐ ان علوم کو بیان کریں اور لوگوں کو اپنے علوم سے فائدہ پہنچائیں، آپؐ کے بیان کردہ ان علوم کا نام احادیث شریفہ ہے۔

﴿ فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ ۖ وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۖ وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ ﴾

ترجمہ: لہذا آپ یتیم کونہ ڈانٹیں، اور سائل کونہ جھڑکیں، اور اپنے رب کی نعمتوں (علوم) کو بیان کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ الانشراح

یہ سورت گذشتہ سورت کے بعد موصلاً نازل ہوئی ہے، الضحیٰ کا نزول کا نمبر گیارہ ہے اور اس کا بارہ، اس میں نبی ﷺ پر تین نوازشات کا ذکر ہے، دو تو وہی ہیں جن کا گذشتہ سورت میں ذکر آچکا، اور ایک نیا عزا ہے، پھر آپؐ کے لئے تین ہدایتیں ہیں۔

﴿ إِنَّا أَنشَأْنَاهُ ۙ سُوْرَةُ الْمُنَشَّرِ مَكِّيَّةٌ (۱۲) ۙ وَرَفَعْنَا ۙ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۙ

الْمُنَشَّرِ لَكَ صَدْرَكَ ۙ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۙ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۙ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۙ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۙ

دشواری کے ساتھ	مَعَ الْعُسْرِ	آپ کی پیٹھ	ظَهَرَكَ	کیا نہیں کشادہ کیا ہم نے	أَلَمْ نَشْرَحْ
آسانی ہے	يُسْرًا	اور بلند کیا ہم نے	وَرَفَعْنَا	آپ کے لئے	لَكَ
پس جب	فَإِذَا	آپ کے لئے	لَكَ	آپ کے سینہ کو	صَدْرَكَ
آپ فارغ ہو جائیں	فَرَعْنَا	آپ کا آوازہ	ذِكْرَكَ	اور اتار دیا ہم نے	وَوَضَعْنَا
تو سخت محنت کریں	فَانصَبْ <sup>(۱)</sup>	پس بے شک	فَإِنَّ	آپ سے	عَنْكَ
اور اپنے رب کی طرف	وَمَا لَ رَبِّكَ	دشواری کے ساتھ	مَعَ الْعُسْرِ	آپ کے بوجھ کو	وَذِمَّاكَ
پس رغبت کریں	فَارغَبْ	آسانی ہے	يُسْرًا	جس نے	الَّذِي
		بے شک	لَانَ	دوہری کر رکھی تھی	أَنْقَضَ

### نبی ﷺ پر اللہ کی تین نوازشات

دو عنایات کا ذکر گذشتہ سورت میں آگیا ہے، آپ یتیم تھے اللہ نے آپ کو ٹھکانا دیا: اس کو نہیں لوٹایا، باقی دو کا دوبارہ ذکر فرماتے ہیں اور تیسری نعمت نئی ہے:

۱- اللہ نے نبوت سے سرفراز کر کے نبی ﷺ کا سینہ علوم و معارف کے لئے کشادہ کر دیا، نبوت بڑا کمال ہے، نبی کا اللہ سے رابطہ ہو جاتا ہے، ہر آن اس پر علوم و معارف کا نزول ہوتا ہے، یہ: ﴿وَإِنَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ کا دوسرے انداز سے ذکر کیا ہے۔

۲- آپ پر عیال داری کا بوجھ تھا، نبوت سے پندرہ سال پہلے آپ کا نکاح ہو گیا تھا، اولاد بھی تھی، صاحبزادے تو حیات نہیں تھے، مگر چار صاحبزادیاں تھیں، گھر کے خرچ نے کمزور کر رکھی تھی، مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سارا اثاثہ آپ کی نذر کر دیا تو گھر کا خرچ چلانا آسان ہو گیا۔

۳- نبوت ملنے کے بعد آپ کی شہرت ہو گئی، عرب و عجم آپ کی شخصیت سے واقف ہو گئے، نیز اذان و اقامت اور کلمہ طیب میں آپ کا نام شامل کیا تو آپ کی شہرت اپنی انتہاء کو پہنچ گئی۔

آیات پاک: — کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا؟ اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمزور کر رکھی تھی، اور ہم نے آپ کا آوازہ بلند کیا۔

(۱) انصَبَ: باب سح سے امر، نَصَبَ نَصْبًا: بہت تھک جانا، چکنا چور ہو جانا، اور باب ضروب سے معنی ہیں: کھڑا کرنا۔

## اللہ کی طرف سے نبی ﷺ کو تین ہدایات

۱- کار نبوت میں دشواریاں پیش آئیں تو آپ نہ گھبرائیں، ایک دشواری کے ساتھ دو آسانیاں ہوتی ہیں، ایک سابقہ دوسری لاحقہ، اس میں اشارہ ہے کہ آگے کام آسان ہوگا۔

۲- جب آپ دعوت کے کام سے فارغ ہوں تو اللہ کے ذکر میں لگیں، اور خوب محنت کریں، کیونکہ لوگوں کے ساتھ اختلاط سے دل پر میل آجاتا ہے، اس کی صفائی کے لئے خلوت اور ذکر ضروری ہے، حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلوی قدس سرہ (بانی تبلیغی جماعت) جب میوات میں چلے لگا کر بنگلہ والی مسجد میں لوٹے تو تین دن کا اعتکاف کرتے، کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: لوگوں کے ساتھ اختلاط سے دل پر میل آجاتا ہے، اس کی صفائی کے لئے اعتکاف کرتا ہوں۔

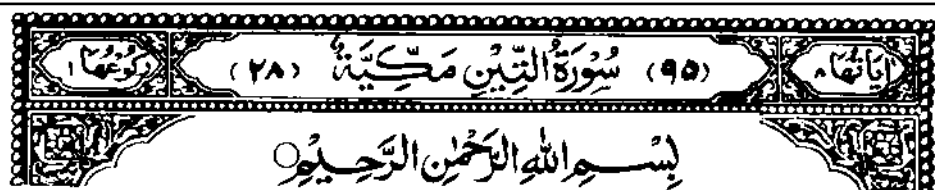
۳- ہر آن اور ہر لمحہ اللہ سے کو لگائے رہیں، کسی وقت ادھر سے بے التفاتی نہ ہو کہ یہی حاصل زندگی ہے۔

باقی آیات: — پس بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے، بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے — معرفہ کو معرفہ لوٹایا جائے تو ثانی عین اول ہوتا ہے، اور نکرہ کو نکرہ لوٹایا جائے تو ثانی غیر اول ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ ایک دشواری کے ساتھ دو آسانیاں ہیں، ایک سابقہ دوسری لاحقہ — پس جب آپ فارغ ہو جائیں تو چکنا چور ہو جائیں، اور اپنے پروردگار سے ہر وقت کو لگائے رہیں!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ التین

ابھی سلسلہ بیان پیچھے سے جڑا ہوا ہے، گذشتہ دو سورتوں میں اس ہستی کا ذکر تھا جس نے اپنے نفس کو خوب سنوار لیا، اب اس سورت میں عام انسان کا ذکر ہے، ان میں نفوس کو سنوارنے والے اور بگاڑنے والے دونوں ہیں۔ پس یہ: ﴿قَالَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ کی جامع مثال ہے۔



وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ۝ وَطُورِ سِينِينَ ۝ وَهَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ



و عمل صالح کے ذریعہ خود کو اوپر اٹھائے، یہ بندے اپنے نفس کو سنوارنے والے ہیں، ان کو آخرت میں ایسا اجر ملے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگا، اور اگر کوئی سوچے کہ دوسری زندگی تو ایک خواب ہے! اس سے اللہ پاک فرماتے ہیں: تو جزاء کو کیوں جھٹلاتا ہے؟ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑے حاکم نہیں ہیں؟ دنیا کے چھوٹے حاکم وفاداروں کو انعام اور غداروں کو سزا دیتے ہیں، پس کیا سب سے بڑا حاکم جزا و سزا نہیں دے گا؟

ترجمہ: انجیر اور زیتون کی قسم! اور وادی سیناء والے طور پہاڑ کی قسم! اور اس ہدائن شہر کی قسم! بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، پھر ہم نے اس کو نچلوں سے نیچے پھینچا دیا — نیچے تو انسان خود گرتا ہے، مگر اس کے نفل کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں، اس اعتبار سے اللہ نے بندے کے نفل کو اپنی طرف منسوب کیا ہے کہ ہم اسے نیچے گرا دیتے ہیں — مگر جو ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے وہ مستثنیٰ ہیں، پس ان کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے، پس اب تو جزاء کا کیوں انکار کرتا ہے؟ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑے حاکم نہیں ہیں؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## سورۃ العلق

گذشتہ سورت میں یہ مضمون تھا کہ اللہ نے انسان کو بہترین مستوی (لیول) پر پیدا کیا ہے، اس کی فطرت میں ملکیت بھی ہے اور بہیمیت بھی، اس لئے اس کی فطرت جامع ہے، پھر انسان کو اختیار ہے کہ وہ خود کو یا تو اوپر اٹھائے یا نیچے گرائے، نیچے گرے گا تو تحت العریٰ میں پہنچ جائے گا، اور بلند ہوگا تو کربوبی دامن دھو کر نہیں گے! اب جو لوگ خود کو گراتے ہیں ان کا ذکر چھوڑیے، ہمیں ان سے کیا لینا ہے؟ البتہ جو لوگ خود کو بلند کرنا چاہتے ہیں ان کی راہ نمائی ضروری ہے، جیسے نبی ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے ہتر (۷۳) فرقے ہوں گے، بہتر (۷۲) ناری اور ایک ناجی ہوگا تو صحابہ نے ناجی فرقہ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کون ہے؟ ناری فرقوں کے بارے میں نہیں پوچھا۔

سوال: وہ اسباب کیا ہیں جن سے آدمی بڑا رتبہ پاسکتا ہے؟ جواب: دو سبب ہیں: کمال علمی اور کمال عملی پیدا کیا جائے، اور دونوں میں افضل کمال علمی ہے، اس سورت میں اسی کا بیان ہے، اور اگلی سورت میں کمال عملی کا بیان ہے، پھر سورۃ البینہ میں کمال علمی حاصل کرنے کا ذریعہ قرآن کریم کو بتایا ہے، اس لئے کہ ﴿فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةُ﴾ اس میں قیمتی مضامین ہیں، ان کے ذریعہ کمال علمی پیدا کیا جاسکتا ہے، اور سلسلہ بیان اُس سورت پر پورا ہو جائے گا۔

آیتوں اور سورتوں میں ربط جاننے کا طریقہ

سورۃ الذاریات میں یہ بات بیان کی ہے کہ قرآن کریم کا ایک خاص اسلوب ہے، جب وہ کسی مقصد سے کوئی بات



شروع کرتا ہے تو سلسلہ کلام دراز ہو جاتا ہے، پس جو لوگ پوری آیت یا پوری سورت پیش نظر رکھ کر سوچتے ہیں وہ ربط نہیں پاسکتے آیت اور سورت میں جو خاص جزاء سابق لاجلہ الکلام (مقصود) ہوتا ہے اس کو لیں گے تو ربط واضح ہوگا، ان چھوٹی سورتوں میں یہ بات خاص طور پر ملحوظ رہنی چاہئے، اس سورت میں مقصود شروع کی پانچ آیتیں ہیں، آگے ذیلی مضامین ہیں۔

### سورت کی شروع کی پانچ آیتیں پہلی وحی ہیں

حدیث میں ہے: نبی ﷺ نبوت سے پہلے غارِ حراء میں عبادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے، جب عمر مبارک کے چالیس سال پورے ہوئے اور آپؐ غار سے گھر لوٹنے کے لئے غروبِ آفتاب کے بعد نکلے تو اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی صورت میں سامنے آگئے، اور فرمایا: اقرأ (پڑھیے!) آپ نے جواب دیا: میں پڑھا ہوا نہیں، جبرئیل نے آپ کو بانہوں میں لے کر بھینچا، پھر فرمایا: اقرأ، آپ نے پھر وہی جواب دیا، تیسری مرتبہ بھینچنے کے بعد کہا: ﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾: آپ نے یہ آیت پڑھی، اس طرح پانچ آیتیں پڑھا کر وہ غائب ہو گئے، آپ گھبرائے ہوئے گھر لوٹے، کیونکہ ابھی انھوں نے نہیں بتایا تھا کہ آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا ہے۔

فائدہ: اس پہلی وحی سے تین طرح سے تعلیم و تعلم کی اہمیت واضح ہوتی ہے: ایک: پہلی وحی میں پڑھنے کا حکم دیا ہے، جو حکم سب سے پہلے دیا جاتا ہے وہ اہم ہوتا ہے۔ دوم: وحی کا پہلا کلمہ اقرأ ہے، سوم: یہ حکم امیوں کو دیا ہے جو اپنے ناخواندہ ہونے پر فخر کرتے تھے یعنی امی ہونا کوئی فخر کی بات نہیں، پڑھو، پڑھنا عزت کی بات ہے۔

### آخرت کی کامیابی کے لئے ترتیب وار تین صورتیں

۱- آخرت میں نجات کے لئے بنیادی شرط ایمان ہے، ایمان کے بغیر کسی کی نجات نہیں ہوگی، نہ اولی نہ ثانوی، ارشادِ پاک ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَ يَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾: یعنی اللہ پاک شرک و کفر کو تو معاف نہیں کریں گے، اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لئے چاہیں گے معاف کریں گے۔

۲- اور نجات اولی کے لئے یعنی مرتے ہی نجات پانے کے لئے صحیح ایمان کے ساتھ ارکانِ اربعہ پر مضبوطی سے عمل اور کبیرہ گناہوں سے کفلی اجتناب ضروری ہے، ان کے بغیر بھی نجات ہو سکتی ہے، مگر دھلائی کے بعد۔

۳- جنت کے بلند درجات حاصل کرنے کے لئے کمالِ علمی یا کمالِ عملی حاصل کرنا ضروری ہے، دین کا جتنا زیادہ علم ہوگا اتنا بلند درجہ پائے گا، اور عبادت میں جتنا آگے بڑھے گا، بلند مقام پائے گا، اور کمالِ علمی: کمالِ عملی سے اہم ہے، اور دونوں جمع ہوں تو سونے پر سہاگہ!

ذکوہہا

(۹۶) سُورَةُ الْعَلَقِ مِکِّيَّةٌ (۱)

اَبَاتُهَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

اِقْرَأْ	پڑھ	الْاِنْسَانَ	انسان کو	عَلَّمَ	سکھلایا
بِاسْمِ (۱)	نام سے	مِنْ عَلَقٍ (۲)	جسے ہوئے خون سے	بِالْقَلَمِ (۳)	قلم سے
رَبِّكَ	اپنے رب کی	اِقْرَأْ (۳)	پڑھ	عَلَّمَ	سکھلایا
الَّذِي	جس نے	وَرَبُّكَ	اور تیرا رب	الْاِنْسَانَ	انسان کو
خَلَقَ	پیدا کیا	الْاَكْرَمُ	بڑا کریم ہے	مَا لَمْ	جو نہیں
خَلَقَ	پیدا کیا	الَّذِي	جس نے	يَعْلَمْ (۵)	جاننا وہ

کمال علمی کے لئے دو اقر ضروری ہیں: ناخواندہ کا اقر اور خواندہ کا اقر

اللہ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، اور سات مراحل سے گذارا، مٹی سے غذا پیدا ہوئی، اس کو انسان نے کھایا تو بدن میں خون بنا، یہ مٹی کا سلالہ (ست) ہے، پھر خون سے مادہ بنا، یہ تین مراحل ہوئے: مٹی، خون اور مادہ، پھر مادہ رحم میں پہنچ کر ایک چلہ میں علقہ (خون بستہ جیسے کلمبی) بنا، یہ درمیانی مرحلہ ہے، پھر علقہ ایک چلہ میں مضغ (گوشت کی بوٹی) بنا، پھر اس میں ہڈیاں پیدا ہوئیں، پھر ان پر گوشت چڑھا، یہ بعد کے تین مراحل ہیں، جب جسم تیار ہو گیا تو اس میں فرشتہ نے روح پھونکی، اس طرح اشرف المخلوقات انسان وجود میں آیا۔

پس آیت میں جو علقہ ہے اس سے سب مراحل مراد ہیں، درمیانی مرحلہ کا ذکر کر کے طرفین کے مراحل بھی مراد لئے ہیں، اب آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بے جان مادے میں سات تبدیلیاں کر کے انسان بناتے ہیں، پس اگر

(۱) باسم: باء استعانت کے لئے ہے یعنی اللہ کی مدد لے کر پڑھ (۲) علق: تخلیق انسانی کا درمیانی مرحلہ ہے، مراد سابقہ تین مراحل اور لاحقہ تین مراحل بھی ہیں (۳) یہ دوسرا اقر خواندہ کا اقر ہے (۴) قلم سے مراد ہے: لوگوں نے جو کچھ لکھا ہے (۵) ما لم يعلم: یعنی پہلے اقر اسے نہیں جانا۔

ناخواندہ (جاہل) اللہ کے نام کی مدد لے کر پڑھنا شروع کرے تو اس کو سات سال میں عالم بنائیں گے۔  
یہ ناخواندہ کا پڑھنا ہے، دوسرا پڑھنا عالم کا ہے، پہلے اقر میں طالب علم کو استاذ کے سامنے باادب بیٹھ کر پڑھنا پڑتا ہے، خود اپنے طور پر نہیں پڑھ سکتا، پھر پہلے اقر اسے جو استعداد ملتی ہے اس سے کام لے کر اپنے طور پر مطالعہ شروع کرے، اللہ تعالیٰ قلم سے بھی علم سکھلاتے ہیں، گذشتہ لوگوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو پڑھنا شروع کرے اور بیس سال کتابوں کا کیڑا بنا رہے: تو اس کے بعد محسوس ہوگا کہ اب علم آنا شروع ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اکرم الاکرمین ہیں، ان کے خزانہ میں کمی نہیں، اب مطالعہ سے وہ علم کھولیں گے جو اس نے مدرسہ میں نہیں پڑھا، پھر زندگی بھر اس شغل میں لگا رہے تو کمال علمی حاصل ہوگا، اور وہ ایک باکمال شخصیت بنے گا۔

فائدہ: اب چند باتیں عرض ہیں:

۱- دین کا علم ایک ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں، پوری زندگی اس کے پیچھے لگائی جائے تب شتمہ بھر علم ملتا ہے، یہ علم: دنیوی علوم کی طرح نہیں کہ چند دن میں حاصل کر کے نمٹ لیا جائے، علم دین کی تحصیل کا سلسلہ موت کے بعد بھی جاری رہے گا، حدیث میں ہے کہ جس کو قرآن سے دلچسپی ہے: جنت میں اس سے کہا جائے گا: پڑھتا جا اور پڑھتا جا! ظاہر ہے وہ پڑھنا سمجھ کر ہوگا اور چڑھنا مراتب جنت کے علاوہ مراتب کمال میں بھی ہوگا، البتہ منقطع الدرستہ کو یہ نعمت حاصل نہ ہوگی، جو موت تک پڑھتا رہا وہی جنت میں پڑھتا رہے گا۔

۲- علم پڑھنے سے آتا ہے، اس لئے دوسرے اقر افر مایا، صرف پڑھانے سے علم نہیں آتا، آج مدارس آباد ہیں اور قحط الرجال ہے، کیونکہ پڑھانے والے پڑھتے نہیں، جو طلبہ مدارس سے نکلتے ہیں وہ فارغ ہو جاتے ہیں، اور آتا جاتا کچھ نہیں اور فاضل ہو جاتے ہیں، پھر باکمال شخصیات کیسے پیدا ہوں؟ علم دین لوجہ اللہ مطلوب و مقصود ہے معیشت تابع ہے، اس لئے زندگی بھر اس میں لگا رہنا چاہئے تب کمال علمی حاصل ہوگا۔

۳- طالب علم (ناخواندہ) کے پڑھنے میں تین چیزیں ہیں، اگر یہ تین چیزیں حاصل ہیں تو وہ پڑھ رہا ہے، ورنہ مدرسہ میں پڑا ہے، اور پڑنے سے علم کبھی نہیں آتا، پڑھنے سے آتا ہے: ایک: سبق میں مطالعہ کر کے جائے، جو مطالعہ کیے بغیر جاتا ہے وہ استاذ کو پڑھانے جاتا ہے۔ دوم: سبق سمجھ کر پڑھے، بے سمجھ آگے نہ بڑھے، جو آج استاذ سے نہیں سمجھے گا وہ کل کس سے سمجھے گا؟ سوم: خواندہ یاد کرے، ورنہ پڑھا ہوا چند دن میں بھول جائے گا، اور وہ اس شخص کی طرح ہو جائے گا جو ہاتھوں میں سوراخ کر کے پانی پیتا ہے، پانی اس کے منہ تک کبھی نہیں پہنچے گا۔

۴- عالم (خواندہ) کے پڑھنے میں بھی تین چیزیں ہیں: ایک: فن دیکھ کر پڑھائے، کتاب کے متعلقات پر اکتفا نہ کرے، شروع میں سارا علم نہیں، ورنہ شروع لکھنے کا سلسلہ جاری نہ رہتا۔ دوم: مطالعہ کی تجمیع کر لے، حاصل مطالعہ لکھ



ہرگز نہیں	گلا	پس چاہئے کہ بلائے وہ	فَلْيَذُوقْ	پیشانی پڑ کر	بِالنَّاصِيَةِ
آپ اسکی بات نہ مانیں	لا تُطْعَمُهُ	اپنی محفل کو	نَادِيَهُ	پیشانی	نَاصِيَتِهِ
اور سجدہ کریں	وَأَسْمُدُ	اب بلائے ہیں ہم	سَنَدُهُ	جھوٹی	كَاذِبَتِهِ
اور نزدیکی حاصل کریں	وَأَقْتَرِبْ	جہنم کے سپاہیوں کو	الزَّبَانِيَةِ	گنہگار	خَاطِبَتِهِ

باکمال عالم غرور میں مبتلا نہ ہو، جیسے مکہ کا ایک مالدار سردار غرور میں مبتلا تھا

کمال چاہے علم کا ہو یا مال کا غرور میں مبتلا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ جس کو علم میں کمال عطا فرماتے ہیں اور وہ ناسریت یافتہ ہوتا ہے تو دوسرے اس کی نظر سے گر جاتے ہیں، وہ خود کو لمبا کھینچنے لگتا ہے، ایسا ہی حال مالدار کا ہو جاتا ہے، اس کی نظر میں بھی کوئی نہیں چمچتا! ابتدائی زمانہ تھا، ابو جہل نبی ﷺ کو کعبہ کے پاس نماز پڑھنے سے روکتا تھا، اس کی انجمن کے سردار اس کے ہمواتھے، کبھی وہ آپ کی گردن میں پھندا ڈال کر کھینچتا تھا، کبھی بیابھی اونٹنی کا میل لا کر آپ کی پیٹھ پر رکھ دیتا تھا، وہ غرور نفس میں مبتلا تھا، اس کی مثال دے کر باکمال عالم کو نصیحت کرتے ہیں کہ اس کا بھی یہ حال نہ ہو جائے۔

آیات پاک: — ہرگز نہیں! — یعنی باکمال عالم کو تکبر میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے — بے شک انسان سرکشی کرنے لگتا ہے جب دیکھتا ہے کہ وہ بے نیاز ہو گیا ہے — یعنی وہ سب سے بڑا عالم ہو گیا ہے، کیا وہ جانتا نہیں کہ اسے یقیناً اس کے رب کی طرف لوٹنا ہے؟ — جو اس کی خبر لیں گے، اور اب بات متکبر مالدار کی طرف مڑ رہی ہے —

بتلا! جو خاص بندے کو روکتا ہے جب (وہ کعبہ کے پاس) نماز پڑھتا ہے، بتلا! اگر وہ ہدایت پر ہے یا وہ پرہیزگاری کا حکم دیتا ہے، بتلا! اگر وہ (سردار) جھٹلاتا ہے اور منہ موڑتا ہے — یعنی اس کی حرکت کی قباحت کی تین دھمیں اکٹھا ہیں:

(۱) اللہ کے خاص بندے کو اللہ کی عبادت سے روکتا (۲) اس بندے کا اس سردار کو بھلائی کی بات بتانا اور اللہ سے ڈرانا (۳) اس سردار کا اللہ کی بات کو جھٹلانا اور اس کو قبول کرنے سے انکار کرنا — ان وجوہ کی موجودگی میں کیا اس کی یہ حرکت

مناسب ہے؟ جو اس کی دل دوزی کرتا ہے اس کے ساتھ وہ یہ معاملہ کرتا ہے؟ — کیا وہ جانتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں؟ ہرگز نہیں — یعنی وہ یہ حرکت نہ کرے — بخدا! اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کی جھوٹی گنہگار چوٹی کے

بال پڑ کر (جہنم کی طرف) گھسیٹیں گے، اور وہ چاہے تو اپنی انجمن کو (اپنی مدد کے لئے) بلا لے، ہم بھی ابھی جہنم کے سپاہیوں کو بلائے ہیں ہرگز نہیں — یعنی آپ اس کی حرکت کا خیال نہ کریں — آپ اس کی بات نہ مانیں اور سجدہ

کریں — یعنی نماز پڑھیں — اور اللہ کی نزدیکی حاصل کریں — نماز اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، اور سجدہ میں نمازی اللہ سے قریب سے قریب تر ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ القدر

رابط: انسان کو اللہ نے بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، اس میں خیر و شر کی صلاحیتیں رکھی ہیں، اب اگر وہ خود کو اپنے مستوی (لیول) سے اوپر اٹھانا چاہے تو اس کو اپنے اندر کمال علمی اور کمال عملی پیدا کرنا ہوگا، کمال علمی کا بیان سورۃ اہلق میں آگیا، اب اس سورت میں کمال عملی کا بیان ہے۔

کمال عملی اللہ کی عبادت سے حاصل ہوتا ہے، اور اس امت کی عمریں کم ہیں، اوسط ساٹھ سال ہے، اور گذشتہ امتوں کی عمریں ہزار سال سے زائد ہوتی تھیں، نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کی ہے، پھر قوم کی ہلاکت کے بعد ڈیڑھ سو سال زندہ رہے ہیں، پس یہ امت عبادت میں گذشتہ لوگوں کا مقابلہ کیسے کرے گی؟ جواب: اللہ نے اس امت کو عبادت کے لئے خاص مواقع عنایت فرمائے ہیں، جیسے جمعہ کا دن، شب براءت اور سب سے اہم شب قدر عنایت فرمائی ہے، یہ رات تراویح سے بہتر ہے، اگر امت اس رات کو وصول کرے تو وہ گذشتہ امتوں سے آگے بڑھ جائے گی، یہ رات رمضان میں آتی ہے، اور خاص طور پر اس کے آخری عشرہ میں، اور اس رات کو اہمیت نزول قرآن کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے، پس سوچو! قرآن عظیم کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟ اس کا بیان اگلی سورت میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
(۹۷) سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ (۲۵)

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۗ وَمَا اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۗ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۗ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ سَهْرٍ ۗ تَنْزَلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ ۗ فِيْهَا يٰۤاٰذُنُ رَبِّ ۗ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۗ سَلَمٌ شَهْرٍ ۗ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۗ

اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ <sup>(۱)</sup>	بے شک ہم نے اتارا قرآن کو	فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ <sup>(۲)</sup>	رات میں اہمیت والی	وَمَا اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ	اور کیا آپ جانتے ہیں کیا ہے رات
------------------------------------	---------------------------	--	--------------------	---------------------------------------	---------------------------------

(۱) قرآن کی طرف ضمیر لوٹانے کے لئے مرجع کا ذکر ضروری نہیں، قاری کے ذہن میں قرآن رہتا ہی ہے، علاوہ ازیں: ←

القَدْرُ	اہمیت والی	تَنْزِيلُ لَيْلِكَ <sup>(۱)</sup>	اترتے ہیں فرشتے	مِنْ بَيْتِ امْرِ <sup>(۳)</sup>	ہر چیز سے
لَيْلِكَ	رات	وَالرُّوحِ <sup>(۲)</sup>	اور حیات	سَلَامٌ	سلامتی لے کر
الْقَادِرُ	اہمیت والی	فِيهَا	اس رات میں	هِيَ	وہ ہے
خَبِيرٌ	بہتر ہے	بِأَذْنِ	اجازت سے	حَتَّىٰ مَطْلَعِ <sup>(۳)</sup>	طلوع ہونے تک
مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ	ہزار مہینوں سے	رَبِّهِمْ	ان کے رب کی	الْفَجْرِ	صبح کے

### شب قدر کی منزلت قرآن کریم کی وجہ سے ہے

قرآن اللہ کا کلام ہے، اور اللہ کا کلام اللہ کی صفت ہے، اور صفت اور موصوف کا درجہ ایک ہوتا ہے، پس قرآن کی عظمت و اہمیت ظاہر ہے، اور زمین پر قرآن کا نزول رمضان میں شروع ہوا ہے، پہلی وحی رمضان کی کسی رات میں غروب آفتاب کے بعد آئی ہے، اس لئے رمضان کو بھی اہمیت حاصل ہوئی ہے اور اس کے روزے فرض کئے گئے ہیں [البقرہ ۱۸۲] اور شب قدر کو تو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوئی ہے، اس کو ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا ہے، اور اہم چیزیں راستہ میں نہیں پڑی ہوتیں، چھپا کر رکھی جاتی ہیں، اس لئے اس رات کو بھی چھپایا ہے، اور بندوں کو تلاش کر کے اس میں عبادت کرنے کا حکم دیا ہے، مگر وہ رات بہر حال رمضان میں ہے، اور اس کے بھی آخری عشرہ میں اور اس کی طاق راتوں میں ہے، پس اس کا تلاش کرنا آسان ہے، ۲۹ راتیں عبادت میں گزارنا کیا مشکل ہے؟

اس رات میں بہ اذن الہی فرشتے اور حیات (زندگی) زمین پر اترتی ہے، اور ہر چیز کی سلامتی لے کر اترتی ہے، اور حدیث میں ہے کہ جو مسلمان اس رات میں عبادت میں مشغول ہوتا ہے فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں، اور درمنثور میں بیہقی کے حوالے سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ کوئی ایسا نظام بنایا جائے کہ جس رات بھی فرشتے اتریں مسلمان نماز پڑھتے ہوئے ملیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان کی راتوں میں تراویح کا نظام بنایا، اللہ تعالیٰ دونوں حضرات کو امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں (آمین) اور پہلی وحی → اُنزلنا سے قرآن مفہوم ہوتا ہے (۲) قدر کے معنی ہیں: اہمیت، عظمت، اردو میں عطف تفسیری کے ساتھ استعمال کرتے ہیں: قدر و منزلت۔

(۱) تنزل میں ایک تاء محذوف ہے (۳) روح سے جبرئیل علیہ السلام کو بھی مراد لیا گیا ہے، وہ روح القدس (پاکیزہ روح) ہیں، مگر چونکہ وہ ملائکہ میں آگئے اس لئے روح سے حیات بھی مراد لی گئی ہے، جس کی حقیقت معلوم نہیں (۳) من کل امر: خبر مقدم ہے اور سلام: مبتدا مؤخر، خبر جب ظرف ہوتی ہے تو اس کو مقدم لاتے ہیں، نیز جب مبتدا نکرہ ہوتا ہے تو بھی خبر کو مقدم لاتے ہیں۔ (۳) مطلع: مصدر میم بمعنی طلوع ہے۔

اگر چہ مغرب کے بعد آئی ہے، مگر اس رات کی برکت صبح صادق تک رہتی ہے۔

آیاتِ کریمہ: — بے شک ہم نے قرآنِ اہم رات میں اتارا ہے، اور آپ جانتے ہیں: اہم رات کیا ہے؟ اہم رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں فرشتے اور روح بہ اذنِ الہی اترتے ہیں، ہر چیز کی سلامتی لے کر، وہ رات طلوعِ فجر تک رہتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

### سورة البينة

رابط: سورة التین سے یہ بیان شروع ہوا ہے کہ جو لوگ خود کو اپنے فطری مستوی سے بلند کرنا چاہیں وہ کمالِ علمی اور کمالِ عملی پیدا کریں، کمالِ علمی کا بیان سورة اعلق میں ہے، اور کمالِ عملی کا سورة القدر میں، اب اس سورت میں یہ بیان ہے کہ کمالِ علمی قرآنِ کریم سے حاصل ہوگا، کیونکہ اس میں قیمتی مضامین ہیں جس کو عظیم رسول لے کر آئے ہیں۔

سورت کے مضامین: اس سورت میں تین مضمون ہیں:

۱- شروع میں ایک سوال کا جواب ہے کہ سب سے بڑے رسولِ آخر میں کیوں آئے ہیں؟ سلسلہ نبوت کے شروع میں یا درمیان میں کیوں نہیں آئے؟ جواب یہ ہے کہ اب تک چاند تاروں سے کام چل رہا تھا، مگر اہی گہری نہیں ہوتی تھی، اور پوری دنیا میں کام پہنچانے کی صورت بھی نہیں تھی، اس لئے دوسرے انبیاء مبعوث کئے گئے، اب پوری دنیا میں عرب و عجم میں، مگر اہی گہری ہو گئی ہے، جب تک آفتابِ نبوت طلوع نہ ہوتا رہی جھٹنے والی نہیں، اس لئے اب سب سے بڑے رسول مبعوث کئے گئے ہیں۔

۲- پھر اس سوال کا جواب ہے کہ جب قرآنِ اعلیٰ درجہ کے مضامین پر مشتمل ہے تو اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نے اس کو قبول کیوں نہیں کیا؟ ان کا زمانہ تو نبوت سے قریب ہے؟ جواب یہ ہے کہ اہل کتاب ضد سے مخالف ہیں، شبہ سے نہیں، اور ڈھٹائی کا کوئی حل نہیں!

۵- پھر آخر میں یہ بیان ہے کہ جن لوگوں نے دعوتِ اسلام قبول نہیں کی وہ بدترین خلأق ہیں انھوں نے خود کو اپنے مستوی سے گرا دیا ہے اور اسفل السافلین میں پہنچ گئے ہیں، اس لئے ان کی سزا الابدی جہنم ہے جو ان کو قیامت کے دن ملے گی، اور جو ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے اور اللہ سے ڈرے وہ بہترین خلأق ہیں، ان کا صلہ جنت اور اللہ کی خوشنودی ہے جو ان کو آخرت میں ملے گی، اس طرح قیامت کا موضوع شروع ہوگا اور کئی سورتوں تک چلے گا۔



(۹۸) سُورَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۰) (کوعها)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ الْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رُسُولٌ مِنْ اللَّهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُطَهَّرَةً ۝ فِيهَا كُتِبَ الْقِيمَةُ ۝ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيمَةِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۚ جَزَاءُ مَنْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝

۱۶۴

لَمْ يَكُنِ	نہیں تھے	مِنَ اللَّهِ	اللہ کے	أُوتُوا الْكِتَابَ	دیئے گئے کتاب
الَّذِينَ	جنہوں نے	يَتْلُوا <sup>(۳)</sup>	پڑھ رہے ہوں	إِلَّا مِنْ بَعْدِ	مگر بعد
كَفَرُوا	انکار کیا	صُحُفًا <sup>(۴)</sup>	صحیفے	مَا جَاءَتْهُمْ	ان کے پاس آنے
مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ	اہل کتاب میں سے	مُطَهَّرَةً	پاکیزہ	الْبَيِّنَةُ	واضح دلیل کے
وَالْمُشْرِكِينَ	اور مشرکین میں سے	فِيهَا	ان میں	وَمَا أُمِرُوا	اور نہیں حکم دیئے گئے وہ
مُنْفَكِينَ <sup>(۱)</sup>	جدا ہونے والے	كُتِبَ <sup>(۵)</sup>	مضامین ہوں	إِلَّا	مگر
حَتَّى تَأْتِيَهُمُ	یہاں تک کہ پہنچے ان کو	الْقِيمَةُ	قیمتی	لِيَعْبُدُوا	یہ کہ عبادت کریں وہ
الْبَيِّنَةُ	واضح دلیل	وَمَا تَفَرَّقَ	اور نہیں جدا ہوئے	اللَّهُ	اللہ کی
رُسُولٌ <sup>(۲)</sup>	(یعنی) عظیم رسول	الَّذِينَ	جو	مُخْلِصِينَ	خالص کر کے

(۱) منفکین: لم یکن کی خبر ہے (۲) رسول: البینۃ سے بدل ہے (۳) جملہ یتلوا: رسول کا حال ہے (۴) ہر سورت ایک صحیفہ ہے (۵) کتب بمعنی مکبوب ہے۔

لَهُ	اس کے لئے	خَلِيدِينَ	ہمیشہ رہنے والے	عَدِينَ	ہمیشہ رہنے کے
الَّذِينَ	بندگی کو	فِيهَا	اس میں	تَجْرِي	بہتی ہیں
حُنَفَاءُ <sup>(۱)</sup>	یکسو ہو کر	أُولَئِكَ	یہ	مَنْ تَحْتَهَا	ان کے نیچے سے
وَيُقِيمُوا	اور اہتمام کریں	هُمْ	ہی	الْأَنْهَارُ	نہریں
الصَّلَاةَ	نماز کا	سَبْرٌ	بدترین	خَلِيدِينَ	ہمیشہ رہنے والے
وَيُؤْتُوا	اور دیں	الْبَرِّيَّةَ	خلاتق ہیں	فِيهَا	ان میں
الزَّكَاةَ	زکات	لِأَنَّ الَّذِينَ	بے شک جو	أَبَدًا	سدا
وَذَلِكَ	اور یہ	آمَنُوا	ایمان لائے	رَضِيَ	خوش ہوئے
دِينُ <sup>(۲)</sup>	دین ہے	وَعَمَلُوا	اور کئے انھوں نے	اللَّهُ	اللہ
الْقَبِيحَ	سیدھا	الضَّلِيلَةَ	نیک کام	عَنْهُمْ	ان سے
لِأَنَّ الَّذِينَ	بے شک جنھوں نے	أُولَئِكَ هُمْ	یہ ہی	وَرَضُوا	اور خوش ہوئے وہ
كَفَرُوا	انکار کیا	خَيْرٌ	بہترین	عَنْهُ	اللہ سے
مَنْ أَهْلَ الْكِتَابِ	اہل کتاب میں سے	الْبَرِّيَّةَ	خلاتق ہیں	ذَلِكَ	یہ (صلہ)
وَالْمُشْرِكِينَ	اور مشرکین میں سے	جَزَاءُ لَهُمْ	ان کا بدلہ	لِئِنْ	اس شخص کیلئے ہے جو
فِي نَارٍ	آگ میں ہونگے	عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس	خَشِيَ	ڈرا
جَهَنَّمَ	دوزخ کی	بِحَبْثٍ	باغات ہیں	رَبِّهٖ	اپنے رب سے

### جب تاریکی گہری ہوگئی تو آفتابِ نبوت طلوع ہوا

بعثتِ نبوی کے وقت دنیا کی صورتِ حال یہ تھی کہ اہل کتاب اور مشرکین گمراہی کے دلدل میں بری طرح پھنس گئے تھے، وہ اپنی ڈگر سے کسی طرح ہٹنے والے نہیں تھے جب تک عظیم المرتبت رسول مبعوث نہ ہوں، اور وہ بھی خالی ہاتھ نہ آئیں، ایک نسخہِ کیمیا ساتھ لائیں، لوگوں کو قرآن کی پاکیزہ سورتیں پڑھ کر سنائیں، جن میں قیمتی مضامین ہیں تو امید ہے کہ وہ اپنی روش چھوڑیں اور راہِ راست پر آئیں، چنانچہ پہلے دیگر انبیاء کو مبعوث کیا اور آخر میں آفتابِ نبوت طلوع ہوا، اور

(۱) حنفاء: حنیف کی جمع: باطل سے رخ پھیر کر حق کی طرف مائل ہونے والا، اور یہ ابراہیم علیہ السلام کا لقب بھی ہے۔

(۲) دین القیمۃ (مرکب اضافی) دراصل موصوف صفت ہیں، اور القیمۃ میں تاء بالحد کی ہے جیسے علامہ میں۔

ان کے ساتھ اللہ کا کلام نازل ہوا جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا، اور لوگ اس سے روشنی حاصل کرتے رہیں گے۔  
 فائدہ: قرآن کریم قیمتی مضامین پر مشتمل ہے، اس سے کمال علمی حاصل کیا جاسکتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ سیرھی سے  
 چڑھے، کوہِ قرآن تک نہ پہنچ جائے، ورنہ سر کے بل گرے گا، اور سیرھی فقہ و حدیث ہیں، ان میں مہارت حاصل کر کے  
 قرآن پڑھے تو کمال علمی حاصل ہوگا، جو لوگ قرآن فہمی کے لئے فقہ و حدیث کی ضرورت نہیں سمجھتے، سیدھے قرآن کھول کر  
 بیٹھ جاتے ہیں وہ قرآن پر ظلم کرتے ہیں، روزگار فقیر نامی کتاب میں علاقہ اقبال کا قول ہے کہ قرآن مظلوم صحیفہ ہے، لوگوں  
 نے پوچھا: کیسے؟ فرمایا: جس کو کوئی کام نہیں ملتا وہ تفسیر لکھنے بیٹھ جاتا ہے لہذا یہ بات سمجھ لیں کہ فقہ و حدیث کے زینے سے  
 ہی قرآن کو کما حقہ سمجھ سکتے ہیں، ہاں نصیحت پذیری کی حد تک قرآن آسان ہے، ہر کوئی قرآن پڑھ کر عبرت حاصل کر سکتا  
 ہے، مگر حقائق و دقائق اہل علم اور اہل بصیرت کا حصہ ہیں۔

﴿لَمَّا يَكُنُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فِي الْفُرُقَيْنِ مُنْفَكَيْنِ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۗ نَسُوا لِمَنْ كَانُوا يَلْبِسُونَ صُلُوحًا  
 مُطَهَّرَةً ۚ فِيهَا كُتِبَ عَلَيْهِ ۗ﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے (اسلام کا) انکار کیا اہل کتاب اور مشرکین میں سے وہ اپنے (دھرم سے) جدا ہونے  
 والے نہیں تھے یہاں تک کہ ان کو واضح دلیل پہنچے یعنی اللہ کے عظیم رسول جو پاکیزہ سورتیں پڑھ رہے ہوں، جن میں  
 قیمتی مضامین ہیں۔

### یہود و نصاریٰ محض ضد سے قرآن کا انکار کرتے ہیں

قرآن کریم کی اور یہود و نصاریٰ کی کتابوں کی بنیادی تعلیم ایک ہے، اور وہ ہے توحید خالص، نماز اور زکات، یہی  
 دین اسلام ہے، قرآن کوئی نئی بات پیش نہیں کرتا، اور اہل کتاب کی کتابوں میں نبی آخر الزماں، قرآن اور اسلام کی  
 حقانیت کے واضح دلائل موجود ہیں، تاہم وہ نفسانیت سے قرآن اور اسلام کا انکار کرتے ہیں، دوسری کوئی وجہ نہیں، اور  
 ضد کا کوئی علاج نہیں!

﴿وَمَا تَنْفَرِي الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ ۗ وَمَا أَوْسَوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوا  
 اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۗ﴾

ترجمہ: اور اہل کتاب جدا نہیں ہوئے — یعنی اسلام اور قرآن کا انکار نہیں کیا — مگر اس کے بعد کہ ان کے  
 پاس واضح دلیل آگئی — یعنی ان کی کتابوں میں اسلام کی حقانیت کی پیشین گوئی ہے — اور وہ یہی حکم دیئے گئے  
 تھے کہ اللہ کی عبادت کریں، اللہ کے لئے عبادت کو خالص کر کے اور ہر طرف سے یکسو ہو کر اور نماز کا اہتمام کریں اور زکات

دیں، اور یہی دین مستقیم ہے۔ جو قرآن پیش کر رہا ہے۔

اپنے مستوی سے نیچے گرنے والوں کی اور بلند ہونے والوں کی قیامت کے دن جزا و سزا  
سورة التین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، پھر کوئی تو اپنے لیول سے گر کر نچلوں سے  
نیچے پہنچ جاتا ہے، کتے اور خنزیر سے بدتر ہو جاتا ہے، یہی لوگ بدترین خلائق ہیں، اور کچھ لوگ اپنی فطرت سے بلند ہو کر  
آسمان کی رفعت تک پہنچ جاتے ہیں، اور ایسے سبک خرام ہوتے ہیں کہ فرشتے بھی ان کی ہمراہی سے عاجز رہ جاتے ہیں۔  
دونوں فریقوں کی جزا و سزا قیامت کے دن ہوگی، تباہ حال، ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، خواہ وہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ)  
ہوں یا مشرکین، سب کا انجام ایک ہے، اور جو لوگ ایمان لائے، قرآن کو قبول کیا، رسالتِ محمدی کا اعتراف کیا اور شریعت  
کے مطابق زندگی گذاری، کرنے کے کام کئے اور نہ کرنے کے کاموں سے بچا رہا ان کو آخرت میں دو صلے ملیں گے:  
اول: ہمیشہ رہنے کے باغات ملیں گے جن سے وہ کبھی باہر نہیں کئے جائیں گے، اور وہ باغات سدا بہار ہوں گے، ان  
کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں تابدر رہیں گے۔

دوم: ان کو اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی، اللہ ان سے خوش ہوں گے اور وہ اللہ سے خوش ہوں گے، اور یہ نعمت پہلی نعمت  
سے بڑھ کر ہے۔

فائدہ (۱): یہاں وہ سلسلہ بیان پورا ہوا جو دور سے چل رہا تھا، آگے چار سورتوں میں قیامت کے موضوع پر آ رہی ہیں۔  
فائدہ (۲): کافر کے معنی ہیں: منکر، نہ ماننے والا، جو لوگ دین اسلام کو نہیں مانتے، قرآن کو قبول نہیں کرتے، رسالتِ محمدی  
کا اعتراف نہیں کرتے، کلمہ طیبہ کے دوسرے جزء پر ان کا ایمان نہیں وہ کافر ہیں، ان آیات میں اہل کتاب اور مشرکین دونوں  
پر ﴿کُفْرًا﴾ کا اطلاق آیا ہے، لیکن اگر وہ لفظ کافر کو پسند نہ کریں تو ان کو غیر مسلم کہا جائے، لفظ کافر پر اصرار نہ کیا جائے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالشُّرَٰكِينَ فِي تَارِجِهِمْ خَلِدِينَ فِيهَا أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۗ إِنَّ الَّذِينَ  
آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۗ جَزَاءُ مَنْ عَدَاكَ جَنَّتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا  
أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۗ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝﴾

ترجمہ: بلاشبہ جن لوگوں نے اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں سے نہیں مانا وہ دوزخ کی بھٹی میں جائیں گے، وہ  
وہاں ہمیشہ رہیں گے، یہی لوگ بدترین خلائق ہیں۔ بلاشبہ جن لوگوں نے مان لیا، اور اچھے کام کئے، وہی بہترین  
خلائق ہیں، ان کا صلہ ان کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ  
ہمیش رہیں گے، اللہ ان سے خوش ہوئے، اور وہ اللہ سے خوش ہوئے، یہ صلہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرا  
یہ ﴿عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ کا مقابل ہے، اس میں منہیات سے بچنے کی شرط ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورة الزلزال

رابط: اب چار سورتیں قیامت کے موضوع پر ہیں، اس سورت میں یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن سب کرا کر ایسا اچھا برا انسان کے سامنے آجائے گا، پھر سورت العادیات میں یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن دلوں میں پوشیدہ راز آشکارہ ہو جائیں گے، اور ان پر بھی گرفت ہوگی، پھر سورت القارعة میں یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن اہل نپ فیصلے نہیں ہونگے، اعمال تول کر فیصلے ہونگے، پھر سورت الحاکمات میں یہ بیان ہے کہ عذاب آخرت سے پہلے عذاب قبر بھی ہے۔

سورت کی فضیلت: ترمذی شریف میں حدیث (نمبر ۲۹۰۳) ہے:

حدیث (۱): نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَرَأَ إِذَا زَلَزَلَتْ: عُدِلَتْ لَهُ بِنَصْفِ الْقُرْآنِ: جس نے سورة الزلزال پڑھی: وہ اس کے لئے آدھے قرآن کے برابر گردانی جائے گی وَمَنْ قَرَأَ: قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ: عُدِلَتْ لَهُ بِرُبْعِ الْقُرْآنِ: اور جس نے سورة الكافرون پڑھی: وہ اس کے لئے چوتھائی قرآن کے برابر گردانی جائے گی، وَمَنْ قَرَأَ: قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ: عُدِلَتْ لَهُ بِثُلُثِ الْقُرْآنِ: اور جس نے قل هو الله احد پڑھی: وہ اس کے لئے تہائی قرآن کے برابر گردانی جائے گی۔

تشریح: علمائے کرام نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے ہیں:

ایک: قرآن کے مضامین کی مختلف اعتبارات سے تقسیم ہے، ایک تقسیم یہ ہے کہ قرآن دو قسم کے احوال پر مشتمل ہے: دنیوی اور اخروی، اور سورت الزلزال میں آخرت کا بیان ہے، اس لئے وہ نصف قرآن ہے، اور قرآن میں توحید فی العبادۃ، توحید فی العقیدہ دنیوی اور اخروی احکام ہیں، اور سورة الكافرون میں توحید فی العبادۃ کا بیان ہے، اس لئے وہ چوتھائی قرآن ہے، اور علوم قرآن تین ہیں: توحید، احکام اور تہذیب اخلاق اور ﴿﴾ میں توحید کا بیان ہے اس لئے وہ تہائی قرآن ہے۔

دوم: اس روایت میں ان سورتوں کے انعامی ثواب کا بیان ہے ﴿﴾ اور ﴿﴾ پر جو انعامی ثواب ملتا ہے وہ تہائی قرآن کے اصلی ثواب کے برابر ہے۔

فائدہ: یہ دوسرا مطلب مشہور ہے اور پہلا مطلب اصح ہے، کیونکہ دوسرا مطلب لینے کی صورت میں سورة الزلزال کا سورة الاخلاص سے افضل ہونا لازم آئے گا، اور اس کا کوئی قائل نہیں (تفصیل کے لئے دیکھیں تحفۃ اللمعی ۷: ۵۱)



ذکرِ مآلہا ۱

(۹۹) سُورَةُ الزَّلْزَلِ مَدَنِيَّةٌ (۹۳)

آیاتِ نھاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَاخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَنْفَالَهَا ۝ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۝  
يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝ يَوْمَئِذٍ يُصْدِرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۝ لِيُرَوْا  
اَعْمَالَهُمْ ۝ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝

ان کے اعمال	اَعْمَالَهُمْ	بیان کرے گی	تُحَدِّثُ	جب	اِذَا
پس جس نے	فَمَنْ	اپنی خبریں	اَخْبَارَهَا	ہلا دی جائے گی	زُلْزِلَتِ
کی ہے	يَعْمَلُ	بائیں وجہ کہ	بِاَنَّ	زمین	الْاَرْضُ
ذرہ بھر	مِثْقَالَ ذَرَّةٍ	آپ کے رب نے	رَبِّكَ	سخت ہلانا	زِلْزَالَهَا <sup>(۱)</sup>
کوئی نیکی	خَيْرًا	اشارہ کیا ہے	اَوْحٰى <sup>(۲)</sup>	اور نکال دے گی	وَاخْرَجَتِ
دیکھے گا اس کو	يَرَهُ	اس کو	لَهَا	زمین	الْاَرْضُ
اور جس نے کی ہے	وَمَنْ يَعْمَلُ	آج	يَوْمَئِذٍ	اپنے بوجھ	اَنْفَالَهَا
ذرہ بھر	مِثْقَالَ ذَرَّةٍ	نکلیں گے	يَصْدِرُ <sup>(۳)</sup>	اور کہا	وَقَالَ
کوئی برائی	شَرًّا	لوگ	النَّاسُ	انسان نے	الْاِنْسَانُ
دیکھے گا اس کو	يَرَهُ	متفرق	اَشْتَاتًا	کیا ہوا اس کو؟	مَا لَهَا
●	●	تاکہ دکھلائے جائیں وہ	لِيُرَوْا	آج	يَوْمَئِذٍ

قیامت کے دن سب کرا کر آیا اچھا برا سامنے آجائے گا

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو زمین میں سخت بھونچال آئے گا، ہر چیز ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جائے گی، پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو مردے زمین سے دماغ نکلنے شروع ہوں گے اس وقت جو انسان زمین سے نکل آئے ہیں حیرت سے کہیں گے: زمین کو آخر ہو کیا گیا ہے جو اس طرح مردوں کو نکال رہی ہے؟ پھر زمین میں جو کچھ ریکارڈ ہے؟ وہ (۱) زلزلو الہا: مفعول مطلق تاکید کے لئے (۲) وحی کے لغوی معنی ہیں: اشارہ خفیہ (۳) صَدَرَ الشیء: نکلتا، ظاہر ہونا۔

بولنے لگے گی، کیونکہ ٹیپ ریکارڈ کے مالک نے بن بن دبا دیا ہے، پھر لوگ میدانِ قیامت سے فیصلہ ہونے کے بعد آخرت کی طرف متفرق ہو کر لوٹیں گے، جنتی الگ، جہنمی الگ، پھر درجات اور درجات کے اعتبار سے بھی ٹولیاں ہوں گی، تاکہ لوگ اپنے اعمال کا بدلہ دیکھیں، اس دن جس نے ذرہ بھر کوئی نیکی کی ہے اس کو دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ بھر کوئی برائی کی ہے اس کو بھی دیکھ لے گا، پس لوگو! چھوٹی نیکی کو بھی چھوٹی مت سمجھو، ہر نیکی کرو، کیونکہ قطرہ قطرہ مل کر دریا بنتا ہے اور کنکر کنکر اکٹھا ہو کر پہاڑ بنتا ہے، پس چھوٹی نیکی بھی اس دن کام آئے گی، اور چھوٹی برائی کو بھی چھوٹی مت سمجھو، ایک چنگاری بھی لاوا (گھاس کا ڈھیر) پھونکنے کے لئے کافی ہے، پس معمولی برائی سے بھی بچو!

آیاتِ کریمہ: — جب زمین میں نہایت سخت بھونچال آئے گا، اور زمین اپنے بوجھ (مردے) باہر نکالے گی، اور انسان کہے گا: زمین کو کیا ہوا؟ آج وہ اپنی باتیں بیان کرے گی، اس وجہ سے کہ اس کے رب نے اس کو اشارہ کیا ہے، آج (میدانِ حشر سے) لوگ متفرق ہو کر نکلیں گے، تاکہ وہ اپنے اعمال دکھلائے جائیں — یعنی ان کی جزا و دیکھیں — پس جس نے ذرہ بھر کوئی نیکی کی ہے وہ اس کو دیکھے گا، اور جس نے ذرہ بھر کوئی برائی کی ہے وہ اس کو دیکھے گا!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ العادیات

گذشتہ سورت کا موضوع تھا: قیامت کے دن سب کرا کر آیا اچھا برائے یعنی اعمالِ ظاہرہ انسان کے سامنے آئیں گے، کوئی عمل چھپا نہیں رہے گا، ادنیٰ سے ادنیٰ عمل بھی انسان کے سامنے آجائے گا۔ اب اس سورت کا موضوع ہے: قیامت کے دن پوشیدہ بھی کھل جائیں گے، اور ان پر بھی محاسبہ ہوگا۔ اور پوشیدہ بھیدوں کا دائرہ کہاں تک ہے؟ دلوں کے جذبات بھی پوشیدہ بھید ہیں، انسان کے دل میں جو اچھے برے جذبات ہیں وہ بھی پوشیدہ راز ہیں، وہ بھی کھل جائیں گے۔ اور اس سورت میں دو برے جذبات کا بطور مثال ذکر کیا ہے: ایک: ناشکری کا جذبہ، دوسرا: مال کی شدید محبت اور یہ دو جذبات اس لئے ذکر کئے ہیں کہ دوسرا جذبہ پہلے جذبہ کی دلیل ہے، پس دونوں میں تلازم ہے۔ اور اصل پہلی مثال ہے اسی کو مدلل کیا ہے، نیز دوسرا جذبہ ہر کوئی سمجھتا ہے، اس لئے اس کو مدلل نہیں کیا، اور ناشکری کے جذبہ کو ہر کوئی نہیں سمجھتا یا غلط فہمی کا شکار ہے، اس لئے اس کو گھوڑوں کی مثال سے مبرہن کیا ہے۔



اِنَّهَا ۙ (۱۰۰) سُوْرَةُ الْعَادِيَاتِ مَكِّيَّةٌ (۱۱۴) وَرُوعَهَا ۙ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا ۙ فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا ۙ فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا ۙ فَأَثَرُنَّ بِهِ نَقْعًا ۙ  
فَوْسَطْنَ بِهِ جَمْعًا ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ۙ وَاِنَّهٗ عَلٰٓ ذٰلِكَ  
لَشٰهِيْدٌ ۙ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۙ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ۙ  
وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ اِنَّ رَبَّهُم بِهَمِّ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۙ

اور بے شک وہ	وَاِنَّهٗ	دوڑ کر	یہ (۷)	قسم ہے تیز دوڑنے	وَالْعَادِيَاتِ (۱)
اس پر	عَلٰٓ ذٰلِكَ	غبار کو	نَقْعًا (۸)	والے گھوڑوں کی	
البتہ گواہ ہے	لَشٰهِيْدٌ	پس درمیان میں پہنچ	فَوْسَطْنَ (۹)	ہانپتے ہوئے	ضَبْحًا (۲)
اور بیشک وہ محبت میں	وَاِنَّهٗ لِحُبِّ	جانے والوں کی	اِنَّ الْاِنْسَانَ (۱۰)	پس آگ سلگانے والوں کی	فَالْمُورِيَاتِ (۳)
بھلائی کی	الْخَيْرِ	دوڑ کر	یہ (۷)	ٹاپ مار کر	قَدْحًا (۴)
البتہ سخت ہے	لَشَدِيْدٌ	مجمع کے	جَمْعًا	پس شب خون مارنے	فَالْمُغِيرَاتِ (۵)
کیا پس نہیں جانتا وہ	اَفَلَا يَعْلَمُ	بے شک انسان	اِنَّ الْاِنْسَانَ	والوں کی	
جب اکھاڑے جائیں گے	اِذَا بُعْثِرَ	اپنے رب کا	لِرَبِّهِ	صبح کے وقت	ضَبْحًا
جو مڑے قبروں میں ہیں	مَا فِى الْقُبُوْرِ	یقیناً ناشکر ہے	لَكَنُودٌ (۱۰)	پس اڑانے والوں کی	فَاَثَرُنَّ (۶)

(۱) العاديات: اسم فاعل، مؤنث، عدوان (ن) عدوا: تیز دوڑنا (۲) ضبْحًا: مصدر: ضبَح الخيل: (ف) ہانپنا (۳) الموريات: از باب افعال، اوردی ایراء: آگ نکالنا (۴) قدحًا: مصدر: قدح (ف): آگ نکالنے کے لئے چق ماق رگڑنا، یہاں زمین پر ٹاپ مارنے کے معنی ہیں (۵) المغيرات: اسم فاعل، مؤنث از باب افعال، اغار على العدو: شب خون مارنا، دشمن پر اچانک حملہ کرنا۔ (۶) اثارن: ماضی، جمع مؤنث غائب: از باب افعال: اثار اثارا: گردوغبار اڑانا اصل میں اثارن تھا، تعلیل ہوئی ہے۔ (۷) دونوں جگہ بہ کی ضمیر کا مرجع العدو (دوڑنا) ہے جو العاديات سے مفہوم ہوتا ہے اور باء تعدیہ کی ہے (۸) النقع: غبار: اسم جامد ہے (۹) فوسطن: ماضی، جمع مؤنث غائب، وسط (ض) وسطا: بیچ میں جاگھسنا (۱۰) کنود: صیغہ مبالغہ: بڑا ناشکر، کند النعمة: نعمت کی ناشکری کرنا۔



وَ حُصِّلٌ <sup>(۱)</sup>	اور ظاہر ہو جائے گا	إِنَّ رَبَّهُمْ	بے شک ان کا رب	يَوْمَئِذٍ	اس دن
مَا فِي الصُّدُورِ	جو سینوں میں ہے	بِهِمْ	ان کے بارے میں	لَخَبِيرٌ	البتہ پورا باخبر ہے

انسان اگر گھوڑوں کے احوال سے اپنے احوال کا موازنہ کرے

تو اس کی سمجھ میں آجائے گا کہ وہ اللہ کا ناشکرابندہ ہے

انسان اللہ کا بڑا ناشکر ہے، اگر وہ گھوڑوں کے احوال سے اپنے احوال کا موازنہ کرے تو خود سمجھ لے گا کہ واقعی وہ بڑا ناشکر ہے۔ گھوڑے کو اس کے مالک نے پیدا نہیں کیا، اللہ نے پیدا کیا ہے، اس کا گھاس چارہ بھی اللہ نے پیدا کیا ہے، مالک تو چند ہزار میں اس کو خرید کر لاتا ہے، پھر گھاس چارہ اور راتب کا خیال رکھتا ہے، مگر گھوڑے کا حال یہ ہے کہ جب مالک اس پر سوار ہوتا ہے اور دوڑنے کا اشارہ کرتا ہے تو گھوڑا بے تحاشا دوڑنے لگتا ہے، ہانپتا جاتا ہے اور دوڑتا جاتا ہے، رکتا نہیں، اور گھوڑے کے کھروں میں نعل بندھے ہوئے ہوتے ہیں، تا کہ پتھر لی زمین میں اس کے کھر گھس نہ جائیں، پس جب گھوڑا رات میں بے تحاشا دوڑتا ہے تو ٹاپ مار کر آگ جھاڑتا ہے، اس کے پیچھے شرارے اڑتے ہیں، ایسا سرپٹ دوڑنے کی صورت میں ہوتا ہے، اور اگر مالک صبح کے وقت دشمن پر شب خون مارتا ہے تو گھوڑا اس وقت بھی تیار رہتا ہے، صبح کا وقت ٹھنڈا ہوتا ہے، زمین پر شبنم پڑی ہوتی ہے، اس وقت بھی گھوڑے اتنا دوڑتے ہیں کہ غبار اڑتا ہے، اور گھوڑا دوڑ کر دشمن کے مجمع کے بیچ میں گھس جاتا ہے، گھوڑا بہت سمجھدار جانور ہے، اللہ نے اس کو دورا ڈر (کھڑے کان) دیئے ہیں، وہ دس میل سے خطرہ بھانپ لیتا ہے، پھر بھی وہ ذرا نہیں جھکتا، دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا وسط میں پہنچ جاتا ہے۔

اب انسان سوچے: کیا اس کا معاملہ اس کے رب کے ساتھ ایسا وفاداری کا ہے؟ نہیں ہے! وہ صبح کی اذان سنتا ہے، آنکھ کھلتی ہے، مگر انگریزی لے لے کر روٹ بدل لیتا ہے اور سو جاتا ہے، نماز کے لئے نہیں اٹھتا، اگر وہ اپنا حال سوچے تو اس کا دل گواہی دے گا کہ واقعی وہ اللہ کا ناشکرابندہ ہے!

دوسری مثال: انسان کو مال سے بے حد محبت ہے، وہ مال حاصل کرنے کے لئے جائز ناجائز کی پروا نہیں کرتا، اور مال کی تخصیص نہیں وہ ہر چیز کا حریص ہے، آرام طلبی کا جذبہ بھی ناشکری کا سبب بنتا ہے — یہ تمام قلبی جذبات قیامت کے دن جب گڑے مردے قبروں سے نکلیں گے آشکارہ ہو جائیں گے، اور ان پر بھی انسان کی دارو گیر ہوگی، اور اللہ تعالیٰ (۱) حُصِّلٌ: مجہول: آشکارہ کر دیا جائے گا، حُصِّلٌ کے اصل معنی ہیں: چمکا اتار کر گودا نکالنا، چونکہ اس کے لئے ظاہر کرنا لازم ہے، اس لئے لازمی معنی کئے گئے ہیں۔

جذبات آشکارہ ہونے کے محتاج نہیں، وہ ہندوں کے تمام احوال سے اس دن پورے باخبر ہونگے۔

سورتِ پاک کا ترجمہ: ہانپتے ہوئے تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم! پس ٹاپ مار کر آگ سلگانے والوں کی! پس صبح کے وقت شبِ خون مارنے والوں کی! پس دوڑ کر غبار اڑانے والوں کی! پس دوڑ کر مجمع کے درمیان پہنچ جانے والوں کی، بلاشبہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکر بندہ ہے (یہ جوابِ قسم ہے) اور بلاشبہ وہ اس پر خود گواہ ہے، اور بلاشبہ وہ بھلائی کی محبت میں بہت سخت ہے کیا تو وہ نہیں جانتا کہ جب وہ مردے جو قبروں میں ہیں اکھاڑے جائیں گے، اور جو راز سینوں میں ہیں وہ ظاہر ہو جائیں گے، بلاشبہ ان کا رب ان کے احوال سے اس دن پوری طرح باخبر ہیں!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

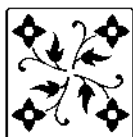
سورة القارعة

اس سورت کا موضوع بھی قیامت ہے، اس سورت میں یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن اللہ کی عدالت سے اللہ شپ فیصلے نہیں ہونگے، بلکہ ناپ تول کر فیصلے ہونگے۔

ایک واقعہ: انگریزوں کے دور میں اعزازی مجسٹریٹ بنائے جاتے تھے، ایک بے پڑھے چودھری جج بنا دیئے گئے، ان کا پیش کار ہفتہ بھر لوگوں سے درخواستیں لے کر اتوار کو جج صاحب کے سامنے رکھتا تھا، وہ ایک درخواست دائیں طرف رکھتے، اور کہتے: منجور (منظور) دوسری بائیں طرف رکھتے اور کہتے: نامنجور، اس طرح درخواستیں بانٹ دیتے، اللہ کی عدالت سے اس طرح فیصلے نہیں ہونگے، بلکہ باقاعدہ انصاف کی ترازوئیں رکھی جائیں گی [الانبیاء ۳۶] اور ناپ تول کر فیصلے ہونگے۔

سوال: اقوال و افعال اعراض ہیں، وجود میں آ کر ختم ہو جاتے ہیں، پھر تولے کیسے جائیں گے؟

جواب: ختم نہیں ہوتے، نفس میں ریکارڈ ہو جاتے ہیں، اور اب تو اعراض بھی تولے جاتے ہیں، بخار ناپا جاتا ہے، نبض اور دل کی حرکت ناپتے ہیں، گرمی سردی کا ٹمپرچر ناپتے ہیں، اور معلوم نہیں کیا کیا ناپتے ہیں، پس اشکال فضول ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 (۱۰۱) سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۰) رُكُوْعُهَا ۱

الْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ  
 الْمَبْثُوثِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَهُوَ فِي  
 عِشْقِهِ رَاغِبٌ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَ ۝  
 نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

۷۴۵-

اور رہا جو	اور ہو گے	اور ہو گے	کھڑکھڑانے والا واقعہ	الْقَارِعَةُ (۱)
ہلکی پڑیں	پہاڑ	پہاڑ	کیا ہے کھڑکھڑانے	مَا الْقَارِعَةُ
اس کی ترازوئیں	رنگین اون کی طرح	رنگین اون کی طرح	والا واقعہ	وَالْاَوَاقِعُ
پس اس کا ٹھکانا	دھکی ہوئی	دھکی ہوئی	اور کیا تجھے پتہ ہے	وَمَا أَدْرَاكَ
کھڑا ہے	پس رہا جو	پس رہا جو	کیا ہے کھڑکھڑانے	مَا الْقَارِعَةُ
اور کیا تو	بھاری ہوئیں	بھاری ہوئیں	والا واقعہ	وَالْاَوَاقِعُ
جاننا ہے	اس کی ترازوئیں	اس کی ترازوئیں	جس دن ہو گے	يَوْمَ يَكُونُ
وہ کیا ہے	پس وہ	پس وہ	لوگ	النَّاسُ
آگ ہے	گذران میں ہے	گذران میں ہے	پتنگوں کی طرح	كَالْفَرَاشِ
دبکتی	من پسند	من پسند	بکھرے ہوئے	الْمَبْثُوثِ

قیامت کے دن جس کا نیک عمل وزنی ہوگا وہ من پسند عیش میں ہوگا

اور جس کا نیک عمل ہلکا ہوگا وہ دبکتی آگ میں ہوگا

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو بڑا ہنگامہ ہوگا، لوگ افراتفری میں مبتلا ہو جائیں گے، اور پتنگوں کی طرح ادھر

(۱) القارعة: ام فاعل، واحد مؤنث: قیامت کا ایک نام، قَرَعَ الشَّيْءَ بالشَّيْءِ: ایک چیز کو دوسری چیز سے ٹکرانا، کھڑکھڑانا

(۲) العین: مختلف رنگوں کی اون (۳) نَفَسَ الْقَطَنِ: روئی دھکننا (۴) موازین: میزان کی جمع۔

اُدھر مارے مارے پھریں گے، اور پہاڑ گرد بن کراڑ جائیں گے، اور جیسے مختلف رنگوں کی اون دھنکتے ہیں تو فضا میں مختلف رنگوں کے گالے اڑتے ہیں، پہاڑ کے رنگ بھی مختلف ہیں، اس لئے ان کی گرد بھی ایسی ہوگی۔

پھر جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا، اور مردے قبروں سے نکل کر میدانِ حشر میں اکٹھا ہو جائیں گے تو جگہ جگہ انصاف کی ترازوئیں رکھی جائیں گی، اور ناپ تول کر فیصلہ شروع ہوگا، جس کی نیکی کا پلڑا بھاری ہوگا وہ جنت میں جائے گا، اور وہاں وہ عیش کرے گا، اور جس کا نیکی کا پلڑا ہلکا ہوگا اور برائیوں کا پلڑا بھاری ہوگا، وہ کھڈے میں گرے گا یعنی داکتی آگ میں جائے گا (نعوذ باللہ منہا)

سورتِ پاک کا ترجمہ: — کھڑکھڑانے والا واقعہ! وہ کھڑکھڑانے والا واقعہ کیا ہے؟ اور آپ کو کچھ پتہ ہے: وہ کھڑکھڑانے والا واقعہ کیا ہے؟ — وہ قیامت کا واقعہ ہے، اور بار بار سوال ذہن کو متوجہ کرنے کے لئے ہے۔ جس دن لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون (کے گالوں) کی طرح ہو جائیں گے، پس جن کی ترازوئیں بھاری ہوئی وہ سن پسند عیش میں ہونگے، اور جن کی ترازوئیں ہلکی ہوئی اس کا ٹھکانہ کھڈا ہے! اور جانتے ہو وہ کیا ہے؟ داکتی ہوئی آگ ہے!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة النکاح

یہ سورت قیامت کے موضوع پر آخری سورت ہے، پھر آگے نیا سلسلہ شروع ہوگا، اور اس سورت میں دو باتیں خاص ہیں: اول: اس سورت میں عذابِ قبر کا بھی ذکر ہے، یہ قیامت کی تمہید ہے۔ دوم: اس میں یہ ہے کہ قیامت کے دن خاص طور پر اللہ کی نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔

سورت النکاح سے عذابِ قبر کا ثبوت: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم برابر عذابِ قبر کے سلسلہ میں تردد میں رہے، یہاں تک کہ سورة النکاح نازل ہوئی (تو تردد ختم ہو گیا) (ترمذی حدیث ۳۳۷۸)

تشریح: سورة النکاح کی ابتدائی دو آیتوں کی ایک تفسیر یہ کی جاتی ہے کہ تکاثر (مال کی فراوانی کا جذبہ) لوگوں کو اس درجہ غافل کئے رہتا ہے کہ جب وہ کسی جنازہ کو لے کر دفن کرنے کے لئے قبرستان جاتے ہیں تو وہاں بھی کاروبار کی باتیں کرتے ہیں، یہ تفسیر صحیح نہیں، زیارتِ قبور: موت سے کنایہ ہے، یعنی انسان تا حیات، مال و دولت کے پیچھے تو انیاں صرف کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ قبر کے گھڑے میں پہنچ جاتا ہے، پھر وہاں پہنچتے ہی آخرت سے غفلت کا مزہ چھلکانا پڑتا ہے۔

رُكُوعَهَا

(۱۰۲) سُورَةُ النَّكَاحِ ثَمَمَكَيْتُهُ (۱۶)

آيَاتُهَا ۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْهٰکُمْ النَّکٰحُ حَتّٰی زُرْتُمْ الْمَقَابِرَ ۗ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۗ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۗ  
 کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ ۗ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ۗ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عِبَیْنَ  
 الْیَقِیْنِ ۗ ثُمَّ لَتَسْئَلَنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ۗ

۱۶

اَلْهٰکُمْ (۱)	غفلت میں ڈالا تم کو	سَوْفَ	عنقریب	ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا	پھر ضرور دیکھو گے تم اسکو
النَّکٰحُ (۲)	بہتات کی حرص نے	تَعْلَمُوْنَ	جان لوگو تم	عِبَیْنَ الْیَقِیْنِ	ایسا دیکھنا جو خود یقین ہے
حَتّٰی زُرْتُمْ	یہاں تک کہ جا پہنچے تم	کَلَّا	ہرگز نہیں	ثُمَّ	پھر
الْمَقَابِرَ	قبرستان میں	لَوْ تَعْلَمُوْنَ	کاش جانتے تم	لَتَسْئَلَنَّ	ضرور پوچھے جاؤ گے تم
کَلَّا سَوْفَ	ہرگز نہیں عنقریب	عِلْمَ الْیَقِیْنِ	یقینی جاننا	یَوْمَئِذٍ	اس دن
تَعْلَمُوْنَ	جان لو گے تم	لَتَرَوُنَّ	ضرور دیکھو گے تم	عَنِ النَّعِیْمِ	نعمتوں کے بارے میں
ثُمَّ کَلَّا	پھر ہرگز نہیں	الْجَحِیْمِ	دوزخ کو		

غلط طریقوں سے مال و دولت جمع کرنے کی مذمت

حدیث: حضرت عبداللہ بن الشیر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے، آپ سورة النکاح پڑھ رہے تھے، آپ نے فرمایا: ”انسان کہتا ہے: یہ میرا مال ہے، وہ میرا مال ہے، حالانکہ نہیں ہے تیرے لئے تیرے مال میں سے مگر وہ جو تو نے صدقہ کر دیا، پس اس کو آگے بھیج دیا، یا جس کو تو نے کھا لیا، پس اس کو ختم کر دیا، یا تو نے اس کو پہن لیا، پس اس کو پرانا کر دیا!“ اور مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے: ”اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ تیرے ہاتھ سے جانے والا ہے، اور تو اس کو لوگوں (وارثوں) کے لئے چھوڑنے والا ہے“

تشریح: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورة النکاح پڑھ کر فرمایا:

(۱) اَلْهٰی: ماضی، واحد مذکر غائب، باب افعال، اَلْهٰی یُلْهٰی اِلَیْہِا: غفلت میں ڈالنا (۲) النَّکٰحُ: باب تفاعل: ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی حرص، مسابقت۔

تکاثرو الاموال: جمعہا من غیر حقہا، ومنعہا من حقہا، وشدہا فی الأوعیۃ: تکاثر: مال کونا جائز طریقوں سے حاصل کرنا، اور مال میں جو اللہ کے حقوق عائد ہوتے ہیں ان میں خرچ نہ کرنا، اور برتنوں میں باندھ کر رکھ لینا ہے (قرطبی) پس اگر جائز ناجائز کا خیال رکھ کر مال حاصل کیا جائے، اور اس میں سے اللہ کے حقوق ادا کئے جائیں تو مال کی یہ زیادتی مذموم نہیں۔

### وہ نعمتیں جن کا حساب دینا ہوگا

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلی وہ چیز جس کے بارے میں پوچھا جائے گا یعنی بندے سے نعمتوں کے بارے میں کہا جائے گا: کیا ہم نے تیرے لئے تیرے بدن کو درست نہیں کیا تھا؟ اور تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟ (یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا حساب دینا ہوگا)

سورت پاک کا ترجمہ و تفسیر: — ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی حرص نے تمہیں غفلت میں ڈال لے رکھا، یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے — اب چکھو غفلت کا مزہ! — ہرگز نہیں — یعنی غفلت نہیں چاہئے — تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا — یعنی قبر میں پہنچتے ہی معلوم ہو جائے گا — پھر (کہتا ہوں): ہرگز نہیں! تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا (پھر تیسری بار کہتا ہوں): ہرگز نہیں! کاش تم یقینی طور پر جان لیتے! — یہاں تک عذابِ قبر کا ذکر ہے۔

بخدا! تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے (پھر دوبارہ کہتا ہوں): بخدا! تم اس کو دیکھو گے ایسا دیکھنا جو خود یقین ہے، پھر بخدا! اس روز تم سے ضرور نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا — یہ قیامت کے احوال کا بیان ہے — علم الیقین: دلیل قطعی سے جاننا، یہ بالیقین جاننا ہے، اور عین الیقین: مشاہدہ سے جاننا، یہ ایسا جاننا ہے کہ خود یقین ہے، اس سے آگے جاننے کا کوئی درجہ نہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

### سورۃ العصر

اب نیا سلسلہ بیان شروع ہو رہا ہے جو سورۃ الکوثر تک چلے گا۔ قیامت کے دن کیا فیصلے ہونگے؟ سورۃ العصر میں ان کو مختصر طور پر بیان کیا ہے، آج کل ایک طریقہ یہ ہے کہ پبلک مقامات میں خبروں کا خلاصہ لکھ دیتے ہیں، جن پر نظر پڑتے ہی پوری بات سمجھ میں آ جاتی ہے، یہ سورت اسی طرح کی ہے، جیسے امتحان کا نتیجہ چند لفظوں میں بورڈ پر لکھ دیا جاتا ہے یا جلی عنوان قائم کر دیا جاتا ہے، جس سے پوری بات سمجھ میں آ جاتی ہے۔

اس سورت میں قیامت کے دن کے فیصلوں کا خلاصہ ہے کہ جس قوم میں چار باتیں ہوں گی وہ کامیاب ہوگی،

دوسرے ناکام ہونگے، اور دلیل خود انسان کے احوال ہیں، پھر چار سورتوں میں ناکام ہونے والوں کی مثالیں ہیں، پھر ایک سورت میں کامیاب ہونے والوں کا ذکر ہے۔ ناکام ہونے والے۔ بطور مثال — یہ لوگ ہیں:

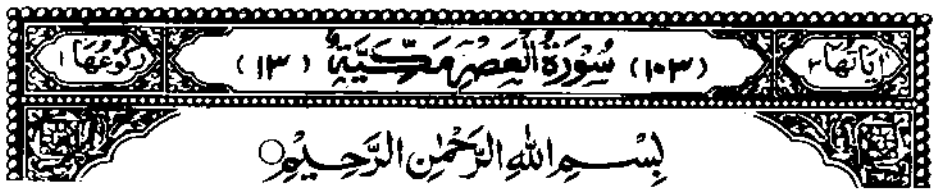
۱- دولت کے پیجاری، جو سمجھتے ہیں کہ ان کا مال ان کو زندہ جاوید کرے گا۔

۲- اقتدار کے نشہ میں تخریب کاری کرنے والے، حکومت کے بل پر ستم ڈھانے والے۔

۳- معاشی خوش حالی کو اپنا ہنر سمجھنے والے، اور اس پر اترانے والے۔

۴- بے عمل مسلمان جن کو نماز زکات تک کی پرواہ نہیں۔

پھر سورۃ الکوثر میں نبی ﷺ اور آپ کی نیک امت کا ذکر ہے جو قیامت کے دن کامیاب ہونگے، یہ اگرچہ ایک سورت ہے، مگر سنا کی سوا اور لوہا کی ایک جیسی ہے، اس پر یہ سلسلہ بیان پورا ہوگا، پھر من وجہ نیاسلسلہ بیان شروع ہوگا، جو چار سورتوں تک چلے گا، اور آخری دو سورتوں کا الگ موضوع ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوٰصَوْا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوٰصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

وَالْعَصْرِ	زمانے کی قسم!	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	بِالْحَقِّ <sup>(۲)</sup>	دین حق کی
اِنَّ الْاِنْسَانَ	بے شک انسان	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	وَتَوٰصَوْا	اور باہم تاکید کرتے رہے
لِفِيْ خُسْرٍ	یقیناً گھائے میں ہیں	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام	بِالصَّبْرِ <sup>(۳)</sup>	برداشت کرنے کی
اِلَّا الَّذِيْنَ	مگر جو لوگ	وَتَوٰصَوْا <sup>(۱)</sup>	اور باہم تاکید کرتے رہے		

انسان کے احوال دلیل ہیں کہ سب لوگ خسارے میں ہیں، علاوہ ان کے جن میں چار باتیں ہیں

یہ سورت مختصر ہے، مگر نہایت اہم ہے، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ اگر قرآن میں سے صرف یہی سورت

(۱) تواسوا: از باب تفاعل، ایک دوسرے کو تاکید کرنا، دراصل تَوٰصَوْا تَوٰصِيُوْا تھا، تعلیل ہوئی ہے (۲) بالحق: الحق: موصوف کے قائم مقام ہے ای الدین الحق (۳) صبر کے لغوی معنی ہیں: سہنا، برداشت کرنا۔

نازل کر دی جاتی تو ہدایت کے لئے کافی تھی (فوائد)

انسان کے احوال جو اگلی پانچ سورتوں میں آرہے ہیں دلیل ہیں کہ قیامت کے دن سب لوگ گھائے میں رہیں گے، مگر جس قوم میں چار باتیں ہیں وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگی:

۱- قوم میں صحیح ایمان ہو، اللہ پر، اللہ کے رسول پر اور اللہ کے دین پر اہل السنہ والجماعہ کے عقائد کے مطابق اعتقاد ہو۔

۲- قوم اللہ کے دین پر عمل پیرا ہو، کرنے کے کام کرے، اور نہ کرنے کے کاموں سے بچے، صرف نام کی مسلمانی نہ ہو، بلکہ اس کی عملی زندگی اس کے ایمان قلبی کی آئینہ دار ہو۔

۳- قوم کے ہر فرد کے پیش نظر اجتماعی مفاد ہو، مسلمان ایک دوسرے کو قول و عمل سے تاکید کرتے رہیں کہ دین حق کو مضبوط تھا مے رہیں، دین سے رشتہ منقطع نہ ہونے پائے۔

۴- قوم کا ہر فرد ایک دوسرے کو وصیت و نصیحت کرتا رہے کہ دین کی وجہ سے اگر کوئی سختی یا پریشانی آئے تو اس نہ توڑیں، ہمت سے حالات کا مقابلہ کریں۔

سورت پاک: — زمانے کی قسم! — انسان کا زمانہ مراد ہے، اس کی ماضی اور حال کی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ — بے شک انسان گھائے میں ہے، مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے، اور باہم دین کو مضبوط پکڑے رہنے کی تاکید کرتے رہے، اور باہم برداشت کرنے کی تاکید کرتے رہے — پوری سورت جواب قسم ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الہمزۃ

ہمزۃ: مبالغہ کا صیغہ ہے، ہَمْزَہ (ض) هَمْزًا: کے معنی ہیں: کوئی چیز چھوٹا، اور مراد ہی معنی ہیں: عیب جوئی اور نکتہ چینی کرنا، اور لَمْزَہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے اس کے معنی بھی تقریباً یہی ہیں، لَمْزَہ (ن، ض) لَمْزًا: کے معنی ہیں: دھکیلنا، مارنا اور مراد ہی معنی ہیں: عیب نکالنا، برائی کرنا۔

اس سورت میں گھائے میں رہنے والے انسانوں کی پہلی مثال ہے، اور وہ دولت کے پجاری ہیں، جو سمجھتے ہیں کہ دولت ان کو امر (زندہ جاوید) کرے گی، ایسے لوگوں میں یہ عیب پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ لوگوں کے عیوب ڈھونڈتے ہیں اور ان کی برائی کرتے ہیں، یہ خطرناک بیماری ہے، ضِعْفٌ عَلٰی اِبَالِئِہٖ (مصیبت بالائے مصیبت) ہے، اس سے بچنا چاہئے۔



ذکوٰۃ

سُورَةُ الْهَمَزِ مِثْكِيَّةٌ (۳۲)

آیاتھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَبِئْسَ لِكُلِّ هَمَزَةٍ لُّمُوزَةٌ ۚ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۚ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۗ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۗ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۗ نَارُ اللَّهِ الْمَوْقَدَةُ ۗ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْآفِئَةِ ۗ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۗ فِي عَمَدٍ مُّمدَّدَةٍ ۗ

بھڑکائی ہوئی	الْمَوْقَدَةُ	اس کو امر کرے گا	اَخْلَدَهُ <sup>(۱)</sup>	بڑی خرابی ہے	وَبِئْسَ
جو جھانکے گی	الَّتِي تَطَّلِعُ	ہرگز نہیں	كَلَّا	ہر طعنہ زن	لِكُلِّ هَمَزَةٍ
دلوں کو	عَلَى الْآفِئَةِ	ضرور وہ ڈالا جائے گا	لَيُنْبَذَنَّ	عیب چیس کے لئے	لُّمُوزَةٌ
بے شک وہ	إِنَّهَا	توڑنے والی آگ میں	فِي الْحُطَمَةِ <sup>(۲)</sup>	جس نے جمع کیا	الَّذِي جَمَعَ
ان پر	عَلَيْهِمْ	اور کیا	وَمَا	مال	مَالًا
موندی ہوئی ہے	مُؤَصَّدَةٌ	جانے ہو تم	أَدْرَاكَ	اور اس کو گن گن کر رکھا	وَعَدَّدَهُ
ستونوں میں	فِي عَمَدٍ	توڑنے والی آگ کیا ہے	مَا الْحُطَمَةُ	کیا وہ سمجھتا ہے	يَحْسَبُ
لبے لبے	مُمدَّدَةٍ	اللہ کی آگ ہے	نَارُ اللَّهِ	کہ اس کا مال	أَنَّ مَالَهُ

دولت کا پجاری گھائے میں رہے گا اور اس کو سخت سزا ملے گی

مال فی نفسہ برائے نہیں، وہ تو مایہ زندگانی ہے، اور اس کی محبت بھی بری نہیں، وہ بھی فطری ہے، مگر یہ بات اس وقت ہے جب مال جائز ذرائع سے حاصل کیا جائے، اور جائز جگہوں میں خرچ کیا جائے، ورنہ مال وبال ہے، ساتھ آنے والا نہیں، نہ وہ دنیا میں امر کرتا ہے، وہ ہمیں رہ جاتا ہے اور پیچھے لوگ اس کو اڑاتے ہیں، پس جو شخص مال کو خدا بناتا ہے اور اس کو بینت کر رکھتا ہے اس میں طعنہ زنی اور عیب جوئی کا مرض پیدا ہوتا ہے، یہ مصیبت در مصیبت ہے، ایسے شخص کو حطمہ میں ڈالا جائے گا، اور حطمہ: اللہ کی دہکائی ہوئی آگ ہے یعنی دوزخ کی آگ ہے، جو صرف ظاہر بدن کو نہیں جلائے گی، بلکہ دل کو کباب کر دے گی، مزید وہ آگ پریش کو کر کی طرح لبے لبے ستونوں میں موندی ہوئی ہوگی، جس سے اس کی ہیبت اور بڑھ (۱) اَخْلَدَ الشَّيْءُ: ہمیشہ رکھنا، برقرار رکھنا، دوام عطا کرنا، حیات ابدی، بخشا (۲) الحطمة: دوزخ کا ایک نام ہے۔

گئی ہے، اور لمبے لمبے ستونوں میں کس طرح موندی گئی ہے وہ جہنم میں جا کر ہی سمجھ میں آسکتا ہے (اللہ ہماری جہنم سے حفاظت فرمائیں!)

سورت کا ترجمہ: — ہر طعنہ زن عیب چسپس کے لئے بڑی خرابی ہے! جس نے مال جمع کیا، اور اس کو گن گن کر رکھا، کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو زندہ جاوید کرے گا! ہرگز نہیں! وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا، اور آپ کو کچھ معلوم ہے حطمہ کیا ہے؟ اللہ کی دہکائی ہوئی آگ ہے، جو دلوں کو جھانکے گی، وہ ان پر لمبے لمبے ستونوں میں موندی ہوئی ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الفیل

اس سورت میں گھائے میں رہنے والوں کی دوسری مثال ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اقتدار کے نشہ میں چور ہیں، اور قوموں کو اور ملکوں کو سکون سے سونے نہیں دیتے، ان کا انجام بھی بھیانک ہے، ایک دن ان کا بھرتا بنا یا جائے گا، وہ بری طرح تباہ ہونگے، جیسے ہاتھی والوں کا حال ہوا۔

ابانہاء ﴿۱۰۵﴾ سُورَةُ الْفِيلِ مَكِّيَّةٌ ﴿۱۹﴾ رُكُوعُهُمَا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ۙ اَلَمْ یَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِی تَضْلِیْلِ ۙ وَاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ۙ تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلِ ۙ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّا كُوِّلَ ۙ

اَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا آپ نے	بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ <sup>(۱)</sup>	ہاتھی والوں کے ساتھ	فِی تَضْلِیْلِ <sup>(۲)</sup>	غلط
كَيْفَ فَعَلَ	کیسا کیا	اَلَمْ یَجْعَلْ	کیا نہیں کیا	وَاَرْسَلَ	اور بھیجے
رَبُّكَ	آپ کے رب نے	كَيْدَهُمْ	ان کی چال کو	عَلَيْهِمْ	ان پر

(۱) لیل: ہاتھی، عرب میں ہاتھی کم ہوتا ہے، ابرہہ دبدبہ ظاہر کرنے کے لئے ہاتھی پر سوار تھا، اس لئے سارے لشکر کو ہاتھی والے کہا ہے (۲) تضلیل: مصدر: غلط کر دینا، گاؤں خورد کر دینا۔

طَبِيرًا أَبَابِيلَ <sup>(۱)</sup> تَرْمِيحًا	پرندے غول کے غول مارتے ہیں وہ ان کو	بِحِجَارَةٍ قَرْنٍ بَيْتَعِيلٍ <sup>(۲)</sup> فَجَعَلْنَاهُمْ	پتھر سے کھنکر کے پس کر دیا ان کو	كَعَصِفٍ <sup>(۳)</sup> ثَأْكُولٍ	جیسے آغور کھایا ہوا۔
---	---	---	--	--------------------------------------	-------------------------

جو لوگ اقتدار کے نشہ میں تخریب کاری کرتے ہیں وہ بھی گھائے میں رہیں گے

سورت کا پس منظر: حبشہ والوں کی طرف سے یمن میں ابرہہ نامی حاکم مقرر تھا، یہ لوگ عیسائی تھے، اس نے یمن کے شہر صنعاء میں ایک شاندار گرجا بنایا، تاکہ اس کو ﴿مَثَابَةٌ لِّلنَّاسِ﴾: لوگوں کا مرکز [البقرہ ۱۲۵] بنائے، اور عربوں کو کعبہ شریف سے پھیر دے، ایک قریشی نے اس گرجا میں غلاظت کر دی، جس سے ابرہہ کا پارہ چڑھ گیا، وہ لشکر جرار لے کر کعبہ کو ڈھانے کے لئے بڑھا، خود ہاتھی پر سوار تھا، تاکہ اس کا رعب پڑے، جب وہ مکہ کے قریب پہنچا تو مکہ کے سردار عبدالمطلب کو بلایا، اور کہا: میں صرف کعبہ کو ڈھانے آیا ہوں، پس جو مزاحمت نہیں، ہوگا اس کو قتل نہیں کروں گا، عبدالمطلب نے سرداروں کے ساتھ کعبہ کا پردہ پکڑ کر دعا کی اور کعبہ کو اس کے رب کے حوالے کیا، اور شہر خالی کر دیا، پس ہاتھی والے مکہ کی طرف بڑھے، ابھی حرم میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ سمندر کی طرف سے غول کے غول پرندے آئے، جن کی چونچوں اور پنچوں میں مٹی کے کنکر تھے، وہ فوج پر برسائے شروع کئے، وہ گولیوں کا کام کرنے لگے، اور سب کھیت رہے، چونچ نکلا وہ بھی طرح طرح کی تکلیفوں سے ہلاک ہوا، یہ واقعہ نبی ﷺ کی دلاوتِ مبارکہ سے کل پچاس دن پہلے پیش آیا ہے، اس لئے نبوت کے زمانہ میں یہ واقعہ لوگوں کا آنکھوں دیکھا واقعہ تھا۔

سورتِ پاک: — کیا آپ نے دیکھا نہیں: آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ کیا ان کی چال کو گاو خور نہیں کر دیا؟ اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے، جو ان کو مٹی کے کنکروں سے مارتے تھے، پس ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کر کے رکھ دیا!



(۱) ابابیل: طیار کی صفت ہے، اس کے معنی ہیں: غول کے غول، جھنڈ کے جھنڈ، کثرت بتانے کے لئے آتا ہے، یہ کوئی خاص پرندہ نہیں، لوگوں میں جو مشہور ہے وہ غلط ہے (۲) سجیل: سنگ گل کا معرب ہے، مٹی کا پتھر یعنی مٹی کا کنکر (۳) عصف: بھوسہ، آغور، جانوروں کے کھانے کے بعد بچا ہوا کوڑا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ قریش

اس سورت میں گھائے میں رہنے والوں کی تیسری مثال ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی معاشی خوش حالی پر اترتے ہیں، اور اس کو اپنا کمال سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ قریش کی مثال دی ہے، مگر اس سورت میں لہجہ سخت نہیں، انہام و تفضیم کا انداز ہے۔

آيَاتُهَا ۱ (۱۰۶) سُورَةُ قُرَيْشٍ مِّمَّكَاتٍ (۲۹) (لَوْعَهَا ۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ۝ الْفِهِمَ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّنْ جُوعٍ ۝ وَأَمَنَّهُم مِّنْ خَوْفٍ ۝

جس نے	اللّٰهِ	اور گرمی کے	وَالصَّيْفِ	خوگر ہونے کی وجہ سے	لِإِيلَافٍ <sup>(۱)</sup>
کھلایا ان کو	أَطْعَمَهُمْ	پس چاہئے کہ عبادت	فَلْيَعْبُدُوا	قریش کے	قُرَيْشٍ
بھوک میں	مِّنْ جُوعٍ	کریں وہ	رَبِّ	ان کا خوگر ہونا	الْفِهِمَ
اور امن دیا ان کو	وَأَمَنَّهُمْ	پروردگاری	هَذَا الْبَيْتِ	سفر سے	رِحْلَةَ <sup>(۲)</sup>
خوف سے	مِّنْ خَوْفٍ	اس گھر کے		سردی	الشِّتَاءِ

قریش کے اسفار ان کی خوش حالی کا ظاہری سبب ہیں، وہ اس پر نہ اترائیں

قریش کا وطن مکہ مکرمہ تھا، اور مکہ میں غلہ وغیرہ کچھ پیدا نہیں ہوتا تھا، قریش سال میں دو تجارتی اسفار کرتے تھے، سردیوں میں یمن جاتے تھے کیونکہ وہ گرم ملک تھا اور گرمیوں میں شام جاتے تھے کیونکہ وہ ٹھنڈا ملک تھا، ان تجارتی اسفار سے وہ خوش حال تھے، پھر وہ اہل حرم اور خادم بیت اللہ تھے، اس لئے سب عرب ان کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتے تھے،

(۱) لإیلاف: لام اجلیہ، یُرْزَقُونَ مَحْذُوفٌ سے متعلق، آلفٌ ایلافاً (افعال): مانوس ہونا، خوگر ہونا، عادی ہونا۔ (۲) رحلۃ: حاصل مصدر: سفر۔

اور ان کی جان و مال سے کچھ تعرض نہ کرتے تھے، اور چاروں طرف لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم تھا، قریش ان دونوں باتوں کو اپنا ہنر اور ذاتی کمال سمجھتے تھے، اور یہ چیز ان کے اسلام کے لئے مانع بنی ہوئی تھی، چنانچہ اس سورت میں ان کو سمجھایا ہے کہ تمہارے یہ اسفار تمہاری خوش حالی کا ظاہری سبب ہیں، حقیقی سبب کعبہ شریف کی برکت اور اللہ کا فضل ہے، وہی تمہیں بھوکا نہیں مرنے دیتے، اور اسی کے فضل سے تم پورے عرب میں نڈر ہو کر گھومتے ہو۔ پس تمہاری خوش حالی قبول حق میں مانع نہیں بننی چاہئے، ایمان لاؤ اور کعبہ کے مالک کی عبادت کرو، اور بتوں کو چھوڑو!

سورت پاک: — قریش کے عادی ہو جانے کی وجہ سے یعنی سردی اور گرمی کے اسفار کے عادی ہو جانے کی وجہ سے — روزی دیئے جاتے ہیں، مگر یہ ظاہری سبب ہے، حقیقی سبب اللہ کا فضل ہے — پس چاہئے کہ وہ اس گھر کے مالک کی عبادت کریں جو ان کو بھوک میں کھلاتا ہے اور خوف سے امن دیتا ہے۔

فائدہ: ﴿ رَبِّ هَذَا الْبَيْتِ ﴾ سے معلوم ہوا کہ معبود کعبہ شریف نہیں، بلکہ کعبہ کا مالک معبود ہے اور نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ملت کی شیرازہ بندی کے لئے ہے اور حج کا حکم اس لئے ہے کہ کعبہ اسپلی پونٹ مقرر کیا گیا ہے، وہ ﴿ مَثَابَةَ لِّلنَّاسِ ﴾ ہے، سب کو اس مرکز سے وابستہ ہونا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### سورۃ الماعون

اس سورت میں گھائے میں رہنے والوں کی چوتھی مثال ہے، یہ عمل میں کوتاہ مسلمان ہیں، جن کو اسلام کے بنیادی ارکان نماز کوکۃ کی بھی فکر نہیں، اس لئے کہ ان کو جزاء کے دن پر جیسا یقین ہونا چاہئے نہیں۔ آج مسلمانوں کی اکثریت کا یہی حال ہے، کسی گناہ سے باک نہیں، اور کسی فرض عمل پر استوار نہیں، پھر بھی اعلیٰ درجہ کی کامیابی کے امیدوار ہیں، اللہ ان کو سمجھ عطا فرمائیں (آمین) اور بے نمازیوں کے حق میں لہجہ زراحت ہے ﴿ وَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴾ فرمایا ہے۔

﴿ اٰیٰتُهَا ﴾ (۱۰۶) سُوْرَةُ الْمَاعُوْنَ مَكِّيَّةٌ (۱۷) ﴿ وَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَرۡءَیۡتَ الَّذِیۡ یُكۡذِبُ بِالۡدِیۡنِ ۙ فَذٰلِكَ الَّذِیۡ یُدۡعُ الْبِیۡتِیۡمَ ۙ وَ لَا یَحۡضُ عَلٰۤی طَعَامِ  
الْمَسۡكِیۡنِ ۙ فَوَبِئۡسَ لِّلۡمُصۡلِیۡنِ ۙ الَّذِیۡنَ هُمۡ عَنۡ صَلٰتِہِمۡ سَاهُوۡنَ ۙ الَّذِیۡنَ

## هُمُّرِءَاؤُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝

اپنی نمازوں کو بھولنے والے ہیں جو کہ وہ دکھلاوا کرتے ہیں اور روکتے ہیں برتنے کی چیز کو	عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ <sup>(۵)</sup>	یتیم کو اور نہیں ترغیب دینا کھانے کی غریب کے پس بڑی خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو کہ وہ	الْيَتِيمِ وَلَا يَحْضُرُ عَلَى طَعَامٍ الْمُسْكِينِ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ <sup>(۳)</sup> الَّذِينَ هُمْ	کیا دیکھا آپ نے اس کو جو جھٹلاتا ہے بدلہ کے دن کو پس یہ ہے جو دھکا دیتا ہے	أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالَّذِينَ قَدْ لَكَ <sup>(۲)</sup> الَّذِي يَكْفُرُ
---	---	---	---	--	--

جن مسلمانوں کو قیامت کا پورا یقین نہیں ان کے چار کام

ایمان کی طرح تکذیب کی بھی قسمیں ہیں، ایک دل سے تکذیب کرنا ہے، ایسا شخص مومن نہیں، دوسری عمل سے تکذیب کرنا ہے، وہ عملی نفاق ہے، وہ زبان سے تو قیامت کا اعتراف کرتا ہے مگر اس کا عمل اس کے خلاف ہے، ایسے لوگوں سے چار کام صادر ہوتے ہیں:

۱- اگر کبھی اس کے دروازہ پر کوئی یتیم بچہ آکھڑا ہوتا ہے تو دھکے دے کر اس کو باہر نکال دیتا ہے۔

۲- غریب محتاج کو خود تو کیا کھلاتا، کسی دوسرے کو بھی نہیں کہتا کہ وہی کھلا دے۔

۳- نماز کو بھول جاتا ہے، حالانکہ وہ دین کا زبردست ستون ہے، جو اس کو گرا دیتا ہے وہ گو یاد دین کو ختم کر دیتا ہے، اور اگر وہ نماز پڑھتے ہیں تو لوگوں کو دکھانے کے لئے پڑھتے ہیں حالانکہ ایسی نماز نمازی کے منہ پر مار دی جائے گی۔

۴- وہ زکوٰۃ تو کیا دیتے برتنے کی چیزیں بھی پڑوسی کو نہیں دیتے، روزمرہ کام آنے والی چھوٹی چھوٹی چیزیں مثلاً ڈول، پانی نمک، آگ وغیرہ بھی کسی کو نہیں دیتے، یہ کام کرنے والے قیامت کے دن گھانٹے میں رہیں گے اور یہ چوتھی اور آخری مثال ہے، آگے کامیاب ہونے والوں کا تذکرہ ہے۔

(۱) الذی: آراء یت کا مفعول بہ ہے (۲) ذلك: مبتدا اور الذی خبر ہے (۳) مصلین: سے مراد مسلمان ہیں، کیونکہ مسلمان نمازی ہوتا ہے، نماز بھول جائے وہ الگ بات ہے، اور اس صورت میں بھی وعید ہے (۴) یہ پہلے الذین سے بدل ہے، پس نماز کو بھولنے والا اور دکھلانے کے لئے نماز پڑھنے والا ایک حکم میں ہیں (۵) ماعون: معمولی برتنے کی چیز، جیسے ڈول، رتی، ہانڈی، دیکھی، چھری کلباڑی وغیرہ۔

فائدہ: ویل (بڑی کبجختی) یہ وعید اس مسلمان کے لئے ہے جو نماز کو بھول جاتا ہے، قضا کر دیتا ہے، وقت بے وقت پڑھتا ہے۔ اور جو مسلمان نماز پڑھتا ہی نہیں اس کے لئے حدیث میں زیادہ سخت وعید آئی ہے، فرمایا: من ترك الصلوة متعمدا فقد كفر: جو بالارادہ نماز نہیں پڑھتا وہ مسلمان کہاں رہا! اور دوسری حدیث میں ہے: بین الإیمان والكفر ترك الصلوة: جو مسلمان نماز نہیں پڑھتا وہ ایمان اور کفر کے درمیان حد اوسط میں پہنچ جاتا ہے۔ اور جن مفسرین نے نماز میں بھولنے کے ساتھ تفسیر کی ہے وہ اس زمانہ کی بات ہے جب کوئی مسلمان نماز نہیں بھولتا تھا، اب تو آپ کو قدم قدم پر ایسے مسلمان مل جائیں گے جو نماز کو بھول جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں نماز یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

سورت کا ترجمہ: — کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو جزاء کے دن کو جھٹلاتا ہے؟ — یعنی یہ کیسی تعجب کی بات ہے؟ — (۱) پس یہی وہ ہے جو تہم کو دھکا دیتا ہے (۲) اور غریب کے کھانے کی ترغیب نہیں دیتا (۳) پس بڑی کم بختی ہے اُن نمازیوں کے لئے — یعنی وہ بے نمازی نہیں، نمازی ہیں — جو اپنی نماز بھولنے والے ہیں — یعنی نماز قضا کر دیتے ہیں، پھر وقت بے وقت پڑھتے ہیں یا جانے دیتے ہیں — جو دکھلاوا کرتے ہیں — جیسے مدرسوں میں بچے حاضری کے لئے نماز میں آتے ہیں، یہ نماز پڑھنا نماز بھولنے کی طرح ہے — (۴) اور عام استعمال کی چیزیں بھی نہیں دیتے — پس زکات کہاں دیتے ہو گئے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

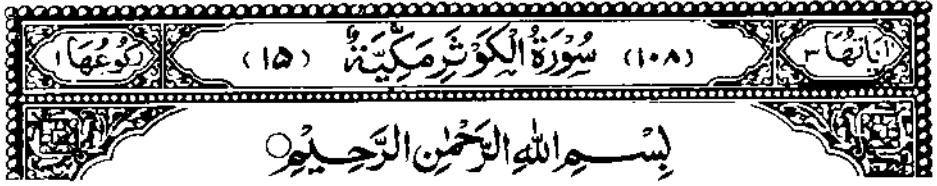
### سورۃ الکوثر

الکوثر: مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کے معنی ہیں: خیر کثیر، بہت خوبی، فعل کثرت سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں: زیادہ ہونا۔ اور اس سورت میں کامیاب ہونے والوں کا ذکر ہے، اور وہ نبی ﷺ اور آپ کی برکت سے آپ کی نیک امت ہے، ان کے لئے دنیا میں بھی سرخ روئی ہے، قیامت کے دن بھی سر بلندی ہے اور آخرت میں بھی جنت ہے، ہر جگہ خیر ہی خیر ہے۔

جاننا چاہئے کہ آیت میں ﴿الکوثر﴾ ہے، حوض کی تخصیص نہیں، پس آیت عام ہے، اور تفسیر کا قاعدہ ہے: ”اعتبار نض کے الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے“ پس حوض کوثر آیت کا ایک فرد ہے، آیت اس کے ساتھ خاص نہیں۔

اور حوض کوثر درحقیقت جنت میں ہے، وہاں سے میدانِ حشر بھی لائی جائے گی اور اس کا ثبوت تقریباً متواتر حدیثوں سے ہے، اور حدیثوں میں تفصیل سے اس کے احوال مذکور ہیں، اور اس چشمہ سے وہ مسلمان سیراب ہو گئے جو صراطِ مستقیم

پر ہیں، کیونکہ حوض کوثر سنت (طریقہ نبوی اور طریقہ خلفائے راشدین) کا پیکر محسوس ہے اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن کچھ مسلمانوں کو فرشتے لائے گا، حوض پر پینے نہیں آئے دیں گے، نبی ﷺ فرشتوں سے فرمائیں گے: ان کو آنے دو، یہ میرے ساتھی ہیں یعنی مسلمان ہیں! فرشتے جواب دیں گے: یا رسول اللہ! آپ نہیں جانتے! یہ لوگ آپ کے بعد بدل گئے تھے، یعنی آپ کے راستہ سے ہٹ گئے تھے! معلوم ہوا کہ جو لوگ اہل السنہ والجماعہ کے عقائد پر ہیں وہی حوض کوثر سے استفادہ کر سکیں گے۔



إِنَّا أَعْطَيْنَكَ الْكَوْثَرَ ۖ فَصَلِّ لِرَبِّكَ ۖ وَانْحَرْ ۚ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۚ

بے شک	إِنَّ	اپنے رب کے لئے	لِرَبِّكَ	بے شک ہم نے	إِنَّا
آپ کا بدخواہ	شَانِئَكَ <sup>(۲)</sup>	اور اونٹ کے سینہ کے	وَانْحَرْ <sup>(۱)</sup>	آپ کو عطا فرمائی	أَعْطَيْنَكَ
ہی	هُوَ	گھڑے میں خنجر ماریں		بہت خوبی	الْكَوْثَرَ
دم کٹا ہے!	الْأَبْتَرُ	یعنی قربانی کریں		پس آپ نماز پڑھیں	فَصَلِّ

اس امت کے لئے خیر ہی خیر ہے، بشرطیکہ نماز پڑھے اور قربانی دے

یہ امت ہر عالم میں سرخ رو ہے، ارشاد پاک ہے: ﴿وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مؤمنین ہوئے [آل عمران ۱۳۹] اس دنیا میں اس کے لئے رفعت شان اور سر بلندی ہے، اور قیامت کے دن اس کی سیرابی کے لئے جنت سے نہر لائی جائے گی، اور آخرت میں جنت نشیں ہوگی، جو خیر محض ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ امت ایمان کے ساتھ نماز کی پابندی کرے، نماز میں تمام فرائض و واجبات داخل ہیں، نماز کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ وہ دین کا اہم ستون ہے، اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت نماز کی ہے، وہ دین کے محل کا بنیادی ستون ہے، اگر وہ قائم ہے تو محل قائم ہے، اور وہ نہ رہے تو محل ڈھ پڑے گا۔

(۱) فَنَحْوُ: اونٹ کو ذبح کرنے کا طریقہ ہے، دوسرے جانوروں کے لئے 'ذبح' استعمال کیا جاتا ہے، مگر مراد عام ہے، مطلق قربانی کرنا مراد ہے، بلکہ نفس کے گلے پر چھری پھیرنا بھی اس کا مصداق ہے، جس میں زکات نکالے گا، پس زکات ادا کرنا: قربانی کرنے کا فردا ویس ہے (۲) شَانِئُ: ام قائل: بدخواہ، برا چاہنے والا۔



دوسری شرط: قربانی دینا ہے، قربانی: جانور کے گلے پر چھری پھیرنے کا نام ہے، مگر مرد عام ہے، ملت کے لئے ہر قربانی اس کا مصداق ہے، اور قربانی کے لئے پہلے اپنے نفس کے گلے پر چھری چلانی ہوگی، اسی وقت ملت کے مفاد کے لئے کام کر سکے گا، اور قربانی کا پہلا مصداق زکات ادا کرنا ہے۔

آخری آیت کا پس منظر: جب نبی ﷺ کے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم کی وفات ہوئی یا کوئی اور صاحبزادے چل بسے تو مشرکین نے جملہ حسرت کیا: ”محمدؐ مریدہ ہو گیا!“ (خاکم بدن!) یعنی اس کا کوئی لڑکا تو زندہ نہیں رہتا، پس جب تک وہ ہے اپنی ڈگڈگی بجائے گا، پیچھے کوئی نام بھی نہیں لے گا۔ ان کو جواب دیا ہے کہ نبی ﷺ کا نام تو دن بدن روشن ہوگا، دم مریدہ بدخواہ ہوگا:

اک نام مصطفیٰ ہے جو بڑھ کر گھٹا نہیں ❁ ورنہ پنہاں ہر عروج میں زوال ہے!  
فائدہ: اگر امت آج بھی یہ دو شرطیں پوری کرے تو اس کا براچاہنے والا خائب و خاسر ہوگا، مخالف اس کا بال بیکا نہیں کر سکے گا، مگر یہ شرطیں مفقود ہیں، اس لئے سرگلوں ہے، امت کی اکثریت نماز نہیں پڑھتی، زکات کا حال اللہ بہتر جانتے ہیں، وہ ہر قسم کی جانی مالی قربانیوں کے لئے تیار ہے مگر بنیادی شرطیں مفقود ہیں، اور حدیث میں ہے: اللہ قرآن کے ذریعہ ایک قوم کو اٹھاتے ہیں اور دوسری قوم کو گراتے ہیں اسلافِ حامل قرآن تھے اس لئے سر بلند تھے، آج امت کی اکثریت تارکِ قرآن ہے اس لئے سرگلوں ہے!

سورتِ پاک: — بلاشبہ ہم نے آپؐ کو بڑی خوبی عطا فرمائی ہے، پس آپؐ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی دیں، بلاشبہ آپؐ کا بدخواہ ہی دُکھتا ہے!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الکافرون

نیا سلسلہ بیان

اب چار سورتوں کا موضوع امن و چہ مختلف ہے، امتِ مسلمہ جس کے نصیب میں رفعت و سر بلندی رکھی گئی ہے: کبھی حالات سے دوچار ہوتی ہے، ہجرت سے پہلے ناگفتہ بہ حالات سے گذری ہے، اس وقت کفار ایک ایک لائے تھے کہ نبی ﷺ ان کی مورتیوں کو کنڈم نہ کریں، بلکہ مسلمان مندروں میں آئیں اور مورتی پوجا کریں، ہم بھی مسجدوں میں آئیں گے اور نماز پڑھیں گے، پس سورۃ الکافرون نازل ہوئی کہ ایسا ممکن نہیں، حق اور باطل میں مصالحت نہیں ہو سکتی، نہ آج

مسلمان تمہارے مندوں میں آتے ہیں نہ کل آئیں گے اور نہ آج تم مسجدوں میں آتے ہو نہ کل آؤ گے، قیامت کی صبح تک ایسا نہیں ہوگا: ﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ تمہارے لئے تمہارا دھرم ہے اور ہمارے لئے ہمارا مذہب! پھر اگلی سورت میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ حالات کی سنگینی سے نہ گھبرائیں، اللہ کی مدد آ رہی ہے: ﴿إِنَّ كُفْرًا لَّهِ قَرِيبٌ﴾ اللہ کی مدد آ رہی رہی ہے، ایک دن آئے گا کہ مکہ فتح ہوگا اور مسلمانوں کا ہاتھ اوپر ہوگا، اور البہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں گے، البہب: سرکش مالداروں سے کنایہ ہے، اور ان کے ہاتھ اللہ تعالیٰ توڑیں گے، جو بے ہمہ اور باہمہ ہیں، بے ہمہ یعنی اکیلے اور باہمہ یعنی بے نیاز ہیں ان کے لئے یہ کام کچھ مشکل نہیں، لہذا مسلمان بودے نہ ہوں اور باطل کے ساتھ ہرگز مصالحت نہ کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
سُورَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ (۱۸)  
اِنَّا نَحْنُ  
رُكُوْعَهَا ۱

قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۚ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۚ وَلَا اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ ۚ وَلَا اَنَا عٰبِدُ مَا عٰبَدْتُمْ ۚ وَلَا اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ ۚ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۚ

قُلْ	یٰۤاَیُّهَا	الْکٰفِرُوْنَ	لَا اَعْبُدُ	مَا تَعْبُدُوْنَ	ۚ وَلَا اَنْتُمْ	عٰبِدُوْنَ	مَا اَعْبُدُ	ۚ لَكُمْ	دِيْنُكُمْ	وَلِيَ	دِيْنِ	
کہیں	اے	اسلام کا انکار کرنے والو	نہیں پوجتا میں	جن کو تم پوجتے ہو	اور نہ تم	عبادت کرتے ہو	میں	اور نہ میں	پوجوں گا	جن کو تم پوجتے ہو	اور نہ تم	عبادت کرو گے
قُلْ	یٰۤاَیُّهَا	الْکٰفِرُوْنَ	لَا اَعْبُدُ	مَا تَعْبُدُوْنَ	ۚ وَلَا اَنْتُمْ	عٰبِدُوْنَ	مَا اَعْبُدُ	ۚ لَكُمْ	دِيْنُكُمْ	وَلِيَ	دِيْنِ	
کہیں	اے	اسلام کا انکار کرنے والو	نہیں پوجتا میں	جن کو تم پوجتے ہو	اور نہ تم	عبادت کرتے ہو	میں	اور نہ میں	پوجوں گا	جن کو تم پوجتے ہو	اور نہ تم	عبادت کرو گے

(۱) قاعدہ: مضارع میں دوزمانے ہوتے ہیں: حال اور استقبال، اور اسم فاعل: مضارع معروف سے بنتا ہے، پس اس میں بھی دوزمانے ہوتے ہیں، مگر دونوں زمانے ایک ساتھ نہیں ہوتے، یفعل کا ترجمہ کرتے ہیں: کرتا ہے یا کرے گا، پس دوسری اور تیسری آیت میں زمانہ حال مراد ہے، اور چوتھی اور پانچویں آیتوں میں آئندہ زمانہ مراد ہے، اس لئے تکرار نہیں۔

کفر کفر ہے، اسلام اسلام: دونوں ایک کبھی نہیں ہونگے

جب کبھی مسلمان کمزور ہوتے ہیں، مگر دین میں مضبوط ہوتے ہیں تو اعدائے اسلام دام ہم رنگ زمیں بچھاتے ہیں، وہ کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان کسی طرح اپنے موقف سے ہٹیں، ایسی ایک کوشش ہجرت سے پہلے چند رؤسائے قریش نے کی تھی، وہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک پلان لے کر آئے کہ آؤ! باہم صلح کر لیں اور شانتی سے رہیں، تم ہمارے مندروں میں آؤ اور ہمارے معبودوں کو پوجو، ہم تمہاری مسجدوں میں آئیں گے اور تمہارے خدا کی عبادت کریں گے، اس طرح دونوں فریق ایک ہو جائیں گے، اور آپسی نزاع ختم ہو جائے گا۔

پس یہ سورت نازل ہوئی، اور ان کو جواب دیا گیا کہ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، خدا کی پناہ! کہ ہم معبودانِ باطل کی پوجا کریں، اور تم صرف ایک اللہ کی عبادت نہیں کرو گے، نہ آج نہ آئندہ، پس تم اپنے دھرم پر رہو، ہم اپنے مذہب پر ہیں، کفر کفر ہے، اسلام اسلام: دونوں ایک کبھی نہیں ہو سکتے۔

فائدہ (۱): غیر مسلموں کے ساتھ ملکی مسائل میں اتفاق کیا جا سکتا ہے، اور قدرتی آفات میں ایک دوسرے کا تعاون بھی کرنا چاہئے مگر ملٹی مسائل میں موافقت یا مصالحت جائز نہیں، ہر ایک اپنے مذہب پر رہے۔

فائدہ (۲): اسلامی فرقوں میں بھی باطل کے ساتھ موافقت یا مصالحت جائز نہیں، نہ خاموشی اختیار کرنا جائز ہے، گمراہ کی غلطی کھول کر بیان کرنا ضروری ہے، تاکہ لوگ اس سے بچیں، ورنہ حق کا نقصان ہوگا، اہل حق خاموش رہیں گے اور باطل بڑھتا چلا جائے گا۔

سورت کا ترجمہ: — کہہ دو! اے اسلام کے منکرو! میں (فی الحال) ان مورتیوں کو نہیں پوجتا جن کو تم پوجتے ہو، اور نہ تم اس اللہ کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، اور نہ میں (آئندہ) ان مورتیوں کی پوجا کروں گا جن کی تم پوجا کرتے ہو، اور نہ تم اس اللہ کی عبادت کرو گے جس کی میں عبادت کرتا ہوں، تمہارے لئے تمہارا دھرم ہے اور میرے لئے میرا دین! — یہ پیشین گوئی آج تک پوری ہو رہی ہے اور قیامت تک ایسا ہی ہوگا، نہ مسلمان مندروں میں جاتے ہیں، نہ غیر مسلم مسجدوں میں آکر ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

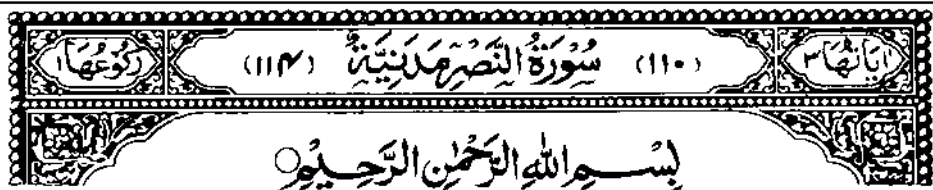


بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### سورۃ النصر

سورۃ الکافرون کے بعد یہ سورت اس لئے ہے کہ اگر امت مسلمہ اپنے موقف پر استوار رہے، کفر کی طرف دھل نہ جائے تو ایک دن اللہ کی مدد ان کے قدم چومے گی، مکی زندگی کے تیرہ سال اور مدنی زندگی کے آٹھ سال امت پر آشوب دور سے گذری ہے، پھر اللہ کی مدد آئی اور مکہ فتح ہوا، قرآن کریم نے بہت پہلے اس کی خبر دیدی تھی، سورۃ الصف میں ہے:

﴿وَأُخْرَىٰ يُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۚ وَكَثِيرٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ اور ایک (دنیوی) ثمرہ جس کو تم پسند کرتے ہو (یعنی اللہ کی طرف سے مدد اور جلد حاصل ہونے والی فتح (مراد فتح مکہ ہے) اور آپؐ مؤمنین کو خوش خبری سنادیں (کہ فتح و نصرت کا ظہور جلد ہونے والا ہے) مگر دنیا دار الاسباب ہے، یہاں ہر چیز اسباب و مسببات کی زنجیر میں جکڑی ہوئی ہے، اس لئے جب اسباب مہیا ہوئے مکہ کرم فتح ہوا سنہ ۸ ہجری میں اللہ کی مدد آئی، اس کے بعد یہ سورت نازل ہوئی، اور نبی ﷺ کو اطلاع دی کہ اب آپؐ کا دنیا کا کام پورا ہوا، اب آپؐ ہمارے یہاں آنے کی تیاری کریں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۗ إِنَّكَ كَانَ تَوَّابًا ۝

اِذَا جَاءَ	جب آجائے	يَدْخُلُونَ	داخل ہو رہے ہیں	بِحَمْدِ	تعریف کے ساتھ
نَصْرُ اللّٰهِ	اللہ کی مدد	فِي دِينِ	دین میں	رَبِّكَ	اپنے رب کی
وَالْفَتْحُ	اور مکہ کی فتح	اللّٰهُ	اللہ کے	وَاسْتَغْفِرْهُ	اور گناہ بخشوائیں اس کے
وَرَأَيْتَ	اور آپ دیکھیں	اَفْوَاجًا	گروہ گروہ	اِنَّكَ كَانَ	بے شک وہ ہیں
النَّاسَ	لوگوں کو	فَسَبِّحْ	پس پاکی بولیں آپ	تَوَّابًا	بڑے معاف کرنے والے

## عربوں کی نظر کعبہ پر لگی ہوئی تھی

کعبہ شریف عربوں کی مشترک عبادت گاہ تھی، مگر قریش نے اس پر قبضہ جمار کھا تھا، اس وجہ سے عرب قریش کے دین کو صحیح سمجھتے تھے، اور اسلام کی طرف مائل نہیں تھے، مگر جب سنہ ۸ ہجری میں مکہ فتح ہو گیا، اور ہوازن نے بھی زور آزما لیا تو اسلام کا اقتدار مکہ پر مضبوط ہو گیا، اور عربوں کو یقین آ گیا کہ اسلام برحق مذہب ہے، ورنہ اس کا کعبہ پر قبضہ نہ ہوتا، چنانچہ فتح مکہ کے بعد قبائل عرب گروہ گروہ اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے تب یہ سورت نازل ہوئی، اور اس میں اشارہ دیا کہ نبی ﷺ کا دنیا کا کام پورا ہوا، سورۃ جمعہ میں آپ کی امت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، اور امیوں میں کام کی ذمہ داری آپ کی قرار دی ہے، یہ کام پورا ہوا، لہذا آپ اللہ کی ملاقات کی تیاری شروع کریں، تسبیح و تحمید میں لگیں اور اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رحمت میں چھپالیں، یہ استغفار کا حاصل ہے۔

سورت کا ترجمہ: جب اللہ کی مدد آجائے اور مکہ فتح ہو جائے، اور آپ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں گروہ گروہ داخل ہو رہے ہیں تو آپ اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ پاکی بیان کریں اور اس سے گناہ بخشوائیں، بلاشبہ وہ بہت معاف کرنے والے ہیں۔

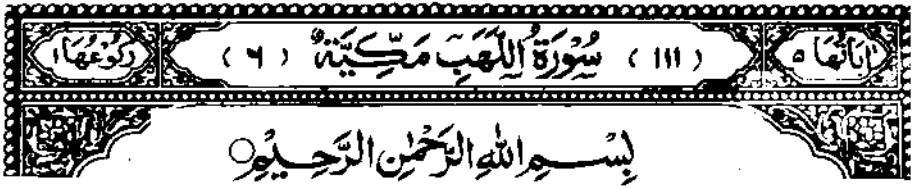
بسم اللہ الرحمن الرحیم

## سورۃ المہلب

لہب کے معنی ہیں: آگ کی لپٹ، اور اس سورت کا نام مسد بھی ہے، مسد کے معنی ہیں: مورخ، یہ ایک گھاس ہے جس کے موٹے رستے بھی بٹے جاتے ہیں، اور چار پائیوں کا باریک بان بھی بنا جاتا ہے۔ اور یہ سورت: سورۃ النصر کے بعد اس لئے ہے کہ جب اللہ کی مدد آتی ہے تو اقتدار اعلیٰ کی ہوا اکھڑ جاتی ہے، اس کی ٹینکوں میں کیڑے پڑ جاتے ہیں، اس کا توپ خانہ سرد ہو جاتا ہے، اور میزائل کہیں مارتا ہے اور لگتا کہیں ہے، اور ایسا بے نیاز اللہ تعالیٰ کرتے ہیں جس کا تذکرہ اگلی سورت میں ہے۔

جاننا چاہئے کہ المہلب حقیقی کردار بھی ہے اور رمزی نام بھی، اور اس کی بیوی ام جمیل بھی حقیقی کردار ہے اور رمزی نام بھی، المہلب سے ہر متکبر مالدار مراد ہے، اور اس کی بیوی سے اس کے اعوان و انصار مراد ہیں، جیسے حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی، حقیقی کردار بھی ہیں اور رمزی بھی، کیونکہ یہ مکاتب فکر کے نام ہیں، ہر فرقہ میں انہیں ائمہ کے اقوال نہیں، ان کے تلامذہ کے اور بعد کے حضرات کے اقوال بھی ہیں، مگر نام ان ائمہ کا استعمال ہوتا ہے، پس یہ حقیقی اشخاص بھی ہیں اور رمزی نام بھی،

اسی طرح المہلب اور اس کی بیوی کے معاملہ کو سمجھنا چاہئے۔



تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۗ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۗ سَيَصْلَىٰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۗ وَامْرَأَتُهُ ۗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۗ فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ ۗ

تَبَّتْ (۱)	ہلاک ہوں	مالہ	اس کا مال	حَمَّالَةَ	ڈھونے والی
يَدَا (۲)	دو ہاتھ	وَمَا كَسَبَ	اور جو کمایا اس نے	الْحَطَبِ	سوختہ
أَبِي لَهَبٍ	المہلب کے	سَيَصْلَىٰ	اب داخل ہو گا وہ	فِي جِيدِهَا	اس کی گردن میں
وَتَبَّ	اور وہ ہلاک ہو	نَارًا	آگ میں	حَبْلٌ	رسی ہے
مَا أَغْنَىٰ	نہیں کام آیا	ذَاتَ لَهَبٍ	پلٹ والی	مِّن مَّسَدٍ	مونج کی
عَنْهُ	اس کے	وَامْرَأَتُهُ	اور اس کی بیوی (بھی)		

اگر تم حق پر ہو، اور کوئی تم کو ناحق ستاتا ہے تو صبر کرو، جلد اس کا انجام تمہارے سامنے آ جائے گا

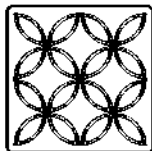
المہلب کا پورا نام عبد العزی بن عبد المطلب ہے، یہ حضور ﷺ کا چچا تھا، یہ خود اور اس کی بیوی ام جمیل آپ کو سب سے زیادہ ستاتے تھے، ہر وقت یہ دونوں اسی فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح اسلام ہی ختم ہو جائے، المہلب اول دن ہی سے حضور علیہ السلام کا دشمن تھا، جب اول اول اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ایمان لانے کا مشورہ دیں اور آخرت کے دن سے ڈرائیں تو آپ نے کوہ صفا پر جا کر آواز دی کہ لوگو خطرہ ہے، آپ کی آواز پر قریش پہاڑ کے نیچے اکٹھے ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ ایک دشمن تم پر چڑھ آیا ہے اور حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم یہ بات سچ سمجھو گے؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا: بے شک سچ سمجھیں گے، آپ نے فرمایا: دیکھو! میں تم کو آخرت کے عذاب سے ڈرنے آیا ہوں! آپ کی اس دعوت پر المہلب نے گستاخی کے ساتھ کہا: کیا تو نے اسی لئے ہم کو بلایا تھا، تیرے ہاتھ (۱) تبت: مونٹ کا صیغہ ہے، اس لئے کہ ید مونٹ سماعی ہے، اور تب: مذکر کا صیغہ ہے، تب الشیء: ٹوٹا، کٹ جانا، ہلاک ہونا۔ (۲) یدان کا نون اضافت کی وجہ سے حذف ہوا ہے۔

ٹوٹیں! یہ کہہ کر تکبر سے ہاتھ مٹکاتا ہوا چلا گیا، پھر جب بنی ہاشم نے طے کیا کہ حضور علیہ السلام کی مدد کی جائے، اس مشورہ میں وہ لوگ بھی شریک تھے جو ابھی حالت کفر میں تھے تو البلب نے اسی خاندان کا آدمی ہونے کے باوجود آپ کا ساتھ چھوڑ کر قریش کا ساتھ دیا، پھر قریش نے جب بنو ہاشم کا ایک گھاٹی میں بائیکاٹ کیا، اور اس کی باقاعدہ دستاویز لکھی گئی تو البلب بھی اس میں شریک تھا، اس بائیکاٹ کا مقصد یہ تھا کہ بنو ہاشم بھوکوں مریں گے تو حضور علیہ السلام کو قریش کے سامنے ڈال دیں گے۔

ادھر حضور علیہ السلام کے نبی ہونے سے پہلے البلب نے اپنے دو بیٹوں سے حضور علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں کی رقیہ اور ام کلثوم کی منگنی پختہ کر رکھی تھی، جیسے ہی آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا نکاح کی بات ہی ختم کر دی، تاکہ آپ پر اور زیادہ زور پڑے، آپ حج کے زمانہ میں جس قبیلے کے پاس بھی جاتے اور دین کی دعوت دیتے، البلب پیچھے پیچھے ہولیتا، اور چلا چلا کر آپ کے خلاف بدتمیزی کرتا، اتفاق سے اس کا گھر بھی آپ کے دولت کدے سے قریب ہی تھا، اس طرح اور زیادہ ستانا تھا، بیوی کا بھی یہی حال تھا، خاص طور پر جنگل سے کانٹے باندھ کر لاتی تھی، اور آپ کے راستے میں ڈالتی تھی، تاکہ آپ کو تکلیف پہنچے، اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی، اور صاف صاف فرما دیا کہ تباہی تو البلب کے واسطے ہے، نہ مال کام آئے گا نہ دولت، اور آخرت میں تو دکتی ہوئی آگ موجود ہے، اس کے لئے بھی اور اس کی بیوی کے لئے بھی، ام جمیل کی موت رسی سے گلا گھٹ کر ہوئی، اور دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ایک نبی کو ستانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔

(ہدایت القرآن کا شفی)

سورت کا ترجمہ: — البلب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے، نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی، وہ عنقریب ایک دکتی آگ میں داخل ہوگا، اور اس کی بیوی بھی لکڑیاں لا کر لاتی ہے، اس کے گلے میں مونج کی مضبوطی ہوئی رسی ہے! — وہ ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھراٹھائے آ رہی تھی کہ گٹھر گر گیا اور اس کی رسی اس کے گلے میں پھنس گئی، جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ الاخلاص

اخلاص کے معنی ہیں: جس میں ملاوٹ نہ ہو، یہ سورت اور سورت الکافرون اخلاص کی دوسورتیں ہیں، اس سورت میں عقیدہ میں اخلاص کا بیان ہے اور سورۃ الکافرون میں عبادت میں اخلاص کا بیان ہے، اس سورت کی فضیلت میں ایک حدیث سورۃ الزلزائل کے شروع میں گزری ہے، دوسری حدیث میں ہے: ”کیا تم میں سے ایک شخص عاجز ہے اس سے کہ ہر رات میں تہائی قرآن پڑھے؟ جس نے اللہ الواحد الصمد پڑھی اس نے تہائی قرآن پڑھا (ترمذی حدیث ۲۹۰۶) اس کے علاوہ بھی حدیثوں میں اس سورت کے متعدد فضائل آئے ہیں، اس لئے یہ قیمتی سورت ہے اس کا ورد رکھنا چاہئے۔ اور سورۃ المہلب کے بعد یہ سورت اس لئے ہے کہ اقتدار اعلیٰ کو کوئی سرنگوں نہیں کر سکتا، مگر اللہ بے نیاز سب کچھ کر سکتے ہیں اور سورۃ الکافرون سے جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ یہاں پورا ہو گیا، آگے من وچہ دوسرا مضمون ہے۔

﴿۱۱۳﴾ سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ ﴿۲۲﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

قُلْ	کہو	اللّٰهُ	اللہ	وَلَمْ يَكُنْ	اور نہیں ہے
هُوَ (۱)	وہ (میرا رب)	الصَّمَدُ (۲)	باہمہ (بے نیاز) ہیں	لَهٗ	ان کا
اللّٰهُ	اللہ ہے	لَمْ يَلِدْ	نہیں جناس نے	كُفُوًا (۳)	ہم سر
اَحَدٌ	بے ہمہ (ایک)	وَلَمْ يُولَدْ	اور نہ جناس گیا وہ	اَحَدٌ	کوئی بھی

(۱) ہو: کا مرجع رب ہے، جس کا شریکین نے تعارف چاہا تھا (۲) الصمد: صفت مشبہ ہے: وہ سستی جس کے سب محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں، بے نیاز، باہمہ، سب کچھ اس کے پاس ہے (۳) کفوًا: آم جامد: مرتبہ میں برابر، واو ہمزہ سے بدلا ہوا ہے۔



## اللہ رب العالمین کی پانچ صفات

مشرکین اپنی صورتوں کو ارباب کہتے تھے، اور قرآن نے اللہ کو رب العالمین کہا، اور مشرکین کے ارباب کو کنڈم کیا، اس پر انھوں نے سوال کیا کہ تمہارا رب کون ہے: جس کو تم مانتے ہو، اور ہمارے ارباب کو بگس کہتے ہو؟ اس پر یہ سورت نازل ہوئی، اور ان کو بتلایا کہ اسلام اس ہستی کو رب کہتا ہے جس کو تم اسمِ علم (نامِ پاک) اللہ سے جانتے ہو، اللہ اور رب کا مصداق ایک ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات ذکر کیں:

۱- اُحد: بیگانہ، اکیلا، مشرکین کے بے شمار ارباب ہیں، اسلام کا رب: اللہ کی طرح ایک ہے۔

۲- صمد: بے نیاز، باہمہ، جس کے پاس سب کچھ ہے، سب اس کے محتاج ہیں، اور وہ کسی کا محتاج نہیں، اور مشرکین کے ارباب کمزور ہیں، اس لئے ان کو متعدد خدا ماننے پڑے ہیں۔

۳- لم یلد: اس نے کسی کو جنم نہیں، پس وہ ابوِ فلان نہیں، عربوں کے یہاں یہ کنیت ہوتی تھی۔

۴- لم یولد: وہ جنم نہیں گیا، یعنی اس کے ماں باپ نہیں، پس وہ ابنِ فلان بھی نہیں، عربوں کے یہاں یہ بھی کنیت ہوتی تھی۔

۵- لم یکن لہ کفوًا اُحد: کوئی اس کے برابر کا نہیں، پس اس کا کوئی شریک و سہم بھی نہیں، وہ اکیلا ہے اپنی ذات میں بھی اور صفات میں بھی، اور وہ سب سے برتر و بالا ہے۔

فائدہ: اُحد میں مجوس کے عقیدہ کا رد ہے، وہ دو خالق مانتے ہیں، خیر کے خالق کو یزدان اور شر کے خالق کو اہرمن کہتے ہیں، نیز ہنود کی بھی تردید ہوگئی، وہ کروڑوں دیوتاؤں کو خدائی میں شریک مانتے ہیں — اور صمد سے ان جاہلوں کا رد ہو گیا جو اللہ کے علاوہ کسی درجہ میں مستقل اختیار رکھنے والا سمجھتے ہیں — اور لم یلد و لم یولد سے یہود و نصاریٰ کی تردید ہوگئی، یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، نیز مشرکین عرب کا بھی رد ہو گیا وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں — اور آخری آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جو کسی صفت میں کس مخلوق کو اللہ کا ہم سر ٹھہراتے ہیں۔

سورت کا ترجمہ: آپ (مشرکین کو) جواب دیں کہ وہ (میرا رب) ایک اللہ ہے، اللہ بے نیاز ہے — اُحد: اور صمد: دو صفتیں ساتھ نہیں لائے، کلام فصیح نہ رہتا، اس لئے مبتدئ اللہ کو لونا کر دوسری صفت کو خبر بنایا — اس کی کوئی اولاد نہیں، نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سورۃ الفلق اور سورۃ الناس

یہ دونوں سورتیں ایک واقعہ میں ایک ساتھ نازل ہوئی ہیں، ان میں یہ مضمون ہے کہ ظاہری دشمن سے تو تیر و تفلک سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے، مگر پانچ چھپے دشمن ہیں، ان سے مقابلہ کی کوئی صورت نہیں، بس ایک ہی صورت ہے کہ بے نیاز اللہ کی پناہ لی جائے (یہ سورۃ الاخلاص سے ربط ہوا)

ایک مقولہ: کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا: اگر اللہ تعالیٰ پوری کائنات کو تیر کمان بنا کر چلائیں تو اس سے کیسے بچا جائے؟ بزرگ نے جواب دیا: تیر چلانے والے کے بغل میں چلے جاؤ! اس کے تیر سے بچ جاؤ گے۔  
ان پانچ مخالفین میں سے چار کا ذکر سورۃ الفلق میں ہے، وہ نسبتاً چھوٹے مخالف ہیں، اور سب سے بڑے دشمن کا ذکر سورۃ الناس میں ہے، وہ چار مخالف جن کا ذکر سورۃ الفلق میں ہے یہ ہیں:

- ۱- کوئی بھی مخلوق کسی بھی وقت ضرر پہنچا سکتی ہے، پس اس کے شر سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ لی جائے۔
- ۲- رات جب چھا جائے اور چاند راتوں میں چاند بھی غروب ہو جائے اور باہر نکلیں تو کسی بھی چیز سے ضرر پہنچ سکتا ہے، اندھیرے میں کیا پتہ چلے گا، پس ان سے اللہ ہی محفوظ رکھیں گے۔
- ۳- جادوگر کے شر سے بھی اللہ ہی بچا سکتے ہیں، وہ جادو کے ذریعہ انسان کو تباہ کر دیتے ہیں۔
- ۴- حاسدین جب حسد پر آرائیں تو اللہ کی پناہ! وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

ان چار کے ضرر سے بچنے کی صرف یہی صورت ہے کہ رات کی تاریکی پھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار کرنے والے کی پناہ لی جائے، اور پانچوں سب سے بڑا دشمن شیطان ہے، اس سے بھی زبردست اللہ ہی بچا سکتے ہیں، اس کا ذکر اگلی سورت میں ہے۔

سورتوں کا نام: یہ سورتیں مَعُوذَاتَانِ (مُعَوِّذَتَيْنِ) کہلاتی ہیں، یعنی اللہ کی پناہ میں دینے والی دو سورتیں، یہ عَوَاذٌ تَعْوِذًا سے اسم فاعل، واحد مؤنث ہے، لوگ غلطی سے داو پر تشدید اور زبر پڑھتے ہیں، یہ اسم مفعول، واحد مؤنث ہے، اس کے معنی ہیں: اللہ کی پناہ میں دیا ہوا، یہ تو بندہ ہے: نہ کہ سورتیں۔ اسی طرح مُعْجِزَةٌ: اسم فاعل، واحد مؤنث ہے، اس کے معنی ہیں: عاجز کرنے والی نشانی، لوگ اس کو جیم کے زبر کے ساتھ بولتے ہیں، جو غلط ہے، عاجز کیا ہوا تو دشمن ہے۔

معوذتین کی اہمیت: یہ دونوں سورتیں رُقِیَہ (منتر) ہیں، اور دونوں ایک ساتھ نازل ہوئی ہیں، اور ان کے نزول کا

واقعہ یہ ہے کہ لیبید (مناقہ یہودی) اور اس کی بیٹیوں نے نبی ﷺ پر سحر کیا تھا، جس سے آپ کو مرض کی سی حالت عارض ہو گئی تھی، آپ نے دعا فرمائی تو اللہ نے یہ دوسورتیں نازل فرمائیں، اور آپ کو سحر کا موقع بتلایا، وہاں سے مختلف چیزیں نکلیں، اور ایک تانت بھی نکلی جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں، ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ سورتیں پڑھنے لگے، اور ایک ایک گرہ کھلتی گئی، اور آپ بالکل شفا پایا، ہو گئے۔

سحر کا اثر نبوت کے منافی نہیں: سحر اسباب طبعیہ سے اثر کرتا ہے، جیسے بخار آتا ہے یا آگ سے جلتا ہے، یہ نبوت کے منافی نہیں، البتہ سحر اتنا متاثر نہیں کر سکتا کہ کارِ نبوت متاثر ہو، صرف جسمانی عوارض پیدا ہوتے ہیں، آپ پر بھی اتنا اثر ہوا تھا کہ ایک کام نہیں کیا اور خیال رہا کہ کر لیا ہے اور طبیعت مجھی بکھی رہنے لگی تھی، یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کی ہے۔

ان سورتوں کے فضائل: مستند احادیث میں ان دونوں سورتوں کے بڑے فضائل آئے ہیں، صحیح مسلم شریف میں ہے: نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: تمہیں کچھ خبر ہے کہ آج رات اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایسی آیات نازل فرمائی ہیں کہ ان کی مثل نہیں دیکھی گئی یعنی ﴿قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ اور ﴿قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ اور نساء کی روایت میں ہے کہ ان سورتوں کو سوتے وقت بھی پڑھا کرو اور پھر اٹھنے کے وقت بھی، ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان دونوں سورتوں کو ہر نماز کے بعد پڑھنے کی تلقین فرمائی (رواہ ابوداؤد والنسائی)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی بیماری پیش آتی تو آپ یہ دونوں سورتیں پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے سارے بدن پر پھیرتے تھے۔

میرا معمول: میں اکثر مغرب کی سنتوں میں اور فجر کی سنتوں میں یہ دوسورتیں پڑھتا ہوں اور ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ کر بدن پر دم کرتا ہوں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
سُوْرَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۲۰)

قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ  
شَرِّ النَّفّٰثِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝

قُلْ	کہو	مَا خَلَقَ <sup>(۲)</sup>	جو پیدا کیا	التَّقْوَىٰ <sup>(۵)</sup>	پھوکنے والوں کی
أَعُوذُ	پناہ چاہتا ہوں میں	وَمِنْ شَرِّ	اور برائی سے	فِي الْعُقَدِ	گرہوں میں
بِرِّبِّ	رب کی	عَالِسِي <sup>(۳)</sup>	شب تارکی	وَمِنْ شَرِّ	اور برائی سے
الْفَلَقِ <sup>(۱)</sup>	صبح کے	إِذَا وَقَب <sup>(۴)</sup>	جب وہ چھاجائے	حَاسِدِ	جلنے والوں کی
مِنْ شَرِّ	برائی سے	وَمِنْ شَرِّ	اور برائی سے	إِذَا حَادَّ	جب وہ حسد کرنے لگے

چار مخالف جن کے شر سے اس سورت میں پناہ چاہنے کا حکم ہے

۱- اللہ تعالیٰ نے بندوں کی حفاظت کے لئے نگران فرشتے مقرر کئے ہیں، سورۃ الرعد (آیت ۱۱) میں ہے: ﴿لَهُ مُعَقَّدَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَكَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ﴾: اللہ تعالیٰ نے باری باری آنے والے فرشتے انسان کے آگے پیچھے لگا رکھے ہیں جو حکم الہی اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں، ایک شخص چل رہا ہے، ایک بڑے درخت کے نیچے سے گذرے گا کہ اس کی بڑی شاخ گری، اور وہ بال بال بچ گیا: کس نے بچایا؟ بہ حکم الہی فرشتہ نے! دوسرا شخص جارہا تھا کہ کھڑا سامنے آ گیا اور وہ یکدم چوکنا ہو کر رک گیا: کھڑے میں گرنے سے کس نے بچایا؟ بہ حکم الہی فرشتہ نے! اس طرح ملائکہ انسان کی آفات سے حفاظت کرتے ہیں، اور ایسا اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، پس اللہ کی پناہ یعنی ضروری ہے تاکہ وہ فرشتوں کو حکم دیں اور وہ مخلوقات کی آفات سے بچالیں۔

۲- رات کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں جب سفر کر رہے ہوں تو کچھ بھی نقصان پہنچ سکتا ہے، کھڑے میں گر سکتے ہیں، کھبے سے ٹکرا سکتے ہیں، کوئی درندہ یا زہریلا کیڑا اڑس سکتا ہے، ان سے بچنے کی بھی یہی صورت ہے کہ ان کے خالق کی پناہ لی جائے۔

۳- جادو گر آدمی کو تباہ کر دیتے ہیں، عورتوں کا جادو زیادہ خطرناک ہے، اور جادو عام طور پر رات کی تاریکی میں کیا جاتا ہے، انسان نہیں جانتا اور جان بھی نہیں سکتا کہ کون اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے، ان کے شر سے بچنے کا بھی واحد راستہ یہی ہے کہ اللہ کی پناہ طلب کی جائے، جو صبح نمودار کرتا ہے وہ رات کے ضرر سے بھی بچالے گا۔

۴- ارباب نعمت پر جلنے والے، بہت ہوتے ہیں، وہ اللہ کی نعمت کو روک تو سکتے نہیں، چاہتے ہیں کہ کسی طرح وہ نعمت

(۱) الفلق کے اصل معنی ہیں: پھاڑنا، اور فَلَاقَ اللہ الصبح کے معنی ہیں: اللہ نے رات کی تاریکی پھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار کی۔

(۲) ما: مصدر یہ اور موصولہ دونوں ہو سکتے ہیں، ترجمہ موصولہ کا کیا ہے (۳) غاسق: اسم فاعل: غَسَقَ اللیل: رات تاریک ہو گئی

(۴) وَقَبَتِ الشَّمْسُ: سورج غروب ہو گیا (۵) النفاثات: سے جماعت یا نفوس یا عورتیں مراد ہیں، اس لئے مؤنث ہے۔

زائل ہو جائے، اس لئے جب حاسد حسد پر اتر آتا ہے تو کردنی ناکردنی کرتا ہے، قیل بھی کر سکتا ہے، زہر بھی دے سکتا ہے اور جادو بھی کر سکتا ہے، ان حاسدین کا پتہ نہیں ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ ان کو جانتے ہیں، اس لئے ان کے شر سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ یعنی ضروری ہے۔

**سورتِ پاک:** کہو: میں پناہ لیتا ہوں صبح کے مالک کی — جو رات کی تاریکی چھاؤ صبح کی روشنی نمودار کرتا ہے (۱) ہر مخلوق کی برائی سے — جو کسی بھی وقت ناگہانی نقصان پہنچائے — (۲) اور شبِ تاریکی برائی سے جب وہ چھا جائے — اندھیری رات میں مخلوق کے ضرر کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے — (۳) اور گرہوں میں پھونک مارنے والے (گرہ) کی برائی سے — یعنی وہ عورتیں یا جماعتیں یا نفوس جو جادو کرتے وقت کسی تانت یا بال یا دھاگے میں کچھ پڑھ کر اور پھونک مار کر گرہ لگایا کرتے ہیں ان کے شر سے بچا — (۴) اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے — یعنی حاسد جب عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے: اس وقت کی بدی سے حفاظت فرما۔

**فائدہ:** اگر ایک شخص کے دل میں حسد پیدا ہوا، اور اس نے نفس کو قابو میں رکھا، اور کوئی ایسی ویسی بات نہیں کی تو وہ آیت کا مصداق نہیں ﴿إِذَا حَسَدًا﴾ کی قید اسی لئے ہے۔ اور حسد کے معنی ہیں: کسی کی نعمت کا زوال چاہنا، اور یہ آرزو کرنا کہ فلاں کو جو نعمت ملی ہے وہ مجھے بھی مل جائے یہ رشک اور غبطہ ہے اور جائز ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۃ الناس

انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے، شیطان کے معنی ہیں: سرکش، شریر، یہ اسم وصف ہے، اور اس کا اسم علم عزازیل ہے، دوسرا اسم وصف ابلیس ہے، اس کے معنی ہیں: اللہ کی رحمت سے مایوس۔ شیطان نظر نہیں آتا، وہ درپردہ بہکاتا پھسلاتا ہے، جب تک آدمی غفلت میں رہتا ہے اس کا تسلط (قبضہ) بڑھتا رہتا ہے، اور جہاں اللہ کو یاد کیا کہ وہ پیچھے کو ہٹ جاتا ہے۔

اور شیطان بے شمار ہیں، ہر کافر جن و انس جو مؤمنین کو اور غلامیں شیاطین ہیں، اور عزازیل شیطان اکبر ہے، جس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا، دوسرے سرکش جن و انس شیطان اکبر کے چیلے چاننے ہیں — جیسے روجوں کو وصول کرنے والے فرشتے بے شمار ہیں، وہ سب ملک الموت (موت کے فرشتہ) ہیں، اور حضرت عزرائیل سب کے سردار ہیں، ان کے حکم کے مطابق دوسرے کام کرتے ہیں۔

دونوں سورتوں کے شروع میں قُل کی وجہ: زَرَبْن حَيْش کہتے ہیں: میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے معوذتین کے بارے میں پوچھا (کہ ان کے شروع میں قُل کیوں ہے؟ جو شخص ان سورتوں سے خود کو یا غیر کو چھاڑے گا وہ اَعُوذ سے شروع کرے گا، قُل کی کیا ضرورت ہے؟) حضرت ابی نے کہا: (یہی بات) میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھی تھی، پس آپ نے فرمایا: ”مجھ سے کہا گیا تو میں نے کہا، یعنی جبرئیل نے پڑھا: قُل اَعُوذ تو میں نے پڑھا قُل اَعُوذ یعنی یہ قُل تو قیفی ہے، اسی طرح وحی آئی ہے (حضرت ابی کہتے ہیں: پس ہم کہتے ہیں جیسا رسول اللہ ﷺ نے کہا یعنی ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح نبی ﷺ نے پڑھا ہے۔

معوذتین بالا جماع قرآن کا جزء ہیں: جاننا چاہئے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا قرآن نزول کی ترتیب سے لکھا تھا، جو موجودہ مصحف سے مختلف تھا، موجودہ قرآن لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق ہے، اسی طرح بعض دیگر صحابہ نے بھی اپنے قرآن لکھ رکھے تھے، حدیث: اُنزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْوَابٍ کے ذریعہ جو سہولت دی گئی تھی: اس کی بنیاد پر بعض صحابہ نے تفسیری کلمات بھی مصاحف میں لکھے تھے، اور وہ اس کو پڑھتے بھی تھے، کتابوں میں اس قسم کی بہت روایات ہیں پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سرکاری ریکارڈ سے، اور اصلی تحریروں سے اور حافظوں کے حفظ سے مقابلہ کر کے مصاحف تیار کئے گئے اور ان کو امصار میں بھیجا گیا تو لوگوں نے جو مختلف قرآن لکھ رکھے تھے وہ طلب کر لئے گئے، اور ان کو دھو کر جلادیا، مگر زبانی روایتیں باقی رہ گئیں، پس ان میں سے جو متواتر قراءتیں ہیں: وہ تو معتبر ہیں، اور جو شاذ قراءتیں اور روایتیں ہیں ان کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ یہ لغت قریش پر امت کو اکٹھا کرنے سے پہلے کی قراءتیں ہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات کو بھی اسی پر محمول کیا جائے گا، بعد میں امت کا مصاحف پر اجماع ہو گیا، ابن مسعود بھی اس اجماع میں شریک ہیں، کیونکہ کوئی قراء امام عاصم رحمہ اللہ وغیرہ ابن مسعود ہی سے قرآن روایت کرتے ہیں، اور اس میں معوذتین ہیں، اور ابن مسعود نے جو بات کہی تھی کہ معوذتین رقیہ (منتر) ہیں، یعنی ان کا نزول خاص اسی مقصد سے ہوا ہے اس لئے ابن مسعود نے ان کو اپنے مصحف میں نہیں لکھا تھا۔ واللہ اعلم

سوال: جنات بھی مکلف مخلوق ہیں، ان کو کون گمراہ کرتا ہے؟ ان کے دلوں میں دوسو سے کون ڈالتا ہے؟

جواب: شیاطین الجن ہی ان کو بہکاتے ہیں، وہی ان کے دلوں میں دوسو سے ڈالتے ہیں، جیسے شیاطین الناس انسانوں کو بہکاتے ہیں اور غلط راہ پر ڈالتے ہیں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱۱۴) سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ (۲۱)

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِي يُّوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنْ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

قُلْ	کہیں:	اِلٰهِ	معبود کی	يُوَسْوِسُ	خیال ڈالتا ہے
اَعُوْذُ	پناہ لیتا ہوں میں	النَّاسِ	لوگوں کے	فِيْ صُدُوْرِ	سینوں میں
بِرَبِّ	پالنہار کی	مِنْ شَرِّ	برائی سے	النَّاسِ	لوگوں کے
النَّاسِ	لوگوں کے	الْوَسْوَاسِ <sup>(۱)</sup>	بہکانے والے	وَمِنَ الْجِنَّةِ <sup>(۳)</sup>	جنات میں سے
مَلِكِ	بادشاہ کی	الْخَنَّاسِ <sup>(۲)</sup>	پیچھے ہٹ جانے والی	وَالنَّاسِ	اور انسانوں میں سے
النَّاسِ	لوگوں کے	الَّذِي	جو		

دینی مضرت سے بچنا دنیوی مضرت کی بہ نسبت اہم ہے

سورۃ الفلق میں دنیوی مضرتوں سے پناہ طلب کرنے کا حکم تھا، اس سورت میں دینی مضرت سے پناہ مانگنے کا حکم ہے، اس سورت میں چار دنیوی مضرتوں کا ذکر تھا، اس میں ایک ہی دینی مضرت کا بیان ہے، اس سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے، اور وہاں اللہ کی ایک صفت (رَبُّ الْفَلَقِ) کا ذکر تھا اور یہاں تین صفات ذکر کی ہیں: رَبُّ النَّاسِ، مَلِكِ النَّاسِ اور اِلٰهِ النَّاسِ یہ بھی مستعاذ منہ کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے، اور تینوں صفتوں میں تعلق یہ ہے کہ پالنہار بھی، بادشاہ بھی اور معبود بھی اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے، اور ان تین صفات کے ساتھ ایک چیز سے پناہ مانگی گئی ہے یعنی جو بھی انسان کو بہکاتا ہے، مگر اہ کرتا ہے، خواہ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائیں (آمین) سوال: قاعدہ ہے کہ اسم ظاہر ایک مرتبہ ذکر کرنے کے بعد اس کی طرف ضمیر لوٹائی جاتی ہے، بار بار اسم ظاہر نہیں لایا جاتا، جبکہ اس سورت میں پانچ مرتبہ الناس آیا ہے: ایسا کیوں ہے؟

(۱) الوَسْوَاسِ: مصدر بمعنی اسم فاعل ہے: دل میں برا خیال ڈالنے والا (۲) الخَنَّاسِ: اسم مبالغہ: خَنَّسَ (ن) خَنَّوَسًا: پیچھے ہٹنا (۳) الْجِنَّةِ: یا توجن جمع ہے یا تاء مبالغہ کے لئے ہے اور جن اور جنۃ ایک ہیں۔

جواب: یہ قاعدہ کلام میں حسن پیدا کرنے کے لئے ہے، بار بار اسم ظاہر لائیں گے تو کلام میں تکرار محسوس ہوگی اور کلام فصاحت سے گر جائے گا، اس لئے ضمیر لاتے ہیں، مگر کبھی اسم ظاہر کو بار بار لانے سے کلام میں حسن پیدا ہوتا ہے، یہاں ایسا ہی موقع ہے، آپ الناس کی جگہ ہم ضمیر رکھ کر پڑھیں کلام پھیکا پڑ جائے گا، پس اسی قاعدہ کے مقتضی سے الناس بار بار آیا ہے۔

سورت پاک: آپ کہیں: میں لوگوں کے پالنے والی، لوگوں کے بادشاہ کی اور لوگوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں بہکانے والے پیچھے ہٹ جانے والے کی برائی سے، جو لوگوں کے دلوں میں موسمہ ڈالتا ہے، خواہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے!

قرآن کریم ہدایت کی دعا سے شروع ہوا ہے، اور ہدایت میں رخسہ ڈالنے والے سے اللہ کی پناہ طلب کرنے پر ختم ہوا ہے پس ابتدا اور انتہا ہم آہنگ ہیں

﴿جمہرہ تعالیٰ یکم محرم الحرام ۱۴۳۸ھ = ۳ اکتوبر ۲۰۱۶ء بروز پیر تفسیر پوری ہوئی﴾

